سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

جمعۃ المبارک، سوموار، جمعرات 12، 15، 18- جون 1998ء

(آدینہ، دو، پنج شنبہ 16، 19، 22 - صفر المظفر 1419ھ)

جلد 10 شمارہ 1، 2، 3

مندرجات

جمعۃ المبارک 12- جون 1998ء

(جلد 10، بشمول شمارہ جات 1 تا 11)

صفحہ

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ ---------------- 1

چیئر مینوں کا پینل ---------------- 2

رکن اسمبلی و دیگر مرحومین کے لیے دعائے مغفرت ---------------- 2

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جنگلات و ماہی پروری، امداد باہمی اور لائیو سٹاک) ---------------- 3

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے) ---------------- 33

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات ---------------- 38

قرارداد

پاکستان کو ایٹمی قوت بنانے اور قومی خود انحصاری کی پالیسی اختیار کرنے پر وزیراعظم کو خراج تحسین ---------------- 41

استحقاق

ایس ایچ او تھانہ لالیاں کا ایم پی اے کی ٹیلی فون پر بات سننے سے انکار ---------------- 45

جاری ....

صفحہ

.... جاری

تحاریک التوائے کار ۔

تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ میں واقع لوئر سہاگ نہر کی ناجائز بندش ---------------- 51

۔۔۔ گنگارام ہسپتال لاہور میں ڈاکٹر کی لاپرواہی سے مریض کی موت ---------------- 56

مسودات قانون (جو پیش کیے گئے)

ہنگامی قانون (ترمیم) ترقیاتی ادارہ لاہور' مجریہ 1998ء ---------------- 58

۔۔۔ ہنگامی قانون (انضباط) فروخت اراضی بذریعہ ترقیاتی

ادارہ جات مجریہ 1998ء ---------------- 58

۔۔۔ ہنگامی قانون (دوسری ترمیم) مقامی حکومت پنجاب' مجریہ 1998ء ---------------- 9

۔۔۔ ہنگامی قانون ادارہ جات' طب و صحت' پنجاب' مجریہ 1998ء ---------------- 9

مسودہ قانون (ترمیم) پنجاب پبلک سروس کمشن' مصدرہ 1997ء ---------------- 0

سوموار' 15۔ جون 1998ء

جلد 10۔ شمارہ 2

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ ---------------- 7

وزیر خزانہ کی تقریر برائے میزانیہ 99 - 1998ء

اور ضمنی میزانیہ 98-1997ء ---------------- 8

میزانیہ بابت سال 99 - 1998ء ----------------

ضمنی میزانیہ بابت سال 98 - 1997ء ----------------

پنجاب فنانس بل بابت 1998ء ----------------

جمعرات' 18۔ جون 1998ء

جلد 10۔ شمارہ 3

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ ----------------

استحقاق،

نشان زدہ سوال نمبر 361 کے غلط جواب کی فراہمی ----------------

۔۔۔ نشان زدہ سوال نمبر 733 کے غلط جواب کی فراہمی ----------------

اراکین اسمبلی کی رخصت ؛ ----------------

میزانیہ بابت سال 99 - 1998ء پر بحث ----------------

اجلاس کی طلبی کا فرمان

"In exercise of the powers conferred on me under Article 109 of the Constitutio. of the Islamic Republic of Pakistan, I, Shahid Hamid, Governor of the Punjab, hereby summon the Provincial Assembly of the Punjab to meet on 12th June, 1998 at 3.00 p. m. in the Assembly Chambers, Lahore.

Dated Lahore
the 6th June, 1998.

SHAHID HAMID
GOVERNOR OF THE PUNJAB"

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

جمعۃ المبارک' 12- جون 1998ء

(آدینہ' 16- صفر المظفر 1419ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں سہ پہر 3 بج کر 36 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر (چودھری پرویز الٰہی) منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری سید صداقت علی نے حاصل کی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝

سورۃ الرحمن آیت نمبر 14 تا 27

اس نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے بنایا۝ اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۝ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟۝ وہی دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا مالک (ہے) ۝ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟۝ اسی نے دو دریا رواں کیے جو آپس میں ملتے ہیں۝ دونوں میں آڑ ہے کہ (اس سے) تجاوز نہیں کر سکتے ۝ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟۝ دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۝ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟۝ اور جہاز بھی اسی کے ہیں جو دریا میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے ہوتے ہیں ۝ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟۝ جو (مخلوق) زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے۝ اور تمہارے پروردگار ہی کی ذات (بابرکت) جو صاحب جلال وعظمت ہے باقی رہے گی۝

وما علینا الا البلاغ۝

وزیر خزانہ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)، جناب سپیکر! قاری صاحب سے درخواست کی جائے کہ تھوڑا سا انتظار کر لیں، کیونکہ ان کے والد محترم کا انتقال ہوا ہے۔ ان کے لیے فاتحہ خوانی کر لی جائے۔

جناب سپیکر، جی ہاں میں وہی کہنے لگا ہوں۔

وزیر خزانہ، شکریہ۔

چیئرمینوں کا پینل

جناب سپیکر، پہلے پینل آف چیئرمین کا اعلان کیا جائے۔

سیکرٹری اسمبلی، بسم اللہ الرحمن الرحیم O قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ 13 کے تحت جناب سپیکر نے اسمبلی کے موجودہ اجلاس کے لیے چار معزز اراکین پر مشتمل بحسب ترتیب و تقدیم ذیل صدر نشینوں کی جماعت تشکیل فرمائی ہے۔

1- جناب اختر محمود ایڈووکیٹ
2- چودھری محمد اعظم چیمہ
3- جناب ارشد عمران سلہری
4- سید مسعود عالم شاہ

جناب سپیکر، جی سردار صاحب!

رکن اسمبلی و دیگر مرحومین کے لیے فاتحہ خوانی

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! ایک تو ہمارے اس ایوان کے نہایت محترم رکن جناب صدیق ڈھلوں صاحب وفات پا چکے ہیں۔ ہمارے رکن ملک غلام محمد سواگ صاحب کی والدہ محترمہ وفات پا چکی ہیں اور جناب قاری صاحب کے والد انتقال کر گئے ہیں۔ ان سب کے لیے فاتحہ خوانی کی جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (سید محمد عارف حسین بخاری)، جناب سپیکر! چودھری اعجاز صاحب ایم این اے وفات پا چکے ہیں، ان کے لیے بھی فاتحہ خوانی کی جائے۔

وزیر جنگلات و ماہی پروری (ملک سلیم اقبال)، جناب والا! راجہ سلطان عظمت حیات صاحب کی والدہ

محترمہ بھی وفات پا چکی ہیں ان کے لیے بھی فاتحہ خوانی کی جائے۔

جناب سپیکر، جی فاتحہ خوانی کی جائے۔

(اس مرحلے پر فاتحہ خوانی کی گئی)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(محکمہ جنگلات و ماہی پروری ' امداد باہمی اور لائیوسٹاک)

جناب سپیکر، اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج محکمہ جنگلات و ماہی پروری ' امداد باہمی اور لائیو سٹاک کے سوالات ہیں۔ جب ایجنڈا جاری کیا گیا تو کچھ سوالوں کے جوابات نہیں آئے تھے۔ اب ان کے جوابات بھی آ گئے ہیں اور circulate بھی کر دیے گئے ہیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پہ یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس اجلاس کے شروع ہونے سے پہلے اس ملک میں بڑے اہم واقعات رونما ہوئے ہیں۔ جس کے لیے میں پاکستان کی قوم اور پاکستان کی جن شخصیات نے اس ملک کو نیوکلیئر پاور بنانے کے لیے کام کیا۔

جناب سپیکر، سعید اکبر صاحب! اس کے لیے قرارداد بھی آ چکی ہے۔ تو میرا خیال ہے کہ جب قرارداد پیش ہو گی تو پھر آپ اس حوالے سے بات کر لیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! مجھے تو نہیں پتا کہ قرارداد آ چکی ہے۔

جناب سپیکر، جی قرارداد آ چکی ہے۔

جناب سعید اکبر خان، تو میں چاہتا تھا کہ میں اس قوم کو اور تمام شخصیات کو خراج تحسین پیش کروں جنھوں نے اس میں مدد کی۔

جناب سپیکر، سعید اکبر صاحب! ایک منٹ کے لیے تشریف رکھیں ۔ جب قرارداد ہاؤس کے اندر پیش ہو گی تو پھر اس کے بعد آپ کو بات کرنے کا موقع دوں گا اور ممبران بھی بات کرنا چاہیں گے تو اس موقع پر میں ان شاء اللہ آپ کو اجازت دوں گا۔ تو اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ پہلے محکمہ

جنگلات لیتے ہیں۔ پہلے میاں عبدالستار صاحب کا سوال ہے۔ تشریف نہیں رکھتے۔ اگلا سوال بھی میاں عبدالستار صاحب کا ہے۔

(سید مسعو عالم شاہ نے میاں عبدالستار کے ایما پر سوال نمبر 343 دریافت کیا)

جناب سپیکر، جی سوال نمبر 343 میرے خیال میں اس سوال کا جواب کافی تفصیل کے ساتھ ہے۔ پڑھا ہوا تصور کیا جائے یا آپ نے پڑھنا ہے؟

وزیر جنگلات و ماہی پروری(ملک سلیم اقبال)، جیسے آپ کی مرضی ہے۔ خالی تفصیل دی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر، کافی تفصیل کے ساتھ ہے۔

وزیر جنگلات و ماہی پروری، یہ سال وار ہے۔ انھوں نے 1990 سے لے کر 1996 تک پوچھا ہے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ یہ پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

1990ء سے 1996ء تک محکمہ کا بجٹ

*343۔میاں عبدالستار (PP-234)، کیا وزیر جنگلات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) سال 1990ء سے 1996ء کے دوران محکمہ جنگلات کا سالانہ بجٹ کتنا ہے اس عرصہ کے دوران اس محکمہ کو سالانہ کل کتنی آمدنی ہوئی۔

(ب) سال 1990ء سے 1996ء تک محکمہ جنگلات کا کل خرچ کتنا ہے اور منافع کتنا ہے۔ تفصیل سال وار علیحدہ علیحدہ کیا ہے؟

وزیر جنگلات(ملک سلیم اقبال)،

(الف) سال 1990ء سے 1996ء کے دوران محکمہ جنگلات کے سالانہ بجٹ اور سالانہ کل آمدنی کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے،

سال	سالانہ بجٹ	سالانہ آمدنی (رقم کروڑوں میں)
1990-91	24.48	18.54
1991-92	25.89	17.85
1992-93	27.72	21.76
1993-94	30.18	24.33

1994-95	42.96	27.22
1995-96	44.01	29.92
میزان	195 24	139.62

(ب) سال1990ء سے1996ء کے دوران محکمہ جنگلات کا کل جتنا خرچ آیا اور منافع کی سال وار علیحدہ علیحدہ تفصیل درج ذیل ہے۔

سال	سالانہ اخراجات	سالانہ منافع
1990 - 91	26.13	محکمہ جنگلات بنیادی طور پر منافع کمانے والا محکمہ نہیں ہے۔ جنگلات کے
1991 - 92	25.72	فوائد بالواسطہ طور پر اتنے زیادہ ہیں کہ مالی طور پر اگر کم آمدنی بھی ہو تو
1992 - 93	28.44	بھی جنگل کا قائم رکھنا بہت ضروری ہے۔ جنگلات مالی آمدنی کے علاوہ
1993 - 94	30.05	ماحولیات، جنگلی حیات، دفاعی ضروریات، آب گیر علاقوں کی بہتری،
1994 - 95	42 38	ماحول کی ٹھنڈک اور زندگی دینے والی آکسیجن دینے میں بہت بڑا کردار
1995 - 96	43.17	ادا کرتے ہیں۔ بایں ہمہ یہ تمام فوائد دینے محکمہ جنگلات سالانہ تقریباً
میزان	195 89	29 00 کروڑ روپے حکومت کے خزانے میں داخل کراتا ہے۔

جناب سپیکر ، کوئی ضمنی سوال ہے۔ کوئی ضمنی سوال نہیں ہے۔ اگلا سوال ملک ممتاز احمد بھچر صاحب کا ہے۔ تشریف نہیں رکھتے۔ ویسے جن ممبران کے سوالات ہوتے ہیں ان کو آنا چاہیے کیونکہ ایک سوال پر بڑی محنت کی جاتی ہے اس پر حکومت کا اچھا خاصا خرچ آتا ہے۔ پھر اس محکمے کے وزیر انچارج کو بھی کافی محنت کرنا پڑتی ہے۔ تو جو ممبران بھی سوال کریں تو کم از کم جب ان کے سوال آئیں تو ان کو ہاؤس میں آنا چاہیے۔ اگلا سوال جناب شاہد محمود بٹ صاحب کا ہے۔

جناب شاہد محمود بٹ ، 1036

پتریاٹہ چیئر لفٹ کی درستگی

*1036۔ **جناب شاہد محمود بٹ**۔ کیا وزیر جنگلات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پتریاٹہ چیئر لفٹ کا رسہ ٹوٹنے سے تقریباً400 افراد لفٹ میں پھنس گئے تھے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اکثر بچے اور خواتین خوف کے مارے بے ہوش ہو گئے تھے اور ان

بر وقت امداد حاصل نہ ہوئی تھی۔

(ج) اگر جز(الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ایسے حادثات کی روک تھام کے لیے کیا۔قدامات کر رہی ہے اگر نہیں تو وجہ کیا ہے؟

وزیر جنگلات(ملک سلیم اقبال)،

(الف) یہ درست نہ ہے کہ پتریاٹہ چیئر لفٹ کا رسہ ٹوٹنے سے 400 افراد پھنس گئے تھے۔ درحقیقت 7 ستمبر 1997، کو درمیانے سٹیشن پر "مین بیرنگ" خراب ہونے سے چیئر لفٹ عارضی طور پر بند ہوگئی۔ البتہ کیبل کار درمیانے سٹیشن سے اوپر والے سٹیشن کے درمیان چلتی رہی لہذا درمیانے سٹیشن سے رک جانے والے 70۔ سیاحوں کو مینوفیکچررز کی "RESCUE KIT" کی ہدایات کے مطابق تجربہ کار سٹاف کی مدد سے بحفاظت BASE STATION تک پہنچا دیا گیا۔ کسی سیاح کو اس دوران کسی قسم کی خراش تک نہ آئی۔

(ب) یہ درست نہ ہے بچے اور خواتین بے ہوش ہو گئے۔ بیرنگ خراب ہونے کے فوراً بعد امدادی کارروائیاں شروع کر دی گئیں اور دو گھنٹے کے اندر اندر تمام 70 مسافروں کو بحفاظت نیچے والے سٹیشن پر پہنچا دیا گیا۔

(ج) جز(الف) کا جواب اثبات میں نہ ہے۔ چیئر لفٹ بیرنگ خراب ہونے کی وجہ سے عارضی طور پر بند ضرور ہوئی تھی۔ یہ بیرنگ تبدیل کر دیے گئے ہیں۔ اور چیئر لفٹ چالو حالت میں ہے۔
حفاظتی اقدامات کے طور پر چیئر لفٹ کی کارکردگی کا روزانہ جائزہ لیا جاتا ہے۔ بین الاقوامی شہرت کی حامل انجینئرنگ کمپنی "M/S SEIMENS PAKISTAN LTD" کے ساتھ معاہدہ ہے۔ جس کے مطابق اس کی وقتاً فوقتاً مکمل دیکھ بھال کروائی جاتی ہے۔
علاوہ ازیں ہر سال غیر ملکی سپلائر "M/S DOPPLE MYRE AUSTRIA" سالانہ INSPECTION اور MAINTENANCE کرتے ہیں۔ آئندہ بھی تمام احتیاطی اقدامات اور INSPECTION کا خیال رکھا جائے گا۔

جناب شاہد محمود بٹ،جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ اس کی انسپکشن روزانہ کی جاتی ہے۔ جناب والا! اگر اس کی روزانہ انسپکشن کی جاتی ہے تو پھر یہ حادثہ کیوں

پیش آیا؛ اس کے علاوہ جن افراد کی وجہ سے یہ حادثہ پیش آیا ہے ان کے خلاف کوئی کارروائی ہوئی ہے؛ اگر ہوئی ہے تو وہ کیا ہے؟

وزیر جنگلات، جناب والا! اس کے متعلق وزیر اعلیٰ کو بھی شکایت پہنچی تھی۔ وزیر اعلیٰ نے چیئرمین انسپکشن ٹیم کی بھی ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ موقع پر جا کر اس کی انکوائری کریں اور ان کی رپورٹ بھی یہی آئی ہے کہ وہ حادثہ کسی کی غفلت کی وجہ سے نہیں ہوا۔ ہمارا ایک کل وقتی انجینئر وہاں پر موجود ہے جو کوالیفائیڈ ہے تجربہ کار ہے اور وہ ہر روز اس کی انسپکشن کرتا ہے۔ حادثہ تو حادثہ ہوتا ہے اور کسی وقت بھی ہو سکتا ہے لیکن اس میں کوئی کوتاہی شامل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ایک ماہر کمپنی جس کا نام سیمنز پاکستان ہے اس کی سالانہ انسپکشن کرتی ہے۔ اس کے علاوہ جو اس کے بنانے والے ہیں وہ بھی سال میں ایک دفعہ اس کی maintenance کا جائزہ لیتے ہیں۔ حادثہ اتفاقاً ہوا ہے اور خدا تعالیٰ نے ان افراد کو بچا بھی لیا ہے کسی قسم کا کوئی جانی نقصان بھی نہیں ہوا' بلکہ کسی کو کوئی خراش تک نہیں آئی۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف وضاحت فرمائیں گے کہ انھوں نے خود بھی اس چیئر لفٹ کو visit کیا ہے اور دیکھا ہے کہ اس میں کوئی فنی خرابی تو نہیں ہے؟

جناب سپیکر، آپ کا مطلب ہے کہ کبھی اس میں جا کر بیٹھے ہیں؟ کیا وزیر موصوف نے خود visit کیا ہے؟

وزیر جنگلات، جناب والا! میں نے خود تو visit نہیں کیا اور ویسے بھی یہ حادثہ میرے وزیر بننے سے پہلے کا ہے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ جناب سعید اکبر خان۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! سوال کے جواب میں کہا گیا ہے کہ یہ درست نہ ہے کہ بچے اور خواتین بے ہوش ہوگئیں۔ جناب سپیکر! میں اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ یہ جواب غلط ہے۔ جب دو گھنٹے بچے یا عورتیں ہوا میں لٹکے رہیں تو اس کا کوئی نہ کوئی نفسیاتی اثر ہوا ہوگا اور جو عورت زیادہ حساس ہوگی وہ بے ہوش ہوگئی ہوگی۔ انھوں نے یہ بھی

فرمایا ہے کہ غیر ملکی کمپنی inspect کرتی ہے۔ آخری دفعہ انھوں نے کب انسپکشن کی اور کس تاریخ کو کی؟

جناب سپیکر، وہ پوچھ رہے ہے کہ آخری انسپکشن اس کمپنی نے کس تاریخ کو کی۔

وزیر جنگلات، جناب والا! انسپکشن کے لیے کل وقتی انجینئر وہاں پر موجود ہے اور وہ ہر روز انسپکشن کرتا ہے۔اس کے علاوہ میسرز سیمنز کمپنی والے بھی وہاں پر وقتاً فوقتاً آتے رہتے ہیں اس کے لیے کوئی تاریخ مقرر نہیں۔ انھوں نے جو یہ فرمایا ہے کہ وہ بے ہوش ضرور ہوئے ہوں گے ان کے ذہن میں ہر وقت بے ہوشی طاری رہتی ہے۔ جناب والا! میں نے یہ صحیح کہا کہ کسی کو کوئی نقصان نہیں ہوا اور کوئی بے ہوش نہیں ہوا۔

جناب سپیکر، ملک صاحب! حادثے میں ایسا ہو بھی جاتا ہے آپ کسی کار میں جا رہے ہوں اور کوئی حادثہ پیش آ جائے تو اس کا shock ہی اتنا ہوتا ہے کہ بے ہوشی ہوسکتی ہے۔ اس لیے اگر کوئی بے ہوش ہوا بھی ہو تو اس میں کوئی بڑی بات نہیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب والا! میرا سوال میرے محترم وزیر سمجھ نہیں پائے اور انھوں نے یہ جواب بھی کسی بے ہوشی میں ہی دیا ہے۔ انھوں نے خود اپنے جواب میں فرمایا ہے کہ علاوہ ازیں غیر ملکی کمپنی سالانہ انسپکشن کرتی ہے۔ روزانہ انسپکشن نہیں کرتی سال میں ایک دفعہ کرتی ہے۔ اپنے جواب کا آخری پیرا خود پڑھ لیں میں نے اسی کے مطابق سوال کیا ہے کہ آخری سال انھوں نے کب انسپکشن کی؟

جناب سپیکر، آپ اپنے جواب میں یہ فرمایا ہے کہ ایک تو آپ کا ایک انجینئر کل وقتی طور پر موجود رہتا ہے۔ ایک آپ نے جواب میں فرمایا ہے کہ سیمنز کمپنی بھی سالانہ انسپکشن کرتی ہے ۔ وہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے آخری انسپکشن کب کی؟

وزیر جنگلات، جناب والا! ان کی آخری انسپکشن مئی 1998ء کو ہوئی۔

جناب سپیکر، اگلا سوال جناب سعید احمد خان منیس صاحب کا ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس، سوال نمبر 1131

معطل ملازمین کی تعداد

*1131۔**جناب سعید احمد خان منیس**، کیا وزیر امداد باہمی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

موجودہ حکومت کے قیام سے اکتوبر 1997ء تک محکمہ میں وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم کے حکم سے کتنے سرکاری ملازم معطل کیے' اور ان میں سے کتنے ملازم بحال ہو چکے ہیں۔ تفصیل بتائی جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے امداد باہمی(چودھری محمد عظیم گھمن)،

محکمہ امداد باہمی میں موجودہ حکومت کے قیام سے اکتوبر 1997ء تک وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم کے حکم سے کوئی سرکاری ملازم معطل ہی نہیں کیا گیا۔ اس لیے اس کی بحالی کا سوالپیدا نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر، کوئی ضمنی سوال؛ اگلا سوال حاجی مقصود احمد بٹ صاحب۔

حاجی مقصود احمد بٹ، سوال نمبر1316

پنجاب کوآپریٹو لیکوڈیشن بورڈ کے عملے کی تعداد

*1316۔**حاجی مقصود احمد بٹ**۔ کیا وزیر امداد باہمی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب کوآپریٹو لیکوڈیشن بورڈ کے ذریعے کوآپریٹو بینکس کے کھاتہ داروں کو رقوم کی ادائیگی کر رہی ہے۔

(ب) پنجاب کوآپریٹو لیکوڈیشن بورڈ کے عملہ کی تعداد کتنی ہے۔ کتنی گاڑیاں بورڈ کے افسران اور عملہ کے زیر استعمال ہیں۔ لیکوڈیشن بورڈ کے عملے کی تنخواہوں اور گاڑیوں وغیرہ پر ماہانہ کل کتنا خرچہ ہو رہا ہے۔ تفصیلات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے امداد باہمی (چودھری محمد عظیم گھمن)،

(الف) درست ہے۔

(ب) مورخہ01-04-98 کے اعداد و شمار کے مطابق پنجاب لیکوڈیشن بورڈ کے عملے کی تعداد مندرجہ ذیل ہے۔

-1	ہیڈ آفس	95
-2	فیلڈ آفسز	87
	میزان	182

پنجاب لیکوڈیشن بورڈ کے پاس بورڈ یا حکومت کی ملکیتی کوئی بھی گاڑی نہیں۔ تاہم کالعدم فنانس کمپنیوں کی ملکیتی 8 گاڑیاں اس وقت لیکوڈیشن بورڈ کے پاس ہیں۔ ان میں سے دو گاڑیاں قابل مرمت ہیں۔ جبکہ باقی چھ گاڑیاں وقتی طور پر قرضہ جات کی وصولی اور دیگر کارہائے سرکار کے لیے مندرجہ ذیل افسران کے زیر استعمال ہیں۔

LOA-7488 ڈپٹی رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز سرگودھا

LOB-64 سرکل رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز پنجاب

MNM-9962 ڈپٹی رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز ملتان

LOB-5247، مسٹر شمیم اختر، سیکرٹری لیکوڈیشن بورڈ

LHV-8911۔ چودھری امتیاز احمد۔ ایڈیشنل سیکرٹری لیکوڈیشن بورڈ۔

IDP-7812، مسٹر فخر احمد خان۔ تحصیلدار و اسٹیٹ آفیسر، لیکوڈیشن بورڈ

LOB-5985، LOV-7401، یہ گاڑیاں مرمت طلب ہیں اور بورڈ کے دفتر میں کھڑی ہیں۔

عملے کی تنخواہوں کا ماہانہ خرچ

ہیڈ آفس	Rs,4,13,293 67
فلیڈ آفس	Rs, 3,44,515 00
میزان	Rs,757808.67

گاڑیوں کا اوسط ماہانہ خرچہ مبلغ -/17540 روپے ہے۔

جناب سپیکر، کوئی ضمنی سوال؟

حاجی مقصود احمد بٹ، جناب والا! میں تھوڑا سا لیٹ ہو گیا ہوں۔

جناب سپیکر ، حاجی صاحب! آپ کے آنے سے پہلے یہی بات ہو رہی تھی کہ جن ممبران کے سوال آتے ہیں ان کو چاہیے کہ ایک تو وہ وقت پر آئیں کہ اس پر کافی محنت ہوتی ہے اور کافی خرچ بھی ہوتا

ہے۔

حاجی مقصود احمد بٹ، جناب والا! اگر سوالوں کے جواب ہمیں پہلے مل جائیں تو۔۔۔۔

جناب سپیکر، ایجنڈا جو ہے چار دن پہلے سب کو بھجوایا جا چکا ہے۔

حاجی مقصود احمد بٹ، جناب والا! ہمیں تو نہیں ملا۔ یہاں آ کر پتا چلا ہے کہ یہ سوال ہے۔

جناب سپیکر، حاجی صاحب ایجنڈا سب کو پہلے بھیجا گیا ہے۔ جوں ہی اجلاس کی تاریخ طے ہوتی ہے۔ کوشش کی جاتی ہے کہ ایجنڈا بھجوا دیا جائے۔ بہرحال، آپ کا چونکہ، کوئی ضمنی سوال نہیں، ہم اگلے سوال پر چلتے ہیں۔ اگلا سوال ڈاکٹر سید خاور علی شاہ صاحب کا ہے۔ تشریف نہیں رکھتے۔ اگلا سوال بھی ڈاکٹر سید خاور علی شاہ صاحب کا ہے۔ تشریف نہیں رکھتے۔ اس کے بعد پھر حاجی مقصود احمد بٹ صاحب کا سوال ہے۔

حاجی مقصود احمد بٹ، سوال نمبر 1368۔ جناب والا! سوال کے جواب میں لکھا ہوا ہے کہ جواب موصول نہیں ہوا۔

جناب سپیکر، اس کا جواب آ گیا ہوا ہے۔ آپ اپنی سیٹ پر چیک کریں اس کا جواب پڑا ہوا ہے۔

حاجی مقصود احمد بٹ، جناب والا! اس میں تو لکھا ہوا ہے کہ جواب موصول نہیں ہوا۔

جناب سپیکر، نہیں اس کا جواب آ گیا ہوا ہے۔ حاجی صاحب کو اس کی کاپی مہیا کریں۔ اگلا سوال لے لیتے ہیں، اس کے بعد پھر اس سوال کی طرف آ جائیں گے۔ آپ اتنی دیر میں اس سوال کا جواب پڑھ لیں۔

حاجی مقصود احمد بٹ، جناب والا! یہ سوال کا جواب پڑھ دیں اس سے بھی پتا چل جائے گا۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے اس کا جواب پڑھ دیں۔ اتنا بڑا جواب نہیں ہے۔

ماڈل ٹاؤن سوسائٹی کا بجٹ اور عملہ

*1368۔ حاجی مقصود احمد بٹ، کیا وزیر امداد باہمی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

ماڈل ٹاؤن کوآپریٹو سوسائٹی کا مالی سال 98-1997ء کا بجٹ کتنا ہے اور اب تک

کتنا خرچ ہو چکا ہے۔ مد وار تفصیلات پیش کی جائیں۔ نیز اس سوسائٹی کا کل کتنا عملہ ہے۔
تفصیلات مع نام، عہدہ، گریڈ، و پتہ جات پیش کی جائیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے امداد باہمی (چودھری محمد عظیم گھمن):

ماڈل ٹاؤن کواپریٹو سوسائٹی لاہور کا مالی سال 98-1997 ، کا بجٹ 20 کروڑ 58 لاکھ 43ہزار 427 روپے اور اس میں سے 31 مارچ 1998، تک 13 کروڑ 83 لاکھ 27ہزار 637 روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ جس کی تفصیل فلیگ (اے) ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ ماڈل ٹاؤن سوسائٹی کا عملہ 642 افراد پر مشتمل ہے جس کی تفصیل فلیگ (بی) ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر، حاجی صاحب! کوئی ضمنی سوال؟

حاجی مقصود احمد بٹ، جناب سپیکر! ابھی آپ کے سامنے مجھے یہ طبع شدہ جواب ملا ہے۔ اگر یہ جواب پہلے مل جاتا تو میں اس پر تھوڑی سی تیاری کر لیتا۔ لیکن میں نے اس میں یہی پوچھا تھا کہ یہ کوآپریٹو سوسائٹی کتنے افراد پر مشتمل ہے، ان کے نام اور عہدے یہاں نہیں بتائے گئے۔ اگر ہیں تو ان کا علیحدہ کوئی جواب ہوگا یا پھر اسے کل کے لیے یا آئندہ کے لیے رکھ لیں۔

جناب سپیکر، نہیں نہیں، آپ اسے پورا پڑھیں فلیگ (بی) پر پورے نام عہدے تفصیل لسٹ سارا کچھ موجود ہے۔

حاجی مقصود احمد بٹ، جناب والا! یہ ابھی آپ کے سامنے مجھے سارا کچھ دے رہے ہیں۔ یا تو یہ مجھے پہلے مل جاتا اور میں اس پر تیاری کر لیتا۔

جناب سپیکر، چلیں اگلا سوال لے لیتے ہیں، اتنی دیر میں بٹ صاحب پڑھ لیتے ہیں۔ ہم اگلا سوال لے لیتے ہیں آپ اتنی دیر میں بیٹھ کر پڑھ لیں۔ اگر آپ کے ذہن میں کوئی چیز ہے تو وہ سامنے آ جائے گی۔ اگلا سوال جناب ایس اے حمید صاحب کا ہے۔

جناب ایس اے حمید، 1448

(*** تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

ضلع گوجرانوالہ کی کواپریٹو سوسائٹیز کا آڈٹ

*1448۔جناب ایس۔اے۔حمید۔ کیا وزیر امداد باہمی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) سال 1990ء تا 1997ء ضلع گوجرانوالہ میں کتنی کواپریٹو سوسائٹیز کا آڈٹ کیا گیا' ان کی آڈٹ رپورٹ سے ایوان کو آگاہ کیا جائے۔

(ب) ضلع گوجرانوالہ کی تمام کواپریٹو سوسائٹیز جو 1990ء تا 1997ء رجسٹرڈ کی گئی ہیں ان کی ملکیت کے کوائف کیا ہیں اور کیا کچھ سوسائٹیز بوگس بھی نکلیں۔ اگر ایسا ہے تو ان کی تفصیل سے آگاہ کیا جائے۔

(ج) کیا ان بوگس سوسائٹیز کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی ہے اگر نہیں تو کیوں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے امداد باہمی (چودھری محمد عظیم گھمن):

سال 1990 تا 1997 تک 3771 انجمن ہائے کا آڈٹ کیا گیا جس کی سالانہ تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ سال 91-1990 میں 768 سوسائٹیوں کا آڈٹ کیا گیا۔ 92-1991 میں 907 ' 93-1992 میں 1150' 94-1993 میں 1176' 95-1994 میں 1116۔ 96-1995 میں 1098' 97-1996 میں 1202 سوسائٹیوں کا آڈٹ کیا گیا۔ میزان جو بنتا ہے'7371 سوسائٹیوں کی آڈٹ رپورٹ' یہ رپورٹ ہائے متعلقہ بنک برانچ دفاتر کواپریٹو سوسائٹیز میں موجود ہے جن کا ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ ضلع گوجرانوالہ میں سال 1990 تا 1997 میں کواپریٹو سوسائٹیز رجسٹرڈ کی گئیں جن کی فہرست بطور ضمیمہ (الف) *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ ان کی ملکیت کے کوائف بطور ضمیمہ (ب) *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ ان سوسائٹیوں میں کوئی بوگس سوسائٹی نہ تھی۔

(ج) ان سوسائٹیوں میں سے اگر چہ کوئی بوگس سوسائٹی نہ تھی تاہم دو انجمن ہائے بوجہ عدم دلچسپی ممبران زیر انصرام لائی گئی ہیں۔ اور حتمی طور پرختم کرنے کی کارروائی جاری ہے۔ زیر انصرام انجمن ہائے مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ انجمن امداد باہمی ڈیری فارم اشرف آباد لمیٹڈ تحصیل کاموکی ضلع گوجرانوالہ۔

(*** تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

2۔ ضلع کونسل امپلائز کواپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ تحصیل و ضلع گوجرانوالہ۔

جناب سپیکر، کوئی ضمنی سوال ایس اے حمید صاحب؟ کوئی ضمنی سوال نہیں ہے' اس لیے اگلے سوال پر چلتے ہیں۔ جی ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں جناب مغل صاحب۔

جناب عبدالروف مغل، جناب والا! ایک تو مجھے اس کی لسٹ چاہیے کہ یہ کتنی سوسائٹیاں ہیں' کیونکہ اس کے ساتھ لسٹ لف نہیں کی گئی۔ دوسرا میں آپ کی وساطت سے سوال کرتا ہوں کہ کیا گورنمنٹ امپلائز ہاؤسنگ سوسائٹی جو ہے یہ بوگس سوسائٹیز کی لسٹ میں نہیں آتی؛ اگر یہ سوسائٹی حقیقتاً کام کر رہی ہے تو اس کو قائم ہونے کتنے سال ہو گئے ہیں اور اس نے اپنے ممبران کو آج تک کتنے پلاٹس مہیا کیے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے امداد باہمی، جناب والا! یہ جو دو سائٹیوں کا ذکر کیا گیا ہے یہ بوگس سوسائٹیوں کی زمرے میں نہیں آتیں۔ اس لیے کہ ان کے ارکان کی عدم دلچسپی پر بوگس سوسائٹی وہ ہوتی ہے جس کا وجود نہ ہو۔ اور کاغذی طور پر ایک ہی آدمی اس کو چلا رہا ہو یا پھر اس کا قرضہ ایک ہی آدمی ہضم کر رہا ہو اور اس کے جو بھی معاملات ہیں وہ ایک ہی آدمی چلا رہا ہو تو اس کو بوگس سوسائٹی تصور کیا جاتا ہے۔

جناب عبدالرؤف مغل، آپ کی وساطت سے یہ بات پوچھنا چاہوں گا کہ اس سوسائٹی کی ممبر شپ کتنی ہے اور اس سوسائٹی کے حوالے سے جو انھوں نے ٹائم ٹاؤن قائم کرنا تھا یہ اس کو کتنے سال سے تعمیر نہیں کر سکے اور جو غریب گورنمنٹ امپلائز ہیں جن بے چاروں کو آج آٹھ آٹھ سال ہو گئے انھیں آج وہی رقم واپس کی جا رہی ہے جبکہ ان کے پیسے کی قدر آج 20% بھی نہیں رہ گئی؟

جناب سپیکر، مغل صاحب! آپ نے ایک بالکل نیا سوال کیا ہے کہ اس کے ممبرز کتنے ہیں۔ ان کے پاس اس موقع پر اس کی تفصیل تو نہیں ہوسکتی۔

جناب عبدالرؤف مغل، لیکن یہ صرف اتنا بتا دیں کہ یہ سوسائٹی کتنے سال سے کام کر رہی ہے؟

جناب پارلیمانی سیکرٹری برائے امداد باہمی، اس سلسلے میں آپ نیا سوال کرسکتے ہیں۔ کیوں کہ ممبران کی تعداد کے بارے میں پہلے سوال نہیں کیا گیا۔ اس پر آپ نیا سوال کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر، مغل صاحب! میرا خیال ہے کہ اس پر آپ نیا سوال کر سکتے ہیں۔

جناب عبدالرؤف مغل، میں نے اس میں پوائنٹ آؤٹ کیا ہے کہ آئے روز سرکاری ملازمین، سکول ماسٹرز، لیکچررز اور خواتین لیکچررز جنھوں نے وہاں رقمیں جمع کروائیں، انھیں پچھلے آٹھ سال سے کوئی پلاٹ مہیا نہیں کیا گیا۔ اور وہاں پر جو کلیریکل سٹاف ہے جو اس سوسائٹی کے حوالے سے اس کا ذمہ دار ہے۔ وہ ذمہ داران ان متاثرین سے مختار نامے کاغذات لکھوا کر ان کو ان کی وہی رقم واپس کر رہے ہیں۔ کسی کی بچی کی شادی ہے کسی کو مکان بنانے کی مجبوری ہے۔ وہ مجبور ہیں کہ آج سے آٹھ دس سال پہلے جمع کروائی ہوئی رقم وصول کرکے اپنی ضرورتیں پوری کریں۔

جناب سپیکر، آپ کی بات ٹھیک ہے۔ لیکن اس کے لیے نئے سوال کی ضرورت ہے۔ اگلے سوال پر چلتے ہیں۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کا سوال ہے۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ جناب معظم جہانزیب احمد خان وٹو نے مولانا منظور احمد چنیوٹی کے ایماء پر سوال نمبر 1624 دریافت کیا۔

پراجیکٹ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے اور فارغ شدہ ملازمین Adjust کرنے کے اقدامات

*1624۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی، کیا وزیر لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے دودھ اور گوشت کی پیداوار بڑھانے کے لیے ایشائی ترقیاتی بنک کے تعاون سے مویشیوں کی دیکھ بھال اور ترقی کے لیے 92-1991ء میں لائیو سٹاک ڈویلپمنٹ پراجیکٹ شروع کیا تھا۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ پراجیکٹ دس اضلاع میں یعنی ملتان، ساہیوال، وہاڑی، شیخوپورہ، قصور، اوکاڑہ، فیصل آباد، جھنگ، ٹوبہ ٹیک سنگھ وغیرہ میں شروع کیا گیا اور یہ پراجیکٹ عرصہ چھ سال تک جاری رہنا تھا اور اس پر مبلغ 60 کروڑ 20 لاکھ 5ہزار روپے کی زرکثیر صرف ہونا تھی جس میں مبلغ 44 کروڑ 69 لاکھ 31 ہزار روپے ایشیائی ترقیاتی بنک اور 12 کروڑ 9 لاکھ 69 ہزار روپے حکومت نے فراہم کرنے تھے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس پراجیکٹ پر 73% کام مکمل ہو چکا ہے اور مبلغ 43 کروڑ 69 لاکھ 81 ہزار روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ ابھی 16 کروڑ 41 لاکھ 24 ہزار روپے خرچ ہونا باقی ہیں اور یہ رقم بقیہ 27% کام پر خرچ ہونی ہے۔ مزید یہ کہ حکومت نے اس پراجیکٹ کو جس کی منظوری جون 1998ء تک دی گئی تھی کو اچانک دسمبر 1997ء میں بند کر دیا جس سے پراجیکٹ بھی نامکمل رہا اور 500 ملازمین بھی بے روزگار ہو گئے۔

(د) اگر جز(ج) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس پراجیکٹ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے اور 500 فارغ شدہ ملازمین کو adjust کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ(رانا محمد اقبال خان)۔

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) مشینری، اوزار اور دیگر اشیاء خرید کر لی گئی ہیں۔ عمارات کا کام بھی تقریباً مکمل ہونے کو ہے۔ تاحال اس پراجیکٹ پر 49/1/2 کروڑ روپے خرچ ہو چکے ہیں اور اس پراجیکٹ کو مورخہ 31-12-97 کو ختم کر دیا گیا ہے۔ پراجیکٹ یکم جولائی 1991ء کو شروع ہوا اور 30-6-97 کو ختم ہونا تھا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے کنٹریکٹ پر رکھے گئے ملازمین کی ملازمت میں 31-12-97 تک توسیع کر دی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ پراجیکٹ بھی 31-12-97 تک بڑھا دیا گیا ہے۔ چونکہ پراجیکٹ کے فنڈز دس ماہ تاخیر سے مہیا ہوئے لہذا پراجیکٹ کے شروع میں عملہ کی تعیناتی، گاڑیوں و دیگر سامان کی فراہمی اور عمارات کی تعمیر میں کافی عرصہ صرف ہو گیا۔

(د) یہ بیرونی امداد سے چلنے والا پراجیکٹ تھا۔ میعاد مقررہ ختم ہونے پر بند ہو گیا ہے۔ کنٹریکٹ کی شرائط کے مطابق ملازمین کو فارغ کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ حکومت اس پراجیکٹ کو مزید چلانے کا ارادہ نہ رکھتی ہے۔

جناب سپیکر، کوئی ضمنی سوال؟ وٹو صاحب ضمنی سوال۔

جناب معظم جہانزیب احمد خان وٹو، جناب والا! یہ جواب جو منسٹر صاحب نے پڑھا ہے اس میں

ایک دو چیزیں ہیں جن کی میں وضاحت چاہوں گا۔ جناب والا! وزیر موصوف نے اس میں پڑھا ہے کہ پراجیکٹ کی جو عمارت تھی وہ مکمل ہونے کو ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ نا مکمل ہے۔ اس کے ساتھ انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ اس پراجیکٹ کی مدت ختم ہونے کی وجہ سے اس کو بند کر دیا گیا۔ ابھی تک عمارت نا مکمل ہے پراجیکٹ کی مدت کا وقت ہوگیا' اس لیے اس عمارت کی تعمیر کو بھی بند کر دیا گیا۔ میری سمجھ میں ایک بات نہیں آ رہی کہ اگر ایک عمارت بنائی گئی ہے تو اس کا مقصد کیا تھا۔ اس کی ٹائم لمٹ ختم ہونے پر پورا پراجیکٹ ہی بند کر دیا گیا ۔ گاڑیاں خریدی گئی ہیں لیکن عملے کو فارغ کر دیا گیا تو ان کا کیا مقصد ہے اور اب وہ گاڑیاں کس استعمال میں آئیں گی؟

وزیر لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ (رانا محمد اقبال خان): جناب والا! عمارات تکمیلی مراحل میں داخل ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ ایشین ڈویلپمنٹ بنک نے کہا ہے کہ آپ کی جن عمارات کی تعمیرات شروع ہیں ہم ان کی تکمیل تک قرضہ جاری رکھیں گے۔

جناب سپیکر: یہ پراجیکٹ ڈراپ کر دیا گیا ہے؟

وزیر لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ (رانا محمد اقبال خان): اس پراجیکٹ کے لیے 6 سال کی مقررہ مدت درکار تھی' پھر اس کی مدت میں 6 مہینے کی مزید توسیع کی گئی۔ اب اس کی general evaluation ہو رہی ہے۔ پی اینڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ نے ہمیں کہا ہے کہ اب اس کو مزید چلانا بہتر نہیں۔ اب اس پراجیکٹ کو محکمے میں ضم کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: پھر یہ پراجیکٹ ڈراپ تو نہیں کیا گیا؟

وزیر لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ (رانا محمد اقبال خان): ہمیں جو رقم موصول ہوئی اور اس سے ہم نے جو کام کیا اس حد تک تو درست ہے۔ باقی ایشین ڈویلپمنٹ بنک نے عمارات کی تکمیل کے لیے مزید قرضہ دینا ہے اور جہاں کہیں بقایا ہے وہ انھوں نے ادا کرنا ہے' باقی قرضہ بند ہے۔ اس پراجیکٹ کے لیے درکار ملازمین کے سوا کنٹریکٹ کی بنیاد پر رکھے گئے ملازمین کو فارغ کر دیا گیا ہے؟

جناب معظم جہانزیب احمد خان وٹو: جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جو ملازمین کنٹریکٹ پر رکھے گئے تھے کیا ان کو بھی لائیو سٹاک ڈیپارٹمنٹ میں ایڈجسٹ کرنے کا کوئی پلان ہے۔

جناب سپیکر، اس کا تو انھوں نے جواب دے دیا ہے کہ جو ملازمین کنٹریکٹ کی بنیاد پر رکھے گئے تھے ان کو فارغ کر دیا گیا ہے۔ حاجی مقصود احمد بٹ صاحب نے اپنے سوال کا جواب پڑھ لیا ہوگا' لہذا اب ہم ان کا سوال لے لیتے ہیں۔ جی' حاجی صاحب۔

حاجی مقصود احمد بٹ، جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ماڈل ٹاؤن سوسائٹی کا بجٹ 20,49,43,427 روپے تھا' جس میں سے 13,83,27,637 روپے خرچ ہوئے ہیں اور 6,66,15,790 روپے باقی بچے ہیں۔ تو کیا ماڈل ٹاؤن میں کوئی ترقیاتی کام یا باقی کوئی ایسی ضروریات نہیں تھیں جو اتنے پیسے بچا لیے گئے ہیں؟ جب کہ وہاں پر سٹریٹ لائٹ کا نظام درست نہیں ہے۔ سڑکیں کافی جگہ سے ٹوٹی پھوٹی ہوئی ہیں اور لوگ کافی مشکلات میں ہیں۔ پھر یہ 6 کروڑ کی بچت کرنے کی کیا وجوہات تھیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے امداد باہمی، وہ اس ضمن میں ان مسائل یا کاموں کی نشان دہی کریں۔ ہمارے پاس جو فاضل بجٹ موجود ہے ہم ان شاء اللہ وہ منصوبے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کریں گے۔

حاجی مقصود احمد بٹ، جناب سپیکر! میں نے جو بات پوچھی ہے' وہ تو بتا نہیں رہے۔ میں تو کہہ رہا ہوں کہ پورے ماڈل ٹاؤن میں سٹریٹ لائٹ کا نظام درست نہیں ہے۔ کافی جگہ سے سڑکیں ٹوٹی ہوئی ہیں۔ میری اپنی رہائش ماڈل ٹاؤن میں ہے۔ جس گلی میں میں خود رہتا ہوں' چار سال سے آج تک اس میں ایک پیسہ نہیں لگا۔ اس گلی کی سڑک جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی ہے اور پھر یہ بچت کس لحاظ سے کی گئی ہے' میں نے تو ان سے یہ پوچھا ہے۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! اگر اجازت ہو تو میں اس کا جواب دوں۔

جناب سپیکر، خواجہ صاحب! ان کا محکمہ بھی آپ کے پاس آ گیا ہے۔ (قہقہے)

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! میرے پاس تو سارے پاکستان کے محکمے ہیں۔ اگر آپ اجازت فرمائیں تو میں ہر محکمے کا جواب دے سکتا ہوں۔

جناب سپیکر، ماشاء اللہ۔ جی پارلیمانی سیکرٹری صاحب۔

پارلیمانی سیکرٹری امداد باہمی، جناب سپیکر! بٹ صاحب کہہ رہے ہیں کہ جس جگہ پر میں خود رہائش

پذیر ہوں وہاں پر بھی سٹریٹ لائٹ کا معقول بندوبست نہیں۔ انھوں نے نشان دہی کی ہے' ہم ان شاء اللہ اس کی طرف توجہ دیں گے اور ان کی نشان دہی کے مطابق اس اجتماعی مسئلے کو مفاد عامہ کے لیے حل کر دیا جائے گا۔

حاجی مقصود احمد بٹ، جناب سپیکر! میں نے تو یہ پوچھا ہے کہ انھوں نے اتنے پیسے کیوں بچائے ہیں؟ اس کا تو وہ جواب نہیں دے رہے۔

خواجہ ریاض محمود، یہ پیسے قومی بچت کے تحت بچائے گئے ہیں۔

حاجی مقصود احمد بٹ، چلو قومی بچت سہی۔ جناب سپیکر! میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انھوں نے جتایا ہے کہ بلڈنگ پر 1,20,000 روپے خرچ ہوئے ہیں' لیکن کوئی نشان دہی نہیں کی گئی کہ وہ کون سی بلڈنگ ہے جس پر یہ پیسے خرچ کیے گئے ہیں۔ اسی کے ساتھ دوسرا ضمنی سوال بھی ہے کہ انھوں نے الیکٹریکل کا کوئی سامان 24,50,000 روپے کا خریدا ہے' وہ کون سا سامان ہے؟ جب کہ وہاں تو سٹریٹ لائٹ کا نظام درست نہیں ہے' لوگ کافی پریشان ہیں۔ اسی طرح واٹر سپلائی پر 19,50,000 روپے خرچ ہوئے ہیں' کیا چیز لی ہے؟ وہ پیسے کہاں استعمال ہوئے ہیں؟ کن کی ضروریات کو پورا کیا گیا ہے؟

جناب سپیکر، حاجی صاحب! تشریف رکھیں ۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب! ایک تو حاجی صاحب نے پوچھا ہے کہ بلڈنگ کون سی ہے جس پر 1,20,000 روپے خرچ ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ پوچھ رہے ہیں کہ واٹر سپلائی اور الیکٹریکل کی مدات میں کیا کیا سامان خریدا گیا ہے۔ آپ کے پاس اس کی تفصیل ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری امداد باہمی (چودھری محمد عظیم گھمن)، جناب سپیکر! چونکہ انھوں نے اپنے پہلے سوال میں اس کا ذکر نہیں کیا' لہذا یہ اس کے بارے میں نیا سوال کریں۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر۔

جناب سپیکر، خواجہ صاحب! آپ کو اس کے بارے میں کوئی پتا ہے؟

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! ماڈل ٹاؤن میں بالکل آخری گھر حاجی مقصود احمد بٹ صاحب کا ہے۔ ہو سکتا ہے وہاں بجلی نہ جل رہی ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ ماڈل ٹاؤن لاہور بھر میں ایک بڑی خوب صورت

آبادی کہلاتی ہے۔ سڑکیں ایسی ہیں کہ آدمی پھسل پھسل جاتا ہے۔ چاندنی ایسی ہے کہ ٹیوب لائٹیں وہاں پر جل رہی ہیں۔ حاجی صاحب کا گھر میاں نواز شریف صاحب کے گھر کے بھی آخر میں ہے جہاں مولانا علامہ طاہر القادری کا گھر ہے' تو وہاں یقینی اندھیرا ہوگا۔ باقی میاں فضل حق صاحب جانتے ہیں' وہ بھی ہنس رہے ہیں' ان سے وضاحت لی جائے' کیونکہ ان کا حلقہ ہے۔

جناب سپیکر۔ میاں صاحب سے بھی پوچھ لیتے ہیں۔ آپ سے اس لیے پوچھا تھا کہ آپ نے خود پیشکش کی تھی کہ مجھے سارا کچھ پتا ہے۔ اور پھر جس طرح آپ نے ذکر کیا ہے کہ حاجی صاحب کا گھر ماڈل ٹاؤن کے آخر میں ہے۔ کوئی زمین ٹیل کے اوپر ہو تو وہاں پانی نہیں جاتا' لیکن یہ تو بجلی کی بات کر رہے ہیں کہ بجلی نہیں گئی۔

حاجی مقصود احمد بٹ۔ جناب سپیکر! میں نے اصل میں یہ پوچھا ہے کہ انھوں نے جو سامان اور بلڈنگ بتائی ہے' وہ کون سی بلڈنگ ہے؟ وہ خود ہی جواب دے رہے ہیں کہ ایک بلڈنگ پر 1,20,000 روپے خرچ ہوئے ہیں۔ وہ نشان دہی تو کریں کہ وہ کون سی بلڈنگ ہے جس پر یہ پیسہ خرچ ہوا ہے؟ اسی جواب میں وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے 26,50,000 روپے کا الیکٹریکل کا سامان خریدا ہے' وہ کون سا سامان ہے؟ اسی میں کہہ رہے ہیں کہ 19,50,000 روپے کا واٹر سپلائی کا سامان خریدا ہے' وہ کون سا سامان ہے؟ چوتھا یہ کہ 25,00,000 روپے جو سڑکوں پر لگا ہے' وہ کون سی سڑک ہے جس پر یہ پیسے لگے ہیں؟ یہ تین' چار چیزیں ان کے اپنے جواب میں ہیں تو ان کا نیا سوال تو نہیں بنتا۔

جناب سپیکر۔ حاجی صاحب! اس میں نیا سوال بنتا ہے' کیونکہ اس میں اتنی تفصیل نہیں آسکتی۔

حاجی مقصود احمد بٹ۔ جناب سپیکر! ان کا ہی تو جواب ہے ناں! انھوں نے یہ تو لکھ دیا کہ بلڈنگ پر 1,20,000 روپے خرچ ہوئے ہیں۔ کیا ان کے اپنے گھر کی بلڈنگ ہے؟ یا ماڈل ٹاؤن سے کہیں باہر بلڈنگ ہے؟ یا اس کے اندر بلڈنگ ہے؟ یہ تو نشان دہی کر دیں ناں! 25,00,000 روپے سڑکوں پر لگا' کسی ایک سڑک کا نام بتا دیں؟ مین روڈ والی سڑک تھی' وزیراعظم صاحب کے گھر والی سڑک تھی یا میرے گھر کی پچھلی طرف سہیل ضیاء بٹ رہتے ہیں وہ سڑک تھی' سڑک کا کوئی نام تو بتائیں ناں؟

جناب سپیکر۔ ویسے اس میں نیا سوال بنتا ہے۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

حاجی مقصود احمد بٹ، جناب سپیکر! میں نے اس سوال کا جواب ابھی نہیں پڑھا ہے' نہیں تیاری کی ہے۔ ان کے اپنے جواب کا نیا سوال کیسے ہوگا؟

جناب سپیکر، بلڈنگ کا انھیں پتا نہیں ہے ناں۔ جی میاں فضل حق صاحب۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب سپیکر، خان صاحب! پہلے میاں صاحب بات کر لیں اس کے بعد میں آپ کو موقع دوں گا۔ جی میاں صاحب۔

میاں فضل حق، جناب سپیکر! اس جواب میں بجٹ کا تخمینہ ہے اور اس کے آگے اخراجات دیے ہوئے ہیں۔ ویسے تو بجٹ کے تخمینے کے مطابق خرچ کچھ کم ہے' لیکن اصل بات دیکھنے والی یہ ہے اور جس کی وجہ سے یہ ساری confusion ہے وہ یہ ہے کہ اس سوسائٹی کو 14 سال سے ایک ایڈمنسٹریٹر چلا رہا ہے۔ اور ماڈل ٹاؤن کے رہائشیوں کا یہ حق بنتا ہے کہ سوسائٹی بحال کی جائے اور لوگ اس کو خود چلائیں۔ آپ کو پتا ہے کہ کسی جگہ بھی جب bureaucratic set up آ جائے گا تو وہاں ہم سوال کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ ہمیں صحیح جواب دیتے ہیں۔ وہاں ہر مہینے 40,00,000 روپے کی بجلی چوری ہوتی ہے۔اور اس کا خمیازہ لوگ بھگت رہے ہیں کہ واٹر سپلائی کے ریٹ بڑھائے جا رہے ہیں' سیوریج کے ریٹ بڑھائے جا رہے ہیں۔ وہاں سسٹم واقعی بہت خراب ہو چکا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ بجلی کے ریٹ بڑھائے جا رہے ہیں۔ وہاں واپڈا سے زیادہ ریٹ ہیں۔ آپ پورے لاہور کی کسی بھی سوسائٹی کو لے لیں' سیوریج کے ریٹ اس سے compare کریں تو اس سے زیادہ ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس وقت 6 کنال کی کوٹھی پہ 600 روپیہ سیوریج چارجز لیے جا رہے ہیں' جو allowed ہی نہیں ہے۔ اس کا اصل مقصد یہ ہونا چاہیے تھا کہ سوسائٹی کو بحال کیا جائے' وہاں کے نمائندوں کو یہ حق دیا جائے کہ وہ وہاں آئیں اور اسے صحیح طریقے سے حل کریں۔یہی وہاں کے لوگوں کی ڈیمانڈ بھی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حاجی صاحب کا سوال بہت elborate ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس پر ایک دن مقرر ہو کہ یہ سوسائٹی کیوں بحال نہیں ہوئی۔ کون سے عوامل تھے کہ جن کی وجہ سے یہ ابھی تک pending پڑا ہوا

ہے؛ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بنیادی چیز ہے' اس کو بحال ہونا چاہیے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ اگر آپ دیکھیں تو سٹاف کی جو تنخواہیں اور الاؤنسز وغیرہ 35 کروڑ سے اوپر ہیں۔ سیوریج ایسا ہے کہ اس کی صفائی کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ اتنا بہترین ڈالا ہوا۔ اس پہ تقریباً 15 لاکھ روپیہ خرچ ہے۔ کوئی سیوریج مین وہاں نہیں۔ تو مقصد یہ ہے کہ overall وہاں جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس کی overhaulling اور سسٹم کو ایک جمہوری نظام کی طرف لانے کی ضرورت ہے۔ جناب سپیکر! بڑی مہربانی۔

جناب سپیکر: لیکن اب تو ان کے کوئی الیکشن ہوئے ہیں۔

میاں فضل حق: نہیں' سر! آج سے اڑھائی سال پہلے سوسائٹی کورٹ کی طرف سے بحال ہوگئی تھی لیکن گورنمنٹ کی طرف سے سپریم کورٹ میں اپیل pending پڑی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کو وہاں پر بحال کیا جائے اور لوگ وہاں آئیں اور اپنی representation دیں۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب! اس کے اوپر کافی بات ہو گئی ہے۔

حاجی مقصود احمد بٹ: جناب سپیکر! اگر آپ یہ سوال کمیٹی کو دے دیں تو سوسائٹی کے بہت سارے مسئلے حل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ جواب مجھے ابھی یہیں ملا ہے اور یہیں دو چار منٹ میں میں نے دیکھ کر اور پڑھ کر ضمنی سوال کیے ہیں۔ اگر آپ کی مہربانی ہو۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب! کمیٹی کا اس میں کچھ بنتا نہیں ہے۔

حاجی مقصود احمد بٹ: نہیں سر۔ اس میں تو بہت لمبا چوڑا گھپلا ہے۔ جیسا کہ میں نے کچھ بتایا ہے' کچھ میاں فضل حق صاحب نے آپ کو بات بتلائی ہے۔ یقین جانیے کہ اگر ایک دن کی مہلت دیں تو اتنا کچھ اس میں ہے کہ جس کی انتہا کوئی نہیں۔ مگر آپ کی مہربانی ہے۔ اس پورے ماڈل ٹاؤن کے رہائشیوں پر آپ مہربانی کریں اور یہ کمیٹی کے سپرد کر دیں۔ ان شاء اللہ آپ کو آئندہ پتا چل جائے گا۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب! نہیں۔ آپ کا point of view کافی تفصیل سے آ گیا ہے اور یہ سوال کافی دیر سے چل رہا ہے۔ پوائنٹ آف آرڈر پر سید اکبر صاحب۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جب بھی کوئی سوال کیا

جانے اور اس کا جواب آئے تو ہمیشہ جواب پر ضمنی سوالات ہوتے ہیں۔ جب کہ انھوں نے کہا کہ ہم نے ایک لاکھ 26 ہزار روپیہ بلڈنگ پر خرچ کیا۔ یہ میرا حق ہے کہ میں یہ پوچھوں کہ وہ کون سی بلڈنگ ہے اور وہ کب خرچ ہوئے' کن ہاتھوں سے یہ خرچ ہوئے' یہ نیا سوال نہیں بنتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ 15،لاکھ روپیہ فلاں سیوریج کی مد میں خرچ ہوا تو میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ یہ کب خرچ ہوئے اور کہاں سے سیوریج کی کس لائن سے کس لائن تک یہ خرچ ہوئے۔ اس لیے یہ نیا سوال نہیں بنتا۔ میں اس لیے clarify کر رہا ہوں کہ کل کو کوئی اور آئے تو اس کے لیے بھی یہ ضمنی سوال بنتا ہے۔ جو بھی سوال ہوتا ہے' اسی پر ضمنی سوال ہوتا ہے۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں ۔ اس میں یہ سپیکر کا کام ہے کہ جس نے یہ بتانا ہوتا ہے کہ آیا یہ ضمنی سوال بنتا ہے یا نہیں بنتا اور دوسری بات یہ ہے کہ اس میں جو انفرمیشن پوچھی جا رہی ہے۔ وہ موقع کے اوپر مہیا کی جا سکتی ہے' کیا یہ ممکن ہے کہ نہیں یہ بھی سپیکر کا کام ہے۔ آپ نے دیکھا کہ جہاں تک ضمنی سوالات کا تعلق ہے' اس میں ممبران کو پورا موقع دیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی ایسی رکاوٹ والی بات نہیں۔ اس میں بھی کوئی حرج والی بات نہیں کہ اگر نیا سوال آ جائے۔ آپ کے سارے سوال آ جاتے ہیں' دوبارہ بھی آ جاتے ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تو اگلے سوال پر چلتے ہیں۔

حاجی مقصود احمد بٹ، جناب سپیکر!----

جناب سپیکر، حاجی صاحب! اس پر کافی بحث ہو چکی ہے۔

حاجی مقصود احمد بٹ، جناب سپیکر! یہ مسئلہ جو سوسائٹی کا ہے۔ آپ اس کو کمیٹی کے حوالے کردیں تو آپ کی مہربانی ہوگی۔ سوال نہ سہی ' آپ اس معاملے کو کر دیں۔اس پوری سوسائٹی کے مسئلے کو کمیٹی کے سپرد کر دیں۔

جناب سپیکر، اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ کے وزیر صاحب آتے ہیں' تو آپ حاجی صاحب کے ساتھ بیٹھ کر اس مسئلے کو حل کریں۔

حاجی مقصود احمد بٹ، جناب سپیکر! میرے اکیلے کا مسئلہ نہیں ہے۔ پورے حلقے کا مسئلہ ہے۔ اگر

آپ مہربانی کریں کہ جب ایک کواپریٹو سٹینڈنگ کمیٹی بنی ہوئی ہے تو اس کے سپرد اس معاملے کو کر دیں۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب! وہ رولز کے مطابق نہیں بنتا کہ اس طرح کوئی کمیٹی بنا لی جائے۔

حاجی مقصود احمد بٹ: جناب سپیکر! وزیر قانون سے پوچھ لیں۔ اگر گنجائش ہے تو مہربانی کر دیں۔

جناب سپیکر: اس میں گنجائش یہی ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے کہ کواپریٹو کے وزیر اور پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے آپ بات کرلیں۔ اگر مسئلہ حل نہ ہو تو پھر آپ وزیر قانون صاحب سے بات کرلیں۔

جناب محمد صدیق سالار: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔ پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب محمد صدیق سالار: جب آپ decision لے لیتے ہیں کہ اگلا سوال تو پھر دوسرے۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: میں پھر بھی اجازت دے سکتا ہوں۔ شکریہ جی۔ اگلا سوال راجہ محمد جاوید اخلاص صاحب کا ہے۔

راجہ محمد جاوید اخلاص: سوال نمبر 1627

گھمیاں برنالہ سڑک کے درختوں کی چوری کے ذمہ دار افراد کے خلاف کارروائی

*1627۔ **راجہ محمد جاوید اخلاص:** کیا وزیر جنگلات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) سال 1995ء سے آج تک فیصل آباد تا گھمیاں برنالہ سڑک کے دونوں اطراف محکمہ نے کتنی رقم سے شجر کاری کی۔ کتنی دفعہ درخت فروخت کیے اور کتنی دفعہ اس سڑک پر واقع درختوں کی نمبرنگ ہوئی۔ ہر دفعہ کتنے درخت کم پائے گئے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ سال 1995ء سے آج تک محکمہ کے افسران اور اہلکاران نے اس سڑک سے کافی تعداد میں درخت چوری فروخت کر دیے ہیں۔ جس کی وجہ سے اب اس سڑک پر درختوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس کے ذمہ دار ملازمین کے

خلاف کارروائی اور چوری فروخت کردہ درختوں کی رقم بازیاب کروانے کو تیار ہے' اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر جنگلات(ملک سلیم اقبال)،

(الف) مذکرہ سڑک محکمہ جنگلات کے چارج میں نہ ہے بلکہ یہ سڑک ضلع کونسل فیصل آباد کے چارج میں ہے

(ب) مطلوبہ جواب کا تعلق محکمہ جنگلات سے نہ ہے

(ج) اس کا جواب محکمہ متعلقہ ہی دے سکتا ہے۔

جناب سپیکر، راجہ صاحب کوئی ضمنی سوال؟

راجہ محمد جاوید اخلاص، جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ میں نے سوال سڑک کے متعلق نہیں' بلکہ درختوں کے متعلق کیا ہے۔ کیا وزیر موصوف ایسا کریں گے کہ اپنے محکمے کا افسر بھیج کر سڑک کی لمبائی بھی دیکھ لیں' اور کیا وہاں پر درخت موجود ہیں یا نہیں؟ یا کوئی کارروائی انھوں نے کروائی ہے؟

جناب سپیکر، جی' وزیر صاحب!

وزیر جنگلات، جناب سپیکر! جب ان کا سوال آیا تو میں نے اس کی تحقیق کی' اس لیے مجھے پتا ہے کہ یہ ضلع کونسل کی سڑک ہے۔ یہ تقریباً 25 کلو میٹر لمبی ہے۔ اس پر 20 کلومیٹر پر کوئی درخت نہیں' 5 کلومیٹر پر اکا دکا درخت ہیں۔

جناب سپیکر، یہ آپ کے متعلقہ ہی نہیں۔ یہ ضلع کونسل کے متعلقہ ہے تو پھر یہ سوال اصولاً لوکل گورنمنٹ کو جانا چاہیے تھا۔ سیکرٹری صاحب! میرا خیال ہے کہ یہ جنگلات کا سوال نہیں بنتا۔ چونکہ یہ سڑک ضلع کونسل کی ہے اور ذمہ داری ضلع کونسل فیصل آباد کی ہے' اور جو درخت سڑک کے اوپر ہیں وہ بھی ضلع کونسل کی ذمہ داری بنتی ہے۔ یہ سوال pending کر کے لوکل گورنمنٹ کو بھیج دیتے ہیں۔ اگلا سوال جناب شاہد محمود بٹ صاحب کا ہے۔

جناب شاہد محمود بٹ، 1630

ضلع سیالکوٹ میں نرسریوں کی تفصیلات

*1630۔جناب شاہد محمود بٹ، کیا وزیر جنگلات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) سال 1993ء سے آج تک ضلع سیالکوٹ میں محکمہ جنگلات کے مختلف شعبہ جات نے کس کس مقام پر اور کس کس تحصیل میں کتنے کتنے رقبہ پر نرسریاں لگائی ہیں۔ ہر نرسری میں کتنے پودے ہیں اور کتنی رقم سے یہ نرسریاں قائم کی گئی ہیں اور اس سے محکمہ کو سال وار کتنی آمدنی ہوئی ہے۔

(ب) محکمہ نے کتنے افراد کو نرسریاں قائم کرنے کے لیے کتنی مالی اور تکنیکی امداد مہیا کی ہے ہر نرسری اور مالک کی تفصیل تحصیل وار مہیا کی جائے؟

وزیر جنگلات(ملک سلیم اقبال)،

(الف) سال 94 - 1993ء سے آج تک 31-05-98 ضلع سالکوٹ میں محکمہ جنگلات نے مندرجہ ذیل نرسریاں لگائی ہیں۔

	94 - 1993 مقام/نام نرسری	نام تحصیل	تعداد/رقبہ	خرچ	آمدنی
1	ہیڈ مرالہ نرسری	سیالکوٹ	400000 پولی تھین بیگز	832280/-	98515/-
2	چھانوکی	پسرور	270000 پولی تھین بیگز		
3	گلاب گڑھ	ڈسکہ	220000 پولی تھین بیگز		
4	موترہ	ڈسکہ	110000 پولی تھین بیگز		
5	رنجھائی	ڈسکہ	110000 پولی تھین بیگز		
		میزان	1110000		

بیڈ نرسری

1	ہیڈ مرالہ	سیالکوٹ	1۔ ایکڑ پاپلر
2	گلاب گڑھ	ڈسکہ	1۔1 ایکڑ پاپلر
		کل میزان	3۔1 ایکڑ

سال	94 - 1993 مقام/نام نرسری	نام تحصیل	تعداد/رقبہ	خرچ	آمدنی
1	کوٹلی ارائیاں	سیالکوٹ	200000 پولی تھین بیگز	1049119	98515/-

2	ہیڈ مرالہ	سیالکوٹ	225000 پولی تھین بیگز
3	گلاب گڑھ	ڈسکہ	238000 پولی تھین بیگز
4	رانجھائی	ڈسکہ	125000 پولی تھین بیگز
5	موترہ	ڈسکہ	100000 پولی تھین بیگز
6	راجہ گھماؤں	ڈسکہ	125000 پولی تھین بیگز
7	چھانو کی	پسرور	200000 پولی تھین بیگز
8	کوٹلی بابا فقیر چند	پسرور	75000 پولی تھین بیگز
		میزان	1288000 پولی تھین بیگز

بیڈ نرسری

1	ہیڈ مرالہ	سیالکوٹ	1.1 ایکڑ پاپلر
			1.1 ایکڑ شیشم
2	گلاب گڑھ	ڈسکہ	1.1 ایکڑ پاپلر
			1.3 ایکڑ سل
3	راجہ گھماؤں	ڈسکہ	2.1 ایکڑ شیشم
		کل میزان	8.1 ایکڑ

نمبر شمار	سال	مقام/نام نرسری	نام تحصیل	تعداد/رقبہ	خرچ	آمدنی
1	1995-96	کوٹلی ارائیاں	سیالکوٹ	150000	1049119	330752/-
2		ہیڈ مرالہ	سیالکوٹ	100000		
3		گلاب گڑھ	ڈسکہ	360000		
4		رانجھائی	ڈسکہ	190000		
5		ایم آر ۔ لنک برجی	ڈسکہ	100000		
6		موترہ	ڈسکہ	140000		
7		چھانو کی	پسرور	230000		
			میزان	1270000		

بیڈ نرسری

1	کوٹلی ارائیاں	سیالکوٹ	1-ایکڑ سل
2	ہیڈ مرالہ	سیالکوٹ	1-ایکڑ سل
			1-ایکڑ پاپلر
3	گلاب گڑھ	ڈسکہ	1-ایکڑ شیشم
			1-ایکڑ سل
			1-ایکڑ سل
4	جھانو کی	پسرور	1-ایکڑ شیشم
		کل میزان	9-ایکڑ

نمبر شمار	سال	مقام/نام نرسری	نام تحصیل	تعداد/رقبہ	خرچ	آمدنی
1	1996-97	کوٹلی ارائیاں	سیالکوٹ	50000 پولی تھین بیگز	1585000/-	343456/-
2		موترہ	ڈسکہ	25000 پولی تھین بیگز		
3		رانجھائی	ڈسکہ	25000 پولی تھین بیگز		
			میزان	100000 پولی تھین بیگز		

بیڈ نرسری

1	کوٹلی ارائیاں	سیالکوٹ	1-ایکڑ پاپلر
			1-ایکڑ سل
			1-ایکڑ شیشم
3	گلاب گڑھ	ڈسکہ	2-ایکڑ پاپلر
			1-ایکڑ سل
		کل میزان	6-ایکڑ

نمبر شمار	سال	مقام/نام نرسری	نام تحصیل	تعداد/رقبہ	خرچ	آمدنی
1	1997	ہیڈمرالہ	سیالکوٹ	105000 پولی تھین بیگز	284750 روپے	80148 روپے
3	1998	موترہ	ڈسکہ	75000 پولی تھین بیگز		
4		رانجھائی	ڈسکہ	20000 پولی تھین بیگز		

7	جھاٹو کی	پسرور	100000 پولی تھین بیلز
		میزان	300000 پولی تھین بیگز۔

بیڈ نرسری

1	گلاب گڑھ	ڈسکہ	1۔1 ایکڑ پاپلر	
2	ہیڈ مرالہ	سیالکوٹ	2۔1 ایکڑ سفل	کام جاری ہے۔
3	گلاب گڑھ	ڈسکہ	2۔1 ایکڑ شیشم	
		کل	5۔1 ایکڑ	

نوٹ: مندرجہ بالا نرسریوں میں سے کافی پودا جات آرمی / سکولوں کو مختلف اوقات میں مفت فراہم کیے گئے ہیں۔

سال 96-1995 سے آج تک پنجاب فارسٹ سیکٹر ڈویلپمنٹ پراجیکٹ سیالکوٹ میں مندرجہ نرسریاں لگائی ہیں۔

تحصیل	مقام نرسری	رقبہ	تعداد پوداجات	خرچ شدہ رقم	آمدنی سال وار	دیگر تفصیل
ڈسکہ	کوپرہ نرسری	2 کنال	106000	106000	40838	ماحولیات کی سکیم کے
ڈسکہ	روحیلہ نرسری	2 کنال	194000	194000		تحت نرسریاں لگائی
سیالکوٹ	ہیڈ مرالہ نرسری	3 کنال	200000	200000	43150	گئیں۔
	1996 - 97ء					
ڈسکہ	بناں مرالہ نرسری	2 کنال	100000	100000		ڈیمانسٹریشن نرسری
پسرور	نزد گورنمنٹ کالج پسرور	2 کنال	75000	75000		ڈیمانسٹریشن نرسری
	نرسری	2 کنال	75000	75000	16565	ڈیمانسٹریشن نرسری
	منڈی ٹھرو نرسری	2 کنال	75000	75000		ڈیمانسٹریشن نرسری
	میزان	—	825000	825000	100553	

(ب)

1996 - 97ء

تحصیل	نام کسان و سکونت	تعداد پودا جات	مالی امداد	ٹیکنیکی امداد
پسرور	رانا داؤد ولد رستم علی سکنہ رن واناں	39938	19970	کسانوں کو نرسری لگانے
	نصیر الدین ولد رکن دین۔ رکن آباد	19475	9737	کی مکمل ٹریننگ دی گئی
	جو اہد دین ولد فتح محمد سکنہ لنگے	25140	12570	کسان نرسری سے پودے
	شاہد عباس ولد غلام رسول، سکنہ پسرور	48587	24293	لیے گئے ان کو بھی پودے لگانے کا مکمل طریقہ بتایا گیا۔
سیالکوٹ	محمد اشرف ولد فضل حسین سکنہ لوئی	175000	87500	
	محمد ادریس ولد منیر احمد سکنہ کوٹلی	192000	96000	
	طارق حسین ولد عارف حسین سکنہ چیلہ	23900	11950	
	محمد اعظم ولد محمد منیف سکنہ ڈیالی	99500	49750	
	محمد اشرف ولد احمد دین سکنہ چک کریم	99000	45500	
	محمد شہزاد ولد منظور حسین سکنہ کچی وان	49100	24500	
	محمد فاروق ولد محمد بشیر صدیقی سکنہ گوپی پور	88966	44483	
	محمد بوٹا ولد فقیر محمد سکنہ واگراں	49600	24800	
ڈسکہ	بشیر احمد ولد فضل احمد سکنہ گوپی پور	49700	24850	
	لیاقت علی ولد عمر و خان سکنہ کوپرہ خورد	12000	6000	
	مطلوب احمد ولد محمد عالم سکنہ ریحال چیمہ	8100	4050	
	سید عابد علی عابد ولد انور علی سکنہ دھرم کوٹ	25100	12550	
	میزان،	1005106	502552	

جناب سپیکر، بٹ صاحب! کوئی ضمنی سوال؟

جناب شاہد محمود بٹ، جناب سپیکر! میں نے اس میں جو comparison کیا ہے وہ یہ ہے' آپ اس میں ذرا تھوڑی سی figures دیکھیں کہ 93-94 میں 11 لاکھ 10 ہزار پودے لگائے گئے اور اس کا خرچ 8 لاکھ 32 ہزار 280 روپے آیا اور آمدن 98 ہزار 515 روپے ہوئی۔ 94-95 میں 12 لاکھ 88 ہزار پودے لگائے گئے اور اس کا خرچ 10 لاکھ 48 ہزار 119 روپے آیا اور آمدن ایک لاکھ 81 ہزار 607 روپے ہوئی۔ پھر 1995-96 میں 12 لاکھ 70 ہزار پودے لگائے گئے۔ 13 لاکھ 66 ہزار خرچ ہوئے اور 3 لاکھ 30 ہزار 752روپے کی آمدن ہوئی۔ 96-97 میں ایک لاکھ پودا لگایا گیا۔ ایک لاکھ 58 ہزار 500 روپے اس کا خرچ آیا اور جو اس کی آمدنی آئی ہے وہ 3 لاکھ 43 ہزار 456 آئی ہے۔ 1997-98، میں 3 لاکھ پودے لگائے گئے ہیں۔ 2 لاکھ 84 ہزار 750 روپے اس کا خرچ آیا ہے اور 80 ہزار 148 روپے آمدن ہوئی ہے۔ اب جب اس کا ٹوٹل کیا جائے تو اس کا خرچہ 36,89,649 روپے بنتا ہے اور جو آمدنی ہوتی ہے وہ 10,34,478 روپے بنتی ہے۔ تو میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں دو variations ہیں۔ ایک چیز تو یہ ہے کہ اگر عام ٹوٹل کیا جائے تو وہ 80 پیسے کے حساب سے پودا لگتا ہے اور جب فروخت کیا گیا ہے وہ اس کا 9 پیسے شروع کر کے 26 پیسے پر آتا ہے۔ لیکن 1996-97، میں خرچہ 1.58 فی پودا آتا ہے اورسیل پر 3 43 یعنی 3 روپے 43 پیسے کا آتا ہے۔ تو اتنا فرق کہ 80 پیسے سے 3.43 پیسے پر آجانا اور ایک روپے 58 پیسے سے 3 روپے 43 پیسے پر آنا اس کی کیا وجہ ہے؛ ایک تو میں منسٹر صاحب سے یہ پوچھوں گا۔

جناب سپیکر، جی' منسٹر صاحب!

وزیر جنگلات (ملک سلیم اقبال)، جناب سپیکر! یہ ضمنی سوال بے حد لمبا ہے لیکن میں اس کا مفہوم سمجھ گیا ہوں۔ انھوں نے آمدنی کم اور خرچ زیادہ کی وجہ پوچھی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ پودا لگانے پر تقریباً ایک روپیہ خرچ آتا ہے اور ہم زمینداروں کو رعایتی قیمت پر وہ پودا 25 پیسے میں مہیا کرتے ہیں۔ اسی لیے محکمے کی طرف سے سب سڈی دینے کے بعد یہ پودا زمینداروں کی سہولت کے لیے دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر، اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جنگلات کے مزید جو دوسرے فائدے ہیں ان کو مدنظر رکھ کر اگر بات کی جائے تو وہ خرچ بے معنی ہو جاتا ہے۔

وزیر جنگلات، جناب سپیکر! اگر اس کے فوائد گنے جائیں تو وہ تو بہت زیادہ ہیں۔ ماحولیات بھی اس میں آتا ہے۔ جنگلی حیات بھی اس میں آتا ہے اور اس کے علاوہ یہ قومی دولت بھی ہے۔ جتنے زیادہ درخت ہوں گے اتنا ہی قومی دولت میں اضافہ ہوگا۔ فوائد تو بہت زیادہ ہیں۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب سپیکر! 36 لاکھ روپے لگانے سے محکمے کو 10 لاکھ روپے return آتا ہے۔ میرے خیال میں اس میں جو یہ نقصان ہو رہا ہے وہ صرف اس وجہ سے ہو رہا ہے کہ شاید اوپر جو سٹاف ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اب یہ مقصد نہیں ہے کہ آپ یہ کہیں کہ اگر 36 لاکھ روپے لگائیں اور اس کا کوئی return نہ آئے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کیا کوئی ایسی وجہ تو نہیں کہ سٹاف کی وجہ سے وہ نقصان ہو رہا ہے؟ دوسرا میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ بعض اوقات ہم نے سکول اور آرمی والوں کو مفت پودے دیے۔ کیا ان کے پاس پودے خریدنے کا فنڈ نہیں ہوتا؟ آپ کے جواب میں لکھا ہوا ہے کہ ہم نے کچھ پودے آرمی اور سکول کو مفت دیے۔ میں نے یہ سوال کیا تھا کہ 36 لاکھ 89 ہزار کے آپ نے پودے لگائے اور 10 لاکھ میں آپ نے فروخت کر دیے۔ 26 لاکھ کا گورنمنٹ کو خسارہ ہو گیا۔ میرا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ کیا اس ڈیپارٹمنٹ میں efficiency increase کرنے کے لیے سٹاف کی لاپرواہی کی وجہ سے نقصان تو نہیں ہو رہا؟

وزیر جنگلات، ایسی کوئی بات نہیں۔ اس میں آرمی کو پودے مفت ملتے ہیں۔ سکولوں اور کالجوں کو پودے مفت ملتے ہیں۔ گورنمنٹ سب سڈی بھی دیتی ہے۔ اس میں سٹاف کی کوئی کوتاہی نہیں، بلکہ ہمارے تو سارے جنگلات کے نتائج 73، 74 فی صد ہیں۔

جناب شاہد محمود بٹ، آپ مجھے ایک چیز پر satisfy کر دیں۔ 97-96 میں اس کا اتنا بڑا خرچ آنا یعنی ایک روپیہ 58 پیسے میں فی پودا، اور 3 روپے 43 پیسے میں فروخت کرنا۔ جب کہ دوسرے سالوں میں یہ 80 پیسے میں لگا ہے اور 14 پیسے میں فروخت ہوا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

وزیر جنگلات، 97-96 میں پہلے ہم 25 پیسے میں ایک پودا دیتے تھے۔ 97-96 میں اخراجات میں زیادتی کی وجہ سے ہم وہ پودا 50 پیسے میں دیتے ہیں۔ ایک تو یہ وجہ ہے۔ سب سڈی بھی ابھی continue کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ بھی یہ جو پودے مفت دیتے ہیں اس میں خراب بھی ہو جاتے ہیں۔

جناب شاہد محمود بٹ، وہ پھر کم ہو گئے ہیں۔ اب 97-96 میں 3.43 پیسے کا آپ نے فروخت کیا ہے اور 98-97 میں 26 پیسے کا آ گیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا پھر کوئی پالیسی ہے کہ اس کی پرائس کو revise کر دیں؟

وزیر جنگلات، جناب سپیکر! 98-97 میں سب سڈی بند کر دی گئی ہے۔ اس کی یہ وجہ ہے۔

جناب سپیکر، یہ آپ نے خود ہی سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ مجھے ذرا ایک منٹ کا صرف موقع ملا ہے اور آپ نے خود ہی ہاؤس کو چلانا شروع کر دیا ہے۔ (قہقہے)

وزیر جنگلات، جناب سپیکر! وہ ضمنی سوالات پوچھتے جا رہے ہیں اور میں جواب دیتا جا رہا ہوں۔

جناب سپیکر، وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔ بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے جائیں۔

وزیر جنگلات، میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

سرکاری شعبہ میں لگائے گئے درختوں کی تعداد

*342۔**میاں عبد الستار** (PP-234)، کیا وزیر جنگلات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) سال 1990ء سے 1996ء کے دوران محکمہ جنگلات نے کتنے درخت سرکاری شعبہ میں لگائے سالوار تفصیل بتائی جائے۔

(ب) 1990ء سے 1996ء کے دوران لگائے گئے کل درختوں میں سے کتنے بار آور ہوئے؟

وزیر جنگلات(ملک سلیم اقبال)،

(الف) سال 1990ء سے 1996ء کے دوران محکمہ جنگلات پنجاب نے جتنے درخت سرکاری شعبہ میں لگائے ان کی سال وار تفصیل درج ذیل ہے۔

سال	سرکاری شعبہ میں لگائے گئے درختوں کی تعداد
1990	1,66,56,030

1991	1,78,58,247
1992	1,40,89,334
1993	1,06,09,572
1994	1,21,87,746
1995	1,33,75,886
1996	1,12,56,319
میزان	9,60,33.134

(ب) سال 1990ء سے 1996ء کے دوران محکمہ جنگلات پنجاب نے جتنے درخت لگائے ان درختوں کی بار آوری کی شرح 98 73فی صد ہے۔

ولایتی کیکر کی افادیت

*638۔ملک ممتاز احمد بھچر، کیا وزیر جنگلات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) محکمہ نے ولایتی کیکر کا بیج کس ملک سے منگوایا تھا اور کیا بیج درآمد کرنے سے قبل اس کے فوائد و نقصان کا جائزہ لیا گیا تھا اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔

(ب) کیا ولایتی کیکر کی کوئی افادیت ہے اگر نہیں تو حکومت اسے تلف کرنے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں؟

وزیر جنگلات(ملک سلیم اقبال)،

(الف) مسکٹ جسے عرف عام میں ولایتی کیکر کہتے ہیں۔ بیسویں صدی عیسوی کی پہلی دہائی میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ سےدرآمد کیا گیا۔ اس کو برصغیر خصوصاً پاکستان میں متعارف کرانے کی سب سے بڑی وجہ درختوں اور جنگلات کی کمی کا ہونا تھا۔ چونکہ یہ درخت ہرقسم کی زمین اور ہرقسم کے موسمی حالات میں بخوبی اُگ سکتا تھا لہذا یہ اس وقت کے ماہرین کی نظر میں بہتر تصور کیا گیا۔ چونکہ یہ درخت اس ملک میں پہلے سے موجود نہ تھا اس لیے اس کے نقصانات جو کہ فوائد کے مقابلے میں بہر حال کم تھے کا اندازہ کرنا ممکن نہ تھا۔ آج بھی یہ درخت مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر بنجر اور کلی زمینوں کے لیے ایک مفید

درخت ہے۔ جہاں نہ تو کوئی زرعی فصل اگائی جا سکتی ہے اور نہ ہی کوئی کارآمد درخت لگایا جا سکتا ہے۔

1۔ بنجر اور شور زدہ زمین پر آسانی سے کاشت ہو سکتا ہے۔

2۔ تیز بڑھت۔

3۔ زیادہ پانی نہیں چاہیے بلکہ خشک سالی میں بھی اُگتا ہے۔

4۔اس کی کاشت آسان ہے۔

5۔ اس کی پھلیاں جانوروں کے چارہ کے لیے استعمال میں آتی ہیں۔

6۔ کوئلہ اور بالن

(ب) اس کی افادیت ضرور ہے کیونکہ اسے آسانی سے ننگے پہاڑوں' بنجر اور شور زدہ زمینوں پر کاشت کیا جا سکتا ہے۔ جہاں کہ کسی اور کارآمد درخت کو کاشت کرنا ناممکن ہے۔ یہ ہمارے ملک کی آبادی کے بیشتر حصہ کی ایندھن کی ضروریات پوری کر رہا ہے۔ اگر یہ ہمارے ملک میں نہ ہوتا تو ایندھن کا مسئلہ اور بھی سنگین ہوتا۔ حکومت نے اپنے وسائل کے اندر اس کو تلف کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ مگر اس کو مکمل طور پر تلف کرناحکومت کے وسائل سے باہر ہے۔ ہمیں اس سے جو بھی فائدہ ملتا ہے استفادہ کرنا چاہیے۔

لیکوڈیشن بورڈ کے ملازمین کی تعداد

*1349۔ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، کیا وزیر امداد باہمی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) پنجاب لیکوڈیشن بورڈ میں اس وقت کتنے ملازم تعینات ہیں ان کے نام عہدہ جات اور محکمہ جات کیا ہیں۔ ان میں سے کتنے ملازم ڈیپوٹیشن پر کام کر رہے ہیں اور کتنے عرصہ سے ڈیپوٹیشن پر کام کر رہے ہیں۔

(ب) ان ملازمین کو تنخواہوں اور دیگر مدوں پر حکومت ہر ملازم پر کتنا ماہانہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔

(ج) اس وقت حکومت نے کتنے کواپریٹو کمپنیوں کے متاثرین کی رقم ادا کرنی ہے اور آج تک کتنے متاثرین کو رقم ادا کی ہے۔

(د) اس وقت کواپریٹو لیکوڈیشن بورڈ پنجاب کے پاس کتنی گاڑیاں ہیں اور یہ کس کس کے

پاس ہیں ان پر حکومت کو ماہانہ کتنا خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ تفصیل بتائی جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری امداد باہمی(چودھری محمد عظیم گھمن)،

(الف) مورخہ 98-04-01 کے اعداد و شمار کے مطابق پنجاب لیکوڈیشن بورڈ میں اس وقت 182 ملازمین تعینات ہیں۔ ان میں سے 95 ہیڈ آفس اور 87 فیلڈ کے دفاتر میں کام کر رہے ہیں۔ ملازمین کے نام، عہدہ جات اور محکمہ جات کی تفصیل *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

حکومت پنجاب کے مندرجہ ذیل تین افسران پنجاب لیکوڈیشن بورڈ میں ڈیپوٹیشن پر کام کر رہے ہیں۔

1۔ مسٹر شمیم اختر، ایڈیشنل سیکرٹری 97-1-8، بطور سیکرٹری 97-9-13

2۔ مسٹر ساجد حسین شیرازی ایڈیشنل سیکرٹری 98-4-1

3۔ چودھری امتیاز احمد ایڈیشنل سیکرٹری 97-8-23

تینوں افسران کا تعلق صوبائی سول سروس سے ہے۔

(ب) ان ملازمین کی تنخواہوں اور دیگر مدوں میں حکومت پنجاب کا کوئی خرچہ نہیں ہوتا۔ بلکہ لیکوڈیشن بورڈ ان تمام ملازمین کی تنخواہیں وغیرہ اپنے ہی کھاتہ میں سے ادا کرتا ہے۔ تاہم ان کی تنخواہوں کی تفصیل *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) اس وقت تک پنجاب لیکوڈیشن بورڈ 37 کمپنیوں کے معاملات کو حتمی شکل دے چکا ہے۔ اور ان کے 24,100 متاثرین کو 375 ملین روپے کی ادائیگی کی جا چکی ہے۔ اس کے علاوہ بورڈ نے بقیہ 65 کواپریٹو فنانس کمپنیوں کے 136976 متاثرین کو 2043 ملین روپے کی کلی طور پر ادائیگی کر دی ہے اور بورڈ کے ذمہ ان کے کوئی بھی رقم اب واجب الادا نہ ہے۔ اس کے علاوہ 19739 متاثرین کو 1090 ملین روپے کی رقم جزوی طور پر ادا کرنے کی منظوری دی۔

(د) پنجاب لیکوڈیشن بورڈ کے پاس بورڈ یا حکومت کی ملکیتی کوئی گاڑی نہیں ہے۔ تاہم کالعدم فنانس کمپنیوں کی ملکیتی آٹھ گاڑیاں اس وقت بورڈ کے پاس ہیں۔ ان میں سے دو قابل

(*** تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

مرمت ہیں باقی چھ گاڑیاں وقتی طور پر قرضہ جات کی وصولی اور دیگر کارہائے سرکار کے لیے مندرجہ ذیل افسران کے زیر استعمال ہیں؛

LOA-7488 ڈپٹی رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز سرگودھا

LOB-64 سرکل رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز پنجاب

MNM-9962 ڈپٹی رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز ملتان

LOB-5247' مسٹر شمیم اختر' سیکرٹری لیکوڈیشن بورڈ

LHV-8911۔ چودھری امتیاز احمد۔ ایڈیشنل سیکرٹری لیکوڈیشن بورڈ۔

IDP-7812' مسٹر فخر احمد خان۔ تحصیلدار و اسٹیٹ آفیسر' لیکوڈیشن بورڈ

LOB-5985 'LOV-7401' یہ گاڑیاں مرمت طلب ہیں اور بورڈ کے دفتر میں کھڑی ہیں۔

گاڑیوں کا اوسط ماہانہ خرچہ 17540 روپے ہے۔

بھرتی کی تفصیل

*1350۔ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، کیا وزیر امداد باہمی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) سال 1995ء سے آج تک پروونشیل کواپریٹو بنک جو رجسٹرار کواپریٹو سوسائٹی پنجاب کے زیر اہتمام ہے میں کتنے افراد کو بھرتی کیا گیا ہے۔ ان کے نام' عہدہ جات' تعلیمی قابلیت' گریڈ اور پتہ جات کیا ہیں۔

(ب) کیا ان افراد کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا ہے یا بغیر میرٹ کے' ان میں سے کتنے افراد کو مخصوص کوٹہ کے تحت بھرتی کیا گیا ہے۔

(ج) کیا بھرتی باقاعدہ اخبارات میں تشہیر کر کے کی گئی ہے یا بغیر تشہیر کے' اگر بھرتی بغیر تشہیر کے ہوئی ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے امداد باہمی(چودھری محمد عظیم گھمن):

(الف) سال 1995ء سے آج تک 219 افراد کو بنک میں بھرتی کیا گیا۔ ان کے نام' عہدہ جات' تعلیمی قابلیت' گریڈ اور پتہ جات کی فہرست *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(*** تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

(ب) ان افراد کو میرٹ کے تحت بنک کے [illegible]
گیا۔ 31 افراد کو مخصوص کوٹے کے تحت بھرتی کیا گیا۔ یہ کوٹہ صرف بینک ملازمین کے بچوں کے لیے 33 فی صد ہے۔(فہرست *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

(ج) بھرتی کے لیے اخبار میں تشہیر نہیں کی گئی کیونکہ بنک کے رولز کے تحت پانچ یا اس سے کم اسامیوں کی بھرتی کے لیے اشتہار دینا ضروری نہ ہے۔ مذکورہ بھرتیاں چونکہ وقتاً فوقتاً خالی اسامیاں ہونے کی وجہ سے پُر کی گئیں لہذا اس کی تشہیر نہ کی گئی۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

بلا سود قرضہ ٹریکٹر سکیم

361۔راجہ محمد جاوید اخلاص، کیا وزیر امداد باہمی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) سال 1993ء سے آج تک ضلع راولپنڈی میں بلا سود قرضہ سکیم کے تحت کن کن افراد کو ٹریکٹر مہیا کیے گئے۔ ان افراد کے نام اور پتہ جات کی تفصیل مہیا کی جائے۔

(ب) اس وقت کل کتنی درخواستیں زیر کارروائی ہیں' جو اس سکیم کے تحت ٹریکٹر حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے نام اور پتہ جات کیا ہیں۔

(ج) اس سکیم کے لیے حکومت نے کل کتنی رقم مختص کی ہے۔ کیا اس سکیم سے فائدہ اٹھانے والے نادہندگان بھی ہیں' نادہندگان کے نام کیا ہیں اور کتنی رقم ان کے ذمہ بقایا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے امداد باہمی(چودھری محمد عظیم گھمن)،

(الف) ضلع راولپنڈی میں محکمہ کواپریٹوز نے بلا سود قرضہ سکیم کے تحت سال 1993ء سے آج تک پانچ ممبران انجمن ہائے امداد باہمی کو قرضہ جات برائے خرید ٹریکٹر جاری کیے گئے۔ ان کی فہرست بر "تتمہ الف"*** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) مورخہ 31 مارچ 1998ء تک کل (47) سینتالیس کیس زیر التواء ہیں۔ان کی تفصیل بر "تتمہ(ب)" *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(*** تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

(ج) اس سکیم کے تحت حکومت نے صرف ایک کروڑ روپیہ بطور گردشی فنڈ (Revolving Fund) مختص کیا تھا۔ اس سکیم کے تحت فائدہ اٹھانے والوں میں جو نادہندگان ہیں۔ ان کے نام اور ان کی رقم کی تفصیل بر "تتمہ(ج)" *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

رکھ بہی سرکار، سب ڈویژن کھاریاں میں بکر والوں کے ڈیرے جنگل سے نکالنے کے لیے اقدامات

376۔ **چودھری خالد جاوید وڑائچ،** کیا وزیر جنگلات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت کی طرف سے رکھ بہی سرکار (سب ڈویژن کھاریاں ڈویژن چکوال) میں دور دراز کے علاقوں سے آئے ہوئے بکر والوں کو بہی میں ڈیرے لگانے کی اجازت دی گئی تھی۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ کی ملی بھگت سے ان بکروالوں کی بکریاں سارا سارا دن جنگل میں چرتی رہتی ہیں جس کی وجہ سے جنگل کا کافی نقصان ہو رہا ہے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت بکر والوں کے ڈیرے جنگل سے باہر نکالنے کا ارادہ رکھتی ہے نیز محکمہ کے ان افسران و اہل کاران کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں لانے کا ارادہ بھی رکھتی ہے جن کی ملی بھگت سے بہی کا نقصان ہو رہا ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر جنگلات (ملک سلیم اقبال):

(الف) یہ درست نہ ہے کہ حکومت کی طرف سے رکھ بہی سرکار (سب ڈویژن کھاریاں، چکوال ڈویژن) میں بکر والوں کو ڈیرے لگانے کی اجازت دی گئی تھی، بلکہ ضلع کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے زیر دفعہ 144 ض۔ف بکر والوں کے رکھ بہی سرکار میں داخلے پر پابندی لگائی تھی۔

(ب) درست نہ ہے۔

(*** تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

(ج) جزو ہائے بالا کے جوابات کی روشنی میں مزید کارروائی کی ضرورت نہ ہے۔

مری میں کواپریٹو بنک کے ریسٹ ہاؤس میں خلاف ضابطہ الاٹمنٹ

377۔ چودھری خالد جاوید وڑائچ: کیا وزیر امداد باہمی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) مری میں کواپریٹو بنک کے ریسٹ ہاؤس کی سالانہ تزئین و آرائش پر کل کتنی رقم خرچ ہوتی ہے۔

(ب) مذکورہ ریسٹ ہاؤس جنوری 1996ء سے مارچ 1998ء تک کن کن لوگوں کے زیر استعمال رہا ہے نیز ان کے نام اور عرصہ قیام کی تفصیل بتائی جائے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ کواپریٹو بنک کا ریسٹ ہاؤس سال 1996ء سے اب تک صرف ایک ہی شخصیت کے نام پر الاٹ ہے۔ کیا اتنے طویل عرصہ کے لیے کسی ایک شخص کے نام پر ریسٹ ہاؤس الاٹ کیا جا سکتا ہے اگر نہیں تو پھر حکومت اس شخصیت کے نام پر ریسٹ ہاؤس کی الاٹمنٹ منسوخ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے امداد باہمی (چودھری محمد عظیم گھمن):

(الف) ریسٹ ہاؤس واقع جھیکا گلی مری بنک نے 1989ء میں خرید کیا تھا پچھلے دو سالوں کے دوران اس پر کی گئی تزئین و آرائش پر درج ذیل رقم خرچ ہوئی:

1۔	1995 - 96ء	Rs 1,57,232/-
2۔	1996 - 97ء	Rs. 1,60,788/-

(ب) ریسٹ ہاؤس ہذا بنک کے ڈائرکٹرز صاحبان اور دیگر افسران کے زیر استعمال رہا ہے اس لیے اس میں رہائش کے لیے کوئی باقاعدہ ریکارڈ نہیں رکھا جاتا رہا ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے۔ البتہ تقریباً دس ماہ قبل یہ رہائش گاہ اسسٹنٹ کمشنر مری نے acquire کی تھی اور اس وقت یہ گورنمنٹ کالج مری کے لیکچرار صاحبان کے زیر استعمال ہے۔

پاکستان کو ایٹمی قوت بنانے اور قومی خود انحصاری کی پالیسی اختیار کرنے پر وزیراعظم کو خراج تحسین

جناب سپیکر۔ اب اگلی کارروائی یہ ہے کہ میرے پاس لاءمنسٹر صاحب کی طرف سے ایک ریزولیوشن پہنچا ہے۔ جی لاءمنسٹر صاحب۔

وزیر قانون۔ جناب سپیکر! میں اسمبلی کے قواعد و ضوابط 1997ء کے قاعدہ نمبر 234 کے تحت یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ مذکورہ قواعد کے قاعدہ (2)115 کو معطل کر کے ایٹمی دھماکے اور قومی ایجنڈا برائے قومی خود انحصاری کے بارے میں وزیر اعظم پاکستان کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے"۔

جناب سپیکر۔ یہ تحریک پیش کی گئی ہے

"کہ اسمبلی کے قواعد و ضوابط 1997ء کے قاعدہ نمبر 234 کے تحت قاعدہ (2)115 کو معطل کر کے ایٹمی دھماکے اور قومی ایجنڈے کے بارے میں خراج تحسین پیش کرنے کے لیے قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے"۔

(تحریک منظور کی گئی)

جناب سپیکر۔ وزیر قانون اب ریزولیوشن پیش کریں گے۔

وزیر قانون۔ شکریہ جناب سپیکر!

"پنجاب اسمبلی کا یہ اجلاس وزیر اعظم پاکستان محمد نواز شریف کو خود انحصاری اور تعمیر پاکستان کے انقلابی اور تاریخ ساز ایجنڈے کے ذریعے کالا باغ ڈیم کے اعلان، زرعی اصلاحات، قرضوں کی واپسی اور کاشت کاروں اور غیر ملکی پاکستانیوں کے لیے دور رس اقدامات کرنے پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہے۔ ارکان اسمبلی کا یہ اجلاس بھارتی دھماکوں کے جواب میں کامیاب ایٹمی دھماکے کرنے کے جرات مندانہ اقدام پر وزیر اعظم محمد نواز شریف، افواج پاکستان اور مایہ ناز پاکستانی سائنس دانوں کو ہدیہ تبریک اور زبردست خراج تحسین پیش کرتا

ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وزیر اعظم کے اس فیصلے سے وطن عزیز کا دفاع ناقابل تسخیر بننے کے ساتھ ساتھ پورا عالم اسلام جذبہ تحفظ سے سرشار ہوا ہے۔ وزیر اعظم محمد نواز شریف نے قومی زندگی کے اس نازک مرحلے پر ذاتی ایثار کی جو روشن مثال قائم کی ہے ہم اس کی تقلید کرتے ہوئے قوم اور وطن کی راہ میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ ہمارے نزدیک یہ امر باعث مسرت و اطمینان ہے کہ اس وقت پوری قوم وزیر اعظم کے خود انحصاری اور خود کفالت کے پروگرام کو سراہ رہی ہے اور وطن عزیز کو کشکول گدائی اور غیر ملکی بےساکھیوں سے نجات دلانے کی خاطر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح وزیر اعظم کے شانہ بشانہ کھڑی ہے۔

یہ ایوان وزیر اعظم پاکستان محمد نواز شریف کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے انھیں موجودہ مشکل حالات میں اپنی اور صوبے کے عوام کی طرف سے ہر ممکن بھرپور تعاون کا اعلان کرتے ہوئے یقین دلاتا ہے کہ ہم وزیر اعظم کی ذاتی ایثار اور قربانی کی اس قابل رشک مثال پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کسی مصلحت یا مفاد کو خاطر میں لائے بغیر ان کے قومی ایجنڈے کو کامیاب بنانے کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں وقف کر دیں گے"۔

جناب سپیکر، یہ قرارداد پیش کی گئی ہے:

"کہ پنجاب اسمبلی کا یہ اجلاس وزیر اعظم پاکستان محمد نواز شریف کو خود انحصاری اور تعمیر پاکستان کے انقلابی اور تاریخ ساز ایجنڈے کے ذریعے کالا باغ ڈیم کے اعلان، زرعی اصلاحات، قرضوں کی واپسی، کاشت کاروں اور غیر ملکی پاکستانیوں کے لیے دور رس اقدامات کرنے پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہے۔ ارکان اسمبلی کا یہ اجلاس بھارتی دھماکوں کے جواب میں کامیاب ایٹمی دھماکے کرنے کے جرأت مندانہ اقدام پر وزیر اعظم محمد نواز شریف، افواج پاکستان اور مایۂ ناز پاکستانی سائنس دانوں کو ہدیہ تبریک اور زبردست خراج تحسین پیش کرتا

ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وزیر اعظم کے اس فیصلے سے وطن عزیز کا دفاع ناقابل تسخیر بننے کے ساتھ ساتھ پورا عالم اسلام جذبہ تحفظ سے سرشار ہوا ہے ۔ وزیر اعظم محمد نواز شریف نے قومی زندگی کے اس نازک مرحلے پر ذاتی ایثار کی جو روشن مثال قائم کی ہے ہم اس کی تقلید کرتے ہوئے قوم اور وطن کی راہ میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ ہمارے نزدیک یہ امر باعث مسرت اور اطمینان ہے کہ اس وقت پوری قوم وزیر اعظم کے خود انحصاری ۔اور خود کفالت کے پروگرام کو سراہ رہی ہے اور وطن عزیز کو کشکول گدائی اور غیر ملکی بےساکھیوں سے نجات دلانے کی خاطر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح وزیر اعظم کے شانہ بشانہ کھڑی ہے ۔ یہ ایوان وزیر اعظم پاکستان محمد نواز شریف کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے انھیں موجودہ مشکل حالات میں اپنی اور صوبے کے عوام کی طرف سے ہر ممکن بھرپور تعاون کا اعلان کرتے ہوئے انھیں یقین دلاتا ہے کہ ہم وزیر اعظم کے ذاتی ایثار اور قربانی کی اس قابل رشک مثال پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کسی مصلحت یا مفاد کو خاطر میں لائے بغیر ان کے قومی ایجنڈے کو کامیاب بنانے کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں وقف کر دیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے :

"کہ پنجاب اسمبلی کا یہ اجلاس وزیر اعظم پاکستان محمد نواز شریف کو خود انحصاری اور تعمیر پاکستان کے انقلابی اور تاریخ ساز ایجنڈے کے ذریعے کالا باغ ڈیم کے اعلان' زرعی اصلاحات' قرضوں کی واپسی' کاشت کاروں اور غیرملکی پاکستانیوں کے لیے دور رس اقدامات کرنے پر دلی مبارک باد پیش کرتاہے۔ ارکان اسمبلی کا یہ اجلاس بھارتی دھماکوں

کے جواب میں کامیاب ایٹمی دھماکے کرنے کے جرأت مندانہ اقدام پر وزیر اعظم محمد نواز شریف' افواج پاکستان اور مایۂ ناز پاکستانی سائنس دانوں کو ہدیہ تبریک اور زبردست خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وزیر اعظم کے اس فیصلے سے وطن عزیز کا دفاع ناقابل تسخیر بننے کے ساتھ ساتھ پورا عالم اسلام جذبہ تحفظ سے سرشار ہوا ہے ۔ وزیر اعظم محمد نواز شریف نے قومی زندگی کے اس نازک مرحلے پر ذاتی ایثار کی جو روشن مثال قائم کی ہے ہم اس کی تقلید کرتے ہوئے قوم اور وطن کی راہ میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ ہمارے نزدیک یہ امر باعث مسرت اور اطمینان ہے کہ اس وقت پوری قوم وزیر اعظم کے خود انحصاری اور خود کفالت کے پروگرام کو سراہ رہی ہے اور وطن عزیز کو کشکول گدائی اور غیر ملکی بیساکھیوں سے نجات دلانے کی خاطر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح وزیر اعظم کے شانہ بشانہ کھڑی ہے ۔ یہ ایوان وزیر اعظم پاکستان محمد نواز شریف کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے انھیں موجودہ مشکل حالات میں اپنی اور صوبے کے عوام کی طرف سے ہر ممکن بھرپور تعاون کا اعلان کرتے ہوئے انھیں یقین دلاتا ہے کہ ہم وزیر اعظم کے ذاتی ایثار اور قربانی کی اس قابل رشک مثال پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کسی مصلحت یا مفاد کو خاطر میں لائے بغیر ان کے قومی ایجنڈے کو کامیاب بنانے کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں وقف کر دیں گے۔ "

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب سپیکر: یہ قرارداد جو متفقہ طور پر منظور ہوئی ہے اس کے لیے آپ سب مبارک باد کے مستحق ہیں۔ وزیر قانون صاحب اور وزیر اعلیٰ صاحب کو بھی ایوان کی طرف سے مبارک باد دی جاتی ہے۔

جناب سپیکر، اب ہمارے پاس جو اگلا ایجنڈا ہے وہ تحاریک استحقاق ہیں۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 8 ہے۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب ایوان میں موجود نہیں ہیں ' یہ تحریک ویسے محکمہ صحت سے متعلقہ ہے اور یہ pending چلی آ رہی ہے اور یہ پہلی دفعہ آئی ہے۔ اس کو پھر pending کر لیتے ہیں۔

وزیر قانون، جناب والا! اس کا جواب موجود ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! اس کو pending کر لیا جائے۔

جناب سپیکر، لیکن محرک نہیں آئے اور وہ request کر رہے ہیں کہ اس کو pending کر لیا جائے۔

وزیر قانون، ٹھیک ہے جی۔

جناب سپیکر، اسے pending کیا جاتا ہے۔ اس سے اگلی تحریک استحقاق نمبر 9 ہے اور یہ ارشد عمران سلہری صاحب کی ہے۔ ارشد عمران سلہری صاحب بھی ایوان میں موجود نہیں ہیں۔ راجہ صاحب' اس کو بھی pending کر لیتے ہیں۔

وزیر قانون، ٹھیک ہے جی۔

جناب سپیکر، اس کو بھی pending کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد امتیاز احمد لالی صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔ جی امتیاز احمد لالی صاحب۔

ایس ایچ او تھانہ لالیاں کا ایم پی اے کی ٹیلی فون پر بات سننے سے انکار

جناب امتیاز احمد لالی، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیربحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 29-5-98 کو میں حلقہ کے کسی کام کے سلسلے میں لاہور آیا ہوا تھا کہ رات نو بجے میں نے ایس۔ایچ۔اوتھانہ لالیاں ضلع جھنگ تحصیل چنیوٹ سے بات کرنے کے لیے ٹیلی فون کیا

جسے کانسٹیبل حامد علی نے اٹھایا۔میں نے کہا کہ ایس۔ایچ۔او محمد یار رجوکہ سے میری بات کرواؤ۔ میں عوامی نوعیت کے کسی اہم مسئلہ پر لاہور سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ جس پر سپاہی حامد علی نے ایس۔ایچ۔او کو بتایا کہ جناب آپ سے امتیاز احمد للی صاحب ایم پی اے لاہور سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ ایس۔ایچ۔او' ایم پی اے کا نام سنتے ہی آگ بگولہ ہو گیا اور کہا کہ انہیں کہیں کہ جو بات مجھ سے کرنا چاہتے ہیں وہ لاہور میں آئی جی صاحب سے کرلیں۔ میں ان کی بات سننے کے لیے تیارنہیں ہوں۔ میں ان ایم پی ایز کو کچھ نہیں سمجھتا۔ انہیں کہہ دو میں تھانے میں نہیں ہوں۔ جبکہ میں یہ ساری باتیں ٹیلی فون پر سن رہا تھا۔ اس نے ممبران اسمبلی کے بارے میں اور بھی گستاخانہ الفاظ استعمال کیے جنہیں میں اس ہاؤس میں بیان نہیں کر سکتا۔

اس سے نہ صرف میرا بلکہ اس پورے ہاؤس کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میری التجا ہے کہ میری تحریک استحقاق کو منظور کرتے ہوئے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر، للی صاحب! آپ شارٹ سٹیٹمنٹ دینا چاہیں گے؟

جناب امتیاز احمد خان للی، جناب والا! بات یہ ہے کہ میں کسی کام کے سلسلے میں لاہور آیا ہوا تھا۔ ایک اہم مسئلے پر میں نے ایس ایچ او سے بات کرنا چاہی۔ ٹیلی فون ایک سپاہی نے اٹینڈ کیا۔ میں خود سن رہا تھا۔ اس نے ایس ایچ او سے بات کی کہ امتیاز للی صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔ریسیور اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔ میں ساری باتیں سن رہا تھا۔ ایس ایچ او صاحب نے جو الفاظ استعمال کیے وہ میں ہاؤس میں بیان نہیں کر سکتا۔مختصر بات یہ ہے کہ میری تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور کارروائی کی جائے۔

جناب سپیکر، للی صاحب تشریف رکھیں۔ جی لاءمنسٹر صاحب!

وزیر قانون، جناب سپیکر! مورخہ 29-5-98 کو محمد اسلم بھٹی کے بیان پر جمشید علی ولد ریاض علی قوم للی موضع لالیاں مع دیگر دو نامعلوم اشخاص کے خلاف مقدمہ نمبر 110 مورخہ 29-5-98 بجرم 411 اور 380 ت پ تھانہ لالیاں کارنمبر 4142 ایل ایچ زیڈ ملکیتی ازاں محمد اسلم کے سرقہ کے سلسلہ میں درج ہوا۔ مدعی کے بیان کے مطابق ملزمان متذکرہ کار چوری کرنے کے بعد مدعی مذکورہ کو دیکھ کر کار مذکورہ کو چھوڑ کر ایک بغیر نمبر موٹر سائیکل پر سوار ہو کر فرار ہو گئے۔ اسی روز تقریباً ساڑھے نو

بجے رات کانسٹیبل حامد علی نے ایس ایچ او مذکورہ کو ٹیلی فون کا ریسیور دیا اور بتایا کہ امتیاز احمد لالی ایم پی اے صاحب ٹیلی فون پر ہیں۔ جس پر ایس ایچ او نے مذکورہ ایم پی اے صاحب سے فون پر بات کی تو ایم پی اے صاحب نے کہا کہ وہ لاہور سے بول رہے ہیں ۔ انھوں نے مزید کہا کہ کار والے مقدمہ سے متعلق کیا معاملہ ہے۔ جس پر ایس ایچ او نے بتایا کہ مقدمہ درج ہو چکا ہے۔ جسے جلد حقائق پر یک سو کیا جائے گا۔ جس پر جناب ایم پی اے صاحب نے فرمایا کہ جمشید علی ملزم ان کا خاص آدمی ہے اور پارٹی کا اہم رکن ہے۔ جس پر ایس ایچ او نے کہا کہ کوئی ناانصافی نہیں ہوگی۔ اسی اثناء میں وائرلیس آپریٹر نے آ کر بتایا کہ کسی ضروری کار سرکار کے سلسلے میں اے ایس پی چنیوٹ بات کرنا چاہتے ہیں' اس لیے ٹیلی فون خالی کیا جائے ۔ تاہم ایس ایچ او نے ایم پی اے صاحب سے کہا کہ کل آپ واپس آ جائیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ مقدمہ دیکھ لیں گے اور کسی قسم کی نا انصافی نہیں ہوگی۔ ایس ایچ او نے مزید پوچھا کہ اگر کوئی مزید حکم ہے تو وہ بھی بتائیں۔ جس پر ایم پی اے صاحب نے خود ہی فون بند کر دیا۔ اس کے بعد بھی ایم پی اے صاحب تھانہ میں آتے رہے ہیں ۔ مورخہ 11-06-98 کو رات کے وقت بھی غلام علی قوم علی شیرانہ کے لیے تھانہ تشریف لائے اور کہا کہ اس کا بیٹا چور تو ضرور ہے مگر اس پر ریڈ نہ کی جائے اور چوری کا مال وہ واپس کر دیں گے۔ مزید تاکید کی کہ وہ ان کی پارٹی کا آدمی ہے اس کو کچھ نہ کہا جائے ۔ مقدمہ نمبر 100/98 بجرم 380 ت پ میں تصور عباس ملزم کو گرفتار کیا اور چوری کا مال بھی برآمد کر لیا۔ ملزم کی گرفتاری کے بعد ایم پی اے صاحب نے سفارشی رقعہ بھیجا اور فون بھی کیا کہ اس کو چھوڑ دیں۔ چونکہ یہ کام سراسر ناجائز اور خلاف قانون تھا' اس لیے یہ کرنے پر تیار نہ ہوا جس کی وجہ سے ایم پی اے صاحب نے یہ شکایت کر دی۔ جو کہ سراسر بے جا ہے۔

جناب سپیکر! یہ تو وہ جواب تھا جو ہمیں متعلقہ ایس ایچ او کی طرف سے موصول ہوا۔ لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ایم پی اے صاحب کے ساتھ اگر ایس ایچ او نے زیادتی کی ہے یا کوئی بدکلامی کی ہے یا ایم پی اے صاحب یہ محسوس کرتے ہیں کہ ایس ایچ او کے کسی بھی اقدام کی وجہ سے ان کا استحقاق مجروح ہوا ہے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جو بھی آپ کا حکم ہوگا اس کے مطابق ہم تعمیل کریں گے۔ لیکن میں آپ سے استدعا کروں گا کہ یہ تحریک آج circulate

ہوئی ہے ' آج ہی ہم نے اس کا جواب لیا ہے۔ مجھے ذاتی طور پر اس وقت تک ایس ایچ او کی بات سننے کا موقع نہیں ملا ۔ اگر آپ حکم دیں گے تو ان کو بلا لوں گا ۔ ایم پی اے صاحب کو بھی بٹھا لیں گے ۔ اس کو pend فرما دیں ۔ اس کے بعد اگر ان کی تسلی نہ ہوئی تو میں ان کی تحریک کی مخالفت نہیں کروں گا۔

جناب امتیاز احمد خان لالی، جناب سپیکر! میری استدعا ہے کہ میری تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے ۔ جو کچھ منسٹر صاحب فرما رہے ہیں اگر یہی بات وہ استحقاق کمیٹی کے سامنے آ کر بتا دے گا اگر میں جھوٹا ہوا تو میں سزا پاؤں گا اور وہ جھوٹا ہوا تو اس کے خلاف کارروائی ہونی چاہیے ۔

جناب سپیکر، اس میں بات یہ ہے کہ چونکہ ان کو یہ تحریک استحقاق حال ہی میں ملی ہے۔ اگر اس کو ہم ایک دو دن کے لیے موخر کر دیں اور اجلاس تو اب پندرہ بیس روز چلے گا۔ آپ کی تحریک دوبارہ آ جائے گی ۔ اس دوران راجہ صاحب انفرمیشن بھی collect کر لیں گے ۔ ایس ایچ او کو بھی بلا لیں گے۔

جناب امتیاز احمد خان لالی، جناب والا! یہ جو راجہ صاحب نے تفصیل بتائی ہے یہ پلندہ تو انھوں نے اپنی safe side کے لیے بنایا ہے ۔ جو بات میں نے کہی ہے ۔ اگر اس میں جھوٹ ہو تو مجھے سزا ملنی چاہیے ۔ (شور)

جناب سپیکر، خواجہ صاحب! بہت مہربانی' شکریہ! تحریک استحقاق پیش کی گئی ہے ۔ منسٹر صاحب نے اس کا جواب دیا ہے ۔ جو محرک ہیں وہ کہتے ہیں کہ میرے ساتھ زیادتی ہوئی ہے ۔ ہاؤس کی کارروائی چل رہی ہے۔ آپ ماشاء اللہ کافی سینئر پارلیمنٹیرین ہیں اور آپ کے ساتھ بھی ماشاء اللہ کافی سینئر پارلیمنٹیرین بیٹھے ہیں۔ ایک تو ہمارے پینل کے چیئرمین بھی تشریف فرما ہیں۔ ہاؤس کے اندر اگر ہم خود ہی ہاؤس کی seriousness ختم کریں گے تو پھر یہ کارروائی آگے کیسے بڑھے گی؟ براہ مہربانی میری یہی گزارش ہے کہ جب ہاؤس کی کارروائی چل رہی ہو تو آپ ہاؤس کے اندر باتیں کرنے کی بجائے لابی میں چلے جائیں۔ لابی اسی لیے موجود ہے ۔ وہاں جا کر بات کر کے پھر اندر آ جائیں تاکہ ہاؤس کے اندر جو کارروائی چل رہی ہے وہ disturb نہ ہو ۔ اب میرا خیال ہے کہ لاءمنسٹر صاحب ان

ی بات سن سکے ہیں اور نہ ہی سمجھ سکے ہیں۔ مجھے بھی پوری بات سمجھ نہیں آئی۔ اندازے سے کچھ بات کی ہے تاکہ آپ کو بھی disturb نہ کروں۔ کیونکہ آپ بھی ہاؤس کے اندر کام مصروف تھے۔ اس لیے میری تمام ممبران سے معذرت کے ساتھ گزارش ہے۔ مجھے سب سے زیادہ عزیز خواجہ صاحب ہیں لیکن ہم نے ہاؤس کو رولز اور پروسیجر کے تحت چلانا ہے۔ اگر ہم خود ہی ہاؤس کا تقدس پامال کریں گے تو پھر میں یقین سے کہتا ہوں کہ ہاؤس کی کارروائی نہیں چلے گی۔ خاص طور پر منسٹر صاحب سے بھی میری گزارش ہے اور ہمارے پارلیمانی سیکرٹری صاحبان سے بھی اور ممبران سے بھی کہ اجلاس کے دوران آپس میں جب بھی گفتگو کرنی ہو تو براہ مہربانی لابی میں چلے جائیں۔ اس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایمرجنسی میں آپ کو کوئی بات کرنی پڑ جائے تو صرف ایک منٹ لگے گا اٹھ کے باہر جانے میں اور وہاں بیٹھ کر آپ بے شک جتنی مرضی باتیں کر کے پھر اندر آ جائیں۔ للی صاحب! لاءمنسٹر صاحب کا point of view یہ ہے کہ انھیں کل یہ تحریک استحقاق ملی ہے۔ اس میں تھوڑا ٹائم دے دیں۔ متعلقہ ایس ایچ او کو بلا لیتے ہیں اور اس کو موخر کر دیتے ہیں۔ پھر یہ آ جائے گی۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ گزارش یہ ہے کہ میں نے اس لیے کہا ہے کہ ہمارے پاس پورے facts نہیں ہیں۔ لیکن اگر معزز رکن اس پہ مطمئن نہیں ہیں تو میں نے پہلے بھی کہا کہ میں concede کرتا ہوں کہ بے شک اس کو منظور فرمالیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔ جب کسی منسٹر کو محکمے کی طرف سے یا کسی تھانے دار کی طرف سے جواب ملتا ہے تو کیا اس کو verify کر کے یہاں ہاؤس میں پڑھنا ان پر لازم ہے یا جو رام کہانی وہ لکھ کے بھیج دیں اسے پڑھنا ان پہ فرض ہے؟ اب جو رام کہانی تھانے دار صاحب نے لکھ کر بھیجی ہے اور وزیر قانون نے یہاں پڑھ دی ہے اس کے بعد ممبر کا کیا استحقاق رہ جاتا ہے۔ آپ خود ہی اس بات کا فیصلہ کریں۔ انھوں نے جو کچھ لکھ کر بھیجا ہے۔ آیا اس میں کوئی حقیقت ہے بھی یا نہیں۔ ایک پوری طوطا کہانی پڑھ دی گئی ہے اور اس سے جو impression سامنے آیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے ذہن میں بات ہو گی۔ اس نکتے پہ میں آپ کی رولنگ چاہوں گا کہ جو محکمہ کی طرف سے یا متعلقہ آدمی سے لکھی لکھائی رام کہانی پہنچتی ہے آیا اسے ویسے

ہی پڑھ دینا ان پہ فرض ہے یا اسے verify کرنا بھی ان کی ذمہ داری ہے ۔ شکریہ!

جناب سپیکر، رانا صاحب !جب انھوں نے محکمہ کی طرف سے جواب پڑھا تو انھوں نے خود ہی کہہ دیا کہ انہیں ٹائم کم ملا ہے اور میں دوبارہ بھی اس کو بلا لیتا ہوں اور اس کے علاوہ بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں کہ اگر آپ نے استحقاق کمیٹی کے پاس بھیجنا ہے ۔ انھوں نے تو اس میں کوئی رکاوٹ والی بات نہیں کی۔

رانا ثناء اللہ خان، انھوں نے جواب ہاؤس میں پڑھ دیا ہے تو پھر اس کے بعد ممبر کا استحقاق باقی کیا رہ گیا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ اس کو دوبارہ پڑھیں ۔اس کو ذرا دیکھ لیں کہ اس میں کون کون سا الزام ممبر پر لگایا گیا ہے۔ اور اس تھانے دار نے اس بیان میں کیا کیا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

جناب سپیکر، شور کافی تھا۔ میں نے کوشش تو کافی کی ہے سمجھنے کی اور سننے کی لیکن اس کے باوجود انھوں نے کہا کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں اگر آپ استحقاق کمیٹی کے پاس بھیجنا چاہیں۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب سپیکر! میں نے تو specifically یہ نکتہ اٹھایا ہے کہ جو جواب موصول ہو اسے verify کر کے پڑھنا یا ویسے ہی پڑھ دینا ان پہ لازم ہے؟

جناب سپیکر، میں اس پر رولنگ دوں گا۔ جی راجہ صاحب!

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں یہ وضاحت کرنی چاہتا ہوں کہ میں نے پہلے بھی یہی گزارش کی تھی کہ یہ جواب مجھے موصول ہوا ہے ۔ اس کو verify کرنے کے لیے اور دوسرے فریق کی بات سننے کے لیے موقع دیا جائے۔ میں نے یہی کہا تھا اور یہی میں verify کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کی verification کے بغیر میں نے تو صرف اور صرف جناب ایم پی اے صاحب کی سٹیٹمنٹ کے بعد concede کر لیا ہے کہ جو بھی وہ کہتے ہیں ہم اس کو درست تسلیم کرتے ہیں اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ جو کچھ انھوں نے فرمایا ہے وہ درست ہے اور جو کچھ ایک ایس ایچ او نے لکھ کر بھیجا ہے وہ غلط ہے ۔ میں نے اس کو concede کیا ہے ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، ٹھیک ہے ۔ پھر اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جاتا ہے اور ایک مہینے کے اندر

اندر اس کی رپورٹ ایوان کے اندر پیش کی جائے۔

جناب سعید اکبر خان، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! جب آپ تحریک استحقاق کمیٹی میں بھیجتے ہیں تو اس میں ایک مہینہ ہوتا ہے یا فلاں تاریخ تک اس کی رپورٹ آنی چاہیے۔

جناب سپیکر، مہینہ بھی ہو سکتا ہے اور تاریخ بھی ہو سکتی۔ اس کے لیے 31 ۔ جولائی 1998 ، مقرر کی جاتی ہے۔ تحاریک استحقاق ختم ہوتی ہیں۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر، اب تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔ راجہ خالد خان صاحب کی ایک تحریک التوائے کار نمبر 2 pending چلی آ رہی ہے، ان کی طرف سے آج پھر تحریری طور پر درخواست آئی ہے کہ اسے pending کر لیا جائے، تو یہ pending ہوئی۔ تحریک التوائے کار نمبر 4 بھی راجہ خالد خان صاحب کی ہے۔ چونکہ ان کی طرف سے اس تحریک کے بارے میں ہمیں کوئی تحریری اطلاع نہیں آئی، اس لیے یہ disposed of تصور کی جاتی ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر 20، جناب ارشد عمران سلہری صاحب کی ہے۔ یہ pending چلی آ رہی ہے، move ہو چکی ہے اور وزیر تعلیم نے اس کا جواب دینا تھا۔ ارشد عمران سلہری صاحب ہاؤس موجود نہیں ہیں، لہذا اسے pending کر لیتے ہیں۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 1، جناب سعید اکبر خان صاحب کی ہے۔

تحصیل دیپال پور ضلع اوکاڑہ میں واقع لوئر سہاگ نہر کی ناجائز بندش

جناب سعید اکبر خان ، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ میں واقع لوئر سہاگ نہر سے بھڈال مائنر نمبر R-D64130/L جو کہ بیسیوں دیہات کو سیراب کرتا ہے پر لوگوں نے ناجائز بند باندھ رکھا ہے اور راجباہ میں غیر قانونی طور پر cuts لگا رکھے ہیں جس سے پانی صرف 3 کلومیٹر سے آگے سپلائی نہیں ہوتا۔ اس وقت ملک میں اہم فصلیں دھان اور کپاس کی کاشت ہو رہی ہے۔ علاقے کے کاشتکاروں میں پانی کی عدم

دستیابی کی بناء پر سخت پریشانی اور مایوسی پائی جاتی ہے۔ علاقے کے متاثرہ کاشتکاروں نے محکمہ آبپاشی کے علم میں یہ بات لائی مگر آج تک پانی کی بوند کو ترس رہے ہیں۔ پانی کی بروقت سپلائی نہ ہونے سے غریب کسان بدحالی اور پریشانی کا شکار ہیں اور سینکڑوں ایکڑ رقبہ بنجر ہونے کا خطرہ ہے۔ یہ معاملہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر اسمبلی میں زیر بحث لایا جائے۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی (چودھری محمد اقبال): جناب سپیکر! یہ بھڈال مائنر، لوئرسہاگ برانچ کینال کی برجی نمبر 64130/L سے نکلتا ہے اور 9 دیہات کی اراضی کو سیراب کرتا ہے۔ جناب والا! اس مائنر میں 7 مئی سے پانی چلایا گیا تو چند زمینداروں نے ناجائز cuts کیے اور چند ایک نے ناجائز پائپ نصب کر دیے۔ ان وقوعہ جات کی کل تعداد 22 ہے۔ محکمے نے بروقت کارروائی کرتے ہوئے ملزمان کے خلاف پولیس اسٹیشن حویلی لکھا رپورٹ کی اور ملزمان کے خلاف تاوان کی کارروائی شروع کر دی۔ تمام ناجائز پائپ اور cuts ختم کر دیے گئے ہیں۔ جناب والا! محکمے کی بروقت کارروائی سے مائنر کی ٹیل پر اس وقت پانی پہنچ رہا ہے۔ اس بات کی تصدیق ایس ڈی او متعلقہ نے مورخہ 98-6-2 اور 98-6-8 کو ذاتی طور پر چیک کر کے کی ہے۔ اس کے علاوہ اگر سعید اکبر خان صاحب کو کوئی شک و شبہ ہو تو میں خود خان صاحب کے ساتھ وہاں پر جا کر اس ٹیل کو چیک کروانے کے لیے تیار ہوں۔ لہذا میں یہ درخواست کروں گا کہ اس تحریک کو dispose of کر دیا جائے۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! کام ہو یا نہ ہو، عمل ہو یا نہ ہو لیکن چودھری صاحب ہمیشہ جواب بڑے خوب صورت اور پیارے انداز سے دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: وہ کام بھی بڑے پیار سے کرتے ہیں۔

جناب سعید اکبر خان: اس میں کوئی شک نہیں۔ میں نے کہا ہے کہ چاہے فیلڈ میں عمل ہو یا نہ ہو، پانی ٹیل تک جائے نہ جائے لیکن یہاں چودھری صاحب تحریک پیش کرنے والے، سوال کرنے والے آدمی کو اپنے پیار سے سیراب کر دیتے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ حقیقت ہے کہ اس راجباہ میں چند لوگ بند باندھ کر، cut لگا کر اپنی مرضی سے اپنی اراضی سیراب کر رہے ہیں۔ میرا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے یہ راجباہ بنائے جاتے ہیں اور جن جن کا اس راجباہ پر حق ہے، یا دوسرے لفظوں میں جن لوگوں کی زمین سیراب کرنے کی باری ہوتی ہے انھیں پانی ملنا چاہیے۔ جب

میں نے یہ تحریک پیش کی تو اس کے بعد کچھ عمل ہوا۔ یہ کہ دن کو پانی چلنے لگا لیکن رات کو پھر انھوں نے cuts لگا دیے۔ میری یہی گزارش ہے کہ یہ محکمے کی ڈیوٹی ہے کہ نہری نظام کے تحت جو علاقے آتے ہیں اگر وہ پانی کا آبیانہ دے رہے ہیں تو پھر انھیں پانی ملنا چاہیے' کیونکہ یہ ان کا حق ہے۔ میں چودھری صاحب سے یہی گزارش کروں گا کہ جہاں انھوں نے پہلے سختی فرمائی اور جس عمل سے کچھ نہ کچھ بہتری ہوئی ہے۔ یہ اگر تھوڑی سی مزید کوشش کریں گے تو وہاں پر جو غریب لوگ ہیں' چھوٹے کاشت کار ہیں' جنھیں ان کا حق نہیں مل رہا۔ وزیر صاحب کی مہربانی اور کوشش سے انھیں اپنا حق ملے گا اور وہ چودھری صاحب کو دعائیں دیں گے۔ اس طرح ملکی پیداوار میں بھی اضافہ ہو گا۔ شکریہ۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب سپیکر! میرے چھوٹے بھائی خواہ مخواہ شکوک و شبہات کا شکار ہو رہے ہیں۔ میں نے بڑے پیار سے انھیں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ میں نے آفر دی ہے کہ اجلاس ختم ہونے پر میں انھیں اپنے ساتھ لے چلوں گا اور جس قسم کا یہ ایکشن ان کے خلاف چاہیں گے وہی ہو گا۔ جناب والا! ہماری پانی چوروں کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہو سکتی۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ جناب والا! پانی چوری کرنے والا تو دَور ہی گزر گیا ہے۔ اس وقت تو ملک کے اندر کسی قسم کی چوری نہیں ہو رہی۔ پہلے تو بڑے مشہور و معروف پانی چور ہوتے تھے لیکن اب تقریباً ختم ہو چکے ہیں۔ اب تو صوبے سے بوٹی مافیا ختم ہو گیا ہے تو پھر پانی چوری کیسے ہو سکتا ہے؟

جناب سپیکر: اور پھر دیپالپور کے ساتھ تو آپ کا خاص لگاؤ ہے۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جی ہاں۔ میرا بھی لگاؤ ہے اور سعید اکبر خان صاحب کو بھی انھوں نے وکیل کیا ہوا۔ میرے برادرم جو وکالت کر رہے ہیں یہ ان کا فرض ہے۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ میں انھیں وہاں اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ اس راجباہ پر چند کاشت کار میرے جاننے والے ہیں۔ میں بڑے زمینداروں کی بات نہیں کر رہا۔ ان چند چھوٹے کاشت کاروں نے مجھے یہ بات بتائی اور انھوں نے بڑے باوثوق طریقے سے بتایا کہ اگر ہماری بات غلط ثابت ہوئی تو پھر جو سزا آپ ہمارے لیے تجویز کریں گے اسے ہم جھیلنے کے لیے تیار ہیں۔ میں نے شکوک و شبہات کا

اظہار نہیں کیا' بلکہ میں نے کہا ہے کہ چودھری صاحب نے پہلے مہربانی کی ہے۔ جب یہ تحریک دی گئی' یہ بات جب ان کے نوٹس میں آئی تو انھوں نے اس پر ایکشن لیا اور اس سے کافی بہتری ہوئی۔ میں نے یہی کہا ہے کہ اگر چودھری صاحب مزید تھوڑی سی سختی فرمائیں تو ان غریب لوگوں کا فائدہ ہو جائے گا۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! ہم مزید سختی کریں گے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب نے کہہ دیا ہے کہ وہ مزید سختی کریں گے۔ تو پھر یہ تحریک التوائے کار disposed of تصور ہوئی۔

سردار طفیل احمد خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف انفرمیشن پر میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: وہ کیا ہوتا ہے؟ کس رول کے تحت ہے؟

سردار طفیل احمد خان: میں زراعت اور نہروں کے سلسلے میں ایک سوال وزیر صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: کیا آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں؟

سردار طفیل احمد خان: جناب والا! میں پانی کے سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: تو آپ پھر پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

سردار طفیل احمد خان: میں سمجھتا ہوں کہ پوائنٹ آف انفرمیشن زیادہ موزوں ہے۔

جناب سپیکر: ذرا آپ مجھے بتا دیں کہ پوائنٹ آف انفرمیشن کیا ہوتا ہے؟ کون سے رول کے تحت آتا ہے؟

سردار طفیل احمد خان: جناب والا! جب میں سوال کروں گا تو شاید آپ اس سے اتفاق کر لیں۔

جناب سپیکر: سردار صاحب! آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر لیں لیکن پہلے آپ کو اجازت لینی چاہیے۔

سردار طفیل احمد خان: چلیں' آپ مجھے پوائنٹ آف آرڈر پر بولنے کی اجازت دے دیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے' بات کریں۔

سردار طفیل احمد خان: جناب والا! وزیر اعلیٰ پنجاب نے نہروں کی desilting کے لیے ایک مہم چلائی ہوئی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ پورے پنجاب میں اس پر بھرپور کام ہوا ہے۔ اس کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جس کے سربراہ چودھری اقبال صاحب ہیں۔ اس بارے میں ضلع قصور کی انسپکشن سب سے پہلے کی گئی۔ میرا آپ کی وساطت سے چودھری اقبال صاحب سے سوال ہے کہ۔۔۔۔

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر پر سوال نہیں ہو سکتا۔

سردار طفیل احمد خان: چلیں، میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ضلع کے پہلے نمبر پر آنے کا انعام دینے کا جو فیصلہ ہونا تھا اسے لیٹ کیا جا رہا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ جب ہماری انسپکشن ہو چکی ہے، سارا کام ہو چکا ہے تو پھر اس کا فیصلہ کیوں نہیں کیا گیا؟

جناب سپیکر: سردار طفیل احمد صاحب! آپ اجلاس کے بعد وزیر صاحب سے مل کر یہ سوالات پوچھ لیں۔ میری وساطت سے اس موقع پر پوائنٹ آف آرڈر پہ یہ سوال نہیں بنتا۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا، rule out کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 2، مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کی ہے۔ مولانا صاحب تشریف نہیں رکھتے لہٰذا یہ disposed of تصور کی جاتی ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر 3 بھی مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کی ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس: جناب سپیکر! اسے pending فرما لیں کیوں کہ مولانا صاحب نے مجھے ٹیلی فون پر یہ کہا تھا کہ میں آپ تک ان کی درخواست پہنچا دوں۔ وہ نماز جمعہ پڑھانے کے لیے چنیوٹ رک گئے تھے۔

جناب سپیکر: انھیں چاہیے تھا کہ لکھ کر بھجوا دیتے۔ پہلے ابھی راجہ خالد خان صاحب نے جس تحریک کے بارے میں ہمیں تحریری طور پر کہا ہے اس کو ہم نے pending کر دیا اور جس کے بارے میں انھوں نے تحریری طور پر نہیں کہا اسے ہم نے disposed of کر دیا ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس: جناب سپیکر! اسے آپ pending فرما لیں۔

جناب سپیکر: چلیں ان کی تحریک التوائے کار نمبر 3، pending ہوئی۔ تحریک التوائے کار نمبر 4 بھی مولانا منظور احمد چنیوٹی کی ہے اس کے بارے میں انھوں نے کچھ کہا ہے کہ نہیں؟ چلیں، نمبر 4

بھی pending کرتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 5 میاں عبدالستار صاحب کی ہے۔ موجود نہیں ہیں' اس لیے disposed of تصور کی جاتی ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر 6 بھی میاں عبدالستار صاحب کی ہے۔ موجود نہیں ہیں اور ہمارے پاس ان کی طرف سے کوئی request بھی نہیں آئی اس لیے یہ بھی disposed of تصور کی جاتی ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر 7 بھی انھی کی ہے۔ یہ بھی disposed of تصور کی جاتی ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر 8 مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کی ہے' چونکہ انھوں نے قائد حزب اختلاف کو فون پر کہا ہے اس لیے اسے pend کر لیتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 9 جناب سعید اکبر خان صاحب۔

گنگارام ہسپتال لاہور میں ڈاکٹر کی لاپرواہی سے مریض کی موت

جناب سعید اکبر خان، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ گنگارام ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹروں اور نرسنگ سٹاف کی لاپرواہی' بے حسی اور مجرمانہ غفلت کی وجہ سے چار بچوں کی ماں نے اپنے عزیزوں کے ہاتھوں میں دم توڑ دیا۔متذکرہ واقعہ کی تمام قومی اخبارات میں اشاعت کی وجہ سے صوبہ بھر کے عوام میں غم و غصہ' بے چینی اور اضطراب پایا جانے لگا ہے۔ لہذا مذکورہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر، جی وزیر صحت!

وزیر صحت(راجہ محمد اشفاق سرور خان)، یہ بات درست ہے کہ مریضہ خاتون صغراں بی بی زوجہ نسیم سکنہ محلہ موتی ساگراں ساکن لارنس روڈ لاہور مورخہ 98-5-25 کو صبح تقریباً ساڑھے پانچ بجے ایمرجنسی گنگا رام ہسپتال لاہور میں نہایت تشویش ناک حالت میں لائی گئی۔ مریضہ پھیپھڑوں کے پرانی مرض کی شکار تھی اور خون تھوک رہی تھی۔ ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹر محمد مشتاق نے ابتدائی طبی امداد کے بعد مریضہ کو تشویش ناک حالت کے پیش نظر نیو میڈیکل وارڈ 3 میں داخلے کے لیے منتقل کروا دیا۔ لیکن وارڈ میں جاکر مریضہ وفات پا گئی۔ اس ضمن میں ایک تفصیلی انکوائری کروائی گئی جس کے مطابق متعلقہ ڈاکٹر

نے مریضہ کے علاج میں کوئی کوتاہی نہ برتی۔ تاہم مریضہ کو وارڈ میں منتقل کرتے ہوئے مناسب انتظامات نہ کروائے جس پر ڈاکٹر محمد مشتاق کو گنگا رام ہسپتال سے تبدیل کر کے اس کی خدمات حکومت پنجاب کے سپرد کر دی گئی ہیں۔

جناب سپیکر، جی سید اکبر خان صاحب!

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! میرے بھائی نے بڑے ہی دلیرانہ انداز میں جواب دیا اور یہ بھی فرمایا کہ کوئی کوتاہی نہیں پائی گئی اور دوسرے ہی لمحے دوسری ہی قطار میں کہا کہ اس کو تبدیل بھی کر دیا گیا اور مریضہ کو شفٹ کرتے ہوئے کوتاہی برتی گئی۔ جناب سپیکر! ایمرجنسی سے وارڈ میں شفٹ کرنے کی کوتاہی کو ہی کوتاہی کہیں گے۔ اگر ایمرجنسی کے اندر ڈاکٹر مریض سے لاپرواہی اپنانے گا تو اس کو بھی کوتاہی کہیں گے۔ لامحالہ میں وزیر موصوف کو اس بات پر مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ جو غلطی تھی انھوں نے اسے چھپانے کی بجائے اس ہاؤس میں جتایا اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے ایکشن لیا ہے اس لیے میں اس پر زور نہیں دیتا اور ان کا مشکور ہوں۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے جی۔ اس مشکوری کے ساتھ اس کو disposed of تصور کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 10 منصور احمد خان صاحب کی ہے، تشریف نہیں رکھتے۔ انھوں نے اس بارے میں اپوزیشن لیڈر سے کچھ کہا ہے؟

قائد حزب اختلاف (جناب سعید احمد خان منیس)، انھوں نے کہا تو نہیں لیکن اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے pending رکھ لیں۔

جناب سپیکر، چلیں جی pending کر لیتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 11 مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کی ہے۔ میرے خیال میں انھوں نے ایک اکٹھی کتاب ہی لکھ کر دے دی ہے۔ تو یہ disposed of تصور کی جاتی ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر 12 طارق جاوید المعروف طارق حاکم علی کی ہے۔ تشریف نہیں رکھتے اور کوئی request بھی نہیں آئی تو یہ disposed of تصور کی جاتی ہے۔

تحاریک التوائے کار ختم ہوئیں۔ اب قانون سازی شروع کرتے ہیں۔

مسودات قانون

ہنگامی قانون (ترمیم) ترقیاتی ادارہ، لاہور مجریہ 1998ء

جناب سپیکر: اب قانون سازی شروع کرتے ہیں۔

MR SPEAKER: Now, we start Govt. business. First of all, we take up the Lahore Development Authority (Amendment) Ordinance, 1998 (IX of 1998). Minister for Law.

MINISTER FOR LAW: Mr Speaker Sir, I lay:

The Lahore Development Authority (Amendment) Ordinance 1998 (IXof 1998)

MR SPEAKER: The Lahore Development Authority (Amendment) Ordinance, 1998 has been laid on the Table of the House. It is deemed to be a Bill introduced in the House under Rule 91 (6) of the Rules of Procedure. It is referred to the Standing Committee on Housing, Physical and Environmental Planning for report by July 31, 1998.

ہنگامی قانون (انضباط) فروخت اراضی بذریعہ ترقیاتی ادارہ جات مجریہ 1998ء

MR SPEAKER: Now, we take up the Disposal of Land by the Development Authorities (Regulation) Ordinance, 1998 (VI of 1998). Minister for Law

MINISTER FOR LAW: Mr Speaker, I lay:

The Disposal of Land by the Development Authorities (Regulation) Ordinance. 1998 (VI of 1998).

MR SPEAKER: The Disposal of Land by the Development Authorities

(Regulation) Ordinance, 1998 (VI of 1998) has been laid on the table of the House. It is deemed to be a Bill introduced in the House under rule 91(6) of the Rules of Procedure. It is referred to the Standing Committee on Housing, Physical and Environmental Planning for report by July 31, 1998

ہنگامی قانون (دوسری ترمیم) مقامی حکومت، پنجاب مجریہ 1998ء

MR SPEAKER: Now, we take up the Punjab Local Government (Second Amendment) Ordinance, 1998 (VII of 1998). Minister for Law.

MINISTER FOR LAW: Mr Speaker I lay:

> The Punjab Local Government (Second Amendment) Ordinance, 1998 (VII of 1998).

MR SPEAKER: The Punjab Local Government (Second Amendment) Ordinance 1998 (VII of 1998) has been laid on the table of the House It is deemed to be a Bill introduced in the House under rule 91 (6) of the Rules of Procedure. It is referred to the Standing Committee on Local Government and Rural Development for report by July 31, 1998

ہنگامی قانون، ادارہ جات طب و صحت پنجاب مجریہ 1998ء

MR SPEAKER: Now, We take up the Punjab Medical and Health Institutions Ordinance, 1998 (VIII of 1998). Minister for Law.

MINISTER FOR LAW: Sir, I lay:

> The Punjab Medical and Health Institutions Ordinance, 1998 (VIII of 1998)

MR SPEAKER: The Punjab Medical and Health Institutions Ordinance, 1998 (VIII of 1998) has been laid on the table of the House. It is deemed to be a Bill introduced in the House under rule 91 (6) of the Rules of Procedure. It is

referred to the Standing Committee on Health for report by July 31, 1998.

مسودہ قانون (ترمیم) پنجاب پبلک سروس کمشن مصدرہ 1997ء

MR SPEAKER: Now, We take up the Punjab Public Service Commission (Amendment) Bill, 1997 (Bill No.26 of 1997). It has already been laid on the table of the House. Now, we resume consideration of the Punjab Public Service Commission (Amendment) Bill 1997. The motion for consideration of the Bill was moved by the Law Minister on April 23, 1998. Mr Saeed Ahmad Khan Manais had opposed the motion. There are two amendments to this motion. The first amendment is from Mr Saeed Ahmad Khan Manais, Mr Mansoor Ahmad Khan, Sahibzada Muhammad Usam Khan Abbasi, Sardar Rafiq Haider Leghari, Syed Masood Alam Shah and Mr Ikram Ullah Khan Niazi Mr Saeed Ahmad Khan Manais may move.

MR SAEED AHMAD KHAN MANAIS: Thank you, Mr Speaker.

> That the Punjab Public Service Commission (Amendment) Bill, 1997 as recommended by the Special Committee be circulated for the purpose of eliciting opinion thereon by 15th of July 1998.

MR SPEAKER: The motion moved is:

> That the Punjab Public Service Commission (Amendment) Bill, 1997 as recommended by the Special Committee be circulated for the purpose of eliciting opinion thereon by 15th July, 1998

MINISTER FOR LAW: I oppose it, Sir.

جناب سپیکر، وزیر قانون اس کو oppose کرتے ہیں ۔ لیڈر آف اپوزیشن اپنی امنڈمنٹ پر بات کریں گے۔

جناب سعید احمد خان منیس، شکریہ۔ جناب سپیکر! یہ امنڈمنٹ حکومت نے پیش کی ہے جو کہ

پنجاب پبلک سروس کمشن آرڈیننس 1978ء کی سیکشن 6 میں ترمیم کرنا چاہ رہے ہیں ۔ اس کے مختصراً میں آپ کی وساطت سے معزز ایوان کی خدمت میں عرض کرنی چاہتا ہوں کہ پنجاب پبلک سروس کمشن 1978ء کے مطابق جو ایک ممبر کی term of office آرڈیننس کے سیکشن 4 میں determine کی ہوئی ہے۔ میں وہ پڑھ دیتا ہوں ۔

"The term of office of a member shall not exceed five years provided that a member may be re-appointed for another term not exceeding three years."

یعنی ایک ممبر جس کو حکومت پنجاب پبلک سروس کمشن میں نامزد کرتی ہے تو اس کے پاس یہ discretion ہے کہ اسے آٹھ سال تک اس کمشن کا ممبر رکھے ۔ اب جو امنڈمنٹ درکار ہے وہ سیکشن 6 میں ہے ۔ اس میں یہ ہے ، ineligibility of re-appointment جو موجودہ آرڈیننس ہے اس میں یہ دیا ہوا ہے کہ،

on ceasing to hold office the member shall not be eligible for further employment in the service of Pakistan

یعنی اس کے آٹھ سال پورے ہو جاتے ہیں تو پھر وہ further پاکستان میں کہیں employment نہیں کرسکتا۔ اب جو امنڈمنٹ حکومت لا رہی ہے ۔ اس میں اسی شق کے آگے یہ add کرنا چاہ رہے ہیں کہ،

provided that the Government may in an individual case and in public interest allow such employment on such terms and conditions in the case of member who ceases to hold office either as a result of completing of term of office or has resigned

جناب سپیکر! اس میں حکومت بڑی vast powers مانگ رہی ہے کہ ایک شخص جو کہ اپنی مدت ختم کر لیتا ہے اس کے لیے حکومت چاہ رہی ہے کہ ایسے شخص کو دوبارہ employment دے دیں۔ اب جو روایات ہیں کہ ایک بیوروکریٹ جس کی حد ریٹائرمنٹ ساٹھ سال مقرر ہے ۔ اس کے بعد

اسے پانچ سال کے لیے حکومت ممبر پنجاب پبلک سروس کمشن مقرر کر دیتی ہے۔ اور اس کے بعد پھر حکومت کے پاس یہ discretion ہے کہ پانچ سال کے بعد مزید تین سال اس کو دے دے۔ جب وہ 68 سال کا ہو جائے گا تو آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ اس کی mental capability and ability اتنی نہیں رہے گی ۔ وہ شخص اتنا fresh نہیں رہے گا کہ اسے further employ کیا جائے ۔ اور پھر حکومت نے اس میں vast powers لینے کی خواہش کا اظہار کیا ہے کہ اگر کوئی سو سالہ آدمی بھی وہ لینا چاہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ govenment empowerd ہے کہ اس سو سالہ شخص کو ملازمت دے دے اور وہ بھی in any service of Pakistan ' چاہے اسے دوبارہ ممبر بنانا ہو یا کسی اور محکمےمیں اسے کھپانا ہو ۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ کسی طریقے سے بھی logical بات نہیں ہے۔ اور اس کے پیچھے ہمیشہ ایسی قانون سازی ہوتی ہے' اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی hidden hand یا hidden خواہش لازماً ہوتی ہے۔ میری اطلاع کے مطابق اس کے پیچھے جو hidden ہاتھ ہے اور اس ہاتھ کو میں سامنے لانے سے پہلے یہ عرض کروں گا کہ حکومت ایک طرف تو بات کرتی ہے کہ پچھلے پارلیمانی سال میں حکومت نے ریکارڈ لیجسلیشن کی۔ اور وہ لیجسلیشن بھی کہ جیسے میں نے پچھلے اجلاس میں عرض کیا تھا کہ 36 آرڈیننسز جاری کیے گئے۔ اس میں کوئی ایک بھی ایسا بل نہیں جو کہ directly House میں lay کیا گیا ہو۔ اور وہ 36 آرڈیننسز جن کی لیجسلیشن درکار تھی اور وہ approve ہوئے اور پاس ہونے وہ سبھی اسی قسم کے تھے۔ اسے کسی صورت میں کوئی بھی اچھی لیجسلیشن نہیں کہے گا۔ پچھلے اجلاس کی کارروائی آپ کے سامنے ہے کہ لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی میں ایک چیئرمین کی جگہ دو چیئرمین بنا دیے گئے ۔ Development of Cities میں جو Development Authorities ہیں ان میں غیر محدود وائس چیئرمین بنا دیے گئے ۔ اور اب اس proposed amendment کے ذریعے وہی vast powers حکومت مانگ رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو یہ بات کی جاتی ہے کہ ریکارڈ لیجسلیشن کی گئی ہے یہ بات کسی طریقے سے بھی موزوں نہیں ہے۔ چونکہ یہ piece meal legislation ہے اور حکومت اپنے منظور نظر لوگوں کو کھپانے کے لیے جو قانون سازی کر رہی ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی قابل فخر بات نہیں۔ اور اس میں میری اطلاع کے مطابق یہ ضرورت ان کو اس لیے آن پڑی کہ میجر جنرل محمد اکرم کو حکومت نے ممبر پنجاب پبلک

سروس کمشن مقرر کیے۔ اور اس کے بعد ان کو وائس چانسلر انجینئرنگ یونیورسٹی مقرر کر دیا گیا تو اس میں کچھ خطرات پیدا ہونے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ وہاں کامیاب نہ ہوسکیں یا سٹوڈنٹس کی طرف سے کوئی بات ہو چونکہ وہاں سٹوڈنٹس کی طرف سے کالی لے دے ہوتی ہے۔ تو کہیں ان کو وہ وہاں چلنے نہ دیں ۔ ان کو ایک protection دینے کی خاطر حکومت یہ آرڈیننس لے آئی اور یہ amendment propose کی کہ اگر ان کو وہاں نہیں چلنے دیا جائے گا تو پھر چونکہ یہ امنڈمنٹ موجود ہو گی ان کو یہاں دوبارہ ممبر لے لیا جائے گا۔جناب سپیکر! اس میں آپ دیکھیں کہ ایک خاص شخص کے لیے یہ امنڈمنٹ لائی جا رہی ہے اور کسی طریقے سے بھی میں سمجھتا ہوں کہ موزوں نہیں ہے۔ حکومت کے پاس جتنی discretion ہوگی، میں پہلے بھی عرض کرتا رہا ہوں کہ discretion ہمیشہ misuse of powers کی طرف لے جاتی ہے۔ اور جب misuse of powers ہوتی ہے تو وہ کرپشن کی کیٹیگری میں آتی ہے۔ کیونکہ جہاں misuse of powers ہوگی اسے کرپشن تصور کیا جائے گا۔ ایک طرف یہ کہا جاتا ہے کہ down sizing کی جائے گی، right sizing کی جائے گی اور دوسری طرف یہ بات بھی کی جاتی رہی ہے کہ سرکاری ملازمین کی ریٹائرمنٹ کی عمر ساٹھ سے کم کر کے پچپن سال کر دی جائے گی۔ اب یہ بھی دیکھیں کہ جہاں اڑسٹھ سال کا ایک شخص ہو جائے گا تو اس کا مزید یہ tenure بڑھانا چاہ رہے ہیں۔ جناب والا! اگر انھوں نے اس میں اس طرح کرنا ہی تھا تو پھر بہتر یہ تھا کہ جو پنجاب پبلک سروس کمشن کا سیکشن 6(1) ہے یہ اس کو delete کر دیتے۔ آگے اس میں یہ provided ڈالنے کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ لیکن حکومت چونکہ اپنی discretion individuals کے بارے میں رکھنا چاہتی ہے جو خاص اپنا منظور نظر ہوگا چاہے وہ ایک سو سال کا بھی ہو جائے اور وہ اس کو دوبارہ لینا چاہیں تو لے سکیں۔ حکومت یہ discretion اپنے پاس لانا چاہ رہی ہے۔ اور پھر جناب والا! مزے کی بات یہ ہے کہ اس میں appoint کرتے وقت کوئی qualification بھی prescribe نہیں کی گئی۔ کوئی میرٹس نہیں دیکھے جا رہے۔ حکومت بات کرتی ہے میرٹس کی کہ میرٹس پر تقرریاں ہوں گی لیکن یہ پنجاب پبلک سروس کمشن کا ادارہ، جس نے ڈیپارٹس کے لیے تقرریاں کرنی ہیں selections کرنی ہیں ان کی اپنی qualification کوئی prescribe نہیں اور پھر جناب والا! میں اپنی اس بات کو further strenthen کرنے کے لیے یہ عرض کروں گا کہ میں نے

جو تجویز پیش کی ہے یہ ایک اہم معاملہ ہے اور یہ ایسا گھمبیرقسم کا معاملہ ہے جسے ایک عام آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ 68 سال کے بعد جب کوئی بندہ mentally retardet ہو جاتا ہے تو یہ اس کو re-employ کرنا چاہ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب ایسے فیصلے کیے جائیں تو یہ ضروری ہے کہ ان کو public کے پاس بھیجا جائے' کیوں کہ public نے ہی ہمیں منتخب کرکے یہاں بھیجا ہے۔ اور میرے جو دوست یہاں تشریف فرما ہیں وہ بہت کم ہیں' حالانکہ یہ ہاؤس بہت بڑا ہاؤس ہے اور اس میں اس وقت بہت کم لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ جناب والا! آپ اندازہ لگائیں کہ قانون سازی میں بھی حکومت کی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ صرف پندرہ بیس افراد بیٹھے ہوئے ہیں اور قانون سازی ہو رہی ہے۔ اور یہ ایسی قانون سازی ہے جس میں حکومت اپنی discretionary powers بڑھانا چاہ رہی ہے۔ اور پھر یہ کہ پبلک سروس کمشن اتنا اچھا رول ادا نہیں کر رہی۔ میں اس کی آپ کو ایک مثال دوں گا' فیڈرل پبلک سروس کمشن کی کہ وہاں سکینڈلز بنے ہوئے ہیں۔ فیڈرل پبلک سروس کمشن کے جو ممبر ہیں وہ اپنے بیٹے کا خود انٹرویو لے رہے ہیں وہاں ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ چیف سیکرٹری کے بیٹے نے انٹرویو دیے اور ان کو ان کی مرضی کے مطابق مارکس دیے گئے۔ اور ایک لفٹیننٹ جنرل کے بیٹے کو اس طرح select کیا گیا کہ ان کو زیادہ مارکس دے کر ڈی ایم جی میں کھپایا گیا۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کو public opinion کے لیے لازماً بھیجنا چاہیے۔ جناب والا! اب یہ کمیشنز چور دروازے بن چکے ہیں کہ جو میرٹ پر آنے والے لوگ ہیں وہ پیچھے رہ جائیں اور جو واقعی میرٹ پر آنے والے لوگ ہیں جو intellegent لوگ ہیں ان کو select نہ کیا جائے۔ یہ سروس میں entry کے لیے ان کے black holes ہیں۔ جناب والا! آپ کے اور چند معزز اراکین جو اس وقت ہاؤس میں تشریف فرما ہیں کے علم میں بھی ہوگا کہ اکثریت بیوروکریٹس کے بیٹے یا ان کے عزیز و اقارب پبلک سروس کمشن کے انٹرویو اور امتحان میں اچھے مارکس لے کر select ہو جاتے ہیں۔ اور ان کو بڑی اچھی جگہ پر ' ڈی ایم جی میں اورکسٹم وغیرہ میں کھپایا جاتا ہے۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت ضروری ہے کہ اس کو پہلے public opinion کے لیے بھیجا جائے تاکہ گورنمنٹ یہ جو vast discretion مانگ رہی ہے کہ آٹھ سال ختم ہو جائیں تو اس کے بعد بھی حکومت کے پاس ایک ایسا lever رہ جائے کہ حکومت جس کو بھی وہاں رکھنا چاہے

اور اپنی مرضی کے مطابق selections کروانا چاہے تو وہ ان سے selections کروا سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی بھی طریقے سے موزوں legislation نہیں ہے۔ اور میں ہمیشہ یہ عرض کرتا ہوں کہ ہماری legislation کو پورا پاکستان دیکھتا ہے۔ پنجاب ہمارے ملک کا سب سے بڑا صوبہ ہے اور یہ سب سے بڑی نمائندہ اسمبلی ہے۔ ہم یہاں جو بھی قانون بنائیں گے اس کو سب نے بڑے غور سے دیکھنا ہے۔ اور جب ہم قوانین ہی ایسے بنائیں گے کہ جہاں ایک چیئرمین کی جگہ دو چیئرمین کر دیے جائیں جہاں ایک بھی موجود نہیں ہے وہاں unlimited وائس چیئرمین کر دیے جائیں ۔ اور جیسی یہ legislation ہم کر رہے ہیں حکومت کو وہ discretion دے دی جائے کہ وہ 68 سال کی عمر کے بعد سو سالہ آدمی کو بھی جو کہ کسی طرح بھی اپنی mental capabilities کو قابو میں نہیں رکھ سکتا' بلکہ وہ تو اسے کھو چکا ہوتا ہے۔ حکومت چاہتی ہے کہ اس کو دوبارہ رکھا جائے۔ جناب والا! میں پھر یہ کہوں گا کہ یہ صرف منظور نظر لوگوں کے لیے کیا جا رہا ہے۔ میری اطلاع کے مطابق میں نے آپ کو ایک بات quote کی ہے کہ یہ فلاں آدمی کے لیے رکھا گیا ہے۔ کیوں کہ اس شخص کو اور حکومت کو بھی یہ خطرہ تھا کہ جن وائس چانسلر صاحب کو appoint کیا گیا تھا شاید وہ وہاں نہ چل سکیں ان کو واپس کھپانے کے لیے یہ amendment لائی جا رہی ہے۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے ہاؤس سے یہ استدعا کروں گا کہ اس کو پہلے public opinion کے لیے بھیجا جائے۔ عوام کی آرا لے کر پھر اس کو ہاؤس میں لایا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک Punjab Public Service Commission Ordinance 1978 میں ترمیم کا تعلق ہے۔ ترمیم صرف یہ کی جا رہی ہے اور بیان یہ کیا گیا ہے کہ کمشن کے ممبر کمشن میں اپنے عہدے سے علیحدہ ہونے کے بعد سرکاری ملازمت اختیار نہیں کر سکیں گے۔ یہ پہلے سے قانون موجود ہے۔ ہم نے اس میں یہ تجویز کیا ہے کہ حکومت کے پاس یہ اختیار ہونا چاہیے' گورنر صاحب کے پاس یہ اختیار ہونا چاہیے کہ اگر وہ کسی کیس میں یہ ضرورت محسوس کریں تو relaxation دے دیں۔ بات صرف اتنی ہے جناب والا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جن خیالات کا اظہار معزز قائد حزب اختلاف نے کیا ہے ان کا نہ تو اس

ترمیم کے ساتھ کوئی تعلق بنتا ہے اور خاص طور پر یہ جو اس وقت ترمیم زیر بحث ہے وہ یہ ہے کہ اس کو public opinion کے لیے بھیجا جائے۔ جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے کہا ہے کہ یہ قانون سازی کسی ایک شخص کے لیے کی جا رہی ہے۔ میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ موجودہ حکومت نے شخصیات کو محور نہیں بنایا ہوا بلکہ موجودہ حکومت کی پالیسیاں عوام کے اجتماعی مفاد کی پالیسیاں ہیں۔ یہ تاثر قطعی درست نہیں ہے کہ صرف ایک شخص کو accomodate کرنے کے لیے یہ ساری قانون سازی کی جا رہی ہے۔ ایک شخص جس کا قائد حزب اختلاف نے نام لیا ' میں نام لیے بغیر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں اور ان کی اطلاع کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ شاید انجینئرنگ یونیورسٹی کے جو موجودہ حالات ہیں میرے معزز بھائی کے علم میں نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو law and order situation ہے جو بہترین تعلیمی ماحول اس وقت انجینئرنگ یونیورسٹی میں پایا جاتا ہے شاید کسی بھی حکومت کے دور میں ایسا ماحول وہاں موجود نہیں تھا۔ اس لیے ان کی کامیابی یا ناکامی کی بات ایک علیحدہ بات ہے۔ لیکن میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ بات کہ کسی بھی ایک شخص کے لیے کہ جو آج پبلک سروس کمشن میں آ کر ملازم ہوتا ہے اور کل اس پر یہ پابندی لگا دی جائے کہ پبلک سروس کمشن کی ملازمت چھوڑنے کے بعد کسی دوسرے محکمے میں سرکاری ملازمت اختیار نہیں کر سکے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب پبلک سروس کمشن کی موجودہ ملازمت اس شخص کے مستقبل کے لیے disqualification ثابت ہوتی ہے۔ اس ایک زیادتی کو ختم کرنے کے لیے حکومت کہیں یہ محسوس کرے کہ جو یہ پابندی ہے اس کو نرم کیا جا سکتا ہے اور اجازت دی جا سکتی ہے ' اس کے لیے یہ ترمیم لائی جا رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ترمیم ہر لحاظ سے عوامی مفاد میں ہے ۔ اس لیے میری استدعا ہے کہ یہ ترمیم جو حزب اختلاف کی طرف سے پیش کی گئی ہے اس کو رد فرمایا جائے۔

MR SPEKAER: The amendment moved and the question is.-

> That the Punjab Public Service Commission (Amendment) Bill , 1997 , as recommended by the Special Committee , be circulated for the purpose of eliciting opinion thereon by 15th

July,1998.

(The motion was lost.)

MR SPEAKER: Next amendment is from:-

1. Mr Saeed Akbar Khan
2. Mr Moazzam Jahanzeb Ahmad Khan Wattoo
3. Maulana Manzoor Ahmad Chiniotı
4. Mr Khalıd Javed Waraich
5. Pır Shujaat Husnain Qureshi

Mr Saeed Akbar Khan may move.

MR SAEED AKBAR KHAN: Mr Speaker, I move.

That the Punjab Public Service Commission (Amendment) Bill, 1997, as recommended by the Special Committee, be referred to the Select Committee consisting of the following members with instructions to report upto 15th July, 1998:-

1. Raja Sultan Azmat Hayat, MPA
2. Haji Ahmad Nawaz Tarragar, MPA
3. Malik Ahmad Ali Aulakh, MPA
4. Haji Malik Muhammad Farooq Khar, MPA
5. Ch Liaqat Alı Khan, MPA
6. Ch Muhammad Siddique Salar, MPA
7. Syed Irfan Ahmad Gardezı, MPA
8. Malik Ghulam Murtaza Maitla, MPA
9. Mr Saeed Akbar Khan, MPA

10. Mr Ashiq Hussain Syed Dewan, MPA

11. Mr Farhat Aziz Mazari, MPA

MR SPEAKER: The amendment moved is -

That the Punjab Public Service Commission (Amendment) Bill, 1997, as recommended by the Special Committee, be referred to the Select Committee consisting of the following members with instructions to report upto 15th July, 1998:-

1. Raja Sultan Azmat Hayat, MPA
2. Haji Ahmad Nawaz Tarragar, MPA
3. Malik Ahmad Ali Aulakh, MPA
4. Haji Malik Muhammad Farooq Khar, MPA
5. Ch Liaqat Ali Khan, MPA
6. Ch Muhammad Siddique Salar, MPA
7. Syed Irfan Ahmad Gardezi, MPA
8. Malik Ghulam Murtaza Maitla, MPA
9. Mr Saeed Akbar Khan, MPA
10. Mr Ashiq Hussain Syed Dewan, MPA
11. Mr Farhat Aziz Mazari, MPA

Minister for Law: I oppose it, sir.

جناب سپیکر، وزیر قانون صاحب oppose کرتے ہیں۔ سعید اکبر خان صاحب! اس پر اب آپ بولیں گے؟

جناب سعید اکبر خان، جی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! آج حکومت ایک نہایت اہم قانون میں ترمیم کر رہی

ہے۔ پبلک سروس کمشن اس صوبے کے لیے بھرتیاں کرتا ہے اور جس آدمی کا کوئی بھی سفارشی نہیں ہوتا' وہ جب پبلک سروس کمشن میں درخواست دیتا ہے تو اسے تھوڑا بہت اطمینان ہوتا ہے کہ اگر میں میرٹ پر آ گیا تو مجھے ملازمت مل جائے گی۔ میں یہ بات اس لیے کر رہا ہوں کہ موجودہ حکومت نے ایک میرٹ کی بڑھک لگائی تھی' اب وہی ان کے گلے پڑی ہوئی ہے۔ اور یہ راستے ڈھونڈ رہے ہیں کہ اب ہم کسی طریقے سے پبلک سروس کمشن کو اپنے ہاتھ میں کر لیں۔ ان کو اس طریقے سے oblige کریں کہ ہم ان سے جو بھی کام کروانا چاہیں' کروا لیں۔

جناب سپیکر! قانون کے مطابق پبلک سروس کمشن کے ممبر کا 5 سال کا tenure ہے اور حکومت ممبر کو 3 سال کی extension دے سکتی ہے۔ اگر حکومت آج یہ ترمیم لے آتی کہ ہم 3 سال کی extension کو ختم کرنا چاہتے ہیں' تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ بڑی قابلِ تحسین بات ہوتی' کیونکہ اس میں کسی آدمی کو لالچ نہ رہتا کہ میں حکومت کی خوشامد کر کے رہوں اور ان کی خواہش کے مطابق کام کروں تاکہ اس خوشامد کی بنیاد پر مجھے اگلے 3 سال کی extension مل جائے۔ اگر حکومت 3 سال کی extension کے اختیار کو ختم کرنے کے لیے ترمیم کرتی تو میں ان کو آج مبارک باد پیش کرتا۔ اس extension کو ختم کرنے کی بجائے یہ اس میں ایک اور گند گھول رہے ہیں کہ جو آدمی 5 سال کا tenure یا اس کے بعد 3 سال extend کر کے اپنا 8 سال کا tenure ختم کر لیتا ہے تو اس کو پھر eligible کر رہے ہیں کہ وہ پاکستان کی سروس کے اہل ہوگا۔ جناب سپیکر! آپ اس سے کیا اندازہ لگا سکتے ہیں؛ انھوں نے تمام سیٹیں پبلک سروس کمشن کو دے دی ہیں۔ اب یہ اپنا وہ فیصلہ غلط سمجھ رہے ہیں یا ان کو اس میں کوئی مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ اسی کو سہل کرنے کے لیے اور اپنے من مانے فیصلے کرانے کے لیے یہ ان افسران کو ایک اور لالچ دے رہے ہیں کہ اگر آپ پبلک سروس کمشن میں ہماری خواہشات کا احترام کریں گے' تب ہم آپ کو اس سے اور بھی کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ ہم اس کے لیے قانون سازی کر دیتے ہیں تاکہ جب آپ یہاں سے فارغ ہوں اور یہاں آپ ہماری خواہش کے مطابق کام کرتے رہے تو ہم آپ کو پھر کسی اور ادارے یا اسی پبلک سروس کمشن میں دوبارہ ملازمت دے دیں گے یا کسی یونیورسٹی میں وائس چانسلر یا کسی اور ادارے کا سربراہ لگا دیں گے۔ جناب سپیکر! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس طرح کے اقدامات سے کوئی بہتری آئے

گی یا اس میں ہم میرٹ کو قائم رکھ سکیں گے؟ یہ انسانی فطرت ہے کہ جب بھی کسی کو پتا ہو کہ مجھے فلاں آدمی سے فائدہ ہو سکتا ہے تو یقیناً اس کا جھکاؤ اس آدمی کی طرف جائے گا۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت اس قانون سازی سے پبلک سروس کمیشن کے ممبران سے اپنی من مانی کے فیصلے کرانا چاہتی ہے اور اپنی خواہش کے مطابق بھرتیاں کرانا چاہتی ہے۔ جناب سپیکر! میں نہیں سمجھتا کہ اس کی کیا ضرورت ہے؟ جب ایک آدمی 60 سال پر سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوتا ہے اس کے بعد 5 سال اور اس کے بعد 3 سال تک نوکری کرتا ہے تو 68 سال کے بعد اس کی کتنی اہلیت ہوگی کہ ان کے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ اس کے لیے قانون سازی کر رہے ہیں کہ ہم اس کو دوبارہ ملازمت دیں گے۔ جناب سپیکر! یہ ہماری سمجھ سے تو بالاتر ہے۔ میری سمجھ میں تو یہی آیا ہے کہ یہ پبلک سروس کمیشن کے ممبران کو دوبارہ ملازمت دینے کا لالچ دے رہے ہیں اور ان سے اپنی خواہش کے مطابق بھرتیاں کرانا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ شاید غلطی سے ان کا کوئی من پسند آدمی پبلک سروس کمیشن کا ممبر بن گیا ہے اور اب وہ ریٹائر ہونے والا ہے یا اس نے resign کر دیا ہے جو ایک' دو کا تو مجھے پتا ہے۔ انھوں نے ایک کو دوبارہ ملازمت دی ہوئی ہے اور باقیوں کو دوبارہ ملازمت دینا چاہتے ہیں تاکہ وہ انھی کی خواہش کے مطابق کام کریں اور انھی کی خواہش کے مطابق تمام فیصلے کریں۔ یہ بے شک دوبارہ ملازمت دیں' اتنے ریٹائرڈ افسران موجود ہیں ان کو کنٹریکٹ پر رکھ سکتے ہیں۔ یہ خاص کر پبلک سروس کمیشن کے ممبران کو ایک تحفہ عطا فرما رہے ہیں۔ ان کا مقصد صرف اور صرف یہی ہے کہ اب یہ پبلک سروس کمیشن پر اپنا پورا ہولڈ اور کنٹرول کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہاں جو بھی فیصلے ہوں' وہ بھی ان سے پوچھ کر ہوں تاکہ ان کو آئندہ یہ لالچ ہو کہ اگر ہم ان کی خواہش کے مطابق فیصلے کریں گے تو یہ بھی آئندہ ہمارا خیال رکھیں گے۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اس سے کوئی بہتری کا امکان نہیں۔ اس میں صرف اور صرف خرابی ہوگی اور لوگوں کا جو اس پبلک سروس کمیشن پر اعتماد تھا۔ جب وہ یہ پڑھیں گے کہ یہاں کے ممبر اپنا یہاں کا tenure اور contract ختم کریں گے یا پورا کرلیں گے تو یہ گورنمنٹ ان کو re-employ کرے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کا جو اعتماد تھا' غریب آدمی کا وہ shake ہوگا اور اس پر ان کا جو اعتبار تھا۔ یا ان کو گھر بیٹھے اعتماد تھا

کہ یہ سیٹ جو ہے۔ یہ پبلک سروس کمیشن کے پاس ہے۔ یہاں سفارش کم چلتی ہے۔ اب اس سفارش کا احتمال ہے اور یہی گورنمنٹ کے جو نمائندے ہیں' اپنی من مانی کروائیں گے اور اپنی من مانی کے ساتھ فیصلے کروائیں گے اور اپنے من پسند آدمیوں کو کنٹریکٹ پر نہیں رکھیں گے ' یہ پبلک سروس کمیشن کے ممبران جو اپنا کنٹریکٹ پورا کریں گے۔ یہ اپنی پسند سے ریکروٹ کروائیں گے۔ جناب سپیکر! میں یہ چاہتا ہوں کہ میری ان تمام گزارشات کے بعد اس کو re-consider کیا جائے اور اس کو دوبارہ کمیٹی کے سامنے بھیجا جائے اور اس پر mind apply کیا جائے کہ آیا ہمارے جو خدشات ہیں۔ عام آدمی جو اس کے لیے سوچتا ہے۔ آیا وہ صحیح تو نہیں ہے۔ اس لیے ان ممبران کو موقع دیا جائے کہ اس پر re-consider کریں اور اس کو سوچ کر پھر دوبارہ اپنی تجاویز دیں۔

جناب سپیکر۔ جی' وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون (جناب محمد بشارت راجا)۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میرے معزز بھائی نے انھی خیالات کو دہرایا ہے جو اس سے پہلے قائد حزب اختلاف بات کر چکے ہیں۔ صرف فرق اتنا ہے کہ میرے یہ بھائی فرما رہے ہیں کہ جو بات ان کی سمجھ میں آئی ہے' وہ یہ ہے کہ شاید حکومت اپنی مرضی سے ریکروٹمنٹ پبلک سروس کمیشن کے ذریعے کروانا چاہتی ہے۔ اور پبلک سروس کمیشن کے متعلق یہ اختیار جو حکومت اپنے پاس رکھنا چاہتی ہے۔ اس کے ذریعے drive کرنا چاہتی ہے۔ تو میں ان کی اطلاع کے لیے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ غلط سمجھے ہیں۔میں انتہائی معذرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ بات نہیں ہے۔جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے پہلے گزارش کی ہے کہ معاملہ صرف اتنا ہے کہ ایک آدمی کے لیے کیوں یہ disqualification بنا دی جائے کہ ایک دفعہ اگر وہ پبلک سروس کمشن میں چاہے چھ مہینے کے لیے چلا جائے' چاہے ایک مہینے کے لیے پبلک سروس کمشن کی ملازمت کر لے۔ تو وہ ساری زندگی کوئی سرکاری ملازمت نہیں کر سکے گا۔ کیا یہ بات انصاف کے تقاضے پورے کرتی ہے؟ اس لیےیہ ترمیم لائی جا رہی ہے کہ یہ ایک پابندی جو صرف اور صرف ان لوگوں پر جو قلیل عرصے کے لیے' میں طویل عرصے کی بات ہی نہیں کرتا۔ جو مختصر ترین عرصے کے لیے پبلک سروس کمشن میں ملازمت کر لیں' وہ کہیں نہیں جا سکتے۔ جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرے ان بھائیوں کی بات میں بھی تضاد ہے۔ پہلے قائد حزب اختلاف نے یہ فرمایا کہ پبلک

سروس کمیشن سے بھی کسی کو انصاف نہیں ملتا۔ وہاں بھی میرٹ نہیں ہوتا اور چیف سیکرٹری کے بیٹے کو زیادہ نمبر دے دیے جاتے ہیں۔ فلاں کے بیٹے کو کم دیے جاتے ہیں تو اس پر انھوں نے عدم اطمینان کا اظہار کیا۔ لیکن ساتھ ہی میرے بھائی سعید اکبر صاحب یہ فرماتے ہیں کہ اگر عوام کی نظر میں کوئی امید کی کرن میرٹ کے حوالے سے ہے اور کسی آدمی کو میرٹ کی بنیاد پر کسی جگہ پر ملازمت کا اہل تصور کیا جائے گا تو وہ صرف پنجاب پبلک سروس کمیشن ہے۔ ہم اپنے صوبے کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔ میں ان کی اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ آج ہمارے صوبے میں پنجاب پبلک سروس کمشن کی ایک ایسی myth بن چکی ہے کہ ایک عام آدمی اس پر اعتماد کرتا ہے۔ جناب سپیکر! اس لیے میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت کی بھی یہی منشا ہے کہ ہم اس myth کو قائم رکھنا چاہتے ہیں اور کسی صورت بھی یہ تاثر قطعی طور پر غلط ہے کہ حکومت پنجاب پبلک سروس کمیشن کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہتی ہے۔ یہ ان کی اپنی سوچ ہے اور جو غلط سوچ ہے۔ ہماری منشا صرف یہ ہے کہ وہاں ملازمت کرنے والے لوگوں کو بھی ایک عام شہری کی طرح مناسب موقع ملنا چاہیے۔ اگر وہ وہاں سے ملازمت چھوڑ کر کہیں اور جانا چاہتے ہیں تو انھیں پورا حق ملنا چاہیے کہ وہ کہیں ملازمت کر سکیں۔ اس لیے میری جناب سے استدعا ہے کہ اس ترمیم کو رد فرمایا جائے۔ شکریہ، جناب سپیکر۔

MR SPEAKER: The amendment moved and the question is.-

> That the Punjab Public Service Commission (Amendment) Bill, 1997, as recommended by the Special Committee, be referred to the Select Committee consisting of the following members with instructions to report upto 15th July, 1998:-
>
> 1. Raja Sultan Azmat Hayat, MPA
> 2. Haji Ahmad Nawaz Tarragar, MPA
> 3. Malik Ahmad Ali Aulakh, MPA
> 4. Haji Malik Muhammad Farooq Khar, MPA

5. Ch Liaqat Ali Khan, MPA

6. Ch Muhammad Siddique Salar, MPA

7. Syed Irfan Ahmad Gardezi, MPA

8. Malik Ghulam Murtaza Maitla, MPA

9. Mr Saeed Akbar Khan, MPA

10 Mr Ashiq Hussain Syed Dewan, MPA

11. Mr Farhat Aziz Mazari, MPA

(The motion was lost.)

MR SPEAKER: The motion moved and the question is -

That the Punjab Public Service Commission (Amendment) Bill, 1997, as recommended by the Special Committee, be taken into consideration at once.

(The motion was carried.)

MR SPEAKER: Now, second reading starts and we take up the Bill clause by clause.

CLAUSE 2

MR SPEAKER: Now, Clause 2 of the Bill is under consideration. An amendment has been received in it from:-

1. Mr Saeed Ahmad Khan Manais

2. Mr Saeed Akbar Khan

3. Mr Moazzam Jehanzeb Ahmad Khan Wattoo

4. Mr Mansoor Ahmad Khan

5. Sahibzada Muhammad Usman Khan Abbasi

6. Sardar Rafiq Haider Leghari

7. Maulana Manzoor Ahmad Chinioti

8. Mr Khalid Javed Waraich

9. Syed Masood Alam Shah

10. Mr Ikram Ullah Khan Niazi

11. Pir Shujaat Hasnain Qureshi

Mr Saeed Ahmad Khan Manais may move.

MR SAEED AHMAD KHAN MANAIS: Sir, I move.-

That in Clause 2 of the Punjab Public Service Commission (Amendment) Bill, 1997, as recommended by the Special Committee, for the proposed proviso to section 6 of sub-section (1) of the Principal Ordinance of 1978 (II of 1978), the following shall be substituted.-

"Provided that the Government may in an individual case and in public interest allow such employment on such terms and conditions as may be prescribed, in the case of a member who had ceased to hold office as a result of resignation, for the remaining term of his tenure as member:

Provided further that such employment shall not be allowed after the expiry of 6 months from his date of resignation."

MR SPEAKER: The amendment moved is.-

That in Clause 2 of the Punjab Public Service Commission (Amendment) Bill, 1997, as recommended by the Special Committee, for the proposed proviso to section 6 of sub-section (1) of the Principal Ordinance of 1978 (II of 1978), the following shall be substituted:-

"Provided that the Government may in an individual case and in public interest allow such employment on such terms and conditions as may be prescribed, in the case of a member who had ceased to hold office as a result of resignation, for the remaining term of his tenure as member:

Provided further that such employment shall not be allowed after the expiry of 6 months from his date of resignation."

MINISTER FOR LAW: I oppose it, sir.

جناب سپیکر، وزیر قانون oppose کرتے ہیں۔ منیس صاحب! آپ اس پر بولیں گے۔

جناب سعید احمد خان منیس، جی۔ جناب سپیکر! اس ترمیم سے میرا خیال ہے کہ کچھ دیر پہلے آنرایبل وزیر قانون صاحب فرما رہے تھے کہ ان کی شاید مرضی یہ ہے کہ ایسا شخص جو کہ 8 سال سے پہلے استعفیٰ دے دے یا چھوڑ جائے تو اس کو موقع دے دینا چاہیے کہ وہ کسی جگہ پر سروس کر سکے۔ میرے خیال میں یہ ترمیم ان کی خواہشات کے مطابق ہے اور ان سے مطابقت رکھتی ہے۔ جناب سپیکر! پہلے تو میں یہ عرض کروں گا کہ قانون سازی ہمیشہ اداروں کو مستحکم کرنے کے لیے بنائی جاتی ہے۔ لیکن یہاں اس کو مدنظر نہیں رکھا جا رہا اور حکومت موجودہ سیٹ اپ کو صرف آنے والے وقت اور صرف ایڈہاک ازم کی بنیاد پر رکھ رہی ہے اور آنے والے وقتوں کو نہیں دیکھا جا

رہا اور بدقسمتی یہی ہے کہ حکومت جو بھی ایڈہاک ازم سے کام کرے گی وہ نہ تو کبھی لیجسلیشن صحیح طریقے سے ہوگی اور نہ ہی اس پر صحیح طریقے سے عمل درآمد ہوگا۔ پھر ہر طرف سے اس پر تنقید ہوگی اور وہ تنقید صرف گورنمنٹ پر ہی نہیں ہوتی بلکہ وہ تنقید اس معزز ایوان پر ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شارٹ ٹرم اقدامات کبھی نہیں کرنے چاہئیں بلکہ ہمیشہ لانگ ٹرم اقدامات سوچنے چاہئیں اور اس کے مطابق لیجسلیشن کرنی چاہیے۔ صرف چند لوگوں کو کھپانے کے لیے یا ایک دو آدمیوں کو وقتی طور پر سہولت فراہم کرنے کے لیے ایسی لیجسلیشن نہیں کرنی چاہیے۔ اسی طریقے سے جو موجودہ ترمیم ہے اس کا کوئی rationale ہی نہیں ہے۔ یہ جس طرح میں نے عرض کیا کہ 68 سال کے بعد تو ایک انسان ویسے ہی mentally retarted ہو جاتا ہے اور اس کے لیے میں آپ کو supporting بات یہ کروں گا کہ آئین پاکستان میں بھی سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے جج کے لیے عمر مقرر کر دی گئی ہے۔

وزیر لائیو سٹاک (رانا محمد اقبال خان)۔ پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر۔ جی، پوائنٹ آف آرڈر پر رانا صاحب۔

وزیر لائیو سٹاک ۔ جناب سپیکر! لیڈر آف دی اپوزیشن نے فرمایا ہے کہ 68 سال کی عمر میں جا کر آدمی mentally retarted ہو جاتا ہے۔ تو میں ان سے پوچھنا چاہوں گا کہ آپ کے ساتھی ہمارے مولانا صاحب پیچھے جو بیٹھے ہوئے ہیں ان کے بارے میں بھی کیا یہ اسی طرح کے خیالات رکھتے ہیں؟

جناب سپیکر۔ جی، منیس صاحب! آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

جناب سعید احمد خان منیس۔ مہربانی جناب۔ جناب سپیکر! آرٹیکل 179 اگر آپ دیکھیں گے تو اس میں یہ دیا ہوا ہے کہ۔۔۔

"179. A Judge of the Supreme Court Shall hold office until he attains the age of sixty-five years, unless he sooner resigns of is removed from office in accordance with the constitution."

یہ سپریم کورٹ کے جج کے لیے ہے۔ پھر آرٹیکل 195 اگر معزز لاءمنسٹر صاحب دیکھیں،

ان ساتھ میرے بہت ہی معزز بھائی ایریگیشن منسٹر صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں' ان کا بھی لاء کے ساتھ تعلق ہے' وہ بھی دیکھیں تو آرٹیکل 195 یہ کہتا ہے کہ۔۔۔

"195. A Judge of a High gourt shall hold office until he attains the age of Sixty-two years, unless he sooner resigns or is removed from office in accordance with the Constitution."

جہاں آئین میں بھی یہ باتیں مقرر کر دی گئی ہیں تو اس کا کوئی rationale ہے۔ ایسی پوسٹ پر جب کوئی بیٹھا ہوتا ہے تو اس کے لیے عمر کی حد مقرر کرنا نہایت ہی ضروری ہے اور حکومت جو ترمیم لا رہی ہے اس میں عمر کی جو بالائی حد ہے وہ تو انھوں نے آسمان مقرر کر دی ہے کہ 68 سال سے اوپر جہاں مرضی چلے جائیں' 100 سال تک چلے جائیں' 110 سال تک چلے جائیں۔ تو میرا جو مقصد ہے' یہ میں نے جو mentally retarted کی بات کی ہے' وہ یہی ہے کہ یہ کام اس نوعیت کا ہے کہ اس میں عمر پر ایک قدغن لازماً لگا دینی چاہیے۔ اس کی ایک خاص حد ہونی چاہیے اور وہ میں سمجھتا ہوں کہ 68 سال کافی ہے۔ پھر صرف یہ نہیں' اس میں عام جو ایک سرکاری ملازم ہے اس کے لیے تو یہ حد 60 سال مقرر ہے۔ پچھلے دنوں میں نے اخبار میں دیکھا تھا کہ ایک سیکرٹری صاحب نے ہائی کورٹ میں جا کر یہ سٹیٹمنٹ دی تھی کہ ڈرائیونگ لائسنس کے لیے عمر 55 سال مقرر کر دی جائے اور 55 سال کے بعد اسے پھر میڈیکل ایگزامینیشن کے طریقہ کار سے گزرنا چاہیے اور اس کو دیکھا جائے کہ آیا وہ اب اس قابل ہے کہ ڈرائیونگ کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا۔ پھر ایک فوجی جرنیل کے لیے تو اس سے بھی کم عمر رکھی گئی ہے۔ تو میں نے جو تجویز پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ اگر حکومت بضد ہے کہ اس نے یہ ترمیم لائی ہے' میں نے اپنی اس ترمیم میں معزز لاءمنسٹر صاحب کی خواہشات کی ترجمانی کرتے ہوئے یہ عرض کیا ہے کہ جو شخص 68 سال پورے کر لے تو اس کو تو آپ دوبارہ نہ لیں۔ لیکن اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ایک ایسا شخص جو کسی مجبوری کی وجہ سے اگر 8 سال اس کا tenure تھا یا 5 سال کا اس کا tenure تھا تو وہ اس دوران resign کر گیا ہے۔ مثلاً اگر اس کا tenure پانچ سال کا تھا' وہ 3 سال کا وقت گزارنے کے بعد کسی مجبوری کے تحت استعفیٰ دے گیا ہے۔ تو آپ یہ ترمیم لے آئیں کہ اس شخص کو ان 3 سالوں کے بعد 2 سال کے لیے دوبارہ رکھ

لیا جائے۔

جناب سپیکر! مجھے امید ہے کہ میں اپنی جو بات کرنا چاہتا ہوں وہ آپ سمجھ رہے ہیں کہ اگر ایک شخص کا tenure پانچ سال ہے اور وہ 3 سال اپنی میعاد گزرنے کے بعد استعفیٰ دے جاتا ہے تو حکومت کو یہ صوابدید بے شک دے دیں کہ وہ بقیہ جو 2 سال ہیں ان 2 سالوں کے عرصہ کے لیے اس کو دوبارہ رکھ لے۔ لیکن وہ بھی اس طریقے سے کہ اس کے ریٹائر ہونے کے 6 ماہ کے اندر دوبارہ اس کو رکھا جائے۔ یہ نہ ہو کہ وہ ریٹائر ہو گیا ہو اور 20 سال بعد جا کر حکومت یہ چاہے کہ چونکہ اس کے 2 سال ابھی بقیہ تھے اس لیے اس کو رکھ لیا جائے۔ میں پھر وہی 100 سال والی بات کروں گا کہ وہ ریٹائر ہونے کے بعد، استعفیٰ دینے کے بعد پھر اس پر یہ قدغن لازماً لگانی چاہیے کہ 6 ماہ کے اندر حکومت محسوس کرتی ہے کہ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں، گزارہ نہیں، اس کے بغیر حکومت نہیں چل سکتی یا اس کے بغیر پنجاب پبلک سروس کمشن نہیں چل سکتا تو اس کو پھر رکھنے کے لیے 6 ماہ کے اندر وہ جو بقیہ 2 سال کا عرصہ ہے اس کے لیے اس کو رکھ لیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس میں کوئی rationale بھی بنتا ہے۔ ویسے تو جیسے میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ ایک شخص جو ceases to hold office یا جو استعفیٰ دے جاتا ہے اس کا اس کے بعد کوئی حق نہیں بنتا کہ وہ دوبارہ سروسز آف پاکستان میں آئے۔ لیکن اگر حکومت کو کوئی بہت خاص مجبوری ہے اور ایسے اشخاص کو وہ accommodate کرنا چاہتی ہے تو اس میں یہ ترمیم اگر لے آئیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کافی مناسب رہے گی۔

جناب سپیکر! ابھی معزز لاءمنسٹر صاحب نے میری اس بات کے حوالے سے جو میں نے وائس چانسلر انجینئرنگ یونیورسٹی کے حوالے سے کی تھی، ہو سکتا ہے کہ وہ اچھی governance کر رہے ہوں۔ یہ تو ان کو زیادہ پتا ہے کہ وہ اچھی governance ہو رہی ہے یا نہیں ہو رہی۔ لیکن میں نے اپنی جو اطلاع تھی اس کے مطابق عرض کیا تھا کہ ان کو خدشات تھے، جب ان وائس چانسلر صاحب کو وہاں بھیجا گیا تو خود ان وائس چانسلر صاحب کو یہ خدشات تھے کہ شاید وہ اس یونیورسٹی کو نہ چلا سکیں اور اگر ان کو وہاں سے ہٹانا پڑے تو پھر وہ سروسز آف پاکستان میں کہیں بھی employ نہیں ہو سکتے تھے۔ تو اس خطرے کے پیش نظر یہ ترمیم اس وقت آرڈیننس کے ذریعے

لائی گئی جو کہ میں نے عرض کیا ہے کہ موجودہ tenure میں کوئی ایک بھی ایسی لیجسلیشن نہیں' کوئی ایک بھی ایسا بل نہیں جو کہ براہ راست اسمبلی میں lay ہوا ہو۔ سب میں پہلے آرڈیننس ہی جاری ہوتے ہیں۔ تین تین' چار چار دفعہ پہلے ان کو repromulgate کیا جاتا ہے جو کہ آئین کے مطابق یا سپریم کورٹ کی رولنگز کے مطابق صحیح نہیں ہے۔ پھر اس کے بعد ان کو بل کی صورت میں یہاں لا کر پاس کر دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! میں اس پر زور دیتے ہوئے معزز لاء منسٹر سے بھی یہ عرض کروں گا اور جو معزز ممبران پنجاب اسمبلی ہیں ان سے بھی یہ عرض کروں گا کہ اس ترمیم پر ایک rationale ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس کو adopt کر لیا جائے تو یہ زیادہ بہتر ہو گا۔ مہربانی۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر۔۔۔

جناب سپیکر، جی' سعید اکبر خان صاحب! آپ نے بولنا ہے؟

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میرے بھائی راجہ بشارت صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ ہم اس بے چارے پر کیوں پابندی لگائیں جو آٹھ سال پبلک سروس کمشن میں کنٹریکٹ پر کام کرتا رہا۔ جناب والا! کچھ بے چاروں پر ان کے کام کی نوعیت کے مطابق پابندیاں لگی ہوتی ہیں۔ جس طرح کا کام ہوتا ہے اسی طرح کی ان پر پابندیاں لگانا ضروری ہوتا ہے' کیونکہ انصاف کا تقاضا یہی ہے۔ سپریم کورٹ کا جج جب سروس سے ریٹائر ہوتا ہے تو اسے re-employment نہیں ملتی۔ یہ اس کی نوکری کا تقاضا ہے' کیونکہ اگر حکومت نے اسے دوبارہ نوکری دینی ہو تو شاید اس کے فیصلوں میں کوئی لچک آ جائے۔ اسی طرح ہائی کورٹ کا جج جب confirm ہو کر ریٹائر ہوجاتا ہے تو پھر اسے ہائی کورٹ میں پریکٹس کی اجازت نہیں ہوتی۔ جناب سپیکر! یہ پابندیاں ایسی ہیں جن سے انصاف کے تقاضے پورے ہوتے ہیں۔ پبلک سروس کمشن بھی اسی نوعیت کا ایک ادارہ ہے۔ جتنی بھی اس کو آزادی ہوگی' جتنا بھی اس میں حکومت کا عمل دخل کم ہوگا اتنا ہی وہ زیادہ بہتر انداز میں انصاف کے تقاضوں کو پورا کریں گے۔ ایسا نہیں ہے کہ جو آٹھ سال پبلک سروس کمشن کا ممبر رہے گا اسے پھر دوبارہ ضرور انجینئرنگ یونیورسٹی کا وائس چانسلر لگانا ہے۔ وہ اس لیے دوبارہ وہاں نہیں لگ سکتا کہ جس نوکری پر وہ رہا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس

پر حکومت کا نہ تو کوئی influence ، نہ ہی حکومت سے کوئی لالچ ہو۔ جناب سپیکر! دنیا میں عام آدمی بھی اگر کوئی کام کرتا ہے تو اس کے لیے ضرور کسی نہ کسی طریقے کو اختیار کیا جاتا ہے اور اخلاقی طور پر قدغن لگاتا ہے کہ ہم نے یہ کام اس معیار کے مطابق کرنا ہے۔ جناب والا! ٹھیک ہے' یہ ان کی مجبوری ہے اور انھوں نے پبلک سروس کمشن سے اپنی مرضی کے نتائج لینے ہیں۔ پبلک سروس کمشن کے ممبران کو انھوں نے لالچ دینا ہے کہ جب آپ یہاں سے فارغ ہوں گے تو ان شاء اللہ ہم آئندہ آپ کا خیال رکھیں گے' آپ کو look after کریں گے۔ اگر آپ نے ہماری تابع داری کی تو ہم آپ کو اسی انداز میں accommodate کریں گے۔ چلو' انھوں نے اپنا مقصد پورا کرنا ہے۔ لیکن جناب سپیکر! اس کے لیے بھی اخلاقی قدروں کا احساس کرنا' خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ ایک آدمی 92/98 سال کا ہو جائے' مرنے والا ہو اور یہ اسے re-employment دے دیں۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایسی قانون سازی سرے سے ہوتی ہی نہیں چاہیے۔ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ آج ایسی قانون سازی آئی کہ حکومت جو تین سال کی مدت ملازمت میں توسیع کر سکتی ہے ہم اس کو surrender کر رہے ہیں' حکومت وہ نہیں کرنا چاہتی۔ تو اس سے زیادہ بہتر نتائج آتے۔ چلو' اپنی اکثریت کے بل بوتے پر انھوں نے یہ قانون سازی کرنی ہے تو اس میں اتنا خیال رکھیں کہ جب کوئی آدمی استعفی دیتا ہے یا ریٹائر ہوتا ہے۔ ہماری تو یہ خواہش ہے کہ جو آدمی استعفی دے اگر اسے یہ re-employ کرنا چاہتے ہیں تو چلیں یہ اپنی اس خواہش کو پورا کر لیں۔ لیکن اس کے لیے ایک مدت کا تعین ہونا چاہیے کہ اتنے عرصے کے اندر اندر یہ اسے re-employ کر سکتے ہیں۔ یہ نہیں کہ دس سال تک وہ گھر بیٹھا رہے' اپنے کام کرتا رہے' لوگوں سے بہتر تعلقات بناتا رہے اور پھر اسے دوبارہ re-employ کر لیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر میرے بھائی کھلے دل سے سوچیں' اس پر غور کریں تو یہ بات ان کو ماننی چاہیے کہ انھوں نے یہ جو قانون سازی اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے کی ہے اس میں یہ غلطی ہوئی ہے۔ پہلے انھوں نے وہ غلطی کی کہ انھوں نے re-employ کا یہ کام کیا ہے۔ جناب سپیکر! پہلے جب 1978ء میں پبلک سروس کمیشن کے بارے میں قانون سازی ہوئی اس وقت لوگوں کو یہ سوچ نہیں تھی مگر اس وقت بھی حکومت کی یہ سوچ تھی اور انھوں نے اس پر mind apply کر کے یہ قانون سازی کی کہ جو پبلک سروس کمیشن کا ممبر

ہے اس کا job بڑا sensitive ہے اس کی سروس کے بعد گورنمنٹ کے ساتھ involvement نہیں ہونی چاہیے' اس کو اپنی سروس ختم کرنے کے بعد گورنمنٹ کی طرف نہیں دیکھنا چاہیے - اس کو گورنمنٹ کے ساتھ کوئی لالچ نہیں ہونا چاہیے تا کہ وہ دیانتداری کے ساتھ اپنا job سرانجام دے۔

جناب سپیکر! میں یہ گزارش ضرور کروں گا کہ اس پر ضرور غور کیا جائے کہ اس کے استعفیٰ کے بعد یا اس کی ریٹائرمنٹ کے بعد کچھ period ضرور fix کریں کہ اتنے عرصے کے اندر اندر اس کو ہم پھر re-employ کرلیں گے۔ اس طرح سے ان کی بھی خواہش پوری ہو جائے گی کہ یہ جن لوگوں کو oblige کرنا چاہتے ہیں یا جن لوگوں سے یہ اپنے مقصد کے رزلٹ لینا چاہتے ہیں ان کی یہ دونوں خواہشیں بھی پوری ہو جائیں گی اور کچھ نہ کچھ اخلاقی جواز بھی پیدا ہو جائے گا کہ ہم نے تین مہینے یا دو مہینے یا جو بھی عرصہ ہے اس کے اندر اندر اسے re-employ کرنا ہے۔ تو جناب والا! یہی میری گزارش تھی اور مجھے امید ہے کہ اس پر ضرور غور کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: جی وزیر قانون

وزیر قانون: شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف نے فرمایا ہے کہ انھوں نے جو ترمیم دی ہے وہ حکومت کی خواہش کے مطابق ہے۔ میں تو یہ کہوں گا کہ یہ حکومت کی خواہش کے مطابق نہیں ہے۔ بلکہ ہوا یہ ہے کہ کافی حد تک حکومت اور اپوزیشن کا موقف ایک ہو گیا ہے۔ انھوں نے کم از کم یہ بات ضرور تسلیم کر لی ہے کہ ایک آدمی کو پبلک سروس کمشن کی ملازمت کے بعد ملازمت کا حق ضرور دینا چاہیے۔ انھوں نے صرف یہ تجویز دے دی ہے کہ جو resign کر جائے اس کو یہ حق دے دیا جائے۔ انھوں نے حق تسلیم کر لیا ہے - جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ اگر ایک آدمی وہاں پر تین سال کی مدت پوری کرنے کے بعد تین مہینے پہلے یا چھ مہینے پہلے resign کر جاتا ہے تو پھر کیا اس کا right establish ہو جاتا ہے اور اگر وہ تین سال مکمل کر لے تو اس کا right ختم ہو جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات کسی لحاظ سے بھی مناسب نہیں ہے' اس لیے میری یہ استدعا ہے کہ حکومت نے یہ جو ترمیم کرنے کا فیصلہ کیا ہے یہ عوامی مفاد میں ہے اور اس کو اسی طرح ہی لیا جائے نہ کہ اس کے جتنے negative پہلو ہیں ان کو اجاگر کیا جائے اور جو positive بات ہے اس

کو آپ تسلیم نہ کریں۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اگر موجودہ ترمیم کے حوالے سے اس کے positive points کو دیکھا جائے تو یقیناً ان کا پلڑا بھاری رہے گا اس لیے میری آپ سے استدعا ہے کہ اس ترمیم کو رد فرمایا جائے۔

جناب سپیکر! یہاں پر معزز قائد حزب اختلاف نے ہائی کورٹ کے ججز کے حوالے سے آئین کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ ہائی کورٹ کے جج کے لیے 62 سال کی عمر کی حد مقرر ہے تو جناب سپیکر! میں ان سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ کیا 62 سال کے بعد وہ کہیں نوکری نہیں کر سکتے اگر وہ سپریم کورٹ میں چلے جائیں گے تو وہی حد بڑھ کر 65 years ہو جاتی ہے۔ تو اس لیے ہر پوسٹ کے حوالے سے یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ترمیم کسی طور پر بھی مناسب نہیں اور اسے رد فرمایا جائے۔ شکریہ۔

MR SPEAKER: The amendment moved and the question is :-

> That in clause 2 of the Punjab Public Service Commission (Amendment) Bill , 1997 , as recommended by the Special Committee , for the proposed proviso to section 6 of sub-section (1) of the Principal Ordinance of 1978 (II of 1978), the following be substituted .-
>
> "Provided that the Government may in an individual case and in public interest allow such employment on such terms and conditions as may be prescribed, in the case of a member who had ceased to hold office as result of resignation , for the remaining term of his tenure as member.
>
> Provided further that such employment shall not be allowed after the expiry of 6 months from his date of

resignation."

(The motion was lost)

MR SPEAKER: The question is :-

That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE 3

MR SPEAKER: Now, Clause 3 of the Bill is under consideration. An amendment has been received in it from the Minister for Law. He may move the amendment

MINISTER FOR LAW: Sir, I move :-

That in Clause 3 of the Bill as recommended by the Special Committee, the following be substituted :-

3 . Repeal . --The Punjab Public Service Commission (Amendment) Ordinance , 1998 (X of 1998) , is hereby repealed."

MR SPEAKER : The motion moved is :-

"That in Clause 3 of the Bill, as recommended by the Special Committee, the following be substituted -

"3 . Repeal . --The Punjab Public Service Commission (Amendment) Ordinance, 1998 (X of 1998) , is hereby repealed."

(The motion was not opposed)

MR SPEAKER: The motion moved and the question is :-

That in Clause 3 of the Bill, as recommended by the Special Committee, the following be substituted :-

3 . Repeal . --The Punjab Public Service Commission (Amendment) Ordinance, 1998 (X of 1998) , is hereby repealed."

(The motion was carried)

MR SPEAKER: Now, the question is:-

"That Clause 3 of the Bill as amended do stand part of the Bill"

(The motion was carried)

Clause 3 as amended do stand part of the Bill.

CLAUSE 1

MR SPEAKER: There is an amendment received in it from the Minister for Law. He may move the amendment.

MINISTER FOR LAW: I move :-

That in Clause 1 of the Bill as recommended by the Special Committee for the figure "1997" the figure"1998" be substituted.

MR SPEAKER: The motion moved is :-

That in Clause 1 of the Bill as recommended by the Special Committee for the figure "1997" the figure "1998" be substituted."

(The motion was not opposed)

MR SPEAKER : The motion moved and the question is :-

That in Clause 1 of the Bill as recommended by the Special Committee for the figure "1997" the figure "1998" be substituted.

(The motion was carried)

MR SPEAKER : Now, the question is:-

That Clause 1 of the Bill as amended do stand part of the Bill

(The motion was carried)

Clause 1 of the Bill as amended do stand part of the Bill.

PREAMBLE

MR SPEAKER: Now, the Preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment received in it. The question is :-

"That Preamble of the Bill do stand part of the Bill"

(The motion was carried)

Preamble do stand part of the Bill.

LONG TITLE

MR SPEAKER: Now, the Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment received in it. The question is :-

"That the Long Title of the Bill do stand part of the Bill"

(The motion was carried)

The Long Title do stand part of the Bill.

Minister for Law.

MINISTER FOR LAW: Sir, I move :-

"That the Punjab Public Service Commission (Amendment) Bill,

1998" be passed."

MR SPEAKER : The motion moved is :-

"That the Punjab Public Service Commission (Amendment) Bill, 1998" be passed."

(The motion was not opposed)

MR SPEAKER: The motion moved and the question is :-

"That the Punjab Public Service Commission (Amendment) Bill, 1998" be passed."

(The motion was carried)

MR SPEAKER: The House adjourns till 5.00 p. m. Monday 15th June, 1998.

میزانیه 99-1998ء اور ضمنی میزانیه 98-1997ء
پیش کیے جانے کا اعلامیہ

"In exercise of the powers conferred on me under Rules 134 and 147 of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab, 1997, I **Shahid Hamid**, *Governor of the Punjab*, hereby appoint 5.00 p. m. on Monday, 15th June, 1998 as time and day for the presentation of the Annual Budget 1998-99 and the Supplementary Budget for the Year 1997-98.

Dated Lahore
the 6th June, 1998.

SHAHID HAMID
GOVERNOR OF THE PUNJAB"

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

سوموار' 15- جون 1998ء

(دو شنبہ' 19- صفر المظفر 1419ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں سہ پہر 3 بج کر 36 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر (چودھری پرویز الٰہی) منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری سید صداقت علی نے حاصل کی۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ○ هُوَالَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۚ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ○ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۚ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۚ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ○

سورۃ الصف آیت نمبر 8 تا 13

یہ چاہتے ہیں کہ اللہ (کے چراغ) کی روشنی کو منہ سے (پھونک مارکر) بجھا دیں○ حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا خواہ کافر ناخوش ہی ہوں○ وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے اور سب دینوں پر غالب کرے خواہ مشرکوں کو برا ہی لگے○ مومنو! میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے مخلصی دے○ (وہ یہ کہ) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے○ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو باغہائے جنت میں جن میں نہریں بہ رہی ہیں اور پاکیزہ مکانات میں جو اور ایک اور چیز جس کو تم بہت چاہتے ہو (یعنی تمہیں) اللہ کی طرف سے مدد (نصیب ہوگی) اور فتح (عن) قریب (ہوگی) اور مومنوں کو (اس کی) خوش خبری سنا دو○ وماعلینا الاالبلاغ○

جناب معظم جہانزیب احمد خان وٹو: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں؟

جناب معظم جہانزیب احمد خان وٹو: جی ہاں۔

جناب سپیکر: فرمائیے!

جناب معظم جہانزیب احمد خان وٹو: جناب سپیکر! میں ایک قرار داد پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا۔ قاعدہ 234 کے تحت آپ رولز suspend کر کے مجھے یہ قرار داد پیش کرنے کی اجازت فرمائیں۔

جناب سپیکر: آپ رولز کو دیکھیں، بجٹ کے دن بجٹ تقریر کے علاوہ کوئی اور بزنس نہیں ہو سکتا۔ آپ تشریف رکھیں آپ کا پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔ اب میں وزیر خزانہ صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بجٹ تقریر شروع کریں۔

وزیر خزانہ کی تقریر برائے میزانیہ 99-1998ء اور ضمنی میزانیہ 98-1997ء

وزیر خزانہ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر!

آج میں قومی زندگی کے ایک کٹھن دوراہے پر کھڑا فخر و انبساط اور عجز و انکسار کے نئے جذبوں کے ساتھ پنجاب کے مالی سال 99-1998ء کا بجٹ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

جناب والا!

2. ہمارے ارد گرد تیزی سے بدلتے ہوئے حالات و واقعات کی روشنی میں حکومت پنجاب کی طرف سے پیش کیے جانے والا یہ بجٹ چند خصوصی جہتوں کا حامل ہے اس بجٹ میں جہاں ماضی کی شفق اور مستقبل کے افق کی جھلکیاں ہیں وہیں موجودہ صورت حال کے نقش بھی نمایاں ہیں۔ حال ہی میں رونما ہونے والے واقعات نے انتہائی سرعت کے ساتھ برسوں کو لمحوں میں سمیٹ کر خوشیوں اور خدشات کو یک جان کر ڈالا۔ خودداری کے تقاضوں نے ایک بار پھر قوم سے قربانی مانگی ہے۔ ہمارے سر فخر سے بلند ہیں کہ ہم آج اقوام عالم میں منفرد و ممتاز ہیں۔ اس امر سے کس کو انکار ہو گا کہ ایک عظیم قوم کے ہاتھ میں ترقی، خوش حالی اور خودداری کا علم ہونا چاہیے، گداگری اور رسوائی کا کشکول نہیں۔

بقول اقبال،

نہیں یہ شانِ خودداری چمن سے توڑ کر تجھ کو
کوئی دستار میں رکھ لے کوئی زیب گلو کر لے

(نعرہ ہائے تحسین)

3 اگر خودداری اور پر آسائش زندگی میں انتخاب کا مرحلہ آ جائے تو بہادر اور غیور قومیں ہمیشہ خودداری کو ترجیح دیتی ہیں۔ بزدلی کی زندگی گزارنا ہمیں ہرگز منظور نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ برصغیر میں اہل پاکستان کو' دوسرے درجے کے شہری بنانے کی کوشش کو ہم نے اس شان سے مسترد کیا ہے کہ اس کی گونج چاغی کے کوہ و دمن میں ہمیشہ سنائی دیتی رہے گی۔ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ جب بھی اس قوم کو عزتِ نفس اور رسوائی میں انتخاب کا مرحلہ درپیش ہوا تو وہ عزتِ نفس اور وقار کے راستے کا ہی انتخاب کرے گی۔ یہ راستہ منتخب کرنے پر پنجاب کے غیور عوام اپنے خوددار رہنماؤں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

4. میں اپنی گزارشات کا آغاز گزشتہ ایک سال میں کیے گئے عوامی خوش حالی و بہتری سے متعلق ایسے اقدامات کے تذکرے سے کروں گا جو اپنی منفرد نوعیت کے ساتھ ساتھ اپنے ثمرات میں بھی بیش قدر ہیں۔ مزید برآں مستقبل کے لیے کچھ ایسی تجاویز بھی آپ کے سامنے رکھوں گا جو اس صوبے کو سماجی' انتظامی اور معاشی طور پر مستحکم کرنے میں سنگِ میل ثابت ہوں گی۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ ان تجاویز کے بنیادی معمار ہمارے روشن خیال وزیر اعلیٰ ہیں۔ To lead from the front کی پرانی ضرب المثل یقیناً ان پر صادق آتی ہے۔ نیز کابینہ اور پاکستان مسلم لیگ کے راہنما بھی ان اصلاحات کی تشکیل میں مدد ومعاون رہے ہیں۔

جناب والا!

5. حال ہی میں تکمیل کو پہنچنے والے بلدیاتی الیکشن مسلم لیگ کی عوام کو اقتدار میں براہ راست شریک کرنے اور اختیارات کی مرکزیت کو نچلی سطح پر منتقل کرنے کی حکمت عملی کا حصہ ہیں۔ بلدیاتی انتخابات کا انعقاد اس بڑے منظر کا پیش خیمہ ہے جس میں عوام کو اپنی ترقی اور خوش حالی کے فیصلے خود کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔ ماضی میں بھی یہ اعزاز صرف اور صرف مسلم لیگ کی حکومت کو

حاصل رہا ہے کہ اس نے جمہوری و سیاسی عمل کے اس اولین زینے کے استحکام اور بہتری کے لیے قانونی اور آئینی فریضے سے کبھی پہلو تہی نہیں کی۔ گزشتہ تیرہ برسوں میں مسلم لیگ کی حکومت کے علاوہ جتنی بھی حکومتیں برسراقتدار رہیں انھوں نے کسی نہ کسی طرح ان انتخابات سے جان چھڑانے میں ہی اپنی عافیت جانی اور بلدیاتی اداروں میں من مانی کو فروغ دینے کی مختلف راہیں تلاش کیں۔ بلدیاتی ادارے جمہوریت کا سب سے مضبوط ستون ہوتے ہیں۔ ان اداروں سے روگردانی کسی صورت بھی پسندیدہ عمل شمار نہیں ہوتا۔ صوبہ پنجاب میں بالخصوص اور پورے ملک میں بالعموم جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹنے والی سیاسی جماعت نے ان اداروں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ان حالات میں ان اداروں کے انتخابات کرانا ہماری نیک نیتی اور اقتدار میں عوام کی شمولیت کے اصول کی پاس داری کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

6. مسلح افواج کے بھر پور تعاون سے Ghost سکولوں کے ناسور پر قابو پانا موجودہ حکومت کی ایک قابل فخر کامیابی ہے۔ فرضی سکولوں کی آڑ میں برس ہا برس سے جاری اس فریب کی نشان دہی میں افواج پاکستان کے افسران اور جوانوں نے جس لگن اور جانفشانی سے حکومت پنجاب کی مدد کی ہے ہم اس کے لیے ان کے تہ دل سے شکر گزار ہیں۔ اس مذموم دھندے کے خاتمے سے جہاں صوبائی حکومت کو ہر سال ڈیڑھ سے دو ارب روپے کی بچت ہوگی وہاں تعلیمی اداروں میں طلباء اور اساتذہ کی سو فی صد حاضری کو یقینی بنانے سے ہماری شرح خواندگی میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔ اس کاوش کے نتیجے میں ہونہار، محنتی اور لائق طلباء کو اپنی محنت کا پھل ملے گا' معاشرے کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے والے قومی مجرموں کا قلع قمع ہوگا اور امتحانات کے شفاف نظام کے ذریعے مستقبل کے معماروں کا مقدر سنوارنے کی راہ ہموار ہو گی۔ امتحانی عمل کو شفاف بنانے کی سعادت بھی اس حکومت کے مقدر میں لکھی تھی۔سابق حکومتیں نقل اور بوٹی مافیا کے سامنے بے بس ہو چکی تھیں لیکن موجودہ حکومت نے جرأت مندی سے کام لیتے ہوئے بڑے پیمانے پر پوری ریاستی مشینری کو متحرک کر کے اس کے خلاف بھرپور جہاد کیا ہے۔ ہمارے قول و فعل میں تضاد نہیں اور ہم صرف سیاسی بیان بازی کے قائل نہیں۔ ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ ہم مسائل کا نہ صرف ادراک رکھتے ہیں بلکہ انھیں حل کرنے کے بھرپور جذبے سے بھی سرشار ہیں۔

بقول غالب،

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا، تو پھر لہو کیا ہے

(نعرہ ہائے تحسین)

7. زراعت کے شعبے میں بیج اور زرعی ضروریات فراہم کرنے والا ادارہ یعنی زرعی ترقیاتی سپلائی کارپوریشن ایک مدت سے خسارے کا شکار چلا آ رہا تھا۔ اس کا خاتمہ بھی ایک بہت اہم قدم ہے جس کا سہرا موجودہ حکومت کے سر جاتا ہے۔ ہم نے Pest Monitoring System کو بھی بہتر بنایا ہے اور زرعی ادویات (pesticides) میں ملاوٹ کے مجرمان کے خلاف مہم بھی چلائی ہے تاکہ کسانوں کو ملاوٹ سے پاک دوائیں دستیاب ہوں اور زرعی خود کفالت کی مہم کو ناکام کرنے والے مجرم کیفر کردار کو پہنچیں ۔ علاوہ ازیں گزشتہ موسم خریف کے دوران ون ونڈو اپریشن کے تحت چھوٹے کاشت کاروں کو زرعی لوازمات کی خرید کے لیے اربوں روپے کی مالیت کے قرضے جاری کیے گئے اور دیہاتی زندگی کے معیار کو بلند کرنے کے لیے 50 کروڑ روپے سے رورل سپورٹ پروگرام کا آغاز ہوا۔ نہروں، راجباہوں اور آبی کھالوں کی صفائی و مرمت کے لیے بھل صفائی مہم شروع کی گئی اور نہری پانی کی چوری کا باقاعدہ مہم کے تحت سدباب کیا گیا۔

8. زکوٰۃ فنڈ میں سے ساڑھے تین ارب روپے کی خطیر رقم سے ضلعی سطح پر پیشہ وارانہ تربیتی ادارے قائم کرنے کا فیصلہ بھی کیا گیا تاکہ ملک کو صنعتی شعبے کی ضروریات کے مطابق ہنر مند افرادی قوت میسر آتی رہے۔ جبکہ اس سے بے روزگاری اور غربت کے خاتمے میں بھی مدد ملنے کی توقع ہے۔ اس اقدام کی بدولت پہلی دفعہ روایت سے ہٹ کر جدید ترین قسم کے تربیتی ادارے قائم ہوں گے جن میں کمپیوٹر سے لے کر زراعت اور ریفریجریشن سے لے کر الیکٹرانکس تک کے شعبہ جات میں تربیت دی جائے گی۔

9. موجودہ حکومت نے کئی ایک ایسے دور رس اقدامات کیے ہیں جن کی افادیت کسی بھی پیمانے پر پرکھی جا سکتی ہے۔ ورثے میں ملا ہوا لٹا پٹا شہری ٹرانسپورٹ کا نظام جس میں سب سے بڑا سفید ہاتھی پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ بورڈ تھا موجودہ حکومت کی کامیاب حکمت عملی سے اب ایک قصہ پارینہ بن چکا ہے۔ سالہا سال سے یہ ادارہ جہاں نہ کوئی سہولت مہیا کرتا تھا وہاں اس کے ہزارہا ملازمین پر

حکومت پنجاب کو سالانہ چالیس کروڑ روپے کی رقم بھی خرچ کرنا پڑتی تھی۔ ہم نے ان ملازمین کو گولڈن ہینڈ شیک دے کر فارغ کر دیا ہے۔ اس عمل پر ڈیڑھ ارب سے زائد کے اخراجات یک مشت ہوئے مگر ان کی بدولت غیر ضروری اخراجات جاریہ سے ہماری جان ہمیشہ کے لیے چھوٹ گئی۔ تاہم قومی اور بین الاقوامی اداروں (Donor Institutions) کو سفری سہولیات کے شعبے میں تعاون کی جو دعوت ہم نے دی ہے اسے خوشی سے قبول کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ شہری سفری سہولیات کی فراہمی میں نجی شعبے کے تعاون سے خاطر خواہ نتائج مرتب ہوں گے۔

جناب سپیکر!

10. حکومت کا بنیادی کام کاروباری ادارے چلانا نہیں ہوتا۔ صنعتی شعبے میں پنجاب ترقیاتی بورڈ ایک مدت سے اپنی افادیت کھو چکا تھا۔ اس ادارے کا قیام ایک خاص وقت کی ضرورت تھا۔ لیکن موجودہ صورت حال میں اس کا جاری رہنا سوائے معاشی بوجھ کے اور کچھ نہیں تھا۔ اس بوجھ کا خاتمہ بالآخر ہماری حکومت کے ہاتھوں ہوا۔ اسی قسم کے دوسرے اداروں اور غیر منفعت بخش جائیداد کی نجی شعبہ کو منتقلی کے لئے پنجاب کے نج کاری بورڈ کا قیام ایک بہت بڑا فیصلہ ہے۔ اس بورڈ کے دائرہ کار کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ عوام کو نہ تو سہولتوں کی فراہمی میں کسی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے اور نہ ہی حکومت کے لیے کسی معاشی خسارے کا خدشہ پیدا ہو۔

11. مسلم لیگ کی حکومت نے اپنے فقید المثال مینڈیٹ کے باوجود جس بردباری، تحمل، محنت اور لگن کے ساتھ اچھی اور بہتر حکومت یعنی (Good Governance) کا آغاز کیا اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ ہم نے سرکاری محکموں کو نا اہلی اور جمود سے آزاد کرنے کے لیے ہر سطح پر مستعد اور دیانت دار افسران کا تقرر کیا تاکہ کاروبار حکومت کو شفاف بنایا جائے۔ شادی بیاہ کی تقریبات پر سادگی کی روایت کو قانونی شکل دے کر ان لاکھوں والدین کی دعائیں لیں جنھیں اپنی بچیوں کے ہاتھ پیلے کرنے کے موقع پر بھاری اخراجات کرنے پڑتے تھے۔ ملک میں احتساب کا عمل جاری کرکے تاریخ میں ایک نیا باب رقم کیا۔ مالی ڈسپلن کی بنیاد ڈالی گئی اور دیانت کو اس طرح اپنا شعار بنایا کہ ہمارا بدترین مخالف بھی ہم پہ کیچڑ نہ اچھال سکا۔ نئی آئینی ترامیم سے ہارس ٹریڈنگ اور سیاسی وفاداریاں خریدنے جیسی لعنت سے لوگوں کو چھٹکارا مل گیا۔ گویا جمہوری اور پارلیمانی اداروں کی توقیر کو بحال کرنے کا اعزاز بھی ہمارے حصے میں آیا۔

12. انسداد دہشت گردی کی عدالتوں کا قیام، دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کے لیے ایلیٹ فورس کا اہتمام، پولیس انسپکٹر اور اس سے اوپر کے عہدے کے افسران کا ایک شفاف طریقے سے پبلک سروس کمیشن کے ذریعے انتخاب ایسے اقدام ہیں جن سے جہاں عوام کا ان اداروں پہ اعتماد بحال ہوا وہیں امن عامہ کی صورت حال میں بھی بہتری سامنے آئی۔

13. زرعی ٹیکس کے نفاذ کا عمل پنجاب سے شروع ہوا اور ہمیں یقین ہے کہ یہ عمل ہمیں خود کفالت کی منزل کی طرف لے کر جائے گا۔ زرعی شعبے میں اقدامات کی بدولت اس سال گندم کی ریکارڈ فصل متوقع ہے اور ہمیں پچھلے سالوں کی طرح گندم درآمد نہیں کرنا پڑے گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

14. صحت کے میدان میں بنیادی سہولتوں کی فراہمی، کچھ ہسپتالوں کو دی گئی خود مختاری، زکوٰۃ فنڈ سے نادار مریضوں کی امداد، مریضوں کے لیے دواؤں، طبی سہولتوں کی دستیابی اور ان کے اعلیٰ معیار کو برقرار رکھنے کے لیے وزیر اعلیٰ کی جانب سے ہسپتالوں کے بارہا اچانک معائنے اس امر کا اظہار ہیں کہ ہماری حکومت انسانی وسائل کی ترقی میں صحت کو کس قدر مقدم خیال کرتی ہے۔

جناب سپیکر،

15. گرانی کا بوجھ زندگی کو دوبھر بنا دیتا ہے اور ہماری چھوٹی چھوٹی خوشیاں اسی بوجھ کی نذر ہو جاتی ہیں۔ اس دفعہ رمضان المبارک کے مہینے میں 300 سے زائد اشیاء کی قیمتوں میں 10 فی صد کمی واقع ہوئی۔ (نعرہ ہائے تحسین) اتوار بازار میں ارزاں نرخوں پر اناج تقسیم کیا گیا اور رمضان پیکج، عید پیکج اور ایسٹر پیکج کے تحت لاکھوں ضرورت مندوں کو ارزاں نرخ پر آٹا فراہم ہوا۔ (نعرہ ہائے تحسین) گوجرانوالہ، ملتان اور جھنگ کے اضلاع میں کامیابی کے بعد راولپنڈی، مظفر گڑھ، ڈیرہ غازی خان، بہاول پور، جھنگ، لاہور اور فیصل آباد میں فوڈ سٹیمپ سکیم کا اجراء کیا گیا۔ جس میں ضرورت مند لوگوں کو انتہائی سستا آٹا فراہم کیا گیا۔ ساڑھے چار لاکھ سے زائد کنبہ جات اس سہولت سے مستفید ہو رہے ہیں۔ حکومت کم آمدنی والے خاندانوں کو ارزاں نرخوں پر آٹے کی فراہمی کے لئے فوڈ سٹیمپ سکیم کا آغاز کر چکی ہے۔ اس سکیم کو نچلی سطح تک بتدریج وسعت دینے کے لئے انتظامات کو حتمی شکل دی جا رہی ہے۔ اس مقصد کے لئے ایسا نظام وضع کیا جا رہا ہے جس کے تحت کم آمدنی والے گھرانوں کے لئے آٹے کی رعایتی نرخوں پر فراہمی کو یقینی بنایا جائے گا۔

جناب سپیکر!

16. موجودہ حکومت نے جہاں امن و امان، تعلیم، صحت اور عوام کی فلاح و بہبود کے لئے زیادہ وسائل مہیا کیے ہیں وہاں اخراجات میں کفایت شعاری، بچت اور مالی نظم و ضبط کے اصولوں پر سختی سے عمل درآمد کیا ہے۔ تاہم اس دوران انتظامی اور ترقیاتی ضرورتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے کچھ ناگزیر اخراجات کیے گئے جن کے چیدہ چیدہ نکات یہ ہیں:

(الف) پی آر ٹی سی کو ختم کرنے کے لیے گولڈن ہینڈ شیک سکیم کے تحت ایک ارب 65 کروڑ روپے بطور اضافی گرانٹ خرچ ہوئے۔

(ب) صوبے میں امن و امان کی صورت حال کو بہتر بنانے اور دہشت گردی پر قابو پانے کے لیے پولیس کو جدید سازو سامان اور عملے کی فراہمی کے لئے 15 کروڑ 4 لاکھ روپے اضافی گرانٹ کے طور پر دیے گئے۔ اس میں ایلیٹ فورس کے لئے 3 کروڑ 59 لاکھ روپے بھی شامل ہیں۔

(ج) بارشوں سے متاثرہ علاقوں کی بحالی کے لئے 5 کروڑ 32 لاکھ روپے خرچ کئے گئے۔

(د) وزیراعلیٰ کی ہدایت کے مطابق صوبے کے عوام کو رمضان المبارک اور عید پیکج کے طور پر ارزاں نرخوں پر آٹا فراہم کیا گیا۔ اس مد میں 18 کروڑ 27 لاکھ روپے اضافی طور پر خرچ کئے گئے۔

(ر) عوام کی ضروریات کے پیش نظر سستے آٹے کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لئے درآمدی اور ملکی گندم زیادہ مقدار میں خرید کرنا پڑی۔ جس کی وجہ سے 3 ارب 16 کروڑ 76 لاکھ روپے اضافی طور پر منظور کیے گئے۔

(س) عوام کو سستا آٹا فراہم کرنے کے لئے سرکاری ذخائر سے زیادہ مقدار میں گندم فلور ملوں کو جاری کی گئی۔ جس کی وجہ سے subsidy کی مد میں ایک ارب 2 کروڑ روپے زیادہ خرچ ہوئے۔

(ش) محکمہ انہار میں بی آر بی نہر، صوبے کی دیگر نہروں، منچن بند کی حفاظت اور دوسرے ترقیاتی کاموں پر 17 کروڑ 32 لاکھ روپے اضافی اخراجات کے طور پر خرچ ہوئے۔

(ص) صوبے میں سڑکوں اور پلوں کی تعمیر پر 8 کروڑ 96 لاکھ روپے زیادہ خرچ ہوئے۔

17.   ان تمام اخراجات کو بجٹ اور کفایت شعاری کی راہ اپنانے ہوئے نہ صرف پہلے سے منظور شدہ مدات میں سے پورا کیا گیا' بلکہ جاری بجٹ 98-1997ء میں مزید کمی کی گئی۔ ان اقدامات سے جاری بجٹ کا نظر ثانی شدہ حجم 80 ارب 66 کروڑ روپے سے کم ہو کر 78 ارب 27 کروڑ روپے رہ گیا۔

18.   رواں مالی سال کے بجٹ اور نظر ثانی شدہ تخمینہ جات کا موازنہ کیا جائے تو صوبے کے کل وسائل میں 2 ارب 67 کروڑ 75 لاکھ روپے کی کمی واقع ہوئی ہے۔ اس کی وجہ قابل تقسیم اور دیگر محاصل میں 6.15 فی صد کے حساب سے کل 4 ارب 7 کروڑ روپے کی کمی ہے۔ اس کے مقابلے میں صوبائی آمدنی میں 6.07 فی صد کے حساب سے 97 کروڑ 11 لاکھ روپے کا اضافہ ہوا۔

بجٹ 99-1998ء

جناب سپیکر!

19.   اب میں آئندہ مالی سال کے بجٹ کی اہم خصوصیات آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ مجوزہ بجٹ کے رہنما اصولوں میں خود انحصاری' صوبائی وسائل میں اضافہ' غیر ترقیاتی اخراجات میں کمی اور ترقیاتی منصوبوں کے لیے وسائل کی زیادہ سے زیادہ فراہمی کو یقینی بنانا سر فہرست ہے۔

20.   آئندہ مالی سال کے کل وسائل کا تخمینہ 88 ارب 99 کروڑ روپے لگایا گیا ہے جو موجودہ سال کے ابتدائی تخمینہ جات کے مقابلے میں 6 ارب 79 کروڑ یعنی 8.26 فی صد زیادہ ہے۔

21.   وفاقی حکومت اگلے سال کل 70 ارب 84 کروڑ روپے مہیا کرے گی۔ سابقہ حکومت کے طے کردہ اس قومی مالیاتی ایوارڈ 97ء کی سفارشات کے مطابق پنجاب کو وفاقی محاصل سے 97 ارب 88 کروڑ روپے دستیاب ہونا تھے۔ اس طرح اگلے سال ہمیں 27 ارب 4 کروڑ روپے کم دستیاب ہوں گے۔ خود وفاق اور دوسرے صوبوں کو بھی وسائل کی کمی کا سامنا ہے' کیونکہ قومی مالیاتی ایوارڈ 1997ء میں وفاقی محاصل کی رقم کو مصنوعی طریقے سے زیادہ دکھایا گیا تھا جبکہ اصل صورت حال اس کے برعکس ہے۔ صوبائی محاصل کا تخمینہ آئندہ سال کے لیے 18 ارب 15 کروڑ روپے لگایا گیا ہے۔ مالیاتی ایوارڈ 1997ء کی سفارشات کے مطابق پنجاب کو 13.5 فی صد کی شرح سے اپنے وسائل بڑھانے چاہییں۔ آئندہ مالی سال اور موجودہ سال کے صوبائی محاصل کا موازنہ کیا جائے تو آئندہ سال صوبے کے محاصل میں 13.59 فی صد اضافہ ہو گا۔

22۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آئندہ سال وفاقی اور صوبائی محاصل کا تناسب 79.60 فی صد اور 20.40 فی صد بنتا ہے جبکہ موجودہ سال کے دوران یہ تناسب بالترتیب 80.56 فی صد اور 19.44 فی صد تھا۔ اس لحاظ سے صوبے کے کل محاصل اور دیگر ذرائع میں صوبے کے اپنے محاصل کا تناسب مزید بڑھ گیا ہے۔ یہ خود انحصاری کی طرف ایک اہم پیش رفت ہے۔

23۔ اب میں آپ کی خدمت میں اخراجات جاریہ بجٹ 99-1998ء کے اہم اہداف پیش کرتا ہوں۔

24۔ مالی سال 99-1998ء میں تعلیم کے شعبے پر کل 29 ارب 97 کروڑ روپے کے اخراجات جاریہ ہوں گے۔ ملک میں تعلیم کے فروغ کے لیے دیہی علاقوں میں بنیادی سہولتیں فراہم کرنا ہماری حکومت کی اولین ذمہ داری ہے۔ سوشل ایکشن پروگرام کے دوسرے مرحلے کے تحت معیار تعلیم اور خواندگی کے تناسب کو بہتر بنانے کے لیے دیہی علاقوں میں پانچ سے نو سال تک کی عمر کے 80 فی صد بچوں کو پرائمری سکول جبکہ دس سے بارہ سال تک کے 70 فی صد طلباء کو ایلیمنٹری سطح تک کی سہولتیں فراہم ہوں گی۔ اس طرح 2002ء تک خواندگی کی شرح کو 70 فی صد تک پہنچایا جائے گا۔ ہم نے اس سال طلباء کے لیے موسم گرما کی تعطیلات کے دوران خصوصی تعلیم کا اجراء کیا ہے جس پر ایک کروڑ روپے سے زائد کے اخراجات ہوں گے۔ اس پروگرام کے تحت 20 روپے فی طالب علم کے حساب سے ماہانہ وظیفہ بھی دیا جائے گا۔ صوبے بھر میں تحصیل کی سطح پر شروع ہونے والا یہ پروجیکٹ طلباء کی تعلیمی کارکردگی میں اضافے کا باعث بنے گا۔ علاوہ ازیں ابتدائی تعلیم کے معیار میں اضافے کے ساتھ اس بات کو بھی یقینی بنایا جائے گا کہ 70 فی صد بچے پرائمری کی تعلیم مکمل کریں۔ اس مقصد کے لیے حکومت نے اگلے سال ابتدائی تعلیم کے شعبے میں جاری بجٹ میں 20 ارب 20 کروڑ روپے مختص کیے ہیں۔ اگلے سال کے بجٹ میں تدریسی سہولتوں' اساتذہ کی رہنمائی اور پرائمری سکولوں کی مرمت کے لیے 37 کروڑ 44 لاکھ روپے مختص کیے گئے ہیں۔

25۔ صوبے بھر میں پرائمری اور ایلیمنٹری سکولوں کا نظام چلانے کے لیے 47371 سکول مینجمنٹ کمیٹیاں تشکیل دی گئی ہیں جن کی معاونت سے سکولوں میں بچوں اور اساتذہ کی سو فی صد حاضری کو یقینی بنایا جائے گا اور مطلوبہ تدریسی سامان کی بروقت خریداری عمل میں لائی جائے گی۔ پرائمری تعلیم کے علاوہ حکومت ہائر سیکنڈری سکولوں اور کالجوں کے لیے بھی معقول وسائل مہیا کر رہی ہے۔ جاری بجٹ میں اگلے سال ہائر سیکنڈری سکولوں' کالجوں اور ٹیکنیکل اداروں پر 9 ارب 76 کروڑ روپے خرچ کیے

جائیں گے۔ نئی تعلیمی پالیسی، جس کا اعلان پہلے ہی کیا جا چکا ہے، کے مقاصد میں تعلیمی اداروں میں حاضری کے تناسب کو بڑھانا، سکول چھوڑنے کے تناسب کو کم کرنا، معیارِ تعلیم کو بہتر بنانا، تعلیمی نظام میں بدعنوانیوں کو ختم کرنا، امتحانی نظام کی خرابیوں کو دور کرنا اور نجی و غیر سرکاری تنظیموں کو فروغ تعلیم کے عمل میں شریک کرنا شامل ہیں۔

26۔ عوام کو صحت کی بنیادی سہولتیں مہیا کرنے کے لیے دیہی اور شہری علاقوں میں مختلف ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں کی حالت کو بہت بہتر کیا گیا ہے اور ان میں ڈاکٹروں، فنی عملے اور ادویات کی فراہمی کے لیے موثر اقدامات کیے گئے ہیں۔ مقامی سطح پر ہسپتالوں کے انتظام کو بخوبی چلانے کی غرض سے ڈسٹرکٹ ہیلتھ اتھارٹیز کا قیام ایک اہم قدم ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایت کے مطابق موجودہ سال ہنگامی صحت پروگرام کے تحت شعبہ حادثات میں پہلے 24 گھنٹے کے دوران مریضوں کو بلا معاوضہ طبی سہولتوں کی فراہمی پر 3 کروڑ روپے خرچ کیے گئے۔ جبکہ دو کروڑ روپے طبی آلات کی مرمت پر خرچ ہوئے۔ آئندہ سال بنیادی مراکز صحت اور تحصیل ہسپتالوں میں ادویات کی فراہمی پر36 کروڑ روپے جبکہ شہری علاقوں میں مختلف ہسپتالوں میں ادویات پر 40 کروڑ 71 لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ بعض تدریسی ہسپتالوں و کالجوں کو خود مختاری دے کر ان اداروں میں چیف ایگزیکٹوز کی تعیناتی کی جائے گی۔

27۔ دیہی سطح اور تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کی کنٹریکٹ پر بھرتی کا عمل ہم نے ہی روشناس کرایا ہے جس سے برسوں سے خالی اسامیاں پُر کی گئیں۔ ادویات کی ترسیل کو موثر بنانے کے لیے میڈیکل سٹور ڈپو کے بجٹ میں مناسب رقوم مہیا کی گئی ہیں۔ جبکہ جعلی ادویات اور عطائیت کے قبیح کاروبار میں ملوث عناصر کے خلاف صوبے بھر میں بھرپور مہم زوروشور سے شروع کی گئی ہے۔ ڈاکٹروں اور طبی عملے کی دور دراز علاقہ میں حاضری کو یقینی بنانے کے لیے چیکنگ اور مانیٹرنگ کا باقاعدہ نظام وضع کر کے اسے عملی طور پر نافذ کیا گیا ہے۔ اسی طرح رورل ہیلتھ سنٹر کی سطح پر مالی اور انتظامی اختیارات تفویض کیے گئے ہیں تاکہ مقامی سطح پر بروقت فیصلوں کے ذریعے بہتر طبی سہولتیں فراہم کی جاسکیں۔

28۔ زراعت ہمیں بہت عزیز ہے۔ موجودہ حکومت نے اقتدار سنبھالتے ہی زرعی پیداوار میں کمی کے رجحان اور کاشت کاری کی حوصلہ شکنی کا باعث بننے والے عوامل کو دور کرنے پر خصوصی توجہ دی جن کو سابقہ ادوار میں بالکل نظر انداز کیا گیا۔ وزیر اعظم پاکستان نے خود انحصاری کے قومی ایجنڈے

میں زرعی شعبے کے لیے انقلابی اور تاریخ ساز سہولیات پر مشتمل پیکج کا اعلان کیا ہے۔ جس میں کاشت کاروں کو 40 ارب روپے کے زرعی قرضہ کی سہولت دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین) ملکی تاریخ میں پہلی مرتبہ ٹریکٹروں کی قیمت میں ایک لاکھ روپے سے لے کر ایک لاکھ 40 ہزار روپے تک کی کمی کی گئی ہے۔(نعرہ ہائے تحسین) جبکہ بلڈوزرز' کمبائنڈ ہارویسٹرز اور دیگر زرعی مشینری و آلات پر سیلز ٹیکس ختم کر دیا گیا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)۔ یہ قدم ملک میں سبز انقلاب برپا کرنے کی سمت میںایک بے حد اہم اور عظیم پیش رفت ہے۔

29۔ مجھے یہ اہم اعلان کرتے ہوئے انتہائی مسرت ہو رہی ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے ٹریکٹر کی خرید پر مزید ایک لاکھ روپے کی رعایت یا سب سڈی کا فیصلہ کیا ہے۔ اور یہ رعایت پانچ ہزار ٹریکٹرز کے لیے ہوگی۔(نعرہ ہائے تحسین) جس پر حکومت پنجاب کے 50 کروڑ روپے کے اخرجات ہوں گے۔جناب سپیکر! یہاں میں یہ وضاحت کرتا چلوں کہ اس سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے نہایت شفاف اور فول پروف طریقہ کار وضع کیا جائے گا تاکہ اس رعایت کو چھوٹا کاشت کار بھی حاصل کر سکے۔ اس طرح ٹریکٹر کی قیمت میں ایک ریکارڈ رعایت دی گئی ہے۔ اس سے زراعت کی ترقی انقلابی بنیاد پر ہوگی۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کی طرف سے زرعی شعبے کو درپیش مسائل کے حل کے لیے ایک خصوصی ٹاسک فورس بھی قائم کی گئی۔ اس ٹاسک فورس نے گندم کی پیداوار میں 20 فی صد اضافہ' کپاس کی پیدوار بڑھانے کے لیے ایکشن کمیٹی کے قیام' زرعی تحقیق کو منظم اور قابل عمل بنانے' کسانوں کو زرعی پیداوار کے معقول معاوضہ ادا کرنے اور زرعی ادویات میں ملاوٹ کے مکروہ دھندے کے خاتمے کے لیے جامع لائحہ عمل وضع کیا ہے۔ جس پر عمل در آمد جاری ہے۔

30۔ موجودہ حکومت نے زرعی خود کفالت کے خواب کی تعبیر پانے اور کاشت کار طبقہ کی معاشی حالت کو سنوارنے کے لیے پہلی بار گندم کی قیمت 185 روپے سے بڑھا کر 240 روپے فی 40 کلو گرام مقرر کی۔ اری چاول اور سورج مکھی کی قیمت بھی بڑھائی گئی۔ اسی طرح گنے کی قیمت 24 روپے سے بڑھا کر 35 روپے فی 40 کلوگرام کر دی گئی۔ زرعی اجناس کی قیمتوں میں اضافے سے کاشت کار طبقہ کو پیداوار بڑھانے کی زبردست ترغیب ملی ہے۔ اس سال بفضل تعالیٰ گندم کی فصل بھی اچھی ہوئی اور محکمہ خوراک نے اپنا 25 لاکھ ٹن گندم خریدنے کا ہدف بھی تقریباً مکمل کر لیا ہے ۔(نعرہ ہائے تحسین) زمینی و آبی وسائل کی ترقی کے لیے نیشنل ڈرینج پروگرام کا اعلان کیا گیا۔ اس

سے نہری پانی کے بہتر استعمال اور بارانی علاقوں میں اصلاح آب پاشی کے پروگرام کو تیز کرنے کی راہ ہموار ہوئی۔ زرعی تحقیق کی رفتار تیز تر کرنے کے لیے "ریسرچ فنڈ" کا قیام عمل میں لایا گیا۔ کپاس تقریباً 60 لاکھ 35 ہزار ایکڑ رقبے پر کاشت کی گئی۔ کپاس کی فصل سے 68 لاکھ گانٹھیں حاصل ہوئی ہیں۔ کماد کی کاشت 16 لاکھ 93 ہزار ایکڑ پر ہوئی۔ جس سے پیداوار کا اندازہ 3 کروڑ 21 لاکھ 10 ہزار ٹن ہے۔ اس سے چینی کی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے اور گزشتہ 5 برسوں میں پہلی بار چینی کم نرخوں پر کھلے عام فروخت ہو رہی ہے۔ جبکہ بیرونی ممالک کو اس کی برآمد سے قیمتی زرمبادلہ بھی حاصل ہو رہا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

31۔ اگلے سال زراعت کی مد میں جاری بجٹ سے کل ایک ارب 88 کروڑ روپے خرچ کیے جائیں گے۔ جن میں سے اصلاح آب پاشی پروگرام پر 3 کروڑ روپے، ہمواری زمین کے لیے 52 کروڑ 75 لاکھ روپے اور تحفظ نباتات پر اٹھنے والے اخراجات کا تخمینہ 28 کروڑ 63 لاکھ روپے ہے۔ مزید برآں آئندہ سال زرعی تحقیق پر جاری بجٹ سے 46 کروڑ 41 لاکھ روپے خرچ کیے جائیں گے۔

32۔ پنجاب میں آب پاشی کا ایک وسیع اور مربوط نظام موجود ہے۔ صوبے کی 23 ہزار میل لمبی نہروں، ٹیوب ویلوں، حفاظتی بندوں اور چھوٹے ڈیموں کی دیکھ بھال اور مرمت کے لیے اگلے مالی سال میں 88 کروڑ 15 لاکھ روپے خرچ کیے جائیں گے۔ سکارپ ٹیوب ویل اپنی مقررہ مدت پوری کرنے کے بعد استعمال کے قابل نہیں رہے۔ ان کا مزید چلانا سرکاری خزانے پر سراسر بوجھ تھا۔ حکومت ایک منصوبے کے تحت ان ٹیوب ویلوں کو بتدریج ختم کر رہی ہے۔

جناب سپیکر!

33۔ پاکستان مسلم لیگ کی حکومت نے لاقانونیت اور دہشت گردی کے موثر سدباب اور امن و امان کی صورت حال میں بہتری کے لیے انتہائی نتیجہ خیز اور ٹھوس منصوبہ بندی کی ہے۔ موجودہ حکومت کی امن و امان کے بارے میں ترجیحات میں دہشت گرد عناصر کا سراغ لگا کر ان کی گرفتاری کو یقینی بنانا، فرقہ پرست دہشت گردوں کی گرفتاری کے لیے انعامی رقوم کا اعلان، عبادت گاہوں، مساجد، دینی مدارس اور تجارتی مراکز کی حفاظت، موٹر سائیکل پر ڈبل سواری پر پابندی، دہشت گردی کے خاتمے کے لیے ایلیٹ فورس کا قیام، انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997ء کا نفاذ، محلہ محافظ کمیٹیوں کا احیاء، ناجائز اسلحہ کی برآمدگی، انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالتوں میں دہشت گردی کے مقدمات کی فوری سماعت اور

حساس نوعیت کے مختلف وفاقی اور صوبائی اداروں اور سراغ رساں ایجنسیوں میں قریبی رابطے کا فروغ شامل ہیں۔

34۔ انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالتوں نے اگست 1997ء سے اس سال 31 مارچ تک کل 215 مقدمات کو نمٹایا ہے جن میں سے 70 مقدمات میں ملزمان کو سزائے موت سنائی گئی جبکہ 31 کیسوں میں مختلف مدت کی قید کی سزائیں دی گئیں۔ پولیس افسران و جوانوں کی کارکردگی کو بہتر بنانے کی غرض سے اب تک بدعنوانی' فرائض سے غفلت اور نااہلیت کی بنیاد پر 1656 اہل کاروں کو نوکری سے معطل' 201 کو لازمی ریٹائر جب کہ 139 کو برخاست اور 16 کو تنزلی کی سزائیں دی گئی ہیں۔ البتہ فرض شناس اور دیانت دار جوانوں اور افسران کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔

35۔ موجودہ حکومت نے پولیس فورس کو تربیت یافتہ سماج دشمن عناصر کا مقابلہ کرنے کے قابل بنانے کے لیے جدید اسلحہ' وائرلیس سیٹ اور تیز رفتار ٹرانسپورٹ مہیا کرنے کے علاوہ جدید تقاضوں کے مطابق سپیشل سروسز گروپ کے کمانڈوز کی زیرِ نگرانی تربیتی سہولیات کی فراہمی کے لیے بیدیاں روڈ پر ایلیٹ ٹریننگ سکول قائم کیا ہے۔ جہاں پر 600 پولیس افسران پر مشتمل پہلا دستہ ٹریننگ مکمل کرنے کے بعد مختلف اضلاع میں اپنے فرائضِ منصبی سرانجام دے رہا ہے جب کہ 1000 جوانوں کا دوسرا دستہ اس وقت زیرِ تربیت ہے۔

36۔ آئندہ سال 5000 سپاہیوں کی فراہمی کے لیے 25 کروڑ 75 لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ علاوہ ازیں ایلیٹ فورس کی استعداد و اہلیت بڑھانے اور راشن الاؤنس کے لیے ایک کروڑ 35 لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ اسی طرح محکمہ پولیس پر اگلے مالی سال کے دوران کل 6 ارب 41 کروڑ روپے کے اخراجات تجویز کیے گئے ہیں۔

سالانہ ترقیاتی پروگرام 99-1998ء

جنابِ والا!

37۔ اگلے مالی سال کے ترقیاتی بجٹ کا کل حجم 17 ارب روپے ہے جو رواں مالی سال کے ترقیاتی بجٹ سے دو ارب روپے یعنی 13.33 فی صد زیادہ ہے۔ مالی سال 98-1997ء میں ہم نے تمام تر دستیاب وسائل کو پہلے سے جاری ترقیاتی منصوبوں کو تیزی سے مکمل کرنے پر صرف کیا۔ یہ فیصلہ ہمارے سیاسی ایثار و قربانی اور اقتصادی دانش مندی کا واضح ثبوت ہے کہ ہم نے سیاسی مصلحتوں سے

بالاتر ہو کر سابقہ حکومت کے منصوبہ جات کو ادھورا چھوڑنے کی بجائے عوامی مفاد کی خاطر انھیں جاری رکھا اور تکمیل کو پہنچایا۔ آئندہ مالی سال کے دوران ہم نے نئے منصوبہ جات کو بھی اہمیت دی ہے اور اس مقصد کی خاطر سالانہ ترقیاتی پروگرام کے حجم کو حسب ضرورت بڑھایا گیا ہے۔ تاہم اب بھی 7 ارب 33 کروڑ روپے جاری ترقیاتی پروگراموں کے لیے رکھے گئے ہیں۔ جب کہ 9 ارب 67 کروڑ روپے کی خطیر رقم نئے ترقیاتی پروگراموں کے لیے مختص کی گئی ہے جو کہ کل ترقیاتی پروگرام کا 57 فی صد ہے۔

38۔ اس سال کا سب سے اہم فیصلہ منتخب نمائندوں کی معاونت سے ایک ایسا مربوط معاشی پروگرام وضع کرنا ہے جس کی بنیادیں محدود جماعتی اغراض و مقاصد پر قائم نہ ہوں' بلکہ یہ ایک سماجی فلسفے اور مسلمہ معاشی اصولوں پر استوار ہونے کے علاوہ معیشت کے ان بنیادی قواعد کے عین مطابق ہوں جو ترقی کی رفتار کو تیز تر کر کے مجموعی قومی آمدنی میں اضافہ کرنے اور معاشی جمود (recession) کو ختم کرنے میں مددگار ہوں۔

جناب والا!

39۔ ہم نے دو ارب روپے کی خطیر رقم سے ایک جامع اور ہمہ گیر دیہی ترقیاتی پروگرام شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اس خطیر رقم سے عوامی نمائندے اپنے اپنے اضلاع میں باہم مل جل کر لوگوں کی ترقی و خوش حالی کے لیے ایسی سکیمیں متعارف کرا سکیں گے جو کہ مقامی ترجیحات سے مطابقت رکھتی ہوں اور ان کے ضلع کے عوام کی بنیادی ضرورتوں اور امنگوں کے مطابق ہوں۔ معزز ارکان پنجاب اسمبلی اس پروگرام کی منصوبہ بندی' عمل درآمد اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے ذمہ دار ہوں گے۔ اس پروگرام سے ہم یہ بات بھی ثابت کر سکیں گے کہ اگر ترقیاتی عمل دیہات سے شروع کر کے قومی سطح پر لے جانا مقصود ہو تو اسے ایک ایسی معاشی لڑی میں پرونا ممکن ہے جو کہ ہر سطح پر اقتصادی نمو کا مثالی نمونہ ہونے کے علاوہ قومی تعمیر نو کے دیگر شعبوں کے لیے ایک قابل رشک مثال بھی ہو اور جو محدود وسائل کے ضیاع کا باعث بننے کی بجائے نئی پیداواری سرگرمیوں اور معاشی ترقی کی نئی راہیں کھولنے کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ دیہی ترقی و خوش حالی کا یہ پروگرام ان منصوبہ جات کے علاوہ ہوگا جن پر SAP کے تحت عمل درآمد جاری ہے۔ اپنی نوعیت کا یہ منفرد اور اضافی پروگرام خود انحصاری کی نئی راہوں کی نشان دہی کرتا ہے۔ نیز یہ ایک شفاف عمل ہو

کا اور اس میں پایہ تکمیل تک پہنچنے والے منصوبہ جات کا ایک تیسرے غیر جانب دار فریق سے انسپکشن اور آڈٹ کرایا جائے گا۔

40۔ مالی سال 99-1998ء کے لیے ہمارا ایک اور پروگرام 60 کروڑ روپے کی لاگت سے چھوٹی صنعتوں بالخصوص کاٹیج انڈسٹری کی تیز رفتار ترقی اور اسے کامیابی کی رفعتوں تک پہنچانا ہے تاکہ وطن عزیز میں گھریلو صنعت کاری وہ منازل طے کر سکے جس کا نمونہ ہمیں مشرق بعید اور خصوصاً جاپان میں دیکھنے کو ملتا ہے اور ٹویوٹا جیسی کثیر القوی فرم کاروں کی تیاری کے کام کو ایک گھریلو صنعت کے طور پر کامیابی سے چلاتی ہے۔ سائنس و ٹیکنالوجی کے موجودہ دور میں ہمیں پرانی صنعتوں کو چھوڑ کر صنعت کاری کے نئے افق تلاش کرنا ہوں گے جو ہمیں درآمدات کی بجائے مقامی خام مال سے مصنوعات تیار کرنے اور برآمدات کے فروغ میں مدد دیں' جو ہمیں الیکٹرانکس سے لے کر کمپیوٹر پروگرامنگ تک لے جائیں۔ اس صنعتی پروگرام کے ذریعے ہمارے دیہات اور شہروں میں نہ صرف بے روزگار نوجوان طبقے کو باعزت روزگار فراہم ہو سکے گا' بلکہ صوبے کی اقتصادی ترقی کی رفتار کو تیز تر کرنے میں بھی مدد ملے گی۔ ایک اندازے کے مطابق اس پروگرام سے پچاس ہزار افراد کو ملازمت کے براہِ راست مواقع ملیں گے۔

41۔ اسی سمت میں ضلعی سطح پر پیشہ وارانہ تربیتی اداروں (VTIs) کا قیام ایک اہم منصوبہ ہے۔ حکومت پنجاب ان اداروں سے تربیت حاصل کرنے والے جدید ہنروں اور فنی مہارتوں سے آراستہ نوجوانوں کو ترجیحی بنیادوں پر قرضہ جات مہیا کرے گی تاکہ ہماری مستقبل کی چھوٹی صنعت کی قیادت تربیت یافتہ اور باصلاحیت نوجوانوں کے ہاتھ میں ہو۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں اس پروگرام کا آغاز آپ کی حکومت نے کیا ہے۔ ہم نے اس پروگرام کو مزید بہتر اور انتہائی جدید بنانے کا عہد کر رکھا ہے جو ہمیں ترقی کی نئی بلندیوں کی طرف لے جائے گا۔ مزید برآں ہمارے ان ہونہار اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لیے دوسرے ممالک سے تجارت کے راستے بھی ہموار ہوں گے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنے پیشہ ور اور فنی ماہرین کی غیر ممالک کو روانگی (Brain Drain) کے عمل کے آگے بند باندھیں اور اپنے نوجوانوں کی صلاحیتوں اور علم سے وطن عزیز کے قریہ قریہ اور کوچے کوچے کو منور کریں۔

42۔ ہمارے اگلے مالی سال کا ایک اور قابلِ ذکر منصوبہ لاہور' فیصل آباد دو رویہ سڑک کی تعمیر ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اس اہم شاہراہ کو ایک عشرہ سے زائد عرصے تک محض سوچ بچار کے سرد خانے

میں رکھا گیا۔ ہمارے صوبہ کے شمال اور جنوب میں بھی اتنی ہی اہم شاہرات ہیں مگر اس شاہراہ کی تعمیر کو تجرباتی طور پر اس لیے شروع کیا گیا کہ اس پر ہیوی ٹریفک کا بوجھ سب سے زیادہ ہے اور یہ دو بڑے صنعتی و تجارتی مراکز کے درمیان ایک اہم رابطہ فراہم کرتی ہے۔ ہم یہ تجربہ کرنے کا بھی ارادہ رکھتے ہیں کہ ترقی یافتہ ممالک میں تعمیر ہونے والی شاہراہوں کی طرح اس کلیدی سڑک کی تعمیر پر اٹھنے والے اخراجات کے لیے بانڈز کے اجراء یا کسی اور اچھوتے طریقہ کار کو اختیار کیا جائے جو وسائل کی شدید کمیابی کے اس دور میں نئے انداز کی فنانسنگ سرمایہ کاری کے جدید ماڈل کے طور پر متعارف ہو اور ہم بڑے بڑے مواصلاتی پراجیکٹس کی بروقت اور معیاری تکمیل کے ایک ایسے نئے دور میں داخل ہوں جس میں نجی و سرکاری شعبے قدم سے قدم ملا کر چل سکیں۔

43- اسی طرح 5 ارب روپے کی لاگت سے میونسپل فنڈ کا اجرا 99-1998ء کا ایک اور عظیم منصوبہ ہے جو عالمی بنک کے تعاون سے قائم کیا جائے گا۔ اس کثیر الجہت پروگرام کے کئی قابل ذکر پہلو ہیں۔ اس کے تحت مقامی بلدیاتی اداروں کے مختلف ذرائع سے وسائل اور آمدن دونوں کو بہتر بنایا جائے گا۔ جس سے ان کی مالی حالت کو مستحکم کرنے کی راہ ہموار ہوگی اور بلدیاتی ادارے میونسپل فنڈ میں سے قرضہ لے کر عوامی فلاح و بہبود اور شہری سہولتوں کے منصوبہ جات کا آغاز کر سکیں گے۔ یہ پروگرام بلا شبہ اصلاحی اقدامات کا منبع اور وسائل کی بہتری کی جانب ایک اہم جست کے مترادف ہے۔ 5 ارب روپے کی اس خطیر رقم سے بڑے شہروں کے فراہمیٔ آب، سڑکات، نکاسیٔ آب، صحت و صفائی اور دیگر بنیادی ضروریات کے منصوبوں کا آغاز ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز یعنی بہاول پور، ملتان، ڈیرہ غازی خان، گوجرانوالہ، سرگودھا، راولپنڈی اور سیالکوٹ کے لیے خطیر رقوم بھی مختص کی گئی ہیں تاکہ ان بڑے شہروں کے زوال پذیر طبعی ڈھانچے Physical Infrastructure کی از سر نو تعمیر کی جا سکے۔ ہمارے شہروں کا فرسودہ اور ناکارہ ٹرانسپورٹ کا نظام ان کی پیشانی پر ایک بدنما داغ ہے۔ ہم اربن ٹرانسپورٹ کے ایک پراجیکٹ کا آغاز بھی کر رہے ہیں تاکہ بیرونی سرمایہ کار ایک جدید، آرام دہ اور باوقار ٹرانسپورٹ کا نظام قائم کرنے میں ہماری مدد کریں۔ اب تک ایک درجن سے زائد غیر ملکی فرموں نے اس پروجیکٹ میں اپنی گہری دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہم ان شاء اللہ اس ماڈرن ٹرانسپورٹ منصوبے کا اجرا پانچ بڑے شہروں یعنی لاہور، ملتان، فیصل آباد، گوجرانوالہ اور راولپنڈی سے کریں گے اور پھر اسے ان شاء اللہ مرحلہ وار دوسرے شہروں میں بھی متعارف کرائیں گے۔

جناب والا!

44۔ میں نے اب تک ترقی کے جن منصوبہ جات کا ذکر کیا ہے وہ ہمارے صاحب بصیرت اور فعال وزیر اعلیٰ کے غور و فکر، شب و روز محنت اور بہترین انتظامی صلاحیتوں کا ثمر ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین) وزیر اعلیٰ نے اپنے فرائض منصبی کی بجا آوری میں اپنی ذات کو لگن اور جانفشانی کی ایک قابل تقلید مثال کے طور پر پیش کیا ہے۔ اس مثال کے دور رس اثرات کابینہ کے ارکان اور سرکاری افسران پر بھی مرتب ہوئے ہیں۔ چنانچہ پنجاب پہلی بار ایک متحرک صوبے کے طور پر شاہراہ ترقی کے Fast Track پر رواں دواں ہے۔

45۔ ہم مسلم لیگ اور حلیف جماعتوں کے معزز ارکان اسمبلی کے از حد شکر گزار ہیں کہ اس نازک اور مشکل گھڑی میں وزیر اعظم پاکستان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے صوبائی وزراء اور ممبران اسمبلی نے تنخواہیں اور میڈیکل الاؤنس نہ لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) انھوں نے ذاتی ایثار و قربانی کی اعلیٰ مثال قائم کی ہے۔ حالانکہ ان سب دوستوں کا تعلق صاحب ثروت اور متمول طبقے سے نہ ہے۔ منتخب نمائندوں کی طرف سے یہ ایک ایسی قابل تقلید مثال ہے جس سے متاثر ہو کر معاشرے کے دیگر طبقات بھی بخوشی اس راستہ کو اپنائیں گے۔ بچت اور کفایت شعاری کے کلچر کو فروغ دینے کی غرض سے ہم نے وسیع و عریض رقبوں پر محیط ان تمام بڑے بڑے اور عالی شان بنگلوں کو نیلام کرنے کا فیصلہ کیا ہے جو مختلف شہروں میں مٹھی بھر افسران کی سرکاری رہائش گاہوں کے طور پر استعمال میں لائے جا رہے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) وزیر اعظم پاکستان کے حالیہ اعلان کے مطابق ہم بنگلوں کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقوم کو اسی شہر کی تعمیر و ترقی کے منصوبوں اور اس کے مکینوں کو جدید شہری سہولیات کی فراہمی پر خرچ کریں گے۔ اسی طرح دیگر سرکاری جائیدادوں کو ناجائز قابضین سے واگزار کرا کے نیلام کیا جائے گا۔ اس کام کا آغاز لاہور شہر سے کیا گیا ہے۔ جہاں پر 50 کروڑ روپے سے زائد مالیت کی جائیداد نیلام کر کے عوامی فلاح و بہبود کی اہم سکیموں کو عملی جامہ پہنایا جا رہا ہے۔ اسی طرح راولپنڈی میں سرکاری اراضی کی نیلامی سے اب تک 6 کروڑ روپے حاصل ہوئے ہیں۔

46۔ وقت کی آواز ہے کہ ہم جھوٹی آن بان کے فریب سے نکل کر حقیقت کی دنیا میں قدم رکھیں۔ ملک عزیز ہم سے اسی بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہمیں ترقی کی خاطر خود انحصاری کا راستہ اپنانا ہو گا اور اغیار کے آگے ہاتھ پھیلانے کی بجائے قربانی کا جذبہ پیدا کرنا ہوگا کہ اسی میں ہماری ترقی کا راز ہے۔ غیروں سے قرض لے کر گھر نہیں سنوارے جاتے اور نہ ہی اس طرح سر اٹھا کر چلنے کی ہمت اور

جرأت پیدا ہوتی ہے۔

بقول اقبال،

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

(نعرہ ہائے تحسین)

47۔ آئندہ مالی سال کے ترقیاتی پروگرام کی مزید چیدہ چیدہ خصوصیات کا تفصیلی جائزہ درج ذیل ہے۔

48۔ زراعت کے شعبہ کی اہمیت کے پیش نظر زراعت اور زراعت سے متعلقہ شعبہ جات مثلاً کھیت سے منڈی تک سڑکیں ' جنگلات' ماہی پروری ' آبپاشی وغیرہ کے لیے 2 ارب 97 کروڑ روپے کی رقم مختص کرنے کی تجویز ہے جو کل ترقیاتی پروگرام کا 17.50 فی صد ہے۔ آئندہ سال کاشتکاروں کی معاونت سے 1957 کھالوں کی اصلاح ' دیکھ بھال اور 32730 ایکڑ زمین کاشتکاری کے لیے ہموار کی جائے گی۔ اس کے علاوہ 115 پرانے بلڈوزروں کی مرمت ' گندم اور پھلوں کی پیداوار میں اضافے کے لیے تحقیق و ترقی ' زرعی شماریات میں بہتری' زرعی تحقیق میں تنظیم نو اور توسیع کے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ بہتری کے منصوبہ جات پر بھی عمل در آمد کیا جائے گا۔ زرعی اجناس کی منڈیوں تک نقل و حمل کے لیے کھیت سے منڈی تک سڑکوں کی تعمیر کا ایک جامع پروگرام جاری ہے۔ اس پروگرام پر ایک ارب روپے خرچ ہوں گے جس سے تقریباً 600 کلومیٹر نئی سڑکوں کا اضافہ متوقع ہے۔

49۔ زرعی ترقی کے لیے نظام آب پاشی کی بہتری اور آب پاشی کے لیے پانی کی فراہمی ایک نہایت ہی اہم جزو ہے۔ 1998-99ء میں اسی شعبے کے لیے ایک ارب 30 کروڑ روپے کی رقم مختص کرنے کی تجویز ہے جو رواں مالی سال کے مقابلے میں 18.28 فی صد زیادہ ہے۔ آئندہ مالی سال میں سیلاب سے متاثر ہونے والے نہری نظام کو جس پر 1997-98ء میں کام شروع کیا گیا تھا پایہ تکمیل تک پہنچایا جا سکے گا۔ اس مقصد کے لیے 16 کروڑ 70 لاکھ روپے کی رقم مختص کی جا رہی ہے۔ اسی طرح نہری تنصیبات کی بحالی پر 4 کروڑ روپے خرچ کرنے کا پروگرام بھی شامل ہے۔ دوران سال 1998-99ء تھل کینال کی ریماڈلنگ پر 20 کروڑ روپے خرچ کیے جائیں گے جبکہ مہاڑ لفٹ اری گیشن سکیم پر بھی 2 کروڑ 10 لاکھ روپے خرچ کرنے کا منصوبہ ہے۔ اس طرح سے اگلے سال 40 کلو میٹر لمبی نہروں کی بحالی کا عمل مکمل ہو گا جبکہ 15 کلومیٹر نہروں کی ریماڈلنگ اور 15 کلومیٹر نہروں کو پختہ کیا

جاسکے گا تاکہ پانی کے ضیاع کو کم سے کم کیا جاسکے۔

50۔ صوبے میں آمد و رفت کی سہولتوں کو بہتر بنانے اور ترقی کی رفتار تیز کرنے کے لیے شاہرات کا ایک ایسا وسیع نظام درکار ہے جو ہمیں عصر جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ کر سکے۔ اس کے لیے آئندہ مالی سال میں ایک ارب 53 کروڑ روپے تجویز کیے گئے ہیں جو رواں مالی سال کے مقابلہ میں 47.50 فی صد زائد ہے۔ اس سیکٹر کے اہم منصوبہ جات میں گجرات سرگودھا روڈ 'چونیاں مجرہ روڈ' کچا کھوہ وہاڑی روڈ' ساہیوال عارف والہ قبولہ روڈ کی توسیع' دیپالپور اوکاڑہ براستہ پیلی پہاڑ سڑک کی تعمیر اور خوشاب مظفر گڑھ روڈ کی تعمیر نو شامل ہے۔ ایشیائی ترقیاتی بنک کی مدد سے پراونشل ہائی وے پراجیکٹ کے مرحلہ دوم کے لیے 6 کروڑ 44 لاکھ روپے مختص کرنے کی تجویز ہے۔ علاوہ ازیں آئندہ سال دریائے جہلم پر خوشاب کے قریب پل ' دریائے سندھ پر غازی گھاٹ پل کی مرمت اور پختگی ۔ ڈھوک پٹھان کے قریب دریائے سوہان پر پل ' چنڈ کے قریب دریائے چناب پر موجودہ ریل/روڈ برج کی Redecking دریائے راوی پر ہڑپہ کمالیہ روڈ پرکشتیوں کا پل اور ساہیوال میں دوسرا اوورہیڈ برج ان شاء اللہ مکمل ہوں گے جس سے صوبہ میں نقل و حمل کی سہولتوں میں خاطر خواہ اضافہ ہو گا۔

51۔ پانی کی فراہمی کو سہل بنانے کے لیے حکومت نے دیہی علاقوں میں پینے کے پانی اور نکاسی آب کی سہولتوں کے لیے ایک ارب 72 کروڑ روپے کی خطیر رقم مختص کی ہے۔ جس سے دیہی آب رسانی کی 385 سکیمیں اور نکاسی آب کی 1815 سکیموں پر عمل در آمد ہو گا جن میں سے آب رسانی کی 218 سکیمیں اور نکاسی آب کی 275 سکیمیں مکمل ہوں گی۔ ان منصوبہ جات کی تکمیل کے بعد 25 لاکھ افراد کی اضافی آبادی اچھے پانی اور صاف ماحول کی نعمت سے مستفید ہو سکے گی۔ دیہی آبادی کے علاوہ قصبوں اور شہروں میں بھی ان بنیادی سہولتوں کے لیے 30 کروڑ روپے رکھے جا رہے ہیں جس سے آب رسانی کی 4 سکیمیں اور سیوریج کی 7 سکیمیں مکمل ہوں گی۔ اس طرح 10 لاکھ افراد کی اضافی آبادی ان سہولتوں سے فیض یاب ہوگی۔ آئندہ مالی سال کے پروگرام میں سیوریج سکیم گجرات واٹر سپلائی سکیم چونڈہ ' ڈرینج سیوریج سکیم ہائے پنڈی بھٹیاں ' حافظ آباد ' احمد آباد ' عارف والہ ' توسیع واٹر سپلائی سکیم منکیرہ جیسے اہم منصوبہ جات کی تکمیل شامل ہے۔

52۔ شہروں میں زندگی کی بنیادی سہولتوں کی فراہمی کے لیے آئندہ مالی سال میں 2 ارب 14 کروڑ روپے کی خطیر رقم مختص کی جا رہی ہے۔ لاہور کا ترقیاتی ادارہ مختلف علاقوں میں 23 ٹیوب ویل نصب کرنے کے لیے 2 کروڑ 19 لاکھ روپے خرچ کرے گا۔ علاوہ ازیں 10 لاکھ 76 ہزار روپے کی

لاگت سے اندرون شہر 7 ٹیوب ویل بھی لگائے جائیں گے۔ جس سے لاہور کی کم ترقی یافتہ اکثریتی آبادی مستفید ہو گی۔ جبکہ اندرون شہر سڑکوں کی پختگی اور گلیوں کی بہتری کا کام بھی تقریباً 5 کروڑ 70 لاکھ روپے کی لاگت سے پورا ہو جائے گا۔ واسا نئے پروگرام کے تحت مختلف علاقوں میں واٹر سپلائی، سیوریج اور ڈرینج کی سہولتوں کی فراہمی کے لیے 11 کروڑ 65 لاکھ روپے خرچ کرے گا۔ ملتان میں شہری سہولتوں کو بہتر بنانے کے لیے 12 کروڑ 50 لاکھ کی رقم مختص کی جا رہی ہے۔ جس سے مختلف علاقوں میں پینے کے پانی کی سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔ شمالی علاقہ کے لیے LMQ سڑک سے بوسن روڈ تک بائی پاس کو ایک کروڑ 68 لاکھ روپے کی لاگت سے مکمل کیا جائے گا۔ اسی طرح ملتان کے جنوبی علاقہ میں LMQ روڈ سے جنرل بس سٹینڈ تک بائی پاس کی تعمیر کے لیے ایک کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ جبکہ ریلوے کراسنگ پر انڈر پاس کی تعمیر کا منصوبہ 4 کروڑ 10 لاکھ روپے کی لاگت سے ان شاء اللہ مکمل ہوگا۔ فیصل آباد میں آب رسانی، سیوریج کی سہولتوں کے لیے 20 کروڑ روپے کی خطیر رقم تجویز کی گئی ہے۔ آئندہ سال الٰہی آباد، ستیانہ روڈ سیوریج سکیم، برساتی نالہ نمبر 4 کی تعمیر، بہتری اور سرواہ راجباہ پر متبادل سیوریج ڈسپوزل سسٹم کے منصوبہ جات مکمل ہوں گے۔ جبکہ واٹر سپلائی سکیم چک 213 ر۔ب، فیصل آباد ایریا پراجیکٹ فیصل آباد سیوریج ڈرینج پراجیکٹ مرحلہ نمبر III جھنگ روڈ اور سرگودھا روڈ کی ری ماڈلنگ کے منصوبہ جات پر عملدرآمد شروع کیا جائے گا۔ گوجرانوالہ شہر کی ترقی کے لیے 13 کروڑ 80 لاکھ روپے کی رقم تجویز کی گئی ہے جس سے شاہ پور ڈسٹری بیوٹری کے ساتھ سیوریج سسٹم کی تعمیر، ریس کورس روڈ کی توسیع اور جناح روڈ کی توسیع کے منصوبہ جات مکمل ہوں گے جبکہ شہر کے مختلف علاقوں میں سیوریج سسٹم کی تعمیر، توسیع اور نئے 5 ٹیوب ویلوں کی تنصیب کا کام مکمل کیا جائے گا۔ راولپنڈی میں آب رسانی و نکاسی اور ڈرین کی سہولتوں کی فراہمی کے لیے 61 کروڑ روپے کی رقم فراہم کی جا رہی ہے۔ خانپور ڈیم سے پانی کے حصول کے لیے 50 کروڑ 72 لاکھ روپے فراہم کیے جا رہے ہیں اسی طرح اربن واٹر سپلائی اور سینی ٹیشن کے لیے 6 کروڑ 70 لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔

جناب سپیکر!

53 تعلیمی شعبہ کے لیے آئندہ سال 2 ارب 57 کروڑ روپے کی رقم تجویز کی گئی ہے۔ جس میں سے 70 کروڑ روپے ہائر سیکنڈری، کالج ایجوکیشن اور ٹیکنیکل ایجوکیشن پر صرف ہوں گے جبکہ ایک ارب

87 کروڑ روپے سوشل ایکشن پروگرام کے تحت ایلیمنٹری تعلیم کے لیے مختص کیے گئے ہیں۔ نارمل پروگرام کے تحت 6 سیکنڈری سکولوں کے اجراء' 21 ہائی سکولوں کو ہائر سیکنڈری سکولوں کا درجہ دینا' 7 ہائر سیکنڈری سکولوں کے لیے عمارات کی تعمیر۔ 34 ہائی/ ہائر سیکنڈری سکولوں کی مخدوش عمارات کی تعمیر اور ایسے ہی پانچ اداروں میں ہوسٹل کی سہولت کی فراہمی کے منصوبے بھی پایہ تکمیل کو پہنچ جائیں گے۔ فنی تعلیم کے شعبے میں 7 کمرشل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹس/ ووکیشنل انسٹیٹیوٹ برائے خواتین کی عمارات مکمل ہوں گی جبکہ 33 موجودہ کمرشل / ووکیشنل اداروں میں مختلف سہولیات مثلاً کمپیوٹر وغیرہ فراہم کی جائیں گی۔ تعلیمی معیار کی بہتری کے لیے صرف عمارات اور فرنیچر ہی کافی نہیں ہمارا اصل اثاثہ طالب علم اور محنتی اساتذہ ہیں۔ اس جوہر یکتا کی آبیاری کے لیے صوبہ بھر میں 28296 طلباء کو تعلیمی وظائف کی سہولیات فراہم کی جائیں گی۔

54 سوشل ایکشن پروگرام کے تحت 684 بغیر عمارات کے پرائمری سکولوں کے لیے عمارات مہیا کی ہوں گی ۔ (جناب سپیکر اجازت ہو تو یہ ساری details speech میں لکھی ہوئی ہیں ۔ ممبران پڑھ لیں گے ۔ میں آگے چلا جاؤں)

جناب سپیکر: ٹھیک ہے ۔

وزیر خزانہ : جبکہ 647 مسجد مکتب سکولوں کو باقاعدہ سکول کا درجہ دیا جائے گا۔ 272 پرائمری سکولوں کو مڈل تک کا درجہ حاصل ہوگا۔ 998 پرائمری سکولوں کی چار دیواری تعمیر کی جائے گی۔ مزید برآں دس ہزار پرائمری سکولوں کو فرنیچر کی سہولیات میسر ہوں گی۔ ایک ہزار پرائمری سکولوں میں تفریحی سہولیات فراہم کرنے کے لیے 2 کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ خصوصی تعلیم کے تحت کمالیہ میں بہرے بچوں کا پرائمری سکول قائم ہو گا کمپیوٹرائزڈ بریل پرنٹنگ پریس لاہور کی عمارت کی تعمیر 20 لاکھ روپے کی لاگت سے مکمل کی جائے گی۔

55 سالانہ ترقیاتی پروگرام برائے 1998-99ء کے لیے صنعت و حرفت کے شعبے میں 6 کروڑ 50 لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ آئندہ مالی سال میں چار تیار شدہ پارچہ جات کے تربیتی ادارے سیالکوٹ' فیصل آباد' بہاولپور اور ملتان میں مکمل کیے جائیں گے۔ معدنیات کے حوالے سے ضلع جھنگ میں خام لوہے کی تلاش اور کھدائی کا کام مکمل کیا جائے گا۔ کشیدہ کاری سنٹر تاندلیانوالہ میں مکمل کیا جائے گا۔

56 صحت کے شعبہ میں ایک ارب 45 کروڑ روپے کی خطیر رقم مختص کی جا رہی ہے جس میں سے 90 کروڑ روپے کی رقم معمول کے پروگرام اور 55 کروڑ روپے کی رقم سوشل ایکشن پروگرام کے تحت استعمال کرنے کی تجویز ہے۔ نارمل پروگرام کے تحت طبی تعلیم کے لیے 18 کروڑ 12 لاکھ روپے' تدریسی ہسپتالوں کے لیے 35 کروڑ 81 لاکھ روپے اور ضلعی ہسپتالوں پر 36 کروڑ 5 لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ آئندہ مالی سال میں جنرل ہسپتال راولپنڈی کی تعمیر و توسیع' وکٹوریہ ہسپتال بہاولپور میں نیوکلیئر میڈیسن اور آن کالوجی کے شعبہ جات کے قیام کا کام مکمل ہوگا۔ یکی گیٹ لاہور میں 125 بستروں کے ہسپتال کی تکمیل ہو گی جبکہ ضلعی ہسپتال اوکاڑہ میں شعبہ حادثات اور ضلعی ہسپتال شیخوپورہ میں ایمرجنسی شعبہ کی تعمیر کا کام بھی مکمل ہو گا۔ جوہر آباد میں 125 بستروں کا ضلعی ہسپتال اور ڈیرہ غازی خان میں 250 بستروں کے ہسپتال کا کام پایہ تکمیل کو پہنچے گا۔ علاوہ ازیں ضلع نارووال میں نیا ضلعی ہسپتال 13 کروڑ 60 لاکھ روپے کی لاگت سے تعمیر کیا جائے اور بہاولنگر' وہاڑی' مظفرگڑھ اور راجن پور کے ضلعی ہسپتالوں کی توسیع کی جائے گی۔

57 سوشل ایکشن پروگرام کے تحت پھالیہ میں 40 بستروں کا ہسپتال' بھلوال کے تحصیل ہسپتال کی بہتری' جہانیاں میں 40 بستروں کا ہسپتال اور فورٹ منرو میں ہسپتال کی تعمیر کا کام مکمل ہو گا جبکہ تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال دیپالپور' خیر پور ٹامیوالی' احمد پور شرقیہ' یزمان کروڑ' لعل عیسن' شاہدرہ ٹاؤن لاہور' سوہاوہ' جنڈ' سمندری کی تعمیر کا کام جاری رہے گا۔ نئے پروگرام کے تحت باغبان پورہ لاہور' گوجرانوالہ' چکوال میں نئے ہسپتال' پنڈی بھٹیاں' حافظ آباد' ڈسکہ' فورٹ عباس' ہارون آباد' چشتیاں' صادق آباد کے ہسپتالوں میں توسیع کی جائے گی۔ بھارتی ضلع ڈیرہ غازی خان' ساہو کا ضلع وہاڑی' ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ' کوٹلی ستیاں ضلع راولپنڈی اور حویلی کورنگا ضلع خانیوال کے دیہی صحت کے مراکز مکمل کیے جائیں گے۔ جبکہ 64 دیہی مراکز میں ہومیو اور طبی ڈسپنسریوں کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ اس طرح 20 بنیادی صحت کے یونٹ کی تعمیر کا کام مکمل ہوگا۔ جبکہ 2 بنیادی صحت مراکز کا درجہ بھی بڑھایا جائے گا۔ مرحلہ وار پروگرام کے تحت ضلع اور تحصیل سطح کے ہسپتالوں میں شعبہ ایمرجنسی' شعبہ حادثات' شعبہ تولید اور دوسری سہولتیں مثلاً سوئی گیس' ٹرانسفارمر وغیرہ مہیا کرنے کا پروگرام شروع کیا جا رہا ہے۔ جس کے لیے 4 کروڑ روپے کی رقم آئندہ سال مختص کرنے کی تجویز ہے۔ اسی طرح سے مختلف ہسپتالوں میں الٹراساؤنڈ کی سہولیات کی فراہمی کے لیے 1 کروڑ 83 لاکھ روپے کی رقم مختص کی

جاری ہے۔

58 صوبے کے مختلف پسماندہ علاقوں کو نسبتاً ترقی یافتہ علاقوں کے ہم پلہ بنانے کے لیے مختلف ترقیاتی اداروں کی سرگرمیوں کو تیز تر کیا جا رہا ہے۔ اس مقصد کے لیے آئندہ مالی سال میں 11 کروڑ 70 لاکھ روپے کی رقم مختص کی جا رہی ہے۔ ان میں مری کہوٹہ' بہاولپور' ڈیرہ غازی خان اور چولستان کے ترقیاتی ادارے اور آباد شامل ہیں۔ بہاول پور دیہی ترقیاتی پراجیکٹ کے لیے 4 کروڑ 50 لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ اس پروگرام کے لیے ایشیائی ترقیاتی بنک اور انٹرنیشنل ڈویلپمنٹ بنک 19 کروڑ 80 لاکھ روپے اور 11 کروڑ 50 لاکھ روپے بالترتیب مالی امداد مہیا کریں گے۔ آئندہ مالی سال میں 49 کروڑ 30 لاکھ روپے کی لاگت سے ڈیرہ غازی خان دیہی ترقیاتی پراجیکٹ شروع کیا جا رہا ہے۔ جس کے لیے ایشیائی ترقیاتی بنک مالی امداد فراہم کرے گا۔ اس مقصد کے لیے تقریباً 57 لاکھ روپے کی رقم مختص کرنے کی تجویز ہے۔ جبکہ ایشیائی ترقیاتی بنک تقریباً 5 کروڑ 40 لاکھ روپے 1998-99ء کے دوران مہیا کرے گا۔

59 صوبہ کے ہزاروں لاکھوں لوگ آج بھی اپنے گھر کی نعمت سے محروم ہیں۔ کم آمدنی کے حامل افراد کو پلاٹ مہیا کرنے کے لیے 10 کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ کم آمدنی والے لوگوں کے لیے قرضے کی سہولیات کو بہتر و یقینی بنانے کے لیے ایک کروڑ روپے کی رقم بطور Seed Capital مختص کی جا رہی ہے جس کے تحت بنکوں سے قرضے کی سہولیات فراہم کی جائیں گی۔

جناب والا!

60 جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں ہمارے ترقیاتی پروگرام کا کل حجم 17 ارب روپے ہے۔ جبکہ جاریہ بجٹ 87 ارب روپے ہے یعنی کل 104 ارب روپے کی خطیر رقم سے ترقی اور بہتری کا عمل شروع ہوگا جو گزشتہ برسوں کے مقابلے میں بذات خود ایک ریکارڈ ہے۔ یہ رقم اصل میں ٹیکس دہندگان کی امانت ہے۔ ہم بابائے قوم حضرت قائد اعظم محمد علی جناح کے افکار کی وارث جماعت مسلم لیگ سے وابستہ ہیں اور ہم نے اس ملک کے مقدر کو اپنے لہو سے سینچا ہے۔ ہم نے تہیہ کر رکھا ہے کہ ہم قومی خزانے میں کسی قسم کی نقب زنی کو برداشت نہیں کریں گے۔ نیز جس قدر ممکن ہوا سادگی اور کفایت شعاری کا طرز عمل اپنائیں گے۔ ٹیکس دہندگان کے خون پسینہ سے حاصل ہونے والی رقم ہم نے پرتعیش تقریبات کی بجائے تعمیراتی منصوبوں اور ذاتی تشہیر پر لٹانے کی بجائے عوامی خوشحالی اور فلاح

و بہبود کی سکیموں پر خرچ کرنے کا عزم ارادہ کیا ہے۔ یہی وقت کا تقاضا ہے اور اسی میں ملک کا عظیم تر مفاد ہے۔" بچت اور مزید بچت " کے رہنما اصول پر سختی سے عمل پیرا ہوتے ہوئے جاری اخراجات میں مزید 15 ارب روپے کی کمی کرنے کی ہرممکن کوشش کی جائے گی۔ ہم محکمہ جات کو سائنسی بنیادوں پر استوار کریں گے۔ (Zero-based-Budgeting) کا نیا نظام متعارف کرانے کی کوشش کریں گے۔ بجٹ میں زیادہ سے زیادہ اضافے اور کفایت شعاری کے فروغ کے لیے تنخواہوں، پنشن اور ادویات وغیرہ کو چھوڑ کر پٹرول اسٹیشنری، سفری و روزانہ الاؤنس، بجلی و رہائش پر سرکاری ٹیلی فون کے استعمال اور اخبارات و رسائل پر اٹھنے والے اخراجات و دیگر غیرضروری اخراجات میں نمایاں کمی کرنے کا اعلان پہلے ہی کیا جا چکا ہے۔ وسائل میں اضافے کے لیے ٹیکسوں کی بنیاد کو وسیع کرنے اور موجودہ ٹیکسوں میں ردوبدل کرنے کی تجاویز فنانس بل کی صورت میں اس معزز ایوان کے سامنے پیش کی جا رہی ہیں۔

61 بجٹ کی معروضات عموماً خشک معلومات اور اعدادوشمار کا مجموعہ ہوتی ہیں۔ لیکن ہمارے لیے یہ دستاویز ایک عہد بھی ہے اور لائحہ عمل بھی ۔ اس بجٹ کے توسط سے ہم نے اپنے سینے میں موجزن قومی خدمت کے بےکراں جذبوں کا اظہار کیا ہے۔ وہ جذبے جو تعمیر وطن کی بنیاد ہیں اور غریبوں، محنت کشوں اور کسانوں کی محبت سے نمو پاتے ہیں۔ یہی جذبے ایک روشن مستقبل کی نوید ہیں۔ ایسا مستقبل جہاں ہرکس و ناکس زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے مستفید ہوتا ہے اور ملک و قوم کی تقدیر کا جھومر بنتا ہے۔

جناب سپیکر!

62 میں آپ کا اور اس معزز ایوان کا سپاس گزار ہوں کہ میری طویل گفتگو کو صبروتحمل سے سنا گیا۔ لیکن میں اپنی گزارشات کا اختتام اس حقیقت کے اظہار سے کرنا چاہوں گا کہ بحیثیت قوم ہم آج ایک نازک مقام پر کھڑے ہیں۔ ہمارا ایک قدم اگر ہمیں پستی کی طرف لے جا سکتا ہے تو وہی قدم مہ و پروین کا ہم نشین بنا سکتا ہے۔ فیصلہ ہمارے اپنے اختیار میں ہے۔ تنظیم، ایثار، لگن اور جہد مسلسل کی راہ اپنائیں یا تعصب، جہالت، نفرت اور تشدد کا راستہ اختیار کریں۔ پہلی راہ ترقی اور خوش حالی کی راہ ہے جبکہ دوسرا راستہ تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ ! ہماری بردبار اور روشن خیال قیادت نے جس کے سر پر کروڑوں عوام نے اپنے بےپایاں اعتماد اور محبت کا تاج سجایا پہلا راستہ اختیار کیا ہے کہ یہی وہ راستہ ہے

جس کا خواب اقبال نے دیکھا اور جس کے ہر سنگ میل پہ قائد نے آرزوؤں کے چراغ روشن کیے۔ ہمارے لیے یہ چراغ زاد راہ بھی ہیں اور نشان منزل بھی۔ اس راستے کی صعوبتیں ہمارے حوصلوں کو مہمیز کرتی ہیں۔ مصائب کی آندھیاں شوق سفر کو بڑھاتی ہیں۔ چھوٹی چھوٹی ناکامیاں کامیابی کا درس دیتی ہیں اور کامیابی ہمارے سر کو عجز و انکسار سے جھکاتی ہے۔ اہل وطن کو خبر ہو کہ ہم ایک نئے عزم سے آغاز سفر کر رہے ہیں۔ ہمارے سینے قربانی' ایثار ' محبت اور سچائی کی دولت سے معمور ہیں۔ ہم مزدوروں' کسانوں اور محنت کشوں کی ترقی کا علم اٹھائے رواں دواں ہیں۔ ہم خوش حالی کے سورج کی پہلی کرن ہیں۔ اس معزز ایوان کے ارکان دست تعاون دراز کریں تو ترقی و خوش حالی کی منزل ہماری دسترس میں ہے۔ لیکن جناب سپیکر! اسی ایک منزل پہ کیا موقوف' ہمارا آشیانہ تو اس سے بھی آگے ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو اس ایوان کے لیے اقبال کا یہ پیغام دہراتا چلوں کہ

فضا تیری مہ و پرویں سے ہے ذرا آگے
قدم اٹھا یہ مقام آسماں سے دور نہیں

پاکستان زندہ باد

میزانیہ بابت سال 99 - 1998ء

جناب سپیکر، سردار صاحب شکریہ! اب وزیر خزانہ سالانہ میزانیہ بابت سال 99-1998ء پیش کریں۔

وزیرخزانہ، جناب سپیکر! میں سالانہ بجٹ سال 99-1998ء پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، سالانہ میزانیہ بابت سال 99-1998ء پیش کر دیا گیا ہے۔ اب وزیر خزانہ ضمنی میزانیہ بابت 98-1997ء پیش کریں۔

ضمنی میزانیہ بابت سال 98 - 1997ء

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! میں ضمنی میزانیہ بابت سال 98-1997ء ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، ضمنی میزانیہ بابت سال 98-1997ء پیش کر دیا گیا ہے۔ اب وزیر خزانہ مسودہ قانون مالیات بابت سال 1998ء پیش کریں گے۔

پنجاب فنانس بل 1998ء

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! میں پنجاب فنانس بل برائے سال 99-1998ء متعارف کرواتا ہوں۔

جناب چیئر، مسودہ قانون بابت سال 1998 ، پیش کر دیا گیا ہے۔ مورخہ 16 اور 17 جون اجلاس وقفہ ہوگا۔ 18 تا 20 جون سالانہ بجٹ 99-1998، پر عام بحث ہوگی۔ جو اراکین اسمبلی اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے نام کی چٹیں سیکرٹری یا ایڈیشنل سیکرٹری کو بھجوا دیں۔ اب اجلاس مورخہ 18- جون 1998، تین بجے سہ پہر تک ملتوی ہوتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

جمعرات، 18۔ جون 1998ء

(پنج شنبہ، 22۔ صفر المظفر 1419ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس، اسمبلی چیمبر، لاہور میں شام 3 بج کر 50 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر (چودھری پرویز الٰہی) منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری سید صداقت علی نے حاصل کی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣٤﴾
يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ
لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ﴿١﴾ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ﴿٢﴾
يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ ﴿٣﴾ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ﴿٤﴾ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ﴿٥﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ﴿٦﴾
الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ﴿٧﴾ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ﴿٨﴾ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿٩﴾

سورۃ التوبہ آیت نمبر 34 تا 35 سورۃ الھمزۃ، مکمل

جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کے رستے میں خرچ نہیں کرتے اُن کو اُس دن کے عذاب الیم کی خبر سنا دو○ جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں (خوب) گرم کیا جائے گا۔ پھر اس سے ان (بخیلوں) کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی۔ (اور کہا جائے گا کہ) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا۔ سو جو تم جمع کرتے تھے (اب) اُس کا مزہ چکھو ہر طعن آمیز اشارتیں کرنے والے چغل خور کی خرابی ہے۔ جو مال جمع کرتا اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے○ اور خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کی ہمیشہ کی زندگی کا موجب ہوگا۔ ہرگز نہیں وہ ضرور حطمہ میں ڈالا جائے گا○ اور تم کیا سمجھے کہ حطمہ کیا ہے○ وہ خدا کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے○ جو دلوں پر جا لپٹے گی○ (اور) وہ اس میں بند کر دیے جائیں گے○ یعنی (آگ کے) لمبے لمبے ستونوں میں○

وما علینا الا البلاغ○

استحقاق

جناب سپیکر: تحاریک استحقاق take up کرتے ہیں۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 8' pending چلی آرہی ہے۔ جی مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب۔

نشان زدہ سوال نمبر 361 کے غلط جواب کی فراہمی

مولانا منظور احمد چنیوٹی ۔بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیربحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 20-04-98 کو میرے سوال نمبر 361 کا جواب حقائق کے برعکس دیدہ دانستہ طور پر غلط دیا گیا ہے۔ میرا سوال یہ تھا کہ فضل عمر ہسپتال ربوہ کے وارڈوں اور مریضوں کے کمروں میں ڈش انٹینا کے ذریعہ قادیانیت کی کھلم کھلا تبلیغ کی جاتی ہے جو امتناع قادیانیت آرڈیننس کی صریحاً خلاف ورزی ہے' حکومت اس قانون شکنی پر ضابطہ کی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؛ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؛ جواب میں یہ تسلیم کیا گیا کہ ہسپتال میں ڈش انٹینا کی سہولت موجود ہے اور M.T.A. سیٹلائٹ چینل قادیانیوں نے ٹھیکے پر حاصل کیا ہوا ہے جس کے ذریعے لندن کے پروگرام نشر کیے جاتے ہیں۔ لیکن مذکورہ ہسپتال قادیانیوں کی ملکیت ہے جہاں صرف قادیانیوں ہی کا علاج ہوتا ہے اور کسی مریض کی طرف سے کوئی شکایت بھی موصول نہیں ہوئی' اس لیے کارروائی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

یہ بات درست ہے کہ مذکورہ ہسپتال قادیانیوں کی ملکیت ہے لیکن یہ بات درست نہ ہے کہ وہاں پر صرف قادیانیوں کا علاج ہوتا ہے۔ یہ واقعات کے خلاف حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ وہاں قادیانیوں کی نسبت مسلمان مریضوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ وہاں کے رجسٹر چیک کر کے صحیح اعداد و شمار معلوم کیے جا سکتے ہیں۔ یہ ہسپتال محض مشنری مقاصد کے تحت بنایا گیا ہے۔ مفت علاج اور ہر قسم کی سہولتوں کی وجہ سے چنیوٹ شہر اور اس کے مضافات کے اکثر غریب اور نادار لوگ علاج کے لیے وہاں جاتے ہیں اور جسمانی بیماریوں سے شفایاب ہو کر وہاں سے روحانی بیماری کے مریض بن کر آتے ہیں۔ ان کی غربت اور مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ ان کو تبلیغ کرتے

ہیں اور ان کے ایمانوں پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ مقامی اور ضلعی انتظامیہ کو بارہا شکایت کی گئی لیکن روز مرہ کی اس قانون شکنی کا کوئی نوٹس نہیں لیا گیا۔ ان کی یہ ارتدادی مہم بدستور جاری ہے۔ آپ خود جا کر چیک کر سکتے ہیں۔ اسی طرح ہسپتال سے دوائی کی جو پرچی دی جاتی ہے اس پر بسم اللہ لکھ کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے آرڈیننس کی صریح خلاف ورزی کی جاتی ہے اور ہر روز قانون کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں۔

لہٰذا مذکورہ جواب جھوٹ پر مبنی ہے اور حقائق کو مسخ کر کے دیا گیا ہے جس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے' لہٰذا میری اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب! آپ اس بارے میں کوئی short statement دینا چاہتے ہیں یا کہ آپ کی تحریک ہی کافی ہے؟ کیونکہ اس میں کافی چیزیں cover ہو چکی ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر! اس سلسلے میں میری ایک دو تحاریک التوائے کار بھی تھیں۔ اگر وہ اسی کے اندر داخل کر لی جائیں تو بہتر ہو گا۔

جناب سپیکر: مولانا صاحب! آج آپ اپنی اس تحریک استحقاق کے بارے میں ہی بول سکتے ہیں۔ آپ کی تحاریک التوائے کار رولز کے مطابق آج نہیں آ سکتیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی. جناب والا! میں آپ کی بات سمجھ نہیں سکا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، میں سمجھا نہیں۔

جناب سپیکر، آپ صرف تحریک استحقاق کے بارے میں بات کر سکتے ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا! اس سلسلے میں میری یہی گزارش ہے کہ آپ اپنی کوئی انکوائری کمیٹی بنا دیں تاکہ وہ وہاں جا کر انکوائری کرے کہ وہاں پر مسلمان مریض کتنی تعداد میں ہوتے ہیں اور آیا ان کو تبلیغ کی جاتی ہے یا نہیں؛ جو وہاں سے پرچی جاری ہوتی ہے میں وہ بھی ساتھ لایا ہوں' اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا ہے جو صریحاً اس آرڈیننس کی خلاف ورزی ہے۔ وہ کوئی ایسا اشارہ کنایہ نہیں کر سکتے جس سے ان کا مسلمان ظاہر ہونا ہو۔ یہ میرے پاس فضل عمر ہسپتال کی پرچی ہے اور یہ پرچی چھپی ہوئی ہے اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا ہے۔ اس آرڈیننس کے

تحت ایسا کوئی اشارہ کنایہ نہیں کر سکتے جس سے وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کریں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ وزیر قانون جواب دیتے ہیں۔

وزیر قانون: شکریہ۔ جناب سپیکر! اس بارے میں ڈپٹی کمشنر جھنگ سے مزید وضاحت طلب کی گئی ہے۔ جس کے مطابق موقع پر فضل عمر ہسپتال ربوہ میں ڈش انٹینا نصب شدہ کی پڑتال کرانے پر پایا گیا ہے کہ بعض وارڈوں میں ٹی وی ڈش انٹینا کی سہولت میسر ہے۔ جبکہ بعض کمروں میں یہ سہولت فراہم نہیں کی گئی۔ فضل عمر ہسپتال ربوہ ایک پرائیویٹ ہسپتال ہے جو قادیانی انجمن کی ملکیت ہے اور ہسپتال کا انتظام انہی کے پاس ہے۔ قصبہ ربوہ کی تقریباً 95 فی صد آبادی قادیانی جماعت سے تعلق رکھتی ہے۔ فضل عمر ہسپتال ربوہ بنیادی طور پر قادیانی جماعت سے تعلق رکھنے والوں کو طبی سہولیات میسر کرتا ہے۔ جہاں تک مسلمان مریضوں کا تعلق ہے انھیں علاج معالجہ کے بعد صحت یاب ہونے پر فارغ کر دیا جاتا ہے۔ وہ بھی اس صورت میں جب کبھی وہ اس ہسپتال سے رجوع کریں۔ ایم ٹی اے کے نام سے سیٹلائٹ کا چینل قادیانی جماعت نے خرید رکھا ہے۔ اس کے پروگرام قادیانی جماعت سے تعلق رکھنے والوں کو دکھائے جاتے ہیں۔ اس کے پروگرام لندن سے نشر ہوتے ہیں جبکہ مسلمان مریضوں کو یہ پروگرام دیکھنے پر ہرگز مجبور نہیں کیا جاتا اور نہ ہی مسلمان مریضوں کو قادیانیت کی تبلیغ کی جاتی۔ تاہم اس بارے میں مریضوں کی طرف سے کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی ہے جس سے امتناع قادیانیت آرڈیننس 1984ء کی خلاف ورزی کا احتمال ہو۔

جناب سپیکر! یہ تو میں نے تحریک استحقاق کے متعلق عرض کیا ہے لیکن ٹیکنیکلی معزز رکن کی تحریک استحقاق غلط جواب سے متعلقہ ہے

جناب سپیکر: راجہ صاحب! میرا خیال ہے کہ آپ صرف اتنا matter take up کریں کہ آیا اس سوال کا جواب صحیح تھا یا نہیں۔

وزیر قانون: جناب والا! میں یہی عرض کرنے لگا ہوں۔ جناب والا! ہم نے جو دوبارہ ڈپٹی کمشنر سے verification کرائی ہے اس سے بھی جو میں نے سوال نمبر 361 کا جواب دیا ہے وہ درست تسلیم ہوتا ہے۔ اور اس میں قطعی طور پر کوئی ایسی بات پوشیدہ نہیں رکھی گئی جس سے معزز رکن کا استحقاق مجروح ہوتا ہو۔ جناب سپیکر! یہاں میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ معزز رکن یہاں پر ایک پرچی تو دکھا رہے ہیں لیکن کیا بہتر نہ ہوتا کہ کسی مریض کی طرف سے بھی یہ شکایت مقامی انتظامیہ کو دی

گئی ہوتی کہ یہاں پر یہ غلط کام ہو رہا ہے یا یہاں ایک خاص فرقے کے حوالے سے تبلیغ کر رہے ہیں؟ اس سلسلے میں آج تک مقامی انتظامیہ کو کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی اور میں پھر دوبارہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سوال کا جو جواب دیا گیا تھا وہ بالکل حقائق پر مبنی تھا اور اب بھی میں سمجھتا ہوں کہ وہ جواب درست ہے۔ اور معزز رکن نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ جواب درست ہے۔ وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ وہاں پرمسلمانوں کا بھی علاج ہوتا ہے۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ علاج ہوتا ہے لیکن وہ آؤٹ ڈور مریض کے طور پر ہوتا ہے۔ ان کو داخل نہیں کیا جاتا۔ شکریہ۔

جناب سپیکر، راجہ صاحب! اگر مولانا صاحب آپ کو تحریری طور پر کوئی ایسی چیز لکھ کر دیں تو پھر آپ اسے take up کرلیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! ہم کارروائی کرنے کے لیے تیار ہیں۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ مولانا صاحب! آپ نے جس سوال کے لیے تحریک استحقاق دی ہے رولز کے مطابق تو یہ نہیں بنتی۔ لیکن میں نے لاءمنسٹر صاحب کو کہا ہے کہ اگر آپ کے نوٹس میں کوئی ایسی چیز ہے تو آپ تمام ثبوت ساتھ لگا کر ان کو تحریری طور پر دیں' وہ اس کی انکوائری کرائیں گے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب سپیکر! اگر وزیر قانون یہ اصرار کرتے ہیں کہ ان کا جواب صحیح ہے تو آپ اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں۔ وہ خود تحقیق کرلیں کہ یہ جواب صحیح ہے یا واقعات کے خلاف ہے۔ اگرجواب واقعات کے خلاف ثابت ہو جائے پھر آپ کارروائی کریں اور اگر ان کا جواب صحیح ہے تو آپ بے شک میرے خلاف کارروائی کریں۔ میں تو وہاں رہتا ہوں۔ ہمیں تو دن رات ان کا پتا ہے کہ کتنے مسلمان جاتے ہیں اور ان کے ایمانوں پر کس طرح ڈاکہ ڈالا جاتا ہے؛ کس طرح ان کو تبلیغ کی جاتی ہے؟ وہاں قادیانیوں سے زیادہ مسلمان جاتے ہیں۔ آپ ان کا رجسٹر چیک کر سکتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ قادیانیوں کا ہسپتال ہے اور صرف قادیانیوں کا علاج ہوتا ہے۔ اسی لیے میں عرض کرتا ہوں کہ آپ میری اس تحریک کو منظور فرمائیں اور استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں۔

جناب سپیکر، آپ نے رولز کے مطابق بات کرنی ہے اور رولز کے مطابق ہی ہم نے ہاؤس کو چلانا ہے۔ تو جو حوالہ لاءمنسٹر صاحب نے دیا ہے یہ رولز کے مطابق استحقاق کمیٹی کے پاس نہیں جا سکتی۔۔۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، میں یہ پرچی آپ کے پاس بھیجتا ہوں' آپ دیکھیں کہ یہ آرڈیننس کی خلاف ورزی ہے یا نہیں؟ ہم بار بار احتجاج کر چکے ہیں لیکن انتظامیہ ٹس سے مس نہیں ہوتی۔۔۔

جناب سپیکر، آپ کی بات درست ہو سکتی ہے۔ اسی لیے میں آپ کو اس کا حل بتا رہا ہوں کہ آپ تحریری طور پر تمام ثبوتوں کے ساتھ لکھ کر لاءمنسٹر صاحب کو دیں' وہ کمیٹی بنائیں گے اور انکوائری کریں گے اور پھر آپ کو بتائیں گے۔ بہت شکریہ۔ تو یہ disposed of تصور کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک استحقاق جناب ارشد عمران سلہری صاحب کی ہے۔ جناب ارشد عمران سلہری صاحب!

نشان زدہ سوال نمبر 733 کے غلط جواب کی فراہمی

جناب ارشد عمران سلہری، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 24-4-98 کو محکمہ امور ملازمت و انتظام عمومی کی طرف سے سوال نمبر 733 منجانب چودھری زاہدمحمود گورایہ کے جواب میں محکمہ نے غلط معلومات ایوان کو فراہم کی ہیں۔ مثلاً سوال متذکرہ کے جز (ب) کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ سال 1993ء سے رواں مالی سال تک وزیراعلیٰ کے استعمال کے لیے نہ ہی کوئی جہاز خریدا گیا اور نہ ہی کوئی ہیلی کاپٹر خریدا گیا۔ حالانکہ واقعات اس کے بالکل برعکس ہیں۔ وزیرمتعلقہ نے دانستہ طور پر ایوان کو غلط جواب فراہم کر کے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح کیا ہے۔ لہذا اس مسئلہ کو اسمبلی میں زیربحث لا کر استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر، شارٹ سٹیٹمنٹ۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! اس بارے میں میری یہ گزارش ہے کہ سابقہ حکومت میں آپ ہمارے اپوزیشن لیڈر تھے اور ہم اپوزیشن کے رکن تھے۔ اس وقت جو ہیلی کاپٹر خریدا گیا تھا تو اس وقت اخبارات میں آیا تھا۔

جناب سپیکر، میرے خیال میں ہیلی کاپٹر نہیں جہاز خریدا گیا تھا۔

جناب ارشد عمران سلہری، جی ہاں' Jet 400 جہاز خریدا گیا تھا۔ تو اس بارے میں کسی قسم کا بھی کوئی شک و شبہ نہیں کہ سابق وزیر اعلیٰ پنجاب نے وہ جہاز خریدا تھا۔ اس کے اندر جتنی بھی کمیشن کھائی گئی' عوام کا وہ پیسہ جو کہ ٹیکسوں کی صورت میں پنجاب حکومت کے کھاتے میں آتا ہے۔ اسے بہت بے دردی سے کمیشن کی صورت میں ڈالرز کو مارکیٹ ریٹ سے زیادہ پر خرید کرکمیشن کھائی گئی۔ تو اس میں میری گزارش ہے کہ اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب نے ہاؤس میں بھی یہ clarification

دی تھی اور اس کے بعد پریس کے سامنے بھی سٹیٹمنٹ دی تھی، کیونکہ جو وزیر اعلیٰ پنجاب کے فلیٹ کا طیارہ ہے وہ ناکارہ ہو چکا ہے اور اس کی مرمت پر زیادہ اخراجات آتے ہیں لہٰذا ایک نیا طیارہ خریدا جائے۔ جناب سپیکر! جب اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس کی وضاحت کی اگر وہ طیارہ گورنر فلیٹ کا تھا تو اس کے گورنر نے اس وقت کیوں نہ کہا کہ وزیر اعلیٰ صاحب، یہ آپ کا طیارہ نہیں ہے، یہ میرے فلیٹ کا ہے میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ اس کے اندر محکمہ نے جان بوجھ کر غلط جواب دیا ہے اور اس ایوان کا استحقاق مجروح کیا گیا ہے۔ تو میری گزارش ہے کہ اسے منظور کیا جائے اور استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون: شکریہ۔ جناب سپیکر! جناب والا! سوال نمبر 733 کا جواب محکمہ امور ملازمت و انتظامی امور کے ریکارڈ کے مطابق دیا گیا تھا۔ سوال کے جز(ب) میں یہ دریافت کیا گیا تھا کہ 1993ء سے رواں مالی سال تک وزیر اعلیٰ کے استعمال کے لیے جہاز، کار، ہیلی کاپٹر، دیگر سامان و مشینری کتنی مالیت میں خریدی گئی۔اس عرصہ کے دوران محکمہ امور ملازمت و انتظامی امور کے ریکارڈ کے مطابق وزیر اعلیٰ کے استعمال کے لیے کوئی جہاز نہیں خریدا گیا۔اس عرصہ کے دوران حکومت پنجاب نے جیٹ جہاز گورنر کے پرانے جہاز سیسنا 441 کو تبدیل کرنے کے لیے VIP فلائٹ کے چیف پائلٹ کی سفارش پر خریدا تھا۔ اس وقت کے وزیر اعلیٰ نے اس کی خریداری اور گورنر فلیٹ میں VIP فلائٹ میں شامل کرنے کی منظوری دی۔ گورنر سیکرٹریٹ نے بھی اس جہاز کو گورنر کے جہازوں کے بیڑے میں شامل کرنے کی منظوری دی ۔ اس جہاز کو کسی سیلز ٹیکس اورکسٹم ڈیوٹی کی ادائیگی کے بغیر خریدنے اور گورنر کے جہازوں کے فلیٹ میں شامل کرنے کی منظوری کیبنٹ ڈویژن حکومت پاکستان نے زیر شق آرٹیکل 15 ، گورنر کی تنخواہ اور الاؤنسز Privileges Order 1975 P.O 5 of 1975 کے تحت دی مندرجہ بالا حقائق کی بناء پر مذکورہ جہاز کو گورنر کے جہازوں کے فلیٹ کے لیے خریدا گیا تھا۔ جناب سپیکر! اس میں معزز رکن کو غلط فہمی شاید اس بناء پر ہوئی ہے کہ جہاں پر خرید کے سلسلے میں لفظ، حکومت پنجاب، آتا ہے، انھوں نے شاید اس سے یہ تاثر لیا ہے کہ حکومت پنجاب نے خریدا ہے۔ بلکہ یہ قطعی طور پر درست نہیں ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ حقائق کچھ اس طرح کے ہوں کہ گورنر اور وزیر اعلیٰ صاحب

نے مل کر اس کی خریداری کے لیے یہ طے کیا ہو کہ یہ طیارہ گورنر فلیٹ کے لیے ہوگا۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ریکارڈ کے مطابق جہاز گورنر فلیٹ کا تھا اور اس جہاز کو خریدنے کے لیے جو ٹیکسوں میں چھوٹ' ایکسائز ڈیوٹی میں چھوٹ یا دیگر ٹیکسوں میں Privileges Act کے حوالے سے معافی دی گئی ہے وہ بھی گورنر صاحب کے حوالے سے دی گئی ہے۔ جناب سپیکر! اس سلسلے میں' میں جناب کی توجہ چیف منسٹر سیکرٹریٹ کے لیٹر مورخہ 94-08-28 کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں' جس میں یہ طے کیا گیا تھا کہ:

> The modalities of finalising the purchase of an aircraft and it's placement on the Governor's fleet were discussed in detail with the Governor and Finance Minister on Monday the 22nd August, 1994 by the Chief Minister.

یہ میں نے عرض کیا ہے کہ گورنر صاحب اور چیف منسٹر صاحب نے مل کر خریدا ہے لیکن ریکارڈ کے مطابق یہ جہاز گورنر فلیٹ کے لیے خریدا گیا تھا۔ محکمہ نے اس میں کوئی بھی حقائق چھپائے نہیں ہیں بلکہ ریکارڈ کے مطابق ہم نے جواب دیا ہے۔ اس لیٹر کے علاوہ جناب سپیکر! کیبنٹ ڈویژن' فیڈرل گورنمنٹ نے 18 جنوری 1996ء کو ٹیکسوں میں چھوٹ دی ہے۔ وہ بھی گورنر صاحب کے privileges کے مطابق دی گئی ہے۔ اس یقین دہانی پر دی ہے کہ یہ جہاز گورنر فلیٹ میں شامل رہے گا۔ جناب سپیکر! محکمے کے پاس جو بھی ریکارڈ اس وقت تک موجود ہے وہ صرف اور صرف گورنر فلیٹ کے حوالے سے ہے نہ کہ چیف منسٹر سیکرٹریٹ کے حوالے سے۔ اس لیے یہ ایک علیحدہ بحث ہے----

جناب سپیکر: راجہ صاحب! اس میں ایک اور چیز جو سوال کے اندر موجود ہے۔ اس میں جو سال mention کیا گیا ہے وہ سال 1993ء ہے۔ اس عرصہ میں کوئی جہاز تو نہیں خریدا گیا؟

وزیر قانون: نہیں جناب۔ ایک ہی جہاز خریدا گیا ہے۔

جناب سپیکر: پھر یہی ایک پوائنٹ کافی ہے کہ کیا 1993ء میں کوئی جہاز خریدا گیا تھا؟

وزیر قانون: نہیں جناب۔

جناب سپیکر، آپ نے اس کا جواب دیا ہے کہ نہیں خریدا گیا۔ بات تو صرف یہ ہے۔ پھر اس میں استحقاق مجروح ہونے والی بات تو نظر نہیں آتی۔ اس میں آپ نے واضح طور لکھا ہے 1993ء میں جہاز نہیں خریدا۔ سلہری صاحب! آپ کا سوال یہ ہونا چاہیے تھا کہ منظور وٹو صاحب نے کس سال میں جہاز خریدا؟

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! میں نے تو یہ پوچھا ہے اور اس میں یہ لکھا گیا ہے کہ 1993ء سے 1997ء تک ----

جناب سپیکر، آپ سوال ذرا پڑھیں؟

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! اس میں لکھا ہے کہ 1993ء سے رواں مالی سال تک یعنی 1997ء تک۔ جناب سپیکر! اگر یہ کہتے ہیں کہ جہاز نہیں خریدا گیا' میرے ایک ساتھی نے بھی اس سلسلے میں سوال پوچھا تھا کہ 1993ء سے 1997ء تک یا رواں مالی سال تک کیا کوئی جہاز خریدا گیا؟ جناب سپیکر! میرے پاس ضمنی بجٹ 95-1994ء موجود ہے اس کا صفحہ نمبر 154 آپ نکال لیں اس میں آئٹم نمبر 20 ہے۔ ضمنی بجٹ میں 18 کروڑ 13 لاکھ 70 ہزار ------

جناب سپیکر، دوسرا راجہ صاحب! آپ کا مؤقف یہ ہے کہ وہ جو جہاز خریدا گیا ہے' چاہے استعمال وزیراعلیٰ نے ہی کیا' وہ گورنر کے لیے خریدا گیا تھا؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اس کی ادائیگی پنجاب گورنمنٹ نے ہی کی ہے۔ deal بھی وزیر اعلیٰ نے کیا ہے اور سمری بھی وزیر اعلیٰ نے ہی منظور کی ہے لیکن خریدا گورنر صاحب کے نام پر گیا ہے۔ گورنر صاحب کے فلیٹ کے لیے خریدا گیا ہے فنی لحاظ سے اگر میرے بھائی مجھ سے مشورہ کر لیتے تو میں انھیں صحیح صورت حال بتاتا کہ سوال اس طرح سے ہونا چاہیے کہ گورنر کے لیے جہاز خریدا گیا ہے یا نہیں؟ تو پھر یہ بات درست ثابت ہوتی کہ گورنر صاحب کے لیے جہاز خریدا گیا ہے۔ لیکن انھوں نے وزیر اعلیٰ کے لیے پوچھا ہے۔ تو ریکارڈ کے مطابق وزیر اعلیٰ کا اس میں کہیں ذکر نہیں آ رہا' کیونکہ وہ جہاز گورنر فلیٹ کے لیے ہے۔ ویسے جناب سپیکر! میں یہاں پر یہ بھی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے جو فرمایا ہے کہ وزیر اعلیٰ نے جہاز میں یہ چیزیں بھی لگوائیں' انھوں نے اپنی

خواہش کے مطابق لگوائی ہوں گی اور وہ استعمال بھی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کی entitlement ہے اور وہ کرتے بھی رہے ہیں۔

جناب سپیکر، اس میں gold plated سیٹوں کی بیلٹیں ہیں؟

وزیر قانون ، جناب سپیکر! یہ ساری باتیں اپنی جگہ پر درست ہیں لیکن فنی طور پر انھوں نے ان کا نام لے دیا تو جواب بدل گیا۔ اگر یہ تھوڑا سا تفصیل میں سوال پوچھتے تو اس کی زیادہ تفصیل آ جاتی۔

جناب سپیکر، سلہری صاحب! اگر آپ اس کو clear کرتے تو آج جس چیز کو high light کرنا چاہ رہے تھے وہ بات دب کے رہ گئی ہے۔ آپ زیادہ فنی چیزوں میں پڑ گئے ہیں اور اگر clear cut سوال آتا تو وہ زیادہ اچھا ہوتا۔ آج اس سلسلے میں ایک اور سوال دے دیں' اگلے اجلاس میں آجائے گا کہ اس جہاز کی purchase کس طرح سے ہوئی۔ کیا جہاز منظور احمد وٹو صاحب کے دور میں خریدا گیا۔

جناب ارشد عمران سلہری ، جناب سپیکر! اس میں وزیر موصوف نے یہ فرمایا ہے کہ گورنر صاحب کے لیے یہ جہاز خریدا گیا' پہلے تو یہ جواب آ رہا تھا کہ 1993ء میں جہاز ہی نہیں خریدا گیا۔ راجہ صاحب اس بات کو اچھی طرح سے جانتے ہیں بلکہ سارا ایوان اس بات کو اچھی طرح سے جانتا ہے۔ جناب والا! گزارش یہ ہے کہ میں اس معزز ایوان کو آڈٹ رپورٹ کا پیرا نمبر 3 پڑھ کر سناتا ہوں،

> The Government of Punjab, S&GAD has purchased a new jet executive aircraft, the P-Jet 400-A for the use of Chief Minister and Governor Punjab.

جناب سپیکر، سلہری صاحب! وزیر خزانہ صاحب اس سلسلے میں بات کریں گے۔

وزیر خزانہ، شکریہ جناب سپیکر۔ میں پوائنٹ آف آرڈر پر یا نکتہ وضاحت پر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ قواعد کے مطابق چیف منسٹر پنجاب کو جس وقت بھی ضرورت پڑے گورنر کے فلیٹ میں سے جو بھی طیارہ استعمال کرنا چاہیں اس کا انھیں حق ہے۔ اس لیے وزیر قانون وزیر اعلیٰ کا نام درست پڑھ رہے ہیں۔ فلیٹ گورنر پنجاب کا ہوتا ہے وزیر اعلیٰ کا نہیں ہوتا' وزیر موصوف بھی اس کی وضاحت کر چکے ہیں اس کے علاوہ اگر فاضل رکن کو کوئی ابہام ہے تو وہ بات کرلیں۔ یہ بار بار 1993ء کہہ رہے ہیں'

1993ء میں جہاز نہیں خریدا گیا۔ ہاں اگر 1993ء سے 1997ء تک کا کہہ رہے ہیں تو اس دوران تو جہاز خریدا گیا ہے لیکن 1993ء میں نہیں خریدا گیا۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! سوال یہ تھا کہ 1993ء سے 1997ء تک کوئی جہاز خریدا گیا ہے؟ یہ ذکر بھی کیا جا رہا ہے کہ 95-1994ء میں جہاز خریدا گیا۔ جناب سپیکر! میں گورنمنٹ سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ وزیر موصوف مجھے اس بات کی وضاحت کریں کہ آیا وہ جو جیٹ جہاز خریدا گیا کہیں ایسا تو نہیں کہ گورنر کے نام پر وزیر اعلیٰ کے لیے خریدا گیا؟ جناب والا! اس کی log book بھی چیک کی جا سکتی ہے کہ وہ جہاز کس کے استعمال میں رہا۔

وزیر خزانہ، جناب والا! میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے اور آپ کی وساطت سے میں پھر فاضل رکن کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ کی بھی entitlement ہے، گورنر کے فلیٹ میں سے جو طیارہ چاہیں استعمال کر سکتے ہیں۔ وزیر اعلیٰ نے یہ جیٹ طیارہ اور سیسنا طیارہ یقیناً استعمال کیا ہے۔

جناب سعید اکبر خان، پوائنٹ آف آرڈر جناب والا! آپ نے سوال پڑھ دیا جو یہ تھا کہ 1993ء کے رواں مالی سال میں' اور رواں مالی سال 1994-1993 بنتا ہے' کہ آیا اس رواں مالی سال میں کوئی جہاز خریدا گیا ہے یا نہیں؟ وزیر قانون نے جواب دیا کہ اس سال کوئی جہاز نہیں خریدا گیا۔ اور پھر انھوں نے یہ کہا کہ گورنر کے نام پہ جہاز خریدا گیا۔ مثلاً ابھی کوئی وقفۂ سوالات شروع ہو جاتا ہے اور سلہری صاحب کوئی سوال کرتے ہیں اور آپ اس کا جواب دے دیتے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ اس کے بعد بڑی اہم debate شروع ہونے والی ہے۔ اس کو وقت پر ہی شروع کیا جائے تو بہتر ہے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ آپ پھر اس کو پریس نہیں کرتے۔ اور اس کو بہتر انداز میں سے آئیں۔ یہاں پر سلہری صاحب! آپ جس چیز کو highlight کرنا چاہ رہے ہیں اس بات کو کوئی defend نہیں کر رہا۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! اس ملک میں یہ تو ہوتا ہے کہ آپ کا نام استعمال کرکے میں اس سے فائدہ اٹھا لوں۔ جناب والا! کیا ایسا تو نہیں ہوا کہ گورنر صاحب کا نام استعمال کرکے وزیر اعلیٰ

وٹو صاحب کے لیے یہ جہاز خریدا گیا ہو؟ جناب والا! اس میں جتنی بھی کروڑوں روپے کی embezzlement ہوئی ہے آپ کو بھی اس بات کا علم ہے۔

جناب سپیکر۔ وہ تو میرا خیال ہے کوئی اور سے ہی نہیں سکتا۔

وزیر خزانہ۔ جناب والا! آپ نے خود فاضل رکن کو جو ہدایت فرمائی ہے اگر وہ اس پر عمل کر لیں کہ وہ اس جہاز کی خریداری کا کوئی specific پہلو لائیں۔ یہ بارہا وضاحت ہو چکی ہے کہ یہ گورنر کی تملیث ہے۔

جناب سپیکر۔ ٹھیک ہے جی، آپ اس کو کسی اور انداز میں لائیں۔ اس میں سوال clear cut mention ہو۔ یہ تحریک استحقاق بھی disposed of تصور کی جاتی ہے۔ ایک اور تحریک استحقاق راجہ خالد خان صاحب کی pending چلی آ رہی ہے۔ راجہ صاحب! کیا یہ تحریک استحقاق تھی یا التوائے کار؟۔۔۔ تحریک التوائے کار تھی۔ وہ تو پھر اگلے اجلاس میں ہی آئے گی کیوں تحریک التوائے کار بجٹ اجلاس میں نہیں آ سکتی۔

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر۔ اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

جناب لیاقت علی خان

سیکرٹری اسمبلی۔ مندرجہ ذیل درخواست جناب لیاقت علی خان رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

> I beg to state that I am in Canada regarding my health check up. I am heart petient since few years. I will not be able to reach in time to attend the present session of Punjab Assembly. Kindly allow me leave for this session.

جناب سپیکر۔ اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ذوالفقار علی چشتی

سیکرٹری اسمبلی ، مندرجہ ذیل درخواست جناب ذوالفقار علی چشتی رکن' صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

> میں مورخہ 20-04-98 کو چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر اسمبلی کے اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ اس لیے عرض ہے کہ مورخہ 20-04-98 کے لیے رخصت عنایت فرما دیں۔

جناب سپیکر،اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب شوکت علی لالیکا

سیکرٹری اسمبلی ، مندرجہ ذیل درخواست جناب شوکت علی لالیکا رکن' صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

> گزارش ہے کہ میں مورخہ 17-04-98 ' 20-04-98 اور 23-04-98 کو لاہور میں موجودگی کے باوجود سیشن attend نہیں کر سکا برائے مہربانی میری چھٹی منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر،اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ایس۔ اے۔ حمید

سیکرٹری اسمبلی ، مندرجہ ذیل درخواست جناب ایس۔ اے۔ حمید رکن' صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

> میں کل مورخہ 20۔ اپریل گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کی گاڑیوں اور دیگر سامان کی نیلامی کے لیے جھنگ گیا ہوا تھا۔ لہٰذا کل کے یوم کی رخصت دی جائے۔

جناب سپیکر،اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

حاجی محمد حیات جپہ

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست حاجی محمد حیات جپہ رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ کل مورخہ 24-04-98 کی رخصت منظور فرمائیں کیونکہ میں نے اسلام آباد میں میٹنگ جناب صدر پاکستان میں شامل ہوتا ہے۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب سعید اکبر خان

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب سعید اکبر خان رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ لاہور میں بوجہ ذاتی مصروفیات میں مورخہ 17 اپریل تا 21۔ اپریل کے منعقدہ اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ از راہ کرم مورخہ 17۔ اپریل تا 21۔ اپریل تین ایام کی رخصت کی منظوری کے احکامات صادر فرما کر ممنون فرمائیں۔ مشکور ہوں گا۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب منظم جہاں زیب احمد خان وٹو

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب منظم جہاں زیب احمد خان وٹو رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ لاہو میں بوجہ ذاتی مصروقیات میں مورخہ 22۔ اپریل کو اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ ازراہ کرم ایک یوم کی رخصت دیکر ممنون فرمائیں۔ مشکور

ہوں گا۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

صاحبزادہ محمد عثمان خان عباسی

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست صاحبزادہ محمد عثمان خان عباسی رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ بوجہ ناسازی طبع مورخہ 17 اپریل 1998 سے منعقدہ اجلاس میں حاضر ہونے سے قاصر رہا ہوں۔ از راہ کرم پورے اجلاس کی رخصت منظور فرما کر ممنون فرمائیں۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

سید مسعود عالم شاہ

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست سید مسعود عالم شاہ رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں ذاتی مصروفیت کی وجہ سے 17۔ اپریل سے 23۔ اپریل 1998، تک اجلاس میں شریک نہ ہو سکا۔ اس لیے ان ایام کی رخصت منظور کی جائے۔ عین نوازش ہو گی۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

میاں عبدالستار

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست میاں عبدالستار رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

I could not attend the session on 17-04-98 due to illness and from 21-04-98 to 23-04-98 due to the death of my mother. KIndly allow me leave for the said days.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

ملک غلام مرتضیٰ میتلا

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست ملک غلام مرتضیٰ میتلا رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ بوجہ ناسازی طبع مورخہ 23۔ اپریل اور 24۔ اپریل 1998ء کے منعقدہ اجلاس میں حاضر ہونے سے قاصر ہوں۔ ازراہ کرم 23۔ اپریل اور 24۔ اپریل 1998ء دو یوم کی رخصت منظور فرمائیں۔ مشکور ہوں گا۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

بیگم راج حمید گل

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست بیگم راج حمید گل رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

Highly apologize for my non-attandance in the Session of PunjabAssembly, started from 17th April, 1998 on account of my some unavoidable family circumstances. As my problems have not yet been settled, therefore, I am still unable to attend the session for which I may please be execused.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

سردار احمد خان عاکوکا

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سردار احمد خان عاکوکا رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں اسمبلی اجلاس کے دوران بوجہ ناسازی طبع مورخہ 21,22,23,24-04-98 حاضر نہ ہو سکا۔ مہربانی فرما کر رخصت منظور فرما دیں۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب خورشید احمد صوفی

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب خورشید احمد صوفی صاحب رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

Please register my leave of absence from the session of the Pnjab Provincial Assembly held from 17 to 24 April 1998 during my absence from the country in connection with my business committments abroad.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

سردار محمد اویس خان لغاری

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سردار محمد اویس خان لغاری رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر پنجاب اسمبلی کے

17۔ اپریل 1998ء سے شروع ہونے والے سیشن میں شریک نہ ہوسکا۔ اس لیے اس تمام اجلاس کے لیے میری رخصت منظور کر کے مشکور فرمائیں۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

راجہ محمد خالد خان

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست راجہ محمد خالد خان رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

I have the honour to state that I was unable to attend the Session commenced from 17-04-98 to 24-04-98 due to unavoidable circumstances . It is , therefore , respectfully prayed that leave may kindly be granted form 17-04-98 to 24-04-98. I shall be grateful for this act of kindness.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

ملک غلام مرتضیٰ میتلا

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست ملک غلام مرتضیٰ میتلا رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ بوجہ ناسازی طبع آج مورخہ 12 جون 1998ء کو ہونے والے اسمبلی کے اجلاس میں حاضر ہونے سے قاصر ہوں۔ ازراہ کرم 12 جون 1998ء کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ایس۔ اے۔ حمید

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب ایس اے حمید رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں سابقہ اجلاس میں مورخہ 23-04-98 ، 24-04-98 کو لاہور ضروری کام کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا برائے مہربانی رخصت منظور فرمائیں۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

مولانا محمد اعظم طارق

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست مولانا محمد اعظم طارق رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ جیسا کہ آپ کو علم ہے۔ بندہ اٹک جیل میں بند حوالات ہے۔ میں اجلاس میں بوجہ مجبوری حاضر نہیں ہو سکتا۔ 12-06-98 سے شروع ہونے والے اجلاس کی میری مکمل رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

بیگم راج حمید گل

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست بیگم راج حمید گل رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

Honourable Sir,

Due to some unavoidable family circumstances, I am unable t attend the curent Session. Kindly grant me leave and oblige.

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب نذیر احمد چودھری

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب نذیر احمد چودھری رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

جناب والا میں 20-04-98 کو بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر اسمبلی میں حاضر نہیں ہو سکا تھا۔ رخصت عنایت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

راجہ محمد خالد خان

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست راجہ محمد خالد رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

I could not attend the Assembly Session on 12th & 15th June, due to unavoidable circumstances. Please grant me leave for two these days

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب محمد حیات اترا

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب محمد حیات اترا رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

مورخہ 12-06-98 کو اسمبلی کے اجلاس میں شمولیت نہ کر سکا۔ اس یوم کی رخصت عنایت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب محمد صدیق سالار

سیکرٹری اسمبلی ، مندرجہ ذیل درخواست جناب محمد صدیق سالار رکن' صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

جناب عالیٰ! میں 15 تاریخ کو اسلام آباد U. K آفس تھا۔ ایک دن کی رخصت دی جائے۔

جناب سپیکر،اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر پر جناب سعید اکبر خان صاحب۔

جناب سعید اکبر خان، جناب والا! میری ایک تحریک مذمت تھی جو میرے خیال میں آپ کے چیمبر میں ابھی فیصلہ طلب ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک تحریک استحقاق بھی تھی۔ جو میں نے آج ہی پتا کیا کہ وہ put up ہوگئی ہے اور وہ بھی فیصلہ طلب ہے۔ میری یہ submission تھی کہ وہ کوئی اتنا بھاری فیصلہ نہیں تھا۔ اگر آپ فیصلہ فرما دیتے تو وہ آج اس کارروائی میں شامل ہو جاتی۔ اور مجھے اس کو پڑھنے کا شرف حاصل ہو جاتا۔ اور مجھے یہ بھی خوشی ہوتی کہ میں ایک نہایت ہی اہم تحریک استحقاق اور تحریک مذمت اس ہاؤس میں پڑھتا۔ جناب والا! مجھے اس پر قطعاً کوئی ایسا خدشہ نہیں۔---

جناب سپیکر، آپ کی اطلاع کے لیے ان دونوں میں سے ایک آپ کی تحریک استحقاق جو آپ کی طرف سے پہلے تھی۔ میں نے اس کی اجازت نہیں دی' کیوں کہ وہ مسئلہ میری ذات سے متعلق تھا اور پھر اس کے بارے میں ایک انکوائری بھی ہو رہی ہے' اس کی رپورٹ بھی آ جائے گی۔ اس لیے میں نے اس کی اجازت نہیں دی۔ میں نے اس کو چیمبر میں disallow کیا ہے۔ دوسرا جناب وٹو صاحب کی طرف سے condemn کرنے کے لیے ایک resolution تھا' اس کی بھی میں نے رولز کے مطابق اجازت نہیں دی۔ اس لیے آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔ اس کو بھی out of order قرار دیا جاتا ہے۔

میزانیہ بابت سال 99 - 1998ء پر بحث

جناب سپیکر، چونکہ بجٹ اجلاس شروع ہے' بجٹ پر بحث کے لیے کچھ ممبران کی طرف سے میرے پاس نام آئے ہیں۔ اگر مزید ممبران آج بولنا چاہیں یا کل بولنا چاہیں یا ہفتے کو بولنا چاہیں' کیوں کہ ہفتے کو بھی اجلاس رکھا گیا ہے' اس لیے آپ اپنے نام کی چٹیں سیکرٹری اسمبلی کو ابھی دے دیں۔ میں قائد حزب اختلاف جناب سعید منیس صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ بجٹ پر بحث کا آغاز کریں گے۔

جناب سعید احمد خان منیس (قائد حزب اختلاف)، شکریہ' جناب سپیکر۔

جناب سپیکر! میں آپ کا نہایت ہی شکر گزار ہوں کہ آپ نے آج مجھے بجٹ 99-1998ء پر بحث کے لیے آغاز کا فرمایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے لیے اعزاز ہے کہ میں اس معزز ایوان کے سامنے بحث کا آغاز کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر! میں پنجاب کے عوام اور حزب اختلاف کی جانب سے اپنی بحث کی ابتدا میں ہی یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم حکومت کے پیش کردہ بجٹ کو عوام دشمن ' غیر ترقیاتی اور صوبے کی سیاسی قیادت کے فکری اور ذہنی افلاس کی علامت سمجھتے ہیں۔ اس میں اعداد و شمار کی بے پناہ شعبدہ بازیاں ہیں' اس میں jugglery of figures ہیں جن کی میں آگے چل کر آپ کو مثالیں دوں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس شعبدہ بازی سے صوبہ 21 ویں صدی میں داخل ہونے کی بجائے پیچھے کی طرف گامزن ہو گا۔ میں سمجھ نہیں سکتا کہ اس دستاویز کو بجٹ کہا جائے یا غریب عوام کی موت کا پروانہ۔

جناب والا! اس سے پہلے کہ میں بجٹ کی طرف آؤں' میں ملک عزیز اور صوبہ پنجاب کے آج کل کے عمومی حالات کا ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ موجودہ حکومت جس دھوم دھڑکے اور بھاری مینڈیٹ کی دھن کے ساتھ آئی تھی۔ آج دوسرے بجٹ تک ہی ان کی ساکھ اور دعوؤں کی جو حالت ہو چکی ہے میں اسے نرم سے نرم الفاظ میں بھی عبرت ناک انجام ہی کہوں گا۔ اس ایوان میں بیٹھے ہوئے میرے معزز دوست اور معزز اراکین اسمبلی بخوبی جانتے ہیں کہ جس وقت حکومت برسراقتدار آئی تو اس وقت کئی سنہرے خواب دکھلائے گئے' لیکن حقیقت سب کے سامنے ہے کہ گزشتہ ایک سال میں

کیا حالات رہے۔ کیا مہنگائی کم ہوئی؟ کیا بے روزگاری ختم ہوئی؟ کیا امن و امان کی حالت بہتر ہوئی؟ کیا دہشت گردی پر قابو پایا جا سکا؟ کیا علاقہ جات میں ترقیاتی کام ہوئے؟ تو میں سمجھتا ہوں کہ صوبے کے عوام آج بنیادی سہولتوں سے ہی محروم ہیں۔ امن و امان کے حوالے سے جب پورے صوبے پر نظر ڈالی جائے تو اب عام آدمی کے قتل پر اتنا واویلا نہیں ہوتا یا اس کو اخبارات میں ایسی واضح جگہ نہیں ملتی۔ جب تک کہ کسی سیاسی شخصیت' کسی ایم این اے' کسی ایم پی اے یا کسی اعلیٰ افسر' جیسے پچھلے ہی دنوں ایک ڈی آئی جی کا قتل ہوا' جب تک ایسی وارداتیں نہیں ہوتیں' اس وقت تک اخبارات بھی ان کو جگہ دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ تو میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حکومت امن و امان قائم کرنے میں مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ اور پھر موٹر وے کے شور و غل میں صوبے کی باقی سڑکات کی اچھائی یا برائی' ان کو قابل استعمال یا ناقابل استعمال کہنے یا سننے کی بات نہیں۔ اب بین الاضلاعی سڑکات پر چلنے کے لیے ان کو تلاش کرنا پڑتا ہے کہ وہ سڑکیں موجود بھی ہیں یا نہیں' یعنی ان سڑکات کا وجود ہی ختم ہو چکا ہے۔ ہسپتالوں کی حالت بہتر بنانے کے دعوے پچھلے پورے سال میں ہوتے رہے اور بہت ہی سنہرے خواب دکھلائے جاتے رہے۔ ہسپتالوں کو خود مختار بنانے والے سنہرے خواب اب ڈراؤنے خوابوں میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ جناب سپیکر! پچھلا پورا سال "قرض اتارو' ملک سنوارو" کے نام پر ختم ہوا۔ اس سے پہلے زراعت کے نام پر عوام کو بے وقوف بنایا گیا اور اب ایٹمی دھماکا' شکر الحمد للہ کہ ہم ایک ایٹمی قوت بن چکے ہیں' لیکن ایٹمی دھماکے کے نام پر بھی اور خود انحصاری کے نام پر بھی اب عوام کو بے وقوف بنایا جا رہا ہے۔ جناب سپیکر! نہ ہی پہلے ملک سنور سکا اور نہ اب خود انحصاری کی منزل پوری ہوتی نظر آتی ہے۔ اس کے لیے ایک commitment چاہیے' اس کے لیے ایک جذبہ چاہیے' اس میں قول و فعل میں تضاد ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ آج ایک طرف خود انحصاری کا شور ہے اور افسران کے ائر کنڈیشنرز اتارے جا رہے ہیں' ان کی گاڑیاں واپس لی جا رہی ہیں۔ لیکن اگر ہم دوسری طرف دیکھیں تو ہیلی کاپٹر سروس اسی طریقے سے جاری ہے۔ سپیشل جہازوں کا استعمال اسی طریقے سے ہی جاری ہے۔ اسی طریقے سے وزرائے کرام اور مشیران کرام کے پاس نہ کل گاڑیوں کی کمی تھی' نہ آج گاڑیوں کی کمی ہے۔ اور وہ بھی کیوں؟ کیوں کہ آخر عوام کے نمائندے وہ عوام کے لیے ہی استعمال کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! پنجاب کا گورنر ہاؤس ایک بار پہلے بھی خالی ہوا تھا اور ایک شیر پنجاب نے

اسے سٹیٹ گیسٹ ہاؤس ڈکلیئر کیا تھا۔ جناب سپیکر! گورنر ہاؤس نہ اس وقت عوام کے کام آ سکا اور اب جب کہ دوسری دفعہ اس گورنر ہاؤس کو خالی کرنے کے احکامات جاری ہوئے ہیں' نہ اب عوام کو اس کا کوئی فائدہ ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر قیادت مستقل بنیادوں پر گورنر ہاؤس کو عوام کے حوالے کرنا چاہتی ہے تو اس گورنر ہاؤس میں خواتین یونیورسٹی کا قیام کر دیا جائے' جو صوبہ پنجاب کے عوام کا ایک دیرینہ مطالبہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پھر کم از کم یہ کہا جا سکے گا کہ حکومت نے ایک اچھا فیصلہ کیا ہے۔ اور پھر گورنر ہاؤس خالی کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی فیصلہ کر لیا گیا ہے کہ گورنر کے دفاتر اسی میں قائم رہیں گے۔ جناب سپیکر! یہ پھر ایک دوغلی ہے' ایک دوغلی پالیسی ہے کہ دفاتر بھی موجود رہیں گے اور گورنر ہاؤس بھی ختم ہو جائے گا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی طرح بھی کوئی مناسب فیصلہ نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! اسی طریقے سے فری میسن ہال جسے تحریک پاکستان میوزیم میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ بلکہ اس کا باقاعدہ افتتاح ہو چکا تھا۔ اسے اب دوبارہ وزیر اعلیٰ صاحب کے استعمال میں دے دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم خود انحصاری کی طرف جائیں گے۔ اگر ہم یہ اعلانات کریں گے اور ان پر عمل نہیں کریں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے عوام جنھوں نے ہمیں منتخب کر کے یہاں بھیجا ہے۔ وہ جو کچھ ہم سے چاہتے ہیں' وہ اس پر راضی نہیں ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو گورنر ہاؤس والا اعلان ہے' وہیں دھرے کا دھرا رہ جائے گا۔

جناب سپیکر! آج اس بھاری مینڈیٹ والی حکومت کا ایک سال گزرنے کے بعد' سال رواں جو کہ پورا ایک سال ہے۔ اس پر جب ہم نظر دوڑاتے ہیں تو حکومت اور اس کے ذمہ دار افراد اور میرے دوست اپنی حکومت کی کامیابیوں کی قصیدہ خوانی تو ضرور کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر دیکھا جائے تو طویل ناکامیاں' بربادیاں اور نقصانات کی ایک لمبی چوڑی فہرست سامنے نظر آتی ہے۔

جناب سپیکر! گزشتہ بجٹ میں بھی پنجاب کی زراعت کے لیے اعلانات کیے گئے تھے اور وہ اعلانات وفا نہ ہو سکے۔ بلکہ اچھے بیج کی عدم فراہمی اور زرعی ادویات کی ملاوٹ کے بارے میں مختلف اوقات میں میں نے بھی اور معزز اراکین اسمبلی نے تحاریک التوائے کار بھی دی ہیں۔ جناب سپیکر! اس ملاوٹ کی لعنت کے بعد کپاس کی فصل خراب ہوئی اور کسان کی کمر توڑ دی گئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ

کے فضل سے کپاس تو اچھی نہ ہو سکی لیکن گنے کی اچھی فصل ممکن ہو سکی۔ جناب سپیکر! آپ سے بہتر کون جان سکتا ہے کہ شوگر مل مافیا نے کسان کو گھر کا سامان تک بیچنے پر مجبور کر دیا۔ گنے کی جو قیمت تھی اور پیسہ تھا' کاشت کار وہ لینے کے لیے آج بھی مارا مارا پھرتا ہے۔ آج بھی مل مالکان کے پیچھے پھرتا ہے لیکن مل مالکان تو امیر سے امیر تر ہو رہے ہیں۔ لیکن زراعت پیشہ وہ شخص جس نے پورا سال کی محنت کی اور اس پر پیسہ لگایا۔ وہ اپنا پیسہ لینے کے لیے دربدر پھر رہا ہے۔ یہ سب کس لیے ہے۔ کیونکہ جناب والا! یہ سب جو اعلانات اور پالیسیاں ہیں۔ یہ شہری بابو بنا رہے ہیں اور شہری بابوؤں کو یہ علم نہیں ہو سکتا کہ زراعت میں کہاں فائدہ اور کہاں نقصان ہے۔

جناب سپیکر! پنجاب پیار' محبت اور امن اور آشتی کی زمین تھی۔ لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ وہاں امن و امان کے بارے میں بات کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ ایک وقت تھا کہ جس دھرتی پر ایک قتل ہوا کرتا تھا' وہاں کالی آندھی آیا کرتی تھی۔ لیکن آج بدقسمتی سے ہمارے صوبے میں اجتماعی قتل ہو رہے ہیں' اجتماعی آبرو ریزیاں ہو رہی ہیں اور جو کالی آندھی کی روایت تھی' وہ تو بہت ہی پیچھے رہ گئی ہے۔ یہ ایسے مسائل ہیں' جنھیں بجٹ سے پہلے ضرور مدنظر رکھنا ہو گا۔

جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ ٹیکس اکٹھا کرنے کی طرف دلاتا ہوں کہ یہ بھی حکومت کا ایک فرض ہے۔ ہم بارہا آپ کی توجہ اور اس معزز ایوان کی توجہ دلاتے رہے ہیں کہ ٹیکس جب غریب کاشت کار اور زرعی کارکن سے لینا ہوتا ہے تو صرف 5 سو روپے کے لیے اس کو حوالات یا جیل کی ہوا کھانا پڑتی ہے۔ لیکن دوسری طرف ایک صنعت کار جس نے اگر 5 ارب کا قرضہ بھی ادا نہ کیا ہو تو اس کو وزیر خزانہ اور وزیر صنعت و تجارت میز پر بٹھا کر ٹھنڈے ائیرکنڈیشنڈ کمروں میں اس سے گفت و شنید کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! آپ نے پچھلے دنوں دیکھا اور اخبارات میں پڑھا ہو گا کہ لبرٹی مارکیٹ میں ٹیکس وصولی تو ایک طرف رہی صرف سٹاک چیک کرنے کے لیے جب انکم ٹیکس آفیسر وہاں تشریف لے گئے تو انھیں گالیاں کھانی پڑیں' ان کو مارا پیٹا گیا اور اس میں کمشنر انکم ٹیکس رینک کا آدمی بھی موجود تھا۔ لیکن دوسری طرف کسان کو اگر 2 سو روپیہ بھی ادا کرنا ہوتا ہے تو اس کی جائیداد قرق کر لی جاتی ہے۔ جناب سپیکر! یہ ایسی disparities ہیں جن کو طبقاتی نام دیا جا سکتا ہے۔ یہ کچھ ذرائع

ہیں' جو یہاں رچائے جا رہے ہیں۔ جناب سپیکر! آپ پھر دیکھیں کہ عدل و انصاف کے نام پر کتنے ڈرامے رچائے گئے۔ اب مجھے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے' کیونکہ مجھ سے زیادہ یہ معزز ایوان جانتا ہے کہ عدل و انصاف کے نام پر کیا کیا ڈرامے رچائے گئے۔

جناب سپیکر! پورے صوبے کے عوام کو بنیادی سہولتوں کا فریب دے کر صرف اور صرف ایک بڑے شہر لاہور میں بہت زیادہ فنڈز کا استعمال کرنا میں سمجھتا ہوں کہ کسی طریقے سے بھی جائز نہیں ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ نہیں کہوں گا کہ یہاں فنڈز استعمال نہ کیے جائیں' ضرور کیے جائیں۔ یہ بھی ہمارا صوبائی دارالخلافہ ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھنا ہے کہ وہ زرعی طبقہ' وہ دور دراز کے علاقہ جات جہاں آج بھی پانی میسر نہیں ہے۔ جہاں پینے کے لیے پانی میسر نہیں ہے۔ کسی بھی طریقے سے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہاں کے فنڈز لاہور شہر کے لیے منتقل کیے جائیں۔ ہاں' پہلے یہ ہوتا تھا کہ لاہور شہر کے لیے فنڈز منتقل کیے جاتے تھے اور تقریباً ہر شہر میں سے تھوڑا تھوڑا بجٹ کاٹ کر اس شہر کو دیا جاتا تھا لیکن گزشتہ ایک سال میں ایسی مثالیں بھی موجود ہیں جب تمام شہروں کے بجٹ یہاں منتقل کر دیے گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی طریقے سے بھی یہ مناسب اور صحیح نہیں ہوا۔

جناب سپیکر! بجٹ تقریر میں بلدیاتی انتخابات کا ذکر کیا گیا۔ بلدیاتی اداروں اور بلدیاتی انتخاب کے نام پر جو ڈرامہ رچایا گیا۔ بلکہ میں یہ کہوں گا کہ جو خونی ڈرامہ رچایا گیا' وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ جناب سپیکر! حلقہ بندیوں سے لے کر الیکشن کے روز تک جو rigging ہوئی' جو irregularities ہوئیں۔ وہ صرف وہی جان سکتے ہیں کہ جن کے ساتھ یہ ہوا ہو۔ اور اس کے بعد آپ نے یہ بھی دیکھا کہ انتخابات ہونے کے باوجود آج تک اس کی جو further expansion ہے' ریزرو سیٹوں کے انتخابات یا چیئرمین حضرات کے انتخابات عمل میں نہیں آ رہے اور بڑی حیرانی کی بات ہے کہ یہاں سے صوبائی دارالحکومت سے معزز وزراء کی ڈیوٹیاں لگائی گئی ہیں کہ وہاں شہروں میں جا کر کونسلروں کو ڈانٹ ڈپٹ کر اپنی مرضی کے مطابق ان کو ووٹ دینے پر آمادہ کیا جائے۔ جناب سپیکر! یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ منتخب قیادت کی موجودگی میں وہاں افسر شاہی بجٹ بنا رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی طریقے سے بھی یہ جمہوری روایات کی پاس داری نہیں ہو رہی۔ جناب سپیکر! 30 جون کے نام پہ وہاں فنڈز کی لوٹ مار کا عمل جاری ہے۔ لیکن حکومت خاموش ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سراسر ناانصافی ہے اور پھر

ان اداروں کے خلاف سب سے بڑی سازش جو میری سمجھ میں آئی ہے، وہ یہ ہے کہ centralized بجٹ بنایا جائے گا۔ جس میں راجن پور کا بجٹ لاہور میں خرچ ہوگا اور بھکر کا بجٹ کسی اور شہر میں خرچ ہوگا۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوگا کہ ہماری مینڈیٹ زندہ باد۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ ساری باتیں اس حوالے سے یہاں کرنی بہت ضروری ہیں۔ ماشاء اللہ ہمارا ملک جوہری قوت بن چکا ہے اور ایٹمی دھماکے پر عوام کی خوشیاں بہت زیادہ ہیں۔ یہاں تک کہ اپوزیشن کی جماعتوں نے بھی اسے سراہا، لیکن حکومت نے کوئی صحیح طریقے سے اسے response نہ دیا۔ اور ان خوشیوں کے نتیجے میں ایمرجنسی کا نفاذ ہوا اور بنیادی حقوق معطل کر دیے گئے، جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ کسی طریقے سے بھی صحیح نہیں ہوا۔ اس کے بعد آج تک ان دھماکوں کے سلسلے میں ایک دوسرے کو مبارک بادیں دی جا رہی ہیں۔ یہ بہت ہی خوشی کی بات ہے کہ ہم نے وہ deterrent حاصل کر لیا ہے جس سے ہم اپنے مخالف ملک کا منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں۔ لیکن مبارک بادیں دینے سے پہلے ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ہم مبارک باد کس کو دے رہے ہیں اور کس بات کی دے رہے ہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس جوہری پروگرام پر 1950ء میں کام شروع ہوا اور اس وقت سے لے کر آج تک جتنی بھی حکومتیں آئیں، اس میں ایوب خان، ذوالفقار علی بھٹو، ضیاء الحق، محمد خان جونیجو، بے نظیر بھٹو، ان تمام کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ الحمدللہ آج ہم ایک جوہری قوت بن گئے ہیں۔ میں یہاں یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ گو کہ یہ ایک خوشی کا مقام موجودہ حکومت کے حصے میں آیا لیکن ہمیں یہ بھی سوچنا ہے کہ کیا یہ ایک ڈیڑھ سال کا کارنامہ ہے؟ نہیں۔ 1950ء سے لے کر آج تک جتنی بھی حکومتیں آئیں یہ ان سب کا کارنامہ ہے اور اگر ہم کارنامے کی بات کریں تو موجودہ حکومت نے اس سے زیادہ بھی اہم کارنامے ادا کیے ہیں۔ سٹاک ایکسچینج کا کریش، کمر توڑ مہنگائی، غیر ملکی زر مبادلہ کے ذخائر میں کمی، فارن انوسٹمنٹ کا کم ہونا، یہ سیاسی باتیں ہیں جو کہ موجودہ حکومت نے بھی ہمیں دی ہیں۔ اب مبارک باد کس بات پر؟ کیا اسی بات پر کہ دھماکے کے ساتھ ایمرجنسی اور بنیادی حقوق کی معطلی کا مسئلہ سننے کو ملا ہے؟ بھارت میں تو ایمرجنسی نہیں لگی۔ ایٹمی دھماکے کے پردے میں گزشتہ سال کی معاشی بدنظمی اور ناکامی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کے ذریعے ہم political victimization کی بدترین اور گھناؤنی صورت بھی دیکھیں گے۔ اس کے ساتھ

ملک میں عدم استحکام کی بدترین علامتیں بھی ظاہر ہوئی ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ چھوٹے صوبوں میں کافی رنجش پائی جاتی ہے اور اللہ نہ کرے کہ ان میں یہ عدم اعتماد اور تناؤ بڑھے۔ اللہ کرے وہ کم ہو۔ لیکن یہ سب ایمرجنسی کا نتیجہ ہے کہ دوسرے چھوٹے صوبوں میں محرومی کا احساس پیدا ہوا ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ ایمرجنسی کا مقصد امن و امان کو بحال کرنا ہے تو اس دھماکے کے بعد اور ایمرجنسی کے فوراً بعد خیبرمیل میں دھماکہ ہوا۔ اگر ہماری حکومت نے ایک proper strategy اپنا لی ہوتی تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ دھماکے بھی نہ ہوتے۔ لیکن جب ہم اندرونی دھماکوں پر قابو نہیں پا سکتے تو پھر ہم اس ایمرجنسی سے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔ ہاں البتہ اس سے ایک اور بات تو ضرور سامنے آئی کہ برسراقتدار لوگوں کے عزیزوں' دوستوں نے اپنے فارن اکاؤنٹس سے پیسہ نکلوا کر باہر ضرور بھیجا۔ اس کو کسی طریقے سے بھی اچھی نظر سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ اور پھر بیرونی سرمایہ کاری کا راستہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے۔ سٹیٹ بنک کے مطابق روزانہ 5 ملین کی remittances آنا بند ہو گئی ہیں۔ کیا ہم ملک کے دیوالیہ ہونے پر مبارک بادیں دے رہے ہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت یقیناً ان تمام باتوں پر غور کر رہی ہوگی۔ کیا ہم نے پھر ایم کیو ایم کو بھی مبارک باد دینی ہے کہ جنھوں نے ایمرجنسی پر ووٹنگ سے اجتناب کیا ہے؟ تینوں صوبوں میں گورنر راج کی باتیں ہو رہی ہیں۔ ان اقدامات پر احتجاج کیا جا رہا ہے اور پھر سب سے بڑی مبارک باد میں' سمجھتا ہوں کہ وہ پھر کیا حکومت کو بھی مبارک باد دینی چاہیے جس نے کہ اپنی نادانی اور ناقص حکمت عملی سے ہمارے عظیم سائنس دانوں کو آپس میں لڑا دیا ہے اور اس طرح لڑایا ہے کہ جیسے بلدیاتی اداروں میں کونسلر حضرات آپس میں لڑتے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ تمام باتیں ہماری رسوائی کا باعث بنی ہیں۔ یہ تمام منفی باتیں ہیں اور کسی طریقے سے بھی ان کو اس حکومت کے حق میں اچھا نہیں کہا جا سکتا۔ میں اسے حکومت کی نااہلی ہی کہوں گا۔

جناب سپیکر! اس وقت ایمرجنسی نافذ ہے۔ بنیادی حقوق معطل ہیں۔ زراعت کا یہ حال ہے کہ زمیندار بددل ہو کر اس پیشے سے بھاگ رہا ہے۔ چند لوگوں کے ہاتھوں میں اقتدار سمٹ کر رہ گیا ہے اور یہاں تک کہ ہم جو یہاں اس معزز ایوان میں بیٹھے ہیں' ہمارے معزز بھائی جو کہ اکثریت میں اس طرف ٹریژری بنچز پر بیٹھے ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ ان کو بھی کسی معاملے میں اعتماد میں نہیں لیا

جاتا' بلکہ میں یہ کہوں گا کہ جو جمہوری اقدار ہیں ان کے منافی کام ہو رہے ہیں جیسے میں نے پچھلے دنوں عرض کیا کہ یہاں آرڈیننس راج ہے۔ یہاں آرڈیننسوں کا رواج پڑ گیا ہے کہ جب بھی چیف ایگزیکٹو کی مرضی آئی اس نے اپنی آنکھ سے صرف اشارہ کیا اور آرڈیننس جاری ہو گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی طریقے سے بھی کوئی اچھے کام نہیں ہو رہے۔

جناب سپیکر! جمہوریت ہمارے لیے اب ناگزیر ہو چکی ہے۔ یہ دور آمریت کا دور نہیں ہے۔ ہمیں جمہوری طریقے سے آگے چلنا ہے اور اگر ہم جمہوریت کی پاسداری کرتے ہوئے آگے چلیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اپنی منزل پائیں گے۔ لیکن یہاں تو حالت یہ ہے کہ آمریت کو روکنے والے تمام اداروں کے ہاتھ کاٹ دیے گئے ہیں اور میں اس معزز ایوان میں ان اداروں کا نام نہیں لینا چاہتا جن کے ہاتھ کاٹ دیے گئے ہیں' بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ ادارے قائم ہوں اور ان کی صحیح طریقے سے پرورش ہو تو ہمارا ملک اور ہمارا صوبہ زیادہ اچھے طریقے سے پھل پھول سکتا ہے۔

جناب سپیکر! دوسرا اہم ادارہ سول سروسز کا ہے۔ سرکاری ملازمین کے ساتھ حکومت وہی سلوک کر رہی ہے جو کہ انگریزوں نے امریکہ کے ریڈ انڈین کے ساتھ کیا تھا۔ اس وقت کالا باغ ڈیم کا اعلان ہو چکا ہے اور الحمدللہ ایک اچھا فیصلہ ہے جو کہ حکومت نے کیا ہے۔ لیکن جب وفاقی بجٹ کا اعلان ہوا تو اس بجٹ میں کوئی رقم مختص نہیں کی گئی۔ پھر اس کو ایک خالی خولی اعلان ہی کہا جا سکتا ہے کہ اس قسم کے اعلان جیسے میں نے پہلے عرض کیا اور چند مثالیں دیں کہ وہ اعلانات ہو گئے اور اس کے بعد بات ختم ہو گئی۔ تو یہ کسی طریقے سے بھی مناسب نہیں ہے بلکہ چھوٹے صوبوں میں پنجاب کے خلاف نفرت کا بیج بویا گیا ہے۔ یہ قدم اگر ان کے اعتماد کے ساتھ اٹھایا جاتا تو بہتر تھا۔ لیکن اب کالا باغ ڈیم کو ہر قیمت پر بننا چاہیے اور یہ اب وفاق کی ذمہ داری ہے اور اس کا کام ہے کہ کس طرح وہ صوبوں کو اعتماد میں لیتا ہے؟

جناب سپیکر! گزشتہ سال جب بجٹ پر میں نے اپنی معروضات پیش کی تھیں تو حکومت کی جانب سے کئی صریح غلط بیانیوں اور اعداد و شمار کی فریب کاریوں کے دستاویزی ثبوت میں نے پیش کیے تھے۔ لیکن وائنڈنگ اپ سپیچ میں ان کا کوئی جواب نہیں دیا گیا تھا۔ اسی طریقے سے جب میں آج بھی یہ بات کر رہا ہوں کہ یہ بجٹ ایک jugglery of figures ہے جس کو میں ابھی آپ کے سامنے

ثابت کرتا ہوں تو حکومت کو اس کا اپنی وائنڈنگ اپ سپیچ میں ضرور جواب دینا چاہیے تاکہ حکومت کی صلاحیت اور بجٹ سازی کے عمل میں حکومت کی قابلیت کا راز فاش ضرور ہو۔

جناب سپیکر! اب میں بجٹ کی جانب آتا ہوں۔ یہ ایک موٹا کتابچہ جسے کہ

Estimates of Charged Expenditure and Demands of Grants

کہا جاتا ہے۔ یہ شروع ہی پنجاب اسمبلی کے بجٹ سے ہوتا ہے۔ اگر آپ اس کے صفحہ نمبر 184 اور 185 پر دیکھیں تو آپ کو علم ہوگا کہ سرکاری ارکان نے اپنے میڈیکل الاؤنسز لینے سے انکار کر دیا ہے' اس کے باوجود میڈیکل الاؤنسز چالیس لاکھ سے بڑھا کر ساٹھ لاکھ کر دیے ہیں۔ جناب والا! بہتر ہوتا کہ جیسے ایک سرکاری فیصلہ ہوا تھا اسے بجٹ میں reflect کر دیا جاتا۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ Travelling Allowances کی مد میں 78 لاکھ سے بڑھا کر ایک کروڑ اور تین لاکھ کر دیا ہے۔ لیکن جناب سپیکر! آپ کو بخوبی علم ہے کہ Travelling Allowance میں لیڈر آف دی اپوزیشن کا کوئی حصہ نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ اسمبلی سیکرٹریٹ لیڈر آف دی اپوزیشن کو Travelling Allowance نہ دینے کا فیصلہ کر چکی ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ صریحاً ایک غلط فیصلہ ہے۔

جناب والا! اسمبلی سیکرٹریٹ کی مد Commodities and Services میں ایک خوفناک اضافہ آپ دیکھیں گے کہ ایک کروڑ تین لاکھ اور بچانوے ہزار سے بڑھا کر اس کو دو کروڑ اور ستر لاکھ روپے کر دیا ہے۔ میں آپ کی خدمت میں فنانس ڈیپارٹمنٹ کی بجٹ کے بنانے میں کچھ glaring examples پیش کرتا ہوں جسے میں jugglery of figures کہہ رہا ہوں۔ اس صوبائی اسمبلی میں چار اسسٹنٹ سیکرٹریز ہیں۔ گزشتہ سال ان کی تنخواہ کی مد میں 23 ہزار روپے رکھے گئے تھے مگر اس سال posts بھی اتنی ہی ہیں لیکن ان کی تنخواہیں تین لاکھ اور پچاس ہزار روپے کر دی گئی ہیں۔ یا تو پچھلے سال کچھ فریب دکھایا گیا یا اس سال ہم سے کچھ پوشیدہ رکھا جا رہا ہے۔ اس معمے کا حل صرف فنانس ڈیپارٹمنٹ ہی جانتا ہے۔ صوبائی اسمبلی میں ہی اردو رپورٹر کی تعداد بارہ ہے۔ 1997-98ء میں ان کی تنخواہ کے لیے دس لاکھ روپے رکھے گئے تھے۔ اب ان کی تعداد اتنی ہی ہے لیکن ان کی تنخواہیں نو لاکھ روپے کر دی گئی ہیں۔ اب یہ فنانس ڈیپارٹمنٹ ہی بتا سکتا ہے کہ کیا انھوں نے اسمبلی سیکرٹریٹ

کی تنخواہیں کم کر دی ہیں۔

جناب سپیکر! آگے ہم محکمہ تعلیم کی طرف چلتے ہیں جو کہ بجٹ کے صفحہ نمبر 436 پر دیا ہوا ہے۔ اس میں ہمیں بہت خوشی اور مسرت ہوئی تھی جب وزیر اعلیٰ نے یہ اعلان کیا تھا کہ پاکستان آرمی کے سروے کے نتیجے میں بہت ہی لمبی چوڑی بدعنوانیوں کا پتہ چلا اور تقریباً چالیس ہزار جعلی اساتذہ کا کھوج لگایا گیا اور اس طریقے سے سینکڑوں فرضی اور کاغذی سکول جن کو "Ghost Schools" کہا جاتا ہے بتایا گیا ہے کہ دو ارب روپے کا نقصان ان سکولوں سے ہو رہا ہے اور اساتذہ کی جو چالیس ہزار پوسٹیں ہیں ان سب کو ملا کر دو ارب کا نقصان ہو رہا ہے۔ تو جناب سپیکر! میرا یہ خیال تھا کہ جب یہ پتہ چل ہی گیا ہے تو اسے بجٹ میں کہیں نہ کہیں reflect کیا جائے گا' Non-Expenditure کو کم کیا جائے گا لیکن وہ reduction تو کہیں نظر نہیں آئی اور وزیر اعلیٰ کے جو آرڈرز تھے وہ وہیں دھرے کے دھرے رہ گئے' بلکہ ان اخراجات میں کمی کی بجائے اضافہ ہوا ہے۔ چونکہ یہ elementary education کی بات ہو رہی ہے تو ان کی تعداد تین لاکھ ایک ہزار سات سو اساتذہ پر مشتمل تھی جو کہ اب اس میں ایک ہزار اور چودہ کم ہوئے ہیں اور وہ بھی ریٹائرمنٹ یا انتقال کی وجہ سے کم ہوئے ہیں۔ لیکن تنخواہیں چودہ ارب' اکتیس کروڑ سے بڑھ کر سولہ ارب اور چونسٹھ کروڑ ہو گئی ہیں تو جناب سپیکر! گویا جو بجٹ اس ایوان میں پیش کیا گیا ہے وہ Ghost Schools and Ghost Teachers کا بجٹ ہے' گویا یہ بجٹ بھی "Ghost Budget" کہلوانے کا مستحق ہے۔

جناب سپیکر! آگے میں محکمہ صحت کی جانب چلتا ہوں۔ بدقسمتی سے میں جو پہلی مثال دینا چاہتا ہوں وہ Sweepers کی تعداد کا معمہ ہے کہ Sweepers تک کو بھی اس مد میں بخشا نہیں گیا۔ میرے بھائی وزیر صحت نئے ہیں اور وہ اس وقت اپنی سیٹ پر تشریف نہیں رکھتے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے علم میں یہ بات نہ ہو' لیکن یقیناً فنانس ڈیپارٹمنٹ کے علم میں تو یہ بات ہوگی کہ رواں مالی سال میں ان کی تعداد 2223 تھی جبکہ آئندہ سال ان کی تعداد 1862 ہو گئی ہے۔ اب معلوم نہیں کہ آیا ان چار سو لوگوں کو گھر بھیج دیا گیا ہے اور ان کی پوسٹس abolish کر دی گئی ہیں' اسے بجٹ میں کہیں بھی reflect نہیں کیا گیا۔ اس لیے جناب سپیکر! میں یہ کہتا ہوں کہ اصل میں یہ بجٹ محض اعداد و شمار کا ایک گورکھ دھندا ہے' اس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ فنانس

ڈیپارٹمنٹ کے ائرکنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھ کر بنا دیا گیا ہے اور صرف اس معزز ایوان کو گمراہ کرنے کے لیے بجٹ کی یہ موٹی موٹی کتابیں ہمارے سامنے رکھ دی گئی ہیں۔ جناب والا! میں جتنی بھی شعبدہ بازیوں کا ذکر کر رہا ہوں اگر اس کا ایک ایک صفحہ اٹھا کر دیکھیں تو ایک صفحے پر ہی آپ گھنٹوں بات کر سکتے ہیں ۔ لیکن میں یہاں آپ کے سامنے صرف چند مثالیں پیش کروں گا ۔ محکمہ صحت کے صفحہ نمبر 517 کو اگر آپ دیکھیں تو سپروائزر اور ای جی سی ٹیکنیشنز کی پوسٹس 2215 ہیں جو رواں مالی سال میں بھی اتنی ہی ہیں اور آئندہ سال کے بجٹ میں بھی اتنی ہی پوسٹیں ہیں۔ لیکن جب تنخواہوں کی مد کو دیکھتے ہیں تو سال 98-1997ء میں تنخواہیں آٹھ کروڑ سنتالیس لاکھ روپے ہیں جبکہ 99-1998ء میں یہ پانچ کروڑ اور چوراسی لاکھ روپے کم ہو گئی ہیں ۔ تو کیا ان کی تنخواہیں کم کر دی گئی ہیں یا ان کو بجٹ میں allocate اس طریقے سے کیا گیا ہے کہ یہ اندازہ ہو کہ جو Non-Development Expenditures ہیں ان کو کم کیا جا رہا ہے؟ تو جناب سپیکر! اسی کو jugglery of figures کہتے ہیں۔اسی طریقے سے اگر آپ صفحہ نمبر 658 پر دیکھیں' یہ جناح ہسپتال کی مد ہے' اس میں 98-1997 میں ایک ڈرائیور تھا جس کی تنخواہ 5 لاکھ 43 ہزار روپے تھی۔ اب وہاں پر ان ڈرائیورز کی تعداد آئندہ مالی سال میں 25 ہو گئی ہے لیکن ان کی تنخواہیں وہی 5لاکھ اور 43 ہزار روپے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ 24 سیٹیں تو بڑھ گئی ہیں لیکن ان کی تنخواہیں نہیں بڑھیں اور دوسرے دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ہمیں تو یہ بتایا جاتا ہے کہ recruitment پر پابندی ہے' ban لگا ہوا ہے 'تقرریاں نہیں ہو سکتیں تو جناب والا! یہاایک سے پچیس تک کیسے بڑھ گئیں اور پھر یہ صرف محکمہ صحت یا جناح ہسپتال میں ہی نہیں ہوا ہوگا یہ باقی مدات میں بھی ہوا ہوگا' باقی محکمہ جات میں بھی ہوا ہوگا۔ تو میں چاہوں گا کہ حکومت اس سلسلے میں بھی ہمیں ' اس معزز ایوان کو جانئے کہ جب آپ نے ban لگایا ہوا ہے تو آپ نے یہ پوسٹیں کس طریقے سے پیدا کی ہیں اور ان پر لوگوں کی کیسے تقرریاں کی گئی ہیں۔ جناب سپیکر! میں نے صفحہ 658 کی ایک مثال دی ہے۔ اگر آپ اس پورے صفحے کو دیکھیں تو یہ صفحہ اسی قسم کی اور دوسری irregularities سے بھرا ہوا ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ اگر آپ ایک منٹ کے لیے یہ کتاب اٹھا کر یہ صفحہ دیکھ لیں تو میرے خیال میں اگر آپ کی تسلی ہو گئی تو اس ایوان کی تسلی ہو گی۔ تو میں عرض کروں گا کہ آنرایبل سپیکر کو یہ کتاب دکھائی جائے اور میں باقی

کی glaring examples بھی یہاں quote کر دیتا ہوں۔

صفحہ نمبر 658۔

جناب سپیکر! اس صفحے پر آپ یہ دیکھیں گے کہ نمبر 4 پر ایک Ultra Sound Attendant ہے۔ یہ 98-1997ء میں ایک پوسٹ تھی، 99-1998ء میں یہ دو پوسٹیں ہو گئی ہیں جبکہ 98-1997ء کے لیے تنخواہ چالیس ہزار روپے تھی اب یہ اکتالیس ہزار روپے ہو گئی ہے۔ آپ خود اندازہ لگائیں کہ جب پوسٹیں ڈبل ہو جائیں گی تو تنخواہ بھی ڈبل ہو جائے گی۔ چالیس کی بجائے اسے 80 ہزار ہونا چاہیے تھا لیکن وہ 40 کی بجائے 41 ہزار ہے۔

جناب سپیکر! اسی طریقے سے آپریشن تھیٹر اٹنڈنٹ 98-1997ء میں سترہ تھے۔ 99-1998ء میں ڈبل سے بھی زیادہ 45 ہو گئے ہیں لیکن ان کی تنخواہوں کو اگر آپ دیکھیں تو 8 لاکھ 59 ہزار روپے 98-1997ء کے لیے ہے اور 99-1998ء کے لیے یہ 8 لاکھ 16 ہزار روپے ہیں۔ گویا تعداد تین گنا ہو گئی ہے لیکن تنخواہیں پہلے سے بھی کم ہو گئی ہیں۔ جناب والا! بے شک آگے بھی آپ پڑھتے جائیں۔ اس میں دس پندرہ glaring examples ہیں۔ اور سب اسی طریقے سے ہیں۔ اس میں صرف یہ نہیں ہے۔ اگر آپ اگلا صفحہ 661 دیکھیں تو اس میں نمبر 7 پہ میڈیکل افیسر کی پچھلے سال پوسٹیں 61 تھیں۔ اس سال بھی 61 ہیں۔ پچھلے سال تنخواہیں 6 لاکھ دو ہزار تھیں اس سال 29 لاکھ دو ہزار ہو گئی ہیں۔

جناب والا! یہ پیسہ خود بخود کم ہو جاتا ہے اور خود بخود بڑھ جاتا ہے۔ جناب سپیکر! کیا اسے شعبدہ بازی نہیں کہا جائے گا۔ اب آگے آپ دیکھیں پروفیسرز کی مد میں پوسٹیں پچھلے سال بھی دو تھیں اور آئندہ سال کے لیے بھی دو ہیں۔ لیکن پچھلے سال دو پروفیسرز کے لیے 21 ہزار رکھے گئے۔ اس دفعہ 2 لاکھ 21 ہزار روپے رکھے گئے ہیں۔ جناب والا! یہ تعداد کس طریقے سے پیدا ہوا۔ یہ کس طریقے سے معزز ایوان کی آنکھوں میں دھول جھونکی جا رہی ہے۔ اب اسی صفحے پہ آپ دیکھیں گے تو anesthesiest کی تین پوسٹیں پچھلے سال تھیں اور تین پوسٹیں ہی اب ہیں۔ پچھلے سال ان کی تنخواہ کی مد میں 83 ہزار روپے رکھا گیا تھا۔ اس سال ان کی مد میں ایک لاکھ 83 ہزار روپے رکھے گئے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ اتنے سارے glaring examples ہیں کہ اگر آپ آنکھیں بند کر کے کوئی صفحہ کھول

لیں تو آپ کے سامنے یہ irregularities واضح ہو جائیں گی۔

جناب سپیکر! اب میں آپ کی توجہ پولیس کی مد پہ دلانا چاہتا ہوں۔ اس میں بھی اسی طریقے سے صفحہ 383 پہ دیکھیں تو پولیس کی ایک پوسٹ لانگری کی ہے۔ یہ ایک معمولی سی پوسٹ ہے لیکن پولیس کے محکمہ میں یہ پوسٹ بہت ہی اہم ہے۔ اس کی رواں مالی سال کے لیے 419 پوسٹیں ہیں اور 419 پوسٹیں ہی آئندہ مالی سال کے لیے ہیں۔ لیکن جب آپ تنخواہ دیکھتے ہیں تو رواں مالی سال میں 8 لاکھ 68 ہزار روپے ہے اور آئندہ سال کے لیے 80 لاکھ روپے ہے۔ اسی طرح سے صفحہ 397 پہ "پولیس" کی مد میں دیکھتے ہیں تو اس میں سب انسپکٹر کی تعداد 242 ہے۔ اس وقت ایک کروڑ 10 لاکھ روپے رکھے گئے۔ اب تنخواہ کی مد میں 93 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ یہ ایسے تضادات ہیں جن کی بالکل کوئی سمجھ نہیں آ رہی۔ اور پھر ایک اور مثال میں پولیس کی مد میں دینا چاہوں گا۔ صفحہ 408 پر سائیکالوجسٹ کی ایک پوسٹ ہے۔ جس کے لیے رواں مالی سال میں تنخواہ کی مد میں 47 ہزار روپے رکھے گئے تھے۔ اب پوسٹ وہی ایک ہے لیکن آئندہ مالی سال کے لیے 88 ہزار روپے کر دیے گئے ہیں۔ جناب سپیکر! صفحہ 662 پہ چلڈرن کمپلیکس کی ایک مثال دینا چاہتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر جناب اختر محمود ایڈووکیٹ کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

وہاں بھی اسی طریقے سے کیا گیا ہے کہ لیبارٹری اسسٹنٹ کی نو پوسٹیں ہیں۔ رواں مالی سال میں ان کے لیے 45 ہزار روپے رکھے گئے ہیں۔ آئندہ مالی سال کے لیے ایک لاکھ 45 ہزار روپے رکھ دیے گئے ہیں۔ یہ اتنا بڑا تضاد ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو میرے معزز بھائی اس جانب بیٹھے ہیں وہ اگر ان documents کو دیکھیں تو وہ بڑے اچھے اور خوبصورت طریقے سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کتنی jugglery of figures ہوئی ہے۔ اور پھر صرف یہ نہیں ہے۔ پہلے جو میں نے 661 صفحے پر Paediatrics Hospital کی مثالیں دی ہیں۔ اس کے علاوہ معزز وزیر خزانہ اگر مثالیں دیکھنا چاہیں تو 656 اور 657 پر بھی نظر آئیں گی۔ اور اسی طریقے سے پبلک ہیلتھ میں آپ کو 706 صفحے پہ نظر آئیں گی۔ جناب چیئرمین! جیسے میں نے عرض کیا یہ چند مثالیں ہیں جو میں دے رہا ہوں۔ میں بڑی فراخ دلی سے اور کھلے انداز میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ آنکھیں بند کر کے اس بجٹ بک کا کوئی صفحہ کھول لیں تو آپ کو یہ glaring irregularities نظر آئیں گی۔ یہ کس کو بےوقوف بنایا جا رہا ہے۔ یہ کسی

کی آنکھوں میں دھول جھونکی جا رہی ہے۔ کیا ہمیں یہاں صرف اس لیے بلایا جاتا ہے' اس لیے یہاں بٹھایا جاتا ہے کہ facts and figures تقریر میں کچھ اور ہوں اور کتابوں میں کچھ اور ؛ یہ کتابیں ایسی ہیں کہ کوئی بھی اتنی موٹی کتابیں ایک دو دن میں نہیں پڑھ سکتا۔ اور نہ ہی سب لوگوں کے پاس technical know-how ہے کہ وہ اس کو پڑھیں ۔ لیکن یہ اتنی glaring irregularities کی گئی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بجٹ حکومت کو رسوا اور بے عزت کرنے کی ایک گہری سازش ہے اور اس پر اگر توجہ نہ دی گئی تو یہ کوئی مناسب نہیں ہوگا۔ اور پھر میں انھی سرکاری ملازمین کے حوالے سے ایک شعر دہرانے پر مجبور ہوں کہ جس کو فاضل وزیر خزانہ نے بھی اپنی بجٹ تقریر میں سنایا تھا۔ انھوں نے فرمایا تھا کہ:

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

کہیں سرکاری ملازم اس کتاب کو طائر لاہوتی نہ سمجھیں۔ چونکہ ان کے لیے تو یہ طائر لاہوتی بن جائے گا۔

جناب سپیکر! یہ ایسی باتیں میں آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں اور پھر میں ایک شعر بھی یہاں پڑھوں گا کہ

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

جناب والا! یہ وزارت خزانہ جس قسم کے مرضی کرشمہ جات دکھلائے ۔ اب اس بجٹ میں اکثریت کے ساتھ چاہے میرے معزز دوست ' معزز اراکین اسمبلی یہاں تشریف فرما ہیں وہ بھی convince ہوں گے کہ یہ بات واقعی میں نے صحیح کہی ہے ۔ لیکن جیسے میں نے عرض کیا حکومت جو اشارہ کرے اس اشارے کے مطابق انھوں نے آواز اٹھائی ہے ۔

اب اس کے بعد میں اس طرف آتا ہوں ۔ حکومت نے سرکاری ملازمین پر جس طرح چھری پھیری ہے اور ان کی سہولتوں میں اور سروس کنڈیشنز میں کمی کی ہے' اس سے قتل عام کا سا منظر نظر آتا ہے ۔ میں بات کر رہا ہوں ان سرکاری ملازمین کی جو سیکرٹریٹ کے ڈپٹی سیکرٹریز ہیں۔ اب ڈپٹی

سیکرٹریز یہاں بیٹھے وزرائے کرام اور معزز اراکین اسمبلی سمجھتے ہیں کہ ان کا ایک بڑا pivotal role ہے۔ بلکہ یہ بجٹ ڈپٹی سیکرٹریز نے ہی تشکیل دیے ہوں گے ۔ ان سے مراعات واپس لے لی گئی ہیں۔ ان کے ائیر کنڈیشنر اتار لیے گئے ہیں۔ ان سے گاڑیاں ایک دن کے نوٹس پہ واپس لے لی گئی ہیں۔ یہ ایک ایسی austerity drive نہیں، باقی جتنی بھی drives ہیں وہ سب سے پہلے پنجاب سے شروع کی جاتی ہیں۔ اس وقت austerity drive باقی کسی صوبے میں نہیں ہے۔ اور اگر آپ نے یہ کرنا تھا تو کم از کم ڈپٹی سیکرٹریز کو پانچ دس دن کا وقت تو دیا ہوتا تاکہ وہ اس کا کوئی متبادل سوچ لیتے ۔ اور پھر اس سے فائدہ کیا ہوا ۔ فائدہ یہ ہوا کہ جناب چیئرمین ! اب پک اینڈ ڈراپ کی سروس شروع ہے ۔ پہلے جو گاڑی دو چکر لگاتی تھی اب وہ چار چکر لگا رہی ہے ۔ بجائے austerity کے وہ اس سے زیادہ اخراجات آ رہے ہیں اور میں بڑے وثوق سے کہہ رہا ہوں کہ یہ فیصلہ بھی آئندہ چند مہینوں میں واپس لے لیا جائے گا اور اس وقت یہ واپس ہوگا کہ جب یہ گاڑیاں تباہ و برباد ہو چکی ہوں گی اور پھر نئی خرید کرنے کے لیے حکومت کو نیا پیسہ خرچ کرنا پڑے گا۔ اس سے جناب چیئرمین ڈپٹی سیکرٹریز کی efficiency پر بہت اثر پڑا ہے ۔ اور پھر ایسے محکمے بھی ہیں جو کہ centrally airconditioned ہیں۔ جناب چیئرمین ! پی اینڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ ایک centrally airconditioned ہے ۔ سیکرٹریٹ کا ایف بلاک centrally airconditioned ہے۔ وہاں بیٹھے ڈپٹی سیکرٹریز یا اس رینک کے آدمی تو اس کا مفاد لے رہے ہیں لیکن جو centrally airconditioned نہیں ہے وہاں سے یہ سہولت واپس لے لی گئی ہے ۔ تو کیا وہاں بجلی خرچ نہیں ہو رہی؟ اور پھر جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ دلانا چاہوں گا کہ جہاں lifts لگی ہیں وہ بھی تو بجلی consume کر رہی ہیں، وہ ائیرکنڈیشنر سے بھی زیادہ بجلی کے units consume کر رہی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ فیصلہ کسی طریقے سے بھی صحیح نہیں ہوا اور یہ مظالم ایک دن رنگ لائیں گے۔ حکومت کے خلاف جو نفرت اور بے اطمینانی روز بروز بڑھ رہی ہے اس سے مجھے خطرہ ہے کہ کہیں کوئی خونی انقلاب نہ آ جائے۔ جناب چیئرمین! آپ کے علم میں ہے کہ کمر توڑ مہنگائی ہے۔ اس پر میں آپ کی نذر ایک شعر کرتا ہوں۔ یہ شعر اصل میں یوں تھا کہ

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

لیکن ایک بذلہ سنج شاعر نے اس شعر کو حکومت کی جانب سے ڈپٹی سیکرٹریوں کو مخاطب ہو کر کچھ یوں پڑھا ہے،

ملتے ہیں تیرے آٹھ سو اس وقت چار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

جناب سپیکر! بجٹ کے ساتھ حکومت نے جو وائٹ پیپر جاری کیا ہے اس کا مطالعہ بھی ایک تفریح سے کم نہیں ہے۔ اس کے صفحہ "B" پر بتایا گیا ہے کہ حکومت پنجاب کو وفاقی حکومت کی طرف سے ملنے والے فنڈز میں 4 ارب روپے کی کمی ہوئی ہے۔ یہ 98-1997ء کی بات ہے، یعنی 64 ارب کی بجائے 60 ارب روپے ملے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ دراصل صوبائی حکومت نے وفاقی حکومت سے اپنا صحیح حصہ لینے کی کوشش ہی نہیں کی ہے۔ آئندہ مالی سال کے بارے میں بجٹ تقریر میں بھی بتایا گیا ہے کہ وفاقی حکومت کی طرف سے صوبے کو کم رقم مل رہی ہے۔ اس کا اعتراف خود بجٹ تقریر ہے۔ اس کا متعلقہ صفحہ نمبر 9 ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ " ہمیں 27 ارب 4 کروڑ روپے کم دستیاب ہوں گے" جناب والا! وفاقی حکومت کی غلط پالیسیوں، سی بی آر کے نئے چیئرمین کی نااہلی کی وجہ سے ٹیکسوں کی وصولی میں سستی ہے۔ افسروں کے ساتھ غیر منصفانہ پالیسی کی وجہ سے انکم ٹیکس اور کسٹم کے افسران احتجاجاً وصولیاں سست کر رہے ہیں۔ جب پرائیویٹ سیکٹر سے لاکھوں روپے تنخواہ دے کر لوگ رکھے جا رہے ہیں تو پھر حکومت کے ملازمین اس میں کیوں دلچسپی لیں گے؟ اور جب محاصل کم ہوں گے تو لامحالہ صوبے بھی اس سے اثر انداز ہوں گے۔

جناب چیئرمین! اب میں زراعت کے شعبے کی طرف آتا ہوں جو کہ وائٹ پیپر کے صفحہ "F" پر دیا گیا ہے۔ بجٹ تقریر میں کہا گیا کہ " زراعت ہمیں بہت عزیز ہے۔ لیکن زرعی ٹیکس کے نفاذ کے باوجود زراعت کے ترقیاتی بجٹ میں کمی کر دی گئی ہے۔ 98-1997ء میں یہ 8 10 فی صد تھا جبکہ 99-1998ء میں اسے کم کر کے 8 9 فی صد کر دیا گیا ہے۔ inspite of the fact کہ زرعی ٹیکس وصول کیا جا رہا ہے اور یہ ایک ایسا ٹیکس ہے جس پر controversy چل رہی ہے۔ میں نے پچھلے دنوں اس بارے میں ایک تحریک التوائے کار دی تھی۔ اس وقت ڈپٹی سپیکر صاحب اجلاس کی صدارت کر رہے تھے۔ انھوں نے ایک کمیٹی بھی تشکیل دی تھی لیکن آج تک وہ کمیٹی مل بیٹھ کر یہ طے نہیں کر سکی

کہ آیا 1996-97ء کا زرعی ٹیکس صحیح وصول کیا جا رہا ہے یا نہیں۔ میرا اس میں موقف یہ تھا کہ حکومت اپنے ہی قوانین کے مطابق 1996-97ء کا ٹیکس وصول نہیں کر سکتی۔ جبکہ وہ ٹیکس as arrears of land revenue زبردستی وصول کیا جا رہا ہے۔ اب تو ایمرجنسی کی آڑ میں مزید سختیاں کر دی گئی ہیں۔ جس غریب کاشت کار کی موسمی حالات کی وجہ سے فصلات خراب ہوئیں اور وہ یہ رقم ادا نہ کر سکا لیکن اس کے باوجود اسے جیل میں بند کیا جا رہا ہے۔ جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی طریقے سے بھی اچھے اقدامات نہیں ہیں' بلکہ حکومت کے اعلانات کی نفی ہو رہی ہے۔ حکومت ایک طرف تو کہتی ہے کہ ہمیں زراعت بہت عزیز ہے لیکن جب ہم یہ کتابچہ اٹھا کر دیکھتے ہیں تو زراعت کے ترقیاتی بجٹ میں ایک فی صد کمی کر دی گئی ہے۔ جب میں بجٹ کی تقریر سن رہا تھا تو اس وقت میں یہ سوچ رہا تھا کہ زراعت حکومت کو کس طرح بہت عزیز ہے؟ اب جبکہ میں نے اس کا بجٹ دیکھا تو معلوم ہوا کہ انھوں نے اس میں کمی کر دی ہے' یعنی زراعت کے بجٹ میں کمی کرنا ہی عزیز سمجھا جا رہا ہے۔ اور پھر جناب چیئرمین! PADSC کو wind up کر دیا گیا ہے' یہ عزیز ہونے کی ایک اور بات ہے۔ اسی طرح آبیانے کی شرح میں ناقابل فہم حد تک اضافہ کر دیا گیا ہے۔ یہ تقریباً 20 گنا زیادہ کر دیا گیا ہے۔ یہ تمام ایسی چیزیں ہیں جن سے عام کاشت کار کافی تنگ ہو رہا ہے۔ جناب چیئرمین! یہاں سبز انقلاب کی بات ہوئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ سبز باغ دکھا کر سبز انقلاب کے نعرے تو ضرور لگائے جا رہے ہیں۔ لیکن یہ غریب کسان جو کہ نہ تو اپنی کپاس کا صحیح معاوضہ وصول کر سکے' نہ گنے کی فصل کا صحیح معاوضہ وصول کر سکے ان کے لیے کیسا سبز انقلاب ہے؟

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! عصر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ آپ براہ کرم نماز کے لیے وقفہ کر دیں۔ ہم الحمدللہ سب مسلمان ہیں اور عصر کی نماز کا تو خاص سخت تاکید کے ساتھ حکم ہے۔ نماز عصر کا وقفہ ہونا چاہیے۔

وزیر خزانہ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): جناب سپیکر! چونکہ مغرب کی نماز کا وقت کم ہوتا ہے۔ اس کے لیے خاص طور پر وقفہ کیا جاتا ہے۔ عصر کے لیے تو کافی وقت ہے' باری باری حضرات نماز پڑھ سکتے

ہیں۔ یہ وقفہ کبھی سرکاری طور پر دیا نہیں گیا۔

جناب چیئرمین: مولانا صاحب نماز کے لیے تشریف لے گئے ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ جو جو صاحبان نماز کے لیے جانا چاہیں وہ اپنے اپنے طور پر نماز پڑھ سکتے ہیں' کیونکہ اس میں خاصا وقت ہے۔ ان شاء اللہ نماز مغرب کے لیے 7 بج کر 12 منٹ پر وقفہ کیا جائے گا۔ جی سعید احمد منیس صاحب!

جناب سعید احمد خان منیس: جناب چیئرمین! میں جس وائٹ پیپر کا ذکر کر رہا تھا آپ اس میں حکومت کی تعلیم کے ساتھ دلچسپی کا مظاہرہ بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ کل ترقیاتی بجٹ کی percentage اس سال کم کر دی گئی ہے۔ 98-1997ء میں کل ترقیاتی بجٹ کا 20 فی صد تعلیم پر خرچ کیا جا رہا تھا جبکہ اس بار اسے کم کر کے 15 فی صد کر دیا گیا ہے' گویا کہ اس میں 5 فی صد کی کٹوتی کر دی گئی ہے' لیکن حکومت برملا یہ کہہ رہی ہے کہ وہ تعلیم کے شعبے پر بہت زیادہ توجہ دے رہی ہے۔ جناب والا! 5 فی صد کے حساب سے جو رقم کم کی گئی ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ یہاں بہت واویلا اور شور ہے کہ صوبے سے بوٹی مافیا کو ختم کیا جا رہا ہے لیکن آپ نے یہ بھی دیکھا' سوچا یا حکومت نے اس پر غور کیا کہ اس کے پیچھے عوامل کیا ہیں؟ سسٹم میں کیا خرابی ہے؟ اگر سسٹم میں خرابی ہے تو اسے ٹھیک کیا جائے بجائے اس کے کہ وزیر اعلیٰ صاحب' وزراء صاحبان یا سیکرٹری صاحبان اپنے entourage کے ساتھ امتحانی مراکز میں جا کر امیدواروں کی flow of thought کو خراب کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ طریق کار کسی طرح بھی بہتر نہیں ہے۔ انھیں اس سسٹم کو ٹھیک کرنا چاہیے' اور پھر جناب چیئرمین! آپ بھی ضرور جانتے ہوں گے کہ انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن کے جو بورڈز ہیں ان کے اپنے laws ہیں' ان کے تحت صرف مخصوص لوگ ہی امتحانی مراکز میں داخل ہو سکتے ہیں۔ جنھیں بورڈ انسپکٹرز آف امتحانات declare کر دیتا ہے صرف وہ ان امتحانی مراکز میں داخل ہو سکتے ہیں۔ لیکن ہم ٹیلی ویژن پر دیکھتے ہیں' اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ وزیر اعلیٰ صاحب یا وزراء صاحبان کے ساتھ ان کا جو entourage ہوتا ہے وہ بھی امتحانی مراکز کے اندر چلا جاتا ہے۔ یہ تو قوانین کی خلاف ورزی ہو رہی ہے' کیونکہ جو بندہ انسپکٹر آف امتحانات declare نہیں کیا ہوا وہ اس امتحانی سنٹر میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب کو یا کسی دوسرے وزیر صاحب کو بورڈ آف انٹرمیڈیٹ نے انسپکٹر آف امتحانات declare نہیں کیا ہوگا۔ تو یہ ایک غلط کام ہے اور غلط کام کو ٹھیک کرنے کے

لیے مزید غلط کام کیے جا رہے ہیں۔ پہلے آپ اس سسٹم کو ٹھیک کریں، entry system کو ٹھیک کریں تب جا کر یہ معاملہ صحیح ہو گا۔

جناب چیئرمین! میں صرف یہ کہوں گا کہ ہمارے ملک میں یا ہمارے صوبے میں جو کروڑوں ان پڑھ افراد ہیں، حکومت صرف lip service دے رہی ہے کہ بجٹ تقریر میں کچھ اعداد و شمار پڑھ دیے گئے اور کچھ دکھا دیے گئے لیکن جب ہم ڈویلپمنٹ سائیڈ کو دیکھتے ہیں تو اس کا 5 فی صد بجٹ کم کر دیا گیا ہے۔ جناب چیئرمین! حکومت نے صحت کے شعبے میں بہت بلند و بانگ دعوے کیے ہیں لیکن آپ دیکھیں کہ ترقیاتی بجٹ میں نمایاں کمی ہوئی ہے۔ حکومت سوشل سروسز کے بارے میں بلند بانگ دعوے کرتے نہیں تھکتی لیکن ان کی پالیسی ان کے اعداد و شمار سے ہی بے نقاب ہو گئی ہے۔ جناب والا! 98-1997ء میں محکمہ صحت کے لیے 10.13 فی صد مختص کیے گئے تھے لیکن 99-1998ء میں 8.53 فی صد مختص کیے گئے ہیں۔ گویا اس میں بھی reduction ہو گئی ہے۔ جناب والا! صرف یہی نہیں، میں اور محکمہ جات کے بارے میں بھی آپ کو اعداد و شمار بتا دیتا ہوں کہ 98-1997ء میں ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ کے لیے 36.47 فی صد پیسے مختص کیے گئے تھے جسے کم کر کے اب 99-1998ء کے لیے 26.57 فی صد کر دیا گیا ہے۔ اسی طریقے سے انفرمیشن اینڈ کلچر ڈیپارٹمنٹ کے لیے 0.19 فی صد تھا اس کو کم کر کے 0.11 فی صد کر دیا گیا ہے۔ اسی طریقے سے سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ میں بھی ترقیاتی بجٹ 0.06 فی صد سے کم کر کے 0.01 فی صد کر دیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین! حکومت نے جو اچھی بات کی ہے وہ ٹریکٹروں پر ایک لاکھ روپے کی سبسڈی کا اعلان ہے۔ لیکن کیا میں یہ سمجھوں کہ جس طرح پچھلے سال وزیر اعظم پاکستان نے ایک زرعی پیکج دیا تھا لیکن وہ تو وعدہ وفا نہیں ہو سکا تھا۔ اب پھر مجھے لگتا ہے کہ یہ وعدہ بھی وفا نہیں ہو گا اور جو پانچ ہزار ٹریکٹروں کا اعلان کیا گیا ہے کہیں وہ بھی jugglery of figures کی نذر نہ ہو گیا ہو۔ پھر یہ بھی سننے میں آیا ہے ٹریکٹروں کی سپیئر پارٹس کی ایجنسیوں کے ضمن میں جو حکومت کے قریبی حلقوں میں بھاگ دوڑ شروع ہو گئی ہے اور وہ یہ لینے کے چکر میں بھاگے پھر رہے ہیں۔ اس سے مجھے لگتا ہے کہ شاید یہ وعدہ وفا ہو جائے۔ لیکن جب jugglery of figures کو دیکھتے ہیں اور کتابیں اٹھا کر دیکھتے ہیں تو اس میں جو تضاد ہے اگر اس کو سامنے رکھیں تو میرے خیال میں یہ وعدہ بھی وفا نہیں ہو گا۔

جناب چیئرمین! اب میں سالانہ پروگرام کی طرف تھوڑا سا آتا ہوں جو بتایا گیا ہے کہ یہ 17

ارب روپے پرمشتمل ہوگا۔ میں یہ کہوں گا کہ یہ window dressing دکھائی گئی ہے اور اصل میں یہ سالانہ ترقیاتی پروگرام 17 ارب روپے کا نہیں ہوگا۔ تو حکومت نے جو بات کل کرنی ہے اور اس پر 50 فی صد کٹ لگا دینا ہے وہ آج ایوان کے سامنے صحیح طریقے سے کیوں نہیں بتا دیا جاتا؟ صرف سرپلس بجٹ دکھانے کے لیے یہ window dressing کی جا رہی ہے۔' میں عرض کروں گا کہ حکومت کوئی realistic approach نہیں دکھا رہی اور میں آج on the floor of the House یہ بات کر رہا ہوں کہ آپ دیکھیں گے کہ آئندہ چند دنوں میں نہیں تو آئندہ چند مہینوں میں اس پر 50 فی صد کٹ لگا دی جائے گی اور overall یہ ADP زیادہ سے زیادہ سات یا آٹھ ارب پرمشتمل ہوگا۔ پھر اس ADP میں جو ترقیاتی سکیمیں رکھی جاتی ہیں' اس میں اپوزیشن کو تو حکومت نے ویسے بھی اٹھا کر باہر پھینکا ہے۔ اب رواں مالی سال میں انھوں نے جتنے بھی فنڈز تقسیم کیے وہ اپنوں میں کیے ہیں' اس میں اپوزیشن کو کوئی حصہ نہیں دیا گیا اور آئندہ بھی نہیں دیا جائے گا۔ جناب والا! دیکھنے میں یہ بات آئی ہے کہ اس دفعہ block allocations بہت رکھ دی گئی ہیں۔ دو ارب کا ایک ترقیاتی پروگرام ہے جو کہ بتایا جا رہا ہے کہ عوامی نمائندوں کے ذریعے' minus opposition' ان کی مرضی سے بنایا جائے گا اور یہ ایک lever وزیر اعلیٰ کے ہاتھ میں دے دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ وزیر اعلیٰ کی discretionary grant ایک ارب روپے رکھ دی گئی ہے۔ block allocations صرف یہی نہیں اس میں 500 ملین کا ایک میونسپل فنڈ ہے' 500 ملین کی ایک میچنگ گرانٹ ہے' 600 ملین کا ایک پرائرٹی پروگرام ہے۔ جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ ان تمام block allocations کے ذریعے وزیر اعلیٰ نے اپنے ہاتھ میں ایک نیا lever رکھ لیا ہے اور پھر انھوں نے اسی پرانی ڈگر پر چلنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ جناب چیئرمین! یہ سب باتیں ان بجٹ کی کتابوں میں' وائٹ پیپر میں depict ہوئی ہیں۔ جناب والا! بجٹ تقریر میں کہا گیا کہ financial discipline کا بہت خیال رکھا جا رہا ہے۔ تو میں نے جتنی مثالوں کا ذکر کیا ہے آپ انھی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ financial discipline تو یہی ہے کہ بجٹ بک کے ہر صفحے پر glaring irregularities' ایسی چیزیں جو کہ معزز ایوان کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہیں' وہ سامنے آئی ہیں۔ اور پھر good governance کی بات کی گئی ہے۔ good governance یہی جو کہ ہم لاء اینڈ آرڈر کے سلسلے میں دیکھ رہے ہیں کہ جیسے میں نے عرض کیا کہ اجتماعی قتل اور اجتماعی آبرو ریزیاں' اسے good governess کہا جاتا ہے۔ جناب والا! پھر accountability کا ذکر کیا گیا ہے۔ پورا پاکستان یہ بات کہہ رہا ہے کہ accountability transparent نہیں ہو رہی۔ جناب

چیئرمین! میں accountability کے حق میں ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ accountability ایسی چیز ہے جو مسلسل ہوتی رہنی چاہیے' چاہے وہ سیاستدان ہیں اور ان کا کسی بھی پارٹی سے تعلق ہے' 'irrespective of party affiliation' چاہے وہ سرکاری ملازمین ہیں یا عوام کے نمائندے ہیں' accountability ہونی چاہیے۔ لیکن اس کا transparent ہونا بہت ہی ضروری ہے' مگر اس accountability میں transparency نظر نہیں آ رہی۔

جناب والا! اسی طریقے سے Anti Terrorist Court کا ذکر کیا گیا اور اس میں کچھ اعداد و شمار بھی دیے ہیں جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اعداد و شمار کسی طریقے سے بھی صحیح نہیں ہیں کہ انھیں appreciate کیا جائے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ خصوصی عدالتوں نے اگست 1997ء سے 31 مارچ تک 215 مقدمات نپٹائے۔ 70 مقدمات میں سزائے موت اور 31 میں مختلف مدت کی سزائیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا ہے' باقی 114 مقدمات میں وہ لوگ بری ہو چکے ہیں۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ کم از کم دو ہزار مقدمات Anti Terrorist Court میں ہوں گے۔ تو دو ہزار کچھ میں سے اگر 215 پر فیصلے ہوئے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی appreciate کرنے والی بات نہیں۔ یہ بہت ہی slow process ہے ۔ پہلے جیسے عوام نے کہا تھا اور ساری دنیا کہہ رہی تھی کہ یہ ایک judicial parallel نظام بنا دیا گیا ہے اور عدالت نے اس کا فیصلہ بھی کر دیا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ کسی طریقے سے بھی یہ کوئی appreciate کرنے والی بات نہیں۔

جناب چیئرمین! ایلیٹ فورس کا ذکر کیا گیا۔ چلیں دیکھتے ہیں کہ ایلیٹ فورس کیا کرتی ہے؟ کیونکہ یہ اب شروع ہو رہی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ٹاٹ میں قالین کا پیوند لگانے کے مانند ہوگا کیونکہ اب تک وہ کوئی خاطر خواہ کام نہیں دکھا سکے۔ جناب والا! یہ ایسی چند باتیں ہیں جو کرنی ضروری تھیں باقی باتیں ان شاء اللہ آپ کی وساطت سے کٹ موشنز پر کی جائیں گی۔ لیکن میں ایک بات ضرور عرض کروں گا کہ اس دفعہ جو ٹیکسز لگائے گئے ہیں۔ جس طریقے سے یہ فنانس بل لایا گیا ہے اور اس بات کو صحیح انداز سے بجٹ تقریر میں پیش نہیں کیا گیا اور وہ ٹیکسز چھپائے گئے۔

جناب سپیکر! یہ ٹیکس کب تک چھپ سکتے تھے؟ اب جس طریقے سے یہ فنانس بل پیش کیا گیا اس میں مجھ سمیت تمام معزز اراکین اسمبلی غالباً سمجھ نہیں سکے ہوں گے ۔ ہم نے دوسرے دن اخبارات میں پڑھا کہ الیکٹرانکس پر ٹیکس لگ گیا' ریٹائرڈ ملازمین کو مکانوں پر کچھ رعایت دے دی گئی'

ٹوکن ٹیکس بڑھا دیے گئے' اسلحہ لائسنس کی فیس بڑھا دی گئی۔ جب اس ٹیکس کو جمع کیا گیا تو وہ 70 سے 80 کروڑ روپیہ بن گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ کے بعد بھی یہ piece meal taxation حکومت جاری رکھے گی۔ معاملہ کئی اربوں تک جا پہنچے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی لحاظ سے بھی یہ طریقہ درست نہیں تھا جو اپنایا گیا۔ دوسرا جناب والا! میں نے یہاں پر کئی مثالیں پیش کی ہیں۔ اگر فنانس ڈیپارٹمنٹ نے اسی طریقہ سے اپنا بجٹ بنانا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ پھر اتنے بڑے ڈیپارٹمنٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ This is full of irregularities and errors. ۔ اتنی بڑی اسٹیبلشمنٹ کی ضرورت نہیں ہے چند ایک میٹریکولیٹ لڑکوں کو بھرتی کر کے ان کو بتا دیا جائے کہ اتنے ارب کا figure بنانا ہے۔ تو اس کو جس طرح سے مرضی سے جمع تفریق کرکے اس کا بیلنس اتنے ارب کا بنا دیں تو وہ بھی بنا سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ فنانس ڈیپارٹمنٹ نے کسی طرح سے بھی اپنی کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ جناب سپیکر! میں انھی باتوں کے ساتھ اس بل کو رد کرتا ہوں اور اس کے ساتھ ہی جناب چیئرمین آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: ملک مظہر عباس راں صاحب۔

ملک مظہر عباس راں (پی پی 166): شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ میں سب سے پہلے وزیر اعظم پاکستان اور وزیر اعلیٰ پنجاب کو کامیاب ایٹمی دھماکا کرنے ' کالا باغ ڈیم کا اعلان کرنے' زرعی اصلاحات کا اعلان کرنے اور خاص طور پر ٹریکٹروں کی قیمت میں ریکارڈ کمی پر آپ کی وساطت سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

جناب والا! کالا باغ ڈیم کا اعلان اور فیصلہ میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک کی معیشت کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس جرأت اور سیاسی تدبر کے ساتھ ہماری حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے اس سے ملک کی بنجر اور غیر آباد زمینیں ان شاء اللہ آباد ہو جائیں گی۔ لاکھوں ایکڑ اراضی جو کہ پیاسی ہے جس کی وجہ سے ہم زرعی اجناس امپورٹ کر رہے تھے۔ اب زرمبادلہ پر اربوں ڈالر جو خرچ کر رہے تھے اس کی بھی بچت ہوگی اور اس کے علاوہ ہمیں بجلی بھی کم نرخوں پر میسر آئے گی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ کالا باغ ڈیم بہت عرصہ پہلے بنا دینا چاہیے تھا۔ لیکن "دیر آیا درست آید" اب یہ فیصلہ ہوا ہے اور یہ پاکستان کے مفاد کا فیصلہ ہے' پاکستان کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کا فیصلہ ہے' پاکستان کی آئندہ

آنے والی نسلوں کا فیصلہ ہے جس پر حکومت کو جس طریقے سے بھی سٹینڈ لینا پڑے وہ لے اور پاکستان کے عوام ان شاء اللہ تعالیٰ قائد پاکستان میاں محمد نواز شریف کے ساتھ ہوں گے۔ کالا باغ ڈیم بھی ان شاء اللہ تعالیٰ بن کر رہے گا۔

جناب والا! زرعی شعبے کے بارے میں گزارش کروں گا کہ جہاں پر ٹریکٹر کی قیمت میں کمی کر کے حکومت نے کاشت کار دوست ہونے کا بہت بڑا ثبوت دیا ہے وہاں پر دانستہ یا نا دانستہ طور پر کچھ ایسے اقدامات بھی ہو گئے ہیں جو کہ کاشت کار کے حق میں نہیں جاتے ۔ مثال طور پر کے زرعی سپلائی کارپوریشن کو ختم کر دیا گیا ہے۔ ہم نے اسے سٹڈی کیا تو پتا چلا کہ حکومت کو چار کروڑ روپے کا سالانہ نقصان ہو رہا تھا۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت کی توجہ دلانا چاہوں گا کہ چار کروڑ کے بدلے میں ہمیں یہ نقصان ہو رہا ہے کہ یہ سپلائی کارپوریشن بلیک مارکیٹنگ کو کنٹرول کرتی تھی۔ اب جب کہ یہ سپلائی کارپوریشن ختم ہو جائے گی حکومت کے پاس کوئی بھی ایسا ادارہ موجود نہیں ہوگا جو اس بلیک مارکیٹنگ کو کنٹرول کر سکے۔ جب بڑے بڑے ڈیلر کھاد کو اپنے ڈپوؤں میں سٹور کر لیں گے تو اپنی من مانی قیمت وصول کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس وقت پھر کوئی ڈیلر نہیں ہوگا جس سے قیمت کو کنٹرول کیا جا سکے۔ کاشت کار مجبور ہو کر بلیک مارکیٹنگ میں کھاد خریدے گا ۔ اس سے نہ صرف کاشت کار کا نقصان ہوگا بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کا بھی نقصان ہوگا اور اس صوبے کا بھی نقصان ہوگا۔ اگر یہ چار کروڑ روپیہ ہی بچانا تھا تو سپلائی کارپوریشن کو محدود کر دیا جاتا۔ کھاد مختلف سیلز ڈپوؤں پر سیل کرنے کی بجائے اس کی بلیک مارکیٹنگ کو کنٹرول کیا جاتا۔ اس کا کردار محدود کرنے سے رقم کا نقصان بھی نہ ہوتا اور بلیک مارکیٹنگ کے خدشات بھی پیدا نہ ہوتے۔

دوسرا جناب والا! کاشت کاروں کے خلاف ایک اور اقدام جو سنٹرل لیول پر ہوا ہے وہ کاٹن کارپوریشن کا خاتمہ ہے ۔ جناب والا! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کاٹن ایکسپورٹ کارپوریشن کپاس کے کاشت کاروں کے مفادات کی نگرانی کرتی تھی اور اپٹما' جو کہ اس ملک کے سرمایہ داروں اور صنعت کاروں کا بہت بڑا اور طاقت ور ادارہ ہے جب وہ پول کر لیتے تھے تو ان کے خلاف یہ شاک ابزاربر کا کام دیتی تھی ۔ جناب والا! انھوں نے کمال ہوشیاری کے ساتھ یہ کیا ہے۔ جب کاشت کار کے پاس کپاس ہوتی ہے تو اپٹما اپنی مرضی کے ریٹوں پر کپاس خریدتی ہے اور پھر جب کسانوں سے

کپاس نکل جاتی ہے تو اس کے کچھ اور ریٹ ہو جاتے ہیں۔ اس سے بھی کاشت کار کا نقصان ہوا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کے کردار کو بھی مکمل طور پر ختم نہیں کیا جانا چاہیے تھا۔ جناب والا! غریب کاشت کار کاٹن جنرز اور خاص طور پر ٹیکسٹائل مز کے مالکوں کی جو تنظیم ہے ان کا کسی صورت میں بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کاٹن ایکسپورٹ کارپوریشن ان کو مشکلات کو کم کرتا تھا۔

اس کے علاوہ جناب والا! بجٹ کے بارے میں قائد حزب اختلاف نے کچھ درست اور کچھ غیر درست اعتراضات کیے ہیں جس کا جواب تو وزیر خزانہ صاحب اپنی wind up تقریر میں دیں گے۔ لیکن جو میری اپنی آپ بیتی ہے وہ میں اس معزز ایوان میں اپنے ساتھیوں کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ پچھلے سال اسی ایوان میں اسی جگہ کھڑے ہو کر میں نے اپنی بجٹ تقریر میں مختلف اضلاع کے ساتھ روا رکھی جانے والی ناروائی کو پوائنٹ آؤٹ کیا تھا۔ اس سلسلے میں چیئرمین پی اینڈ ڈی سے ہماری میٹنگیں بھی ہوئیں اور موجودہ چیئرمین نے یہ تسلیم بھی کیا کہ ہم کچھ نا انصافیاں کر بیٹھے ہیں کہ مختلف اضلاع کو زیادہ رقوم فراہم کر دی گئی ہیں اور آپ کے ضلع کو ہم نے بہت کم رقم دی ہے۔

الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی، ایک گزارش کہ حکومتی ممبران نے اس بجٹ کے لیے جو تقاریر کرنی ہیں اس میں مختلف پہلوؤں پر اپنے مسائل پیش کرنے ہیں۔ یہاں پر یا تو وزیر خزانہ بیٹھے رہیں اور وہ ان کے پوائنٹس کو نوٹ فرمائیں۔ یا پھر تمام محکمہ جات کے وزرائے کرام یہاں بیٹھیں اور وہ اپنے اپنے محکمہ جات سے متعلقہ پوائنٹس کو نوٹ فرمائیں۔ اس کے بعد وہ جواب دیں۔ اب یہاں پر نہ تو وزیر خزانہ بیٹھے ہوئے ہیں اور نہ ہی کوئی وزیر صاحب پوائنٹس کو نوٹ فرما رہے ہیں۔ ہمارے فاضل اراکین تقاریر فرما رہے ہیں۔ میرے خیال میں کہیں بھی کوئی بات نوٹ نہیں کی جا رہی۔

جناب چیئرمین، جی لاء منسٹر (نعرہ ہائے تحسین)

وزیر قانون، جناب والا! وزیر خزانہ صاحب یہاں موجود تھے بس' وہ ایک منٹ کے لیے اٹھ کر لابی میں گئے تھے۔ ویسے گیلری میں تمام محکمہ جات کے نمائندے باقاعدہ notes لے رہے ہیں۔

وزیر خزانہ، I am on a point of personal explanation. ۔ فاضل رکن کو پتا ہے کہ لابی میں سپیکر لگے ہوئے ہیں اور اب بھی دیکھ لیں کہ میں جناب مظہر صاحب کی تقریر کے پوائنٹس نوٹ کر رہا تھا۔

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے جی۔

وزیر خزانہ، جناب والا! میں اسمبلی چیمبر سے باہر جاؤں تو فاضل رکن اعتراض کر سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین، جی۔

ملک مظہر عباس راں، شکریہ جناب چیئرمین! مجھے پورا یقین ہے کہ فنانس منسٹر صاحب میری تقریر کے نوٹس لے رہے ہوں گے۔ اب میں جو بات کرنا چاہتا تھا کہ اس سال کی بات تو آئندہ سال کی جائے گی۔ پچھلے سال ہمارے ساتھ جو کچھ ہوا۔ چیئرمین صاحب پی اینڈ ڈی نے ہماری پارلیمانی پارٹی کی میٹنگ میں یہ تسلیم کیا کہ مختلف اضلاع کے ساتھ کچھ ناجائز سلوک ہوا ہے۔ اور ہمارے پاس 60 کروڑ روپے کا ایک بلاک فنڈ ہے جس میں ہم آپ کو adjust کریں گے۔ اور یہ بات پارلیمانی پارٹی کی میٹنگ میں ہوئی۔ میرے فاضل دوست بھی اس بات کے گواہ ہیں۔ لیکن پورے سال میں اپنی انتہائی کوشش کے باوجود میں چند DOs حاصل کر سکا جو ہمارے قائد میاں شہباز شریف صاحب نے اپنی کمال مہربانی سے مجھے عنایت فرمائے۔ لیکن ان کی pursuance میں میرا پورا سال گزر گیا اور ایک اینٹ بھی ہمارے حصے میں نہیں آئی۔ آج میں سمجھتا ہوں کہ شاید ہماری حیثیت اس فاختہ کی سی بنا دی گئی ہے جو اپنے گھونسلے میں اپنے انڈوں پر موجود ہوتی ہے لیکن اس کے انڈے چرا لیے جاتے ہیں۔ جناب چیئرمین! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر انصاف مختلف علاقوں میں، مختلف حلقوں میں، مختلف شہروں میں، مختلف ریجنوں میں اور مختلف صوبوں میں قائم نہیں کیا جائے گا تو پھر دل آزاری ہوگی۔ اور اس کے بدلے میں انارکی بھی آ سکتی ہے۔ ہم جب اس شہر میں اجلاس کے لیے آتے ہیں تو یہاں پر چمکتی دمکتی سڑکیں اور ہمارے علاقوں میں گندگی کے پڑے ہوئے ڈھیر ہمارا منہ چڑاتے ہیں۔ اگر ہمارے ملک کے حالات اس چیز کی اجازت نہیں دیتے کہ ترقیاتی کام ہم اپنے بجٹ میں نہیں کر سکتے تو نہ سہی۔ لیکن یہ بات ناجائز ہوگی کہ ایک علاقے میں تو بے شمار فنڈ خرچ کیے جائیں اور دوسرے علاقے میں اس کو کچھ بھی نہ ملے، پورا سال کچھ نہ ملے۔

میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے بجٹ میں ہمیں بتایا گیا کہ پختہ کھالوں کے لیے اتنے فنڈز رکھے گئے ہیں۔ لیکن میں اپنے حلقے کے بارے میں، باقی تمام دوست بیٹھے ہوئے ہیں، یہ بتائیں گے، شاید ان کے حلقوں میں کچھ کھالے بنے ہوں گے، لیکن میں اپنے حلقے کے بارے میں وثوق سے

کہہ سکتا ہوں کہ کوئی ایک کھال بھی نہیں بنا۔ ابھی ہمیں نوید دی گئی کہ ہم 12 کلو میٹر تک نہروں کو پختہ کریں گے۔ اور یہ پچھلے سال کے بجٹ میں بھی تھیں۔ ٹھیک ہے لیکن وہ کس اصول کے تحت بانٹی جائیں گی، کون اس کا تعین کرے گا کہ کس نہر کو کتنی ضرورت ہے اور کس علاقے کو کیا ضرورت ہے؟ اس کا کوئی پتا نہیں۔ میں نے چیئرمین صاحب پی اینڈ ڈی کی میٹنگ میں اس وقت پوائنٹ اٹھایا تھا جب انھوں نے یہ نوید سنائی تھی کہ 60 کروڑ روپے کا بجٹ ہمارے پاس ہے وہ ہم آپ کو سال میں دیں گے۔ میں نے سوچا تھا کہ یہ شاید 'چھپاتا پروگرام' ہوگا، جس کا جھپٹا لگے گا وہ ہی لے جائے گا۔ اب بھی جاری پروگراموں کے لیے خطیر رقم رکھی گئی ہے۔ اور وہ پروگرام جو پچھلے سال تھوڑی سی رقم سے جاری کر دیے گئے تھے آج وہ جاری پروگرام ہیں ان کی مکمل ایلوکیشن ہو جائے گی ان کے مکمل فنڈز مہیا کر دیے جائیں گے۔ اور پھر نئی سکیموں میں بھی انھی علاقوں کے دس بیس پچاس لاکھ روپے سے نئے آٹھ دس منصوبے شروع کر دیے جائیں گے۔ اور آئندہ سال پھر وہ جاری پروگراموں میں adjust کر لیے جائیں گے۔

یہ چند گزارشات تھیں اور میں ایک گزارش محکمہ جات کے بارے میں کرنا چاہتا ہوں کہ محکموں کو repair and maintenance کے لیے فنڈز مہیا کیے جاتے ہیں۔ یہ فنڈز محکمہ جات کے سربراہان کے اختیار میں پہنچ جاتے ہیں اور پھر ایس ای سے ایکس ای این تک وہ فنڈز چلے جاتے ہیں۔ اور سڑکوں اور C&W کو لے لیں، پورا سال وہاں پر کوئی کام نہیں ہوتا۔ اور جب جون کا آخری مہینہ آنے والا ہوتا ہے تو آناً فاناً وہ ٹینڈر ہوتے ہیں اور آناً فاناً وہ رقم خرچ کر دی جاتی ہے۔ جس کے حساب کتاب کا کسی کو بھی پتا نہیں ہوتا۔ میری گزارش ہے کہ یہ فنڈ "آفیسرز ویلفیئر" فنڈ بن چکا ہے۔ اس کے لیے آپ اراکین اسمبلی کو مانیٹر کرنے کا اختیار دیں۔ ہر تین مہینے بعد اس ضلع اور ڈویژن کے اراکین اسمبلی کی میٹنگ ہو۔ لاکھوں کروڑوں روپے کے فنڈز جو ایس ای، ایکس ای این یا چیف انجینئر کے اختیار میں ہوتے ہیں اور وہ جس سڑک کو جس طریقے سے چاہتے ہیں آخر میں آکر وہ اپنے من پسند ٹھیکے دار کو ٹھیکہ دے کر تمام پیسہ ہضم کر لیتے ہیں۔ اس کو مانیٹر کرنے کے لیے ہر تین مہینے بعد ایک مانیٹرنگ کمیٹی کی میٹنگ ہو جس میں وہ افسران جواب دہ ہوں۔ بے شک وہی اس میں priority fix کر لیں لیکن ہمیں بھی پتا ہونا چاہیے کہ کون سی سڑک کس حلقے میں بنائی گئی ہے، آیا وہ بنائی بھی گئی

ہے یا نہیں؟

میں آخر میں ایک اور گزارش کرنا چاہوں گا کہ ہمارے مختلف دیہات میں سرکاری زمینیں پڑی ہوئی ہیں، کچھ بنجر ہیں کچھ آباد ہیں اور پنجاب گورنمنٹ کی زمینیں ہیں۔ اس کے لیے کمال مہربانی کرتے ہوئے تین یا سات مرلہ سکیم شروع کی جائے جس سے بے گھر لوگوں کو گھر مہیا کیے جا سکیں۔ اور میں یہ امید رکھتا ہوں کہ جناب وزیر خزانہ صاحب کمال مہربانی کرتے ہوئے ہماری شکایات کا نوٹس لیں گے اور اس کا ازالہ فرمائیں گے۔ شکریہ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: اب میں دعوت خطاب دوں گا جناب صفدر شاکر صاحب کو کہ وہ بجٹ پر اپنی تقریر فرمائیں۔ میری گزارش یہ ہوگی کہ وقت کی limt کا خیال رکھتے ہوئے آپ دس سے بارہ منٹ میں اپنے خیالات کو سمیٹ لیں تاکہ تمام دوستوں کو موقع فراہم کیا جا سکے۔

چودھری محمد صفدر شاکر (پی پی - 48): شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں سب سے پہلے پنجاب کا متوازن بجٹ پیش کرنے پر جناب وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف اور وزیر خزانہ سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ یہ بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ آج اس ملک کی قیادت، اس صوبے کی قیادت ایسے ہاتھوں میں ہے جن کا جینا مرنا اس پاکستان کے لیے ہے۔ اور ایک سال کی کارکردگی جس پر ابھی قائد حزب اختلاف نے بڑی روشنی ڈالی، ان کو اس بات پر بھی روشنی ڈالنی چاہیے تھی کہ یہ جو کچھ ہوا یہ کن کا پیدا کردہ ہے۔ مسلم لیگ نے جب 3 ۔ فروری 1997ء کو اقتدار سنبھالا تو اس کے ورثے میں خالی خزانہ، لاقانونیت اور دہشت گردی جیسے عوامل آئے، لیکن میں اپنے قائد کو سلام پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے قوم کو مایوسی دکھانے کی بجائے ایک مصمم ارادے کے ساتھ حکومت سنبھالی اور ڈیڑھ سال کے اندر ہر بحران کا مقابلہ کیا۔ بڑے بحران آئے، بڑی سازشیں ہوئیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر بحران میں کامیاب کیا۔ اب 28 مئی اور 11 جون کے تاریخی فیصلوں نے 3 فروری کے تاریخی مینڈیٹ کا حق ادا کر دیا ہے۔ آج پاکستان میں، بلکہ دنیا میں جہاں بھی کوئی پاکستانی ہے اس کا سر فخر سے بلند ہے۔ ہر پاکستانی نے یہ ارادہ کیا ہے کہ وہ پاکستان کی تعمیر و ترقی کے لیے اپنی جان اور اپنا تن من قربان کرے گا اور ان شاء اللہ یہ جذبہ اسی طرح قائم رہے گا اور اسی جذبے کے تحت پاکستان ترقی کی راہوں پر گامزن ہوگا۔ جب ہم دوبارہ عوام

کے پاس جائیں گے تو ان شاء اللہ عوام یہ محسوس کریں گے کہ ہم نے جس جماعت کو ووٹ دیے تھے ہم نے وہ صحیح فیصلہ کیا تھا۔

جناب چیئرمین! اس ملک کی ترقی کا دارومدار صرف اور صرف زراعت پر ہے۔ جب تک زراعت ترقی نہیں کرے گی' نہ پاکستان ترقی کرے گا اور نہ صوبہ پنجاب ترقی کرے گا۔ زراعت اور صنعت ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ جب تک دونوں پہیے مل کر نہیں چلیں گے کوئی ترقی کی راہ نہیں کھلے گی۔ زمین دار خام مال تیار کرتا ہے' صنعت کار اس کو اپنی مشین سے گزارتا ہے اور دکان دار اس کو اپنی دکان پر فروخت کرتا ہے۔ خام مال زراعت سے تیار ہوتا ہے' اس لیے ہماری معیشت کی بنیاد زراعت ہے۔ ہم جب تک زراعت کی ترقی کے لیے اقدامات نہیں کریں گے اس وقت تک یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا۔

جناب چیئرمین! ہماری موجودہ حکومت نے زراعت کی ترقی کے لیے بڑے اچھے اقدامات کیے ہیں۔ وزیر اعظم پاکستان نے زرعی پیکج دیا' جس سے زمین دار کو امید کی کرن نظر آئی اور اسے اپنی آنکھوں کے سامنے خوش حالی کی جھلک نظر آئی۔ لیکن ابھی ہمیں اس سے بھی آگے جانا پڑے گا' کیوں کہ زمین دار ایک ایسا مظلوم طبقہ ہے جس کی مظلومیت کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیں کہ وہ اپنی جنس کی قیمت بھی خود مقرر نہیں کر سکتا' خریدار اس کی قیمت مقرر کرتا ہے۔ 40 ارب روپے کے قرضوں کا اعلان ہوا' لیکن یہ قرضہ بھی ان ہاتھوں میں زیادہ جاتا ہے' جو واپس دینے کا نام نہیں لیتے۔ غریب کو تو بڑی مشکل سے تھوڑی رقم ملتی ہے اور وہ بھی جب وصولی ہوتی ہے تو غریب جیل میں جاتا ہے' بڑوں کو کوئی نہیں پوچھتا۔

جناب چیئرمین! میری ایک تجویز ہے کہ ہمیں زمین دار کو زمین دارے سے متعلقہ چیزوں مثلاً کھاد' زرعی آلات اور زرعی ادویات پر سبسڈی دینی چاہیے۔ ایوبی دور میں کوریا کا ایک وفد پاکستان آیا' ہماری زراعت دیکھی اور اس نے یہاں سے وہ ٹیکنالوجی حاصل کی کہ آج کوریا جاپان کا مقابلہ کر رہا ہے' لیکن ہم نے جہاں سے آغاز کیا تھا اب بھی وہیں کے وہیں کھڑے ہیں۔ اس لیے میری یہ تجویز ہے کہ زمین دار کو زراعت سے متعلقہ چیزوں پر سبسڈی دی جائے تاکہ اس کے ریٹس کم ہوں اور اس کو اپنی محنت کا پھل ملے۔ افسوس اس بات پر بھی ہے کہ بڑے بڑے بنگلوں اور بڑے بڑے دفتروں میں بیٹھ

کر اجناس کے ریٹس مقرر کیے جاتے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ وہ فیلڈ میں جائیں اور دیکھیں کہ فی ایکڑ کتنا خرچ آتا ہے' وہ اس کے حساب سے زمین دار کو ریٹس دیں تا کہ زمین دار خوش حالی کی طرف جائے۔

جناب چیئرمین! زراعت کی ترقی کے لیے جو اقدامات ہو رہے ہیں' ان کے مطابق وزیر اعظم نے ٹریکٹروں کی قیمت کم کی ہے اور پھر وزیر اعلیٰ صاحب نے مزید ایک لاکھ کم کر دیا ہے' جس سے ہمارے زمین دار طبقے کے اندر بڑی خوشی کی لہر دوڑی ہے۔ وزیرخزانہ صاحب یہاں تشریف فرما ہیں' میں ان کی خدمت میں ایک گزارش کروں گا کہ 5 ہزار ٹریکٹروں کی قیمت پر جو مزید ایک لاکھ روپے کمی کا اعلان ہوا ہے اس پر کڑی نگرانی رکھی جائے' کیوں کہ ہمارا مقصد تو چھوٹے زمین دار کو فائدہ پہنچانا ہے۔ آپ اس کے لیے ہر ضلع میں کمیٹیاں بنائیں جو ان چیزوں کی نگرانی کریں کہ یہ ٹریکٹر واقعی حق داروں کو ملے ہیں؛ یہ نہ ہو کہ کوئی بلیک میلر یا کوئی سٹاکسٹ یہ ٹریکٹر لے لے اور اپنا نفع کمائے اور غریب پھر وہیں کا وہیں رہ جائے۔ یہ میری ایک گزارش ہے۔ امید ہے آپ اس پر پوری طرح عمل کریں گے۔

جناب چیئرمین! پچھلے دنوں جناب وزیر اعلیٰ نے بھل صفائی کا کام شروع کیا تھا۔ اس کے بڑے اچھے رزلٹ نکلے' یہاں تک کہ جن ٹیلوں پر 10/12 سال سے پانی نہیں گیا تھا' وہاں پانی پہنچ گیا۔ لیکن وہ سلسلہ صرف ایک مہینہ رہا' ایک مہینے کے بعد پھر وہیں کا وہیں کام ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ محکمہ انہار کے بیل دار سے لے کر ایس ڈی او اور اوور سیئر تک اس گھناؤنے جرم میں شامل ہیں۔ وہ زمین داروں سے پیسے لیتے ہیں اور ان کی مرضی سے ان کو موگھے توڑ کر دیتے ہیں۔ جناب چودھری اقبال صاحب تشریف فرما ہیں' میں ان کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ ہمارے بعض علاقے ایسے ہیں کہ جہاں غریب کسان کو نہری پانی کے سوا اور پانی نہیں ملتا۔ اس لیے اس مسئلے پر بڑی سختی سے عمل کرنا چاہیے۔ جس حلقے میں نہری پانی چوری ہو اس ایکسین کو 24 گھنٹے کے اندر اندر یہ معطل کر دیں تو میں دیکھوں گا کہ یہ پانی کیسے چوری ہوتا ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ نہری پانی کے فنڈ کو بھی صحیح طریقے سے خرچ نہیں کیا جاتا۔ جس طرح ہم نے ضلعوں کے اندر صحت کی اتھارٹیز بنائی ہیں' اسی طرح اس کی بھی ایک اتھارٹی بنی ہوئی ہے' لیکن ابھی تک اس پر کام نہیں شروع ہوا۔ اس اتھارٹی کی ہر مہینے میٹنگ ہونی چاہیے اور جس حلقے سے نہری پانی کی چوری کی شکایت ہو اس پر

ہمیں پوری سختی سے عمل کرنا چاہیے۔

میری تیسری بات تعلیم کے سلسلے میں ہے۔ تعلیم کے سلسلے میں پچھلے دنوں وزیر اعلیٰ صاحب نے بوٹی مافیا پر جو اقدامات کیے ہیں' عوام نے اس کو بہت سراہا ہے۔ خاص کر غریبوں کے بچوں میں خوشی کی لہر دوڑی ہے کہ کم از کم ہمیں اپنی محنت کا صلہ تو ملے گا اور یہ وزیر اعلیٰ کا ایک بہت اچھا اقدام ہے۔ ہمیں اس کے ساتھ ساتھ اب سائنسی تعلیم کی طرف بھی توجہ دینی پڑے گی' کیوں کہ ایٹمی دھماکوں کے بعد اب قوم کے اندر ایک شعور آیا ہے۔ ہمارے دیہاتی علاقوں میں ایک سائنس ٹیچر کا ملنا بھی بڑا مشکل ہو گیا ہے۔ وزیر تعلیم یہاں موجود نہیں ہیں' تو میں ایک گزارش کروں گا کہ دیہاتی علاقوں میں سائنس ٹیچر کا اہتمام کیا جائے۔

جناب چیئرمین! میں آخر میں کالا باغ ڈیم پر بات کروں گا کہ کالا باغ ڈیم کا اعلان ایک تاریخی اعلان ہے اور اس اعلان کے بعد اپوزیشن کے اندر ایک کھلبلی مچ گئی ہے۔ دراصل ان کو کالا باغ ڈیم سے مسئلہ نہیں' ان کو اپنی سیاسی دکان داری سے مسئلہ ہے۔ ان کو اس بات کا پتا ہے کہ اگر کالا باغ ڈیم بن گیا تو پھر ان کا نام لینے والا کوئی نہیں ہوگا۔ جس طرح یہ کہتے ہیں کہ ہمیں دیوار سے لگا دیا ہے' ہم نے ان کو ان شاء اللہ دیوار کے ساتھ لگا دیا ہے۔ کالا باغ ڈیم صرف ایک ڈیم کا نام نہیں' بلکہ پاکستان کی ترقی کے لیے ایک روشن باب کا نام ہے۔ اس کے بننے کے بعد پنجاب کے اندر نہیں' سارے صوبوں کے اندر ایک ترقی کی لہر دوڑے گی۔ کالا باغ ڈیم بننے کے اعلان کو لوگوں نے بہت سراہا ہے اور وہ میاں نواز شریف کے لیے دن رات دعائیں مانگ رہے ہیں۔

میں آخر میں ایک شعر کے ساتھ اپنی بات ختم کروں گا اور وہ شعر اپوزیشن کے لوگوں کے لیے ہے:

ہزار برق گرے ' لاکھ آندھیاں اٹھیں
وہ پھول کھل کے رہیں گے جو کھلنے والے ہیں

جناب چیئرمین، اب سمیع اللہ چودھری صاحب بجٹ پر اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں گے۔ سمیع اللہ چودھری صاحب۔

جناب سمیع اللہ چودھری (پی پی 222) ، شکریہ چیئرمین صاحب۔ سب سے پہلے میں آپ کا شکریہ ادا

کرنے کے بعد یہ عرض کروں گا کہ گزشتہ مہینے کے ایام میں بھارت نے ایٹمی دھماکا کرنے کے بعد طاقت کے نشے میں چور ہو کر جس طرح ہماری غیرت و حمیت کو للکارا تھا۔ اس کے جواب میں عالمی طاقتوں پر باور کرانا ضروری تھا کہ جذبۂ ایمانی کے ساتھ ساتھ دنیاوی لحاظ سے بھی ہم کسی سے کم نہیں۔ یہ کسی سچے مسلمان اور سچے پاکستانی قوم پرست سے ہی ممکن تھا۔ میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں، اپنے قائد میاں محمد نواز شریف وزیر اعظم پاکستان کو کہ انھوں نے عالمی طاقتوں کے دباؤ نظرانداز کر کے پاکستان کے ایٹمی طاقت ہونے کا ببانگ دہل اعلان کیا اور دنیا کو یہ جتا دیا کہ پاکستان کی عسکری قوت کسی لحاظ سے بھی اس کے دشمنوں سے کم نہیں اور پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچانے والے اسے نقصان پہنچانے سے پہلے ہی نیست و نابود ہو سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین! اپنے قائد کی تقاریر جو انھوں نے ایٹمی تجربے کے بعد اور مرکزی بجٹ پیش کرنے سے پہلے کیں، میرے دل و دماغ پر رقم ہیں۔ میرا خیال تھا کہ پاکستان کے ایٹمی طاقت بننے کے بعد عالمی طاقتوں کے معاندانہ رویے اور ناروا معاشی و اقتصادی پابندیوں کے اعلانات کی وجہ سے اس سال کا بجٹ خاصا سخت ہوگا مگر مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی ہے کہ مرکزی بجٹ کی طرح پنجاب کا بجٹ بھی ایسا نہیں کہ جس سے یہ ظاہر ہو کہ خدانخواستہ ہماری حکومت بہت تنگ دستی کا شکار ہو گئی ہے۔ میں پنجاب کے وزیر خزانہ جناب سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ کی شبانہ روز کاوشوں کو سلام کرتا ہوں کہ انھوں نے اس بجٹ کی تیاری میں جس تدبر کا ثبوت دیا ہے وہ قابل تحسین ہے۔

جناب چیئرمین! وطن عزیز کی آزادی اور خودمختاری کے مقابلے میں ہمارا تنخواہیں اور الاؤنسز کو چھوڑنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ موجودہ بین الاقوامی صورت حال کو ذہن میں رکھ کر اگر پنجاب کے حالیہ بجٹ پر نظر ڈالیں تو اسے ایک فراخ دلانہ بجٹ کہنے میں میں کوئی عار محسوس نہیں کروں گا۔

جناب چیئرمین! زکوٰۃ فنڈ کی مستحقین میں تقسیم آج تک مسئلہ بنی رہی ہے۔ کہتے سب ہیں کہ یہ رقم صرف مستحقین کے لیے ہے مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس تقسیم پر مقرر کیے گئے افسران اور چیئرمین ماضی میں اس کی خوردبرد میں ملوث ضرور رہے ہیں۔ مگر جلد یا بدیر ان کو اس کی سزا ضرور ملی ہے۔

جناب والا! پہلی مرتبہ اس فنڈ کو تعمیری منصوبوں پر خرچ کرنے کے لیے مختص کیا گیا

ہے۔ آپ مستحقین میں یہ فنڈ کسی حد تک ضرور تقسیم کریں۔ مگر مستحقین کے بچوں کو تربیت دے کر اگر ہنر مند کر دیں گے تو قومی سطح پر میں سمجھتا ہوں کہ ایک دن ان شاء اللہ ضرور ایسا آئے گا جب زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ آج کے دور میں اس سے بڑا اجتہاد اور کیا ہو سکتا ہے۔ پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ بورڈ اور پنجاب صنعتی ترقیاتی بورڈ کا خاتمہ اور زرعی ٹیکس کے نفاذ کا پنجاب سے آغاز ایسے اقدامات ہیں۔ جن کے لیے جرأت کے ساتھ معیشت کے بنیادی اصولوں سے واقفیت بھی ازحد ضروری ہے۔ وقتاً فوقتاً اور موقع محل کے مطابق سستے آٹے کی فراہمی، عید گفٹ سکیم ایسے اقدامات ہیں جن سے غریب اور مستحق لوگ بھی حقیقی معنوں میں خوشیوں میں شریک ہوتے رہے ہیں۔

جناب والا! اسی طرح دیہات کے غریب اور نادار طلباء کو ایلیمنٹری کی سطح تک تعلیم دینے کے لیے جن اہداف کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر یہ 2002ء تک 70 فی صد سے بھی تجاوز کر جائیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ چیکنگ کے نظام کو زیادہ مؤثر بنایا جائے۔ اسی طرح موسم گرما کی تعطیلات کے دوران خصوصی تعلیم کے اجراء کی جو نوید سنائی گئی ہے اس میں طلباء کے لیے مقررکردہ وظیفے کی رقم 20 روپے فی کس بہت ہی کم ہے۔ اگر یہ رقم 20 روپے سے بڑھا کرکم ازکم 50 روپے کر دی جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ اس کے لیے رقم ترقیاتی اخراجات کو کم کر کے مہیا کی جا سکتی ہے۔ سکول مینجمنٹ کمیٹیوں کو صرف ملازم اساتذہ اور ملازمین تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ ان میں عوامی اور علاقہ کے اچھی شہرت رکھنے والے افراد کی نمائندگی کو زیادہ مؤثر بنایا جائے۔

صحت کے شعبے میں ہیلتھ اتھارٹیز کا قیام بھی ایک اچھا اور نیک شگون ہے۔ بشرطیکہ یہ اتھارٹیز وزیر اعلیٰ پنجاب کے احکامات اور خواہش کی روشنی میں عمل کرے۔

زرعی شعبے میں چھوٹے زمین داروں کے لیے پانچ ہزار ٹریکٹروں کی قیمت میں ایک لاکھ روپے کی جس سبسڈی کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ یہ ٹریکٹر پنجاب کواپریٹو بنک اورمحکمہ امداد باہمی کے اشتراک سے تقسیم کیے جائیں اور پنجاب کے تمام اضلاع کو مساوی کوٹہ دیا جائے۔

جناب والا! موجودہ بین الاقوامی حالات اس امر کے متقاضی ہیں کہ داخلی سطح پر دہشت گردی اور بدامنی کا خاتمہ ہو۔ محکمہ پولیس کے لیے اگلے مالی سال میں جو 6 ارب 41 کروڑ کی رقم رکھی گئی

ہے۔ اس میں اضافہ کرنا بہت ضروری ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ اس میں گریز نہ کرے۔ کیونکہ پولیس کی کارکردگی بڑھانے کے لیے جدید اسلحہ اور جدید سواریوں کا ہونا بہت ضروری ہے۔

جناب چیئرمین! اگلے مالی سال کا ترقیاتی بجٹ 17 ارب روپے ہے۔ مگر اس میں بہت حد تک بہاول پور جیسے پس ماندہ اضلاع کو اور جغرافیائی اہمیت کے حامل اضلاع کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ تاہم بہاول پور شہر کے لیے جس اوور ہیڈ برج کی منظوری دی گئی ہے۔ میں اس کے لیے اہل بہاول پور کی طرف سے جناب وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور نیو کیمپس تا احمد پور شرقیہ بائی پاس روڈ کے لیے ممنون احسان ہوں۔ اگر بہاول پور شہر کے سیوریج کے ناگفتہ بہ نظام پر بھی کرم فرمائی ہو جاتی تو بہت بہتر ہوتا۔ مگر اب بھی یہ ممکن ہے' وہ اس طرح کہ دو ارب روپے کی خطیر رقم جو عوامی نمائندوں کی باہمی صلاح سے متعارف ہونے والی سکیموں کے لیے رکھی گئی ہے۔ اس کا زیادہ سے زیادہ حصہ ان نمائندوں کو دیا جائے جو مذکورہ پس ماندہ اضلاع سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن میں بہاول پور بھی شامل ہے۔ اسی طرح 5 ارب روپے سے جس میونسپل فنڈ کا اجراء کیا گیا ہے' اس میں بھی زیادہ سے زیادہ حصہ میرے شہر بہاول پور کو دیا جائے۔ کیونکہ بہاول پور میونسپل کارپوریشن کو پراپرٹی فروخت سے بھی اتنی آمدنی نہیں ہوگی جتنی کہ لاہور' فیصل آباد یا راولپنڈی جیسی کارپوریشنوں کو ہوگی۔ کیونکہ ان شہروں میں جائیداد کی ویلیو زیادہ ہے اور بہاول پور میں کم مگر ترقیاتی کاموں پر اخراجات کی لاگت وہی ہے جو لاہور میں ہے۔

جناب چیئرمین! محترم وزیر خزانہ نے جس جدید آرام دہ اور باوقار ٹرانسپورٹ سسٹم کے آغاز کا اعلان کیا ہے اسے لاہور' ملتان' فیصل آباد' گوجرانوالہ اور راولپنڈی تک محدود رکھا گیا ہے۔ میری استدعا ہے کہ اس میں بہاول پور کو بھی شامل کیا جائے۔

جناب چیئرمین! آپ کو یاد ہوگا کہ ابھی چند ہی سال پہلے بہاول پور میں سائیکل رکشہ چلا کرتا تھا۔ اس انسانیت سوز سواری کا خاتمہ بھی میرے قائد جناب نواز شریف کے اعلان سے ہی ممکن ہوا۔ اس کے متبادل کافی حد تک لوگوں کو آٹو موبائل سواریاں دی گئیں مگر درمیانی عرصہ میں مسلم لیگ کی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے وہاں کے ٹرانسپورٹ سسٹم کی حالت بہت خراب ہو گئی ہے۔ اور لوگ سائیکل رکشہ کو یاد کرتے پائے گئے ہیں۔ کیونکہ وہاں پر موجودہ سفر کی سہولیات آبادی اور شہر کے

پھیلاؤ کے مقابلے میں بہت ہی ناکافی ہیں۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب سے بھی اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی خصوصی توجہ سے بہاول پور کو ٹرانسپورٹ کے معاملہ میں مذکورہ بڑے شہروں کی فہرست میں شامل کروائیں۔

اسی طرح شہروں میں زندگی کی بنیادی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے جس دو ارب چودہ کروڑ کی رقم کو مختص کیا گیا ہے۔ اس کا کچھ حصہ بہاول پور شہر کو ضرور دیا جائے۔ جہاں کی ایک بڑی آبادی پینے کے صاف پانی کی سہولت سے محروم ہے۔ سیوریج کا نظام برباد ہو چکا ہے اور بارش کے دوران خام راستوں کی وجہ سے زندگی کا نظام معطل ہو کر رہ جاتا ہے۔

جناب چیئرمین! بہاول پور کے ایک گرلز کالج کو پچھلے سال انٹر سے ڈگری کا درجہ تو دے دیا گیا ہے مگر تاحال اس میں ڈگری کلاسوں کے لیے اساتذہ کی اسامیوں کی منظوری نہیں دی گئی۔ متعلقہ محکمہ بھی اس سلسلے میں کچھ رہنمائی دینے سے معذور ہے۔ لہٰذا اس جانب بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین! ہم اہل بہاول پور وکٹوریہ ہسپتال بہاول پور میں نیوکلیئر میڈیسن اور انکالوجی کے شعبہ جات کے اجراء پرممنون ہیں۔ مگر ہنوز کئی ایسے شعبہ جات ہیں جن سے مذکورہ ہسپتال ابھی تک محروم ہے۔ اس کے ادویات کے بجٹ میں اضافہ مطلوب ہے اور نئی تعمیرات بھی از حد ضروری ہیں۔ ماضی میں اس ہسپتال میں نرسنگ پوسٹ گریجوایشن کالج کے اجراء کی شنید تھی۔ جو اب قصۂ پارینہ ہو چکی ہے۔ مگر اب بھی اس ہسپتال میں نرسنگ سکول کی ایک شان دار عمارت موجود ہے۔ جہاں اس کالج کا اجراء عمل میں لایا جاسکتا ہے۔

جناب چیئرمین! بہاول پور پولیس لائن میں واقع وائرلیس ٹریننگ سکول ایک ایسا ادارہ ہے جو پورے پاکستان میں واحد ہے اور پورے ملک کی پولیس کو وائرلیس کی تربیت فراہم کر رہا ہے۔ مگر اس کا عملہ تاحال وزیر اعظم پاکستان کے حکم کے اور باقاعدہ نوٹیفکیشن کے باوجود 20 فی صد سپیشل تنخواہ سے محروم ہے۔ اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب اور محکمہ خزانہ کی ٹیکنیکل پیچیدگیوں کا شکار ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ یہ ٹریننگ سنٹر باقی ٹریننگ سنٹروں کے مقابلے میں کم تنخواہ کی وجہ سے unattractive place of posting بن چکا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس کے عملے کو جائز حق سے

محروم نہ رکھا جائے۔

جناب چیئرمین! اداروں کے قیام کی بات چلی ہے تو میں ایک ایسے ادارے کا ضرور ذکر کروں گا جو اپنے قیام سے لے کر آج تک منافع بخش چلا آ رہا ہے۔ بہاول پور کا گورنمنٹ پرنٹنگ پریس وسٹیشنری آفس، اس ادارے سے سٹیشنری آفس دو سال سے بند کر دیا گیا ہے مگر پرنٹنگ پریس تاحال موجود ہے۔ اس چھاپہ خانہ کو وقت کے ساتھ ساتھ نئی اور جدید مشینری سے بھی محروم رکھا گیا ہے مگر پھر بھی یہ ادارہ ہمیشہ منافع میں رہا ہے اور پورے جنوبی پنجاب کو طباعت کی سہولت فراہم کر رہا ہے۔ اب اس کو ختم کرنے کی افواہیں جوں جوں زور پکڑ رہی ہیں توں توں بہاول پور کے غریب اور سفید پوش لوگوں میں بے چینی بڑھتی جا رہی ہے، کیونکہ یہ ادارہ کئی سو گھرانوں کی کفالت کر رہا ہے اور حکومت پنجاب کو منافع دے رہا ہے۔ ایک منافع بخش ادارے کو بلاوجہ ختم کرنا میرے نزدیک قرین انصاف نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! بحیثیت پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک مجھے اس معزز ایوان کو یہ بتاتے ہوئے انتہائی مسرت ہو رہی ہے کہ حکومت پنجاب کے محکمہ خوراک نے اپنا مقرر کردہ ہدف پورا کر لیا ہے اور اس سلسلے میں ضلع بہاول پور نے جو کردار ادا کیا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ ماضی میں یہ ضلع زرعی اجناس کے معاملہ میں کبھی پیچھے نہیں رہا مگر نہ جانے کیوں زرعی شعبہ کو ترقی دیتے وقت اسے برابر کا حصہ نہیں دیا جاتا۔ جہاں تک آب پاشی کی سہولتوں کا تعلق ہے تو اس کی نہروں میں بالعموم پانی کی کمی رہتی ہے۔ عباسیہ کینال جو ایک وسیع اور زرخیز رقبے کو سیراب کرتی ہے کو مزید وسعت دینے اور پانی فراہم کرنے کا منصوبہ ابھی تک تکمیل پذیر نہیں ہو سکا جب کہ اس علاقے میں زمینی پانی زراعت کے لیے ناموزوں ہے۔ ٹیوب ویل ناکام ہیں۔ یہ نہر چولستان کی زرعی اور معدنی دولت ہے۔ میں عرض کروں گا کہ یہ نہر چولستان کے زرعی اور معدنی دولت سے مالا مال علاقے میں کاشت کاری اور پینے کے پانی کا واحد ذریعہ ہے۔ چولستان جہاں کی بھیڑیں اون کے سلسلے میں مشہور ہیں اور گائیں دودھ دینے کے لیے بہت زیادہ مشہور ہیں مگر ان گھریلو صنعتوں کو ترقی دینے کے لیے آج تک کوئی خاطر خواہ کام نہیں کیا گیا ہے۔ کہنے کو تو چولستان ترقیاتی ادارے کے نام سے حکومتی نگرانی میں ایک ادارہ موجود ہے مگر اس کی کارکردگی انتہائی حد تک نہ ہونے کے برابر ہے۔ ماضی میں اس صحرا سے بھی نام

کا کیمیکل بنا کر پورے ملک اور بیرون ملک سپلائی کیا جاتا تھا مگر آج اسی سے ملتے جلتے کیمیکل باہر سے منگوائے جاتے ہیں اور ان پر کثیر زر مبادلہ خرچ کیا جاتا ہے مگر چولستان سے جی کے حصول کی صنعت کو ترقی دینا گوارا نہیں کیا گیا۔ اسی طرح بہاول پور شہر کی غریب خواتین کے ہاتھوں سے کڑھائی کیے ہوئے ملبوسات اندرون ملک و بیرون ملک بہت مشہور ہیں مگر اس گھریلو صنعت کی طرف نہ تو کوئی توجہ دی جاتی ہے اور نہ ہی اس کو ترقی دینے کے لیے آج تک حکومتی سطح پر کوئی قدم اٹھایا گیا ہے۔

جناب چیئرمین! وزیر خزانہ نے گھریلو صنعتوں کو ترقی دینے کی بات کی ہے۔ اس کے لیے 60 کروڑ روپے کی کثیر رقم مختص کرنے کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ اس کا ایک بڑا حصہ بہاول پور کے لیے مختص کیا جائے تاکہ وہاں کی ایمبرائیڈری کی صنعت کو ترقی مل سکے۔ وہاں کا کاریگر چاہے وہ مرد ہو یا عورت اپنی محنت کا صحیح معاوضہ حاصل کر سکے اور اس تیار شدہ مال کو برآمد کر کے ہم زر مبادلہ بھی کما سکیں۔ اس سے میرا مطلب بہاول پور میں ایمبرائیڈری کی گھریلو صنعت سے وابستہ کاریگروں کو آسان شرائط پر قرضے کی فراہمی ہے۔

جناب چیئرمین! بہاول پور کی محرومیوں کی طرف توجہ دلانے کی میری جو کاوشیں ہیں اگر ان پر جناب وزیر خزانہ اور جناب وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف صاحب توجہ فرمائیں تو میں سمجھوں گا کہ میرا یہاں اسمبلی میں آنے کا مقصد حل ہو گیا۔ وما علینا الا البلاغ o

وزیر خزانہ ،جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ چاہوں گا۔ میں ان کی تقریر کے درمیان میں مداخلت کرنا مناسب نہیں سمجھتا تھا، کیونکہ نئے رکن ہیں اور پہلی مرتبہ منتخب ہو کر اس معزز ایوان میں آئے ہیں۔ آپ انھیں ہدایت فرما دیں کہ بجٹ کی بحث یا کسی اور بحث کے دوران لکھی ہوئی تقریر نہیں پڑھی جا سکتی۔

جناب چیئرمین، جی، یہ بالکل درست بات ہے کہ کسی بھی پیپر ریڈنگ کی اجازت اسمبلی کے ایوان میں نہیں ہے۔ میں نے یہ impression لیا تھا کہ شاید وہ notes کی مدد سے اپنی بات مکمل کر رہے ہیں۔

چودھری محمد صدیق سالار، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین! ہر ممبر کو حق ہے کہ وہ اپنے جو

notes لکھ کر لائے گا ان کو پڑھ کر تقریر کر سکتا ہے۔

جناب چیئرمین، جی۔

جناب سمیع اللہ چودھری، جناب چیئرمین! یہ میرے پاس notes تھے۔ اگر وزیر خزانہ صاحب مجھے حکم دیں تو میں دوبارہ زبانی تقریر کر دوں۔

جناب چیئرمین، آپ تشریف رکھیں۔ یہ ایک بات واضح ہے اور طے شدہ ہے کہ اگر آپ notes کی مدد سے تقریر کرنا چاہیں تو اس پر کوئی پابندی نہیں۔ لیکن اسمبلی میں کسی بھی بحث کے لیے پیپر ریڈنگ کی اجازت نہیں ہے۔ اب میں جناب محمد عظیم گھمن صاحب کو دعوت دوں گا۔

چودھری محمد عظیم گھمن، (پی پی 106) بسم اللہ الرحمن الرحیم o جناب چیئرمین! میں سب سے پہلے الفاظی طور پر نہیں، حقیقی اور حقیقت پر مبنی جو بجٹ پیش کیا گیا ہے اس پر وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف صاحب اور وزیر خزانہ سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ اتنے ناساعد حالات میں روایتی انداز سے نہیں، حقیقی طور پر اور اتنے مشکل حالات میں جب کہ اقتصادی حالات سارے عوام اور دانشور لوگوں کے سامنے تھے، ان حالات میں اتنا اچھا اور متوازن بجٹ پیش کیا گیا۔ میں تمام شعبوں کے متعلق تو نہیں صرف زراعت کے بارے میں چند ایک گزارشات کرنا چاہوں گا۔

جناب والا! چالیس ارب روپے کا جو قرضہ زراعت کے لیے مختص کیا گیا ہے اس کے حوالے سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ پچھلی فصل پر جب یہ قرضہ ون ونڈو آپریشن کے ذریعے تقسیم کیا جا رہا تھا تو حتی المقدور کوشش کے ذریعے اس کو بڑے صاف اور شفاف پروگرام کے تحت زمینداروں اور کسانوں میں تقسیم کیا جا رہا تھا تو ایک بات جو سامنے آئی تھی وہ یہ تھی کہ وہی پرانے لوگ روایتی اور پیشہ ور لوگ قرضہ لیتے ہوئے بنک منیجر صاحبان اور بنک کے عملہ کے ساتھ ملی بھگت کر کے قرضہ حاصل کرتے ہوئے پائے گئے، جس کی نشان دہی کی گئی اور آئندہ اس سلسلہ میں، میں یہ گزارش کروں گا کہ اور بھی سخت تو میں نہیں کہہ سکتا کیونکہ چھوٹے زمیندار اور کسان طبقہ کے لیے مسائل کھڑے ہوں گے لیکن حق داروں تک حق پہنچانے کے لیے یہ ضروری ہوگا کہ ون ونڈو آپریشن کے لیے جب یہ قرضے کا سلسلہ شروع کیا جائے تو اس کی نگرانی کے لیے جس طرح پہلے پانچ چھ مہینے جو ٹیمیں تشکیل

دی گئی تھیں اسی طرح اس میں بھی وہ ٹیمیں تشکیل دی جائیں اور میں سمجھتا ہوں کہ جہاں ان کی کارکردگی 80 فی صد تھی اس میں ان کی کارکردگی 100 فی صد ہونی چاہیے۔

جناب چیئرمین! اس کے ساتھ ہی میرا اگلا نکتہ یہ ہے کہ زراعت کی ترقی کے لیے جو اقدامات موجودہ حکومت کر رہی ہے' میں دعوے سے اور چیلنج کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں کہ اس سے پیشتر کسی بھی حکومت نے ایسا کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھایا جو موجودہ حکومت نے پہلے دن سے ہی اٹھایا ہے۔ جب عنان حکومت میاں شہباز شریف صاحب نے اور میاں نواز شریف صاحب نے سنبھالی تھی تو گندم کی قیمت بڑھانے سے لے کر آج ٹریکٹر کی قیمت کم کرنے کے عمل تک اور اس عرصہ میں جو بھی اقدامات کیے وہ تاریخ میں اللہ کے فضل وکرم سے سنہری حروف میں لکھے جائیں گے۔ تو میری مراد یہ ہے کہ جہاں پر ٹریکٹروں کی قیمت کم کی گئی ہے' نہری علاقوں میں تو زراعت کے لیے ٹیوب ویل استعمال نہیں ہو رہے لیکن بالخصوص گوجرانوالا ڈویژن اور لاہور ڈویژن کے چند اضلاع میں جہاں پر بجلی سے زرعی ٹیوب ویل چلتے ہیں ان پر بھی سبسڈی (Subsidy) کا اعلان کیا جائے تاکہ آج کے اس موجودہ دور میں اگر دیکھا جائے کہ زراعت میں جو costly چیز ہے وہ صرف اور صرف بجلی ہے۔ بجلی کے بل اتنی بھاری رقوم میں آتے ہیں کہ عام زمیندار اور کسان ان کو pay ہی نہیں کر سکتا یا تو وہ کنکشن کٹوانے پر مجبور ہو جاتا ہے یا وہ محکمہ واپڈا کا defaulter ہو جاتا ہے' تو یہ دو صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ تو جناب والا! میری یہ گزارش ہے کہ زراعت کو اور موثر بنانے کے لیے بجلی پر بھی سبسڈی دی جائے۔

اس کے بعد میرا تیسرا نکتہ زرعی ادویات کے متعلق ہے۔ زرعی ادویات جو بازاروں میں دکانوں' سٹوروں پر جعلی فروخت ہوتی تھیں موجودہ حکومت نے ان کے تدارک اور ان کی روک تھام کے لیے عملی اقدامات کیے ہیں۔ اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ ان لوگوں کے قلع قمع کے لیے عملی طور پر اقدامات کیے جا رہے ہیں لیکن آج سے چند سال پیشتر جنرل ضیاء الحق صاحب کے دور حکومت میں ہوائی سپرے کیا جاتا تھا جس سے کیڑے مکوڑے جو فصلوں پر حملہ آور ہوتے تھے وہ نیست و نابود ہوتے تھے۔ پچھلے دس بارہ سال سے وہ سلسلہ منقطع ہو چکا ہے جس کی وجہ سے فصلیں خاص طور پر دھان کی فصل جو مونجی کی فصل ہے اس کو شدید نقصان پہنچتا ہے اس پر مختلف قسم

کے کیڑے مکوڑے حملہ آور ہوتے ہیں اور بازاروں میں دوائیاں جعلی ہونے کے ناطے سے یہ دوائیاں کیڑوں مکوڑوں کا قلع قمع نہیں کر سکتیں اس لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ زراعت کی ترقی کے لیے آپ دیکھیں گے کہ جہاں پر ایک زمیندار اپنے کھیت کے ایک ایکڑ میں چار سو روپے کی دوائی ڈالتا ہے اگر حکومت وہی دوائی مفت یا سبسڈی کے طور پر مہیا کرے تو اس کے بدلے زراعت پر' زمیندار پر' کسان پر آپ ٹیکس لگا سکتے ہیں' آپ زرعی ٹیکس بڑھا سکتے ہیں وہ یہ دینے کو تیار ہے لیکن جعلی ادویات کی بھرمار ہونے کی وجہ سے وہ لوگ اپنا نقصان اٹھاتے ہیں ' اس نقصان کو برداشت کرتے ہیں تو میری یہ گزارش ہے کہ ہوائی سپرے کا اجراء کیا جائے تاکہ عام زمیندار اور کسان تک اس کا فائدہ پہنچ سکے۔

جناب والا! میرا پانچواں نکتہ یہ ہے کہ عام زمیندار جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا بھی شامل ہوتی ہے ۔ یہ واحد طبقہ ہے کہ جس کی ڈوری ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور جب یہ فصل بوتا ہے جیسے پنجابی میں کہتے ہیں کہ " ایہہ دی بھائی بھالی اللہ نال اے" تو میں کہہ رہا تھا کہ موسم کے تغیر و تبدل کے اثرات جو فصلوں پر مرتب ہوتے ہیں وہ تو ایک قدرتی آفات ہوتی ہیں۔ میں اپنے علاقے کے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں کہ جو سیلاب ہر سال آتے ہیں ان کی روک تھام کے لیے دریائے چناب اور نالہ ایک پر بند باندھے جائیں کیونکہ دریائے چناب وہ دریا ہے جو میرے علاقہ میں کم از کم لاکھوں ایکڑ اراضی تباہ کر کے گزرتا ہے۔ تو اس بند کے باندھنے سے زمیندار کو فائدہ ہو گا۔

اس کے علاوہ میں یہ گزارش کروں گا کہ حکومت پنجاب نے ٹریکٹر پر جو ایک لاکھ روپیہ سبسڈی دینے کا فیصلہ کیا ہے جس طرح مجھ سے پیشتر میرے ساتھی چودھری سمیع اللہ صاحب کہہ رہے تھے کہ پنجاب پروونشل کوآپریٹو بنک اور انجمن امداد باہمی کے ذریعے اس کا موثر انداز میں فائدہ اٹھایا جائے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سبسڈی کا موثر انداز میں فائدہ اٹھایا جائے اور جو پانچ ہزار ٹریکٹر کا اعلان کیا گیا ہے اس کا موثر انداز میں' ایک بہتر اور صاف اور شفاف نظام کو اپنانے کے لیے یہ سکیم پنجاب پروونشل کوآپریٹو بنک کے ذریعے شروع کی جائے ۔ میں انہی الفاظ کے ساتھ اجازت چاہوں گا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، جی چودھری زاہد محمود گورایہ صاحب۔

چودھری زاہد محمود گورایہ، (پی پی - 51)، شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔

جناب چیئرمین! بلا شبہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے کٹھن اور مالی لحاظ سے مشکل حالات کے پیش نظر پنجاب کا 99-1998ء کا جو بجٹ پیش کیا گیا ہے یہ اپنی افادیت اور اہمیت کے لحاظ سے اللہ کے فضل و کرم سے پنجاب بھر کے عوام کے لیے ایک بہتر ' موثر اور کارآمد بجٹ ثابت ہوگا۔ اس بات میں ذرا بھر بھی شک نہیں ہے کہ یہ بجٹ جب تیار کیا گیا تو اس بجٹ کی تیاری میں تمام پہلوؤں کو بروئے کار لاتے ہوئے خصوصاً پنجاب کے عوام کی بہتری کے لیے اور خاص طور پر دیہاتوں میں بسنے والے غریب کسانوں کی بہتری کے لیے جو وزیر اعلیٰ پنجاب جناب محمد شہباز شریف صاحب کی راہنمائی میں اقدامات در اقدامات کیے گئے ان اقدامات در اقدامات کے طریقہ کار کو جو بروئے کار لایا گیا اور اتنا شاندار بجٹ پیش کیا گیا میں اپنی طرف سے اور اپنے حلقے کے پسے ہوئے عوام کی طرف سے وزیر اعلیٰ پنجاب جناب میاں محمد شہباز شریف صاحب اور وزیر خزانہ جناب ذوالفقار علی کھوسہ صاحب کو تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ جناب وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر میں مختصر طور پر پچھلے سال کے بجٹ کے حوالے سے بھی گفتگو کی جس میں ذکر کیا گیا کہ جو ghost schools بنائے گئے تھے ' جس میں جعلی pesticides کا ذکر کیا گیا' جس میں میرٹ کی پالیسی کا ذکر کیا گیا ' جس میں ایک عام آدمی کا معیار زندگی بلند کرنے کے متعلق ذکر کیا گیا۔ جناب والا! ہماری حکومت کے وہ اقدامات ہیں جو پچھلے ایک سال میں کیے گئے ہیں اور جس کی مثال پاکستان کی پچاس سالہ ہسٹری میں نہیں ملتی کیونکہ اس سے پہلے جتنے بھی بجٹ تیار کیے گئے وہ محض الفاظ کی ہیر پھیر تھے جن میں سرے سے حقیقت کا رنگ موجود نہیں تھا جن میں ایک عام آدمی کے لیے اور ایک عام کسان کے لیے ' ایک عام کارکن کے لیے کوئی benefits مخصوص نہیں کیے گئے تھے اس لیے جو پچھلا بجٹ ہے وہ بھی اللہ کے فضل و کرم سے ایک کامیاب و کامران بجٹ ثابت ہوا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ موجودہ مالی سال کا بجٹ بھی اللہ کے فضل و کرم سے کامیاب و کامران رہے گا۔

جناب چیئرمین! اس بجٹ کی سب سے بڑی خوبصورتی اور سجاوٹ اس بات میں عیاں ہے کہ اس مالی سال کے بجٹ میں پچھلے سال کی پیپلز پارٹی کی جو on-going schemes تھیں ان کے لیے 7 ارب اور 33 کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے جس سے یہ بات بڑے احسن طریقے سے عیاں

ہو جاتی ہے کہ ہماری قیادت میں تنگ نظری بالکل نہیں ہے ہم نے وہ on-going schmes جن پر پیپلز پارٹی نے کروڑوں روپیہ لگایا تھا اور زیر زمین water logging schemes جو specially تھیں وہ ویسی کی ویسی ادھوری پڑی ہوئی تھیں ان کے لیے بھی ہمارے حکومت نے وافر مقدار میں فنڈز مختص کیے ہیں ۔ جناب چیئرمین! اس کے علاوہ اس بجٹ کی اور بڑی خوبصورتی یہ ہے کہ اس میں نئے مالی سال کے لیے جو ترقیاتی فنڈز رکھے گئے ہیں ان کا ہدف 9 ارب اور 67 کروڑ روپے ہے جس میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ فیصل آباد سے لاہور تک دو رویہ سڑک کی منظوری دی یہ اس بجٹ کا ایک حصہ ہے جو سڑک نہایت اہمیت کی حامل سڑک ہے اور یہ ہمارے فیصل آباد کے عوام کی ایک دیرینہ خواہش تھی۔ میری اپنی طرف سے اور تمام معزز اراکین جن کا فیصل آباد سے تعلق ہے اور فیصل آباد کے عوام کی طرف سے جناب وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیرخزانہ پنجاب سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کا تہ دل سے شکرگزار ہوں کہ انھوں نے موجودہ رواں مالی سال کے ترقیاتی فنڈز میں فیصل آباد سے لاہور تک دو رویہ سڑک کی منظوری دی اور اس کے لیے فنڈز مختص کیے ہیں۔ اس کے علاوہ جناب چیئرمین! ہماری بدقسمتی رہی ہے کہ شروع سے ہی دیہاتی آبادیوں میں یا دیہی علاقوں میں ایجوکیشن کے معاملہ میں کنجوسی سے کام لیا جاتا رہا ہے ۔ وہاں پرشرح ناخواندگی کافی زیادہ ہے ۔ اس لیے اس بجٹ میں 20 ارب 20 کروڑ روپے خصوصاً دیہی عوام میں ایجوکیشن مورال بلند کرنے کے لیے اور ایجوکیشن کے معیار کو بڑھانے کے لیے 20 ارب 20 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں جوکہ ہمارے دیہی عوام کی ایک دیرینہ خواہش تھی کہ یہاں کے لوگوں کو educate کیا جائے۔ کیونکہ ہمارے 80 فی صد عوام کا تعلق دیہات سے ہے ۔ اگر دیہات کے ایک غریب کسان کے بچوں پرخصوصی توجہ نہیں دی جاتی تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ سراسر ناانصافی ہوتی اور اس طرح سے ہمارا ملک کبھی بھی ترقی نہ کر پاتا۔ لہٰذا وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے جہاں فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے 20 ارب 20 کروڑ روپے کی رقم دیہات کی ترقی کے لیے مختص کی ہے ۔ وہاں اس پر چیک اینڈ بیلنس کا سسٹم بھی جاری و ساری رہا ہے ۔ جس کی مثال آج بھی آپ دیکھ سکتے ہیں اور پچھلے ایک سال سے دیکھتے آرہے ہیں۔ جہاں پہ بوٹی مافیا ہے وہاں سے اس کا قلع قمع کرنے کے لیے جناب وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب ، ان کی کابینہ کے اراکین اورممبران صوبائی اسمبلی نے ان کا شانہ بشانہ ساتھ دیا اور

اللہ کے فضل و کرم سے ہماری تعلیمی پالیسی بڑے احسن طریقے سے چل رہی ہے ۔ اس طرح میں امید کرتا ہوں کہ یہ جو وافر رقم ایجوکیشن کی مد میں رکھی گئی ہے ان شاء اللہ مستقبل میں اس سے بہتر نتائج اخذ ہوں گے اور ہمارے دیہات کے لوگوں کا معیار تعلیم بہتر ہو گا اور شرح خواندگی بہتر ہو گی۔

جناب چیئرمین ! یہ بات عیاں ہے اور ہر آدمی جانتا ہے کہ اگر قیادت بہتر ہو گی ' عوام میں سے ہو گی' عوام میں اس کی جڑیں ہوں گی تو وہ صحیح طریقے سے نمائندگی کرے گی اور اپنی حکومت کو بہتر طریقے سے کامیاب و کامران بنانے میں کوششیں کرے گی اور اللہ کے فضل و کرم سے آج پاکستان مسلم لیگ کی قیادت کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کی جڑیں عوام میں ہیں اور پاکستان مسلم لیگ کی قیادت نے پچھلے ڈیڑھ سال میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ جو جو اقدام وزیر اعلیٰ پنجاب کی رہنمائی میں اٹھائے گئے ہیں اللہ کے فضل و کرم سے ان تمام اقدامات میں پاکستان مسلم لیگ نے نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔

جناب چیئرمین ! ماضی میں بلدیاتی الیکشنز کے بعد ہمیشہ یہ ہوتا رہا ہے کہ بلدیاتی فنڈز کو مال غنیمت سمجھتے ہوئے چیئرمین میونسپلٹیز اور کارپوریشنوں نے ان کا بے دردی سے استعمال کیا اور ڈویلپمنٹ پر لگانے کی بجائے انھیں اپنی عیاشیوں کی نذر کر دیا۔ آج اللہ کے فضل و کرم سے پاکستان مسلم لیگ کو یہ شرف حاصل ہے کہ پچاس سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ 15 ارب کی رقم سے ایک میونسپلٹی فنڈز کے اجراء کا فیصلہ کیا گیا ہے ۔ جس کے ذریعے سے شہروں میں بہتر طریقے سے ترقی ہو گی۔ خوشحالی ہو گی اور پاکستان مسلم لیگ کا بول بالا ہو گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ جو میونسپلٹی کے لیے فنڈز رکھے گئے ہیں ان کا استعمال بہتر طریقے سے کیا جائے گا۔

جناب چیئرمین صاحب! آج میرے جتنے بھی معزز اراکین اسمبلی نے بجٹ پر تقاریر کی ہیں زیادہ تر ممبران نے زراعت کے حوالے سے بات کی ہے۔ چونکہ میرا بھی تعلق دیہاتی علاقے سے ہے' اس لیے میں بھی زیادہ تر زراعت کے موضوع پر بات کروں گا۔ جناب چیئرمین صاحب! یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ زراعت پاکستان کی خوشحالی اور ترقی کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے ۔ اگر اس ریڑھ کی ہڈی کو جھٹکے پہ جھٹکے لگتے رہیں گے تو اس کے مہرے کمزور ہو جائیں گے ۔ اور یہ اپنی موت آپ مرنا شروع ہو جائے گی اور یہی صورت حال سابقہ ادوار میں پیپلز پارٹی میں رہی

ہے ۔ اللہ کے فضل و کرم سے وزیر اعلیٰ پنجاب اور اس معزز ایوان کے اراکین نے اپنی شب و روز کی محنت سے اس مردہ ہوتی ہوئی زراعت کو طاقت ور انجکشن دینے شروع کیے ہیں جس کی منہ بولتی تصویر یہ ہے کہ ابھی حال ہی میں وزیر اعلیٰ کی طرف سے جعلی pesticides کے خلاف ایک compaign چلائی گئی ہے۔ایک غریب کسان کا بے تحاشہ پیسہ جعلی ادویات کی خرید داری پر خرچ ہوتا تھا اور مزید یہ کہ وہ ادویات مؤثر نہ ہونے کی وجہ سے اس کی توقعات ہوتی تھیں کہ اس کی فصل کی پیداوار زیادہ ہوگی وہ پوری نہیں ہوتی تھیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے جو steps لیے ہیں میں تہ دل سے وزیر اعلیٰ پنجاب کا شکر گزار ہوں۔

جناب چیئرمین ! ایک بہت ہی اہمیت کا نکتہ یہ ہے کہ ہمارے دیہی علاقوں میں خصوصاً جہاں مضرصحت پانی ہے اور زمینی پانی پینے کے قابل نہیں ہے۔ وہاں پہ بیک وقت انھی نہروں سے انسان پانی پی رہے ہیں اور انھی نہروں سے حیوان پانی پی رہے ہیں۔ انھیں نہروں میں جانور نہا رہے ہیں اور وہی گندہ پانی جس میں ملوں کی تیزابیت بھی شامل ہے ہماری مائیں بہنیں گھڑوں میں بھر کر گھروں میں لے کر آتی ہیں۔ اس کے بعد اس کو پیا جاتا ہے جو کہ سرا سر انسانی فطرت کے خلاف عمل ہے اور یہ ہمارے گاؤں کے باسیوں کے ساتھ ایک بہت بڑی زیادتی ہے ۔اس سلسلہ میں ایک وافر رقم ایک ارب 72 کروڑ روپے کی مختص کی گئی ہے جس سے دیہاتی علاقوں میں محکمہ پبلک ہیلتھ کے ذریعے واٹر سپلائی سکیموں کا اجراء کرنا ہے۔ تو میری وزیر خزانہ صاحب سے گزارش ہے کہ جب ان سکیموں کو حتمی شکل دی جائے تو میرے حلقہ کی چند ایک ضروری سکیمیں ہیں ان کو مکمل کیا جائے ۔ جب میں اپنے حلقہ میں جاتا ہوں تو میری مائیں بہنیں کہتی ہیں کہ وہ کب وقت آئے گا کہ جب تم ہمارے سروں سے گھڑے اترواؤ گے اور ہمیں صاف پانی پینے کے لیے مہیا ہوگا۔ میں سردار صاحب سے گزارش کروں گا کہ جب ان سکیموں کو حتمی شکل دی جائے تو مہربانی فرماتے ہوئے پی پی 51 کی چند سکیمیں اس میں شامل کر دی جائیں۔

اس کے ساتھ ہی میں جناب وزیر اعلیٰ پنجاب اور جناب وزیر خزانہ صاحب کا بے حد شکر گزار ہوں کہ میرے حلقے پی پی 51 میں موجود ایک آبادی جس کا نام الٰہی آباد ہے۔ وہاں سیوریج نظام کی حالت بہت ابتر تھی اور اس بجٹ میں اس کے لیے رقم مختص کی گئی ہے ۔ میرے عوام نے مجھے یہ

کہا ہے کہ ایوان میں کھڑے ہو کر جناب وزیر اعلیٰ پنجاب اور سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ کا اس پر خصوصی طور پرشکریہ ادا کرتا ہے کہ اس علاقہ میں سیوریج کا سسٹم بہتر بنانے کے لیے فنڈز رکھے گئے ہیں۔

آخر میں' میں اپنی تقریر کو ختم کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ یہ بجٹ دستاویز صرف ایک لائحہ عمل نہیں ہے بلکہ ایک عہد بھی ہے جو آج ہم نے اپنی قوم سے کیا ہے کہ ہم لوگ اپنی قوم کا معیار زندگی بلند کریں گے ۔ ان کو زندگی کی بنیادی ضرورت مہیا کریں گے ' ان کو انصاف مہیا کریں گے۔ ہرغریب کے ساتھ انصاف ہو گا ۔ لوٹ مار اور چور بازاری کرنے والوں کا قلع قمع کیا جائے گا اور نادہندگان سے لوٹی ہوئی رقم وصول کی جائے گی ۔ اس کے بعد جو ہماری حکومت کا سب سے بڑا کارنامہ ہے وہ کالا باغ ڈیم کے حوالے سے ہے ۔ اللہ کے فضل و کرم سے جس طرح سے دوسرے جرأت مندانہ اقدام اٹھائے ہیں اور ثابت قدم رہے ہیں ہم سارا ایوان پنجاب اسمبلی ان کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ اللہ کے فضل و کرم سے اور خدا کی رحمتوں کے صدقے کالا باغ ڈیم ضرور بنے گا ۔ ملک میں خوشحالی آئے گی' ترقی ہوگی اور یہی ہمارے دل کی آواز ہے ۔ اس کے ساتھ ہی میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں ۔ شکریہ !

جناب چیئرمین: اب بجٹ کے حوالے سے چودھری مشتاق احمد صاحب تقریر فرمائیں گے۔

چودھری مشتاق احمد (پی پی- 115): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں اپنے قائد میاں محمد شہباز شریف صاحب ' وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیرخزانہ صاحب کا دلی مشکور ہوں کہ انھوں نے بڑا اچھا اورمتوازن قسم کا تخمینہ پیش کیا ہے۔ لیکن میں اپنے وزیر خزانہ صاحب سے ایک التماس کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو سالانہ تخمینہ جات بنائے جاتے ہیں اس میں اگر آپ اپنے معزز اراکین کو بھی شامل کر لیا کریں تو پھر اس سے بھی بہتر تخمینے آ سکتے ہیں۔ میں نے یہ ADP دیکھا ہے اورمیں ان باتوں پر خوش ہوا ہوں کہ مسلم لیگ کی حکومت نے خدا کے فضل و کرم سے تاریخ ساز فیصلے کیے ہیں۔ کالا باغ ڈیم کا بنانا' پاکستان کو مسلم ممالک کا لیڈر بنانا' ساری دنیا میں پاکستان کو وہ عزت دی جو آج تک کوئی دوسرا لیڈرنہیں دے سکا' مسلم لیگ حکومت کی اس تاریخ ساز کامیابی پر میرا سرفخر سے بلند ہے۔ تخمینہ جات جب سامنے آئے' ADP دیکھا تو اس میں 17 ارب روپے ترقیاتی بجٹ کے لیے رکھے گئے ہیں۔

ان 17 ارب میں سے 7 ارب روپے on going سکیموں پر خرچ کیے جائیں گے جبکہ 9 ارب روپے نئی سکیموں پر خرچ کیے جائیں گے۔ جناب والا! میں اُس علاقے کا باسی ہوں جو کہ انڈیا کے درمیان میں واقع ہے۔ ایک طرف ہندوستان کی سرحد ہے جبکہ دوسری طرف جموں وکشمیر کی سرحد ہے۔ ہمارا علاقہ strip کی صورت میں ہے۔ ہم نے کئی جنگیں دیکھی ہیں۔ ندی نالوں کا علاقہ ہے' جہاں ہر بارش پر سیلاب آ جاتا ہے اور یہ ہماری تباہی کا باعث بنتا ہے۔ ہماری سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ جناب والا! میرے حلقے پی پی -115 میں تقریباً 287 گاؤں آتے ہیں جن میں سے 150 کے قریب کچے گاؤں ہیں۔ وہاں غربت کی انتہا یہ ہے کہ ہم لوگ محنت مزدوری کے لیے پاکستان کے ہر حصے میں جاتے ہیں' پلے داری کرتے ہیں' آپ لوگوں کی خدمت کرتے ہیں۔ ہر سال سیلابوں کی وجہ سے ہمارے سارے علاقے بہہ جاتے ہیں' ہماری فصلات تباہ ہو جاتی ہیں۔ پچھلے سال میں نے گزارش کی تھی' وزیر خزانہ صاحب اب بھی کہیں اور باتوں میں مصروف ہیں' انھوں نے شاید میری بات نوٹ نہ فرمائی ہو۔ جناب چیئرمین! کیا میں ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کروا سکتا ہوں؟ محترم کھوسہ صاحب! پچھلے سال میں نے یہ گزارش کی تھی کہ میرے علاقے میں-----

وزیر خزانہ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ) جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے فاضل رکن سے عرض کروں گا کہ وہ مجھے مخاطب نہ ہوں صرف چیئر سے مخاطب ہوں۔

جناب چیئرمین: کھوسہ صاحب! انھوں نے یہ کہا ہے کہ وہ میری وساطت سے آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتے ہیں۔

وزیر خزانہ: جناب والا! انھوں نے میری طرف دیکھ کے' مجھے پکارا ہے کہ جناب کھوسہ صاحب! یہ مناسب نہیں ہے۔ وہ آپ سے مخاطب رہیں' میں سن رہا ہوں۔

چودھری مشتاق احمد: جناب والا! میں نے پچھلے سال بجٹ کے موقع پر یہ کہا تھا کہ میرے ایک علاقے کی 12 ہزار ایکڑ زمین فاضل پور ڈرین نہ بننے کی وجہ سے تباہ و برباد ہو جاتی ہے' اس علاقے میں مُنجی کی ساری فصل تباہ ہو جاتی ہے۔ یہ اریگیشن کا پراجیکٹ ہے' انگریزوں کے وقت سے چلا آ رہا ہے۔ اب وہ ڈرین مٹی سے بھر چکی ہے' پانی وہاں پر held up ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے ہر سال تقریباً 12 ہزار ایکڑ زمین ضائع ہو جاتی ہے' وہاں کی فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ یہ پاکستان کی معیشت پر ایک

بہت بڑا blow ہے لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ہماری آواز کو' ہماری اس بات کو کسی نے توجہ سے سنا ہی نہیں۔ جب میں علاقے میں جاتا ہوں تو لوگ مجھے یہ کہتے ہیں تم ہمارے ایم پی اے کیوں بنے ہو؟ کیا تم یہ بھی نہیں کروا سکتے ہو؟ جناب والا! کیا 17 ارب روپے میں سے ہمارے لیے وہ چھوٹی سی ڈرین بھی نہیں بن سکتی؟ میں پچھلے سال سے اس بارے میں واویلا کر رہا ہوں' میں نے گوجرانوالہ ڈویژن کی میٹنگ میں بھی اپنے قائد میاں شہباز شریف صاحب کے سامنے یہ گزارش کی تھی جناب یہ ڈرین کم از کم ضرور بنا دیں۔ میرے حلقے میں گاؤں تا مارکیٹ روڈ کی کوئی سکیم نہیں رکھی گئی' کوئی واٹر سپلائی کی سکیم نہیں۔ ہمارا بارانی علاقہ ہے' نالے ہیں' پانی کی بہت زیادہ depth ہے کیونکہ وہاں نہری پانی نہیں ہے۔ ہمارے ہاں تقریباً 300 فٹ پر turbines لگتی ہیں۔ وہاں لوگ نالوں سے پانی پی لیتے ہیں اور Hootworm کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس علاقے میں اتنا Hootworm ہے کہ آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ جناب والا! یہ بات ٹھیک ہے کہ ہمارا علاقہ انڈیا کے درمیان میں واقع ہے' ہم آخری حد پر رہتے ہیں لیکن ہمارے لوگ جفاکش ہیں' محنت مزدوری کرتے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ پاکستان کے تمام علاقوں کو ایک ہی نظر سے دیکھا جائے اور تمام ایم پی اے حضرات کو اعتماد میں لے کر ADP بنایا جائے۔ میں آپ کو یقینی طور پر بتاتا ہوں کہ bureaucratic قسم کے attitude ہیں' وہاں سے سکیمیں آ جاتی ہیں۔ اس دفعہ ہمیں pre-budget meeting پر بلایا ہی نہیں گیا' نہ ہی ہم سے رائے لی گئی ہے کہ آپ کی کیا ضروریات ہیں؟ جبکہ یہ بجٹ ہم ہی نے' اسمبلی نے پاس کرنا ہے۔ جناب والا! ہمارے لوگوں کے ساتھ یہ کتنی زیادتی ہے۔ ہم لوگ وہاں سے منتخب ہو کر آئے ہیں اور ہم نے ان کو جواب دینا ہے۔ اس دفعہ جب کونسلرز کے الیکشن ہونے ہیں تو لوگ ہم سے پوچھتے تھے کہ تم ہمارے لیے کیا لائے ہو؟ میں نے کہا کہ بھئی! ہمارا خزانہ خالی ہے' ہم مجبور ہیں۔ ہمارے زیادہ تر لوگ تعلیم یافتہ ہیں' چونکہ غریب لوگ ہیں' چھوٹے چھوٹے کسان ہیں اس لیے وہ تعلیم کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ وہ لوگ یہ پڑھیں گے کہ 17 ارب روپے کا ترقیاتی بجٹ آیا ہے اور پھر مجھے پوچھیں گے کہ یہ 17 ارب روپے کدھر گئے؟ ہمارے لیے کیا لائے ہو؟ تو جناب والا! میں اپنی گزارشات بیان کر رہا ہوں' میں اپنے حلقے کے لوگوں کو کوئی جواب نہیں دے سکتا لہٰذا براہ کرم سب علاقوں کے لیے متوازن قسم کا بجٹ دیں تاکہ ہم بھی اپنے حلقے کے عوام کے سامنے سرخرو ہو سکیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: اب جناب عبدالرؤف مغل صاحب بجٹ پر خطاب فرمائیں گے۔

جناب عبدالرؤف مغل: (پی پی 88) جناب چیئرمین! حکومت پنجاب کی طرف سے ہمارے وزیر خزانہ، سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب نے جو بجٹ پیش کیا ہے میں اس پر اس حوالے سے مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ نہ صرف زراعت کے لیے ٹریکٹر پر سبسڈی کے حوالے سے اس کی قیمت ایک لاکھ روپیہ کم ہوگی، رعایتی قیمت پر کسانوں کو ٹریکٹر ملے گا، بلکہ تعلیم کے شعبے میں بڑی واضح رقوم رکھ کر جو اظہار کیا گیا ہے کہ یہاں پر 80 فی صد بچے پرائمری تعلیم حاصل کر سکیں گے اور 70 فی صد بچوں کے لیے ایلیمنٹری تعلیم کا بندوبست کیا جائے گا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ایک طویل مدت کے بعد گوجرانوالہ کی ایک ایسی بستی جسے پیپلز پارٹی کے دور میں بسایا گیا اور آج اس کو بسے ہوئے 28 سال ہو گئے ہیں اس کو اس بجٹ میں ایک گرلز ڈگری کالج دیا گیا ہے۔ میں اس کے لیے حکومت پنجاب کا شکر گزار ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح مرکز کی طرف سے قومی ایجنڈے کے حوالے سے زرعی پیداوار کو بہتر بنانے کے لیے 40 ارب روپیہ مختص کیا گیا ہے، اسی طرح صوبائی حکومت کی طرف سے بھی مؤثر اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ جناب والا! ان نامساعد حالات میں جیسے ادھر ایٹمی دھماکے اور غوری میزائل کے حوالے سے عالمی دباؤ ہے جس کے وجہ سے شہریوں کو خطرہ تھا کہ پتا نہیں کتنے ٹیکسز لگیں گے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ حکومت نے شہریوں کو اس پریشانی سے بچانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی ہے۔ میں ایک گزارش کروں گا کہ ان تمام بہتر اقدامات کے ساتھ ساتھ ہمیں کچھ بچاؤ کا بندوبست بھی کرنا چاہیے کہ جس طرح مرکز میں 606 ارب کا بجٹ پیش کیا گیا اور اس میں 550 ارب ہماری local collection ہوگی اس میں سے آدھی رقم یعنی 275 ارب debt servicing میں چلی جائے گی۔ اسی طرح صوبہ پنجاب میں بھی خاصی رقم یہ غالباً 1593 ملین بنتی ہے یہ رقم debt servicing کے لیے مختص کی گئی ہے اور آج سے چھ ماہ پہلے یہ اعلان کر کے بڑی خوشی کا اظہار کیا جا رہا تھا کہ آئی ایم ایف یا ورلڈ بنک کی 30 ارب کی امداد کے ساتھ ایک نیشنل ڈرینج سکیم بنائی جائے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں اور جیسا کہ ابھی ہمارے فاضل مقرر حاجی مشتاق احمد صاحب اظہار کر رہے تھے کہ ان کے علاقے میں ڈرینج کا بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے زمینیں بے کار ہو جاتی ہیں۔ ان دنوں میں ان کے علاقے میں جانا ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر سال لگی لگائی فصلیں کھڑے پانی میں ڈوب جاتی ہیں اور لوگ

شہروں میں آ کر مزدوری کر کے اپنے بچوں کا پیٹ پالنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ بلا شبہ ہمیں ڈریج کے لیے کام کرنا چاہیے لیکن میں یہ گزارش کروں گا کہ کوشش کریں کہ بیرونی قرضہ جات حاصل کرنے کی بجائے اپنے وسائل پر انحصار کرتے ہوئے ، بیرونی مشینری کی بجائے اپنی لیبر کو کام میں لاتے ہوئے ، بیرونی مشیروں کی بجائے اپنے انجینئرز کی صلاحیتوں پر انحصار کرتے ہوئے ڈرینیں بنائی جائیں اگر آج ہمارے انجینئر غوری میزائل اور ایٹمی تجربات کر سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ مٹی کے بند اور یہ ڈرینیں مقامی طور پر نہ بن سکتی ہوں۔ یہ سارے بندوبست ہو سکتے ہیں۔

جناب والا! میں زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا میں جناب کھوسہ صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے انتہائی محدود وسائل کے ساتھ اور انتہائی نامساعد حالات میں یہ بہترین بجٹ پیش کیا ہے۔ ابھی ہمارے اپوزیشن لیڈر سعید منیس صاحب بہت اعتراضات کر رہے تھے لیکن ساتھ ساتھ دبے لفظوں میں وہ تعریف بھی کر رہے تھے کہ یہی حکومت ہے جس نے کالا باغ ڈیم بنانے کا اعلان کیا ہے۔ جس طرح انھوں نے کہا ہے کہ باوجود اس کے کہ کچھ اعتراضات آ رہے ہیں لیکن انھوں نے یہ بھر پور انداز میں کہا ہے کہ ہرصورت کالا باغ ڈیم بننا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جیسے پنجاب اسمبلی پہلے قرارداد بھی پاس کر چکی ہے اور یہ بہترین موقع ہے تو اس میں مؤثر step لے کر فوری طور پر اس کا کام شروع کیا جائے۔ میں شکریہ کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین، اب ہمارے پاس آج کی لسٹ کے حوالے سے آخری مقرر میاں عبدالستار صاحب ہیں۔ غالباً وہ ایوان میں تشریف نہیں رکھتے' لہٰذا اب اجلاس کل صبح 9 بجے تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

جمعۃ المبارک، 19۔ جون 1998ء

(آدینہ، 23۔ صفر المظفر 1419ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس، اسمبلی چیمبر، لاہور میں صبح 9 بج کر 43 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر (چودھری پرویز الٰہی) منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری سید صداقت علی نے حاصل کی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۝

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ۝ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۝ اُولٰٓىِٕكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۝

سورۃ البقرہ 155 تا 157

اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمھاری آزمائش کریں گے۔ تو صبرکرنے والوں کو (اللہ کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو ۝ ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۝ یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی مہربانی اور رحمت ہے، اور یہی سیدھے رستے پر ہیں ۝

و ما علینا الا البلاغ۝

پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

راجہ محمد خالد خان: جناب سپیکر! میں رپورٹ پیش کرنے کی میعاد میں توسیع کی تحریک پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی اجازت ہے۔

راجہ محمد خالد خان: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

> کہ سابقہ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 1 کا جو نامکمل کام قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997ء کے قاعدہ 171 کے تحتی قاعدہ (2) کے تحت موجودہ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر کو منتقل ہوا ہے اس کے بارے میں رپورٹ پیش کرنے کی میعاد میں 31 دسمبر 1998ء تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب اختر محمود ایڈووکیٹ: جناب سپیکر! میں رپورٹ پیش کرنے کی میعاد میں توسیع کی تحریک پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: اجازت ہے۔

جناب اختر محمود ایڈووکیٹ: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

> کہ سابقہ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کا جو نامکمل کام قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997ء کے قاعدہ 171 کے تحتی قاعدہ (2) کے تحت موجودہ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کو منتقل ہوا ہے اس کے بارے میں رپورٹ پیش کرنے کی میعاد میں 31 دسمبر 1998ء تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

مجالس قائمہ کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

چودھری غلام احمد خان، جناب سپیکر! مجلس قائمہ برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی کی توسیع کے لیے تحریک پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر، جی اجازت ہے۔

چودھری غلام احمد خان، میں تحریک پیش کرتا ہوں،

> کہ مسودہ قانون (ترمیم) ہنگامی قانون مقامی حکومت پنجاب مجریہ 1997ء (مسودہ قانون نمبر 19 بابت 1997ء) پیش کردہ میاں عبدالستار، ایم پی اے (پی پی 234) کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 جولائی 1998ء تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

چودھری غلام احمد خان، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

> کہ مسودہ قانون (ترمیم) ہنگامی قانون مقامی حکومت پنجاب مصدرہ 1998ء (مسودہ قانون نمبر 2 بابت 1998ء) کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 جولائی 1998ء تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

چودھری غلام احمد خان، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

> کہ مسودہ قانون (ترمیم) دیواروں پر اظہار معاملات کی ممانعت پنجاب مصدرہ 1998ء (مسودہ قانون نمبر 1 بابت 1998ء) پیش کردہ جناب ایس۔ اے حمید، ایم پی اے کے بارے

میں مجلس قائمہ برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی کی رپورٹ
ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31 جولائی 1998ء تک
توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

چودھری غلام احمد خان: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

کہ مسودہ قانون دیواروں پر اظہار معاملات کی ممانعت پنجاب مصدرہ 1998ء مسودہ قانون نمبر 1 بابت 1998ء پیش کردہ جناب ایس اے حمید' ایم پی اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31 جولائی 1998ء تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب سپیکر، میاں عبدالستار صاحب!

میاں عبدالستار، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

کہ سوال نمبر 163 پیش کردہ حاجی مقصود احمد بٹ ایم پی اے سوال نمبر 695 اور 696 پیش کردہ جناب ارشد عمران سلہری ایم پی اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعمیر مکانات ' عملی و ماحولیات منصوبہ بندی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 جولائی 1998ء تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب سپیکر، جناب اعظم چیمہ صاحب!

چودھری محمد اعظم چیمہ، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

کہ سوال نمبر 379 پیش کردہ رانا ثناء اللہ خان ایم پی اے کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 جولائی 1998ء تک توسیع کی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

-----(جاری)

جناب سپیکر، اب بجٹ پر بحث کا آغاز ہوتا ہے - اپوزیشن کی طرف سے جناب معظم جہاں زیب وٹو صاحب تقریر کا آغاز کریں گے۔ وہ موجود نہیں ہیں۔ ملک غلام مرتضےٰ میتلا صاحب!

ملک غلام مرتضےٰ میتلا، شکریہ ! بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں سب سے پہلے تو جناب وزیر خزانہ کو ایک فلاحی اور عوامی بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ بجٹ کسی بھی صوبہ کے لیے اور کسی بھی ملک کے لیے آئندہ مالی سال کے لیے ٹیکسوں اور مختلف مدات میں اخراجات کا ایک کتابچہ ہوتا ہے۔ اس کی فلاحی اور بہتری کی شکل' ایک طرف ٹیکسوں کا سلسلہ اور دوسری طرف عوام کی فلاح کے لیے جو منصوبہ جات دیے جاتے ہیں کسی بھی بجٹ کے یہی نمایاں پہلو ہوتے ہیں۔ یہ بجٹ حقیقت میں ایک فلاحی اور صوبہ پنجاب کے لیے ایک بہتر بجٹ ہے - جناب والا! اس کا جو نمایاں پہلو ہے وہ یہ ہے کہ تعلیم ' زراعت اور ڈویلپمنٹ کی مختلف مدات میں جو رقوم رکھی گئی ہیں یہ بڑی خوش آئند بات ہے کہ اتنے کٹھن حالات میں اس سے بہتر بجٹ کسی بھی شکل میں پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔

(جناب اختر محمود ایڈووکیٹ کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب والا! کل لیڈر آف اپوزیشن نے ہمارے اس بہترین بجٹ کے بارے میں کہا کہ یہ عوام کے لیے موت کا ایک پیغام ہے - میں اس بات سے سراسر اختلاف کی اجازت چاہوں گا۔ یہ اصل میں مردہ معیشت میں ایک نئی روح پھونکنے کے مترادف ہے - انھوں نے یہی الفاظ پچھلے سال بھی کہے تھے - واقعات نے یہ ثابت کیا کہ ان کی یہ بات بالکل غلط تھی - پچھلے سال کو comparitively دیکھا جائے تو پنجاب نے کافی ترقی کی ہے - جناب والا! اس سلسلہ میں کل بجٹ کی جو رقم مختص کی گئی ہے وہ تقریباً 88 ارب 99 کروڑ روپے ہے - میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اسے جن جن مدات میں رکھا گیا ہے ان شاء اللہ یہ بہتر طور پر خرچ ہوں گے اور ان شاء اللہ پنجاب بہتر طور پر ترقی کر سکے گا۔

جناب والا! تعلیم کے سلسلے میں جو رقم مخصوص کی گئی ہے اگرچہ ہم اسے کافی نہیں کہہ سکتے مگر پھر بھی ان کٹھن حالات میں اتنی رقم کا مہیا کرنا اور تعلیم کی ترقی کے لیے خرچ کرنا ایک احسن

قدم ہے ۔ صرف رقم خرچ کرنا ہی کافی نہیں ہوتا ۔ جناب چیئرمین ! میں آپ کے ذریعے سے یہ گزارش کروں گا کہ ہمیں اس سلسلے میں بہت ہی revolutionary steps لینے کی ضرورت ہے ۔ ملک میں خواندگی کی شرح بڑھانا بھی ایک ضروری بات ہے۔ مگر صرف شرح خواندگی سے کام نہیں چل سکتا۔ ہمیں تعلیم کے سلسلے میں ایک انقلاب لانا ہوگا ۔ اور وہ اس شکل میں آ سکتا ہے کہ ہمیں کلی طور پر پچھلے سارے کورسز بدل دینے چاہئیں۔ اب یہ ترقی یافتہ ' ترقی پذیر ملکوں کی صف میں کھڑے ہونے کے لیے کام نہیں دے سکتے ۔ دنیا کمپیوٹر سے بھی آگے نکل چکی ہے ۔ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ ہمیں یہ چاہیے کہ لارڈ میکالے کے دیے ہوئے ایجوکیشن کے کورسز کو یکسر بدل دیں۔اور میں یہ چاہوں گا کہ یہ انقلاب تب ہی آ سکتا ہے جب چھوٹے سکولوں میں پڑھنے والے ٹاٹ نشین بچوں کو بہتر طور پر تعلیم دی جائے گی ۔ جب ان کا معیار تعلیم بہتر ہوگا تو اسی وقت ہم کہہ سکتے ہیں کہ ملک میں یا صوبوں میں تعلیم کی بہتری کے لیے کوئی کام کیا گیا ہے ۔ میں یہ چاہوں گا کہ ان کا معیار اگر پبلک سکولز ' ایچی سن کالج یا دوسرے بڑے اداروں کے برابر نہیں لایا جا سکتا تو ان سے بہت پست بھی نہیں ہونا چاہیے ۔ ان کی زبوں حالی کا موجودہ یہ حال ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی ممبر یا بیوروکریسی میں کوئی بھی شخص یہ پسند نہیں کرے گا کہ اس کا بیٹا کسی 114 گ ب سکول میں یا کوٹ والا کے کسی پرائمری سکول میں داخل ہو۔ جناب والا! یہ ہے ان کی زبوں حالی کا حال۔ ہمیں اس سلسلہ میں انقلابی اقدامات کرنے ہوں گے۔ ہماری موجودہ حکومت اس سلسلے میں بہت ہی اچھے اقدامات کر رہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ ٹاسک فورس بنائی گئی ہے جس نے بڑے اچھے کام کیے ہیں ۔ اب ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب بھی تعلیمی معیار کو بہتر کرنے کے لیے بذات خود امتحانی سنٹرز پہ تشریف لے جاتے ہیں۔ یہ اپنی مثال آپ ہے ۔ اس سے پہلے آج تک ایک صوبے کے سربراہ نے کبھی کسی امتحانی سنٹر کو چیک نہیں کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تعلیمی معیار بہتر ہوگا مگر اس میں مزید اقدامات کرنے کی بھی ضرورت ہے ۔ پچھلے دنوں افواج پاکستان کی مدد سے" گھوسٹ سکولوں" کا پتہ چلایا گیا اور بغیر ہمارے اربوں روپے جو کسی وجہ کے خرچ ہوتے تھے ان کی سیونگ کا ہونا بھی ایک بہت ہی مبارک قدم ہے۔ ان شاء اللہ یہ قدم اسی طرح چلتے رہیں گے اور ایجوکیشن کے سلسلے میں ہماری بہتر پالیسی ہو گی۔

جناب والا! کہنے کو تو ہر کوئی کہتا ہے کہ زراعت ہمارے ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ سچ یہ ہے کہ اس ریڑھ کی ہڈی کو اب کینسر ہو چکا ہے۔ سبھی یہ کہتے ہیں کہ زراعت وصنعت ترقی کے دو پہیے ہیں مگر ایک پہیے پر بہت زور دیا جاتا ہے' جب کہ دوسرے پہیے کا خیال نہیں کیا جاتا۔ اگر دونوں پہیوں کا بیلنس برابر نہ رہے تو آپ کو علم ہوگا کہ اس طریقے سے کوئی گاڑی چل نہیں سکتی۔ اس گاڑی کے الٹنے کا بھی خطرہ ہوتا ہے اور اس گاڑی میں جو بھی مال و اسباب ہوگا اس کی تباہی کا بھی یہ پیش خیمہ ہوگا۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ زراعت کے لیے جتنی رقم رکھی گئی اس سے بھی زیادہ اس کے لیے ضرورت ہے۔ میں آپ کی وساطت سے یہ گزارش کروں گا' یہ سبھی جانتے ہیں کہ ہمارے ملک میں بہترین حالات' بہترین موسم اور بہترین زمینیں ہیں۔ یہاں آبپاشی کا نظام بھی دنیا کا ایک منفرد نظام ہے مگر اس کے باوجود کیا وجہ ہے کہ ہم زراعت کی پیداوار میں خود کفیل نہیں ہو سکے؛ اس میں کوئی شک نہیں کہ زراعت کے شعبے کے لیے ہمارے وزیراعظم صاحب اور وزیراعلیٰ صاحب نے بڑے مثبت اقدامات اٹھائے ہیں جن سے زراعت میں بہتری ہوئی ہے۔ مگر حقیقتاً ہم اُن اہداف کو حاصل کرنے میں اب بھی ناکام ہیں جو ہمارے صوبے کے شایان شان ہونے چاہییں۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہمارے پاس محنتی کسان نہیں ہیں' اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ہمارے پاس بہتر موسم نہیں ہے۔ جناب والا! میری اس سلسلے میں یہ گزارش ہے کہ ہماری پالیسی کو market oriented ہونا چاہیے۔ صرف گندم اور چاول دو ایسی فصلیں ہیں جن کی marketing کے لیے کسان کو کوئی مسئلہ درپیش نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ دوسری جو بھی زرعی پیداوار ہیں وہ سب کی سب کسان کے لیے ایک مسئلہ بن جاتی ہیں۔ مارکیٹ میں ایک flood آ جاتا ہے' ان کے لیے کوئی صحیح منصوبہ بندی نہیں کی جاتی۔ اس کی مثال کے لیے آپ آلو کی فصل کو دیکھ لیں کہ اس کا کیا حال ہوا ہے' ابھی حال ہی میں گنے کی فصل کے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور آئندہ بھی ان کا کوئی بہتر مستقبل نظر نہیں آ رہا۔ گنے کی فصل کے کاشت کاروں کی رقوم پھنس گئی ہیں۔ جناب والا! وہ چھوٹے کاشت کار جن کے پاس صبح سے شام تک وقت گزارنے کے لیے بھی رقم نہیں ہوتی' اگر ان کی بڑی رقوم ان بڑے لوگوں کے پاس پھنس جائیں تو پھر ان کی کیا حالت ہوگی؛ لہٰذا اس کے لیے کوئی نہ کوئی حل نکالنا چاہیے جس سے ان کی رقوم واپس ہو سکیں۔ یہ سب کچھ اسی وجہ سے ہو رہا ہے کہ ہماری زرعی معیشت market oriented نہیں ہے۔ تو میں

آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کہ ہماری آئندہ پالیسی کچھ اس طرح بنائی جائے کہ وہ products پیدا کی جائیں جن کی آگے مارکیٹ بھی ہو۔ پیاز کو لے لیں' ایک وقت تھا کہ ہم یہی پیاز درآمد کرتے رہے ہیں' اب اس دفعہ پیاز کے جو growers ہیں ان سے آپ جا کر پوچھیں کہ نہ تو ان کے صحنوں میں کوئی جگہ ہے' نہ ان کے گھروں کے سامنے جو سڑکیں ہیں ان پر کوئی جگہ ہے۔ ان کا کوئی پرسان حال نہیں' ان سے پیاز کوئی لینے والا نہیں۔ لیکن اگر پہلے سے منصوبہ بندی کی گئی ہو تو پھر کسان کو پیداوار کی اچھی قیمت بھی مل سکتی ہے اور ملک بھی خوش حال ہو سکتا ہے۔ جناب والا! زراعت پر ٹاسک فورس بنائی گئی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کرنے کی جسارت کروں گا' ہو سکتا ہے کہ کاغذوں پر تو اس ٹاسک فورس کے کافی فوائد ہوں مگر عملی طور پر کسان تک اس کا کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ اس ٹاسک فورس کا جو شخص سربراہ ہے

He is not at all the representative of the general public. He is more an industrialist than an agriculturist

گزارش یہ ہے کہ اس اسمبلی سے کسی بھی شخص کو جو عوام کے سامنے جواب دہ ہو' جو عوام کا نمائندہ ہو اسے اس ٹاسک فورس کا سربراہ ہونا چاہیے۔ جناب والا! ٹیلی ویژن پر ایک بھونڈے اور بے ہودہ قسم کے اشتہار کے سوا ہم نے اس ٹاسک فورس کا اور کوئی کام نہیں دیکھا' وہی سونا چاندی والا پروگرام دکھایا جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی بھی کاشت کار یہ پسند نہیں کرے گا کہ اس کی بیوی یا کوئی عزیزہ اسے مشورہ دے کہ تمھیں اتنی کھاد ڈالنی چاہیے' تمھیں کون سی فصل کی بوائی کرنی چاہیے وغیرہ وغیرہ۔ یہ ہمارے لیے بے عزتی کا باعث ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ ممبران کی ایک کمیٹی بنائی جائے جو اس ٹاسک فورس کی پچھلے ایک سال کی کارکردگی کو دیکھے' ان سے پوچھے کہ آپ نے پورے سال میں کاشت کاروں کے لیے کیا کیا ہے؟ ہر کاشت کار یہ جانتا ہے کہ اسے کس فصل کے لیے کون سی کھاد کتنی مقدار میں ڈالنی ہے۔ جناب والا! سیڈ کارپوریشن پنجاب میں ایک بہترین ادارہ ہے' جس نے ہمیشہ بہتر طور پر معیاری بیج مہیا کیے ہیں مگر جب سے اس کی سربراہی چیئرمین ٹاسک فورس کر رہا ہے اس کارپوریشن کا حال ہی برا ہو گیا ہے۔ آپ کسی بھی کاشت کار سے پوچھ لیں کہ اس دفعہ آپ کو کپاس کا بیج کتنا ملا ہے' کون سے نرخوں پر ملا ہے' اور اس کا معیار کیا ہے؟ جناب چیئرمین! یہ

ہمارے بنیادی ادارے ہیں' ان اداروں پر پورے ملک کی معیشت کا انحصار ہے لہذا ہمیں اس طرف توجہ دینی چاہیے اور ان کا جو ایک مقرر شدہ معیار ہے اگر ہم اسے قائم نہیں رکھ سکتے تو کم از کم اسے برباد بھی نہیں کرنا چاہیے۔ زراعت سے متعلق میری یہی گزارشات ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے وزیراعظم صاحب اور وزیر اعلیٰ صاحب نے کمال مہربانی سے ٹریکٹر کی قیمت میں بہت زیادہ کمی کی ہے' یہ بہت ہی خوش آئند بات ہے۔ زرعی طبقہ اسے بہت اچھے طریقے سے خوش آمدید کہتا ہے' کیونکہ ٹریکٹر کی قیمت عام کاشت کار کی دسترس سے باہر ہو چکی تھی۔ ٹریکٹر کی قیمت میں دو لاکھ روپے کی کمی کوئی تھوڑی کمی نہیں ہے۔ ان شاء اللہ اس سے زرعی طبقہ خوش ہوگا اور بہتر طور پر کام بھی کر سکے گا۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت کی طرف سے پانچ ہزار ٹریکٹرز پر subsidy دینے کا اعلان کیا گیا ہے۔ اگر ہو سکے تو اس تعداد میں اضافہ کیا جائے اور دوسرا یہی پانچ ہزار ٹریکٹرز اگر ہمارے ممبران اسمبلی کے ذریعے کسی ذرا کے طریقے سے عام لوگوں کو دیے جائیں تو اس طرح صحیح مستحق لوگوں تک ٹریکٹرز پہنچیں گے اور پارٹی کی طرف سے ممبر حضرات کی تھوڑی سی دل جوئی بھی ہو جائے گی۔

جناب والا! جو رقم پنجاب میں ذرائع آمد و رفت' سڑکوں کے لیے مختص کی گئی ہے وہ اچھی خاصی ہے لیکن اس کا بہتر مصرف بھی ہونا چاہیے اور امید ہے کہ ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ بجٹ میں ذکر کیا گیا ہے کہ لاہور سے فیصل آباد تک دو رویہ سڑک بنائی جائے گی' مجھے اس سے کوئی اختلاف نہیں۔ مجھے خوشی ہے' کیونکہ یہ ہمارے ہی صوبے کا حصہ ہے۔ ملک میں بہتر سڑکیں ہوں گی تو بہتر رابطے ہوں گے' یہ خوش آئند بات ہے مگر اس کے ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ میرے علاقے ضلع خانیوال سے ایک لنک روڈ بہاولپور تک جاتی ہے۔ آپ اسے کسی بھی طریقے سے دیکھ لیں' میں چیلنج سے کہہ سکتا ہوں کہ پورے ملک میں اس پر سب سے زیادہ بھاری ٹریفک ہے' ٹریفک کا شمار بہت زیادہ ہے پندرہ ہزار یومیہ سے بھی یقیناً زیادہ' مگر اس کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ وہاں وزیر اعظم صاحب تشریف لے گئے تھے' ہمارے قائد وزیراعلیٰ صاحب بھی تشریف لے گئے تھے۔ ان کے وہاں جانے کی وجہ سے اس کی مرمت کا کچھ کام ہوا۔ یہ سڑک زیادہ لمبی بھی نہیں ہے۔ حقیقتاً اس سڑک کو دو رویہ بنایا جائے تو سب سے بہتر ہوگا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ اسی موجودہ سال کے ترقیاتی منصوبے

میں اس کو شامل کیا جائے گا۔ جناب والا! بجٹ میں کچھ بائی پاسوں کا بھی ذکر ہے۔ کیا ہم نے اپنی منصوبہ بندی میں یہی ایک کام رکھا ہوا ہے؟ ایک بائی پاس تو بجا ہے لیکن اب ہر بائی پاس کے بعد ایک اور بائی پاس بنانے کی بھی ضرورت پڑ گئی ہے۔ بے ہنگم کھوکھا جات' ڈرائیور ہوٹلز اور چھوٹی چھوٹی ورکشاپیں شہر سے شفٹ ہو کر بائی پاس پر آ جاتی ہیں۔ تو جناب والا! گزارش ہے کہ کچھ ایسی قانون سازی کی جائے کہ یہ لوگ وہاں پر شفٹ نہ ہوسکیں' کیونکہ اس طرح تو بائی پاس کا اصل مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ اگر آپ ساہیوال سے نیچے ملتان کی طرف دیکھیں تو کسو وال' میاں چنوں' کچا کھوہ یہ سب بائی پاس بذات خود شہر کا حصہ بن چکے ہیں۔ کچھ ایسی قانون سازی کی جائے جس سے لوگ شہر سے بائی پاس پر شفٹ نہ ہوسکیں تاکہ ان کا اصل مقصد فوت نہ ہو۔ میں نے یہی کچھ گزارشات کرنی تھیں۔ میں ایک بار پھر وزیر خزانہ صاحب' پنجاب کی قیادت کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے اتنے کٹھن حالات میں بھی بہت ہی خوب صورت بجٹ دیا۔ مہربانی' شکریہ' السلام علیکم۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ اس سے پہلے کہ میں اگلے مقرر کو زحمت دوں' گزارش یہ ہے کہ آج جمعہ ہے اور ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ تمام احباب بجٹ پر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ لہٰذا 10 سے 12 منٹ تک آپ اپنے خیالات کو سمیٹیں تو یہ بہت اچھا ہوگا۔ اب میں سعید اکبر خان صاحب کو دعوت خطاب دے رہا ہوں کہ وہ بجٹ کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔

جناب سعید اکبر خان: بسم اللہ الرحمن الرحیم o جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اس اہم موضوع پر گزارشات پیش کرنے کا موقع بخشا۔ جناب چیئرمین! میں آج غریب عوام اور امیر حکمرانوں کے بجٹ پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔ میں آج سادہ عوام اور چالاک حکمرانوں کے بجٹ پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں آج عوام کو سبز باغ دکھانے والے حکمرانوں کے بجٹ پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں آج بے اختیار عوام اور با اختیار حکمرانوں کے بجٹ پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں آج عوام پر ایمرجنسی نافذ کرنے والے حکمرانوں کے بجٹ پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ جناب چیئرمین! میں اس کو اور سلیس کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ میں آج عوام کے بنیادی حقوق کو چھیننے والے حکمرانوں کے بجٹ کی بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں آج بے گھر عوام اور رائے ونڈ کے محلات میں رہنے والے حکمرانوں کے بجٹ کی بات کرنا چاہتا ہوں۔ جناب چیئرمین! میں آج عوام پر بے روزگاری اور مہنگائی

کے پہاڑ توڑنے والے حکمرانوں کے بجٹ کی بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں آج بے بس عوام کو دہشت گردوں کے حوالے کرنے والے حکمرانوں کے بجٹ پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ جناب چیئرمین! میں آج غریب کاشتکار پر انکم ٹیکس کے نام پرظلم کرنے والے حکمرانوں کے بجٹ کی بات کرنا چاہتا ہوں۔

چودھری محمد صدیق سالار، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین! میرے محترم ہر چیز دکھانا چاہتے ہیں تو دکھائیں۔ بجٹ پر بات شروع کریں۔ ان کے تو اسی طرح بارہ منٹ گزر جائیں گے اور اس کے بعد تقریر شروع کر دیں گے۔

جناب چیئرمین، آپ کا پوائنٹ آف آرڈر invalid ہے۔ ان کو حق ہے کہ وہ جس طرح چاہیں اپنے ٹائم کو utilize کریں۔ جناب سعید اکبر خان صاحب!

جناب سعید اکبر خان، جناب چیئرمین! مجھے افسوس ہے کہ میں نے ساری باتیں کہہ دیں اور ان کو سمجھ نہیں آئی اور مجھے خوشی ہے کہ ان کو سمجھ نہ ہی آئے۔ جناب چیئرمین! میں دیانتداری سے اس ہاؤس کے تمام ممبران سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں اور میں 1985ء سے اس ہاؤس میں دیکھ رہا ہوں کہ بجٹ پیش ہوتے ہیں اور اکثر بجٹ انھی اقتدار میں بیٹھنے والے لوگوں نے اس صوبے میں پیش کیے۔ کیا میرا کوئی بھائی یہ فرما سکتا ہے کہ ہر بجٹ کے بعد کوئی بہتری آئی ہے یا ابتری آئی ہے؟ میرے محترم بزرگ سردار ذوالفقار خان کھوسہ صاحب نے بہت ہی خوبصورت الفاظ میں بجٹ پیش کیا۔ پچھلا بجٹ بھی انھوں نے پیش کیا' ہمیں اور اس صوبہ کے غریب عوام کو یہی توقعات تھیں کہ اس بجٹ کے ختم ہونے پر ایک انقلاب برپا ہو جائے گا اور ترقی کی شاہراہیں کھل جائیں گی۔ جناب چیئرمین! یہاں دونوں اطراف میرے بھائی بیٹھے ہیں' یہ دیانتداری سے جانتے ہیں کہ عام آدمی کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ عام آدمی کی زندگی میں کوئی بہتری رونما نہیں ہوئی۔ جناب والا! میں نے بجٹ کی تمام کتابوں کو دیکھا' ان کی calculations میں کافی ہیرا پھیری دکھائی گئی ہے۔ سالانہ غیر ترقیاتی اخراجات کو کم دکھانے کے لیے کئی انوکھے طریقے اپنائے گئے ہیں لیکن تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے میں نے یہ مناسب سمجھا کہ میں وہ بات کروں جس کا کوئی فائدہ ہو۔ ان لفظوں کی ہیرا پھیری کو quote کرتے ہوئے کچھ فائدہ حاصل نہیں۔ جناب والا! یہ ٹوٹل بجٹ ایک block allocation ہے۔ اس صوبے کی عوام کو جھانسا دیا گیا ہے کہ 17 ارب روپے کا ڈویلپمنٹ پروگرام چلے گا۔ یہ میرا تجربہ ہے اور ہم نے ہر سال دیکھا ہے کہ ہم ڈویلپمنٹ کا جتنا بجٹ رکھتے ہیں کٹ لگ

لگ کر سال کے آخر میں اس میں کافی percentage کم ہو جاتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس میں گورنمنٹ کی کوئی غلطی ہوتی ہے' بلکہ اس ملک کے وسائل کی کمی کی وجہ سے ہر سال کٹ لگتی ہے اور سال کے آخر میں ڈویلپمنٹ پروگرام پر 20/25 فی صد کٹ لگ جاتا ہے۔ جناب والا! ڈویلپمنٹ کا ٹوٹل پروگرام block allocation ہے۔ اس میں دو ارب کا دیہی پروگرام ہے۔ جس میں کوئی تفریق نہیں ڈالی گئی کہ کس دیہہ میں کتنے پیسے خرچ ہوں گے۔ وہ ایک ہاتھ میں block ہو جائے گا۔ جناب والا! ایک پانچ ارب کا میونسپل فنڈ تخلیق کیا گیا ہے' لیکن اس میں کوئی پتا نہیں کہ اس میں کیا ہونا ہے۔ وہ بھی block ہوجائے گا اور ایک ہاتھ میں چلا جائے گا۔ جناب چیئرمین! 600 کروڑ کا ایک پرائرٹی پروگرام ہے جس کا کوئی پتا نہیں کہ کس علاقے میں کیا خرچ ہونا ہے اور کہاں کہاں یہ رقم خرچ ہونی ہے۔ وہ بھی block ہو جائے گی اور ایک ہاتھ میں چلی جائے گی۔ جناب چیئرمین! ایک ارب روپے کی صوابدیدی گرانٹ ہے' وہ بھی block ہو جائے گی اور ایک ہاتھ میں چلی جائے گی۔ جناب والا! اگر اس تمام block allocation کو calculate کریں تو میری calculation کے مطابق یہ تقریباً 14 ارب روپیہ بنتا ہے۔ سالانہ ڈویلپمنٹ پروگرام میں جو کٹ لگتے آئے ہیں اگر ان کو roughly consider کیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ تین ارب کا کٹ لگ جائے اور ڈویلپمنٹ پروگرام کا بجٹ ہی 14 ارب رہ جائے جو ایک ہاتھ میں ہو۔ مجھے اس ایک ہاتھ پر کوئی اعتراض نہیں اگر اس سے منصفانہ تقسیم ہو' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جمہوری ممالک میں' جمہوری سسٹم میں یہ طریق کار اچھا نہیں ہوتا۔ میرے محترم بزرگ کھوسہ صاحب جب اس کو wind up کریں گے تو مجھے یقین ہے کہ وہ یہ فرمائیں گے کہ سابقہ حکومت نے یہ کیا۔ میں کہتا ہوں کہ ان سے غلطیاں ہوئی ہوں گی لیکن عوام نے آپ کو مینڈیٹ دیا ہے کہ آپ اچھی روایات قائم کریں۔ آپ اچھے تجربے کریں' آپ پرانی تمام غلط روایات کو ختم کریں اور اس طرح کی block allocation نہ کریں اور اس کو تمام علاقوں میں تقسیم کریں۔ ہر ممبر کو پتا ہو کہ میرے ضلع میں کیا خرچ ہونا ہے' میرے فلاں گاؤں میں کیا سکیم بننی ہے تاکہ اس میں کسی علاقے کا اعتراض نہ رہے' کسی کا کوئی خدشہ نہ رہے۔

جناب چیئرمین! پچھلے دنوں بہت ہی اہم واقعات رونما ہوئے جس کا اس ملک اور صوبے پر بہت اثر ہوگا۔ میں ان انجینئرز کو مبارک باد دیتا ہوں جنھوں نے اس ملک کو ایٹمی پاور بنایا۔ میں اس حکومت کو مبارک باد دیتا ہوں کہ اس نے ایٹمی دھماکہ کیا لیکن اس ملک کی عوام کو ایک خوشی دے کر ساتھ ہی وہ خوشی واپس لے لی۔ آپ نے دھماکے پر خوشی کی۔ اس خوشی کا یہ رزلٹ ہے کہ آپ

آج اپنے بنیادی حقوق سے محروم ہو گئے ہیں۔ جناب سپیکر! ہمارے ملک اور صوبے میں ایسے کیا حالات تھے کہ اس ایمرجنسی کو لاگو کرنا لازمی تھا۔ لیکن انھوں نے یہ ضروری سمجھا کہ اپنے جو ناپسندیدہ ہیں اور جو مخالف ہیں ان سے صحیح انتقام لے سکیں گے اور ان سے پوچھ گچھ کر سکیں گے۔ جناب والا! یہ اس کی اصل وجہ تھی، اسی بنیاد پر میں نے پرسوں ایک تحریک مذمت اور تحریک استحقاق دی تھی۔ کل جناب سپیکر نے کہا کہ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ جناب والا! میں نے کبھی بھی پرویز الٰہی کی صورت میں یہ تحریک استحقاق نہیں دی تھی، بلکہ میں نے یہ تحریک اور تحریک استحقاق بطور سپیکر پنجاب اسمبلی کے پیش کی تھی۔ جناب چیئرمین! آپ اور میں جب باہر کسی بھی اہل کار سے تنگ ہوتے ہیں یا وہ ہمارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا تو ہمارے پاس ایک ہی بات ہوتی ہے اور ہم اس ہاؤس کی دھمکی دیتے ہیں اور سپیکر پنجاب اسمبلی کی دھمکی دیتے ہیں کہ اگر آپ نے ہمارے ساتھ زیادتی کی تو ہم اس بات کو اسمبلی کے فورم پر لے آئیں گے اور سپیکر پنجاب اسمبلی کے نوٹس میں لائیں گے۔ جناب سپیکر! جب سپیکر پنجاب اسمبلی دہائی دے رہا ہو ـــــ

خواجہ ریاض محمود، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! سپیکر صاحب کل ہی ان کو اس بات کا کہہ چکے ہیں کہ اس معاملے کی انکوائری ہو رہی ہے اور میں ابھی اس پر کوئی بات کہنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ ان کا اپنی بجٹ تقریر میں اس کا حوالہ دینا ٹھیک نہیں ہے۔ آپ مہربانی کر کے ان کو روکیں اور ان کو ہدایت فرمائیں کہ یہ بجٹ پر آئیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے اس سلسلے میں جتنے بھی الفاظ کہے ہیں ان کو کارروائی سے حذف کیا جائے۔

جناب چیئرمین، خواجہ صاحب نے جو نکتہ اعتراض اٹھایا ہے وہ اس حوالے سے درست ہے کہ سپیکر صاحب پہلے ہی اس پر ایک فیصلہ دے چکے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے میری ان سے یہی گزارش ہے کہ وہ بجٹ تجاویز کے حوالے سے اپنی تقریر کریں۔

ملک محمد آصف، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر جس طریقے سے میرے بھائی نے کہا ہے، میں بھی یہ استدعا کروں گا کہ معزز رکن نے جو بات کی ہے ان کے الفاظ کو کارروائی سے حذف کیا جائے۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔

جناب سعید اکبر خان، جناب چیئرمین! پورے سال میں اسمبلی میں یہ ایک ایسا موقع ہوتا ہے کہ آپ

کسی بھی سبجیکٹ پر بات کر سکتے ہیں اور وہ ہے بجٹ تقریر۔ جناب والا! میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی۔ ایک تو یہ sub-judice معاملہ نہیں ہے کہ کورٹ میں کوئی انکوائری چلی گئی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں نے اپنی رائے کی بات کی ہے کہ میرا خدشہ تھا کہ کل ہمارے ساتھ بحیثیت ایک ایم پی اے کیا ہوگا؛ میں نے تو اس خدشے کے تحت بات کی ہے۔ چلو' اگر میرے دوستوں کو یہ بات اچھی نہیں لگتی تو میں آگے چلتا ہوں اور میں اپنی بات کرتا ہوں۔

وزیر خزانہ، جناب والا! یہ بضد ہیں اور اسی موضوع کو یہ اچھالنا چاہتے ہیں تو ان کے ساتھ تو وہی کچھ ہونا چاہیے تھا جو انعام اللہ خان نیازی کے ساتھ انھوں نے سیڑھیوں پر کیا تھا۔ یہ بات کرتے ہیں ایم پی ایز کے تحفظ کی ۔ سپیکر صاحب نے ازخود ایک سٹیٹمنٹ دی ہے اور وہ اس ہاؤس کے لیے قابل قبول ہے۔ اسے کیوں یہ اچھالنا چاہ رہے ہیں؟ جو کارروائی ہو رہی ہے سپیکر صاحب اس پرمطمئن ہیں۔ انعام اللہ خان نیازی جیسی کارروائی ان کے خلاف نہیں ہو گی۔

جناب چیئرمین، اب انھوں نے خود بھی فرما دیا ہے کہ اس کے بعد وہ بجٹ پر بات کرتے ہیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب چیئرمین! میں نے خود کہہ دیا ہے کہ اگر ان کو یہ بات اچھی نہیں لگتی تو بات یہیں ختم کرتا ہوں۔ میں جناب' اس بات کو بھی condemn کرتا ہوں اور اُس بات کو بھی condemn کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین! اس ملک کے لیے کالا باغ ڈیم انتہائی اہم ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا بننا اس صوبے کے لیے ہی نہیں' اس ملک کے لیے بڑا ضروری ہے۔ لیکن جناب سپیکر! میں نے آج جو بیان وزیر اعظم پاکستان کا پڑھا ہے مجھے اس سے خوشی ہوئی ہے کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ میں گھر گھر جا کر اس پر concensus حاصل کروں گا۔ جناب سپیکر! میری یہ خواہش ہے کہ اگر یہی بات اس کا اعلان کرنے سے پہلے کر لی جاتی تو آج اس ملک میں اس طرح کی ہلچل اور اس طرح کے خدشات ظاہر نہ کیے جاتے ۔ جناب چیئرمین! آپ کو پتا ہے کہ پنجاب کے بارے میں دوسرے صوبوں کی reservations ہیں۔ میں یہ توقع کرتا ہوں کہ محترم میاں نواز شریف صاحب جو کہ ایک قومی لیڈر ہیں وہ ان معاملات کو بہتر انداز میں سلجھائیں گے اور ان کو سلجھانا چاہیے۔ مجھے اعتراض ہے کہ انھوں نے اس معاملے کو ٹی وی پر لا کر اس کو اور متنازعہ بنا دیا ہے۔ اگر اس پر گراؤنڈ

ورک کر کے اور تمام صوبوں کے ساتھ اتفاق رائے کر کے اس کی تعمیر شروع کروا دیتے تو وہ میرے خیال میں سہل تھا اور اس ملک اور قوم کے لیے بھی زیادہ بہتر ہوتا۔

جناب چیئرمین، اپنی تقریر کو wind up کریں۔

جناب سعید اکبر خان ، جناب والا! میں نے تو ابھی اپنی تقریر کی ابتداء ہی کی ہے۔

جناب چیئرمین، آج چونکہ جمعہ بھی ہے اور بہت سارے دوستوں نے بجٹ پر تقریر کرنی ہے۔ میں نے پہلے بھی گزارش کی تھی کہ بہتر ہو گا کہ تمام مقررین دس سے بارہ منٹ تک بات کریں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب چیئرمین! میں کوشش کرتا ہوں کہ جلدی جلدی wind up کروں۔ ورنہ تو میں ابھی ابتداء کر رہا تھا اور آپ نے گھنٹی بجا دی۔

جناب چیئرمین! پنجاب کے خلاف دوسرے صوبوں کی reservations ہیں۔ ہماری بھی پنجاب میں رہتے ہوئے بعض reservations ہیں۔ اس صوبے میں رہتے ہوئے بھی کافی تفریق ہے۔میں اُن صوبوں کے عوام سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ اِس صوبے میں آ کر دیکھیں کچھ علاقوں میں تو سب کچھ ہے اور کچھ علاقوں میں اسی صوبے میں رہتے ہوئے کچھ بھی نہیں ہے۔ جیسے ہمارا جنوبی پنجاب کا علاقہ ہے۔

جناب چیئرمین! اس حکومت کی میں نے ایک نئی تخلیق دیکھی ہے اور وہ ہیں خدمت کمیٹیاں۔ جناب چیئرمین ! مجھے ان خدمت کمیٹیوں کی ایجاد پر خوشی ہے۔ لیکن میرے یہ تمام معزز دوست جو حکومتی بنچوں پر بیٹھے ہیں ان کو یہ بتا رہا ہوں کہ یہ آپ کے لیے خدمت کمیٹی ثابت نہیں ہوگی' بلکہ یہ آپ کے لیے مصیبت کمیٹیاں ثابت ہوں گی۔ جناب والا! یہ اس لیڈر شپ کے خلاف بھی سازش ہے جو ان ایوانوں میں بیٹھی ہے۔ یہ ایک متوازی لیڈر شپ تیار کی جا رہی ہے جن کو آئندہ انھوں نے ٹکٹیں دینی ہیں اور ان کو strong کرنا ہے اور جن کے خلاف ان کو تھوڑا سا خدشہ ہوا تو ان کو ٹکٹ نہیں ملے گی اور ان خدمت کمیٹی والوں کو ٹکٹ ملے گی۔مجھے تو اس میں کوئی تکلیف نہیں ہے' لیکن ان کے سوچنے کی یہ بات ضرور ہے۔

جناب والا! پچھلے دنوں میرے بزرگ جناب کھوسہ صاحب نے یہ فرمایا کہ وزیر اعلیٰ صاحب کا جہاز اور ہیلی کاپٹر کرایہ پر چلا گیا ہے۔ مجھے بڑی خوشی ہے اور میں ان کے اس جذبے کو

خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ لیکن جناب چیئرمین! جہاں تک وزیر اعلیٰ کے جہاز کا تعلق ہے اس کو دو طریقے سے کرایہ پر چلایا جا سکتا ہے۔ یا کسی ائرکمپنی کو دے دیا جائے یا فلائنگ کلب کو دے دیا جائے۔ جناب چیئرمین! جہاں تک میرا علم ہے اس میں پانچ چھ سیٹیں ہیں اور وہ بڑا قیمتی جہاز ہے۔ تو اس سے جو آمدنی ہوئی ہے اس سے دس گنا زیادہ اس کی ایک فلائٹ کا خرچ ہوگا۔ اچھا ہے اور اس طرح کے آمدنی بنانے کے جو پروگرام بنائے جا رہے ہیں۔ یہ بہت ہی اچھی بات ہے۔ دوسری بات ہیلی کاپٹر کی ہے۔ میرے علم کے مطابق چیف منسٹر کا کوئی ذاتی ہیلی کاپٹر تو ہے نہیں۔ پچھلی حکومت میں میاں نواز شریف صاحب نے ایک ٹورازم کے محکمہ سے ایک ہیلی کاپٹر خرید کروایا تھا۔ جو عام طور پر چیف منسٹر استعمال کرتے ہیں۔ پتا نہیں یہ اس کو استعمال کرنے کا کیا حل نکالیں گے۔

جناب والا! زراعت پر تقریر کے دوران میرے محترم نے فرمایا کہ ہمیں اس زراعت سے بہت ہمدردی اور پیار ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ ان کو زراعت سے ضرور پیار ہوگا۔ کیوں کہ وہ اسی back ground سے تعلق رکھتے ہیں اور زمیندار گھرانے سے ان کا تعلق ہے۔ جناب والا! پچھلے سال زمین دار طبقے سے اس حکومت نے جو حشر کیا وہ بھی آپ کے سامنے ہے پہلے زرعی انکم ٹیکس لگا کر۔ جناب والا! میں بڑے افسوس سے کہتا ہوں کہ ہمارے ریت کی ریگستانوں پر' اس ریت پر ٹیکس لگا دیا' یہ سمجھ کر کہ شاید یہ راوی یا چناب کی ریت ہو جو لاکھوں میں بکتی ہے۔ جناب چیئرمین! یہ ریت کے وہ ٹیلے نہیں ہیں۔ اس سے تو ہمیں اور ہمارے وہاں کے کاشت کاروں کو دو ٹائم کی روٹی بھی مشکل سے ملتی ہے اور ہم اور ہمارے تمام کاشت کار بمشکل اپنا پیٹ پالتے ہیں لیکن انھوں نے اس پر بھی ٹیکس لگا دیا۔ یہ خوشی محسوس کرتے ہیں کہ ہم یہ ٹیکس لگا کر زراعت میں انقلاب لے آئے ہیں۔ جناب چیئرمین! پچھلے ایک سال میں sugarcane grower کے ساتھ اس وقت تک جو حشر ہو رہا ہے میرے بھائی اور دوسرے دوستوں نے بھی اس پر روشنی ڈالی ہے۔ پہلے تو گورنمنٹ کا 35 روپے ریٹ ہے لیکن یہ ہمارے کاشت کاروں سے 19 روپے سے لے کر 28 روپے تک یہ گنا خریدا گیا۔ کسی سے 22 روپے پہ کسی سے 25 روپے پہ یہ گنا خریدا گیا۔ اس کے بعد جو ظلم ہوا وہ یہ کہ ان کو ادائیگیاں نہیں کی گئیں۔ جو آج تک شوگر اونرز کے پاس ہیں۔ اور ہمارے کاشت کار در بدر ہیں۔ وہ ان

کے پاس وصولی کے لیے جاتے ہیں' لیکن انھوں نے ادائیگی کا ایک نیا طریقہ ایجاد کر لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ شوگر لے لیں۔ وہ کاشت کار کو مہنگے داموں اسی مل میں بیٹھ کر شوگر دیتے ہیں اور گیٹ پر انھی کے ایجنٹ کھڑے ہیں۔ جونہی شوگر کا پرمٹ کوئی کاشت کار لیتا ہے تو وہی مل والے وہی پرمٹ پھر سستے داموں خرید کر اس کو نقد پیسے دے دیتے ہیں۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے حکومت کو یہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ نہایت اہم مسئلہ ہے اس پر ضرور توجہ فرمائیں۔

جناب چیئرمین! اس بجٹ تقریر میں امن عامہ کی صورت حال پر کافی زور دیا گیا اور کہا گیا کہ ہم نے اس کو بہت بہتر کیا اور اسے بہتر کرنے کے اچھے اقدامات کیے ہیں۔

جناب چیئرمین، آپ نے بارہ کی بجائے بیس منٹ لے لیے' اب وائنڈ اپ کریں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب چیئرمین! اگر ایک دو منٹ دے دیں تو میں وائنڈ اپ کر دیتا ہوں۔

سردار سعید انور، جناب والا! آج چونکہ جمعۃ المبارک ہے اور مقررین نے بھی اپنا وقت لینا ہے۔ گزارش ہے کہ اس کو وائنڈ اپ کیا جائے اور ہمیں بھی وقت دیا جائے۔

جناب چیئرمین: بالکل درست بات ہے۔

جناب سعید اکبر خان، جناب چیئرمین! اس ہاؤس کی یہ روایات رہی ہیں کہ اگر مقررین زیادہ ہوں تو یہ اجلاس دو وقت بھی چلایا جا سکتا ہے۔ سال میں یہی ایک موقع ہے جس میں ہر آدمی اس بحث میں حصہ لینا چاہتا ہے۔ یہ طریقۂ کار سابقہ ادوار میں بھی رہا ہے کہ صبح کو بھی اجلاس کر لیا جاتا ہے اور شام کو بھی۔ جنھوں نے تقریر کرنی ہے' بہت کو موقع مل جاتا ہے۔ اس میں اگر آپ اس طرح کر لیں تو سب کو موقع مل جائے گا۔

جناب چیئرمین، میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے تقریباً اپنے سارے ہی پوائنٹس cover کر لیے۔ اب kindly آخری جملہ فرمائیں تاکہ اس کے بعد اگلے مقرر کو موقع فراہم کیا جائے۔

وزیر خزانہ: فاضل رکن کہہ رہے ہیں کہ اجلاس ایک دن میں دو مرتبہ ہو سکتا ہے۔ بالکل ہو سکتا ہے۔ اس کی روایت ہے۔ لیکن ہاؤس کی رائے سے ہی ہو سکتا ہے' ان کے حکم کے تابع نہیں ہو سکتا۔ اگر ہمارے مقررین بچ جائیں گے ہم آپ سے سیکنڈ ٹائم پر اجلاس رکھنے کی درخواست کریں گے۔ یہ نہیں کہ ان کا ٹائم بڑھا دیا جائے' لہٰذا دو ٹائم کر لیا جائے۔ یہ تو کوئی بات نہیں بنتی۔

جناب چیئرمین، جی شکریہ۔

جناب سعید اکبر خان: جناب چیئرمین! میں کون ہوتا ہوں حکم دینے والا۔ میں نے ایک گزارش کی' ایک suggestion دی کہ اس طریقے سے ہو سکتا ہے۔ اور میرے بزرگ نے اس کو درست کیا کہ واقعی اس طرح ہو سکتا ہے۔ میں نے تو کہا کہ اگر مقررین زیادہ ٹائم مانگیں تو اس کے لیے اجلاس دو

مرجہ کیا جا سکتا ہے۔
جناب چیئرمین، بہت شکریہ۔ اب میں گزارش کروں گا تاج محمد خانزادہ صاحب سے کہ وہ بجٹ کے حوالے سے اظہار خیال فرمائیں۔

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir, I seek your permission to be allowed to speak in English. Sir, I am conscious of the fact that the country is going through economic crisis, and I know the making of such a budget under these crisis is not an easy job. It is not an easy task in order to balance the expenses and in order to retain the independence and sovereignty of this country, it is necessary that the burden has to be borne by the people of this country. There is no doubt, and if we had the resources the slogans of doing nothing for the poor would not have come. Mr Chairman Sir, today I have completed 36 years of my political career and political service in this House since 1962 when I first came in this House. Sir, Sardar Sahib is well known to me. I know his background. I know his abilities I know his sympathies with the nation. Under these adverse conditions there are taxes which have been levied, but these taxes I think are for the survival of the country and for future of this nation Sir, while I speak on this, I refer to the matter that our Prophet PBUH, and you would remember, that at that time the Muslims were suffering from starvation, Rasool-i-Khuda was asked about it, he lifted his shirt and stones tied round his stomach were shown to the Ummah. Sir, we are the believers and the descendants of that Great Prophet who brought such a big revolution in this world that no other man can ever do. It was all with the blessings of God and being humble servants of that Prophet we should be prepared to face all hardships in order to preserve the sovereignty of this country. When there is

internal law and order problem or such like any other thing confronting us, we are one to preserve the integrity of our country. Mr Speaker Sir, I would like to remind you that long suggestions though they may be productive are not to the benefit of this country. If there are any productive suggestions coming from the opposition, we will welcome it, but the criticism for the sake of criticism does not carry the country any where Sir, there has been a lot of talk apart from the economic conditions prevailing in the country and about the recent announcement of Kalabagh Dam. This disputed problem we have been facing for the past 50 years. I have my reservations but inspite of the fact today I may congratulate the Nation who have decided to undertake this project with consensus of our brothers in other provinces. Sir, you must have read the statement of our Prime Minister yesterday in order to set aside the apprehensions of the minor provinces. If you look at the chronicle of it you will find that you irrigate several millions of acres of land apart from the production of electricity of 3000 k. w.

MINISTER FOR FINANCE: It is 3000 m.w.

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: 3000 m.w. So, Sir, I hope and I am sure that with the help of God Almighty our Prime Minister will succeed in persuading our brothers of smaller provinces and will ensure that the water of Pat Feeder Canal and the waters of Sind and the privileges of the N.W.F.P. will not be jeopardized but they will be allowed to be benefitted by it Sir, today the propaganda is being made. If you look at the political history of the people who are doing this propaganda they are not loyal to Pakistan and they were

not loyal to Pakistan. They have done this all under compulsion and under the forced circumstances by which today they become the loyal servants of this country. But Mr Speaker, we have to search their hearts. We have to search them and see what is under then skin. Then you will realize what is what and what is not. Sir, the Muslim League came to the rescue of all anti Pakistan forces and brought them out of danger when the Pakistan Peoples Party was out to hang them. It was the Muslim League who came to their rescue. You might have remembered Mr Speaker, that Khalid-bin-Waleed who was the biggest enemy of Muslims he became the biggest hero of Muslims later Sir, we expected their role would be of Khalid-bin-Waleed, but I am sorry to say Sir, I am a thorough Pathan and I know the feelings of Pathans. It is being said that Pathans are against the construction of Kalabagh Dam. It is a total fallacy. They may be a minority class who may be opposing the construction of Kalabagh under certain considerations other than this It is like the referendum when Pakistan was made It was said that Pathans don't want Pakistan, but the referendum proved that they were more loyal to Pakistan than any other people. It is our history Where was Ajmal Khattak at that time. Now, he is the President of National Awami Party He remained there in Kabul for fifteen years He never returned to this country He lost his election. And now he is made President of ANP who got defeated in elections becomes Senator. He is one of them. Is this the history of Pakistan for democracy? If the democracy is to flourish in Pakistan then people should go in the sovereign bodies They should be the real and genuine representatives of the public and let them face the public

Sir, I don't want to go in greater details neither I would like to be personal on these matters but one thing I would like to bring to your notice with my age and with humility in regard to the Prime Minister's statements on Kalabagh Dam I would say that please don't give any statements on Kalabagh, pro-or-anti, because your statements will make the task difficult and will give air to the political rivalries Let us keep quiet and pray to God that finally every thing will be for the welfare of this country.

Sir, now I come to the nuclear explosion. I will be failing in my duty if I don't give to the past rulers of this country because to make a nuclear bomb is not a job of months or a year, it is the job of years. Today those researchers, scientists alongwith meagre resources of Pakistan have shown results and by the grace of God today the feather goes in the cap of the present rulers who have done those explosions. Today you are confronted with a country which is three times your size, a country which has the army more better equipped than you and a country which has got numerical superiority over you. It is only the nuclear bomb which is not only for Pakistan but for the Muslim Ummah Today the European countries cannot see any of the Muslim country. They are the proverbial enemies of this territory and proverbial enemies of Islam. Sir, what Ayub Ansari did. Look at our history Look at Jerusalem. Jerusalem is our. It had been ours But today the Jerusalem is in the hands of alien people, who are the confirmed enemies of Islam. If any disunity comes from the Ummah, on the Day of Judgement we will be faced with that Power to Whom we have to give our answer in relation to the following verse of the Holy Qur'an.

Watas'emu B'eHabLillah-e-Jami'ann'wla Tafarraquou.

Let us today act according to this verse. Let us forget the past. Let us today forget our political rivalries. Let us get together as Muslim Ummah and let Pakistan which is called the stronghold of Islam lead the Islamic World to such an extent that no European country, does not matter how strong and how much nuclear power that has got, could look with an evil eye towards this country. Sir, look at Russia. Today despite its lip service to Pakistan, Russia is the biggest enemy of Pakistan. Every time they criticise us Whether it is the problem of Kashmir, whether it is the problem of Bosnia, whether it is the problem of Jerusalem, whether it is the problem of Lybia, whether it is the problem of Egypt or of any other country, whether it is the problem of Iran it is the only Russia who criticises. What happened to Iraq. The children of Iraq are starving. European countries will not allow even these children to be fed with wheat and milk. Any excuse is good enough for them to damn the Muslim Ummah, to penalize them, to victimize them, to say that they did not flourish in this world. That is their mission and the sooner our younger generations realize the missions of Anti Pakistan forces the sooner we will progress. The nuclearbomb is the guarantee of the sovereignty of the Muslim Ummah and this is the apprehension of the countries comprising G-8. Who are the G-8? G-8 are all those countries who have for centuries exploited the Asian Countries. Sir, today in order to get the help of the Muslim Ummah our Prime Minister is travelling and setting an example by travelling in an ordinary economy class as compared to the previous government that used to take a load of aeroplane. Only about a

dozen people represented in the meetings. Others used to roam idly in Reagent Street, in the Oxford Street, or the Fifth Avenue in America. Sir, Muslim League of this country is setting an example and telling them that their heads should bow in shame for the resources which were spent on luxuries and living life. I would not call it immorality, but I would say "not life of morality." (at this Stage Time Bell was sounded) Sir, I am conscious of the Bell that you have rung. Sir, this is the only opportunity that we have in the whole year when we speak on the budget. The privilege motions and the adjournment motions does give us opportunity to give an over all view of what we think and what is happening in the country. So I hope you will bear with me.

جناب چیئرمین، آپ دو تین منٹ بات مکمل کر لیں۔

وزیر خزانہ، جناب چیئرمین! اگر ہمارے مقررین میں سے کوئی صاحب ان کو اپنا وقت دینا چاہے تو یہ جاری رکھ سکتے ہیں۔ یہ بڑی مفید باتیں کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین، ہمارے پاس آج جو مقررین کی فہرست ہے۔ اس میں سے کوئی صاحب اپنا وقت ان کو دینا چاہتا ہے تو دے دے۔

الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی، میں ان کو اپنا وقت دیتا ہوں۔

MR CHAIRMAN: Khanzada Sahib carry on Please.

جناب محمد صدیق سالار، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، جی' پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب محمد صدیق سالار، اگر یہ رسم چل نکلی کہ ہم اپنا وقت ایک دوسرے کو دیتے رہے تو ہو سکتا ہے کہ کسی کا وقت آنا ہی نہ ہو اور ہو سکتا ہے کہ کسی کا وقت آ رہا ہو اور وہ اپنے خیالات کا اظہار کرنے سے محروم ہو جائے۔ لہٰذا وقت کی پابندی ہر ایک کے لیے ضروری ہے۔

جناب چیئرمین، صدیق سالار صاحب! اگر کوئی آپ کو بھی اپنا وقت دینا چاہے گا تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہو گا۔

جناب محمد صدیق سالار، میں وقت نہیں لوں گا اور ان سے درخواست کروں گا کہ آپ اپنے وقت پر بولیں۔

وزیر خزانہ، جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، جی۔

وزیر خزانہ، جناب چیئرمین! معزز رکن فرما رہے ہیں کہ اگر یہ روایت چل نکلی' یہ روایت بڑے عرصے سے اس ہاؤس کی ہے۔ یہ کوئی نئی روایت نہیں ہے۔

جناب چیئرمین، درست ہے۔

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Am I allowed to speak or am I not allowed to speak.. ... .Right........ ....

جناب چیئرمین، خان زادہ صاحب معزز وزیر خزانہ کی توجہ چاہتے ہیں۔

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir, I would like to draw the attention of the bearded man Will you let Khosa Sahib listen to me? Please tell this bearded man to leave him alone.

وزیر خزانہ، میں آپ کی وساطت سے اپنے بڑے بھائی سے عرض کروں گا کہ میری attention نہیں' جناب کی attention ہونی چاہیے۔

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir, I am conscious of the protocol. I have the right to make request to you to listen to me through the auspices of the Speaker.

جناب چیئرمین، آپ نے جو بات بھی کرنی ہے۔ براہ کرم چیئر کی وساطت سے کریں۔

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir, you have now given orders for the withdrawal of the airconditionders These airconditioners are being auctioned. The government will be put to a great loss. My submission to you is that airconditioners may not be used. They must still be retained where they are, sothat extra expenditure is not wasted. Moreover, a limit or ceiling should be puton their use, and if any body exceeds the ceiling then he should have to pay from his own pocket

Sir, the other thing is that I congratulate this government for having detected so many fraudulant schools, which are being run under fraud and money is being pocketed by those who don't deserve it.

Sir, in this connection my appeal is that all the savings on account of discoveries of fraudulant schools should be devoted to Education Department, so that our educational standards are properly maintaiened.

Sir, in the end, I will come to my own region. When I talk of my poor region I talk of Attock Sir, I don't talk of D G. Khan, because Sir, Sardar Sahib has been looking after that I talk of Mianwali, I talk of Murree. I talk of Rawalpindi and those areas where the people are still poor, where they are not getting two square meals Sir, in Tarbela you have given subsidy to the N. W F P. Government, because some of the water flows over a giant area which is shared both by the Punjab and the Frontier Sir, in Baluchistan you have given subsidy on sui gas. Sir, Attock has been producing oil long before partition which brings you millions in foreign exchange I ask you why do you deny subsidy to these poor districts where drinking water is not available. We drink

water from the ponds where donkeys urinates (preciplate). Our people live on that drinking water. For God's sake come to our rescue Give us money from your fund known as discretionary funds, which you may give to those people who are proverbial flatterers and they get their favours for missions and projects which are not worth while in comparison to drinking water and the backward areas. Sir, today the roads of Attock are not worth driving on. You are making and widening roads of Gulberg where there was no dearth. But you are today driving on roads to such an extent that you are felling the trees and you are making them about a furlong wide and broad. I ask you that are we not citizens of Pakistan. Only Lahore has to be looked after The satellites around have to be looked after Mr Speaker, for God's sake realize that poor districts are also your brethren Make some sacrifices You may come to our areas walk around that area to which you say that you are small districts I think you only develop the areas of the galaxy of MPAs Please do look at us very sympathetically more like a brother We need your help and not as one who does not have resources and you deny him

In the end I am grateful to you for a long ambition to transgress my time and I am grateful to friends having given me time to express my views. Sir, I can't do a thorough study of your budget because I feel I am not literate as far as the accounts are concerned, so I hope your budget of which you are the master would cater our needs and take notice of our submissions and you will show practical proof of this before we conclude our budget speeches. Sardar Sahib I invite you through the auspices of the Speaker because you do not like

to be addressed directly to come and visit our areas.

MINISTER FOR FINANCE: (Point of Personal Explanation) Sir, I would welcome every time and any time any personal address from Khanzada Sahib. Sir, I am only talking of the procedures of the House. It is not a personal wish as far as my wishes are concerned

MR CHAIRMAN: Quite right.

MINISTER FOR FINANCE: He is most welcome to talk to me any time in the day or in the night

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: I hope you excuse my ignorance of the procedures of this House. I have been long enough in this House, but I have still not learned my lessons Sir, I live to learn, and I wish to live to learn until I go to my grave. May God be with you.

MR CHAIRMAN: Thank you very much Khanzada Sahib Inspite of repeated requests you have already taken much of the time of other Members. Asif Ali Malik to make his speech.

خواجہ ریاض محمود، سر! پوائنٹ آف آرڈر۔سر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، ایک ہی دفعہ پوائنٹ آف آرڈر کر دیں تو کافی ہو گا۔

خواجہ ریاض محمود، خان زادہ صاحب' میرے بزرگ ہیں اور مجھ سے سینئر ہیں۔ انھوں نے کہا کہ لاہور کی سڑکیں بنائی جا رہی ہیں۔ میں ان کی اطلاع کے لیے عرض کرتا ہوں کہ لاہور کی جتنی بھی سڑکیں بنائی جا رہی ہیں۔ ان میں بجٹ میں سے کوئی پیسہ نہیں لگ رہا۔ کارپوریشن' ایل۔ڈی۔اے' واسا اور جو ایجنسیاں ہیں' ان کی جو زمینیں قبضہ گروپوں کے قبضے میں تھیں۔ ان کو واگزار کرا کے نیلام کر کے' وہ پیسہ لاہور کی سڑکوں پر خرچ کیا جا رہا ہے۔ اس وقت 50-60 کروڑ روپیہ لاہور کی سڑکوں پر وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف صاحب کی ذاتی کوششوں سے اور جدوجہد سے خرچ کیا جا رہا ہے۔ یہ تاثر جو

پنجاب کے دوسرے ضلعوں میں ہے کہ لاہور پر ہی پیسہ خرچ کیا جا رہا ہے۔ یہ تاثر صحیح نہیں ہے اور یہ پالیسی جو لاہور میں اپنائی گئی ہے۔ ان شاء اللہ دوسرے شہروں میں جو قبضہ گروپ ہیں' وہاں ان سے سرکاری پراپرٹی واگزار کروا کر وہاں بھی ڈویلپمنٹ کا کام عنقریب شروع کیا جائے گا۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔

جناب تاج محمد خان زادہ: خواجہ صاحب' میرے بھائی ہیں۔ ہم آپ سے توقع کرتے ہیں کہ آپ اپنی جیب سے ہم غریبوں کو دیں گے۔

خواجہ ریاض محمود: آپ کے متعلق پتہ چلا ہے کہ آپ خود ذاتی طور پر بڑے امیر آدمی ہیں۔

جناب چیئرمین: براہ کرم آپس میں ڈائیلاگ نہ کریں۔ بلکہ جو بات بھی کرنی ہو' چیئر کو ایڈریس کرکے کریں۔شکریہ۔ آصف علی ملک صاحب۔

جناب آصف علی ملک: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے اظہار خیال کا موقع دیا ہے۔ میں اپنے حلقے کے لوگوں کی جانب سے اپنے نہایت ہی محنتی' ان تھک وزیر اعلیٰ پنجاب اور باوقار وزیر خزانہ کو ایک نہایت ہی بہتر' ترقیاتی' فلاحی 'عوامی اور ٹیکس فری بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اس لیے کہ میں سمجھتا ہوں کہ مشکل ترین حالات میں پنجاب کی حکومت نے وزیر خزانہ کی محنتوں اور کاوشوں سے ایک نہایت ہی اچھا بجٹ پیش کیا ہے کہ جس میں زراعت کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ زرعی ٹاسک فورس کا قیام' فارم ٹو مارکیٹ روڈز اچھے اقدامات ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ٹریکٹر جس کی قیمت وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف صاحب کے تعاون سے ایک لاکھ روپیہ سستی کی گئی تھی' وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کی کاوشوں سے مزید ایک لاکھ روپیہ سستا کرنا نہایت ہی احسن قدم ہے جس کی وجہ سے ان شاء اللہ العزیز اس صوبے میں سبز انقلاب آئے گا اور آپ نے دیکھا کہ آج میں سمجھتا ہوں کہ بہت عرصے بعد پاکستان میں اور خصوصاً پنجاب میں گندم کی جو پیداوار بہتر سے بہتر ہوئی ہے وہ مثالی ہے۔ اس میں پاکستان مسلم لیگ کی محنتوں کا عمل دخل زیادہ ہے۔

جناب والا! یہ بجٹ خود کفالت کا بجٹ ہے۔ یہ بجٹ کفایت شعاری کا بجٹ ہے۔ اس سے پس ماندگی دور ہوگی۔ میں آپ کی اور اس معزز ایوان کی توجہ اس امر کی طرف دلاتا ہوں کہ 3 فروری

1997ء کو جب پاکستان مسلم لیگ کی حکومت اقتدار میں آئی تو اُس وقت کیا حالت تھی۔ پاکستان دیوالیہ قرار دیے جانے کے دہانے پر تھا۔ معیشت تباہ تھی۔ اداروں پر سے لوگوں کا اعتماد اٹھ رہا تھا۔ رشوت خوری، بددیانتی، لوٹ کھسوٹ عروج پر تھی۔ مردِ اول اور خاتونِ اول سے لے کر اس وقت کے پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے شہنشاہیت کا بازار گرم کر رکھا تھا اور آج آپ اندازہ فرمائیے کہ پاکستان مسلم لیگ کی حکومت جب کمزور ترین حالات میں اقتدار میں آئی تو سب سے پہلے کمزور اور بیمار معیشت کی طرف توجہ دی اور میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان مسلم لیگ اور اس کی حلیف جماعتوں کا اس ملک پر سب سے بڑا اگر کوئی احسان ہے تو وہ یہ ہے کہ چار دفعہ آٹھویں ترمیم کے ذریعے جو منتخب حکومتیں برباد ہوئیں، میاں نواز شریف صاحب کی قائدانہ اور خداداد صلاحیتوں کی بدولت اُس آٹھویں ترمیم کا سب سے پہلے خاتمہ ہوا۔ پھر اس کے بعد لوٹا کریسی جس نے ایک ناسور کی طرح اس جمہوریت کو چاٹ رکھا تھا اس کے خلاف ایک صحیح قانون بنایا گیا۔ میں قائدِ محترم کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں کہ موٹر وے کے بین الاقوامی قسم کے ایک منصوبے کا اجراء کیا گیا۔ مردم شماری جو گزشتہ پندرہ سالوں سے ٹھپ ہو کر رہ گئی تھی اس کا اجراء کیا گیا۔ بلدیاتی اداروں کو اپنے مخصوص عزائم کی خاطر معطل کیا گیا اور ان کے فنڈز اپنی مرضی سے استعمال کیے گئے۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف صاحب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے آتے ہی بلدیاتی اداروں کے نئے سرے سے انتخابات مکمل کیے۔ ان بلدیاتی اداروں کے انعقاد سے اب لوگ نچلی سطح پر اپنے لوگوں کے مسائل سے منسلک ہوں گے۔ پھر اس کے بعد بین الاقوامی سطح پر بھارت کے پرتھوی میزائل کے مقابلے میں غوری میزائل اور پھر 11 مئی کو ہندوستان نے جو ایٹمی دھماکے کیے اس کے جواب میں---

میجر (ریٹائرڈ) محمد اسلم جوئیہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، جی۔

میجر (ریٹائرڈ) محمد اسلم جوئیہ، جناب والا! ملک صاحب ماشاء اللہ بہت اچھی تقریر کر رہے ہیں۔ مسئلہ تو بجٹ کے اُوپر بحث کرنے کا ہے۔ پرتھوی میزائل کا تو اس پنجاب کے بجٹ کے ساتھ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ لہٰذا مہربانی کر کے بجٹ کی حد تک رہیں۔ پرتھوی میزائل کا پنجاب بجٹ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

جناب چیئرمین، آپ تشریف رکھیں۔ اس میں گزارش یہ ہے کہ بہت بہتر ہو کہ بجٹ تجاویز کے حوالے سے بات کی جائے لیکن اگر کوئی سپیکر اپنی تمہیدی گفتگو میں کسی اور متعلقہ معاملے کو پیش کرنا چاہتا ہے تو ہم اس پر قواعد کے حوالے سے کوئی پابندی عائد نہیں کر سکتے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب آصف علی ملک، جناب سپیکر! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے وضاحت کر دی۔ میں اپنے بھائی کی خدمت میں ایک گزارش کرتا ہوں کہ جب بھی بجٹ کی تقریر ہو تو اس میں تمام امور کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔

جناب چیئرمین! میں گزارش کر رہا تھا کہ بھارت کی طرف سے 11 مئی کا وہ دھماکے، پھر اس کے بعد پاکستان کی حکومت نے میاں نواز شریف صاحب کی قائدانہ صلاحیتوں کی بدولت خارجہ اور داخلی امور پر صلاح مشورے کیے اور پھر بالآخر 28 مئی کو قائد محترم نے سرحد کے پار ایک پیغام دیا اور وہ پیغام یہ تھا کہ:

میرے چارہ گر کو نوید ہو صف دشمناں کو خبر کرو
وہ جو قرض رکھتے تھے جان پر وہ حساب ہم نے چکا دیا
(نعرہ ہائے تحسین)

آوازیں، مکرر۔ مکرر۔

جناب آصف علی ملک، جناب چیئرمین! میں اپنے بھائیوں کی خوشی کی خاطر ایک دفعہ پھر گزارش کرتا ہوں کہ قائدِ محترم نے اپنی قائدانہ اور خداداد صلاحیتوں کی بدولت 11 مئی کے ان دھماکوں کے جواب میں 28 مئی کو بلوچستان کے مقام پر وہ کچھ کر دکھایا جو کہا جاتا ہے کہ ان لالوں، ہنود اور یہود کی لابی کے لیے ایک پیغام تھا کہ:

میرے چارہ گر کو نوید ہو صف دشمناں کو خبر کرو
وہ جو قرض رکھتے تھے جان پر وہ حساب ہم نے چکا دیا
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین! وہ پیغام کسی اور طریقے سے بھی یہی تھا کہ۔۔۔

ہاتھ ملاؤ گے ہاتھ ملائیں گے دل سے ملو گے دل سے ملیں گے
ہم آدمی ہیں تمہارے جیسے جو تم کرو گے وہ ہم کریں گے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین! بھارت کے وزیر اعظم واجپائی کی حماقت اور وزیر اعظم میاں نواز شریف صاحب کی ذہانت کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج اللہ کے کرم سے کشمیر کا مسئلہ بین الاقوامی ایجنڈے پر سرفہرست جا پہنچا ہے اور ان شاء اللہ العزیز وقت یہ ثابت کرے گا کہ 28 تاریخ کا فیصلہ تھا وہ ان شاء اللہ العزیز اپنے اختتامی نتائج کی طرف پہنچے گا۔ پھر اس سے بڑھ کر اندرون ملک میں قائدِ محترم نے کالا باغ ڈیم کے اجراء کرنے پر بھی ایک بہت بڑا اور انقلابی فیصلہ کیا اور کالا باغ ڈیم 26 لاکھ ایکڑ زمین کو سیراب کرنے کے علاوہ، سستی بجلی، سیم و تھور کے خاتمے، گندم اور خوردنی تیل میں ان شاء اللہ العزیز خودکفالت کا سبب بنے گا۔ اس سلسلے میں، میں آپ کی بدولت معزز ایوان کو ایک واقعہ گوش گزار کرتا ہوں کہ۔۔۔

"ایک زمیندار جس نے کافی کوشش کی کہ اپنے گھر میں آم کا درخت لگائے۔ لیکن جب وہ اپنے گھر میں آم کا درخت لگانے میں ناکام ہوا تو پھر اس نے ایک نہایت ہی تجربہ کار مالی سے رابطہ کیا۔ جب اس نے اس سے اپنی مشکلات کا اظہار کیا کہ میں باوجود کافی کوششوں کے اپنے گھر میں آم کا درخت نہیں لگا سکا تو اس تجربہ کار مالی نے کہا کہ کہیں آپ کے گھر میں بکری تو نہیں ہے۔ اس نے کہا ہاں جی! بکری تو ہے۔ اس پر تجربہ کار مالی نے کہا یا آم رہ سکتا ہے یا بکری رہ سکتی ہے۔ آپ ایسے کریں بکری کو پٹہ ڈالیں۔ آم کا درخت ان شاء اللہ العزیز آپ کے گھر میں اچھے طریقے سے پرورش کر سکے گا۔ اس زمیندار نے ایسا ہی کیا اور بکری کو پٹہ ڈال دیا۔ شروع شروع میں بکری کی میں میں اور شور اور غل غپاڑے سے وہ تھوڑا سا پریشان ہوا لیکن اپنی محنت جاری رکھی۔ اللہ کا کرم یہ ہوا کہ پانچ چھ سال کے بعد جب اس تناور درخت نے رس بھرے ثمر بہشت کے پھل دینا شروع کر دیے اور اس وقت جب اس زمیندار کے بیٹے نے جھولی بھر کر اپنے بابا سے پوچھا کہ بابا! اتنے خوبصورت درخت کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے بڑی محنت کی ہے۔ تو اس نے کہا کہ میری محنت ضرور ہے لیکن مجھے اس تجربہ

کار مالی کی وہ نصیحت آج بھی یاد ہے کہ جس نے کہا تھا کہ بکری کو پٹہ ڈالنا بہت ضروری ہے"۔
(قہقہہ)

سردار رفیق حیدر لغاری: جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی لغاری صاحب۔

سردار رفیق حیدر لغاری: جناب والا! میں اپنے بھائی سے یہ معلوم کرنا چاہ رہا ہوں کہ یہ جو بکری کی مثال دے رہے ہیں کہیں ان کا اشارہ فنانس منسٹر صاحب کی طرف تو نہیں؟

وزیر خزانہ: جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی کھوسہ صاحب۔

وزیر خزانہ: جناب والا! پتا نہیں کہ یہ کس کُھڈ سے نکل کر آئے ہیں۔ یہ ایک عرصے کے بعد آج ظاہر ہوئے ہیں ۔ میں ان کا جواب دینے کی صلاحیت رکھتا ہوں مگر میں آپ کی وساطت سے اپنے عزیز سے درخواست کروں گا کہ وہ اس کا جواب نہ دیں' میں خود اس کا جواب دے دوں گا۔

خواجہ ریاض محمود: جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی خواجہ صاحب۔

خواجہ ریاض محمود: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے اپنے بھائی لغاری صاحب سے یہ درخواست کروں گا کہ وزیر خزانہ پنجاب سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب ہماری پارٹی کے قائد ہیں' یہ انتہائی پرانے پارلیمنٹیرین ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے لیے یہ الفاظ ادا کرنا آداب کے بالکل خلاف ہے اور میں اپنے بھائی سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ یہ الفاظ ازخود واپس لے لیں۔ اگر وہ خود یہ الفاظ واپس نہیں لیتے تو ان کو کارروائی سے حذف کیا جائے۔

سردار رفیق حیدر لغاری: جناب والا! میں اس کی وضاحت کرتا چلوں کہ یہ الفاظ میں نے نہیں استعمال کیے' یہ الفاظ تو میرے بھائی استعمال کر رہے ہیں اور خواجہ صاحب اشارہ نہیں سمجھ رہے تھے کیونکہ میرے جو سرکاری بنچز کے دوست ہیں ان کی اتنی زبان بندی ہوئی ہے کہ اب وہ اشاروں سے بات کرتے ہیں۔ وہ کھل کر بات نہیں کر سکتے۔

جناب محمد ثاقب خورشید، جناب والا! میں اپنے فاضل بھائی سے گزارش کروں گا کہ لفظ بکری کا استعمال ہوا ہے۔ وہ ذرا مذکر اور مونث کی تمیز کرلیں تو بہتر ہو گا۔

جناب چیئرمین، جی ملک صاحب۔

جناب آصف علی ملک (پارلیمانی سیکرٹری)، شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب والا! میں گزارش کر رہا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس معزز ایوان میں جو نہایت ہی تجربہ کار پارلیمنٹیرین موجود ہیں۔ انھیں چاہیے تو یہ تھا کہ آج اپنی بجٹ تقریر میں قائد محترم میاں نواز شریف صاحب کی اور میاں شہباز شریف صاحب کی قائدانہ صلاحیت کو خراج تحسین پیش کرتے، اس لیے کہ سابقہ دور کے وزراء اعظم اور وزراء اعلیٰ کے رہن سہن کا طریقہ اور آج کے وزیراعلیٰ اور وزیراعظم کے رہن سہن کا طریقہ آپ کے سامنے ہے۔ جناب والا! پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ وزیراعظم نے وزیر اعظم ہاؤس اور وزیر اعظم سیکرٹریٹ سے باہر نکل کر مثال قائم کی ہے ۔ آج کا وزیراعلیٰ پنجاب کی تاریخ میں پہلی دفعہ اپنی رہائش گاہ میں قیام پذیر ہے اور اپنی گاڑی استعمال کر رہا ہے ۔ جناب والا! ان کو خراج تحسین پیش کرنا چاہیے تھا کہ پاکستان کے وزیر اعظم نے آج جو قومی ایجنڈے پر بات کی ہے کہ میرے جتنے بھی متنازعہ arrears ہیں وہ میں سب سے پہلے واگزار کرتا ہوں۔ میں سب سے پہلے پیش کرتا ہوں۔ ان کو تو خراج تحسین پیش کرنا چاہیے تھا۔ مخالفت برائے مخالفت اچھی بات نہیں ہے اور مجھے مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ" کوڑے کھوہ نہیں مٹھے ہوندے توڑے سو من پانیے کھنڈ کھوہ"۔ جناب والا! سابقہ دور کے وزیر اعلیٰ کے متعلق میں کیا کہوں جنھوں نے اپنی بیٹی کی شادی میں 102 گاڑیاں تحفہ میں لیں جس وزیر اعلیٰ نے کم از کم پچاس گاڑیوں کا فلیٹ اپنے لیے رکھا ہوا تھا ۔ میں اپنے آج کے وزیر اعلیٰ جناب میاں شہباز شریف صاحب کو سلام پیش کرتا ہوں کہ جس نے leading from the front کے فارمولے سے اپنے آپ کو پیش کیا۔ اسی اسمبلی کے حالات گواہ ہیں کہ یہاں پر لوگوں کو کھانے اور breakfast دیا کرتے تھے آج یہاں پر دال روٹی دی جاتی ہے اور وہ بھی پارلیمانی پارٹیوں میں دی جاتی ہے تو کیا یہ کفایت شعاری کی مثال نہیں ہے؟ جناب چیئرمین! چاہیے تو یہ تھا کہ آج ان کی باتیں ہم نے سنی ہیں ہماری بھی وہ باتیں سنتے لیکن ان میں اتنا حوصلہ کہاں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہمارے بھائی ہیں۔ انھیں بھی

اچھی باتیں سننے کے لیے تکلیف کرنی چاہیے تھی لیکن مخالفت برائے مخالفت کوئی اچھی بات نہیں۔

جناب والا! آخر میں میں ایک گزارش کرتا ہوں کہ وقت کا تقاضا ہے کہ بارانی علاقوں پر توجہ دی جانی چاہیے۔ آپ دیکھیں کہ لاہور شہر کے ملحقہ جو بڑے بڑے شہر ہیں مثلاً شیخوپورہ' گوجرانوالا' فیصل آباد' سیالکوٹ کے درمیان جو نہری رقبے ہیں وہ ختم ہو رہے ہیں کیونکہ شہر بڑھ رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! وقت کا تقاضا ہے کہ لاکھوں ایکڑ بارانی زمین کو ہموار کرنے پر توجہ دی جانی چاہیے اور وہ رقبے آسان شرائط پر زمینداروں میں تقسیم کرنے چاہییں ان شاء اللہ العزیز پاکستان کا مستقبل زراعت پر ہے اورحکومت اس پرخصوصی توجہ دے رہی ہے اور وقت ثابت کرے گا کہ اس طرف بھی خصوصی توجہ دینے سے کامیابی ہو گی۔

جناب والا! اب میں دو چار باتیں اپنے حلقے کے متعلق آپ کے گوش گزار کرتا ہوں۔ جناب والا! اٹک پنجاب کا آخری کونہ ہے اور میرا حلقہ پی پی 15 سب سے زیادہ پس ماندہ ہے۔ وہاں پر آج بھی لوگ جوہڑوں کا پانی پیتے ہیں۔ چالیس سال سے جو پرائمری سکولز ہیں وہ آج بھی اپ گریڈ نہیں ہوئے۔ جو عمارتیں پرائمری سے مڈل بن چکی ہیں ان کا ابھی تک اجرانہیں ہوا۔ جناب والا! تقریباً سات آٹھ لاکھ کی آبادی میں صرف ایک ڈگری کالج ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ اور وزیرخزانہ اس پر بھی توجہ دیں گے ۔

آخر میں' میں اپنے دل کی گہرائی سے وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیرخزانہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اس دعا سے کہ ،

خدا کرے کہ میری ارض پاک پر اترے
وہ فصل گل کہ جسے اندیشہ زوال نہ ہو
یہاں جو پھول کھلے وہ کھلا رہے برسوں
یہاں پر خزاں کو آنے کی مجال نہ ہو

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین، اب میں چودھری محمد صدیق سالار صاحب کو دعوت تقریر دوں گا کہ وہ بجٹ کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔

جناب محمد صدیق سالار، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - جناب چیئرمین! اس بجٹ پر تقریر ہوئی۔ اس بجٹ کو پڑھا گیا' اس کے اعداد وشمار کو دکھایا گیا اور میرے ایک فاضل دوست نے کہا کہ اس میں ٹیکس نہیں ہیں' حالانکہ ٹریفک کے ایک لائسنس پر بھی ٹیکس ہے اور جو آپ نے پچیس روپے کی Power of Attorney دی ہے اس پر بھی ٹیکس ہے۔ ایک غریب شہری جس کا تین یا پانچ مرلے کا گھر ہے اس پر بھی پچیس فی صد ٹیکس بڑھا ہے۔ ہماری جتنی جائیدادیں بکتی ہیں ان پر بھی ٹیکس بڑھا ہے۔ سوسائٹیوں کی جائیدادوں کی جو رجسٹریاں ہوتی ہیں ان پر بھی ٹیکس بڑھا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ بجٹ پیش کرتے وقت ان ٹیکسز کے بارے میں بھی بتایا جاتا تاکہ ہم ان ٹیکسز پر بحث کرتے کہ یہاں پر کمی ہے یا یہاں پر زیادتی ہے اور یہ غریبوں کے ساتھ' شہریوں کے ساتھ بے شمار زیادتی ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ Power of Attorney پچیس روپے سے ایک ہزار روپے تک کر دی گئی ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ گاڑی کی ایک سیٹ پر 268 روپے اور اے سی والی گاڑی کی سیٹ پر تین سو روپے ٹیکس لگایا گیا ہے۔ تو جناب والا! یہ ٹیکس گاڑی پر تو نہیں لگے گا۔ یہ تو اس مسافر پر لگے گا جو اس میں سفر کر رہا ہوگا۔ وہ ٹیکس اس ملک کے پنجاب کے غریب عوام پر لگا ہے وہ گاڑی پر نہیں لگا وہ ٹیکس گاڑی والا اپنے پاس سے تو ادا نہیں کرے گا' وہ تو ہم پر پڑے گا۔ جناب والا! جتنے بھی ٹیکس لگائے گئے ہیں وہ ہم پر لگائے گئے ہیں۔ آپ اعداد وشمار کی بات ذرا غور سے سنیں۔

ہمارے وزیر قانون کے علاقے میں ایک ارب سولہ کروڑ روپیہ واٹر سپلائی اور سیوریج کے لیے رکھا گیا ہے۔ میں اپنے ڈوبے شہر میں آنے کی دونوں منسٹروں کو دعوت دیتا ہوں کیونکہ دونوں ہی اہم شخصیتیں ہیں' دونوں کو مبارکبادیں بھی ملتی ہیں۔ میں بھی ان مبارکبادیں دینے والوں میں سے ہوں مگر خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لیں۔ بات یہ ہے کہ میرے شہر میں آؤ' ذرا دیکھو تو سہی۔ یہ کہہ دیا کہ تیس کروڑ دیا یہ کس لیے دیا وہاں پر دو دو فٹ پانی پھر رہا ہے؟ وہاں پر لوگ بازار سے دس روپے میں پانی کا ایک کین لا کر پیتے ہیں۔ ہم نے آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ کو سنانا ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ اندازہ کریں' آپ وزیر خزانہ کو ساتھ لے کر رکھ برانچ کی نہر پر سفر کریں۔ وہاں پر پانی کے کینوں سے بھری ہوئی گاڑیوں کی گاڑیاں کھڑی ہوتی ہیں وہاں نہر سے پینے کے پانی کا کین دس سے بارہ روپے میں لوگ لے کر اپنی بستیوں کو جاتے ہیں۔ خدا کی قسم' پی پی۔ 60 کا وہ

علاقہ جس کی آبادیوں کے میں نام گنوں گا۔ جہاں پر کڑوا پانی ہے اور سارے شہر کے سیوریج کا گندا پانی وہاں سے گزارا گیا۔ جہاں سے سیوریج گزرتا ہے' اس کی seepage ہوتی ہے اور وہ seepage اس کڑوے پانی کے ساتھ جب مل جائے کیا انسانوں کے پینے کے لیے وہ درست رہتا ہے ؟ نہیں۔ جناب وزیر خزانہ سے میری درخواست ہے کہ آپ نے جو کچھ کیا وہ بہت اچھا کیا۔ آپ نے جی ٹی ایس کو توڑا اچھا کیا۔ آپ نے اور بھی کئی ادارے جو کہ سفید ہاتھی تھے وہ ختم کیے وہ درست کیا۔ مگر یہ تو درست نہیں کیا کہ آپ نے اتنے ٹیکس ہم پر عائد کر دیے۔ آپ نے زراعت کے لیے جو کچھ کیا ہم اس پر خوش ہوئے۔ سارے شہر اس پر قربان ہیں مگر شہروں کا کیا گناہ ہے کہ ان کے چار مرلے کے مکان پر بھی ٹیکس بڑھا دیا گیا۔ پہلے وٹو صاحب آئے پچیس فی صد وہ بڑھا گئے۔ پچیس فی صد یہ بڑھ گیا ہے۔ اب جگی پہ بھی لگ گیا۔ یا تو یہ چاہیے تھا کہ پانچ ' سات ' یا دس مرلے پر چھوٹ ہے۔ اس سے آگے لگاؤ۔ مگر یہ بھی نہیں کیا گیا۔ صفحہ 22 پر دیا گیا 61 کروڑ روپے راولپنڈی کے لیے اور 49 کروڑ ڈیرہ غازی خان کے لیے۔

وزیر قانون، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین! معزز رکن نے بار بار راولپنڈی واٹر سپلائی سکیم کا ذکر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں' میں تو کوئی وضاحت پیش نہیں کرسکتا۔ آپ مجھ سے بہتر اس بات سے آگاہ ہیں کہ یہ واٹر سپلائی سکیم کوئی نیا پراجیکٹ نہیں۔ یہ جاری پراجیکٹ ہے اور foreign aided project ہے۔ انھیں اس بات پہ اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ انھیں اس بات کی تعریف کرنی چاہیے کہ جتنے بھی سابقہ منصوبے سرد خانے میں پڑے ہوئے تھے موجودہ حکومت ان کے لیے allocation رکھ کے انھیں مکمل کرنا چاہتی ہے۔ اور اس قوم کا کروڑوں اور اربوں روپیہ ضائع ہو چکا ہے اس کو عوام کے مفاد کے لیے استعمال میں لانا چاہتی ہے۔ شکریہ!

میجر (ریٹائرڈ) محمد اسلم جوئیہ، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔ وزیر موصوف نے راولپنڈی کے معاملے میں بڑے جذباتی ہو کر اپنے ضلع کو defend کرنے کی کوشش کی۔ کیا پنجاب میں کچھ خصوصی اضلاع ہیں کہ جن کے لیے یہ foreign aid آتی ہے؟ اور باقیوں کے لیے وہ کہتے ہیں کہ کوئی ضرورت نہیں۔ آپ ذرا اے ڈی پی کو اٹھا کر تو دیکھیں ' منڈی بہاؤالدین' گجرات ' راولپنڈی ' ڈی جی خان کے علاوہ باقی اضلاع پنجاب کا حصہ نہیں ہیں؟ اگر اس کو صحیح طریقے سے بانٹا جاتا تو آج یہ حالات نہ

ہوتے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ بات کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے ۔ واٹر سپلائی کے لیے foreign aids صرف انھی اضلاع کے لیے آتی ہیں جہاں پانی کی کمی واقع ہو ۔ (قطع کلامیاں) آپ میری بات سن لیں' یا آپ اپنی بات کرلیں۔

جناب چیئرمین، لاءمنسٹر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پرکھڑے ہیں ۔ بیٹھے بیٹھے بات نہ کریں۔

وزیر قانون، جناب چیئرمین! یہ رویہ درست نہیں ہے کہ اپنی سیٹ پہ بیٹھے بیٹھے بات کر رہے ہیں۔ معزز رکن پہلے اپنی بات کرلیں میں اس کا جواب دے دوں گا۔

جناب شوکت علی بھٹی ، جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈر۔ کچھ دوستوں کی طرف سے اس بات کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے ۔ پچھلے دنوں ہم عملی طور پر دیکھ چکے ہیں کہ علاقائی تعصب کی لعنت صوبوں کی حد تک پھیلی ہوئی تھی۔جس طرح شہروں کا نام لے کر یہی تاثر دینے کی کوشش کی جا رہی ہے میں سمجھتا ہوں یہ قابل نفرت بات ہے ۔

جناب چیئرمین، جناب راجہ صاحب بات کر رہے تھے ۔

وزیر قانون، میں عرض کررہا تھا کہ معزز رکن نے یہ فرمایا کہ صرف راولپنڈی یا منڈی بہاؤالدین یا اس قسم کے شہروں کی انھوں نے بات کی ہے ۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ میں نے foreign aid کی بات کی تھی ۔ یہ صرف ان علاقوں کے لیے مختص کیے جاتے ہیں کہ جہاں پر پانی کی کمی واقع ہو ۔ واٹر سپلائی سکیم کے بارے میں آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ راولپنڈی ' اسلام آباد یا ہمارے ارد گرد کے نواحی علاقہ جات ہیں وہاں پانی کی کمی کی کیا صورت حال ہے ۔ یہ تو پانی کی زیادتی کی بات کرتے ہیں ۔ ابھی صدیق سالار صاحب بات کر رہے تھے کہ نالیوں میں گندگی ہے ۔ ہم تو گندے پانی کے لیے بھی ترستے ہیں۔ دس دس پندرہ پندرہ میل سے ہماری خواتین سروں پر پانی اٹھا کر لاتی ہیں۔ اور ایسے جوہڑ کہ جہاں پر انسان اور جانور اکٹھے پانی پیتے ہیں یہ اس علاقے کے لیے foreign aid ہے ۔

چودھری محمد صدیق سالار ، علم الغیب والشہادۃ ھو الرحمن الرحیم۔ اللہ جانتا ہے کہ کتنی دور سے آتے ہیں اور کتنی دور سے پانی لاتے ہیں۔ چونکہ انھوں نے تو کبھی دیکھا نہیں ہے۔ اور میں نے بھی شاید ان کا علاقہ نہ دیکھا ہو ۔ بہر حال' بجٹ کے کچھ حصے بہت ہی قابل تعریف ہیں ۔ اگر اس کی

تعریف نہ کی جائے تو وہ بھی بہت زیادتی ہے ۔ مگر میں تو یہ التجا کر رہا ہوں کہ میرے شہر نے کیا بگاڑا ہے ۔ ہاں ایک بات انھوں نے بہت خوبصورت کی ہے جس پر جی چاہتا ہے کہ ہزار بار وزیر خزانہ کو مبارکباد دوں کہ انھوں نے سرد خانے سے ایک سڑک نکال کر فیصل آباد کو لاہور کہا ہے ۔ حالانکہ وہ کراچی سے جھنگ اور جھنگ سے فیصل آباد اور فیصل آباد سے لاہور ہے ۔ اس پر سارا کاروبار تجارت ہے ۔ آپ چونگیاں چیک کر لیں ۔ مگر پھر بھی یہ مبارکباد کے مستحق ہیں ۔ چونکہ وزیر اعلیٰ وہاں وعدہ کر آئے تھے اور وزیر خزانہ نے اس وعدے کو پورا کیا ہے' اس لیے میں ان کو اس بات کی مبارکباد دیتا ہوں۔ مگر میں اس بات کی بھی اس وقت مبارکباد دوں گا کہ جب میرے شادی پورہ ' دستگیر پورہ ' اقبال نگر ' ذوالفقار کالونی ' برکت پورہ ' وارث پورہ ' 225 وزیر خان آبادی 'فتح دین آبادی ' سرفراز کالونی' المعصوم کالونی ' مقبول روڈ ' فتح آباد ' محلہ چنیوٹیاں جو کہ پانی سے دس میل دور ہے ۔ آبادی فتح دین اور آبادی فضل دین ' گلگشت کالونی ۔ جناب سپیکر ! میں آپکی وساطت سے جناب وزیر خزانہ کی خدمت میں عرض کرنی چاہوں گا کہ آپ جتنی رقمیں تقسیم کرتے ہیں یا تو ہر ایم پی اے کو برابر تقسیم کریں ۔ آپ یہ نہ کریں کہ جہاں پیسے دے دیے وہ اپنی مرضی سے رقم خرچ کریں۔ ہر حلقے کے ایم پی اے کو اس کے حصے کے مطابق دیا جائے ۔ جو اس کے حصے میں آئے وہ اپنے حلقے کے کام کرائے ۔ یہ کمیٹیاں آپ بنا رہے ہیں ان کو ہر ایم پی اے سے پوچھ کر بنائیں کہ کون کون سی کمیٹی بن رہی ہے ۔ اور ایک میں نے یہ بھی پڑھا ہے کہ حکومت ہماری ہے مگر پھر بھی ہم حکومت سے ہٹ کر ' پارٹی سے ہٹ کر ' مسلم لیگ سے ہٹ کر یہ پالیسی لے رہے ہیں تاکہ تعصب کی بات نہ رہے ۔ ان لوگوں کے کام ہوتے رہیں۔ ہمیں کام کرنے ہیں مگر مسلم لیگ کی پالیسی سے ہٹ کر نہیں کریں' جتنا جی چاہے کریں مگر جماعت کا نام رکھیں ۔ اسی جماعت کی وجہ سے آج یہاں ہیں۔ اور ان شاء اللہ اگر اس طرح کرتے رہے تو شاد رہیں اگر ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ کفر کے راستے اختیار کیے تو پھر عذاب بھی ہوتے ہیں۔ خدا سے ڈرنا چاہیے ۔ ہمیں ہر ممبر کے ساتھ انصاف ' ہر ممبر کی عزت کرنی چاہیے ' ہر ممبر کو عزت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔ بلکہ وزیر خزانہ سے توقع رکھتا ہوں اپنے ذاتی تعلقات کی بنا پر بھی کہ وہ ہماری عزت ہمارے اضلاع میں بھی بڑھائیں۔ افسران کو بھی ان کا حکم جاتا ہے تو وہ ہماری بات سنتے ہیں ورنہ ہماری بات کوئی نہیں سنتا۔ اپنے اپنے تعلقات سے کوئی سن

ے تو سن ے مگر بطور ایم پی اے ہم مفلوج ہیں۔

میں آخر میں پھر وزیر خزانہ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انھوں نے بڑی محنت سے بجٹ بنایا ہے ۔ ایک فاضل دوست نے کہا تھا کہ کچھ ایسی سکیمیں ہیں۔ وہ کہاں بنیں گی۔ ان سکیموں کا بھی اگر اعلان کر دیا ہوتا تو آج یہ اعتراض نہ اٹھتا ۔ بہر حال انھیں چاہیے کہ جہاں جہاں ٹیکس لگائے ہیں اس کو open کریں۔ ورنہ میرے پاس بہت لمبی لسٹ ہے کہ جس پر ٹیکس لگے ہیں۔ چونکہ وقت کم ہے ۔ میں یہ بیان نہیں کرنی چاہتا راجہ صاحب ! غصے کی بات نہیں ہے۔ہم نے اپنا حق مانگا ہے ۔ آپ راولپنڈی کو ایک ارب اور دے دیں ۔ ہمیں کیا اعتراض ہے؟ ہمیں بھی دیں ۔ سوال یہ ہے کہ مجھے بھی پانی پلائیں خود بھی پئیں ۔ دوسرا جو پیاسا ہے اس کو بھی پلائیں ۔ آپ کو پنجاب میں کئی جگہیں ایسی ملیں گی ۔ آپ ذرا چنیوٹ اور لالیاں کی طرف جائیں خدا کی قسم ریل کی گاڑی کھڑی کر کے لڑکیاں پانی لینے آتی ہیں۔ میانوالی کی طرف جائیں' میں نے خود دیکھا ہے کہ ریل کی بوگی پانی لے کر گئی اور دور دراز کے دیہاتوں سے مستورات اس بوگی سے پانی لینے کے لیے آتی ہیں۔ دنیا چاند پر جا رہی ہے اور ہم ابھی ان کپڑوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ خدا کے لیے پہلے ان علاقوں کے لیے پانی کا بندوبست کریں' کیونکہ پانی کے بغیر زندگی نہیں ہے۔

خواجہ ریاض محمود: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! چند روز کی بات ہے کہ راجہ بشارت صاحب کی قیادت میں آپ' میں اور ملک آصف صاحب فیصل آباد ایک سرکاری ڈیوٹی پر گئے۔ وہاں میں نے جب غسل خانے میں جا کر دیکھا تو پانی کی اتنی موٹی دھار آ رہی تھی کہ میرے ہاتھ میں چھالے پڑنے لگے تھے۔ اس کے بعد میں وہاں دو چار دوسرے علاقوں میں بھی گیا لیکن وہاں بھی پانی کا وافر انتظام تھا۔ کسی نے بھی مجھ سے شکایت نہیں کی' خدا جانے صدیق سالار صاحب کن بستیوں کا ذکر کر رہے ہیں۔ میری سمجھ سے بالا تر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی بات بھی درست ہو لیکن میں آپ کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں اور آپ کی وساطت سے صدیق سالار صاحب سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ ان علاقوں کے نمائندے ہیں' لوگوں نے آپ کو ووٹ دیے ہیں۔ یہ آپ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ افسروں کو پکڑ کر وہاں موقع پر لے کر جائیں اور کہیں کہ یہاں پر پانی نہیں آ رہا' گندا پانی ہے' یہاں کے لیے تجویز بنائیں' سکیم بنائیں اور اس سکیم کو لے کر وزیر خزانہ یا وزیراعلیٰ صاحب کے پاس جائیں اور ان سے

کہیں کہ وہ اس کے لیے بجٹ مختص کریں۔ یہ مختلف اضلاع کے لیے جو اربوں روپے کا بجٹ ان سکیموں پر خرچ کرنے کے لیے رکھا گیا ہے وہاں سے پیسے لیں اور اپنی سکیمیں جاری کروائیں۔ یہاں ایوان میں بار بار اس نکتے کو اٹھانا میری نظر میں اپنی ذمہ داریوں سے انحراف والی بات ہے۔ جناب چیئرمین! آپ بھی میرے ساتھ تھے آپ نے جب نلکا کھولا تو کتنی تیز دھار آ رہی تھی، آپ ہی بتائیں، میں آپ کو گواہ بناتا ہوں۔

وزیر امداد باہمی (چودھری محمد ریاض): جناب چیئرمین! آپ وہاں ان کے ساتھ کیا کر رہے تھے؟

جناب چیئرمین: چودھری صاحب! براہِ مہربانی تشریف رکھیں۔

جناب محمد صدیق سالار: جناب چیئرمین! پہلے تو میں یہ پوچھوں گا کہ خواجہ صاحب کس سرکاری دورے پر فیصل آباد گئے تھے؛ جبکہ ہمیں، ایم پی اے حضرات کو انھوں نے نہیں بلوایا۔ دوسرا انھیں کیا حق پہنچتا ہے کہ یہ ہماری ذات پر شک کریں؟ خواجہ صاحب! میرے ساتھ آؤ، میں آپ کو ایسی بستیاں دکھاتا ہوں، میں اس مجلس میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میری بات غلط ثابت ہو جائے تو پھر آپ مجھے جو سزا دیں گے میں اسے قبول کروں گا۔ میں نے لاہور کی سڑکوں پر اعتراض نہیں کیا۔ لاہور اچھا شہر ہے، اسے اچھا ہونا چاہیے، کیونکہ یہ ہمارا دارالحکومت ہے۔ اس کی خوب صورتی ہم سب کی خوب صورتی ہے۔ مگر ایسا بھی مناسب نہیں ہے کہ ہم تو کھنڈرات یا جھونپڑیوں میں رہیں اور آپ محلوں میں رہیں۔ چلیں، ایسا بھی ٹھیک ہے۔ لیکن ہماری جھونپڑیوں کا بھی تو خیال کرو، وہاں بھی چراغ جلاؤ۔

الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! یہ تلخیاں کیوں ہیں؟ میجر صاحب نے تلخ باتیں کیوں کیں؟ وزیر قانون صاحب نے تلخ باتیں کیوں کیں؟ اگر بجٹ سے پہلے ایک pre- budget session بلا لیا جاتا اور تمام ممبران کو ان کے علاقے کی ضرورت یا حصے کا بجٹ دے دیا جاتا تو یہ تلخ باتیں نہ ہوتیں۔ جناب والا! اگر ہم نے اپنے علاقے کے منصوبہ جات سے متعلق یہاں بات نہیں کرنی یا ان باتوں کے کرنے سے رنجش پیدا ہونی ہے تو پھر اس کا کیا فائدہ؟ بہتر ہوتا اگر بجٹ سے پہلے pre-budget session بلا لیا جاتا، تجاویز لے لی جاتیں۔ یہ تمام کا تمام بجٹ بیوروکریسی نے بنایا ہے۔ اس میں ہماری رائے شامل نہیں ہے۔ اسی لیے یہ تلخیاں پیدا ہو رہی ہیں۔

وزیر خزانہ: جناب چیئرمین! میں نکتۂ وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ فاضل رکن نے یہاں ایسی تجویز

دی ہے جو نہ اس ہاؤس کے اختیار میں ہے اور نہ ہی چیئر کے اختیار میں ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ بجٹ سے پہلے ایک pre-budget session کر لیا جاتا۔ میرے معزز رکن غالباً پارلیمانی پارٹی میٹنگ کی بات کرنا چاہ رہے تھے۔ یہ تجویز تو پارٹی فورم پر ہی دی جا سکتی ہے۔ اس ہاؤس میں ایسی تجویز سے کوئی مقصد حل نہیں ہوتا۔ دوسرا ان کا یہ کہنا کہ یہ بجٹ بیوروکریسی نے تیار کیا ہے۔ مجھے بڑا افسوس ہے کہ حکومتی بنچز سے ایک فاضل رکن ایسی بات کر رہے ہیں جبکہ وہ جانتے ہیں کہ اس وقت بیوروکریسی کی وہ بات نہیں ہے جو پیپلز پارٹی یا پی ڈی ایف کے دور میں ہوا کرتی تھی۔ جو بھی، جہاں بھی بیٹھا ہے وہ اس حکومت کی پالیسی کے اندر فنکشن کر رہا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ مسلم لیگ کے ایک رکن نے ایسی بات کی ہے۔

جناب احمد علی اولکھ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین! ابھی ضلع ڈی جی خان کی بات ہوئی تھی۔ میں اس بارے میں تھوڑی سی وضاحت چاہتا ہوں۔ ضلع ڈی جی خان میں تحصیل تونسہ شریف بھی آتی ہے۔ پنجاب کا یہ دور دراز ترین علاقہ ہے، وہاں تحصیل تونسہ شریف میں زیر زمین پانی کڑوا ہے۔ لوگ بیس بیس، تیس تیس میل کے فاصلے تک اونٹوں پر پانی لے کر جاتے ہیں۔ وہاں پر واٹر سپلائی کی سکیموں کے لیے بہت کم پیسے دیے گئے ہیں، لہٰذا اس کے لیے مزید پیسے دیے جائیں۔ شکریہ

میجر (ریٹائرڈ) محمد اسلم خان جوئیہ: پوائنٹ آف آرڈر: جناب چیئرمین! بجٹ اجلاس تو سال میں ایک دفعہ ہوتا ہے۔ بجٹ اجلاس بلانے سے پہلے وزیر خزانہ یا محکمہ P&D کا یہ فرض ہے کہ ممبران سے جو سکیمیں مانگی گئی ہیں، محکمہ P&D یا ڈویژنل ہیڈکوارٹرز پر جتنی بھی سکیمیں آئی ہیں ان کے بارے میں پہلے ممبران سے پوچھا جائے۔ یہ بات واضح کی جائے کہ آیا ان پر عمل درآمد ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا۔ یہاں تو پورا سال confusion رہا ہے۔ آپ پیپلز پارٹی کے دور کی بات کرتے ہیں جبکہ میں کہتا ہوں کہ اس وقت بھی confusion ہے، معلوم نہیں ہے کہ کون کون سی سکیموں پر کیا کیا کام ہونا ہے۔ جب ہم نے اس بجٹ کو کھول کر پڑھا ہے تو ہمیں معلوم ہوا ہے کہ کچھ اضلاع میں تو 102 فی صد سکیموں پر کام ہو رہا ہے جبکہ کچھ اضلاع ایسے ہیں جن کو کچھ بھی نہیں ملا۔ جناب والا! جب ایسے حالات ہوں تو پھر frustration کیوں نہ ہو؟ کیا ان علاقوں کے عوام صوبہ پنجاب کا حصہ نہیں ہیں؟ وہ علاقے جنھیں کچھ نہیں ملا اس صوبے کے لیے ان کی بھی contribution ہے۔ صرف چند خاص اضلاع ہیں

جن کو ہر چیز مل رہی ہے اور اسی وجہ سے یہ سارے مسائل اکٹھے ہو رہے ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ بجٹ سے پہلے ضلع وائز میٹنگ بلائی جاتی' پوچھا جاتا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اس میں سو فی صد دھاندلی ہوئی ہے' لیکن اعتراضات ہیں اور سب اچھا نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: میں اپنے فاضل ارکان سے یہ گزارش کروں گا کہ صرف وہی پوائنٹ آف آرڈر اٹھائیں جو بنتا ہو' دوسرے پوائنٹ آف آرڈر پر کوئی تقریر نہیں ہوسکتی۔ جب آپ اپنا نام بجٹ تقریر کے لیے دیتے ہیں تو اس وقت ان تمام حوالوں سے آپ تفصیلی گفتگو فرما سکتے ہیں۔ براہ کرم محض پوائنٹس آف آرڈر کے حوالے سے اسے debate نہ بنائیں۔ ملک مظہر عباس راں صاحب! آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

ملک مظہر عباس راں: جناب چیئرمین! میں آپ کی رولنگ لینا چاہوں گا کہ وہ مرغی جو انڈوں پر بیٹھی ہو اور بچے بننے سے پہلے خود ہی انڈے توڑ کر پی جائے اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟ ہمارے ساتھ اب یہی کچھ ہو رہا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیں۔

مولوی محمد سلطان عالم انصاری: جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی فرمائیے!

مولوی محمد سلطان عالم انصاری: جناب والا! آج بجٹ پر تقریر کے دوران کچھ comments کیے گئے' اس حوالے سے کہ کسی باتھ روم میں میرے ایک لائق دوست گئے اور وہاں بہت زور سے پانی نکل رہا تھا۔ اس پر یہ تاثر لیا گیا کہ اس شہر میں ہر نلکے سے پانی اسی طرح سے نکلتا ہے۔ میں معزز رکن سے اور بالخصوص ان افراد سے' ان صاحب اقتدار لوگوں سے استدعا کروں گا کہ براہ مہربانی ایک مرتبہ آ کر بلال نگر کے کسی نلکے کا پانی پی کر دیکھیں' اس علاقے کا پانی پی کر دیکھیں جو پیلے رنگ کا ہوتا ہے' جس میں سے بدبو آ رہی ہوتی ہے۔ بجٹ بنانے یا اس قسم کے comments کرنے سے پہلے چھوٹے شہروں کو نظر انداز کرنا اور حقائق کی طرف توجہ نہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ جہاں پر لوگوں کو پینے کا پانی میسر نہیں جو پانی آتا ہے اس کا رنگ بدل جاتا ہے اور پیتے وقت اس سے بدبو آتی ہے۔ پہلے آپ اس کو ملاحظہ فرمائیں پھر ترقیاتی کاموں کی طرف توجہ فرمائیں تو بہتر ہوگا۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اسمبلی

میں اس طرح کی بات کہہ دینا ان علاقوں کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔ میں آپ سے استدعا کروں گا کہ اجلاس میں اس قسم کے comments نہیں دینے چاہییں اس سے ہماری دل آزاری ہوتی ہے۔ ہم بڑے تحمل سے ساری باتیں سنتے ہیں، صبح سے سن رہے ہیں اور روز سنتے ہیں۔ ہمیں بجٹ کی اتنی موٹی کتاب دے دی گئی ہے کہ اس کو پڑھ کر بات کیجیے۔ لیکن کیا ہم اس stage پر اس کتاب میں کوئی تبدیلی کر سکتے ہیں؟ ہماری کسی تجویز پر اس کتاب میں تبدیلی کی جائے گی؟ حضور والا ! آپ اس پر رولنگ فرمائیں کہ ہم جو باتیں آپ سے عرض کریں گے کیا ان سے اس کتاب میں کوئی تبدیلی آئے گی؟ اور اس قسم کے comments کے نتیجے میں ہماری جو دل آزاری ہوئی ہے اس کے متعلق جناب کی کیا رائے ہے؟

جناب چیئرمین، بہت شکریہ۔

خواجہ ریاض محمود، جناب چیئرمین!----(قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین، خواجہ صاحب ! ہاؤس کی کارروائی چلنے دیں۔ مجھے معزز اراکین اسمبلی سے گزارش کرنی ہے کہ آپس کی گفتگو سے پرہیز فرمائیں اور خواجہ صاحب، آپ تشریف رکھیں ۔ آپ نے ایک light mood میں بات کی تھی وہ سنجیدہ ہو گئی۔ براہ کرم اب تشریف رکھیں اس کو debate نہیں بننا چاہیے۔ میری آپ سے ذاتی درخواست ہے کہ آپ تشریف رکھیں ۔ اب میں بجٹ تقریر کے حوالے سے چودھری غلام احمد خان سے گزارش کروں گا۔

وزیر خزانہ، جناب چیئرمین! میرا نہ پوائنٹ آف آرڈر ہے اور نہ ہی نکتہ ذاتی وضاحت، بلکہ آپ سے ایک درخواست ہے کہ اب یہ جو آپس میں cross the floor باتیں ہو رہی ہیں یہ نہیں ہونی چاہییں۔ کوئی ممبر پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہو کر تقریر جھاڑ دیتا ہے۔ یہاں ہر ممبر کو اپنا موقف بیان کرنے کا موقع ملے گا۔ وہ اپنی تقریر کے دوران جو اعتراضات کرنا چاہیں یا بجٹ پر نکتہ اٹھانا چاہیں وہ ان کا حق ہے لیکن کسی اور کی بات کو اس طرح سے کاٹ دینا مناسب نہیں ہے ۔ اس سے براہ مہربانی پرہیز کرنا چاہیے۔

جناب چیئرمین، جو بات آپ نے فرمائی ہے میں نے پہلے بالکل یہی گزارش کی ہے۔ مجھے توقع ہے کہ میری اس گزارش کے بعد اب دوبارہ اس کا موقع نہیں آئے گا۔ چودھری غلام احمد خان صاحب سے گزارش ہے کہ وہ بجٹ کے حوالے سے تقریر فرمائیں۔ چودھری صاحب تشریف نہیں رکھتے تو اب میں

مولوی محمد غیاث الدین صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ بجٹ کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ چودھری غلام احمد صاحب تشریف لے آئے ہیں۔ جی چودھری صاحب!

چودھری غلام احمد خان، جناب چیئرمین! میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے قلیل وقت میں مجھے موقع فراہم کیا ہے۔ جہاں تک بجٹ کا تعلق ہے دونوں اطراف سے خاصے حقائق اور حقائق سے ہٹ کر بھی باتیں ہوئی ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ان حالات میں جو موجودہ بجٹ پیش کیا گیا ہے اگر ہم اس کے تناظر میں دیکھیں تو یہ متوازن بجٹ ہے۔ لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کچھ علاقہ جات کو زیادہ فنڈز ملے ہیں اور کچھ کو کم ملے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں حکومتی مشینری کا عمل دخل زیادہ ہے کیونکہ منصوبہ بندی درحقیقت کسی بات کی ضمانت ہوتی ہے۔ جہاں پانی پینے کی قلت ہے وہاں پانی کو ترجیح دینی چاہیے' جہاں سڑکات کی حالت ناقص ہے' جہاں دریاؤں اور ندیوں کی صورت حال خراب ہے زمین برد ہوتی ہے فصل اور جانی نقصان ہوتا ہے۔ وہاں ان چیزوں کو ترجیح دینی چاہیے۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں کہ اگر ارکان سے اس سلسلے میں ان کی ترجیحات لے لی جائیں تاکہ جو یہ شور و غوغا اٹھا ہے یہ کبھی پیدا نہ ہو۔ مثلاً ہمارے علاقے میں نالہ ڈیک ہے جو پانچ اضلاع کو متاثر کرتا ہے سیالکوٹ ' نارووال ' گوجرانوالہ ' شیخوپورہ اور فیصل آباد۔ وزیر آب پاشی ہمیشہ یہ نوید تو سناتے چلے آئے ہیں کہ یہ NDP اور Bund Protection Scheme میں ڈالا گیا ہے۔ جو لوگ ہمیں یہاں بھیجتے ہیں وہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ حکومت کے وسائل کیا ہیں؟ ان کی ترجیحات کیا ہیں؟ بلکہ وہ یہ بھی باور نہیں کرتے کہ خزانہ خالی ہے' کیونکہ ان کی تربیت بھی ان خطوط پر کی گئی ہے کہ خزانہ کبھی خالی نہیں ہوا' بلکہ یہ حقائق کے برعکس ہے۔ تو اس میں ذمہ داری میری بھی ہے اور جو بھی حکومت ہو اس کی بھی ذمہ داری ہے' اس لیے ہمیں ایسا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے کہ جو سکیمیں منصوبہ بندی میں آئیں خواہ وہ طویل المدت ہوں یا قلیل المدت ہوں ان پر کسی طور کام شروع ہو جانا چاہیے تاکہ لوگ یہ باور کریں کہ حکومت ان کے مسائل سے باخبر ہے اور آگاہی رکھتی ہے اور یہ فلاح کا راستہ ہے اور اسی سے ہم سب کی نجات ہے۔ اگر لوگوں کے دلوں میں کوئی اور بات ہو اور کہنے کی بات کوئی اور ہو تو اس تضاد سے جو سیاسی ' معاشی اور اقتصادی نقصان ہوتا ہے ہم اس کا اندازہ نہیں کرتے۔

جناب والا! جہاں تک حکومت کی پالیسیز کا تعلق ہے مثلاً تعلیمی شعبہ میں جو امتحانات کا نظام ہے میرے نزدیک اگر نظام تعلیم درست کر لیا جائے تو ہمارے معاشرے کی تمام برائیاں روشنی کی

کرن کے سامنے ماند پڑ جائیں گی۔ یہ کوئی چھوٹی بات نہیں کہ امتحانات میں آج سے دو تین سال پہلے جو رجحان تھا' بلکہ 1993ء میں ہماری حکومت نے یہ سلسلہ شروع کیا کہ نقل اور بوٹی مافیا کا تدارک کیا جائے اور اس سال اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری حکومت نے خاطر خواہ نتائج برآمد کیے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تعلیمی لحاظ سے جو پالیسیاں بنتی ہیں ان کے اثرات کل مرتب نہیں ہوں گے' لیکن اگر ہم قومی نقطہ نظر کو سامنے رکھیں تو یقیناً دس بیس سال کے بعد ہم ایک قوم کا روپ دھار لیں گے۔ جب ہم قوم کا روپ دھار لیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہمارے مسائل جلد اور بہتر انداز میں حل ہو سکتے ہیں۔

جناب والا! جہاں تک کالا باغ ڈیم کا تعلق ہے۔ اس میں شروع سے ایک طبقے نے ابہام پیدا کیا ہے۔ بات یہ نہیں ہے کہ بات اس طرف سے آئی ہے یا اس طرف سے آئی ہے لیکن جو حقیقت ہے اسے ہم سب کو تسلیم کرنا چاہیے۔ کالا باغ معاشی' معیشی اور زرعی ترقی کے لیے پنجاب اور تمام پاکستان کے لیے ریڑھ کی ہڈی کا کام دیتا ہے۔ ہمیں سیاسی ابہام سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ اگر نیت نیک ہو اور لوگ ساتھ دیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وقت کبھی کبھی آتے ہیں۔ جو فیصلے لیے جائیں سوچ سمجھ کر لیے جائیں' ان پر عمل درآمد کرنا ہمارے لیے ضروری ہوتا ہے ۔ اس کے لیے ہماری حکومت نے جو بھی قدم اٹھایا ہے وہ قابل تحسین ہے اور ہم سب کو اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔

جناب والا! جہاں تک زرعی شعبے کا تعلق ہے۔ میرے دوستوں نے یہ کہا ہے کہ خاطر خواہ اہتمامات کیے ہیں میں اس سے اتفاق نہیں رکھتا۔ شاید وسائل کی کمی ہو۔ جہاں تک پالیسی کا تعلق ہے کہ جو نئے اضلاع قائم ہوئے ہیں ان میں سے آج تک ایک ضلع میں بھی Soil Testing Analysis Laboratory ایک جگہ بھی قائم نہیں ہوئی ہے۔ آج جب کوئی کہتا ہے کہ ہم چاند پر پہنچ گئے ہیں یا مریخ پر جانے کی تیاری کر رہے ہیں' تو جو زمینی مسائل ہیں ان کو بھی ہمیں انھی خطوط اور اسی سطح پر حل کرنا چاہیے۔ اگر اس سطح پر حل نہیں کریں گے تو ہماری غذائی ضروریات کبھی بھی پوری نہیں ہوں گی۔ آپ ہر بات کا کوئی ازالہ کر سکتے ہیں لیکن ہم پتے کھا کر گزارہ نہیں کر سکتے اور موجودہ دور میں گندم اور چاول ہماری staple foods ہیں جن کی ایکسپورٹ کبھی بھی کم نہیں ہو سکتی۔ جہاں تک مونجی کا تعلق ہے میں نہیں سمجھتا کہ کون سی ایسی مصلحتیں ہیں ۔ امریکہ نے باسمتی کا شوشہ چھوڑا ہوا

ہے۔ ہمارے دشمن نے تو اس سلسلے میں آواز بھی اٹھائی ہے اور وہ اس سلسلے میں انٹرنیشنل فورم پر بھی گئے ہیں۔ ہماری طرف سے تو آج تک نہ کسی ایوان زراعت نے اور نہ ہی حکومتی سطح پر اس کے متعلق کوئی آواز اٹھائی ہے۔ پاکستان کی باسمتی تو دنیا کی بہترین باسمتی مانی جاتی تھی۔ میں وزیر زراعت اور دوسرے ارباب اختیار سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ وہ کون سی مصلحتیں ہیں جس کی بنیاد پر پنجاب اور سندھ سے اس کے متعلق آواز نہیں اٹھائی گئی۔ کیونکہ امریکہ جو کچھ کر رہا ہے وہ ہمارے مفادات کے منافی ہے۔ وہ یہاں سے پنیری لے جاتا ہے اور اس پر اپنا لیبل لگا دیتا ہے اور اس کا نقصان بھی ہمیں ہوگا۔ جہاں ہم نے ایٹمی دھماکا کیا ہے وہاں باقی پالیسیوں کے متعلق بھی اور زراعت کے متعلق بالخصوص جرأت مندانہ اور قابل تحسین اقدامات کرنے چاہئیں۔

اس کے علاوہ جہاں تک ہماری زمین کا تعلق ہے اس میں تو آئے دن کمی واقع ہو رہی ہے۔ ہمارے ہاں ہر سال دریا اور ندی نالوں سے زمین برد ہو جاتی ہے۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اس سے جانی ومالی نقصان ہوتا ہے اور یہ نقصان کروڑوں نہیں اربوں کا ہوتا ہے۔ کیا حکومت اس کے متعلق کوئی جامع منصوبہ بندی نہیں کر سکتی کہ ان نقصانات کو کم کیا جائے؟ ایڈہاک ازم سے کبھی بھی بہتری نہیں ہوگی۔اس کے لیے مسلسل لگن سے اور خلوص نیت سے کام کرنا ہوگا' تب ہی ہم منزل کی سمت متعین کر سکیں گے۔بالخصوص میں نالہ ڈیک کے متعلق گزارش کروں گا' میں نے اس پر بارہاآواز بھی اٹھائی ہے۔ میں 1985ء سے ممبر چلا آ رہا ہوں اور اس ضمن میں کہتا چلا آ رہا ہوں' لیکن آج تک لوگوں کو یہ باور کروانے میں ہم ناکام رہے ہیں کہ ہم اس پر کچھ کرنے کے قابل ہیں' کچھ کر رہے ہیں یا نہیں کر رہے۔ اب بھی وقت ہے اور راجہ صاحب بھی بڑے منجھے ہوئے آدمی ہیں۔ اس کے علاوہ وزیر خزانہ بہت ہی تجربہ رکھتے ہیں' 1962ء سے وہ پارلیمنٹ کے ممبر چلے آ رہے ہیں۔ جن لوگوں کے کوئی جائز مسائل ہیں ان کے حل کے لیے کوشش کی جائے۔ ہمیں دوعملی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ جہاں تک میدانی علاقوں کا تعلق ہے' راجہ صاحب کی مشکلات اپنی جگہ ہیں' صدیق سالار صاحب نے تو بہت کچھ بتایا ہے' لیکن یہ جو سیوریج کا سسٹم جاری ہوا ہے اور دیہاتوں میں بھی یہ بیماری چلی گئی ہے اور ہمیں وہ جو نقصان پہنچا رہی ہے اس کے لیے سائنٹفک طریقے سے کوئی حل ڈھونڈنا ہوگا۔ ورنہ پانی کا sub soil level خراب ہو جائے گا اور پینے کا پانی تعفن زدہ اور کرم زدہ ہو جائے گا۔ قوم

hookworm اور دوسری بیماریوں میں مبتلا ہو کر ختم نہ ہو جائے۔ جناب والا! جب ذہن تندرست نہیں ہوگا تو جسم تندرست نہیں ہوگا تو ہم دفاع اور محنت مزدوری کیسے کریں گے' اس سلسلے میں میری یہ بھی گزارش ہے کہ حکومت کوشش کرتی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو تمام علاقوں میں وسائل کے اندر رہتے ہوئے کام کیا جائے۔ اعتراضات اگر ہوں گے تو پنڈی کے متعلق ہوں گے فیصل آباد کے متعلق ہوں گے گوجرانوالہ کے متعلق ہوں گے لاہور کے متعلق ہوں گے۔ اگر یہاں کام ہو جائے گا تو پھر سیالکوٹ' نارووال اور لودھراں کی بھی باری آ جائے گی۔ اس کے لیے ہمیں ترجیحات مقرر کرنی چاہئیں اور جلد از جلد کرنی چاہئیں تاکہ اراکین اور لوگوں کو بھی پتا ہو کہ یہ ہماری ترجیحات ہیں اور یہ ہمارے طویل المدت منصوبہ جات ہیں اور اس پر چل کر ہم 2000ء یا 2002ء تک اس حد تک کام کر سکیں گے۔

جناب والا! زراعت کے شعبہ میں ابھی بہتری کی بڑی گنجائش ہے۔ میں آپ کے توسط سے یہ استدعا کروں گا کہ اس پر باقاعدہ سائنٹفک ریسرچ ہونی چاہیے اور یہ نہیں ہونا چاہیے کہ انگریزی کے الفاظ کون ٹیڑھے منہ سے استعمال کرتا ہے اور کون سیدھے منہ سے استعمال کرتا ہے۔ وہ لوگ جو زراعت کو اچھی طرح سے سمجھتے ہیں' gross root سے سمجھتے ہیں اور جن کی پیدائش ہی زراعت ہے اور جن کے آج بھی وسائل زراعت ہیں۔ وہ سفید کالر لوگ خود اپنے کپڑے دھو کر گزر اوقات کرتے ہیں۔ جناب چیئرمین! ہماری مشکلات بہت زیادہ ہیں' ایک نہیں۔ اگر ہم staple food سٹور کر سکتے ہیں تو سبزیاں اور آلو سب سے جلدی تباہ ہونے والی فصلات ہیں۔ اس کے لیے حکومت سے میری یہ گزارش ہے کہ وہ فصلوں کی انشورنس کا سسٹم متعارف کروائے۔ آج آلو کو کوئی پوچھتا نہیں' ٹرکوں پر لاد کر ہم سڑکوں پر پھینکتے ہیں۔ منصوبہ بندی کی بھی یہ حد ہے کہ ایک سال اگر مرچ مہنگی ہو جاتی ہے تو تمام کاشت کار اس طرف راغب ہو جاتا ہے۔ جناب والا! اس کے لیے تدریس اور تجربے کی ضرورت ہے تاکہ ہم اس سے پورا استفادہ حاصل کر سکیں۔ قوم ترقی کی طرف اور منزل کی طرف گامزن ہو سکے۔ چلتے چلتے میں یہ بھی کہوں گا' وزیر آب پاشی صاحب ادھر تشریف نہیں رکھتے۔ شکرگزھ سے کچھ ہیوی مشینری چوری ہوئی ہے اور اس کے متعلق اخبارات میں بھی خبر آئی ہے اور مجھے یہ خدشہ ہے اور جیسا کہ لوگوں کا بھی کہنا ہے کہ وہ مشینری اگر پکڑی بھی گئی تو اس کا

کہیں مک مکا کا مسئلہ بھی چل رہا ہے۔ حکومت کو اس کے متعلق بڑے سخت اقدامات کرنے چاہئیں۔ اس میں خواہ میں ملوث ہوں یا الف ب ج ہو یا محکمے کا آدمی ہو ان کو کبھی بھی درگزر نہیں کرنا چاہیے۔ میں ان گزارشات کے ساتھ ہی آپ کا شکرگزار ہوں اور ایوان میں اپنے بھائیوں کا بھی شکرگزار ہوں جنھوں نے میری تقریر سننے کی زحمت گوارا کی۔ السلام علیکم۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔اب میں گزارش کر رہا ہوں مولوی محمد غیاث الدین صاحب سے۔

مولوی محمد غیاث الدین، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

و اقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان

شکریہ۔ جناب چیئرمین! اس عاجز کو میزانیہ 99-1998ء کے متعلق اظہار خیال کا موقع عطا فرمایا ہے ۔ اللّٰہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ وزن انصاف کے ساتھ قائم کرو اور میزانیہ کے اندر کسی قسم کا خسارہ نہ کرو۔ سالانہ میزانیہ یا ایک مدت کے لیے جو میزانیہ ہوتا ہے وہ خرچ اور آمدنی کا ایک ہدف ہوتا ہے۔ وہی قوم، وہی گھر، وہی ملک دوام اور استحکام حاصل کر سکتا ہے جو اپنے اخراجات کو اپنی آمدنی کے مطابق چلائے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ گزشتہ حکومتیں، جتنی بھی آئی ہیں ان میں سے اکثرو بیشتر نے آمدنی کے مطابق ملک کا خرچ نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے آج پاکستان کا بچہ بچہ تقریباً 18ہزار روپے کے لگ بھگ پیدا ہوتے ہی مقروض ہو جاتا ہے۔ اس وقت کا بجٹ بین الاقوامی اور بالخصوص ہمسایہ ملک کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے جن حالات میں پیش کیا گیا ہے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ موجودہ حکومت کا بہت بڑا حوصلہ ہے اور بڑی عقل مندی کا ثبوت دیا ہے۔ ہمارا ہمسایہ ملک توسیع پسندی اور ہوس گیری کے تحت پاکستان کو ایک نظر دیکھنا برداشت نہیں کرتا۔ ان حالات میں موجودہ حکومت نے جس طریقے سے یہ بجٹ پیش کیا ہے اور بچت کا سلسلہ قائم کیا ہے، یہ بجا ہے کہ کچھ لوگ بلا وجہ بھی اعتراض کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ مثلاً ڈیم کے سلسلے میں اب جو شور مچایا جا رہا ہے اور یہ کہا جا رہا ہے کہ اس سے سندھ کا نقصان ہوگا، سرحد کا نقصان ہوگا، حالانکہ پنجاب کی 55 فی صد آبادی کو بھی اس ڈیم سے نقصان ہوگا۔ حکومت جہاں ڈیم بنانا چاہتی ہے وہاں ان کی آبادی کا انتظام بھی ہو جائے گا۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہاں توانائی حاصل کرنے کے لیے جو بجلی پیدا ہوگی اس سے تمام عوام کا فائدہ ہوگا۔ ڈیم کا بننا بہت ضروری ہے۔ یہ پاکستان کی معیشت کے لیے ضروری ہے۔ زراعت

کے لیے ضروری ہے۔ کارخانوں کے لیے ضروری ہے۔ میں وزیر اعظم پاکستان کو مبارک باد پیش کرتا ہوں جنھوں نے ان نازک حالات میں جبکہ بین الاقوامی طور پر بالخصوص وہ حکومتیں جو اپنے آپ کو دنیا کے سامنے سپر طاقت کے طور پر پیش کرنا چاہتی ہیں۔ وہ طاقتیں دباؤ ڈال رہی تھیں کہ ہمیں ہندوستان کی کالونی بننے پر مجبور کر دیا جائے۔ موجودہ حکومت کا یہ کار نامہ ہے کہ انھوں نے یہ ثابت کر دیا کہ ہم عزت اور غیرت سے جینا چاہتے ہیں ہم کسی کے غلام بن کے رہنا پسند نہیں کرتے۔ میں موجودہ حکومت بالخصوص پنجاب کی حکومت کو مبارک باد پیش کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر ٹیکس کے متعلق کہا گیا مگر یہ بھی دیکھا جائے کہ اب ہم کن حالات سے گزر رہے ہیں۔ ان حالات کے تحت میں سمجھتا ہوں یہ بجٹ انتہائی مناسب بجٹ ہے۔ متوازن بجٹ ہے۔ میں یہ کوئی روایتی الفاظ اختیار نہیں کر رہا حالات ہی اس قسم کے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ میں ایک دو گزارشات کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر خزانہ صاحب یہاں پر موجود ہیں۔ اور اس ایوان میں موجود لوگوں کے ساتھ جب میل ملاپ ہوتا ہے تو جہاں زراعت پیشہ حضرات پس رہے ہیں وہاں ملازم طبقہ بھی اس وقت بہت پریشانیوں کا شکار ہوگیا ہے۔ اس ملازم طبقے کی ایک مخصوص آمدنی ہوتی ہے اور مدتوں سے یہ مخصوص آمدنی چلی آ رہی ہے۔ کافی عرصہ ہو گیا ہے ان کی تنخواہوں کے اندر کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ اس چیز سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مہنگائی دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ بین الاقوامی طور پر اس چیز کا خیال کرتے ہوئے میں یہ عرض کروں گا کہ ملازمین کا بھی ضرور خیال کیا جائے۔ ان کی تنخواہوں کی بڑھوتری کے متعلق بھی سوچا جائے۔ ایک ملازم ایک ادارے کے اندر کام کرنے والا اگر معاشی طور پر سکھی نہ ہوگا تو پھر وہ اس ادارے کی اصلاح نہیں کرسکتا۔ مجھے بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول یاد آیا کہ، انھوں نے کسی عالم سے یہ دریافت کیا کہ اسلام کے ارکان کتنے ہیں؟ عالم نے جواب دیا کہ اسلام کے ارکان پانچ ہیں۔ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نہیں، اسلام کے ارکان چھ ہیں۔ عالم نے کہا کہ نہیں پانچ ہیں کلمہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ۔ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ نہیں اسلام کے ارکان چھ ہیں۔ عالم صاحب نے کہا کہ جی ہم نے تو آج تک پانچ ارکان ہی پڑھے ہیں۔ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں، جو اسلام کا اصل رکن ہے اس کا تم ذکر نہیں کرتے، اسلام کا اصل رکن روٹی ہے۔

اگر پیٹ میں روٹی ہوگی تو آپ نماز بھی ادا کر سکتے ہیں حج بھی کر سکتے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے۔ جب تک معاشی طور پر کوئی قوم سکھی نہیں ہوگی اس وقت تک کوئی ادارہ' کوئی ملک ترقی نہیں کرسکتا۔ میں گزارش کروں گا کہ اس طرف ضرور دھیان دیا جائے۔ ملازم طبقہ بہت پریشان ہے۔ آج اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ملازم طبقہ ہی ٹیکس ادا کر رہا ہے۔ صنعت کار صحیح طریقے سے ٹیکس ادا نہیں کر رہے اس لیے کہ ملازم طبقہ کی آمدنی کا گورنمنٹ کو پتا ہوتا ہے وہ ان کو تنخواہ دینے سے پہلے ہی اس میں سے ٹیکس منہا کر لیتی ہے۔

ایک تو یہ بات جناب چیئرمین صاحب' میں عرض کرنا چاہتا تھا۔ دوسری بات جو میں کہنا چاہتا ہوں' زراعت کے سلسلے میں یہاں بڑی بحث ہوئی ہے۔ وزیر خزانہ صاحب اور موجودہ پنجاب حکومت نے زرعی معاملات کے اندر اصلاح کے معاملے میں جو تجاویز رکھی ہیں اور جو فنڈز رکھے ہیں یہ ایک بڑا کارنامہ ہے۔ اس سے پہلے میں نے 1985ء میں بھی زراعت کی بحث میں عرض کیا تھا کہ اس وقت تک زراعت کے مسئلے میں ہم ترقی نہیں کر سکتے جب تک پاکستان کی زرعی زمین کا تجزیہ نہ کیا جائے۔ جتنے بھی تحقیقاتی ادارے بنے ہیں وہ کاغذی طور پر کام کر رہے ہیں آج تک زمین دار کو یہ پتا نہیں لگا کہ اس وقت میری زمین کس فصل کے قابل ہے۔ اس میں کون سے جوہر ہیں جو ختم ہو گئے ہیں جن کا پورا کرنا ضروری ہے۔ ہمارے زمین دار اکثر و بیشتر اندھی زراعت کر رہے ہیں۔ جتنے بھی فیلڈ اسسٹنٹ ہیں یا زراعت کے معاملے میں جتنے بھی زرعی تحقیقاتی اداروں کے ساتھ تعلق رکھنے والے صائب الرائے ہیں وہ زمین داروں کی کوئی امداد نہیں کر رہے' سب کاغذی طور پر ہو رہا ہے۔ یہاں پر اخراجات تو بے انتہا ظاہر کیے جاتے ہیں' لیکن زمین دار کی عملی طور پر کوئی رہنمائی نہیں کر رہے۔ ایسے لوگ جو زمیندار کے ساتھ کوئی تعاون نہیں کر رہے وہ محکمے کے اندر رہنے کے قابل نہیں۔ ان انجینئروں کو' ان دانش مندوں کو وہاں رکھا جائے جو زمین داروں کو فائدہ پہنچا سکیں۔

سردار عاشق حسین گوپانگ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، جی پوائنٹ آف آرڈر۔

سردار عاشق حسین گوپانگ، جناب چیئرمین! میں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اتنی زور دار آواز میں تقریر کرنا مناسب نہیں ہے۔ یا تو سپیکر کی آواز کا لیول نیچے کریں۔ یا پھر آپ کی

وساطت اپنے محترم معزز بھائی کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ اپنی آواز کو آہستہ رکھیں اور آہستہ آواز میں بات کریں' کیوں کہ اتنی بلند آواز میں بات کرنے سے دوسرے disturb ہوتے ہیں۔ بہت مہربانی۔

جناب چیئرمین: جی۔

مولانا غیاث الدین، جناب چیئرمین صاحب! میرے فاضل دوست نے بجا کہا ہے۔ لیکن میرا دیہات کے ساتھ تعلق ہے دیہاتی ہمیشہ اونچی آواز سے ہی بولا کرتے ہیں۔ اور آج ماشاء اللہ جمعے کا دن بھی ہے۔ ایک جمعے کا دن ہی تو تھا کہ ہم تقریر کر لیا کرتے تھے۔ جمعے کی چھٹی ختم کرکے اب ہم جمعے کا خطبہ دینے سے بھی رہ گئے۔ ہمارے متعلق یہ خدشہ ہے کہ شاید جمعے کے اندر مولوی انتشار ہی نہ پیدا کریں۔ بہرحال گزارش یہ ہے کہ دیہاتی ہوں اور دیہاتیوں کی آواز ویسے ہی اونچی ہوتی ہے اور ہمارے گلے ویسے ہی بڑے صاف ہوتے ہیں۔ شہریوں کی طرح نہیں کہ دھوئیں سے ان کے گلے خراب ہو جاتے ہیں۔ گزارش یہ کر رہا تھا کہ زمین کا تجزیہ کرنا ضروری ہے۔ ہمیشہ دنیا کے ہر ملک کے اندر یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس وقت یہ زمین کس فصل کے قابل ہے۔ ہمارے ہاں تو عجیب معاملہ بنا ہوا ہے کہ کوئی expert پیدا نہیں ہوتے' ایک آدمی درانتی درست کر رہا ہے' اس کے پاس چلے جائیں تو وہ ٹیلی وژن بھی درست کر دے گا' وہ وی سی آر بھی درست کر دے گا اور وہ ادھر کھرپی بھی بنا رہا ہوتا ہے۔ یہی حال ہے زمین دار کا کہ اسی زمین میں ہم ٹماٹر بھی لگا رہے ہوتے ہیں' اسی زمین میں ہم دھان کی فصل بھی لگا رہے ہیں' اسی زمین میں ہم مٹر بھی لگا رہے ہیں سبزیاں لگا رہے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ یہ زمین اس قابل ہے بھی یا نہیں جس کی وجہ سے فصل کم ہو رہی ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ زمین کا تجزیہ ضرور کروایا جائے اور اس کے مطابق زمین دار کو ہدایات دی جائیں کہ اس وقت آپ یہ فصل اگائیں تو زیادہ ہوگی۔ زراعت کے معاملے میں وزیر خزانہ صاحب نے بجٹ میں یہ بھی کہا تھا کہ ہم خود انحصاری کے طور پر اپنی پرانی مشینری ہے اس کو درست کروائیں گے۔ ہم زرمبادلہ بچانے کے لیے اب نئی مشینری نہیں لائیں گے۔ یہ اقدام بھی بڑا اچھا ہے لیکن جیسے ابھی میرے فاضل دوست چودھری غلام محمد صاحب فرما رہے تھے کہ وہ یہ بھی خیال کریں کہ پرانی مشینری ڈپوؤں پر موجود ہے یا کہ چوری ہوگئی ہے۔ جناب چیئرمین! چودھری صاحب نے وضاحت نہیں کی۔ میرے حلقے کے اندر

پتا چلا ہے کہ اریگیشن کی تقریباً 4.5 کروڑ روپے کی مشینری چوری ہوئی ہے۔ لاہور سے تقریباً 130 کلومیٹر دور جا کر 9 ٹرالوں اور ایک کرین کے ذریعے وہ مشینری دن دہاڑے وہاں سے اٹھائی گئی ہے اور اسے چوری کیا گیا ہے۔ چوری کرنے والے بڑے با اثر قسم کے حضرات ہیں۔ اتفاق ایسا ہوا کہ چوری کرنے والوں کا کرائے کے معاملے میں ٹرالے والوں سے جھگڑا چل گیا اور اس نے شور مچا دیا۔ مشینری میں ہیوی قسم کے تین بلڈوزر اور بکٹ مشینیں تھیں' اس 4 S کروڑ روپے کی مشینری کا صرف 22 لاکھ روپے میں سودا ہوا تھا۔ وہ ایک مشین کی کانٹ چھانٹ کر کے بھٹی میں ڈالنے ہی والے تھے کہ لاہور کی پولیس وہاں پہنچ گئی۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ تحقیق کی جائے اور ان مجرموں کی نقاب کشائی کی جائے تاکہ ان مجرموں سے یہ پتا چل جائے کہ وہ گورنمنٹ کی اور کتنی مشینری اس طرح سے بیچ گئے ہیں۔ اتنی بے باکی اور اتنی بے خوفی کہ دن دہاڑے 4.5 کروڑ روپے کی مشینری اٹھائی ہے۔ فرضی نام رکھ کر اب پرچہ درج ہوا ہے' جس سے با اثر حضرات بچ رہے ہیں۔ یہاں پر اریگیشن کے وزیر نہیں بیٹھے' پتا نہیں ان کو کوئی کام پڑ گیا ہوگا۔ اس بجٹ بحث میں وزرائے کرام کو تو بالخصوص یہاں تشریف رکھنی چاہیے' ان کے محکمے کے متعلق تجاویز ہوتی ہیں۔ ان کا تو آپس میں وزیر اعلیٰ کے ساتھ تعلق رہتا ہے' شاید میں یہ سمجھتا ہوں کہ دن رات ان کے ساتھ تعلق رہنے کی وجہ سے ان کا مسئلہ تو آپس میں حل ہو جاتا ہے۔ ہمارا تو یہ معاملہ ہے کہ ما شاء اللہ وزیر اعلیٰ صاحب سے ہماری تو کبھی ملاقات ہوتی ہی نہیں۔ اب تو ہم ان کو دیکھنے کے لیے بھی ترس گئے ہیں۔ کبھی کبھار میٹنگ میں محفل ہو بھی جاتی ہے تو اب مسور کی دال کھلانا شروع کر دی ہے کہ یہ سارے ہی اندھے ہو جائیں اور وزیر اعلیٰ نظر ہی نہ آئیں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ وزراء کے سبب سے ہی ہماری بات ان تک پہنچ جائے۔

میں ایک دو باتیں علاقائی طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ہم بارڈر کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہیں۔ میں اس ہاؤس کی وساطت سے وفاقی حکومت تک یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بارڈر سے تعلق رکھنے والوں کو لکڑی سے ہل بنانے اور زراعت میں استعمال ہونے والے لکڑی کے آلات بنانے کے سلسلے میں بہت تکلیف ہوتی ہے۔ ہم وہاں سے کوئی درخت کاٹ نہیں سکتے' درخت کاٹنا تو درکنار مسواک کاٹیں تو ہم پر 188 کے پرچے ہو جاتے ہیں۔ ہم مدت سے یہ عرض کرتے چلے آ رہے ہیں کہ بارڈر ایریا

والوں کے لیے اس معاملے میں کچھ سہولت پیدا کریں۔ درختوں کی مدت مقرر کرلیں۔ ایک ایکڑ میں اتنی عمر کے اتنے درخت چاہییں۔ میں جانتا ہوں کہ دفاع کے لیے درخت ضروری ہیں' لیکن اسکے ساتھ ساتھ ہماری ضرورتوں کا بھی خیال رکھا جائے۔

میں دوسری بات یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارا بارانی علاقہ ہے اور ہمارے ہاں اکثر بارشیں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ بارشوں میں برساتی نالوں کی وجہ سے زمین بہت خراب ہوتی ہے۔ اس وقت پاکستان میں ہماری تحصیل گندم اور چاول پیدا کرنے میں بہت آگے نکل چکی ہے' باوجود اس کے کہ علاقہ بارانی ہے۔ اگر اس زمین کو ہموار کر دیا جائے' تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ پاکستان میں تحصیل شکرگڑھ سب سے اعلیٰ گندم اور سب سے اعلیٰ چاول پیدا کر سکتا ہے۔ آپ اس وقت بھی پیداوار دیکھ لیں' لیکن زمینیں دن بدن خراب ہوتی جا رہی ہیں' بالخصوص بئیں نالے نے تو ہزاروں ایکڑ زمین برباد کردی ہے۔ ہم نے کئی مرتبہ کہا ہے۔ شکرگڑھ شہر بالکل اس کی زد میں آچکا ہے۔ اگر آپ اس کا کوئی بندوبست نہ کریں گے تو پھر شکرگڑھ شہر کی زمینیں جس طرح سے برباد ہوتی چلی جا رہی ہیں' زراعت کم ہوتی چلی جائے گی اور لوگوں کو مصیبتیں ہوں گی۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ بئیں نالہ برسات کے دنوں میں باقاعدہ دریا کی صورت اختیار کرتا ہے اور اس کا پانی دریائے راوی سے زیادہ ہوتا ہے۔ ایک اور بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ہاں نہراں کوٹ بند' حاجی پور گجراں بند جس میں کروڑوں روپے' اتنے روپے وہاں پر گئے ہیں کہ اگر ان روپوں کا وہ بند بنایا جاتا تو وہ روپوں سے بنا ہوا بند آج کے مٹی کے بنے ہوئے بند سے زیادہ مضبوط ہو جاتا۔ اریگیشن والوں نے ٹھیکے داروں کے ساتھ مل کر ایسا کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان میں دوسرے نمبر پر وہاں بجٹ خرچ ہوتا ہے۔ ہمارے صدر صاحب جو رواں دواں ہو گئے ہیں' ڈیرہ غازی خان میں ان کے علاقے کے اندر بجٹ خرچ ہوا تھا یا شکرگڑھ کے اندر بند پر زیادہ بجٹ خرچ ہوتا ہے۔ اگر اس مرتبہ اس بند کی جانب توجہ نہ دی گئی تو ہزاروں ایکڑ اراضی دریائے راوی کی زد میں آجائے گی۔

جناب چیئرمین! میں آخر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور حکومت اور وزیرخزانہ کو ان حالات میں ایسا بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین، شکریہ جی۔ اب میں سردار سعید انور صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ بجٹ کے

حوالے سے تقریر فرمائیں۔

سردار سعید انور، نحمدہ ونصلی علی رسول الکریم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

میں سب سے پہلے قائد محترم اور قائد پنجاب کو ایٹم بم کے دھماکے اور کالا باغ ڈیم بنانے کے اعلان پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین! آج کالا باغ ڈیم ہمارے ملک کی ضرورت بن چکا تھا۔ کوئی بھی سربراہ یہ ذمہ داری لینے کے لیے تیار نہیں تھا' لیکن قائد محترم پر آفرین ہے کہ انھوں نے تمام تر مصلحتیں اور مشکلات دیکھنے کے باوجود کالا باغ ڈیم کا اعلان فرمایا اور کہا کہ کالا باغ ڈیم ہر قیمت پر بنے گا۔ ان شاء اللہ۔

جناب چیئرمین! جناب وزیر خزانہ صاحب نے بہت متوازن بجٹ پیش کیا ہے۔ اس میں میری بھی چند آراء ہیں۔ جناب وزیر خزانہ صاحب نے ہیلتھ کے مسئلے میں فرمایا ہے کہ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتالوں میں ادویات کے لیے 36 کروڑ روپے رکھے ہیں اور شہری علاقوں میں 40 کروڑ 71 لاکھ روپے رکھے ہیں۔ 80 فی صد آبادی کے لیے 36 کروڑ روپے اور 80 فی صد آبادی کی غربت کو آپ بھی جانتے ہیں اور ہم سب بھی جانتے ہیں اور شہری علاقوں میں 40 کروڑ 71 لاکھ روپے رکھے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب یہ غیر منصفانہ تقسیم ختم ہونی چاہیے۔ اب ہر غریب آدمی کو اس کا حق ملنا چاہیے۔ THQ ہسپتال میں جب ادویات کا بجٹ لاکھ' لاکھ رکھا ہوتا ہے تو اس لاکھ' لاکھ کے بجٹ کا کیا فائدہ! اس میں اسپرین اور ڈسپرین ملتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ دیہی علاقوں میں رہنے والوں کے ساتھ زیادتی ہے۔ اس لیے اس معاملے میں کم از کم انصاف ہونا چاہیے۔

جناب چیئرمین! ہماری حکومت نے زراعت کے سلسلے میں بہت مستحسن اقدام کیے ہیں اور الحمد للہ گندم کی فصل اس کا منہ بولتا ثبوت ہے' لیکن میں اس سلسلے میں یہ عرض کروں گا کہ pesticides کے مسئلے میں حکومت سخت سے سخت اقدام کرے' کیوں کہ pesticides میں اتنی ملاوٹ ہوتی ہے کہ وہ کیڑے مارنے کی بجائے فصلیں تباہ کر دیتی ہے۔ اس سلسلے میں مزید کام کی ضرورت ہے۔ قائد پنجاب نے ٹریکٹر پر سب سڈی کا جو اعلان کیا ہے اس پر کل یہاں میرے کچھ بھائیوں نے کہا تھا کہ سب سڈی والا ٹریکٹر پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک کے ذریعے تقسیم کرنا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ غریب کسان کے ساتھ یہ بہت بڑی زیادتی ہے۔ کواپریٹو بنک ایک سوسائٹی بناتا ہے'

یہ اس سوسائٹی کو دے دیں گے۔ سوسائٹی میں جتنے گھپلے ہیں وہ ہم سب جانتے ہیں۔ اس کا کوئی مناسب انتظام ہونا چاہیے کہ جس سے مستحق کسان یہ ٹریکٹر حاصل کر سکیں اور قائد پنجاب کو دعائیں دے سکیں۔

جناب چیئرمین! آب پاشی کے نظام میں موثر تبدیلی کی ضرورت ہے۔ قائد پنجاب کوشش تو کر رہے ہیں، لیکن ابھی ٹیلوں تک پانی نہیں پہنچا ہم چاہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں مزید محنت کی جائے اور ناجائز موگھے ختم کیے جائیں۔ جس سے ٹیلوں تک پانی پہنچ سکے۔

جناب چیئرمین! تعلیم کے سلسلے میں قائد پنجاب نے بوٹی مافیا کا تو خاتمہ کر دیا ہے۔ یہ بڑا مستحسن قدم ہے۔ لیکن تعلیم عام اور سستی کرنے کے لیے مزید توجہ دینی چاہیے، نصاب کو کم سے کم کرنا چاہیے۔ کیونکہ اتنا بڑا بستہ طالب علم لے کر چلتا ہے، جو اس کے لیے اٹھانا مشکل ہے۔ اس سلسلہ میں نصاب کی طرف توجہ دی جانی چاہیے۔

جناب چیئرمین! اس کے بعد میں اپنے علاقائی مسائل کی طرف آتا ہوں۔ جناب چیئرمین! سمجھ نہیں آتی کہ ہمارے ساتھ یہ زیادتی کب تک چلتی رہے گی؛ کیا criteria ہے کہ جس کے تحت ہم بھی اپنے علاقے کی خدمت کر سکیں؛ جناب چیئرمین! پچھلے بجٹ اجلاس میں میں نے گزارش کی تھی۔ اس کے بعد قائد پنجاب نے چیئرمین پی اینڈ ڈی کو واضح طور پر آرڈر دیا تھا کہ کمالیہ کے لیے ڈرینج سکیم فیز III جاری سکیم ہے، اس کے لیے فنڈز رکھے جائیں۔ چیئرمین پی اینڈ ڈی نے اس کے بعد میرے ساتھ وعدہ کیا کہ اس بجٹ میں تو ہم نہیں رکھ سکتے، لیکن 99-1998ء کے بجٹ میں ضرور رکھیں گے۔ ہماری تو آنکھیں ڈرینج سکیم کمالیہ کو ڈھونڈتے ہوئے ترس گئیں، لیکن وہاں اس کا وجود نہیں تھا۔ جناب چیئرمین! ہمیں بتایا جائے کہ ہم علاقے میں جا کر کیا کریں گے۔ ہم سے قائد پنجاب سے بڑھ کر کون وعدہ کر سکتا ہے۔ قائد پنجاب نے وعدہ کیا، ہم نے علاقوں میں سر اٹھا کر وعدہ کر لیا۔ بلکہ انھیں خوش خبری دے دی کہ آپ کا یہ کام ہو گیا ہے۔ لیکن سمجھ نہیں آتی کہ کیا طریقہ اختیار کیا جائے جس طریقے سے یہ کام ہوتے ہیں؛ یہ ہمارے ساتھ، ہمارے علاقے کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے اور میں جناب وزیر خزانہ صاحب سے گزارش کروں گا کہ ڈرینج سکیم فیز III کمالیہ ضرور بالضرور بجٹ میں شامل کریں۔

جناب چیئرمین! اس کے بعد کمالیہ کے لیے ایک ٹیکنیکل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ کا منصوبہ تھا۔ اس منصوبے پر 10 لاکھ روپیہ خرچ ہو چکا تھا۔ پچھلے دنوں وہ منصوبہ drop کیا گیا' پھر میں سیکرٹری تعلیم سے ملا۔ انھوں نے پتا نہیں کہاں سے ڈپٹی سیکرٹری ڈھونڈ کر بٹھایا ہوا ہے۔ لوگوں کو تو extension نہیں ملتی اسے پتا نہیں کہاں سے extension دے دیتے ہیں۔ وہ سفید ہاتھی' اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا کہ یہ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ لیکن اس بجٹ میں وہ پھر ختم ہو گیا ہے۔ وہ منصوبہ ختم کر دیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یا ہمارا وہ منصوبہ شروع کریں یا وہ 10 لاکھ روپیہ اس ڈپٹی سیکرٹری ٹیکنیکل سے وصول کریں۔ اس نے یہ منصوبہ drop کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارا یہ منصوبہ شروع کیا جائے۔

جناب چیئرمین! کام تو ہمارے ہوتے نہیں ہیں اور میرا مخالف اعلان کرتا پھرتا ہے کہ دیکھو' جو منصوبے میں نے شروع کیے تھے' وہ یہ منصوبے drop کروا رہا ہے۔ کم از کم یہ تو ہو جانے کہ وہ منصوبے تو چلتے رہیں۔ ہم یہ تو کہہ سکیں کہ منصوبے چل رہے ہیں۔ ہمیں کچھ ضرور ملے گا۔ اس کے علاوہ کمالیہ میں ایک لاکھ کی آبادی کے لیے صرف ایک گورنمنٹ گرلز ہائی سکول ہے۔ بات پھر وہی ہے کہ قائد پنجاب کو اس پر آرڈر فرمائے ہوئے ایک سال ہو گیا ہے۔ آرڈرز کے بعد محکمہ تعلیم نے وہ سکیم محکمہ خزانہ میں بھیج دی۔ اس میں بات کیا تھی کہ صرف چند ٹیچرز کی تنخواہ تھی۔ ایک لاکھ روپے کا بجٹ ایک سال کے لیے مانگا گیا تھا۔ وہ سکیم ایسی تھی کہ low cost basis پر سکول کو اپ گریڈ کیا جا رہا تھا۔ وزیر اعلیٰ نے آرڈر فرما دیے' محکمہ تعلیم نے اس پر agree کر کے محکمہ خزانہ کو بھیج دیا۔ مجھے پیچھا کرتے ہوئے ایک سال ہو گیا ہے۔ وہ منصوبہ اس بجٹ میں بھی نہیں ڈالا گیا۔ جناب چیئرمین! ہمیں بتایا جائے کہ ہمارے ساتھ یہ ناانصافی کب تک ہوتی رہے گی' ہم اپنے علاقوں میں جا کر کیا منہ دکھائیں گے؟ ہم اتنی ساری کتابیں لے کر اپنے علاقوں میں جا رہے ہیں۔ ہم کیا دکھائیں گے کہ ان میں ہم اپنے علاقوں کے لیے کیا لائے ہیں؟ وہ چیزیں کم از کم' جو قائد پنجاب نے ہمارے ساتھ وعدہ فرمایا ہے' وہ تو ہمیں ملنی چاہیے تھیں۔ یہ سمجھ نہیں آتی اور وزیر خزانہ صاحب نے فرمایا تھا کہ بیوروکریسی کنٹرول میں ہے۔ اگر بیوروکریسی کنٹرول میں ہے تو قائد پنجاب کے حکم سے بڑھ کر کون سا حکم یہاں نافذ ہوتا ہے۔ میں ان تینوں چیزوں کے تحریری ثبوت دیتا ہوں۔ قائد پنجاب کے کمالیہ ڈرینج سکیم کے اور گرلز

سکول کی اپ گریڈیشن کے بھی آرڈر ہیں۔ وہ منصوبے ایک سال سے فائلوں میں دبے پڑے ہیں۔ جناب چیئرمین! ہمیں بتا دیا جائے کہ ہم یہاں کوئی ڈیلیاں لینے کے لیے نہیں آتے اور نہ ہمیں ڈیلیاں لینے کا شوق ہے۔ اگر کام نہیں ہوتا تو ٹھیک ہے۔ کم از کم ہم اپنے عوام میں تو بیٹھے ہوں گے' اپنے ووٹرز میں تو بیٹھے ہوں گے۔ ہم اپنے گھر آرام اور سکون سے بیٹھ جاتے ہیں۔ ہمارا یہاں آنے کا مقصد ہے کہ ہم لوگوں کے مسائل حل کر سکیں' اس لیے میں جناب چیئرمین! آپ کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ صاحب سے گزارش کروں گا کہ خدارا' ہم پر رحم کریں اور ہمارے یہ مسائل ضرور بالضرور حل فرمائیں۔

جناب چیئرمین! میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے میری یہ چند تلخ گزارشات بڑے صبر اور سکون سے سنیں اور آخر میں آپ کے توسط سے پھر یہی گزارش کروں گا کہ وزیر خزانہ صاحب ہمارے یہ مسائل حل فرمائیں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ اب چونکہ وقت بہت مختصر رہ گیا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ تین منٹ میں اگلے مقرر تقریر فرما سکیں گے۔لہذا اب اجلاس کل ہفتہ 20 جون صبح ساڑھے نو بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

ہفتہ' 20- جون 1998ء

(شنبہ' 24- صفر المظفر 1419ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس' اسمبلی چیمبر' لاہور میں صبح 9 بج کر 50 منٹ پر زیر صدارت جناب ڈپٹی سپیکر (سردار حسن اختر موکل) منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری سید صداقت علی نے حاصل کی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴿۱۰۴﴾
وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴿۱۰۵﴾
يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا
الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴿۱۰۷﴾
تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ﴿۱۰۸﴾

سورۃ ال عمران 104 تا 108

اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے منع کرے یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں٥ اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہو گئے اور احکام بین آنے کے بعد ایک دُوسرے سے (خلاف و) اختلاف کرنے لگے یہ وہ لوگ ہیں جن کو (قیامت کے دن) بڑا عذاب ہوگا٥ جس دن بہت سے مُنہ سفید ہوں گے اور بہت سے سیاہ تو جن لوگوں کے منہ سیاہ ہوں گے (اُن سے اللہ فرمائے گا) کیا تم ایمان لا کر کافر ہو گئے تھے؟ سو (اب) اس کفر کے بدلے عذاب (مزے) چکھو٥ اور جن لوگوں کے مُنہ سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت (کے باغوں) میں ہوں گے اور اُن میں ہمیشہ رہیں گے٥ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تم کو صحت کے ساتھ پڑھ کر سُناتے ہیں۔ اور اللہ اہل عالم پر ظلم نہیں کرنا چاہتا٥

و ما علینا الا البلاغ٥

مجلس قائمہ برائے مال کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب سعید احمد چودھری، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

> کہ مسودہ قانون (ترمیم) پنجاب حصول اراضی مصدرہ 1998ء (مسودہ قانون نمبر 3 بابت 1998ء) پیش کردہ حاجی عبدالرزاق ایم۔پی۔اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مال کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 جولائی 1998ء تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

میزانیہ بابت 99 - 1998ء پر بحث

جناب ڈپٹی سپیکر، بجٹ پر بحث کا آغاز ہوتا ہے۔ سردار اویس احمد لغاری صاحب۔

سردار اویس احمد خان لغاری، اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اس معزز ایوان کے سامنے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا ہے۔ محترم وزیر خزانہ کی طرف سے پیش کردہ بجٹ سال 99-1998ء پر بحث کا آج تیسرا روز ہے۔ مذکورہ بجٹ پر قائد حزب اختلاف کی طرف سے جو اعتراضات سامنے آئے ہیں وہ بہت مضبوط ہیں' جب کہ یہ ایک فطری بات ہے کہ حکمران جماعت کے معزز ارکان اس بجٹ پر داد کے ڈونگرے برسا رہے ہیں۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کا بجٹ صوبے کے معاشی حالات اور تقاضوں کو مدنظر رکھ کر نہیں تیار کیا گیا۔

جناب آصف علی ملک، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی۔

جناب آصف علی ملک، جناب سپیکر! میری موذبانہ گزارش ہے کہ قواعد و ضوابط کے مطابق اور رسم کے مطابق کسی رکن کو پڑھ کر تقریر نہیں کرنی چاہیے' نوٹس ہی لینے چاہییں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' آپ کا پوائنٹ صحیح ہے۔ میرے خیال میں وہ نوٹس ہی لے رہے ہیں۔جی' لغاری صاحب۔

سردار اویس احمد خان لغاری، جناب سپیکر! یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ رواں سال کے دوران

وصولیوں کی اہداف پورے نہیں کیے جا سکے۔ اس سے نہ صرف حکومت پنجاب کی نااہلی ثابت ہوتی ہے' بلکہ حقائق اور بجٹ کے اعدادوشمار کا باہمی تضاد اور فاصلہ بھی نظر آتا ہے۔ حکومت جو بلند و بانگ دعوؤں کے ذریعے زراعت کے شعبے کو اپنی اولین ترجیح قرار دے رہی ہے اور انھوں نے اپنی تقریر کے اندر کہا ہے کہ زراعت ہمیں ہردل عزیز ہے۔ یہ ایک بڑی حیران کن چیز ہے' کیونکہ پچھلے ایک سال کے اندر زراعت کے شعبے میں حکومت نے جو دعوے کیے تھے' جو انھوں نے اپنے لیے اہداف مقرر کیے تھے' اس میں سے پچھلے سال کے دوران انھوں نے کچھ بھی حاصل نہیں کیا۔ ہماری زرعی پیداوار میں کاٹن کے اندر کوئی خاص اضافہ نہیں ہوا' بلکہ کمی ہوئی ہے۔ ہماری کاٹن کی پیداوار کے پورے علاقے میں اور پنجاب کے اندر ریسرچ کر کے سائنس دان کوئی اس قسم کی ورائٹی سامنے نہیں لے کر آئے جس سے کاٹن کی پیداوار میں اضافہ ہو' بلکہ جو virus resistant variety کی بڑی زبر دست مہم شروع ہوئی تھی اس کے بھی پنجاب میں کسی قسم کے نتائج ہمارے سامنے نہیں آئے۔ ان حالات میں جو ہماری معیشت کے اندر زراعت کی جو participation تھی اس سے نہ ہمارے ملک کی معیشت میں اضافہ ہوا ہے اور نہ ہی ہماری معیشت کو کسی قسم کا فائدہ ہوا ہے۔ تقریباً تمام محکموں میں ملازمین کی تنخواہیں یا تو ایک دم سے بڑھا دی گئی ہیں یا پھر اتنی کم کر دی گئی ہے کہ حیران کن اعدادوشمار سامنے آتے ہیں۔ غالباً اس کتاب کے اندر misprint ہے' لیکن اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ایک دم یا کمی کر دی گئی ہے یا بہت زیادہ بڑھا دی گئی ہے۔ اس طرح کے اقدام سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ حکومت کی منشاء کیا ہے۔ کیا یہ اعدادو شمار تیار کرتے وقت غلطی ہوگئی یا جان بوجھ کر یہ تضاد پیدا کیا گیا ہے۔ اس نکتے کی طرف محترم قائد حزب اختلاف بڑی وضاحت کے ساتھ اشارہ کر چکے ہیں۔

محترم وزیر خزانہ کی طرف سے اس ایوان میں پڑھی جانے والی بجٹ کی تقریر کے پیرا 43 میں پانچ ارب روپے کی لاگت سے میونسپل فنڈ 99-1998ء کے اجراء کا اعلان کیا گیا ہے۔ وضاحت کے طور پر یہ انکشاف بھی کیا گیا کہ یہ رقم ورلڈ بنک کے تعاون سے حاصل ہوگی۔ محترم وزیر خزانہ کی اطلاع کے لیے عرض یہ ہے کہ ورلڈ بنک اپنے ایک حالیہ اعلان میں ہماری امداد سے کافی حد تک ہاتھ کھینچ چکا ہے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ بجٹ میں شامل اس طرح کے جو ہوائی دعوے کیے گئے ہیں' بہت عرصہ پہلے خصوصی طور پر کیے گئے تھے۔ جن کا موجودہ صورت حال سے کوئی تعلق نہیں۔ یا صرف حقائق

سے آنکھیں چراتے ہوئے محض حجم کو بڑھانے کی غرض سے' اس نوعیت کے بے بنیاد دعوے شامل بجٹ کر دیے گئے ہیں۔ بجٹ میں پنجاب کے جن علاقوں میں ترقیاتی کاموں اور سڑکوں وغیرہ کے لیے بھاری اعدادوشمار والے اخراجات کے دعوے کیے گئے ہیں۔ ان کی تکمیل کے لیے سرمایہ کہاں سے آئے گا؟ کس طرح آئے گا؟ اور اس کی کوئی جامع وضاحت بالکل نہیں ہوسکی۔ چالاکی کا مظاہرہ اس طرح کیا گیا کہ وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم کی ذاتی ملکیت رائے ونڈ فارم پر حکومت پنجاب جو بے تحاشہ اخراجات کر رہی ہے' ان کو چھپا لیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ ان کی جو رائے ونڈ کی جاگیر ہے۔ اس کے اردگرد کے علاقے کو جدید ترین علاقے میں تبدیل کرنے کے لیے پنجاب کی حکومت اپنا پورا زور لگا رہی ہے۔ مہنگی اور کشادہ سڑکوں کا ایک جال اس علاقے کے اندر بچھایا جا رہا ہے۔ خصوصی طور پر حکومت پنجاب کی ہدایت پر ایل۔ڈی۔اے نے جدید ترین سہولیات سے لیس --- ٹاؤن کے لیے رائے ونڈ سے ملحقہ 1700 ایکڑ اراضی خریدی ہے۔ اس سے پہلے خصوصی پلاننگ کے ساتھ شریف خاندان نے اس اراضی سے ملحقہ 150 ایکڑ خریدے۔

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر خزانہ: آپ نے فاضل رکن کو ایک رعایت دی کہ ان کی لکھی ہوئی تقریر کو آپ نے نوٹس کہا۔ جسے وہ پڑھ بھی نہیں سکتے۔ وہ اپنے لکھے ہوئے پر رک جاتے ہیں۔ آپ اب تو اس چیز کا نوٹس لیں۔ ہمیں ان کے خیالات سننے کا شوق ہے۔ لیکن وہ اپنے خیالات کا اظہار کریں' تقریر نہ پڑھیں۔

سردار اویس احمد خان لغاری: سر! میں exactly تقریر پڑھ نہیں رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ اسی لیے کہہ رہے ہیں کہ میں پڑھی ہوئی بات نہیں کر رہا' سوچ کر کر رہا ہوں۔

وزیر خزانہ: میں نے اسی لیے عرض کیا ہے کہ ہمیں تو ان کے الفاظ سننے کا شوق ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ویسے میری یہ درخواست ہے کہ آپ سنیں تو سہی کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔

وزیر خزانہ: ہمیں شوق ہے کہ وہ یہاں ضرور کچھ کہیں' لیکن خود کہیں' کسی کا لکھا ہوا نہ پڑھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کسی کا لکھا' سنیں تو سہی وہ کیا کہتے ہیں۔

وزیر خزانہ: ظاہر تو یہی ہوتا ہے کہ جب وہ لکھے ہوئے کو نہیں پڑھ سکتے تو ان کا اپنا لکھا ہوا نہیں

ہے۔

سردار امجد حمید خان دستی، جوان آدمی ہیں۔ پہلی بار ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی سردار امجد حمید خان دستی صاحب فرما رہے ہیں کہ جوان آدمی ہے۔ پہلی بار اٹھا ہے۔ اس کو پڑھنے کی اجازت دے دیں تا کہ اس کے جوابات ہم دے سکیں۔

سردار اویس احمد خان لغاری، جناب سپیکر! یہ غلط بات ہے۔ میں پہلی دفعہ نہیں اٹھا' میں اس سے پہلے اس ایوان کے اندر اپنی تقریر کر چکا ہوں۔ جس کے اوپر وزراء نے بڑے زبردست comments بھی دیے تھے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ مہربانی فرمائیے اور کوشش کیجیے کہ بغیر پڑھے آپ تقریر کریں۔ اعداد و شمار دیکھ لیجیے کیونکہ وقت بہت کم ہے۔ آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔ کوشش کریں کہ اعداد و شمار پڑھیں' باقی اپنے خیالات کا اظہار اپنے ذہن سے کیجیے۔

سردار اویس احمد خان لغاری، جناب سپیکر! ان لوگوں نے رائے ونڈ فارم اور رائے ونڈ کی جاگیر کی قیمت بڑھانے کے لیے اس کے ارد گرد ڈویلپمنٹ کر رہے ہیں۔ اور یہ ان کا بہت پرانا حربہ رہ چکا ہے کہ جہاں ان لوگوں کی اپنی جائیداد ہوتی ہے' وہاں ہر قسم کی ڈویلپمنٹ کر کے ان علاقوں کی قیمت بڑھاتے ہیں۔ اس لیے پنجاب کے بہت سارے فنڈز اس وقت وہاں خرچ ہو رہے ہیں۔ حالانکہ آپ اس وقت پنجاب کی سڑکوں کی حالت دیکھیں۔ پنجاب کے اندر کہیں بھی سڑکوں کی حالت اس قابل نہیں کہ انسان اپنی گاڑی کا نقصان کیے بغیر پھر سکے۔ لوگوں کو بہت مشکلات آ رہی ہیں اور یہ لوگ اپنے ایک ہی علاقے کے اندر سارے فنڈز خرچ کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! پولیس کے اوپر جتنے اخراجات ہو رہے ہیں۔ نئی قسم کی جو فورسز قائم کی جا رہی ہیں اور جتنے فنڈز ان پر استعمال ہو رہے ہیں۔ اس کے مقابلے میں پولیس کی جو کارکردگی اور پنجاب کے اندر امن و امان کی صورت حال اتنی بری اور اتنی خوف ناک قسم کی ہے کہ شہری اب پنجاب کے اندر اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتے ہیں۔ جناب سپیکر! اتنے برے حالات ہیں کہ ان سارے اخراجات کے ساتھ ساتھ ان کو اپنی کارکردگی بہتر بنانی چاہیے۔

جناب سپیکر! اب میں اس موضوع کی طرف آتا ہوں۔ جو اس وقت پاکستان کے اندر

اخبارات میں اور ہر ایوان کے اندر بہت زیادہ heated up issue ہے۔ وہ کالاباغ ڈیم کا issue ہے۔ اس میں اتنی غیر ذمہ داری سے وزیر اعظم نے آ کر ایک دم ٹیلی ویژن پر اعلان کیا۔ وہ ہمارے پورے ملک کے لیے کافی تشویش ناک ہے۔ کالاباغ ڈیم ایک ایسا پراجیکٹ ہے' جو ہمارے ملک پاکستان کے لیے بہت زیادہ ضروری ہے' لیکن کالاباغ ڈیم اس وقت ضروری ہے اور اس وقت فائدہ مند ہے کہ جب ہمارے پورے ملک کے اندر اس کے اوپر اتفاق رائے ہو۔ کالاباغ ڈیم کا ایک دم اعلان کر دینا اور پھر آٹھ دس دن کے بعد وزیر اعظم کی اپنی سٹیٹمنٹ دینا۔ ہم تو بڑے خوش ہیں کہ وہ ان آٹھ دس دنوں میں بڑے ذمہ دار ہوئے ہیں کہ انھوں نے اب کہا ہے کہ اتفاق رائے کے بغیر نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن مجھے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیراعظم کے درمیان اس issue پر بڑے زبردست اختلافات ہیں اور ان کی آپس میں کوئی لڑائی ہو چکی ہے۔ ایک طرف وزیر اعظم کہتے ہیں کہ کالا باغ ڈیم اتفاق رائے سے بننا چاہیے۔ ایک طرف وزیر اعلیٰ کسی سڑک کے افتتاح کے موقع کے اوپر بیانات آ رہے ہیں کہ کالاباغ ڈیم ہر قیمت پر بنے گا۔ وزیراعظم کے ایک فنڈ کا اعلان کرنے سے پہلے' جو کہ ہمیشہ فیڈرل حکومت شروع کرتی ہے۔ میاں شہباز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب نے اعلان کر دیا ہے کہ یہ فنڈ ہم کھولیں گے۔ آپ اس سے اور صوبوں کو اشتعال کیوں دلا رہے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب! wind up کر لیں۔ آپ کے پاس ڈیڑھ منٹ باقی ہے۔

سردار اویس احمد خان لغاری: جناب سپیکر! جب میں تقریر کر رہا تھا تو اس میں ڈیڑھ دو منٹ تو ان لوگوں نے بھی لیے ہیں۔

وزیر اعلیٰ پنجاب کالاباغ ڈیم کے متعلق اتنی غیر ذمہ داری کے ساتھ سٹیٹمنٹ دے کر ہمارے پنجاب کے عوام کو جو کہ پاکستان کے سب سے بڑے محب وطن ہیں۔ ان کو استعمال مت کریں اور اس طرح اس ایوان کا استحقاق بھی مجروح نہ کریں' جو لیڈر آف دی ہاؤس ہیں۔ وہ اس قسم کی سٹیٹمنٹ دے رہے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ کالاباغ ڈیم بنے' لیکن آپ اس کے راستے کے اندر رکاوٹیں کھڑی کرنے کی بجائے اس قسم کی سٹیٹمنٹ کے ساتھ ان کو چاہیے کہ وہ اتفاق رائے کی کوشش کریں۔ ان کو چاہیے کہ اس قسم کا رویہ رکھیں کہ پورا پاکستان اس issue کے اوپر ایک ہو۔ وہ اتنی غیر ذمہ دارانہ سٹیٹمنٹ دے کر اور صوبوں میں زبردست قسم کی کشیدگی کیوں پھیلا رہے ہیں؟ مجھے تو ایسا

محسوس ہوتا ہے کہ میاں شہباز شریف کی میاں نواز شریف کے ساتھ لڑائی ہو چکی ہے اور وہ اس لڑائی کا بدلہ پورے ملک اور بالخصوص پنجاب کے عوام سے لینا چاہتے ہیں۔

جناب محمد صدیق سالار، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سالار صاحب' پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب محمد صدیق سالار، جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے جناب سردار صاحب کی خدمت میں درخواست کروں گا کہ آج کا اخبار پڑھیں اور محترم وزیر اعظم پاکستان کا وہ اعلان کہ ہم صوبوں میں سے کسی کو ساتھ لیے بغیر نہیں چلیں گے۔ ہرصوبہ پورا پاکستان ہے اور ہر پاکستانی وزیر اعظم کے ساتھ ہے۔ کسی ایک فرد کی' کسی ولی خان کی صوبہ سرحد جائیداد نہیں ہے' پاکستان کی جائیداد ہے اور وزیر اعظم اس کا مالک ہے مگر پھر بھی وہ سب کو ساتھ لے کر چلیں گے۔ یہ ان کا ایمان ہے۔

سردار اویس احمد خان لغاری، جناب سپیکر! میں نے یہ بات نہیں کی' میں تو کہہ رہا ہوں کہ میاں شہباز شریف اس قسم کی سٹیٹمنٹ کیوں دے رہے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' سردار صاحب! آپ وائنڈ اپ کریں۔

خواجہ ریاض محمود، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! فاضل رکن جو سابق صدرِ پاکستان فاروق لغاری صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ وہ حالات کو غلط طور پر پیش کر رہے ہیں۔ وزیر اعظم صاحب نے یہ قطعاً نہیں کہا کہ کالا باغ ڈیم کا جو اعلان کیا گیا ہے' اس کو کسی طرح بھی ہم روکیں گے۔ انھوں نے یہ نہیں کہا۔ انھوں نے کہا ہے کہ وہ لوگ جو اعتراض کر رہے ہیں' اسمبلیوں میں کر رہے ہیں یا کسی طور پر آپ کر رہے ہیں' میں اُن کو منانے کے لیے' اُن کے اعتراضات دور کرنے کے لیے اُن کے گھر جاؤں گا۔ نواز شریف اور شہباز شریف کا جب یہ حوالہ دیتے ہیں تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے کئی دفعہ اپنی آنکھوں سے دونوں بھائیوں کو جب گلے ملتے ہوئے دیکھا ہے تو دونوں کی آنکھوں میں محبت اور خلوص کے آنسو دیکھے ہیں۔ یہ کیا باتیں کرتے ہیں؟ میرا خیال ہے کہ یہ بات ان کے گھر میں ہوتی ہو گی۔ یہاں پر ماڈل ٹاؤن میں نہیں ہوتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شکریہ۔

سردار اویس احمد خان لغاری: جناب سپیکر! یہ لوگ پتا نہیں اپنی خوشامد کے اندر وہ جو ایشو ہوتا ہے اس کو بھی بھول جاتے ہیں۔ میں نے تو ہاؤس کے سامنے عرض کیا ہے کہ نواز شریف صاحب کو یہ خیال آ گیا ہے کہ وہ responsible statement دے رہے ہیں۔ میاں شہباز شریف اس قسم کی provoking statement دے رہے ہیں کہ اس سے وہ consensus باقی علاقوں میں نہیں ہو سکے گا۔ ***

****

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ، سردار صاحب! تشریف رکھیں۔

سردار اویس احمد خان لغاری: جناب سپیکر! ایک سیکنڈ۔ میں آخری sentence کہتا ہوں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، چیمہ صاحب۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! بہرحال اس دفعہ تو بڑا اچھا رواج چلا ہے کہ بجٹ سے ہٹ کر باقی قومی بلکہ بین الاقوامی امور پر باتیں ہو رہی ہیں۔ پہلے تو رائے ونڈ کا ذکر آیا۔ رائے ونڈ کا اس بجٹ کے ساتھ پتا نہیں کیا تعلق تھا یا کیا ہے؟ اس کا کوئی ریفرنس وغیرہ نہیں ہے۔ اب وہ لڑائی کر رہے ہیں۔ یعنی میاں شہباز شریف صاحب آج کل وزیر اعظم صاحب کے ساتھ دورے پر ہیں اور ہر صوبے کے ساتھ وہ مفاہمت پیدا کرنے کے لیے انتہائی کوشش کر رہے ہیں اور وزیر اعظم صاحب جب قومی مسئلے پر وہ سٹیٹمنٹ دے رہے ہیں کہ ہر آدمی کو وہ اعتماد میں لینا چاہتے ہیں، بلکہ وہ لوگ جو کہ قومی مسئلے پر ننگے بھی ہو چکے ہیں تو اس کے باوجود وہ ہر آدمی کے گھر جانے کو تیار ہیں۔ یعنی کیا یہ بھی بجٹ کا حصہ ہے کہ دونوں بھائیوں کی سٹیٹمنٹ اس طرح ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: چیمہ صاحب! تشریف رکھیں۔ آپ بہت پرانے پارلیمنٹیرین ہیں۔ جب بجٹ پر بحث ہوتی ہے تو ہر معزز ممبر ہر چیز پر بحث کر سکتا ہے۔ آپ بجٹ پر بحث کو confine نہیں کر سکتے۔ بجٹ میں ہر چیز پر بحث ہو سکتی ہے۔

(*** بحکم جناب ڈپٹی سپیکر حذف کر دیا گیا)

جناب اختر محمود (ایڈووکیٹ)، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی، فرمائیے۔

جناب اختر محمود (ایڈووکیٹ)، جناب سپیکر! ابھی فاضل مقرر جو بجٹ کے حوالے سے کچھ فرما رہے تھے، انھوں نے دورانِ گفتگو قائدِ ایوان کے بیانات کے حوالے سے یہ فرمایا ہے---

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تقریر کر چکے ہیں؟

جناب اختر محمود (ایڈووکیٹ)، میں نے ابھی تقریر نہیں کی۔ میں ایک گزارش کر رہا ہوں۔ میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔ انھوں نے ایک لفظ استعمال کیا ہے ******** میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اس لفظ کو ریکارڈ سے حذف کیا جائے۔ اس قسم کی ********* یہاں استعمال نہیں ہونی چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی، آپ نے بجا فرمایا۔ یہ لفظ جو ہے اس کو حذف کیا جاتا ہے۔

جناب غلام محمد سواگ صاحب، موجود نہیں ہیں۔ صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری صاحب، موجود نہیں ہیں۔ میاں عبدالستار صاحب، موجود نہیں ہیں۔ حاجی اللہ یار انصاری صاحب، موجود نہیں ہیں۔ حاجی غلام صابر انصاری صاحب۔

حاجی غلام صابر انصاری، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر صاحب! میں آپ کا بے حد مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر تقریر کا موقع دیا۔ سب سے پہلے تو میں وزیر اعلیٰ صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ جنھوں نے ایک سال میں بلدیاتی انتخابات بھی کروائے اور فوج کی نگرانی میں ایسے سکولوں کی نشان دہی بھی کی گئی جو سالہا سال سے بند تھے اور اساتذہ صاحبان وہاں سے تنخواہیں لے رہے تھے۔ پھر زرعی ترقیاتی سپلائی کارپوریشن جیسے اور ٹرانسپورٹ جیسے اداروں کو بند کر کے جو کہ کروڑوں کا خرچہ پنجاب گورنمنٹ پر پڑتا تھا، پنجاب کے عوام کے لیے بہتر کام کیے ہیں۔ پھر پنجاب کے ہر ضلع میں دیانت دار افسروں کو لگا کر وزیر اعلیٰ صاحب نے عوام کی خدمت کرنے کے لیے ڈی۔ سی، ایس۔ پی اور ایسے آفیسر مقرر کیے ہیں۔ غریب عوام کے لیے رمضان پیکج، جس میں 300 اشیاء پر قیمتوں میں 10 فی صد کی چھوٹ دی گئی اور ایسٹر پیکج دے کر غریب عوام کو آٹا فراہم کیا گیا۔

(*** بحکم جناب ڈپٹی سپیکر حذف کر دیا گیا)

ایسے ہی بڑے بڑے شہروں میں فوڈ سٹمپ کا اجراء کیا گیا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ غریب عوام کے لیے ہسپتالوں میں دوائی مہیا نہیں ہوتی تھی۔ ہسپتالوں میں زکوٰۃ فنڈ دے کر غریبوں کے لیے وہاں دوائی مہیا کی گئی۔ یہ ہماری موجودہ گورنمنٹ کے اچھے کارنامے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہماری پنجاب گورنمنٹ کو یہ شرف حاصل ہے کہ زرعی ٹیکس لگا کر جو بھی وصول ہوا وہ زراعت پر ہی خرچ کیا گیا۔ ایک اور اچھا کارنامہ یہ ہے کہ پولیس میں انسپکٹر یا انسپکٹر کی سطح پر سیٹیں پبلک سروس کمیشن کو دے کر ایک اچھا کام کیا ہے۔

جناب سپیکر صاحب! آخر میں' میں ڈویلپمنٹ کی طرف آتا ہوں کہ آج کی موجودہ گورنمنٹ نے ساڑھے تین ارب زکوٰۃ فنڈ سے ہر ضلع میں نوجوانوں کے لیے ایسے ادارے قائم کرنے کا وعدہ کیا ہے کہ وہاں سے ان کو اچھی ٹریننگ دی جائے گی تاکہ وہ اپنے روزگار پر لگ سکیں۔

وفاقی گورنمنٹ نے ٹریکٹروں پر ایک لاکھ سے لے کر ایک لاکھ چالیس ہزار روپے تک چھوٹ دی ہے اور ساتھ ہی ہماری پنجاب گورنمنٹ نے بھی ایک لاکھ روپے کا وعدہ کیا ہے کہ ہم ایک لاکھ روپیہ کم پر ٹریکٹر مہیا کریں گے۔ اس طرح 5 ہزار ٹریکٹر پورے پنجاب میں دیا جائے گا۔ یہ زراعت پیشہ لوگوں کے لیے اچھا کارنامہ ہے۔ پھر گندم کی خریداری پر 180 سے 240 روپے من کرنا اور گنے کی قیمت 40 روپے سے 35 روپے من کرنا یہ بھی ہماری موجودہ گورنمنٹ کا اچھا کارنامہ ہے۔

جناب سپیکر صاحب! میں نے پورا بجٹ پڑھا ہے جس میں دیہاتوں کو شہروں سے ملانے کے لیے سڑکیں رکھی گئی ہیں۔ میں یہ بڑے افسوس سے کہہ رہا ہوں کہ میرا حلقہ 145 ہے۔ اس میں کوئی بھی سڑک نہیں رکھی گئی اور ایسے ہی رورل ڈویلپمنٹ کی واٹر سپلائی سکیموں میں بھی پچھلے سال تو مجھے یہ کہا گیا کہ on going سکیموں پر ہم نے فنڈز رکھے ہیں کہ جو پی۔ پی دور میں اس وقت کی گورنمنٹ نے جو بھی رورل واٹر سپلائی سکیمیں رکھی تھیں یا ڈرینج سکیمیں رکھی تھیں ان پر ہم نے عمل درآمد کرانا ہے۔ اُس سال چونکہ میں تو اپوزیشن میں تھا اس لیے پی پی۔ 145 میں کوئی بھی دیہات نہ آ سکا جہاں واٹر سپلائی سکیم یا ڈرینج سکیم ہو۔ آج بھی ہماری موجودہ گورنمنٹ نے جو بجٹ دیا ہے اس میں بھی پی پی۔ 145 کو کوئی بھی فنڈز مہیا نہیں کیے گئے۔ ایسے ہی شہروں کے لیے ہماری موجودہ گورنمنٹ نے فنڈز مہیا کیے ہیں جو بڑے بڑے شہروں کو دیے گئے ہیں لیکن میرے شہر قصور کے لیے ایک پائی بھی نہیں رکھی گئی۔ میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ جو بھی وزیر اعلیٰ ہوتا ہے۔

جب منظور احمد وٹو صاحب وزیر اعلیٰ تھے تو اوکاڑہ میں انھوں نے سڑکوں کے جال بچھا دیے۔ ہائی سکولوں اور کالجوں کے جال بچھا دیے۔ ہماری گورنمنٹ میں بھی جو بھی وزیر صاحبان ہیں ان کی جلدی سنی جاتی ہے۔ اب میرے جیسا جو بھی انسان ہے اگر وہ کوئی بھی مطالبہ کرے تو وہ کوئی بھی بجٹ میں نہیں آتا۔ جب سے یہ حکومت بنی ہے میں نے میاں صاحب کو کہا کہ آپ لاہور اور قصور دو رویہ سڑک بنا دیں۔ انھوں نے وعدہ کیا تھا، مگر میں نے پورے بجٹ کی کتاب کو چیک کیا، کہیں بھی یہ سڑک نہیں رکھی گئی اور ایسے ہی میں نے کہا کہ میاں صاحب، ہر ضلع میں سٹیڈیم بنے ہوئے ہیں ہمارے قصور ضلع میں کوئی سٹیڈیم نہیں بنا ہوا۔ وعدہ کیا گیا کہ یہ وہاں سٹیڈیم بنائیں گے، مگر کہیں بھی مجھے نظر نہیں آیا، لہٰذا میری درخواست ہے کہ سٹیڈیم کے لیے پیسہ مہیا کیا جائے۔

جناب سپیکر! جیسا کہ ہماری پنجاب گورنمنٹ ہر جگہ پینے کا پانی مہیا کرنے کا وعدہ کرتی ہے، آپ بھی قصور کے رہنے والے ہیں، آپ کو پتا ہے کہ بدقسمتی سے ٹینریوں کے پانی کی نکاسی کی وجہ سے نیچے کا پانی خراب ہو چکا ہے مگر افسوس ہے کہ ہمارے سے پہلے جو گورنمنٹ تھی وہ ٹینریوں کے پانی کے نکاسی کا کام کروا رہی تھی، جب سے ہماری حکومت آئی ہے ہم نے یہ کام بند کروا دیا ہے۔ میں نے بارہا کہا کہ اس کام کو جاری رہنا چاہیے جب فنڈز پڑے ہیں تو پھر اس کو روکنے کا کیا مقصد ہے۔ خدا کے لیے میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ سے اپیل کرتا ہوں کہ یہ کام فوری طور پر شروع کروایا جائے تا کہ قصور کے عوام کو طرح طرح کی بیماریوں سے بچایا جائے۔

جناب سپیکر! آپ بھی اپوزیشن میں تھے اور میں بھی اپوزیشن میں تھا۔ سابقہ حکومت نے جو بھی فنڈز دیے تھے انھوں نے اپنے ایم پی اے حضرات کو دیے تھے۔ ہمیں کوئی فنڈز نہ ملے تھے۔ اس طرح سے ہمارا پچھلا سال تو ضائع ہو گیا۔ ہم نے on-going سکیموں پر خرچ کرنا ہے۔ اس دفعہ وزیر خزانہ صاحب سے میری اپیل ہے کہ وہ کم از کم ایسے ایم پی اے حضرات کے لیے زیادہ فنڈز مہیا کریں جو پچھلے دور میں اپوزیشن میں تھے تاکہ پچھلے سالوں کی بھی کسر نکل جائے اور ان کے جو جو بھی کام رہتے ہیں وہ ہو جائیں۔ جیسا کہ قصور کے لیے میں نے میاں صاحبان کو بارہا کہا کہ وہاں پر کالج میں ایم۔ اے کی کلاسوں کا اجراء کیا جائے۔ اس کا وعدہ ہوتا رہا مگر بجٹ میں کچھ بھی نہیں۔ ایسے ہی وہاں پر کمرشل کالج ہے۔ میں نے کہا کہ وہاں بی۔ کام کی کلاسوں کا اجراء کیا جائے تاکہ جو غریب والدین بچوں کو ایم اے یا بی کام کروانا چاہتے ہیں اور اگر وہ لاہور بھیجنے کو afford نہیں

کر سکتے وہ وہاں پر ان کو تعلیم دلوا سکیں اور وہاں قصور میں ایم اے اور بی کام کی کلاسوں کا اجراء ہو جائے ۔ اس بارے میں وعدے ہوتے رہے مگر بجٹ میں ہمارے ان منصوبوں کے لیے کچھ بھی مہیا نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ انھوں نے جو ساٹھ لاکھ روپیہ سمال انڈسٹریز کارپوریشن کے لیے رکھا ہے کہ ہم نے گھریلو صنعتیں لگوانی ہیں' میں ان سے اپیل کرتا ہوں کہ اس فنڈ میں کوئی پیسہ نہ دیا جائے اور انھوں نے چھوٹی چھوٹی صنعتوں کو جو پہلے قرضے دیے ہیں ان کو چلانے کے لیے لوگوں سے پوچھا جائے کہ آپ کی صنعتیں کیوں نہیں چل رہیں۔ وہ جناب والا! اس لیے نہیں چل رہیں کہ جب انھوں نے قرضے دیے تھے تو اس وقت raw-material کی قیمت ایک سو روپے تھی آج یہ تین سو روپے ہے۔ اگر اس وقت وہ چھوٹی صنعت ایک لاکھ کے ورکنگ کیپٹل سے چلتی تھی آج اس کے لیے تین لاکھ روپیہ چاہیے۔اس لیے وہ آج بند ہے تو وزیر خزانہ صاحب سے میری گزارش ہے کہ یہ ساٹھ لاکھ روپیہ ان چھوٹی چھوٹی صنعتوں کو دے دیے جائیں جن کو یہ چاہیں تاکہ وہ پرانی صنعتیں چلیں اور نئی صنعتیں اس وقت چلائی جائیں جب وہ پرانی صنعتیں چل جائیں ۔

جناب سپیکر! جیسے پہلے ایک مکان پر چھوٹ ہوتی تھی اب یہ چھوٹ ختم کر دی گئی ہے ۔ میری گزارش ہے کہ غریب آدمی بڑی مشکل سے ایک مکان بناتا ہے اور اس مہنگائی میں وہ اپنے بال بچوں کے ساتھ پتا نہیں کیسے گزارہ کرتا ہے۔ اگر اس کی وہی معافی رکھی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا اور ساتھ ہی جو ہماری گورنمنٹ نے ویگنوں پر ٹیکس لگایا ہے خدا کے لیے یہ واپس لیا جائے کیونکہ آپ نے جو ٹیکس لگایا ہے وہ ائر کنڈیشنڈ پر تین سو روپے ہے اور بغیر ائر کنڈیشنڈ کے 168 روپے فی سیٹ ہے آپ نے جو بھی یہ ٹیکس لگایا ہے یہ تو غریب عوام پر پڑے گا۔ ہم تو کہتے ہیں کہ غریبوں کو ایسا بجٹ دیں گے جس سے غریبوں کے لیے کوئی مہنگائی نہ ہو۔ یہ تو ڈائریکٹ غریبوں سے وصول کیا جائے گا۔ وزیر خزانہ صاحب سے میری گزارش ہوگی کہ اس مد کو ختم کر کے یہ کہیں اور جگہ بڑھا لیا جائے' اس میں کوئی حرج نہیں اور پراپرٹی ٹیکس میں ایک مکان کی لازمی چھوٹ ہونی چاہیے اور انھوں نے جو بھی ٹیکس لگائے ہیں مثلاً دکانوں پر ' موبائل فونوں پر جس جس پر یہ ٹیکس لگائے ہیں گو یہ ٹیکس ڈائریکٹ عوام پر نہیں پڑیں گے مگر ان۔ڈائریکٹ تو یہ ٹیکس عوام پر ہی

پڑیں گے۔ جو بھی بڑا آدمی ٹیکس دے گا ظاہر ہے کہ وہ اپنی چیزوں کی فروخت پر قیمت بڑھا دے گا۔ میری گزارش ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے جو بھی ٹیکس لگائے گئے ہیں ان کو کم کر کے اور کسی بڑی مد میں یہ ٹیکس وصول کیے جائیں۔

جناب سپیکر! محکمہ آبپاشی پر آپ آ جائیں ۔ سردار صاحب' آپ بھی میرے ضلع سے ہیں۔ آپ کو پتا ہے کہ جب دریائے ستلج کا پانی آتا ہے تو میرے حلقے میں 70 ایسے گاؤں ہیں جو ہر سال ڈوب جاتے ہیں ۔ میں نے گورنمنٹ سے اپیل کی تھی کہ آپ بند بنا دیں تاکہ جب بھی پانی آئے تو انڈیا کا پانی انڈیا میں ہی رہ جائے اور ہمارے ستر دیہات بچے رہیں۔ مجھ سے وعدہ کیا گیا کہ اس سال ہم یہ بند بنا دیں گے مگر میں نے پورے بجٹ میں دیکھا کہ کہیں بھی وہ فنڈز مہیا نہیں کیے گئے ۔ میری وزیر خزانہ صاحب سے گزارش ہوگی کہ خدا کے لیے ان ستر دیہاتوں کو بچانے کے لیے فوراً بند بنایا جائے اور کہیں نہ کہیں سے یہ فنڈز مہیا کیے جائیں۔ اگر ایسا نہیں کریں گے تو ہمارے وہ ستر دیہات انڈیا میں چلے جائیں گے' کیونکہ اگر ہماری گورنمنٹ نقشہ دیکھے تو نقشہ ایسا ہے کہ اگر یہ کٹ گئے تو یہ انڈیا میں ہی رہیں گے' ہمارے پاکستان میں وہ گاؤں نہیں آئیں گے۔ میں نے پورا بجٹ پڑھا ہے پورے بجٹ میں پی پی 145 میں سکولوں' کالجوں' سڑکوں' رورل واٹر سپلائی سکیموں' اور شہری سکیموں میں کہیں کوئی فنڈ نہیں رکھا گیا۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ ہماری پنجاب گورنمنٹ نے پی پی 145 کو انڈیا کا علاقہ تصور کر لیا ہے ۔ وزیر خزانہ صاحب سے میری گزارش ہوگی کہ یہ وزیر اعلیٰ صاحب سے درخواست کر کے پی پی 145 کے لیے کچھ فنڈز لیں' کیونکہ وہاں کے عوام ہر الیکشن میں مسلم لیگ کا ساتھ دیتے ہیں مگر ان کو یہ صلہ ملتا ہے کہ ان کے لیے کوئی فنڈ نہیں رکھے جاتے ۔ خدا کے لیے ان کے لیے زیادہ سے زیادہ فنڈز مہیا کیے جائیں تاکہ قصور کے عوام بھی یہ کہیں کہ آج ہماری حکومت ہے۔ میں انہی الفاظ میں آپ کا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ جی۔ محمد اسلم جوئیہ صاحب۔

میجر (ریٹائرڈ) محمد اسلم جوئیہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع فراہم کیا کہ میں اپنے حلقے کی آواز آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب اور خصوصی طور پر جناب وزیر خزانہ صاحب کو پہنچا سکوں۔

جناب والا! بجٹ پچھلے سال بھی ہماری ہی حکومت نے پیش کیا تھا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت کے حالات آج کے حالات سے بہت زیادہ ہی خراب تھے لیکن پچھلے بجٹ پر پورے ایوان نے جناب وزیر خزانہ صاحب کو مبارکباد پیش کی تھی اور اس وقت ہماری حکومت کو قائم ہوئے تقریباً تین چار ماہ ہوئے تھے ان برے حالات میں اس سے بہتر بجٹ پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس وقت علاقائی طور پر جو سکیمیں مختلف اضلاع میں پیش کی گئیں ان پر عملدرآمد بھی ہوا اور جن پر نہ ہوا ان کے بارے میں ہم اس وقت کوئی بات بھی نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ انصاف وہ سرچشمہ ہے۔ اور اگر انصاف کیا جائے گا تو اس وقت آپ کو محسوس ہوگا کہ ہر طرف اچھا ہی اچھا ہے اور اگر انصاف میں کوتاہی ہوگی تو پھر پریشانیاں ضرور آئیں گی۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے صوبے اور ملکی سطح پر اس وقت معاشی حالات وہ نہیں ہیں کہ ہم جو کچھ مانگیں وہ ہمیں مل جائے لیکن انصاف تو مل سکتا ہے اور انصاف کے لیے ہر طرف ہم بھاگے پھر رہے ہیں یہ تو ہم کہتے ہیں کہ معاشی حالات کو بہتر بنانے کے لیے ایک ایک پیسے کی ضرورت ہے ' معاشی حالات کو بہتر بنانے کے لیے آج وزیر اعظم نے اپنا سرکاری گھر چھوڑ دیا لیکن ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ معاشی حالات کو بہتر بنانے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ تمام اضلاع میں بجٹ کی تقسیم برابر ہونی چاہیے۔ تمام اضلاع میں سے جو بھی نمائندے آپ کے یہاں آئے ہوئے ہیں ۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ کچھ اضلاع جیسے منڈی بہاؤالدین ' گجرات ' لاہور ' دیپالپور ' اوکاڑہ ' ڈیرہ غازی خان کو بجٹ کا زیادہ تر حصہ دے دیا جائے ۔ اس بجٹ کو کھول کر پڑھیں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ وہاں پر تو کروڑوں بلکہ اربوں روپے جا رہے ہیں لیکن چھوٹے اضلاع کو کم فنڈ دیے جا رہے ہیں۔ ضرورت تھی کہ وہ بھی پرانے ضلعوں کے برابر آ جاتے۔ میں گزارش کروں گا کہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کا یہ کام ہے کہ وہ سارا سال کام کرے ' پندرہ دنوں میں بجٹ نہیں بنتا ۔ یہاں پر ہم جو آئے ہیں مسلم لیگ کی وجہ سے آئے ہیں ۔ ہمارا حق بنتا ہے کہ اپنے علاقائی مسائل آپ تک پہنچائیں۔ پورے سال میں پی اینڈ ڈی والے اتنی تکلیف بھی گوارا نہیں کر سکتے ۔ ہمارے احتجاج کرنے کے باوجود ایک دن کے لیے ہمیں بلا کر یہ نہیں پوچھا گیا کہ حالات تو خراب ہیں ' آپ کو کن سکیموں کے لیے فنڈز کی ضرورت ہے ۔ جب پیسہ بہت زیادہ ہو تو بے شک دفتروں میں بیٹھ کر سکیمیں بناتے رہیں۔ جب پیسہ نہیں ہے تو کم از کم ہم سے یہ تو پوچھا جائے کہ آپ چاہتے کیا ہیں اور اس

پیسے میں کس طریقے سے آپ پلاننگ کر کے کون سی بہتر سکیم ہے کہ آپ کو جس کی سب سے زیادہ ضرورت ہے اور جس کو اپنے اضلاع میں آپ مکمل کرانا چاہتے ہیں۔

جناب والا! اس وقت میرے ضلع میں حالات یہ ہیں اور خصوصی طور پر میری تحصیل کہروڑ پکا میں بڑی مشکلوں کے ساتھ بھاگ دوڑ کر کے ایک سیوریج سکیم منظور کرائی ۔ میونسپل کمیٹی کے فنڈز تو نہ ہونے کے برابر تھے ۔ ہم نے وزیر اعظم کی منت سماجت کر کے تقریباً 60/65 لاکھ روپیہ اپنی اس سکیم کے لیے منظور کروایا اور ساتھ یہ کہا گیا کہ جناب' پنجاب سے بھی تو کچھ لے کے آئیں۔ اور پنجاب حکومت نے مہربانی کی اور 10 لاکھ روپے پچھلے سال ہمیں دیے ۔ آج حالات یہ ہیں کہ کہروڑ پکا جو کہ پورے ضلع کا سب سے بڑا شہر ہے اس میں ہر طرف پانی ہی پانی ہے ۔ وہ سکیم آدھی وہیں کی وہیں پڑی ہے ۔ اور اگر مجھ سے پوچھا جاتا تو میں اس سکیم کے اوپر ترجیحاً کام کروانے کے لیے گزارش کرتا۔ لیکن 5 لاکھ کے ساتھ دو کروڑ کا منصوبہ منظور ہو جائے گا۔ اس سے تو بہتر تھا کہ وہ منصوبہ شروع ہی نہ کیاجاتا۔ کم از کم اب جو حالات بنے ہوئے ہیں وہ پہلے سے بھی بد تر ہیں۔ تو میں گزارش کروں گا کہ جب بھی فنڈز کی تقسیم ہو اور جب بھی پی اینڈ ڈی کا ادارہ اپنا کام شروع کرے تو مہربانی کر کے ہر ضلع کے ممبران کو بلایا جائے اور ان سے پوچھا جائے اور پھر اس کے اوپر وہ سکیمیں دی جائیں۔

جناب والا! گزارش ہے کہ حالات تو پہلے بھی خراب تھے اور اب بھی کچھ اتنے اچھے نہیں ہوئے۔ ہر طرف کوشش کی جا رہی ہے کہ بچت کی جائے۔ ایئر کنڈیشنر اتر گئے ہیں۔ لیکن کیا ایئر کنڈیشنر اتارنے سے ہمارے مسائل حل ہو جائیں گے؟ کیا صرف گاڑیوں کے روکنے سے مسائل حل ہو جائیں گے؟ اگر مسائل حل ہو سکتے ہیں تو ضرور کرائیں لیکن یہ بھی دیکھیں کہ کیا آپ کی efficiency اتنی برقرار رہے گی ۔ جلدی میں جو فیصلہ بغیر سوچے سمجھے کیا جائے گا تو میں سمجھتا ہوں وہ حالات وہیں رہیں گے کہ جن کے لیے ہم صبح شام کوشش کرتے ہیں۔

جناب والا! میں گزارش کرتا ہوں کہ اس وقت زرعی سیکٹر ایک واحد شعبہ ہے ' جس نے پورے پنجاب میں جو بھی حالات رہے ہیں ' فعال کردار ادا کیا ہے ۔ اور ہماری انڈسٹری بھی agro based ہے۔ جب تک ہم زراعت کو زیادہ سے زیادہ ترجیح نہیں دیں گے ہماری معیشت صحیح نہیں ہو سکتی ۔ میں شکر گزار ہوں کہ جناب وزیر اعلیٰ نے زراعت کو ترجیح دی ہے اور جناب وزیر اعظم نے

بھی ترجیح دی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بھی بہتر حالات ہو سکتے ہیں اگر ہم اس کو اور ترجیح دیں۔ بات ہو رہی ہے کہ معاشی حالات خراب ہیں ' قرضے وصول کیے جائیں گے ۔ زراعت پیشہ افراد کے پاس تو تقریباً دو ارب روپیہ ہے ' میرے خیال میں پچاس ہزار آدمی ہوں گے کہ جنھوں نے ایک لاکھ یا اس سے کم قرضے لیے ہوئے ہیں ۔ اور آخر کار ان کو وہ واپس کرنے ہیں ۔ لیکن جہاں اربوں روپے پھنس گئے ہیں اور جن کی وجہ سے معاشی حالات خراب ہوئے ہیں ان کی تو پکڑ دھکڑ بہت تھوڑی ہے اور دس ہزار روپے دینے والے کسان کو پکڑ کر تھانے میں بٹھا دیتے ہیں ۔ جس نے دینا ہے اس کو پکڑنے کی بجائے ہم اس کے بھائی اور رشتہ داروں کو تنگ کرتے ہیں ۔ تو میں آپ سے گزارش کروں گا کہ جس کا گناہ ہے اس کو سزا ملنی چاہیے ۔ یہ نہیں کہ جس کا گناہ ہی نہیں آپ اس کو بھی سزا دے رہے ہیں۔ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ موجودہ صورت حال میں گندم کی قیمت بڑھائی جا سکتی ہے ۔ لیکن اگر ہم گندم کی قیمت اور بڑھائیں گے اور ہندوستان کے مقابلے میں لے آئیں گے تو سمگلنگ کے امکانات بہت کم ہو جائیں گے ۔ اور سبسڈی آپ عوام کو دیں ' فلور ملوں کو دیں تاکہ عوام کو سستا آٹا مہیا ہو اور کسان کو اس کی قیمت مل سکے ۔

میں سمجھتا ہوں اور یہ ریکارڈ پر ہے کہ میرا علاقہ ضلع لودھراں سب سے زیادہ cotton growing area ہے ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ بہت عرصے سے یہ cash crop کہ جس سے foreign exchange earn کیا جا رہا ہے ضلع لودھراں کا اس میں بہت بڑا contribution ہے ۔ لیکن اگر ہم ضلعی طور پر دیکھیں کہ جتنی contribution ضلع لودھراں کر رہا ہے اس کے مطابق جتنے ہمیں فنڈز مہیا ہونے چاہییں وہ ابھی تک نہیں ہوئے ۔ ہمارے ضلع کو بنے ہوئے چھ سال ہو گئے ہیں ۔ لیکن ڈی سی کا دفتر قائم نہیں ہو سکا ۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ جہاں پر ایک ضلع کے سربراہ کے بیٹھنے کی جگہ بھی نہ ہو اور وہ بھی بیوروکریٹک سربراہ کی تو کیا اس ضلع میں اچھائی ہو رہی ہو گی ۔ کیا وہاں پر ترقی کے امکانات ہوں گے ؟ میں یہ آپ سے عرض کروں گا کہ جہاں پر باقی جگہوں پر انڈسٹری قائم ہو رہی ہے 'جہاں شوگر ملیں باقی اضلاع میں لگ رہی ہیں ' جہاں ٹیکسٹائل ملز لگ رہی ہیں تو اس علاقے میں کیوں نہ ہوں جو کہ خود کپاس پیدا کرتا ہے ۔ لہٰذا مہربانی کر کے ہمارے ضلعے کو اس کے حق کے مطابق فنڈز الاٹ کیے جائیں تاکہ اس کی ترقی ہو سکے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ جوئیہ صاحب!

میجر (ریٹائرڈ) محمد اسلم جوئیہ: میں آخر میں یہ کہوں گا کہ جب حالات خراب ہوتے ہیں تو ان 34 ضلعوں کو de-centralise کریں۔ ہم لاہور پانچ سو میل سفر کر کے آئیں اور یہاں آپ سے کہیں کہ جناب، مہربانی کریں۔ ہمارے جو فنڈز آپ allocate کر سکتے ہیں وہ ضلعی سطح پر دے جائیں اور ہمیں یہ موقع فراہم کیا جائے، کیونکہ جو عوام کا نمائندہ ہے وہ اپنے علاقے کے بارے میں بہتر سمجھ سکتا ہے نہ کہ پی اینڈ ڈی جو کہ یہاں لاہور میں بیٹھا ہے۔ جس کو معلوم ہی نہیں کہ کہروڑ پکا کہاں پر ہے۔ جس کو معلوم ہی نہیں کہ وہاں پر ضروریات کیا ہیں۔ تو اس نے ہماری پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ میں کیا حصہ رکھنا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ!

میجر (ریٹائرڈ) محمد اسلم جوئیہ: آخر میں اتنی گزارش کروں گا کہ زراعت پر جو ٹیکس لگا ہے اس کو بڑھایا نہ جائے اور وہیں پر رکھا جائے جو پہلے تھا تاکہ عوام کو کوئی فائدہ پہنچے۔ وما علینا الاالبلاغ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب ظفر اقبال ملک!

انجینئر ظفر اقبال ملک: شکریہ جناب سپیکر! جناب والا! 99-1998ء کا بجٹ ہماری قومی زندگی کے ایک نہایت نازک موڑ پر پیش کیا گیا ہے۔ 11 مئی کو انڈین ایٹمی دھماکوں کے بعد بی جے پی کے لیڈروں کی دھمکیاں اور لہجہ اتنا جارحانہ اور تشویشناک ہو چکا تھا کہ پاکستان کا وجود اور سالمیت خطرے میں نظر آنے لگی تھی۔ یہاں تک کہا گیا کہ اب پاکستانیوں کو سر جھکا کر جینے کا انداز اپنانا ہو گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم نے ایٹمی دھماکے کر کے بقول وزیر اعظم پاکستان حساب چکا دیا اور پاکستان نیوکلیئر پاورز کی صف میں شامل ہو گیا۔ نیوکلیئر deterrent کی وجہ سے قوم میں جو مایوسی پیدا ہو گئی تھی وہ ختم ہو گئی، قوم میں 1947ء اور 1965ء والا جذبہ عود کر آیا، علاقے میں جنگ کے امکانات کافی حد تک کم ہو گئے اور اس پر دنیا کے تمام مسلمانوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اب ان کا اللہ کے ساتھ ساتھ کوئی دوسرا بھی ضامن ہو گا۔ جناب والا! ہر چیز کی قیمت چکانا پڑتی ہے، ان فوائد کو حاصل کرنے کے بعد ہمیں بھی ان کی قیمت چکانا ہے۔ ہمیں اقتصادی پابندیوں اور industrial relations کی non-cooperation کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ ان

تکالیف کو مدنظر رکھتے ہوئے وزیراعظم پاکستان' میاں محمد نواز شریف صاحب نے قومی ایجنڈے کا اعلان کیا ہے جس پر ہمیں مجموعی طور پر بحیثیت قوم پوری دلجمعی کے ساتھ عمل کرنا چاہیے اور ایک انقلابی طرز عمل اپنانا ہو گا۔

جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے چند issues پر مختصراً بات کروں گا۔ سب سے پہلے میں زراعت اور لینڈ ریفارمز پر بات کرتا ہوں۔ جناب والا! اس بات پر دو آراء نہیں ہوسکتیں کہ زراعت اس ملک کا سب سے اہم شعبہ ہے۔ پچھلے سال گندم کی قیمتیں بڑھانے سے اتنا فائدہ ہوا کہ اس سال ماشاء اللہ ہم گندم میں خود کفیل ہو چکے ہیں۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ زرعی پیداوار کی قیمتیں اتنی بڑھائی جائیں کہ وہ بین الاقوامی معیار کے مطابق آ جائیں تاکہ زمیندار' کسان زیادہ سے زیادہ محنت کریں۔ میرے ایک دوست نے ابھی ابھی تجویز کیا ہے کہ subsidy ملوں کے لیول پر دی جائے لیکن کسان کو زرعی پیداوار کی اتنی قیمتیں ملنی چاہییں جتنی کہ بین الاقوامی مارکیٹ میں ملتی ہیں۔ اسی حساب سے ان کے لیے بجلی اور کھاد کے نرخ ہونے چاہییں' اتنے astronomical نہیں ہونے چاہییں جو کہ ہمارے یہاں موجود ہیں۔ قوم کے مفاد کے خلاف کام کرنے کے صلے میں انگریزوں کی عطا کردہ جاگیریں' ایوب خان مرحوم' ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی لینڈ ریفارمز میں ہیرا پھیری کر کے بچائی جانے والی زمینوں کو وزیراعظم نے واپس لے کر بے زمین ہاریوں اور کسانوں میں تقسیم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اب تک کے اندازے کے مطابق یہ زمین 12 لاکھ 50 ہزار ایکڑ ہے جبکہ محتاط لوگوں کا خیال ہے کہ یہ زمین اس سے بھی زیادہ ہوگی۔ Really it is a very courgeous step اور میں اس سلسلے میں تجویز کروں گا کہ comprehensive land reforms کے لیے ایک کمیشن مقرر کیا جائے جس میں علمائے کرام' ماہرین اقتصادیات اور agriculturists شامل ہوں۔ اس میں ایک مسئلے کو خاص طور پر زیر بحث لایا جائے کہ علمائے کرام کی اکثریت کی نظر میں پاکستان کی زمینیں خراجی ہیں عشری نہیں ہیں اور خراجی زمینیں ریاست' مملکت کی ملکیت ہوتی ہیں' individuals کی ملکیت نہیں ہوتیں۔ individuals ان زمینوں کے امین ہوتے ہیں اور اس امانت کو انھوں نے اپنی پوری ایمان داری کے ساتھ استعمال کرنا ہوتا ہے۔ لینڈ کمیشن کو اس مسئلے پر غور و خوض کی دعوت دی جائے۔ land holding میں disparities کو ختم کرنا چاہیے۔ یہاں ایک آدمی تو ہزاروں ایکڑ کا مالک ہے جبکہ دوسرے کے پاس دو بیگھے' دو کنال یا دو ایکڑ زمین ہے۔ جناب سپیکر!

Majority of holdings are non-economical. تو اس کمیشن کو یہ بھی فیصلہ کرنا ہوگا کہ feasible economic unit کم از کم کتنے ایکڑ پر ہو اور اس کے لیے کیا طریق اختیار کرنا چاہیے کہ وہ ایک یونٹ کے طور پر کام کر سکے۔ اس میں اسلامی طریقے کی inheritance بھی ایک مسئلہ پیدا کرتی ہے اور اس مسئلے کا حل ہمیں اجتہاد کے ذریعے نکالنا ہوگا تاکہ کسی economic unit کا سائز کم نہ ہو سکے۔

جناب والا! اب میں تاجر پیشہ طبقے کی طرف آتا ہوں۔ اگر تاجر پیشہ طبقے پر ٹیکسوں کا اندازہ لگایا جائے تو ایک بڑی مایوس کن تصویر سامنے آتی ہے۔ ایک خبر کے مطابق کوئی دو سال پہلے پوری لبرٹی مارکیٹ سے صرف 3 لاکھ روپے کا انکم ٹیکس وصول کیا گیا۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جس مارکیٹ میں روزانہ کی سیل کم از کم کروڑوں تک پہنچتی ہے وہاں سے 3 لاکھ روپے کا انکم ٹیکس کیا معنی رکھتا ہے؟ وزیر اعظم صاحب نے جنرل سیلز ٹیکس کا جو پروگرام دیا ہے وہ مرحلہ وار تمام اشیاء پر لگنا چاہیے' دکانداروں کی fully documentation ہونی چاہیے۔ یہ صحیح ہے کہ اس کو ایک دم لاگو نہیں کیا جا سکتا' بلکہ اسے مرحلہ وار نافذ کیا جانا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ سیلز ٹیکس کی شرح کو تھوڑا سا کم کیا جائے۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ اس طریقے سے collection کافی زیادہ ہوگی۔ اس کے لیے تمام دکانداروں کو کیش رجسٹر مہیا کیے جائیں تاکہ پورا حساب رکھا جا سکے۔ جناب والا! زیادہ تر نام کے سرمایہ دار loan defaulters ہیں۔ انھوں نے industries کے against صرف اسی لیے قرضے لیے تھے کہ وہ واپس نہ کیے جائیں' ان میں سے اربوں روپے کے قرضے معاف بھی کیے جا چکے ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ وہ معاف کیے جانے والے قرضے اور defaulters کے قرضے ان لوگوں کی جائیدادیں' بیچ کر' نیلام کر کے وصول کیے جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ظفر اقبال ملک صاحب! wind up کریں' کیونکہ آپ کا وقت ختم ہونے والا ہے۔

انجینئر ظفر اقبال ملک: جناب سپیکر! مجھے wind up کے لیے صرف پانچ منٹ دے دیں۔

جناب سپیکر: نہیں' سوری۔ آپ تو پہلے ہی 13 منٹ بول چکے ہیں' جبکہ ایوان میں 10 سے 12 منٹ کا وقت طے ہوا ہے۔

انجینئر ظفر اقبال ملک: جناب والا! احتساب سے متعلق یہ گزارش ہے کہ پوری طرح احتساب کرنا

چاہیے۔ ملک کے تمام سکولوں میں نصاب uniform ہونا چاہیے اور جو austerity measures لیے جا چکے ہیں ان کے علاوہ مرگ کے کھانے پر دال روٹی ہونی چاہیے' جو آج کل کھانے دیے جا رہے ہیں ان کو روکا جائے۔ پبلک ٹرانسپورٹ کو بہتر بنایا جائے تاکہ کاروں کا استعمال کم سے کم ہوسکے۔ ہمارے legislators یہ عہد کریں کہ غیر ملکی چیزیں استعمال نہیں کریں گے۔ اور پوری قوم کو بھی اس پر convince کریں۔ یہ سمگلنگ کو روکنے میں مدد گار ہوگی۔ اب میں بجٹ پر تھوڑی سی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ ملک صاحب۔

انجینئر ظفر اقبال ملک، جناب والا! میں اپنے حلقے کے متعلق تھوڑی سی بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ جی خواجہ ریاض محمود صاحب!

خواجہ ریاض محمود، اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر اپنے خیالات پیش کرنے کا موقع فراہم کیا۔ میں اپنے خیالات پیش کرنے سے پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف صاحب کو اور وزیر خزانہ سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے ایک نہایت متوازن اور قابل عمل بجٹ پیش کیا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ جب آنے والے سال میں اس پر عمل در آمد شروع ہوگا تو خدا کے فضل و کرم سے پنجاب بھر کے شہروں اور دیہاتوں میں ترقی کی نئی راہیں روشن ہوں گی اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ صوبہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے گا۔ جناب والا! کل ہمارے کچھ ساتھیوں نے اور آج بھی اسلم جوئیہ صاحب اور جناب انصاری صاحب نے یہ بات کہی اور تھوڑی سی مایوسی کا اظہار کیا کہ ہمیں بجٹ نہیں دیا جا رہا' ہمارے علاقے کی سکیموں کو منظور نہیں کیا جا رہا' کل لابی میں بھی باتیں ہوتی رہیں۔ میں اس ساری گفتگو کو وزیر اعلیٰ اور جناب وزیر خزانہ صاحب جو یہاں تشریف رکھتے ہیں کی خدمت میں پیش کرتا ہوں کہ جو دو ارب روپے کا بجٹ وزیر اعلیٰ صاحب نے صوابدیدی بجٹ کے طور پر اپنے پاس رکھا ہے۔ میں ان سے گزارش کرنا چاہوں گا کہ ہمارے وہ اراکین بھائی جو دور دراز علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں جہاں پینے کے لیے پانی نہیں ملتا۔ ان کی یہ بات درست ہے کہ پینے کے لیے پانی نہیں ملتا اور سڑکیں ٹوٹی پھوٹی ہیں' سیوریج سسٹم نہیں ہے اور بھی جو اس قسم کے مسائل ہیں۔ ترقی یافتہ شہروں کے مقابلے میں یہ رقم زیادہ سے زیادہ ان پسماندہ

علاقوں پر خرچ کی جائے تاکہ ہمارے دوستوں کے اندر جو مایوسی پائی جاتی ہے یا تھوڑا سا جو غم و غصہ پایا جاتا ہے وہ دور ہو سکے۔

جناب سپیکر! آج جدید دور ہے میرے دوست بلوچ صاحب ملتان سے تعلق رکھتے ہیں ان کی بات سن کر میرا سینہ پھٹنے والا تھا۔ انھوں نے کہا کہ خواجہ صاحب' پاکستان کو بنے ہوئے پچاس سال ہوگئے ہیں لیکن آج بھی ہماری بیٹیاں ہماری بہنیں ہماری مائیں کئی کئی میل کی مسافت طے کر کے سر پر پانی کا گھڑا اٹھا کر اپنی پیاس بجھانے کے لیے پانی لاتی ہیں۔ تو میں جناب وزیر خزانہ صاحب سے درخواست کروں گا کہ دیہاتوں میں کم از کم پانی کی سکیموں پر ترجیح بنیادوں پر بجٹ خرچ کیا جائے۔ اور وزیر اعلیٰ جو ایک صنعت کار گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں' صنعت کار ہیں انھوں نے زراعت کے معاملے میں خوراک کے معاملے میں جو انقلابی اقدامات کیے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان کو جتنا بھی خراج تحسین پیش کیا جائے وہ کم ہے۔ وفاقی حکومت نے ٹریکٹروں کی قیمت ایک لاکھ روپے کم کی تو وزیر اعلیٰ صاحب نے پنجاب کے بجٹ میں ٹریکٹر کی قیمت میں ایک لاکھ روپے کم کر دیے۔ اس کے علاوہ وفاقی حکومت نے تاریخ میں پہلی مرتبہ 40 ارب روپے کے قرضے ان کسانوں کو' غریب مزارعوں کو دینے کا اعلان کیا ہے جن کے پاس رقم کم ہوتی ہے اور وہ فصل اگانے سے مجبور ہوتے ہیں۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ 40 ارب روپیہ کسانوں میں منصفانہ تقسیم کر دیا جائے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہوگا۔ اس میں سے کوئی پٹواری' کوئی تحصیل دار اور کوئی تھانے دار ایک دھیلا پیسہ بھی نہیں لے سکے گا۔ اگر لے گا تو اس کا مقام کوٹ لکھ پت جیل ہوگا۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ کیڑے مار ادویات اور کھاد کے بڑے بڑے سٹوروں کو حکومت کی طرف سے کھول دینا اور کسانوں کو ارزاں نرخوں پر دینا بھی حکومت کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس کے علاوہ میں سمجھتا ہوں کہ خدا کے فضل و کرم سے وزیر اعلیٰ پنجاب اس بات کے لیے بھی تحسین کے مستحق ہیں کہ ڈیڑھ سال کے عرصے میں انھوں نے پنجاب کو گندم کے لحاظ سے' چینی کے لحاظ سے اور چاول کے لحاظ سے خود کفیل بنا دیا ہے۔ آج پنجاب کو سالانہ 20 لاکھ ٹن گندم کی ضرورت ہے لیکن خدا کے فضل و کرم سے اس وقت سرکاری گوداموں میں 28 لاکھ ٹن گندم پڑی ہے۔ کوئی انسپکٹر کوئی ڈپٹی ڈائرکٹر کوئی بد دیانت ڈائرکٹر کوئی سیکرٹری وہاں سے ایک دانہ بھی چرانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ وہ جانتا ہے کہ شہباز شریف صاحب کے آہنی ہاتھ اس سے نپٹ لیں گے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بات بہت ہی قابل تحسین ہے---

ملک ممتاز احمد خان بھچر، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بھچر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

ملک ممتاز احمد خان بھچر، جناب سپیکر! مجھے یوں لگتا ہے کہ خواجہ صاحب winding up speech کر رہے ہیں۔ تو کھوسہ صاحب کو خواجہ صاحب کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ ان کا کام یہ کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ جی خواجہ صاحب!

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! پنجاب کے لیے جو گندم باہر سے منگوائی جاتی تھی جس پر کروڑوں ڈالر خرچ آتے تھے وہ زرمبادلہ بھی بچ گیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس طرح وزیر اعلیٰ پنجاب نے خوراک کے معاملے میں پنجاب کو خود کفیل کیا ہے یہ ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے' اور یہ کارنامہ بانی پاکستان حضرت قائد اعظم کا خواب تھا کہ پنجاب جو زراعت کے حوالے سے ایک زرخیز علاقہ ہے اس کو خوراک کے لحاظ سے کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانے دیا جائے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے قائد اعظم کے تصور کو قائد اعظم کے خیال کو پنجاب کی سطح پر پورا کر کے دکھایا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ پنجاب اپنے دیگر صوبوں کے بھائیوں کو بھی گندم سپلائی کرے گا اور ایکسپورٹ کو بالکل ختم کر دیا جائے گا جس سے قیمتی زرمبادلہ بچے گا۔

جناب سپیکر! وزیر اعظم پاکستان نے ہندوستان کی ننگی جارحیت کے خلاف جو ایٹمی دھماکہ کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس سے پوری دنیا میں پاکستان کی حکومت' پاکستان کی عوام کا وقار قابل رشک حد تک بڑھا ہے۔ جب وزیر اعظم پاکستان سعودی عربیہ تشریف لے گئے تو وہاں کے شہنشاہ نے کہا کہ نواز شریف صاحب ہندوستان کے مقابلے میں ایٹمی قوت کا مظاہرہ کرنا آپ کا حق بنتا تھا اور جہاں آپ نے یہ حق ادا کیا ہے وہاں آپ نے مسلمان ملکوں کے لیے بھی ایک بہت بڑی طاقت اور ایک بہت بڑا سہارا پیدا کر دیا ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ایٹم بم پاکستان کے پاس نہیں ہے بلکہ یہ اسلام کا بم ہے جس کا مالک سعودی عربیہ بھی ہے۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کے 129 ممالک میں ساتویں نمبر پر ایٹمی طاقت بننا اور اس ملک کے خلاف بننا' پوری دنیا تو اپنی جگہ' لیکن ہندوستان کے خلاف بننا جس نے آج تک ہماری آزادی کو دل سے قبول نہیں کیا۔

جناب والا! میں اس کے لیے بھی وزیر اعظم پاکستان' ساری مسلم لیگی ٹیم کو اور سائنس دانوں کو جس جس نے بھی حصہ لیا خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ کالا باغ ڈیم دیکھیں جو اس وقت

پاکستان کی زندگی موت کا مسئلہ ہے۔ پاکستان کے تمام غیر جانب دار ' پڑھے لکھے لوگ اس کے حق میں ہیں۔ نمبر دو انجینئر کی میں بات نہیں کر رہا جو پیسے لے کر رائے دیتے ہیں بلکہ تعلیم یافتہ اور غیر جانب دار انجینئر۔۔۔

جناب محمد صدیق سالار، پوائنٹ آف آرڈر۔جناب والا! آپ کی وساطت سے میں ہاؤس سے یہ درخواست کروں گا کہ کالا باغ ڈیم ایک پالیسی ہے جس پر محترم وزیر اعظم پاکستان خود کہہ رہے ہیں' اس لیے یہ بات ان پر ہی چھوڑ دی جائے۔ پنجاب اسمبلی میں بار بار یہ بات کہہ کر دوسرے صوبے کے بھائیوں کو ناراض نہیں کرنا۔جناب وزیر اعظم کی کوششوں میں ہمیں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔

خواجہ ریاض محمود، جناب والا! کالا باغ ڈیم کی وہ لوگ مخالفت کر رہے ہیں جنھوں نے قائد اعظم کی مخالفت کی۔ تحریک پاکستان کی مخالفت کی' پاکستان کی آزادی کی مخالفت کی۔ جناب والا! ہمارے ووٹوں سے منتخب ہونے کے بعد اسمبلیوں میں جا کر ہمیں آنکھیں دکھا رہے ہیں۔پورے پاکستان کے صوبوں کے شہری کالا باغ ڈیم کے حق میں ہیں اور کہیں پر کوئی بغاوت نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ تربیلا ڈیم' منگلا ڈیم جو اپنی عمر کے آخری حصوں میں ہیں ان کے مقابلے میں کالا باغ ڈیم کی تعمیر پاکستان کو ایک نئی زندگی دینے کے مترادف ہے۔ جناب والا! لوگ کس طرح سے مخالفت کر سکتے ہیں جب کہ حب کو اور کب کو سات آٹھ روپے یونٹ بجلی فروخت کریں۔ غریب آدمی اپنا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، خواجہ صاحب' آپ کا سالار صاحب کے متعلق کیا خیال ہے؟

خواجہ ریاض محمود، جناب والا انھاں نے کل دی گری کھادی ہوئی اے۔ میں اناں دسے پانی دی مخالفت کر دتی سی۔

ان شاء اللہ تعالیٰ لاکھ رکاوٹیں ہوں' لاکھ دشمنیاں ہوں'لاکھ پروپیگنڈا ہو وزیر اعظم پاکستان کا فیصلہ اٹل ہے اور میں اس سلسلے میں قائد حزب اختلاف جناب سعید احمد خان منیس کو بھی خراج تحسین پیش کروں گا اور ان کی حب الوطنی کی داد دیتا ہوں کہ انھوں نے بھی کالا باغ ڈیم کی مخالفت نہیں کی اور ان کا بھی یہ کہنا ہے کہ کالا باغ ڈیم پاکستان کے لیے نئی زندگی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ہیں نیک شریف آدمی۔ یہ پچھلے دور میں نہیں تھے اور ان کے پیچھے ایک بیٹھا ہوا ہے کیا نام ہے اس کا؟ سعید اکبر خان۔ کبھی ادھر کی مارتا ہے اور کبھی ادھر کی مارتا ہے۔ جس کے پاس بجٹ

پر تنقید کے لیے کوئی جواز نہیں۔ بجٹ خدا کے فضل وکرم سے متوازن ہے اور ٹیکس فری بجٹ ہے۔ معمولی سے ٹیکس لگائے گئے ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ،

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ خواجہ صاحب مہربانی۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! کافی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ ایوان کی میز پر رکھ دیجیے۔خواجہ صاحب مہربانی۔

خواجہ ریاض محمود، جناب والا! وقت ختم ہو گیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، وقت ختم ہو گیا ہے۔

خواجہ ریاض محمود، جناب والا میں آپ کا بے حد مشکور ہوں اور ہاؤس کا بھی بے حد مشکور ہوں۔

چراغ دل کی لو تھرا گئی کیا تم نہ آؤ گے
ستاروں کی چمک دھندلا گئی کیا تم نہ آؤ گے
بھری برسات میں نیند آ گئی حسرت کے ماروں کو
تمھاری یاد پھر بہکا گئی کیا تم نہ آؤ گے
سلگ اٹھے ہیں پھولوں کے کلیجے گرم بوندوں سے
گھٹا چنگاریاں برسا گئی کیا تم نہ آؤ گے

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ مسٹر مسعود عالم شاہ صاحب۔

سید مسعود عالم شاہ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔شکریہ جناب سپیکر!

سردار عاشق حسین گوپانگ، جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ ابھی ابھی خواجہ صاحب نے ایک شعر سنایا ہے جو کہ سمجھ میں نہیں آیا۔ جناب خواجہ صاحب کی خدمت میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ شعر کا ترجمہ بیان فرمائیں تاکہ بات تو سمجھ میں آجائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سردار صاحب آپ کا کیا خیال ہے، انھوں نے ہر ایک کی سمجھ کے لیے سنایا ہے۔

سیدمسعود عالم شاہ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر! دسویں اجلاس کا آغاز بھی تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔پہلے دن ایک قرار داد پیش کی گئی جو کہ ایک نامکمل قرار داد تھی۔ جناب سپیکر! اس حوالے سے میں گوش گزار کرنا چاہوں گا کہ نیوکلیئر پاور بننے کا آئیڈیا1953-54ء میں دیا گیا اور اس وقت سے اس پراجیکٹ پر کام جاری ہے اور 1984ء میں یہ کام مکمل ہوا۔ جس کا فیتہ 1998ء میں کاٹا گیا۔ جناب والا! ان تاریخی رہنماؤں کو اس قرار داد میں نظر انداز کیا گیا ہےجنھوں نے 1953-54ء سے لے کر 1984ء تک contribution کی اور اس کام میں اسلامی ممالک کی contribution کو بھی نظر انداز کیا گیا ہے ۔ اس کے علاوہ جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کی compaign' جو بھٹو صاحب نے اس کی فنانسنگ کے لیے ایک اسلامی کلب بنایا اور اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے ایک اسلامی بنک کے قیام کی تجویز بھی پیش کی۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے اسلامی سربراہی کانفرنس لاہور میں بلائی۔ ultimately ان کا idea تھا unified de-nomination in term of currency; پوری اسلامک ورلڈ میںfloat کرنا تھا۔ جناب سپیکر! اس قرار داد کے ذریعے ہم تاریخ کو نہیں بھلا سکتے اور تاریخ ہمیں اس قرار داد کے حوالے سے معاف نہیں کرے گی کیونکہ ہم نے اصل ہیروز کو تو بھلا دیا ہے۔ جناب سپیکر! اس پراجیکٹ میں آپ کو پتا ہے کہ سپر پاورز نے شاہ فیصل شہید کے ساتھ کیا کیا؟ بھٹو بھی اسی کا ایک حصہ بنے ۔جناب سپیکر! اس قرار داد میں اس پارٹی نے اپنے ہی خواہوں کو بھی بھلا دیا ہے ۔ جونیجو صاحب کو' جناب ضیاء الحق اور اسی طرح سے ان کی اپنی پارٹی کے دوسرےممبران جو آج تک اس مسئلے پر contribution کرتے آئے ہیں اس وقت کے جو فوجی حکمران تھے جنھوں نے اس پروگرام کو جاری رکھا ان سب کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ بھی گزارش کرنا چاہوں گا کہ اگر یہی ایٹمی دھماکے محترمہ کے دور میں ہوتے تو ان کا بھی یہی ردعمل ہوتا اور یہ عمل ہونا چاہیے تھا۔ میں یہاں پر چند ان دھماکوں کا بھی ذکرکرنا چاہوں گا جو خالصتاً اور واقعتاً اسی گورنمنٹ کی contribution ہے اور اسی گورنمنٹ کے دور میں یہ شروع ہوئے۔ ان میں سے قابل ذکر حال ہی میں سینٹ کےممبران پر جو لاٹھی چارج ہوا اس سے ملک کا سب سے بڑا ادارہ ایوان سینٹ جس کی تذلیل ہوئی' یہ قابل ذکر ہے اور یہ دھماکا بھی اسی گورنمنٹ کے دور میں ہوا۔ جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ پچاس سال

کی تاریخ میں یہ ایک پہلا دھماکہ تھا کہ سپریم کورٹ پر بھی حملہ ہوا۔ جناب سپیکر! میں معذرت کے ساتھ پھر یہ کہنا چاہوں گا کہ جناب سپیکر کے والد صاحب کی فیکٹری پر raid ہوئی جس کا معمہ آج تک حل نہیں ہو سکا، جس سے سپیکر صاحب کی تذلیل ہوئی اور ان کی وساطت سے پورے ایوان کی تذلیل ہوئی۔ جناب سپیکر! میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ پچاس سال میں یہ بھی انھی کا کارنامہ ہے کہ پہلی دفعہ پورے تینوں صوبوں میں ایک مایوسی کا رجحان بڑھا ہے۔ یہ بھی موجودہ حکومت کے سر ہے۔

جناب سپیکر! اس بجٹ اجلاس کے حوالے سے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ نوے سے پچانوے فی صد حکومتی پارٹی کے اراکین نے تقریریں کی ہیں۔ ان سے واضح جھلک نظر آتی ہے کہ اس بجٹ سے قوم کتنی مایوس ہوئی ہے، بلکہ خاص طور پر اس شعبے کے عوام کتنے مایوس ہوئے ہیں۔ اس کا ایک واضح ثبوت ہے کہ ایک تنخواہ دار طبقہ جس کا دو روز پہلے یا تین روز پہلے ایک کانسٹیبل دل محمد جس نے اس کے اثرات سے خودکشی کی ہے۔ یہ تو آئندہ چھ ماہ کے بارے میں سوچنے کی بات ہے کہ اربوں روپے کے ٹیکس جو عائد کر دیے گئے ہیں اس سے کون لوگ متاثر ہو رہے ہیں؟ تنخواہ دار طبقہ متاثر ہو رہا ہے جن کو کوئی benefits نہیں دیے گئے، بلکہ ان کے benefits ختم کیے گئے ہیں۔ اس سے غریب آدمی متاثر ہو رہا ہے اس سے لوئر مڈل کلاس متاثر ہو رہی ہے۔ جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ دھماکے تو انڈیا نے بھی کیے، دھماکے ہر جگہ ہوتے ہیں۔ لیکن بنیادی حقوق کا سلب کرنا، ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ جناب والا! ہم نے جو free trade اور foreign investment کا جو چرچا کر رکھا ہے ایمرجنسی لگا کر وہ سب خاک میں مل گیا ہے۔ جناب والا! اعلان سے قبل چند گھنٹوں میں کمپنی والوں نے جو لاکھوں ڈالر اس اکاؤنٹ سے باہر بھیج دیے ان کا کوئی تدارک نہ کیا گیا۔ جناب والا! یہ ایک intellectual dishonesty ہے۔ اور یہ unbridled terrorism کی طرف ایک step ہے۔

جناب والا! میں اب بجٹ اجلاس کے حوالے سے کچھ روشنی ڈالوں گا۔ کہ یہ بھی ایک واضح فرق جو نظر آیا۔ فیڈرل پالیسی جو کہ دنیا کو دکھانے کے لیے جو بجٹ اناؤنس کیا گیا اس میں یہ کہا گیا اور اس ہاؤس میں بھی یہ تاثر دیا گیا کہ یہ ٹیکس فری بجٹ ہے۔ جبکہ یہ ٹیکس فری بجٹ نہیں ہے۔ اس میں اربوں روپے کے ٹیکس لگا دیے گئے ہیں اور فیڈرل پالیسی کے متضاد لگا دیے گئے ہیں۔ پنجاب کے بجٹ میں اربوں روپے کے نئے ٹیکس لگا کر پنجاب کی controversy ظاہر ہوئی ہے۔ اور

میں یہاں پر یہ کہنا چاہوں گا کہ "ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور"۔ جناب والا! جیسے کہ میرے بھائی نے ٹریژری بنچز کی طرف سے فرمایا بلکہ 95 فی صد اراکین نے یہی فرمایا ہے کہ ان کے علاقے میں کوئی ترقی نہیں ہو رہی۔ یہاں میں یہی کہنا چاہوں گا کہ یہاں ایک drawing room politics ہو رہی ہے۔ اس میں ہاؤس کو اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ میں اس طرف بھی توجہ دلانا چاہوں گا کہ foreign intervention کے لیے ہم نے دھماکے تو کر دیے لیکن ہمیں اب ان اثرات کو زائل کرنا ہوئی اور اکنامک دھماکا کرنا ہوگا ملک کے اندر اب اس کی اشد ضرورت ہے۔ جو باہر کی sanctions لگ رہی ہیں باہر سے جو aids بند ہو رہی ہیں یہ ایک alarming situation ہے کہ اس وقت ہمیں benefits دے کر ملک کی انڈسٹری، ملک کو اور قوم کو ترقی دینی ہے۔ اور اندر کی خانہ جنگی اور مایوسی کو دور کرنا ہے۔

جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ کہوں گا، جیسا کہ ٹرانسپورٹ کا پہلے ذکر آیا۔ اس ٹرانسپورٹ پر، پبلک ٹرانسپورٹ پر غریب آدمی ہی سفر کرتا ہے۔ امراء تو اپنی گاڑیاں خود رکھتے ہیں۔ وزراء کے پاس بھی اپنی ہی گاڑیاں ہیں۔ پہلے تو ٹرانسپورٹ پر، ایک مشینری پر ٹیکس لگتا تھا اس دفعہ قابل ذکر بات جو عمل میں آئی وہ یہ کہ per seat ٹیکس لگا دیا گیا ہے تاکہ ایسا ظاہر نہ ہو کہ اتنا زیادہ ٹیکس ایک وہیکل پر کیسے impose کر دیا گیا ہے۔

جناب والا! پس ماندہ علاقوں کو ساتھ لے کر چلنا اس ملک کی، اس صوبے کی اہم ضرورت تھی لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے فنڈز میں کمی کر دی گئی جو کہ پہلے ہی پس ماندہ ہے۔

ساتھ ہی میں ڈویلپمنٹ کے حوالے سے کہوں گا کہ SAP کی مد میں ڈیڑھ سو کروڑ روپے کم کرنے سے کون متاثر ہوا ہے؟ SAP کی مد میں کمی سے واٹر سپلائی سکیمیں متاثر ہوئی ہیں جس کا پہلے ہی ہاؤس میں کافی چرچا ہوا ہے۔ جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ ہمارے اکثر امراء منرل واٹر استعمال کرتے ہیں، وہ فلٹر کولر کے ذریعے پانی لیتے ہیں۔ یہ جراثیم والا پانی جو ہمارے غریب عوام، شہری عوام اور دیہاتی عوام کے پاس جاتا تھا یہ سب SAP کی مد میں کمی سے کچھ علاقے اس سے ضرور متاثر ہوں گے۔ SAP کی مد سے جو ہسپتال بننے تھے ہسپتالوں کی جو پروگریس ہونی تھی اس میں کمی آئے گی۔ ان ہسپتالوں میں کون جاتے ہیں یہی ملک کے غریب عوام ستر سے پچھتر فی

صد عوام جن سے یہ benefits withdraw کر لیے گئے ہیں۔ امراء کہاں جاتے ہیں؟ باہر کے ملکوں میں یا یہاں مہنگے ترین ہسپتالوں میں اپنا علاج کراتے ہیں۔ SAP کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ میں SAP کی مد سے یہ حوالہ بھی دینا چاہوں گا کہ اس سے سکول بھی متاثر ہوئے ۔ سکولوں کی کارکردگی کہ فوجیوں کو بیچ میں لانا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ ناکام ہو چکا ہے۔ اور ان کو ultimately باہر کے ایک ادارے کو بیچ میں لانے کی ضرورت پڑی' یہ ناکامی کا واضح ثبوت ہے۔ جناب والا! ان سکولوں کو discourage کرنا یا چھوٹے سکولوں کو بند کرنے سے مجھے افسوس ہوا کہ ایک طرف تو ہم تعلیمی پالیسی پر نظر ڈال رہے ہیں دوسرا SAP کے پروگراموں میں کمی کرکے سکولوں کو بھی متاثر کر رہے ہیں۔

جناب والا! اسی طرح میں ایک اور حوالہ دینا چاہوں گا کہ wheat subsidy کی مد میں 50 کروڑ روپے کی کمی کرنے سے بھی غریب کو مایوسی ہوئی ہے' عام لوگوں کو مایوسی ہوئی ہے۔ کبھی امراء نے uper middle class نے لائنوں میں کھڑے ہوکر آٹا نہیں لیا۔ اس سب سڈی سکیم سے 50 کروڑ روپے لینے سے ہماری پوری لوئر مڈل کلاس متاثر ہوئی ہے۔ جناب والا! ان دونوں مدات کو ملا کر دو سو کروڑ روپے کے benefits withdraw کر لیے گئے ہیں اور اربوں روپے کے ٹیکس لگا دیے گئے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس حکومت کی طرف سے ایک اعلان کیا جاتا ہے کہ ہم میرٹ پالیسی پر چلیں گے اور ساتھ ہی چیف منسٹر صاحب کے فنڈ میں اربوں روپے کا discretionary fund رکھ دیا جاتا ہے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ political corruption کو promote کرنے کی نشانیاں ہیں۔ جتنے ممبران ناراض ہیں' جو ان کے من پسند ہوں گے' جیسا کہ ایک فاضل ممبر نے فرمایا کہ ہم ان کو مستفید کریں گے۔ اس سے political corruption بڑھے گی۔ اس کا مطلب ہے کہ جس کی پہنچ C.M house تک ہوگی وہ مستفید ہو سکیں گے۔ ورنہ جو میرے جیسے بھائی ہوں گے وہ پھر رہ جائیں گے۔ جناب والا! یہ بات قابل ذکر ہے کہ میرٹ پالیسی کے ساتھ ساتھ یہ جو ڈویلپمنٹ فنڈز ہوتے ہیں یہ need based ہوتے ہیں۔ ان کا پہلے سروے کیا جاتا ہے' ان کی feasibility بنتی ہے' اس پراسیس کو روکا نہیں جا سکتا۔ لیکن اس کو بلڈوز کیا جائے گا۔ یہ جو چیف منسٹر کے discretionary funds ہیں' یہ ایک دم ایک پرچی پر آرڈر ہوگا اور need based funds جو کہ اصل ضرورت کے مستحق ہیں وہ پھر نظر انداز ہو جائیں گے' جناب والا! ہم ایک طرف tax

recovery پر زور دیتے ہیں اور دوسری طرف political victimization کے ذریعے ایک ڈائریکٹر جنرل Excise and Taxation کو behind the bars کر دیا ہے۔ کیا اس کی progress صحیح نہیں تھی؟ اس کی progress صحیح تھی لیکن یہ سب سیاسی حصہ ہیں۔ میں یہاں پر ملک سنوارو سکیم کے حوالے سے کہوں گا کہ ڈیڑھ سال ہوچکا ہے اس حکومت کو ملک سنوارو سکیم کی جو float ہوئی تھی اس میں عوام کو اعتماد میں لینا چاہیے تھا۔ لیکن ایک نئی سکیم float کر دی گئی اور اس کے ذریعے مزید قربانیاں مانگی جا رہی ہیں۔ میری پھر یہی گزارش ہوگی کہ جنوبی پنجاب کے ساتھ مساوی سلوک کیا جائے۔ سوائے ڈی جی خان ڈسٹرکٹ کے، میں معذرت کے ساتھ کہوں گا۔ دوسرا میں یہ کہنا چاہوں گا کہ جنوبی پنجاب ہمیشہ ہی قربانیاں دیتا آیا ہے۔ آج تک جو کاٹن growing belt ہے وہ جنوبی پنجاب ہی ہے۔ جناب والا! اس سے جتنا زرمبادلہ اور ملک کی معیشت ترقی کرتی ہے وہ سارا کچھ اسی علاقے کی وجہ سے ہے۔ اور ان کی جو انکم ہے اس علاقے کی مجھے خوشی ہے۔ اس علاقے کے ساتھ ساتھ باقی علاقے کی انکم کے ساتھ بھی لاہور میں ترقی ہوئی، انڈسٹریز لگیں، گوجرانوالہ، فیصل آباد اور کراچی میں انڈسٹری لگیں۔ میں فخر سے کہتا ہوں کہ ہم اس پر نازاں ہیں۔ لیکن میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ جنوبی پنجاب کو اس سیکٹر میں بھی نظر انداز کیوں کیا گیا؟ کیا وہاں jobs کی ضرورت نہیں تھی، کیا وہاں غریب لوگ نہیں رہتے، کیا وہاں ڈویلپمنٹ کی ضرورت نہیں ہے؟ جناب والا! یہ مساوی سلوک کے منافی ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جب وہاں کے لوگ بے روز گاری کے عالم میں کراچی جاتے ہیں تو پچھلے ایک دوسال میں ایک دم اتنا massacre ہوا کہ پندرہ بیس لاشیں اس علاقے کی تحفے میں بھیجی گئیں۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے گو کہ وہ terrorism تھا لیکن اس کا سبب یہی بنا کہ بے روز گاری کے عالم میں وہ سب لوگ کراچی روز گار کمانے کے لیے گئے اور اس سانحے کا شکار ہوگئے۔ اور میں یہاں یہ کہنا چاہوں گا کہ جنوبی پنجاب کی پوسٹیں خصوصاً بہاولپور ڈویژن سے ہیں۔ تیرہ پوسٹیں shift کرکے مزید مایوسی پیدا کر دی گئی یہ سب posts لاہور اور گردو نواح کو دی گئی ہیں۔ میرے پاس اس کے directives بھی موجود ہیں۔ اور ساتھ ساتھ وہاں ایک middle schooling project جس کی feasibility بنی۔ ورلڈ بنک نے اس کو پراسیس کیا وہ اس حکومت کے آنے سے رک گیا ہے۔ یہ مایوسی کا رجحان بڑھانے کا ایک اور عمل ہے۔ اسی طرح ایک سرجن کی پوسٹ گوجرانوالہ میں دے دی گئی۔ یہ پوسٹیں کیوں ٹرانسفر ہو رہی ہیں؟ اس لیے کہ یہاں پانچ سو میل دور

بیٹھ کر پلاننگ بنائی جاتی ہے اور tail enders کو اسی طرح رگڑا جاتا ہے۔ جناب والا! اس طرح مایوسی بڑھے گی۔ اور یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ آج تک جتنی بھی ڈویلپمنٹ ہوئی وہ اسی ایریا میں ہوئی ہے۔ یہاں موٹر وے پر 65 ارب روپے کی ایک خطیر رقم خرچ کرنا ایک اور مایوسی کا رجحان بڑھانا تھا۔ KLP Road یعنی کراچی لاہور پشاور روڈ جو پچاس سالوں سے قائم ہے بلکہ میں یہ کہوں گا کہ شیر شاہ سوری کے وقت سے قائم ہے اس کو repair کرنے کے پیسے نہیں ہیں۔ وہاں گھنٹوں میں چند میل طے ہوتے ہیں۔ اور الحمد للہ یہاں گھنٹوں میں ایک شہر سے دوسرے شہر بآسانی پہنچ جاتے ہیں۔ جناب والا! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ایگریکلچر ایک اہم سیکٹر ہے اور افسوس سے کہنا پڑے گا کہ اس میں بھی صرف 1.8 فی صد بجٹ رکھا گیا ہے۔ اور اس کو جو تحائف ملے اس میں پچھلے سال seed subsidy ختم کر دی گئی تھی۔ مزید میں یہ کہنا چاہوں گا کہ 23 ہزار نہروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں 99 فی صد نہریں کچی ہیں۔ ان سے seepages بڑھ رہا ہے۔ پچھلے سالوں کی نسبت ان سالوں میں بارشیں زیادہ ہو رہی ہیں۔ بارشیں زیادہ ہونے اور سکارپ ٹیوب ویل سکیم ڈراپ ہونے سے water logging بڑھے گی۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ اس پراجیکٹ کو revise کرنے کی بجائے یا اس کے متبادل پالیسی دینے کی بجائے، اس پراجیکٹ کو ڈراپ کرنے سے کسانوں کے ساتھ ایک بہت بڑا ظلم ہوا ہے۔ اسی طرح land reclamation کے ادارے land utilization authority کو ختم کرنے سے ملک کے 70 فی صد لوگوں میں مایوسی کا رجحان بڑھ گیا ہے۔ میں اس کے ساتھ ساتھ زرعی ٹیوب ویلوں کا ذکر کروں گا۔ جن کے فلیٹ ریٹس ختم کر دیے گئے ہیں۔ اب زمین داروں کو 10ہزار روپے ہر مہینے ادا کرنا پڑیں گے۔ جب کہ انڈیا میں 80 فی صد ٹیوب ویل بجلی پر کام کر رہے ہیں اور وہ بلوں کے بغیر کام کر رہے ہیں۔ جب کہ یہاں 24 فی صد ٹیوب ویل بجلی پر ہیں اور ان سے بھی فلیٹ ریٹ کا چھوٹا سا benefit بھی واپس لے لیا گیا ہے۔ اس سے یہ فرق پڑا ہے کہ 92-91ء میں 19.9 فی صد بجلی زرعی شعبے میں استعمال ہوتی تھی اور یہ کم ہو کر 97-96ء میں صرف 18.18 فی صد رہ گئی ہے۔ جناب سپیکر! میں یہاں ذکر کرنا چاہوں گا کہ پنجاب میں 77 ایکڑ پر ایک ٹیوب ویل ہے۔ جب کہ انڈیا کے پنجاب میں 12 ایکڑ پر ایک ٹیوب ویل ہے۔ ہمیں ٹیوب ویلوں کی مد کو encourage کرنا چاہیے۔ سابقہ حکومتوں نے زرعی ٹیوب ویلوں پر سبسڈیز دیں۔ سبسڈیز تو سبسڈیز ہم نے benefits بھی واپس لے لیے ہیں۔ اسی طرح میں کوآپریٹو سوسائٹیز کا چھوٹا سا حوالہ دیتا

چاول۔ اس پنجاب کی تقریباً 36,095 سوسائٹیز ہیں' لیکن صرف 14,500 سوسائٹیز کو قرضہ جاری ہوتا ہے۔ یہ figures آدھے سے بھی کم ہیں۔ پورے پنجاب میں صرف 1,40,000 ممبران اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ بھی فیڈرل فنانسنگ ہے۔ پنجاب کی طرف سے اس میں کوئی contribution نہیں۔ میں پھر کہنا چاہوں گا کہ کل 2 کروڑ روپے قرض دے کر پھر واپس لیا جاتا ہے اور پھر اگلی فصل کے لیے دے دیا جاتا ہے۔ اس میں بھی 29 کروڑ روپے کی کمی کر دی گئی ہے۔ یہ کسانوں کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ اس طرح میں یہاں پھر کہنا چاہوں گا کہ ہم سب ون ونڈو سکیم کے بارے فخر سے کہہ رہے ہیں' اس سے یہ واضح ثبوت ملتا ہے کہ اگر کاشت کاروں کے پاس کوئی آمدن ہوتی' کچھ نہ کچھ reservoirs ہوتے' تو وہ اپنے پیسوں سے کاشت کرتے۔ یہ واضح ہوگیا ہے کہ آپ نے پیسہ دیا ہے۔ کسان کے پاس روٹی تک نہیں تھی۔ اس نے اسی پیسے کو لگایا ہے اور area of cultivation بڑھا کر ملک کا ٹارگٹ پورا کیا ہے۔ اس میں جدید میکنالوجی کی کوئی contribution نہیں آئی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ' مخدوم صاحب۔ آپ براہ مہربانی wind up کرلیں۔ 10 سے 12 منٹ ہاؤس کا فیصلہ ہے۔ میرا فیصلہ تو نہیں ہے۔

سیدمسعود عالم شاہ، جناب سپیکر! اب میں صرف ایک مد کو لوں گا۔ وہ cattle farming ہے۔ اگر حکومت اس مد پر توجہ دے تو ان شاء اللہ دو' تین سالوں کے اندر' بلکہ 5 سالہ سکیم بنا دی جائے تو ہمارا ملک دودھ' مکھن' کریم' بلکہ گوشت برآمد کرنے میں بھی خود کفیل ہو سکتا ہے۔ ہمارے ملک میں artificial insemination کے ٹارگٹس صرف 9 فی صد تک achieve ہو سکے ہیں۔ جب کہ ترقی یافتہ ممالک 100 فی صد achieve کرنے کے بعد genetic engineering اور embryo transfer technology کی طرف چلے گئے ہیں۔ embryo transfer technology کے ذریعے ایک گائے سے اچھی نسل کے 50 بچے ایک سال کے اندر لیے جا سکتے ہیں۔ اس میں inject کرنے کے لیے پاکستان میں دستیاب عام گائے کی ضرورت پڑے گی۔ جو موجود ہیں ہم 50 سال میں آج تک ایک prooven bull بھی پیدا نہیں کر سکے۔ اچھے trait کے bulls کو prooven bulls کہا جاتا ہے۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ embryo transfer technology کی اشد ضرورت ہے۔ یہ ہماری زراعت سے

منسلک ہے۔ ہمارے پاس چولستان کے vast field موجود ہیں۔ جہاں ہم اس کے بڑے بڑے فارمز کھول سکتے ہیں' بلکہ ہمارے پاس ان علاقوں میں لاکھوں گائیں موجود ہیں۔ اس وقت ہمارے پاس ایک گائے 6 litre per day دودھ دے رہی ہے۔ جس کا lactation period میں lactation 1800 لیٹرز بنتا ہے۔ جب کہ سعودی عربیہ میں 26 litre per day ہے اور ہالینڈ میں 40 litre per day ہے۔ جو 12000 لیٹرز lactation ہم اس ٹیکنالوجی سے اتنا ٹارگٹ achieve کر سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں افسوس سے کہنا چاہوں گا کہ دو اڑھائی سال قبل 52 لاکھ کی لاگت سے freeze dryers منگوائے گئے تھے۔ وہ آج تک اس فیلڈ میں استعمال ہی نہیں ہو سکے۔ یا تو وہ نیلامی کے لیے پینڈنگ کر دیے گئے ہیں۔ یا پھر بہی خواہوں کو دینے کے لیے رکھے گئے ہیں۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ' جناب۔ مسٹر نعیم اللہ خان شاہانی صاحب۔

سردار نعیم اللہ خان شاہانی، جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں وزیر خزانہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ 99-98ء کا بہت اچھا بجٹ پیش کیا ہے۔ خاص طور پر وزیر اعلیٰ صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ ایسے کٹھن حالات میں یہ بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ جیسے کہا گیا تھا کہ نئے ٹیکس لگیں گے۔ چھوٹے موٹے ٹیکس لگے ہیں۔ ان میں گزارش کروں گا کہ power of attorney پر جو ٹیکس لگا ہے' اس کو کم کرنا چاہیے۔ اس سے عام آدمی متاثر ہوگا۔ دوسرا house taxes پر exemption دی گئی تھی' وہ exemption برقرار رہنی چاہیے کہ ہر آدمی کے لیے ایک گھر tax free ہونا چاہیے۔ اس سے بھی عام آدمی متاثر ہوگا۔ اگر پچھلی حکومتوں کی کارکردگی اور ہماری حکومت کی ایک سال کی کارکردگی دیکھی جائے تو ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جس میں گھوسٹ سکولوں کی نشان دہی اور اس سے محکمہ تعلیم کو تقریباً ڈیڑھ ارب روپے کا فائدہ ہوگا۔ وزیر خزانہ سے میری گزارش ہے کہ یہ ڈیڑھ ارب روپے کے فنڈز پسماندہ اضلاع کو دیے جائیں۔ کیوں کہ ہمارے شہری علاقوں میں جو سہولتیں موجود ہیں' وہ سہولتیں ہمارے پسماندہ علاقوں میں موجود نہیں ہیں۔ جس سے ہمارے بچے تعلیم کے ماحول میں پیچھے رہ جاتے ہیں اور مقابلے میں نہیں آ سکتے۔ یہ شہر والوں کا ہی حق نہیں ہے۔ دیہات والوں کا بھی حق بنتا ہے۔ جیسے کہ وزیر خزانہ کی اس بجٹ تقریر میں 5 اضلاع کے ترقیاتی منصوبوں کا بار بار ذکر آیا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ وہ بھکر' لیہ' راجن پور' اٹک' چکوال' بہاول نگر جیسے

پسماندہ اضلاع کو بھی شامل کر لیتے' کیوں کہ ان میں برابری ہونی چاہیے۔ 34 اضلاع میں بجٹ کی مساوی تقسیم ہونی چاہیے تھی' جو نہیں کی گئی اور جس کی وجہ سے اس وقت احساس محرومی ہے۔ اس سے ہم لوگ بہت پریشان ہیں۔ ہر آدمی کیوں بول رہا ہے کہ ہمارے علاقے میں ڈویلپمنٹ نہیں ہو رہی۔ پچھلے سال تو چلو ہماری حکومت نئی بنی تھی۔ نیا بجٹ تھا اور کہا بھی گیا تھا کہ ہم تمام سکیمیں آپ لوگوں کے مشورے سے رکھیں گے۔ لیکن بدقسمتی سے میرے ضلع میں صرف ایک سڑک رکھی گئی ہے۔ بھکر 70 ہزار آبادی کا شہر ہے' وہاں ایک گرلز ہائی سکول ہے۔ دوسرے گرلز ہائی سکول کی بھی unapproved scheme رکھی گئی ہے۔ لہٰذا میری گزارش ہوگی کہ ہماری ضروریات کا خیال رکھا جائے۔ جیسے آپ کہہ رہے ہیں کہ تعلیم کو عام کیا جائے گا۔ تعلیم تب ہی عام ہوگی کہ سکولوں کی سہولتیں دی جائیں۔ بھکر کے لیے ٹیکنیکل کالج 3 سال سے منظور پڑا ہے' لیکن یہاں پر ایک بہانہ بنایا جاتا ہے کہ زمین نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ دیکھیں ہمارے پاس تھل میں کتنی زمین موجود ہے۔ لیکن کہتے ہیں کہ ٹارگٹ پورا نہیں ہو رہا جی' 40 چالیس کنال مل رہی ہے۔ زمین بہت ہے' لیکن توجہ نہیں دے رہے۔ ان پسماندہ اضلاع پر خصوصی توجہ دی جائے۔ جن اضلاع میں ٹیکنیکل ٹریننگ سکول یا کالجز نہیں ہیں' وہاں پر ان کی جو منظوری دی ہے' ان پر عمل درآمد بھی بہت ضروری ہے۔ دوسرا میں کہوں گا کہ ہم پنجاب والے زراعت پیشہ ہیں۔ جیسے ہمارے کئی بھائیوں نے بھی کہا ہے کہ ون ونڈو آپریشن کے ذریعے لوگوں کو 40 ارب روپے دیے گئے ہیں۔ یہ ہماری ہی حکومت نے دیے ہیں۔ اس کی مبارک باد کے مستحق ہمارے وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف صاحب اور میاں شہباز شریف صاحب ہیں۔ جنھوں نے پہلی دفعہ یہ محسوس کیا کہ ہم نے جس جنس کی فصل کو بڑھانا ہے' تو ہم اس کے لیے زمین داروں کو سہولیات دیں گے۔ یہ سہولت ملنے سے ہم زمین داروں نے ٹارگٹ پورا کیا۔ یہاں خواجہ صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا کہ میاں صاحب نے ٹارگٹ پورا کیا' لیکن میں اس میں اضافہ کروں گا کہ زمین داروں کی دن رات کی محنت اور لگن کی وجہ سے یہ ٹارگٹ ہم نے پورا کیا ہے۔ اور الحمد للہ ہم گندم میں خود کفیل ہوئے ہیں۔ اس کی سبسڈی بھی زمین داروں کو دینی چاہیے تھی۔ اس سے ہمارا جو زرمبادلہ بچے گا' وہ زمین داروں پر خرچ ہونا چاہیے۔ گزارش یہ ہے کہ زمین داروں کو کھاد اور ادویات ملاوٹ کے بغیر دی جائیں اور subsidized rates پر دی جائیں۔ 630 روپے ڈی اے پی کی کھاد لے کر کون عام غریب آدمی زمین میں ڈال سکتا ہے؟ آپ زراعت کے

شعبہ کی حوصلہ افزائی کریں۔ جو موجودہ حالات جا رہے ہیں' ہم پر جو پابندیاں لگ رہی ہیں' اس کا ایک ہی حل ہے کہ ہم زمین دار کو مضبوط کریں' جس سے ہماری زراعت ترقی کرے گی اور ہم خود کفیل ہوں گے۔ ہمیں ریسرچ سائیڈ پر افسوس ہے کہ ہم کھاد کا بیج بھی پیدا نہیں کر سکے۔ آج ہم کھاد کا جو بیج استعمال کر رہے ہیں' وہ انڈیا کے نام سےمشہور ہے۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ کوئی ریسرچ نہیں' زمین دار کو کوئی نیا بیج نہیں مل رہا۔ گندم کو دیکھ لیں' وہی پرانے بیج استعمال کر رہے ہیں۔ بیج پر ریسرچ ہونی چاہیے۔ بیماریوں اور آفات سے پاک نئے بیج ہونے چاہییں۔ زرعی یونیورسٹیاں کیا کر رہی ہیں؟ وہاں پر آدمی کیا کر رہے ہیں؟ ان کو ٹارگٹ دیا جائے کہ آپ ہر سال دو سال بعد' چار سال بعد نئی فصل زمینداروں کو متعارف کرائیں' صحت مند بیج دیں اور جیسا کہ ہماری گورنمنٹ نے پہلی دفعہ کیا ہے کہ ادویات کی چیکنگ کر رہے ہیں۔ اس وقت مارکیٹ میں جو جعلی ادویات مل رہی ہیں۔ ان پر بھی ہماری گورنمنٹ نے کڑی نظر رکھی ہوئی ہے اور یہ بہت خوش آئند اقدام ہے۔ یہ زمین داروں کے ساتھ کتنا بڑا ظلم ہے کہ پیسے نقد دیتے ہیں اور دوائی جعلی لیتے ہیں' کھاد بھی جعلی مل رہی ہے۔ ان کا بھی تدارک ہونا چاہیے۔ ڈیلرز پر چھاپے مارنے چاہییں۔ وہ جو کریں اس پر قرار واقعی سزا ان کو ملنی چاہیے۔

جناب والا! جیسا کہ وزیر اعظم صاحب نے ٹریکٹر میں ایک لاکھ روپے اور وزیر اعلیٰ صاحب نے مزید اپنی طرف سے ایک لاکھ روپے کی ہم زمین داروں کو رعایت دی ہے۔ اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ کسان مضبوط ہوگا اور خوش حال ہوگی۔ ہم اپنے وزیر اعلیٰ کو اور وزیر خزانہ کو مبارک دیتے ہیں کہ انھوں نے یہ قدم اٹھایا' اور زمینداروں میں خوشی کی لہر دوڑی ہے۔میں ساتھ ہی ساتھ کہوں گا کہ اگر زمین داروں کو مضبوط کرنا ہے تو زمین داروں کے لیے ٹیوب ویلز پر بھی سب سڈی دینی چاہیے۔ جونیجو گورنمنٹ میں ہمیں فلیٹ ریٹ متعارف کرائے گئے تھے۔ ہم زمین دار بڑے خوش تھے کہ ان فلیٹ ریٹس کی وجہ سے ہمیں واپڈا والوں سے چھٹکارا تھا۔ کیونکہ ہر ان پڑھ زمین دار پر وہ اتنے یونٹس ڈالتے تھے کہ اس کی کمر ٹوٹ جاتی تھی' اور وہ لازمی کرپشن کی طرف جاتا تھا۔ کرپشن کو ختم کرنے کے لیے فلیٹ ریٹ ہوئے' لیکن واپڈا والوں کی چالاکی اور اہل کاروں کی چالاکی دیکھیے کہ وہ ہر ماہ billing کرتے رہے ہیں' اور یونٹ ڈالتے رہے ہیں اور جو line losses تھے۔ وہ زمین داروں کے کھاتے میں جاتے رہے ہیں۔ جب واپڈا ہاؤس میں میٹنگز ہوتی ہیں' یا وزیر اعظم صاحب کے سامنے ہوتی ہیں تو وہاں کہا

جاتا ہے کہ زمین داروں کو فلیٹ ریٹ کی وجہ سے نقصان ہے۔ حالانکہ یہ نقصان نہیں ہے اور اتنا بڑا ظلم ہے کہ آج 15 ہارس پاور کی موٹر پر 8200 روپے بل ماہانہ لے رہے ہیں۔ یہ کون سے ریٹ سے لے رہے ہیں۔ ہمیں معلوم ہی نہیں ہے۔ زمین دار بے چارہ اتنا خاموش ہے کہ اسے پتا ہی نہیں ہے کہ وہ کیسے بل دے رہا ہے اور زمین دار مجبور ہیں کہ وہ اپنے ٹیوب ویل کنکشن کو کٹوا رہے ہیں۔ للذا ادارا اگر اس کو مضبوط کرنا ہے تو اس پر جو کنٹرول ریٹ رکھے گئے تھے۔ اس کے مطابق ہم فکس ریٹ دینے کے لیے تیار ہیں تاکہ اس چوری اور واپڈا والوں کی بدمعاشی کی لعنت سے ہم بچیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارا ان کے ساتھ یہ تنازع رہے۔

ہماری گورنمنٹ نے انسداد دہشت گردی کے لیے عدالتوں کا قیام کیا اور ایلیٹ فورس کے لیے جو کالج یا سکول بنائے اور اس میں ٹریننگ دی' لیکن میں ساتھ ساتھ یہ گزارش کروں گا کہ ہمارے جو پولیس افسران ہیں۔ ان کو ذرا ہمارے ایم۔پی۔اے صاحبان سے ملنے کی اور اخلاق کی ٹریننگ بھی دینی چاہیے' گو کہ ہم خوش ہیں کہ ہم نے بہت ایمان دار افسران لگا دیے ہیں۔ ہم ایمان دار افسروں کو مانتے ہیں۔ لیکن ایمان داری ان کی ملازمت میں شامل ہے۔ایمان داری یہ نہیں ہے کہ وہ ہمیں ایمان داری سکھائیں۔ ہم بھی ان سے زیادہ ایمان دار ہیں۔ جو کرپشن کرتا ہے' اس کے خلاف ایکشن ہونا چاہیے' لیکن ان سرکاری ملازمین کو ہم ایم۔پی۔ایز اور ایم۔این۔ایز کی عزت اور احترام کرنا چاہیے جو کہ ان میں نہیں ہے۔ صرف یہ اپنے بلند و بانگ دعوؤں سے کہتے ہیں کہ جناب' ہم تو بہت نیک ہیں۔ ہم کہتے ہیں' ہم بھی ان سے زیادہ نیک ہیں۔ کرپشن ہر طرف ہے۔ ان کے پاس اتنے لا محدود فنڈز ہیں' ضروری نہیں ہوتا کہ وہ لوگوں سے جا کر رشوت لیں۔ لیکن ان کے پاس بےدریغ فنڈز ہیں۔ وہ اپنی من مانی کرتے ہیں۔وزیر اعظم صاحب یا وزیر اعلیٰ صاحب نے جو اعلان کیا ہے اور ان کے اے۔سی اترے ہیں۔ ان کا کچھ دماغ ٹھیک ہوگا' کچھ یہ بڑے مکانوں سے یہ باہر آئیں گے تو ان کا دماغ ٹھیک ہوگا۔ ان کو پھر قدر ہوگی کہ عوامی نمائندے اپنے ذاتی کام لے کر نہیں جاتے۔ ہم عوام کے کام لے کر جاتے ہیں۔ جب ان کے پاس جاتے ہیں تو ان کے پاس ملاقات کے لیے ٹائم نہیں ہوتا۔ للذا ایلیٹ فورس کی طرح' جس طرح ان کو ٹریننگ مل رہی ہے۔ ان کو اخلاق کی ٹریننگ بھی دیں تاکہ یہ صحیح طریقے سے ہمارے ساتھ behave کریں اور ہمارے کام کریں۔ ہمارا کوئی ذاتی کام نہیں۔

اب میں یہ گزارش کروں گا کہ ہمیں جو زرعی ٹیکس لگا تھا۔ اس پر بھی یہی کہا گیا تھا کہ آپ

کو annual rental value basis پر اگلے سال ٹیکس لگایا جائے گا۔ میری گزارش یہ ہے کہ annual rental value basis پر ہی ٹیکس لگایا جائے کہ جیسے عام کاروباری اپنا ٹیکس اپنے کاروبار پر ادا کرتا ہے نہ کہ دکان پر' نہ مل پر اور نہ اس کی پیمائش لی جاتی ہے۔ زمین دار پر یہ ٹیکس ناجائز ہے۔ لہٰذا گزارش ہے کہ annual rental value basis پر ہم ٹیکس دینے کے لیے تیار ہیں۔ پنجاب کے زمین داروں نے فراخ دلی سے اس کو قبول کیا ہے اور ہم دینے کے لیے تیار ہیں۔ کیونکہ ہمارے اوپر یہ الزام تھا کہ زمین دار ٹیکس نہیں دیتے۔ ہم ٹیکس دینا چاہتے ہیں لیکن اپنی آمدن پر' ہماری آمدن پر ٹیکس لیا جائے۔ ہم خوشی سے یہ ٹیکس دیں گے۔

ہمارے جو دور دراز کے علاقے ہیں' ان میں ہسپتالوں پرکوئی توجہ نہیں۔ وزیر خزانہ صاحب سے گزارش کروں گا کہ بھکر ڈسٹرکٹ ہسپتال میں 11 پوسٹیں خالی ہیں جو کہ پچھلے پانچ سال سے خالی ہیں۔ کیا ہمارے علاقے میں کوئی بیمار ہی نہیں ہوتا؟ سیکرٹری ہیلتھ سے ہم نے بارہا کہا ہے۔ Anaesthesist ہمارے پاس نہیں' سرجن ہمارے پاس نہیں' فزیشن ہمارے پاس نہیں' گائناکالوجسٹ ہمارے پاس نہیں۔ کیا ہم اس ملک کے باسی نہیں ہیں؟ ٹیکس تو ہم دیں گے لیکن ٹیکس کے ساتھ ہمیں سہولتیں بھی ملنی چاہییں۔ ہم نے غریب عوام کو کیا منہ دکھانا ہے۔ اس کے علاوہ BHUs اور RHCs میں جو دوائیاں تقسیم کر رہے ہیں۔ یہ بیوروکریسی اور افسران جو لاہور میں بیٹھے ہیں' ان کو کیا معلوم کہ دیہات میں لوگوں کو کیا کیا ضروریات ہیں؟ جناب سپیکر! گزارش کروں گا کہ ہمارے BHU میں انھوں نے کاٹن اور bandage' جبکہ دوائیوں کی سالانہ گرانٹ ایک لاکھ روپیہ ہے۔ملاحظہ فرمائیے کہ 30 ہزار روپے کی bandages دے رہے ہیں۔ اس کی ہمیں کیا ضرورت ہے؟ کیا دیہاتوں میں ایکسیڈنٹ زیادہ ہو رہے ہیں؟ اس لیے bandages دے رہے ہیں۔ ہمیں دوائیوں کی ضرورت ہے۔ وہاں پر دوائیاں دی جائیں اور فرسٹ ایڈ دی جائے۔ ایک بہت بڑا گھپلا ہے جو میں وزیر خزانہ کے ذہن میں لاؤں گا کہ پچھلی حکومت نے companies enlist کی ہیں' بہت بڑی بدمعاشی کی ہے۔ انھوں نے جو کم اور غیر معیاری ادویات کو enlist کیا ہے۔ جو چائنز دوائیاں ہیں' ان کمپنیوں کو enlist کیا ہے۔ انھوں نے غیر معیاری ادوایات کو enlist کیا ہے اور ہمارے جو دور دراز کے علاقوں میں سپلائی کر رہے ہیں۔ خدارا ہمیں اس سپلائی سے بچایا جائے اور صحیح علاج معالجہ کے لیے جو لاہور میں دوائیاں دی جا رہی ہیں۔ اسی طرح سے دی جائیں۔

(اس مرحلہ پر جناب اختر محمود' ایڈووکیٹ کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

ہمارے محکمے والے جو indent بھرتے ہیں۔ ہمارے ہسپتالوں کے جو indent آتے ہیں' ان کے مطابق ادویات دی جائیں نہ کہ وہ اپنی مرضی سے ادویات دیں۔ خدارا ان کو تھوڑا سا چیک کریں کہ جو ہم غریب علاقوں کے لوگ ہیں۔ جو پس ماندہ اضلاع کے لوگ ہیں۔ وہاں ہمیں کھیت سے منڈی تک roads کی بھی ضرورت ہے۔ سکولوں کی ضرورت ہے۔ کالجوں کی ضرورت ہے۔ ہمیں اس مشورے میں بھی شامل کیا جائے۔ کیوں' اس لیے کہ ہم بہتر بتا سکتے ہیں۔ ہم نہیں کہتے کہ سو فی صد ہمیں وہی چیزیں دیں' جو ہم مانگ رہے ہیں۔ لیکن کچھ نہ کچھ 20-30 فی صد تو ملنا چاہیے تاکہ ہم بھی لوگوں کو منہ دکھانے والے ہوں۔ لوگ ہمارے منہ پر کہتے ہیں کہ آپ بلند و بانگ دعوے کرتے تھے۔ آپ کی سنٹر میں بھی گورنمنٹ ہے اور صوبے میں بھی آپ کی گورنمنٹ ہے' لیکن کاموں کا حال یہ ہے کہ ہمارے ترقیاتی کام نہیں ہو رہے۔ ہماری گورنمنٹ نے جو بھرتی کی ہے' پولیس میں دیکھیں کہ میرٹ پر بھرتی کی ہے۔ جیسے اپوزیشن والے کہہ رہے تھے کہ میرٹ پر نہیں ہو رہی۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم ہر کام میرٹ پر کر رہے ہیں۔ دیکھیں کہ پولیس میں جو بھرتی ہوئی ہے مکمل میرٹ پر ہوئی ہے۔ ہم خوش ہیں۔ کیونکہ پولیس ایک ایسی منظم فورس ہے۔ اس میں میرٹ پر بھرتی ہونی چاہیے نہ کہ سیاسی مداخلت ہونی چاہیے تاکہ جو ہم پر الزام آتا ہے' ہم اس الزام سے بچے رہیں۔ لہٰذا ان الفاظ کے ساتھ اجازت چاہوں گا اور شکریہ ادا کروں گا کہ جو گزارشات میں نے کی ہیں۔ وزیر خزانہ صاحب ان پر غور فرمائیں گے اور ہمیں ایک واٹر سپلائی سکیم دی ہے۔ وہ پچھلی گورنمنٹ کی آ رہی ہے۔ جس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ بھکر نشیب موضع میں ایک واٹر سپلائی سکیم دی گئی ہے۔ وہ بکھری ہوئی آبادی ہے۔ وہاں واٹر سپلائی کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ لیکن اگر ہم سے پوچھ لیتے تو ہم ایسی اچھی جگہ پر جہاں پر اس کی ضرورت تھی۔ وہاں پر ہم دیتے۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اجازت چاہوں گا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، اب جناب احمد خان بلوچ سے درخواست کروں گا کہ وہ بجٹ کے حوالے سے تقریر کریں۔

جناب احمد خان بلوچ، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین! آپ کا شکریہ۔ وزیر خزانہ صاحب نے جو بجٹ پیش کیا ہے۔ ان حالات میں خودانحصاری کو مدنظر رکھتے ہوئے' ایک متوازی بجٹ ہے۔ انھوں

نے ترقیاتی اخراجات بڑھائے ہیں اور غیر ترقیاتی اخراجات کم کیے ہیں۔ ترقیاتی اخراجات میں تقریباً 17 ارب روپے رکھے گئے ہیں جن میں سے 10 ارب روپے تقریباً نئی سکیموں کے لیے اور 7 ارب روپے جاری سکیموں کے لیے رکھے گئے ہیں۔ جناب والا! ہمارا یہ بجٹ جو ترقیاتی پروگراموں کے لیے رکھا گیا ہے' یہ پچھلے سال سے کافی زیادہ ہے۔ میری اس میں صرف ایک گزارش ہے کہ بجٹ جن حالات میں بنایا گیا ہے' اور جن حالات میں یہ ترقیاتی بجٹ ہمیں دیا گیا ہے۔ اس میں میں تھوڑی سی گزارش کروں گا کہ جس طرح اس سال ایک خود انحصاری سکیم چلی ہوئی ہے۔ اس بجٹ کو بھی اس نظریے سے خرچ کیا جائے۔ یہ بجٹ جو کہ کمیشنوں کی نذر ہو جاتا ہے' تقریباً 40 فی صد یہ بجٹ ضائع ہو جاتا ہے۔ خدارا وزراء صاحبان' جن جن محکموں کا یہ بجٹ ہے۔ سیکرٹری صاحبان جو متعلقہ محکموں کے انچارج ہیں۔ اس سال وہ بھی تہیہ کریں کہ جس طرح پوری قوم خود انحصاری میں حصہ لے رہی ہے۔ وہ بھی کمیشنوں کا لین دین ختم کریں گے اور جو ترقیاتی بجٹ ہے وہ صحیح جگہ پر خرچ ہوگا اور صحیح معنوں میں خرچ ہوگا۔ یہ کمیشن جو وہ نہیں لیں گے' حقیقت یہ ہے کہ اسے وہ یہ سمجھیں کہ ہم خود انحصاری سکیم میں جمع کرا کر پنجاب کی ترقی اور ملک کی ترقی کے لیے خرچ کر رہے ہیں۔

جناب والا! پولیس کے لیے بجٹ میں کافی رقم رکھی گئی ہے اور یہ ہونی بھی چاہیے کیونکہ لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ ہے۔ اس میں صرف میری گزارش یہ ہے کہ پولیس والوں کو اتنی ہدایت ضرور ہونی چاہیے کہ یہ بجٹ جو عوام سے ان کو مل رہا ہے وہ عوام کی چادر اور چار دیواری کے لیے خرچ ہو' نہ کہ اس پیسے سے وہ جیپیں اور کاریں لے کر شریف لوگوں کو پریشان کریں' بلکہ ان سے چوروں' ڈاکوؤں اور سمگلروں کا پیچھا کریں۔ اس میں دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ اکثر ناکے بندی لگا کر شریف لوگوں کو پریشان کیا جاتا ہے۔ شریف لوگوں کو پکڑ کر تھانے میں لایا جاتا ہے۔ جو جیپیں عوام کے پیسے سے ان کو دی جاتی ہیں ان پر شریف آدمیوں کو پکڑ دھکڑ کر لایا جاتا ہے۔ اس سے گریز کیا جائے۔ اس میں پولیس کے لیے ایک گزارش ہے۔ ہمارے لاءمنسٹر صاحب بھی بیٹھے ہیں' میں آپ کی توسط سے ان سے گزارش کروں گا کہ خدارا' پولیس اصلاحات میں یہ ضرور لائیں کہ اگر ایک مدعی راضی نامہ کر جاتا ہے۔ آپس میں خاندانوں کا کوئی جھگڑا ہو جاتا ہے۔ مدعی اگر معاف کر دیتا ہے تو خدارا' وہ پولیس والوں کو بھی ختم کر دینا چاہیے۔ اس کے باوجود وہ عدالتوں کے چکر لگواتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ راضی نامہ ہو گیا ہے لیکن ہم اس کا چالان عدالت میں پیش کریں گے۔ کئی سالوں تک خاندان

ناجائز طور پر پیشیاں بھگتتے ہیں۔ اس سے ہمیں بچایا جائے۔ اگر 302 کے کیس کی خدا کی طرف سے بھی معافی نامے کی اجازت ہے تو ان چھوٹے چھوٹے مقدمات کے لیے اس راضی نامے کو کیوں قبول نہیں کیا جاتا؟ اس سے عدالت کا وقت بھی بچے گا۔ پولیس کا وقت بھی بچے گا اور عوام کا وقت بھی بچے گا۔ دوسری بات یہ ہوتی ہے کہ پولیس کو جب کہا جاتا ہے کہ آپ نے چور پکڑے ہوئے ہیں اور ان سے آپ چوریاں برآمد نہیں کرتے۔ مدعی چکر لگا رہے ہیں اور ان کا مال برآمد نہیں ہوتا۔ تو پولیس والے ایک بہانہ کرتے ہیں۔میں گزارش کروں گا کہ ان کا یہ بہانہ بھی کسی طرح سے اگر ختم ہو جائے تو بہتر ہو گا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب سے سول جج صاحبان آئے ہیں وہ ہمیں ریمانڈ نہیں دیتے۔ ان کے پاس اتنے کیسز ہوتے ہیں' civil suit ہوتے ہیں' وقت نہیں ہوتا اور وہ ریمانڈ پر غور ہی نہیں کرتے۔ مدعی چیختا رہتا ہے اور وہ یا تو ملزم چھوڑ دیتے ہیں یا ان کو جوڈیشل کر دیتے ہیں۔ بلکہ پولیس والے کہتے ہیں کہ جب ہم ملزمان کو ریمانڈ کے لیے پیش کرنے جاتے ہیں تو راستے میں ان ملزمان کی منت کرتے ہیں کہ کہیں وہ یہ نہ کہہ جائیں کہ پولیس نے ہم پر تشدد کیا ہے اور وہ الٹا پولیس کے خلاف ایکشن لینا شروع کر دیتے ہیں۔ میری تجویز ہے کہ چونکہ آپ کے پاس مجسٹریٹ موجود ہیں۔ اگر وہ ریمانڈ کی حد تک علاقہ مجسٹریٹ کے پاس پیش ہوتے رہیں' چالان جب مکمل ہو' بے شک سول جج سماعت کرے' حدیہ سماعت کرے' کوئی اعتراض والی بات نہیں۔ کم از کم ریمانڈ کی حد تک اگر انھیں یہ اختیار دے دیا جائے تو اس سے لوگوں کے سامان کی برآمدگی بڑھ جائے گی۔ پولیس فورس جو کہتی ہے کہ ہمیں ملزم دیا ہی نہیں جاتا ہم تفتیش کیا کریں؟ حالانکہ چودہ دن ایک قانونی حق ہے کہ اگر ملزم غلط ہے' خطرناک ملزم ہے' چور ہے' ڈکیت ہے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ ملزم چھوڑ دیا جاتا ہے یا جیل بھیج دیا جاتا ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ اگر علاقہ مجسٹریٹ کو ریمانڈ کی حد تک دیا جائے تو اس سے پولیس کی کارکردگی بڑھے گی۔ اس سے سامان کی برآمدگی بڑھے گی۔ ان کو کام کرنے کی اور طاقت مل جائے گی۔

جناب والا! واٹر سپلائی سکیموں کے لیے کافی بجٹ رکھا گیا ہے۔ میری بھی باقی دوستوں کی طرح گزارش ہے کہ ہمارے لودھراں میں ایک بھی واٹر سپلائی سکیم نہیں رکھی گئی۔ ہمیں ایک سکیم بھی نہیں دی گئی۔ ہمارے ضلع لودھراں کا کڑوا پانی ہے۔ میرے ایک دوست نے کہا تھا کہ ہمارے ہاں پانی تین سو فٹ پر میٹھا نکلتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ہمارے لودھراں میں پانچ سو فٹ پر بھی

میٹھا پانی مل جاتا تو ہمیں غنیمت ہوتا۔ ہمیں وہ پانی پانچ سو فٹ تک بھی نہیں ملتا۔ ہمیں پانچ پانچ میل اور دس دس میل دور سے پانی لانا پڑتا ہے۔ بلکہ ایسے موضعے بھی ہیں کہ جہاں پرندے بھی اگر پانی پییں تو پرندے مر جاتے ہیں۔ جانور پانی نہیں پی سکتے۔ اس ڈسٹرکٹ کے لیے ایک بھی واٹر سپلائی سکیم نہیں ہے۔ میری گزارش ہے کہ ڈویلپمنٹ کے لیے جو پیسہ رکھا گیا ہے' جو عوامی نمائندوں کے مشورے سے استعمال ہوگا' اس میں ہمیں واٹر سپلائی سکیم کے لیے بھی اجازت ہونی چاہیے۔ دوسرا اس پیسے میں ہمیں اضافی آبادیوں میں بجلی پہنچانے کی اجازت ہونی چاہیے۔ کیونکہ وفاق سے ہمیں شاید بڑے موضع مل جائیں۔ اضافی آبادیوں کے لیے بجٹ نہیں ہوتا۔ جہاں دو کھمبوں سے ہمارا ایک قصبہ electrify ہو جاتا ہے' ایک دیہات electrify ہو جاتا ہے تو اضافی آبادیوں کے لیے بھی ہمیں اس فنڈ سے خرچ کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ یہ open ہونا چاہیے۔ چاہے ہم سکول کی سکیم دیں' واٹر سپلائی کی سکیم دیں' اضافی آبادیوں میں بجلی کی سکیم دیں' ہمیں پابند نہ کیا جائے کہ یہ صرف کسی ایک سکیم کے لیے دے سکتے ہیں۔ تاکہ جہاں جہاں جس چیز کی ضرورت ہو ہم اس کے مطابق اسے خرچ کر سکیں۔

جناب والا! ہیلتھ کے لیے بہت کچھ رکھا گیا ہے۔ میں اس کے لیے گزارش کروں گا کہ ڈاکٹر صاحبان کو جعلی سرٹیفکیٹ سے روکا جائے۔ اس سے مقدمے بازی بڑھ رہی ہے۔ اس میں کم از کم اتنا تو کر دیں کہ ایک سرٹیفکیٹ جو جعلی بنتا ہے' بورڈ بیٹھتا ہے' اس بورڈ میں وہی ہسپتال کا ڈاکٹر جو جعلی سرٹیفکیٹ بناتا ہے اس بورڈ کا ممبر ہوتا ہے۔ کم از کم اسے ڈویژن سطح پر لے جائیں تاکہ جعلی سرٹیفکیٹ بند ہوں۔ اس سے آپ کی 90 فی صد مقدمے بازی ختم ہو جائے گی۔ یہ ایک بہت ضروری بات ہے۔ میرے حلقے میں آر۔ ایچ۔ سی' 53۔ ایم 1993ء سے بن چکا ہے اور 70 لاکھ روپیہ اس پر خرچ ہو چکا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ وہ 1993ء میں مکمل ہوا ہے۔ بلڈنگ ضائع ہو رہی ہے۔ 70 لاکھ روپیہ ضائع ہو رہا ہے اور آج تک اسے چالو نہیں کیا گیا۔ اگر اسے چالو نہ کیا گیا تو 70 لاکھ روپیہ ضائع ہوگا۔ فرنیچر ضائع ہو جائے گا۔ مہربانی کر کے اس کو چالو کیا جائے تاکہ اس آبادی کے لوگ اس آر۔ ایچ۔ سی سے فائدہ اٹھائیں۔

جناب والا! میں ایٹمی قوت کے بننے پر پاکستان کے وزیر اعظم کو مبارک باد دیتا ہوں۔ انھوں نے جتنا یہ غیرت کا اور خود داری کا جو فیصلہ کیا ہے وہ خراج تحسین کے مستحق ہیں۔ امریکہ نے

کہا ڈالر لے لیں۔ پیسے لے لیں۔ سب کچھ لے لیں۔ ایک ایٹمی دھماکا نہ کریں۔ ہمارے وزیر اعظم صاحب نے کہا کہ غیرت مند قومیں کبھی خود داری بیچا نہیں کرتیں۔ انھوں نے کہا آپ ہم سے خود داری خریدنا چاہتے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ ہماری خود داری کا معاملہ ہے۔ آزادی کا معاملہ ہے۔ یہ ضرور ہو گا۔ انھوں نے بہت عزت کا فیصلہ کیا اور خود داری کا تحفظ کیا۔ ہم ان کو مبارک باد دیتے ہیں۔

جناب والا! کالا باغ ڈیم کا مسئلہ ہے۔ انھوں نے اس کا بھی اعلان کیا ہے جس سے پورے پاکستان میں اور خاص طور پر پنجاب میں ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ ہماری یہ تجویز ضرور ہے کہ چاروں صوبوں سے مل کر ان کے مشورے سے ان کو راضی کر کے اسے بنایا جائے۔ یہ ایک اچھی بات ہے۔ لیکن خدارا ہمارے صوبوں کو بھی اسے اپنی ذات تک نہیں سوچنا چاہیے۔ اسے قومی سطح پر سوچنا چاہیے۔ اسے ملک کی خوش حالی اور ترقی کے لیے سوچنا چاہیے۔ کھوسہ صاحب نے اپنی تقریر میں ایک بہت اچھی بات کہی تھی کہ ہمیں اب ایک عظیم قوم کو ترقی و خوش حالی اور خود داری کا علَم لے کر چلنا چاہیے۔ ہماری ترقی و خوش حالی اب اسی میں ہے کہ اگر کالا باغ ڈیم بنے گا تو ہمارا ملک ترقی و خوش حالی کی راہ پر گامزن ہو گا۔ اس سے ہمارا 30 لاکھ ایکڑ رقبہ آباد ہو گا اور غالباً 3600 میگاواٹ بجلی پیدا ہو گی۔ اس سے انڈسٹری اور زرعی سائیڈ پر اتنا انقلاب آئے گا کہ ہمیں بجلی تقریباً ایک روپیہ یونٹ تک مہیا ہو گی۔ ہمارا اتنا رقبہ آباد ہو گا کہ جس سے ہمارا بہت زیادہ زر مبادلہ بچے گا مثلاً ہم باہر سے گندم، خوردنی تیل کے پروڈکٹس، دودھ اور دوسری چیزیں جو منگواتے ہیں اس پر ہمارا بجٹ کا 60 فی صد چلا جاتا ہے۔ اگر یہ کالا باغ ڈیم بن جائے تو ہمارا 60 فی صد جو زر مبادلہ ضائع ہوتا ہے وہ ملک کی ترقی کے لیے خرچ ہو گا۔ میں ایک بات واضح طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ خدارا نہ ہمیں پنجاب کا کارڈ استعمال کرنا چاہیے، نہ بلوچستان کا، نہ سرحد کا، نہ سندھ کا، ہمیں اپنا قومی کارڈ، پاکستانی کارڈ استعمال کرنا چاہیے۔ کالا باغ ڈیم پاکستان کی ترقی کی خوش حالی کا نشان ہے اور ضرورت ہے ورنہ یاد رکھنا کہ 2005ء میں جس طرح بجلی کی لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے اسی طرح واٹر لوڈ شیڈنگ شروع ہو جائے گی اور زرعی رقبہ غیر آباد ہونا شروع ہو جائے گا۔ ملک قحط کی طرف بڑھے گا۔ خدارا ہمارے دوسرے صاحبان کو بھی کچھ تھوڑا سا غور و خوض کرنا چاہیے اور ملکی سطح پر سوچنا چاہیے نہ کہ صوبے کی سطح پر۔

جناب والا! ہمارے وزیر اعظم صاحب نے مردم شماری کروا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ

آئین کی پابندی کر رہے ہیں۔ 18 سال میں کسی بھی حکومت نے اس جانب قدم نہ بڑھایا۔ وزیر اعظم صاحب نے مردم شماری کرائی۔ حالانکہ وہ ڈرتے تھے کہ کیسے مردم شماری کرائی جائے؛ اس سے یہ ہو جائے گا' وہ ہو جائے گا۔ انھوں نے مردم شماری کروا کے ثابت کیا کہ وہ آئین کی پابندی کر رہے ہیں کیونکہ پاکستان کے آئین میں لکھا ہوا ہے کہ دس سال کے بعد مردم شماری کرانی ہے۔ ہمارے وزیر اعظم صاحب نے مردم شماری بھی کروائی۔

جناب والا! بلدیاتی الیکشن سوائے مسلم لیگ کے کسی بھی حکومت نے نہیں کروائے۔ سابقہ حکومت آپ کے سامنے ہے کہ سپریم کورٹ نے بلدیاتی ادارے بحال کیے اور سابقہ حکومت نے ایک گھنٹے میں بل بنا کر سپریم کورٹ کا آرڈر ختم کر دیا۔ اس کی حکم عدولی کی۔ اس میں کیا تھا؟ کون سا پہاڑ اس حکومت پر ڈھے رہا تھا؟ عوامی اداروں کا سربراہ عوامی نمائندہ اگر بن جاتا تو کون سی بات تھی؟ لیکن وہ عوام کو یہ سہولت دینا ہی نہیں چاہتے تھے۔ وہ سہولت جس سے عوامی نمائندے اپنے گھر میں بیٹھ کر لوگوں کے مسائل حل کرتے ہیں وہ دینا نہیں چاہتے تھے یہ مسلم لیگ کے قائد میاں نواز شریف صاحب کا فیصلہ ہے کہ آئین میں بلدیاتی الیکشن کروانے تھے اور انھوں نے کروائے ہیں اور لوگوں کے گھروں تک انصاف پہنچانا ہے ' ان کے مسائل حل کرنے ہیں انھوں نے یہ الیکشن کروا کر ثابت کر دیا ہے کہ مسلم لیگ ہی بلدیاتی الیکشن کرواتی ہے اور یہ کبھی دوسری حکومت نے نہیں کروائے۔

جناب والا! میری ایک گزارش ہے کہ ہم پر زرعی ٹیکس لگا ہے اور ہم یہ ٹیکس دینے کے لیے تیار ہیں اور ہم دے رہے ہیں۔ اگر اس میں کوئی تبدیلی آئی ہے تو خدارا' پورے ایوان میں اس کی لسٹ دی جائے تاکہ پتا چل سکے کہ اس میں کیا تبدیلی آئی ہے۔ ہم نے تو تقریباً سوا سو فی ایکڑ لگایا تھا جو ساڑھے بارہ ایکڑ سے زیادہ تھا۔ لیکن یہ تقریباً ساڑھے تین سو وصول ہو رہا ہے یہ ہم سے زیادتی ہو رہی ہے۔ ہمیں لسٹ دی جائے تاکہ ہمیں پتہ چل سکے کہ اس کا کیا طریقہ کار ہے اور وہ کتنے یونٹ پر اور کتنے ایکڑ پر کتنا ٹیکس ہے؟ پورے ہاؤس میں اس کی کاپی تقسیم کی جائے۔

جناب والا! پانچ ہزار ٹریکٹر کے لیے کہا گیا ہے ۔ پانچ ہزار ٹریکٹر تو ہیں لیکن یہ تھوڑے ہیں اور اس کا طریقہ کار کیا ہوگا؟ اس میں جو کمی کی گئی ہے یہ مستقل طور پر کیوں نہیں کی گئی' بلکہ اس پر جو ایک لاکھ روپے کی بچت دی گئی ہے یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہونی چاہیے' یہ عارضی نہیں ہونی چاہیے یہ تو چند لوگوں کو فائدہ پہنچے گا باقی اس سے محروم رہ جائیں گے ۔

جناب والا! میری ایک گزارش ہے کہ ٹی وی پر سونا اور چاندی ہمیں زرعی مشورے دیتے ہیں۔ خدارا' مہربانی کریں سونا چاندی کے مشوروں کی بجائے اگر زرعی ماہرین ہمیں مشورے دیں تو زیادہ بہتر ہے۔ یہ کاشتکار طبقے کے لیے insult کی بات ہے کہ سونا اور چاندی جسے پتا ہی نہیں ہے کہ رقبہ کیا ہوتا ہے جنہیں پتا ہی نہیں ہے کہ سیڈز کیا ہوتے ہیں' جنہیں پتا ہی نہیں ہے کہ کاشتکاری کیسے کی جاتی ہے۔ وہ اپنی اداکاری کے لیے تو ضرور لیکچر دیں خدارا' کاشتکاروں کو ان کے منہ سے یہ لیکچر اچھے نہیں لگتے۔ وہاں پر اگر کوئی ماہر زراعت بیٹھا ہو تو وہ بہت خوبصورت بھی لگے گا اور اس کے مشورے کارآمد بھی ہوں گے۔ تو یہ میری گزارش ہے کہ سونا چاندی کی بجائے کسی ماہر سے زرعی مشورے لیے جائیں تاکہ کاشتکار ان پر عمل کر سکیں۔ بہت مہربانی شکریہ۔

جناب چیئرمین، اب میں مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کو تقریر کی دعوت دے رہا ہوں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، بسم اللہ الرحمن الرحیم۰

الحمد للہ وحدہ و الصلوۃ والسلام علی من لم نبیٰ بعدہ اما بعد· قال اللہ تعالٰی و تبارک تعاونوا علی البر والتقویٰ ولاتعاونوا علی الاثم و العدوان صدق اللہ العلی العظیم۰

جناب چیئرمین صاحب! میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ موجودہ بجٹ پر اپنا اظہار خیال کرنے اور اپنے علاقے کے مسائل پیش کرنے کا جناب نے مجھے موقع دیا۔ سب سے پہلے میں یہ وضاحت کروں گا کہ میں نے جو آیت کریمہ پڑھی ہے اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اچھے کاموں میں تعاون کرو' بھلائی کے کام میں تعاون کرو اور برائی کے ساتھ تعاون نہ کرو۔ جناب والا! اسلامی اصول یہ ہے کہ اچھی بات اور اچھا کام کوئی بھی کرے اس کی تائید و حمایت کی جائے۔ غلط کام اگر اپنا آدمی بھی کرے تو اس کو ٹوکا جائے۔ میں اس اصول پر ہوں۔ ہاں تو حزب اقتدار اور حزب اختلاف کا جو مروجہ طریقہ رائج ہے' اقتدار والے کتنی اچھی بات کیوں نہ کریں حزب اختلاف والے اس کی تردید کریں گے۔ حزب اختلاف والے کتنی ہی اچھی بات کریں حزب اقتدار والے درخوراعتنا نہیں سمجھتے۔ اسلامی اصول یہ ہے کہ اچھی بات جو بھی کرے اس کی تائید کرو اور جو غلط کرے اس کی تردید کرو۔ میں سب سے پہلے اپنے محترم وزیر اعظم صاحب کو خراج تحسین پیش کروں گا جو انھوں نے انقلابی اور جرأت مندانہ اقدامات مسلسل کیے ہیں۔ سب سے پہلے ایٹمی دھماکا اس کے بعد کالا باغ ڈیم

کا دھماکا، اس کے بعد ان کے دیگر انقلابی اقدامات جن کی ایک تفصیل ہے۔ اس پر پوری قوم انھیں خراج تحسین پیش کرتی ہے۔میں اپنے دل کی گہرائیوں سے میاں صاحب کو ان اقدامات پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں خصوصاً ان کے ایٹمی دھماکے سے پورے عالم اسلام کے اندر ہمارا سرفخر سے بلند ہے اور ہم نے دشمن پر اللہ کے حکم کے مطابق وہ رعب طاری کر دیا ہے کہ اس کے چھکے چھوٹ گئے ہیں اور وہ اپنی ساری لن ترانیاں بھول گیا۔

جناب سپیکر! اسی طرح دیگر اقدامات جو ہمارے محترم وزیر اعظم صاحب نے کیے ہیں میں ان سب کی دل کی گہرائیوں سے قدر کرتے ہوئے انھیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ پارلیمانی گروپ کی میٹنگ کے اندر بھی میں نے دو دھماکوں کا مطالبہ کیا تھا ایک کالا باغ ڈیم کا۔ الحمدللہ انھوں نے پوری جرأت کے ساتھ اس کا اعلان کر دیا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ وہ تمام صوبوں کو اس پر مطمئن کر کے قوم اور ملک کے اس عظیم منصوبے کی ابتدا کر کے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچائیں گے، پوری قوم اس میں ان کے ہمراہ ہے۔

جناب چیئرمین! اسی طرح اب اللہ تعالیٰ کی حمایت ضروری ہے عوام کی حمایت حاصل ہے لیکن ہر کام میں ہمیں اللہ کی تائید اور نصرت کی ضرورت ہے۔ اللہ کی تائید اور نصرت کے لیے ایک اور بڑا اہم دھماکا شریعت کے نفاذ کا ہے۔ جب انھوں نے کافروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کی تمام دھمکیوں کو درخوراعتنا نہ سمجھتے ہوئے ایٹمی دھماکا کر دیا ہے تو اب وہ شریعت کا دھماکا بھی کریں۔ گو ہم سمجھتے ہیں کہ امریکہ اور پورے کفارنہیں چاہتے لیکن اللہ کو راضی کرنے کے لیے، اللہ کی نصرت حاصل کرنے کے لیے جس طرح انھوں نے یہ اقدامات کیے ہیں پوری قوم ان سے توقع کرتی ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ جناب وزیر اعظم صاحب اس اعلان کو بھی عنقریب کریں گے تاکہ اللہ کی نصرت ہمارے ساتھ ہو۔ میں عرض کروں کہ ہمارے پڑوس افغانستان میں طالبان کی حکومت ہے۔انھوں نے کسی مخالف کی کسی بات کی پرواہ کیے بغیر صحیح اسلامی نظام کو قائم کیا ہے۔ اللہ ان کی مدد کر رہا ہے اور اللہ ہماری بھی مدد کرے گا۔

اس کے بعد جناب والا! میں یہ بھی عرض کروں گا کہ ہمارے محترم وزیر اعظم صاحب نے یہ اقدامات کر کے اپوزیشن کے غبارے سے ہوا نکال دی ہے۔ ان کے پاس اب کوئی issue نہیں رہا۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔ یا ہماری پنجابی میں کہتے ہیں کہ "آنا

گندمی ہلدی کیوں ہٹی ایں' ان کے پاس اب اور کوئی چیز نہیں رہی ۔ اور میں جناب وزیر اعظم سے کہوں گا کہ جس جرأت کے ساتھ انھوں نے یہ اعلانات کیے ہیں وہ پوری استقامت کے ساتھ ان پر عمل درآمد کریں تو ان شاء اللہ وہ اس صدی کے عظیم ہیرو بنیں گے' ورنہ اگر عمل نہ ہوا تو ہیرو کی بجائے زیرو بن جائیں گے۔

جناب والا! اسی کے ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ جہاں انھوں نے یہ اچھے اقدامات کیے ہیں وہاں انھوں نے جمعے کی چھٹی' جو بھٹو صاحب جاری کر گئے تھے' ختم کر کے دینی طبقے اورعوام کو مایوس کیا ہے یہ نصاریٰ کی تشبیہ ہے اور اللہ کے نبی نے یہود اور نصاریٰ کے اچھے کام میں بھی تشطط سے پرہیز کیا ہے اور ہم ان کی تقلید کرتے ہوئے جمعہ کی اسلامی چھٹی چھوڑ کر اتوار کی چھٹی کر رہے ہیں۔ میں ان کی توجہ دلاؤں گا کہ یہ بھی عوامی مطالبہ ہے اور اسلامی تقاضا ہے کہ جمعہ کی چھٹی بحال کی جائے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد میں بجٹ کے بارے میں عرض کروں گا۔ موجودہ حالات میں وزیر خزانہ صاحب نے اور ہماری حکومت پنجاب نے جو بجٹ پیش کیا ہے' بعض خامیوں کے باوجود جن کی نشاندہی ہمارے معزز ممبران نے کی ہے یہ ایک اچھا بجٹ ہے۔ اور چند ایک کی نشاندہی میں بھی کروں گا۔ لیکن مجموعی طور پر میں اس بجٹ کو متوازن بجٹ قرار دیتا ہوں' خصوصاً ان حالات میں' اور اس پر میں وزیر خزانہ صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں اس پر شدید احتجاج کرتا ہوں کہ میرے پچھلے احتجاج کے باوجود ابھی تک بجٹ کو انگریزی میں پیش کیا جاتا ہے اتنے بڑے بڑے گٹھے دے دیے جاتے ہیں جن کو اکثر ممبران دیکھتے بھی نہیں اور ممبران کی ایک بڑی تعداد اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ آئین کے مطابق 1988ء میں ہماری تمام کارروائی ہماری اپنی قومی زبان میں ہونی چاہیے لیکن نہایت افسوس ہے کہ دس سال کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود حکومت نے اس طرف توجہ نہیں کی اور میں وزیر قانون صاحب کی توجہ دلاؤں گا کہ کہیں تو قانون اتنا اہم ہوتا ہے کہ اگر اسمبلیاں ٹوٹ جائیں تو آئین میں ہے کہ 90 دن کے اندر اندر الیکشن کروایا جائے۔ 90 دن سے ایک دن اوپر نہیں ہوتا کہ الیکشن کروا دیا جاتا ہے اسی آئین کا یہ بھی حصہ ہے کہ دس سال کے اندر یعنی 1988ء میں تمام کارروائی اردو میں کرنی تھی ۔ دس سال کا طویل عرصہ گزر

گیا اور اب تک آئین پر عمل نہیں ہوا۔ میں اس پر اپنا احتجاج ریکارڈ کراتا ہوں اور مطالبہ کرتا ہوں کہ آئندہ بجٹ انگریزی کی بجائے اردو میں پیش کیا جائے ۔ اسی کے ساتھ ساتھ بجٹ تقریر میں جناب وزیر خزانہ نے 3 ارب کی خطیر رقم ضلعی سطح پر پیشہ وارانہ تربیتی اداروں کے قیام کے لیے زکوٰۃ فنڈ سے رکھی ہے ۔ میں جناب وزیر خزانہ کی توجہ اس طرف دلاؤں گا کہ اس میں شرعی مسئلہ معلوم کریں کہ آیا ایسے ادارے زکوٰۃ فنڈ سے قائم کیے جا سکتے ہیں یا نہیں ۔ خاص مدیں ہیں کہ جن پر زکوٰۃ خرچ ہو سکتی ہے ۔ ہر جگہ زکوٰۃ خرچ نہیں ہو سکتی۔ زکوٰۃ سے غریبوں مسکینوں کی تملیک کی جاتی ہے ۔ ان کی ملک میں دیا جاتا ہے ۔ لہٰذا اس پر نظر ثانی فرمائیں کہ تین ارب کی اتنی خطیر رقم ان اداروں کے قیام کے لیے رکھی گئی ہے' اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

اس کے بعد گزارش کروں گا کہ تعلیم جو سب سے اہم شعبہ ہے اور جس کے لیے بجٹ کا ایک بڑا حصہ رکھا جاتا ہے۔ دینی اور خصوصاً قرآن کریم کی تعلیم کے لیے موجودہ حکومت کا ایک بہترین کارنامہ ہے ۔ انھوں نے ناظرہ قرآن میٹرک تک لازمی کیا ہے۔ لیکن اس پر عمل نہیں ہو رہا۔ اس لیے کہ قرآن کریم پڑھانے کے لیے سکولوں میں مستقل اساتذہ کا انتظام نہیں۔ میں جناب وزیر خزانہ کی توجہ دلاؤں گا کہ قرآن کریم کی تعلیم جب آپ نے لازمی قرار دی ہے تو اس کے پڑھانے کے لیے سکولوں میں اساتذہ کا انتظام کریں۔ جب تک قاری اساتذہ کا انتظام نہیں کیا جاتا اس وقت تک اس مفید منصوبہ پر عمل نہیں ہو سکتا۔ جناب سپیکر! موجودہ حکومت نے "بھوت سکول" اور "بوٹی مافیا" کی کرپشن' جس میں کروڑوں اور اربوں روپے ضائع ہو رہے تھے' اس پر جس طرح فوج کی نگرانی میں تحقیق کی ہے' میں اس پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مطالبہ کروں گا کہ اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہیے اور یہیں چھوڑ نہیں دینا چاہیے ۔

جناب سپیکر! پرائمری اور ایلیمنٹری سکولوں کے نظام کو بہتر بنانے کے لیے منصوبہ بندی کرنی چاہیے ۔ بہت سے سکول ایسے ہیں کہ جن کی بلڈنگز نہیں یا ان کی بلڈنگز خطرناک قرار دی گئی ہیں۔ سٹاف کی حاضری صحیح نہیں ہوتی' تدریسی سامان کی بروقت دستیابی نہیں ہوتی۔ جس کے لیے ضروری ہے کہ ان پرائمری اور ایلیمنٹری سکولوں کے نظام کو بہتر بنانے کے لیے ان امور کی طرف فوری توجہ دی جائے۔ میرے حلقہ پی پی 61 میں بیس سے پچیس پرائمری سکول ایسے ہیں جن کی سرے سے عمارتیں موجود نہیں ۔ یا اگر ان کی عمارتیں ہیں تو وہ انتہائی خطرناک قرار دی گئی ہیں۔

جناب سپیکر! چنیوٹ سب سے بڑا سب ڈویژن ہے ۔ اس میں دو گرلز ہائی سکول ہیں۔ ہم نے بار ہا مطالبہ کیا ہے کہ اتنی کثیر آبادی کے لیے ہمیں دو گرلز ہائی سکول اور تین بوائز ہائی سکول چاہییں ۔ لیکن اِس بجٹ میں چنیوٹ کے لیے کوئی سکول نہیں رکھا گیا۔ اور مجھے بڑا افسوس ہے کہ میں نے بڑی باریک نظر سے دیکھا ہے ۔ خود تو میں اتنی انگریزی نہیں جانتا لیکن میں نے اپنے عزیزوں کو یہ بجٹ دیا کہ چنیوٹ کا نام تلاش کرو۔ خوردبین لگا کر بھی ہمیں چنیوٹ کا نام نہیں ملا۔ جب کہ چھوٹے چھوٹے شہروں کے نام آ گئے، لیکن معلوم نہیں کہ ہمارے ساتھ یہ سوتیلی ماں کا سلوک کیوں کیا جاتا ہے یا ناکردہ گناہوں کی سزا کس لیے دی جاتی ہے؟ چنیوٹ جو کسی زمانے میں مغل بادشاہوں کا صوبہ کہلاتا تھا آج اسے اس طرح نظر انداز کیا گیا ہے کہ پورے بجٹ کے اندر چنیوٹ کا کہیں بھولے سے بھی نام نہیں آیا۔ ایک جگہ چنیوٹ کا نام آ رہا تھا وہ بھی قصداً حذف کر دیا گیا۔ ضلع جھنگ کی معدنیات رکھی گئی ۔ حالانکہ معدنیات ضلع جھنگ میں چنیوٹ سے نکل رہی ہیں۔ چنیوٹ سے لوہا اور تانبا نکل رہا ہے ۔ اور میں وزیر معدنیات اور وزیر خزانہ کی توجہ دلاؤں گا ۔ انھوں نے یہ تو لکھ دیا کہ ضلع جھنگ میں معدنیات کا کام مکمل کیا جائے لیکن اس کے لیے کوئی فنڈ نہیں رکھا گیا۔ وہ چنیوٹ سے نکل رہا ہے ۔ اور آپ کی اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ اتنا اعلیٰ قسم کا لوہا نکلا ہے جس کی دنیا میں نظیر نہیں ۔ نوے پچانوے فی صد خالص لوہا ہے اور تانبا ہے لیکن وہ منصوبہ ٹھپ ہو کر بند پڑا ہے ۔ میں جناب وزیر خزانہ کی اس طرف توجہ دلاؤں گا کہ اس کی طرف خصوصی توجہ کریں اور اس خدائی نعمت کو حاصل کرنے کے لیے اسباب و وسائل بہم پہنچائیں۔

جناب سپیکر! محکمہ تعلیم کی بات عرض کر رہا تھا ۔ ہمارے ہاں لڑکوں کا ڈگری کالج ہے ۔ اس میں بی اے ، بی ایس سی کی کلاسیں ہیں لیکن لیبارٹری میں ایف ایس سی لیول تک بھی سامان نہیں ہے ۔ جس کی وجہ سے بی ایس سی لیول کے بچے سخت مایوس ہوتے ہیں اور یہاں سے مجبور ہو کر وہ اپنی تعلیم کے لیے ربوہ کی طرف رخ کرتے ہیں، کیونکہ یہاں پر لیبارٹری کا سامان مہیا نہیں ہوتا۔ میں جناب وزیر خزانہ کی توجہ اس طرف دلاؤں گا کہ ہمارے لڑکوں اور لڑکیوں کے کالج کی طرف خصوصی توجہ دیں ۔ میں نے بار ہا توجہ مبذول کرائی ہے کہ ہماری اس ضرورت کو سامنے رکھیں۔ جب تک ہمارے تعلیمی اور صحت کے ادارے ایسے نہیں ہوتے کہ ہم ربوہ کے رحم و کرم پر نہ رہیں، ربوہ کی طرف ہماری نظر نہ ہو ۔ ربوہ میں ہر قسم کی سہولتیں مہیا ہیں۔ ان کا کالج ، ان کے ہسپتال لیکن ہمیں صحیح

ضرورتیں بھی مہیا نہیں کی جاتیں۔ لڑکیوں کے ڈگری کالج کے لیے تیس کنال زمین محکمہ اوقاف سے محکمہ تعلیم کو ہم نے منتقل کرائی ۔ پچھلے اجلاس میں وزیر تعلیم نے ہاؤس میں وعدہ کیا تھا کہ اگر آپ نوٹیفکیشن پیش کر دیں تو ہم اس بجٹ میں اس کی تعمیر کے لیے رقم رکھیں گے۔ ہم نے تیس کنال زمین محکمہ تعلیم کو منتقل کرا دی ۔ میرے پاس سرٹیفکیٹ موجود ہے ۔ اس ہاؤس میں جیسے وزیر تعلیم نے وعدہ کیا تھا میں وزیر خزانہ سے مطالبہ کروں گا کہ اس سال ہمارے ڈگری کالج (زنانہ) کے لیے فنڈ رکھا جائے ۔ اس کی اپنی عمارت نہیں۔ وہ ایک ہائی سکول کے بورڈنگ میں چل رہا ہے ۔ اب زمین مل گئی تو اس کے لیے بلڈنگ کا اہتمام ہونا چاہیے ۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ مولانا صاحب!

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا! گزارش ہے کہ میرے شہر کے مسائل تو ابھی رہتے ہیں۔ مجھے چند منٹ اور عنایت فرما دیں۔

جناب چیئرمین، گزارش ہے کہ چند اور ساتھیوں نے اظہار خیال کرنا ہے ۔ آپ کا بہت شکریہ۔ بہت نوازش۔ اب میں دعوت خطاب دوں گا حاجی ملک عمر فاروق صاحب کو۔

حاجی ملک عمر فاروق، جناب چیئرمین! مولانا صاحب سے میں بھی معذرت کرتا ہوں۔ کافی وقت انھوں نے پہلے بھی لیا ہے اور بڑے اچھے انداز سے ٹی وی کے لیے تصویر بھی بنوائی ہے ۔ پتا نہیں شرعی ہے یا غیر شرعی۔

جناب چیئرمین! میں سب سے پہلے قائد پنجاب محترم میاں محمد شہباز شریف صاحب اور وزیر خزانہ پنجاب سردار ذوالفقار علی کھوسہ صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے شب روز محنت کر کے ان نامساعد حالات میں ایک متوازن بجٹ پیش کیا۔ یقینی طور پر تمام دوستوں کی جو اپنے اپنے علاقوں سے اعتماد لے کر آئے ہیں' ان کی خواہشیں ہیں کہ ان کے علاقوں میں زیادہ سے زیادہ ترقیاتی کام ہوں ۔ لیکن وسائل کو سامنے رکھتے ہوئے جو تقسیم کی گئی ' علاقوں کے ترقیاتی منصوبے رکھے گئے۔ اگر بجٹ کو دیکھا جائے تو دوستوں کی خواہشات تو بہت ہیں لیکن جو بنیادی اہمیت کے مسئلے تھے ان کو بنیادی اہمیت دی گئی۔ top priority پہ رکھا گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ بالخصوص اس بجٹ میں تعلیم ' صحت اور زراعت کو بنیادی اہمیت دی گئی دیہی ترقی کے حوالے سے بھی ایک

اچھا پروگرام دیا گیا۔ تعلیمی میدان میں ایک ٹاسک فورس بنائی گئی اور انھوں نے دن رات محنت کر کے بوگس سکول پکڑے جن پر حکومت کے تقریباً 2 ارب روپے سالانہ ضائع ہوتے تھے۔ آج ان دوستوں کی محنت اور کوشش سے یہ رقم محفوظ ہاتھوں میں ہے۔ اس رقم کو تعلیمی اداروں کی مزید ترقی اور بہتری پر خرچ کرنے کے لیے قابل عمل منصوبے بنائے گئے ہیں۔ اس طرح اس ٹاسک فورس کی شب و روز محنت کے اچھے نتائج سامنے آئے ہیں۔ میں محترم وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ سے گزارش کروں گا کہ دیگر اداروں میں بھی ایسی ٹاسک فورس بنا دی جائیں اور اگر دوستوں کو عملی طور پر اس میں شامل کیا جائے تو اس سے بہت بہتر نتائج حاصل ہوں گے۔ مثال کے طور پر آپ صحت کے شعبے کو لے لیں، اس شعبے کے لیے ٹاسک فورس ضرور بنائی جانی چاہیے۔ میرے اس ایوان کے معزز دوست پہلے بھی حکومت کی کامیابی، پنجاب کی ترقی و خوش حالی کے لیے اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان دوستوں پر مزید اعتماد کرتے ہوئے انھیں موقع دیا جائے کہ وہ جعلی ادویات، زہر آلود ادویات، جعلی ڈاکٹرز اور جعلی کلینکوں کی روک تھام کے لیے، کنٹرول کرنے کے لیے کام کریں۔ اسی طرح صحت کے لیے سرکاری اداروں کو جو گرانٹس دی گئی ہیں اسے مساویانہ اور عملی طور پر صحیح معنوں میں مستحقین تک پہنچانے کو یقینی بنانے کے لیے ان دوستوں کو موقع دیا جائے تاکہ وہ اس سارے عمل کو خود چیک کریں۔ اور اگر غلط لوگوں کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کا اختیار بھی انھیں دے دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے مزید بہتر نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

جناب والا! دیہی ترقی کے حوالے سے بھی ایک خطیر رقم رکھی گئی ہے۔ جس طرح بوگس سکول سامنے آئے ہیں، اسی طرح سابقہ دور میں جعلی، بوگس اور نام نہاد ترقیاتی سکیموں کے نام پر پنجاب کے ترقیاتی فنڈز ذاتی خواہشات کے لیے استعمال ہوتے رہے۔ آج اس امر کی ضرورت ہے کہ اس کے لیے بھی ایک ٹاسک فورس بنائی جائے جو بلدیاتی اداروں اور دیہی ترقی کے منصوبوں کو مانیٹر کرے۔ اگر ان منصوبوں کے معیار میں کہیں کوئی کمی یا کوتاہی پائی جائے تو اس میں ملوث لوگوں، ٹھیکے داروں، سرکاری افسروں یا اہل کاروں کے خلاف کارروائی کی جائے تاکہ عملی طور پر یہ رقم استعمال ہو، اسی میں ملک و قوم کا مفاد ہے۔ جناب والا! زراعت کی صرف ایک مد میں، ٹریکٹرز کے لیے لاکھوں روپے کی سبسڈی دی گئی ہے۔ ہم وزیر اعلیٰ پنجاب کے مشکور ہیں کہ انھوں نے دفتروں سے

ایئرکنڈیشنرز اُتروا دیے۔ اب دفتر کے اندر کا ماحول اور ایک کھیت' کھلیان کے ماحول میں کوئی فرق نہیں۔ یقینی طور پر وہاں بھی گرمی ہے اور دفتروں میں بھی افسران کو گرمی محسوس ہوتی ہوگی۔ جناب سپیکر! اب عمل کا وقت ہے۔ اگر میاں نواز شریف صاحب نے عملی طور پر قدم اٹھایا ہے تو پھر ہمیں' سرکاری مشینری کو بھی عملی طور پر قدم اٹھانا ہوگا۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اب سرکاری افسروں اور ریسرچ ڈیپارٹمنٹ کے لوگوں کو کھیت' کھلیان میں جا کر زمینداروں کو مشورے دینے ہوں گے' کھلیان پر بیٹھ کر ان کے مسائل سننے ہوں گے۔ ہمارے ملک کی معیشت کا انحصار زراعت پر ہے۔جہاں ہم اس کے لیے خطیر رقوم مختص کر رہے ہیں' زرعی مشینری کے لیے subsidy دے رہے ہیں وہاں سرکاری افسران اور ریسرچ کے اداروں کو بھی پابند کرنا ہوگا کہ وہ کھیت میں جا کر زمیندار کے مسائل سنیں۔ فصلات کی بیماریوں کے بارے میں ' پانی کے بارے میں' زرعی ادویات کے بارے میں زمیندار کی معاونت کریں تاکہ بہتر نتائج سامنے آسکیں۔

جناب چیئرمین! میں وزیر خزانہ صاحب کا ممنون ہوں کہ انھوں نے تمام پہلوؤں پر انصاف کے ساتھ عمل کیا اور بالخصوص امن و امان کے حوالے سے ایک خطیر رقم مختص کی ہے۔ جس ملک یا صوبے میں امن و امان نہ ہو وہاں یقینی طور پر ترقی اور خوش حالی کا پہیہ رک جاتا ہے' ترقی کا عمل ممکن ہی نہیں رہتا۔موجودہ حکومت نے اس مقصد کے لیے ایک نئی ایلیٹ فورس قائم کی ہے۔ پولیس کو بہتر سہولیات مہیا کرنے اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اب میرے خیال میں محکمہ پولیس کے افسران و جوان دن رات محنت کر کے صوبے میں امن و امان کو یقینی بنائیں گے۔ جہاں حکومت ان کی ضروریات کو پورا کر رہی ہے' ان کی پریشانیوں کو دور کر رہی ہے وہاں انھیں بھی اپنی ذمہ داریوں سے عملی طور پر عہدہ برآ ہونا چاہیے۔ میں وزیر خزانہ اور وزیر اعلیٰ پنجاب سے گزارش کروں گا کہ اگر کسی علاقے میں کوئی افسر اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں سے کوتاہی کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کے خلاف فوری طور پر کارروائی ہونی چاہیے اور ایسی کارروائی ہونی چاہیے کہ جس سے پوری فورس کو یہ پیغام جائے کہ جو آدمی اپنی ڈیوٹی دیانت داری سے ادا نہیں کرے گا اس کی جان بخشی نہیں۔ میں وزیراعظم میاں محمد نواز شریف' قائد پاکستان کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے ایٹمی دھماکے کر کے نہ صرف ہندوستان کے غرور' تکبر اور بدمعاشی کو پاش پاش کیا'

بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ایک خیراتی کشکول کو بھی توڑ دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جہاں آج ہمارے خلاف اقتصادی پابندیوں کے اعلانات ہو رہے ہیں وہاں ہم خود انحصاری کی سکیم' قومی ایجنڈے پر عمل کرنے کے لیے کاروان کی صورت میں عملی طور پر نکل چکے ہیں۔ ہمارے ساتھی حضرات اور دوستوں نے جس محبت سے اپنی تنخواہوں یا مراعات سے مستثنیٰ ہونے کا اعلان کیا ہے وہ قابل تحسین ہے' سب احباب مبارک باد کے مستحق ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ ہم وطن عزیز' صوبہ پنجاب کی ترقی اور خوش حالی کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ آج پورے عالم اسلام میں پاکستان زندہ باد کا نعرہ بلند ہے' پاکستان کا پرچم بلند ہے اور یقینی طور پر ہم بحیثیت پاکستانی یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ آج پاکستان کو عالم اسلام میں میاں نواز شریف صاحب نے سربلند کیا ہے۔ ہندوستان جو ایک جارحانہ رویہ' طرز طریقہ اپنا چکا تھا اسے روکنے کے لیے میاں نواز شریف صاحب نے جو اقدامات کیے ہیں اس کے بعد ہم یہ کہنے میں بھی حق بجانب ہیں کہ "میاں نواز شریف زندہ باد"۔جناب سپیکر! میں وزیر خزانہ صاحب کا ممنون ہوں کہ انھوں نے میرے حلقے کے لیے ایک ریلوے کراسنگ پر اوورہیڈ برج کی سکیم رکھی۔ اس سے نہ صرف میرے شہر کو فائدہ ہوگا' بنیادی مسئلہ حل ہوگا' بلکہ پورے ہزارہ ڈویژن اور شمالی علاقہ جات کے لوگ جن کی یہ گزر گاہ ہے اس سے مستفید ہوں گے۔ جناب والا! واہ کینٹ جو ایک مزدوروں کی بستی ہے' POF جو ایک دفاعی ادارہ ہے وہاں لڑکیوں کے لیے ڈگری گرلز کالج کی سکیم رکھی گئی ہے۔ میں اس کے لیے خصوصی طور پر وزیر اعلیٰ صاحب اور وزیر خزانہ صاحب کا ممنون ہوں۔جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ میں گزارش کروں گا کہ چند ایک ایسے مسائل ہیں جن کو مزید توجہ' محبت اور شفقت کی ضرورت ہے۔ ہمارا ٹیکسلا شہر جو کہ تقریباً 55/60 ہزار آبادی کا شہر ہے اس میں ایک لڑکیوں اور ایک لڑکوں کے کالج کو up gradation نہیں دی گئی' میں امید کرتا ہوں کہ ان پر ضرور ہمدردانہ غور ہوگا۔ جناب والا! دیگر دوستوں کی طرح میرا گلہ نہیں میں ممنون ہوں' کہ میرے علاقے کو باقی علاقوں کی نسبت بہتر طریقے سے accommodate کیا گیا اور میں امید کرتا ہوں کہ جو دیگر مسائل ہیں' مثلاً کچھ واٹر سپلائی سکیمیں اور کچھ شہر کے روڈز ہیں' ان پر بھی وزیر خزانہ صاحب محبت بھری اور شفقت بھری نگاہ رکھیں گے۔ میں انھی الفاظ سے ایک دفعہ پھر ان کی محنت اور کوشش اور صلاحیتوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور جناب وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف صاحب کی قائدانہ صلاحیتوں پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی قیادت میں ان کی تمام ٹیم اور تمام ساتھیوں کو اس کامیاب

بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین شکریہ۔ اب میں محمد حیات اترا صاحب سے درخواست کر رہا ہوں کہ وہ بجٹ پر اظہار خیال فرمائیں۔

جناب محمد حیات اترا: بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ شکریہ۔ جناب چیئرمین! سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کی کاوشیں قابل تحسین ہیں کہ انھوں نے نامساعد حالات اور محدود وسائل میں ایک متوازن بجٹ پیش کیا۔ جناب والا! جب میں اپنے حلقۂ انتخاب سے روانہ ہوتا ہوں تو وہاں پُرپیچ اور uneven سڑکات سے گزر کر جب موٹر وے پر رواں ہوتا ہوں تو احساس ہوتا ہے کہ ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ اس سڑک کا نہ صرف مسافروں کو لے جانے اور لے آنے میں کردار ہوگا بلکہ اس کا اہم مقصد ملکی تجارت کو فروغ دینا ہے اور اس سڑک سے جب ملک کی تجارت افزائش پکڑے گی تو ان شاء اللہ ملک معاشی طور پر ترقی کرے گا۔ جناب والا! جہاں قوموں کی ترقی میں معاشی استحکام ضروری ہے وہاں اس کی جغرافیائی حدود کا تحفظ اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ جب ہم غوری میزائل اور ایٹمی دھماکوں کے تجربے کر پائے تو ہمارا سر فخر سے بلند ہو گیا۔ اس کے لیے وزیر اعظم صاحب خراج تحسین کے مستحق ہیں کہ انھوں نے بیرونی دباؤ اور اقتصادی پابندیوں کی پرواہ کیے بغیر جرأت مندانہ اقدام کیا۔ ان کامیاب تجربوں سے ہم ان شاء اللہ نہ صرف اپنی سرحدوں کی حفاظت کر سکیں گے، بلکہ عالم اسلام کو بھی اس سے تحفظ ہوگا۔ جناب سپیکر! معاشی عدم استحکام سے بھی قومیں زوال پذیر ہوتی ہیں اور ملک کے معاشی استحکام کے لیے کالا باغ ڈیم کی تعمیر ضروری ہے اور اس ڈیم کی تعمیر کے بعد ملک میں جہاں زرعی ترقی ہوگی وہاں بجلی بھی ارزاں نرخوں پر مل سکے گی۔ لیکن جب میں اپنے حلقہ انتخاب میں ہر شعبہ زندگی میں بے بسی محسوس کرتا ہوں تو میری یہ سب خوشیاں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔جناب والا! پینے کے لیے صاف پانی، تعلیم، صحت اور روزگار ہر انسان کی بنیادی ضروریات ہیں اور اگر میں یہ کہوں کہ میرا حلقہ پی پی 34 ان ساری آسائشوں سے محروم ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ میرے حلقے کی تقسیم کچھ اس طرح سے ہے کہ اس میں پہاڑ ہے، دامن پہاڑ کا اور تھل کا علاقہ ہے۔ دامن پہاڑ میں پانی ایک اہم ضرورت ہے۔ لیکن وہاں پر اب بھی جانور اور انسان جوہڑوں سے پانی پیتے ہیں۔ واٹر سپلائی کا نظام اس بات کا متقاضی ہے کہ وہاں زیادہ سے زیادہ سکیمیں بنائی جائیں اور دامن پہاڑ اور سون کے علاقے میں اس بات کی زیادہ ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ تعلیم کی بنیادی

اہمیت میں بھی میرا حلقہ بہت پیچھے ہے اور مجھے یہ کہتے ہوئے دکھ ہو رہا ہے کہ میرے پورے حلقے میں نہ ہی لڑکیوں کا اور نہ ہی لڑکوں کا ڈگری کالج ہے۔ تحصیل نور پور سب ڈویژن ہے لیکن وہاں پر بھی ابھی تک کالج نہیں بنایا گیا۔ اس کے لیے میں نے محکمہ تعلیم اور وہاں کے ارباب بست و کشاد سے بات کی ہے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ کالج no cost basis پر چل سکتا ہے' یعنی وہاں پر نہ کوئی زیادہ لیکچررز کی ضرورت ہے نہ فرنیچر کی ضرورت ہے اور نہ ہی بلڈنگ کی ضرورت ہے' صرف اگر وہاں پر گریڈ 19 کا ایک پرنسپل تعینات کر دیا جائے تو وہ کالج رواں ہو سکتا ہے۔ تو میری یہ گزارش ہوگی کہ اگر فوری طور پر بلڈنگ کے لیے حکم نہیں دیا جاتا تو کم از کم وہاں پر ایک پرنسپل کی تقرری کر دی جائے تو وہ کالج رواں ہو سکتا ہے۔ جناب والا! میں نے گزشتہ سال بھی یہ گزارش کی تھی کہ وہاں پر گرلز پرائمری سکول میں معلمات نہیں جاتیں' کیونکہ وہ علاقہ بہت دور ہے اور معلمات شہروں سے وہاں پر جانا پسند نہیں کرتیں۔ تو ہوا یہ کہ جب وہاں پر استانیوں کی درخواستیں مانگی گئیں تو بیرونی اضلاع سے کچھ استانیوں نے غلط ڈومیسائل بنا کر انٹرویوز دیے تو اس میں وہ بھی سلیکٹ ہوگئیں۔ لیکن جب احتجاج کیا گیا تو ان استانیوں کے ڈومیسائل کینسل کر دیے گئے اور یہ حکم دیا گیا کہ باقی استانیوں کی وہاں تقرری کر دی جائے۔ لیکن ابھی تک ان استانیوں کی وہاں تقرری نہیں کی گئی اور اگر ان استانیوں کی وہاں پر تقرری ہو جائے تو کم از کم اس علاقے میں بچیوں کی تعلیم شروع کی جا سکتی ہے۔ جناب والا! میرے اپنے گاؤں میں ابھی تک نہ کوئی گرلز ہائی سکول ہے اور نہ ہی لڑکوں کا ہائی سکول ہے اور بچوں کو حصول تعلیم کے لیے دور دراز علاقے میں جانا پڑتا ہے۔ اس لیے میری گزارش ہوگی کہ اس بجٹ میں کم از کم میرے حلقے میں دو ہائی سکول بنائے جانے ضروری ہیں۔ 1996-97ء میں میرے حلقے میں قائد آباد اور نور پور میں کالجز کے لیے رقم رکھی گئی تھی لیکن نہ پچھلے سال اور نہ ہی امسال کوئی رقم رکھی گئی ہے۔ تو میری گزارش ہو گی کہ ان کالجز کے لیے ضرور رقم رکھی جائے۔

جناب والا! جہاں تک صحت کا تعلق ہے میرے خیال کے مطابق اب عام آدمی کے لیے علاج کرانا خاصا دوبھر ہو گیا ہے اور وہ ہسپتال میں علاج کے لیے دھکے کھانے کی بجائے مر جانا زیادہ پسند کرتا ہے۔ میرے ضلع کا ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال 1983ء میں شروع کیا گیا اور اس وقت اس پر تقریباً پونے دو کروڑ روپے رکھے گئے لیکن مجھے یہ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج 1998ء ختم ہونے والا ہے لیکن اس ہسپتال کی تعمیر ابھی مکمل نہیں ہوئی اور مجھے نہیں لگتا کہ وہ کم از کم 2000ء تک ختم ہو جائے۔ مجھے تو یہ منصوبہ بھی 2010ء کا لگ رہا ہے۔

جناب والا! ایک اہم شعبہ جس کا تعلق زراعت سے ہے اس کے بارے میں میں نے پہلے عرض کیا کہ میرے حلقے میں زیادہ تر بارانی اراضی ہے اور تھل کا زیادہ حصہ سیم و تھور کی نذر ہو چکا ہے۔ یہ جو پانچ ہزار ٹریکٹر دیے جا رہے ہیں یقیناً اس سے میرے حلقے کے لوگوں کو بھی فائدہ ہوگا لیکن وہ اس سے اتنا استفادہ حاصل نہیں کر سکیں گے کیونکہ زیادہ اراضی بنجر اور سیم زدہ ہے۔ میرے حلقہ میں آج سے تین چار ماہ قبل فصلات جب تیار تھیں تو اتنی ژالہ باری ہوئی کہ لاکھوں ایکڑ رقبہ یک دم تباہ ہو گیا۔ اس کے لیے میں نے وزیر اعلیٰ پنجاب سے درخواست کی تھی کہ اس علاقے پر خصوصی توجہ دی جائے۔ میں ان کا احسان مند ہوں کہ انھوں نے میری اس درخواست پر یہ حکم فرمایا کہ اس علاقہ میں دس ہزار آٹے کے بیگ مفت دیے جائیں اور وہ وہاں پر فری تقسیم ہو بھی گیا۔ اس سے علاقے کے لوگوں میں کچھ تسکین ہوئی لیکن اب وہاں پر پھر مایوسی ہے کہ زرعی ٹیکس اور بنکوں کے ٹیکس کی ادائیگی میں انھیں پریشان کیا جا رہا ہے۔ میری یہ گزارش ہوگی کہ اس حلقے میں ٹیکس کی وصولی' زرعی ہے یا بنکوں کے قرضہ جات ہیں اس میں ایک سال کا التواء کر دیا جائے۔

جناب والا! اس کے ساتھ ہی میں یہ گزارش کروں گا کہ زراعت کے لیے جو نظام آب پاشی ہے اس میں بھی بے پناہ خرابیاں ہیں اور پانی کا حصول ایک عام کسان کے لیے مشکل ہے۔ کبھی ٹیل پر اس کو پانی نہیں ملتا تو کبھی بڑے آدمی اس کی باری پر پانی چرا لیتے ہیں۔ اس طرح کم پانی کی وجہ سے وہ اپنی زمین کو بہتر طریقے سے کاشت نہیں کر سکتا۔اس کے علاوہ میرے حلقے میں بجلی بہت سے علاقوں میں نہیں ہے اور زیادہ تر لوگ اس نعمت سے بھی محروم ہیں۔ میرے علاقہ میں فارم ٹو مارکیٹ روڈز کی بہت کمی ہے اور جو لوگ اپنی فصلات اکٹھی کر پاتے ہیں وہ مارکیٹ میں پہنچانے کے اہل نہیں رہتے اور بار برداری کے لیے کافی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے میری یہ گزارش ہوگی کہ اس حلقہ میں سڑکات بنائی جائیں ۔ایک اور بات میں یہ کرنا چاہوں گا کہ دریائے جہلم پر پل کی تعمیر جو غالباً 1985ء میں شروع کی گئی تھی اور اس پر بھی ہر سال پیسہ بڑھ رہا ہے' لیکن ابھی تک وہ پل تکمیل کے مراحل میں نہیں پہنچا۔ اس پل کو بھی فوری طور پر بنایا جانا ضروری ہے۔ میرے حلقہ میں اور میرے ضلع میں یقیناً کچھ معمولی رقم ضرور مختص کی گئی' لیکن جتنی رقم کا یہ متقاضی تھا اس قدر رقم نہ رکھی گئی۔ منصوبہ جات کی تکمیل کے لیے مجھے یہ نہیں لگتا کہ رقم پوری ہو۔ اس شعر کے ساتھ میں اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے
شکریہ۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔ اب میں محمد افضل خان صاحب کو دعوت تقریر دے رہا ہوں۔

جناب محمد افضل خان، شکریہ جناب چیئرمین! میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف صاحب وزیر خزانہ پنجاب جناب ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کو ایک ایسا بجٹ جو ہماری بدلتی ہوئی ترجیحات کو ایک صحیح اور بہتر سمت دینے کی طرف لے کر جا رہا ہے پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ بجٹ بے شک مشکل مالی حالات میں پیش کیا گیا اور یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔لیکن بجٹ پر تنقید یا تعریف کرنے سے پہلے میں سمجھتا ہوں کہ پچھلے بجٹ کے اوپر حکومت کی کارکردگی اور حکومت نے پچھلا ایک سال جس طریقے سے گزارا وہ نئے بجٹ پر جو توقعات ہیں ان کے حصول میں اور آج کی بحث کو کسی نتیجہ خیز بنانے میں بھی مدد گار ثابت ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ پچھلے ایک سال کے اندر بہت سے ایسے اقدامات حکومت پنجاب اور حکومت پاکستان نے کیے ہیں جن کی مثال پچھلے پچاس سال میں نہیں ملتی۔ اس میں ایٹمی دھماکا کرنے کا فیصلہ ایک نہایت اہم فیصلہ تھا ۔ کالا باغ ڈیم بنانے کا فیصلہ شاید اس سے بھی زیادہ اہم فیصلہ ہے۔ بلدیاتی انتخابات کا انعقاد' مردم شماری اور بغیر منافع بخش اداروں کو بند کر دینا 'امتحانات میں نقل کے رجحانات کو کنٹرول کرنا' ghost سکول اور ghost اساتذہ کے معاملات میں ڈیڑھ ارب روپے کی سالانہ بچت کا حصول' غریبوں کے لیے سستے آٹے کی فراہمی' زرعی میں ملاوٹ کے خلاف مہم کو چلانا' کرپشن دھونس اور دھاندلی کے کلچر کا خاتمہ کرنا اور دہشت گردی کا مقابلہ کرنا' میں سمجھتا ہوں کہ ایسے اقدامات ہیں جن کی تعریف آج ہر کوئی کرنے پر مجبور ہے۔ اسی طرح جو بجٹ اس ایوان میں زیر بحث ہے جو نئی ترجیحات لے کر وہ سامنے آیا ہے ' میں سمجھتا ہوں کہ اگر حکومت کی پچھلی کارکردگی کو دیکھتے ہوئے اس کو دیکھا جائے تو تمام ترجیحات جو بجٹ میں مقرر کی ہیں' ہم ضرور حاصل کر سکیں گے۔بجٹ کے جو خوش آئند پہلو ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان میں مرکزی حکومت نے زراعت کے شعبے میں جو 110 ارب روپے رکھے ہیں اور جو 40 ارب روپے کے قرضہ جات دینے کا پروگرام ہے اور اس کے ساتھ ساتھ حکومت پنجاب نے بھی

ایک خطیر رقم زرعی شعبہ کے لیے مختص کی ہے۔ تقریباً پونے چار ارب روپے بنتی ہے جو زرعی شعبہ میں رورل ڈویلپمنٹ کی مد میں اور ایگریکلچر ڈویلپمنٹ کی مد میں تقریباً پونے دو کروڑ روپے۔ اکیس سے بائیس فی صد ڈویلپمنٹ بجٹ کی allocation زراعت کو دی ہے۔ یہ قابل تعریف ہے ہماری آج کی زراعت کی ضروریات کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ زراعت کو ہم نے مضبوط کرنا ہے اور پاکستان کو زرعی شعبے میں وہ مقام دینا ہے جو کہ ہمیں دینا چاہیے۔ یہ اس کی طرف ایک نہایت ہی اہم قدم ہے۔

جناب چیئرمین! میں یہاں پر آپ کے توسط سے کچھ نشاندہی کرنی چاہوں گا' کچھ شعبہ جات ایسے ہیں جن کو ہمیں ترجیح دینی چاہیے۔ perishable food کے سلسلے میں سپورٹ پروگرام شروع کرنا چاہیے جس میں کولڈ سٹوریجز بنانے کے لیے پرائیویٹ سیکٹر کو سپورٹ کرنا چاہیے۔ کیونکہ ہماری بیس سے تیس فیصد تک perishable food ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس خوراک کو بچانے کے لیے اور ایکسپورٹ کرنے کے لیے ہمیں کولڈ سٹوریج سپورٹ پروگرام شروع کرنا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بجٹ کے اندر جو کچھ block allocations رکھی گئی ہیں وہ یقیناً اس قسم کے اہم معاملات میں اور کچھ ایسے اہم معاملات جو ڈویلپمنٹ کی مد میں آتے ہیں اور جن کی نشاندہی ہمارے کچھ ساتھیوں نے بھی یہاں پر کی ہے' ان کی re-fixation of priority کے تحت یہ تمام چیزیں ہوسکتی ہیں اور ان شاء اللہ ہوں گی۔ زراعت کے معاملے میں 5000 ٹریکٹر کی قیمت کم ہونے سے اب یہ ممکن ہوگا کہ گاؤں گاؤں اور پنجاب کے ہر حصہ میں ٹریکٹرز اور میکنائزڈ فارمنگ عام ہو جائے گی۔ میں یہاں یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ ٹریکٹر دینے کا جو طریقہ کار ہے وہ نہایت شفاف اور balanced ہونا چاہیے تاکہ ہر حلقہ میں ٹریکٹر تقسیم ہوسکیں۔ اگر پنجاب میں 250 ایم پی ایز ہیں اور پانچ ہزار ٹریکٹرز ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہر حلقہ کے اندر اگر بیس بیس ٹریکٹر پہنچ جائیں گے تو میاں نواز شریف کا' میاں شہباز شریف کا اور پاکستان مسلم لیگ کا پیغام ایک اچھے طریقے سے عوام تک پہنچ جائے گا جس کے نتیجے میں ایک balanced ترقی ہوگی۔ جناب والا! فارم ٹو مارکیٹ روڈز کی مد میں دو سو کروڑ روپیہ بہت خوش آئند پہلو ہے اور وہ ہمارے دور دراز علاقوں کو ہماری شہری منڈیوں کے لیے کھول دے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ہماری حکومت کا ایک احسن قدم ہے۔ دیہاتوں میں رورل واٹر سپلائی کے لیے تقریباً 172 کروڑ روپے کی خطیر رقم جو رکھی گئی ہے یہ ایک بہت ہی اچھا قدم ہے۔ پانی نہایت اہم ہے۔ انسان کے جسم کا بیشتر حصہ بھی پانی پر مبنی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ پانی کے استعمال

کے ذریعے بے شمار بیماریاں ہمارے مسائل ہیں ان کے حل کے لیے جو قدم اٹھایا گیا ہے۔ یہ ان شاء اللہ اس سال بھی اور آئندہ سالوں میں بھی اس پر مزید کام ہونا چاہیے۔ سوشل سیکٹر میں جہاں حکومت نے تقریباً 31 ارب روپے تعلیم کی مد میں رکھا ہے اور اس میں دس فی صد کا جو اضافہ ہے وہ ایک خوش آئند اضافہ ہے اور اگر اس میں ڈیڑھ ارب کی بچت کو بھی اس میں شامل کر لیا جائے جو کہ ghost سکول اور ghost ٹیچرز کی مد میں حاصل ہوگی تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم بہت زیادہ ڈویلپمنٹ کر سکیں گے۔ لیکن تعلیم کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے جو block allocations ہمارے پاس موجود ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ اس میں سے مزید فنڈز تعلیم میں جانے چاہییں۔

صحت کے شعبہ میں تقریباً سوا چھ ارب روپیہ رکھا گیا ہے اور اس میں بھی تقریباً دس فیصد کا اضافہ کیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ صحت کے شعبہ میں یہ اضافہ بہت کم ہے۔ میں آپ کے توسط سے جناب وزیر خزانہ صاحب سے درخواست کروں گا کہ صحت کے شعبہ میں جو ہمارے اخراجات ہیں وہ بیرون ملک سے درآمد شدہ ادویات' درآمد شدہ مشینری پر ایک خاصا حصہ خرچ ہوتا ہے۔ اور دس فی صد اضافہ ڈالر کی بڑھتی ہوئی قیمت کے مدنظر اور چیزوں کی مہنگائی کے مدنظر بہت کم ہے اور اس کے اندر ہمیں مزید اضافہ کرنا چاہیے۔ یہاں میں یہ کہنا ضروری سمجھوں گا کہ کوئی بھی' ملک چاہے وہ امریکہ ہے جرمنی ہے' فرانس ہے' صحت کے شعبہ میں اپنے عوام کی تمام ضروریات کا بوجھ ان کی حکومتیں نہیں اٹھا سکتیں اور وہ لوگ پرائیویٹ سیکٹر کو اپنے ساتھ لے کر چلتے ہیں۔ اور پرائیویٹ سیکٹر ایک کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ جو لوگ صاحب حیثیت ہیں' جو لوگ قطار میں کھڑے ہوکر اپنی باری کا انتظار کرنا پسند نہیں کرتے' جو ایک معمولی آپریشن کے لیے دو دو سال انتظار نہیں کر سکتے وہ ہر ملک میں پرائیویٹ اداروں سے اپنا علاج کرواتے ہیں۔ اس طرح سے پرائیویٹ ہسپتال حکومت کا بوجھ بانٹتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بدقسمتی کے ساتھ نکئی صاحب کے دور میں ہسپتالوں کے اوپر ایک bed tax لگا دیا جو کہ ہوٹلوں کے لیے تھا جس کی وجہ سے ایک ایسا شعبہ جو پاکستان میں پنپنے کی کوشش کر رہا تھا اس کو discourage کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور افسوس کی بات یہ کہ اس ٹیکس میں انھوں نے جو revenue target رکھا وہ دو کروڑ روپے کا تھا اور دو کروڑ روپے رحیم یار خان سے لے کر اٹک تک کے پرائیویٹ ہسپتالوں اور پرائیویٹ سے انھوں نے حاصل کرنے تھے۔ میں نے بجٹ کے documents میں دیکھا ہے کہ ان مدات میں آج تک ایک روپیہ بھی collect نہیں ہوا اور یہ

پورا ہسپتالوں کا جو شعبہ ہے ایک احتجاج کی صورت میں عدالتوں میں گیا ہوا ہے۔ ایک چھوٹا سا ہسپتال بھی دو تین کروڑ روپے میں بنتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پرائیویٹ سیکٹر ایک سال میں اگر ایک ہسپتال کا اضافہ بھی کر دے تو حکومت کے دو کروڑ کے اخراجات بن جاتے ہیں۔ یہاں جناب چیئرمین آپ کی وساطت سے میں وزیر خزانہ سے درخواست کروں گا جبکہ اس میں آج تک اس مد میں کوئی پیسہ اکٹھا نہیں ہوا اور آئندہ کے بجٹ میں بھی اس کی کوئی نشان دہی موجود نہیں ہے کہ اس مد میں ہم نے کوئی bed tax ہسپتالوں سے اکٹھا کرنا ہے۔ تو پھر یہاں یہ بات ضروری ہے کہ ہم ایک فراخ دلانہ اعلان کرکے اس غلط ٹیکس کو ختم کر دیں۔

پراپرٹی ٹیکس کی مد میں جناب چیئرمین! پرائیویٹ سکولوں پر ان کے ہوسٹلوں پر' ان کے playgrounds پر اور ان کی libraries پر پراپرٹی ٹیکس نافذ کیا گیا ہے۔ بالکل اس طرح جس طرح سے ہسپتال حکومت کا بوجھ بانٹ رہے ہیں آج پرائیویٹ سکول اور کالجز ایک شان دار خدمت کر رہے ہیں اور وہ اپنے پاؤں پر خود کھڑے ہیں۔ حکومت ان کو کسی قسم کی کوئی facility نہیں دیتی۔ ضرورت تو اس بات کی ہے کہ ان کو soft loans دیے جائیں' ان کو اور ترقی کرنے کا موقع دیا جائے۔ لیکن ان کے play grounds اور ان کے اداروں پر ٹیکس لگا دینا میں سمجھتا ہوں کہ یہ Excise and Taxation Department کا کوئی اچھا مشورہ یا کوئی ایسا مشورہ نہیں جس سے ہماری حکومت popular ہو سکے۔ یہاں پر Excise and Taxation کی جو 285 million کی contribution پنجاب کے بجٹ میں آ رہی ہے وہ بھی بہت کم ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ گزشتہ 50 سال سے ہم نے جو پراپرٹی ٹیکس کا طریقۂ کار اپنا رکھا ہے ہمیں emergency measures کے ساتھ اس طریقۂ کار میں بہت بڑی تبدیلی لانی چاہیے۔ اس طریقہ کار میں بہت گھپلے ہیں بہت چوریاں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید ہی کوئی declaration پراپرٹی کے کرائے کے بارے میں یا پراپرٹی ٹیکس کے بارے میں پنجاب میں درست ہو۔ یہاں پر اس کو کوئی اچھا سسٹم دینے کی اشد ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین! دکانوں پر جو نئے ٹیکس لگے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا اچھا قدم ہے۔ کوئی اتنا بڑا ٹیکس نہیں لگا۔ لیکن یہاں پر میں اس میں تھوڑی سی تبدیلی کی درخواست کروں گا کہ اس ٹیکس کو لائسنس کی شکل دی جائے تاکہ دکان داروں کی ذمے داریاں establish کی جا سکیں۔ کوئی بھی شخص اٹھتا ہے وہ کسی بھی چیز کا کاروبار شروع کر لیتا ہے' کوئی دکان کھول لیتا ہے۔ دنیا

میں کسی بھی ملک میں permission یا لائسنس کے بغیر اور دکاندار کی اہلیت کو جانچے اور ناپے بغیر اس کو کارو بار کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ آج ایک عام دکاندار بھی ایک عام شہری کو غلط سودا دے دیتا ہے اس کو بیرون ملک درآمد کے نام پر پاکستانی چیز بیچ دیتا ہے۔ اس کے اوپر کوئی کنٹرول نہیں۔ سادہ لوح عوام کے ساتھ دھوکا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے بہت سے کاروبار اس طرح کے ہیں کہ لوگ تربیت کے بغیر ہی کاروبار میں داخل ہو جاتے ہیں۔ میری درخواست ہے کہ دکانوں کے اوپر اور کاروبار کے اوپر جو ٹیکس لگا ہے اس کو لائسنس فیس کی شکل دی جائے۔

جناب چیئرمین! کلبوں کے اوپر جو ٹیکس لگا ہے بڑی اچھی بات ہے' لگنا چاہیے۔ لیکن یہاں ایک پہلو ہے جس پر میں چاہوں گا کہ وزیر خزانہ صاحب اس پر تھوڑا سا غور فرمائیں کلبوں کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں۔ ایک وہ ہیں جو indoor clubs ہیں' یعنی ایسے کلب پردے کے پیچھے کام کرتے ہیں۔ ایک وہ کلب ہیں جو sports کی facilities رکھتے ہیں۔ جن کے out door پروگرام ہیں۔ جو out door پروگرام ہیں وہ صحت کے لیے بہتر ہیں۔ اور بھی کئی لحاظ سے بہتر ہیں۔ ان کے اوپر تو ٹیکس لگ گیا۔ لیکن جو خفیہ کلب ہیں' جو پردے کے پیچھے کام کرتے ہیں' جو indoor کلب ہیں' جن کی کارکردگی کا ہمیں معلوم نہیں ان کو ٹیکس سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔ یہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے کلب جو صحت افزا چیزوں میں شامل ہیں' جو swimming pools چلا رہے ہیں' جو golf clubs چلا رہے ہیں' جو ہمارے ملک اور عوام کے لیے بہتر ہیں ان کے اوپر تو ٹیکس نہیں ہونا چاہیے۔ جو closed door clubs ہیں ان پر یہ ٹیکس ضرور ہونا چاہیے۔

جناب والا! میں ایک بہت اہم بات لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے کرنا چاہوں گا کہ اگر white paper کے صفحہ 35 کا ملاحظہ کیا جائے تو لاء اینڈ آرڈر کی مدات میں عدالتوں کے اوپر صرف ساڑھے پانچ سو ملین روپے رکھے گئے ہیں۔ جیل خانہ جات کے لیے 573 ملین رکھے گئے ہیں۔ اور پولیس کے لیے 6270 ملین رکھے گئے ہیں۔ جناب والا! اس لاء اینڈ آرڈر کے بجٹ میں عدالتوں کو جو priority ہے وہ شاید جیل خانہ جات سے بھی کم ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ oversight ہے اس کے اوپر ضرور غور کیا جانا چاہیے۔ وجہ یہ ہے کہ بات انصاف ملنے سے شروع ہوتی ہے۔ اگر عدالتیں مضبوط ہوں گی ان میں زیادہ funding ہوگی اچھے لوگ جج بنیں گے تو لوگوں کو فیصلہ بروقت ملے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے پولیس کا کام بھی آدھا رہ جائے گا۔ جیل کا کام بھی آدھا رہ جائے گا۔میں

یہاں پر جناب وزیر خزانہ کو ایک پر زور سفارش کروں گا کہ عدالتوں کے ججوں کے حالات کو بہتر بنایا جائے' ان کے لیے accommodation تعمیر کی جائے۔ اگر پولیس کی مد میں 6270ملین کو 6170 ملین کر دیا جائے میں اور یہ ایک سو ملین روپیہ جو ہے یہ عدالتوں کی بہتری کے لیے میں دے دیا جائے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ہر سال ایک یا دو سو ملین روپے اضافی دے کر ہم اس کو ایک یا ڈیڑھ ارب روپے پر لے جائیں تو پاکستان کے اندر ایک انقلاب آ جائے گا۔ اور ہمارے ہاں لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے بہت بڑی تبدیلی آ جائے گی۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔

جناب محمد افضل خان، جناب conclude کرنے کے لیے دو منٹ کی اور اجازت دے دیں۔

جناب چیئرمین، جی اجازت ہے۔

جناب محمد افضل خان، شکریہ۔ جناب چیئرمین! کالا باغ ڈیم کے حوالے سے سب دوستوں نے بات کی۔ بے شک یہ پاکستان کی ایک بہت بڑی ضرورت ہے' لیکن ہمیں اس چیز کا ہر وقت احساس ہونا چاہیے' کہ ہم ایک فیڈریشن ہیں اور اس فیڈریشن میں' جیسے میاں نواز شریف صاحب نے اپنی تقریر میں کہا' ہم تمام بھائیوں کو ساتھ لے کر چلیں گے۔ کالا باغ ڈیم ایک انجینئرنگ پراجیکٹ ہے اور اس پراجیکٹ کو ہم isolation میں دیکھ سکتے۔ یہ پراجیکٹ اس وقت مکمل ہوتا ہے جب ہم سندھ کو پانی کی گارنٹی دیتے ہیں' جب ہم سرحد کو safety کی گارنٹی دیتے ہیں' جب ہم ڈیرہ اسماعیل خان کو lift irrigation کی گارنٹی دیتے ہیں' جب ہم چار سدہ والوں کو منڈا ڈیم جو کہ سوات دریا پر بننا ہے اس کی گارنٹی دیتے ہیں' صوابی اور مردان والوں کے لیے ہم پھورکینال کی گارنٹی دیتے ہیں۔ میر پور خاص والوں کے لیے ہم lift irrigation کی گارنٹی دیتے ہیں اور سیہون شریف میں نئے بیراج کی تعمیر کی گارنٹی دیتے ہیں۔ تو یہ ایک overall project ہوگا۔ آج بھی 32 million ایکڑ فٹ پانی جو ہمارے پاس surplus ہے اور اس بات کا شاید لوگوں کو اندازہ نہیں کہ صرف 6 million ایکڑ فٹ پانی کالا باغ ڈیم کے ذریعے فصلوں کو لگے گا جبکہ 25 million ایکڑ فٹ پانی پھر بھی ہم سمندر میں پھینک دیں گے۔ اس پراجیکٹ کو مزید وسیع کرکے ان تمام علاقوں کے لوگوں کو ہمارے پاکستانی بھائیوں کو جن کو کچھ شکوک و شبہات ہیں ان کو تسلی دینی ہوگی۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔ اب میں رانا ثناء اللہ صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان، شکریہ۔ جناب چیئرمین! موجودہ حکومت پنجاب اس بات پر مبارک باد کی مستحق ہے کہ 50 سالوں میں پہلی بار صوبہ پنجاب ملک میں ایک leading کردار ادا کرتا ہوا نظر آرہا ہے۔ کرپشن کے خاتمے کے اقدامات ہوں' میرٹ کا نفاذ ہو' سادگی اور بچت سے متعلقہ اقدامات ہوں' زرعی انکم ٹیکس کا نفاذ ہو' بلدیاتی انتخابات کا انعقاد ہو' ہر معاملے میں صوبہ پنجاب ایک leading role ادا کر رہا ہے۔ اس میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف صاحب کی ذاتی سوچ اور محنت کا نمایاں دخل ہے۔ اس پر وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ میں اس کے ساتھ ہی موجودہ حکومت کو پاکستان کو ایٹمی طاقت بنانے اور اس ملک اور قوم کو قوموں میں سربلند کرنے اور باوقار بنانے پر بھی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اپوزیشن سے ایک دوست اپنی تقریر میں فرما رہے تھے کہ فلاں ہیرو کو قرارداد میں شامل نہیں کیا گیا۔ فلاں ہیرو کا نام قرارداد میں شامل نہیں کیا گیا۔ جناب چیئرمین! اس معاملے میں دو ہی credit account ہیں۔ ایک بنانے کا اور دوسرا فائر کرنے کا۔ ایٹم بم بنانے میں عقل اور فہم و فراست شامل تھی۔ وہ کریڈٹ سائنس دانوں کی اس ٹیم اور ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو جاتا ہے۔ فائر کرنا ایک جرأت مندانہ اقدام تھا اور اس جرأت کا تمام تر کریڈٹ میاں محمد نواز شریف کو جاتا ہے۔ یہی دو جوان قبیلے کی آنکھ کا تارا ہیں۔ اس کے علاوہ باقی جتنے بھی معاملات ہیں' کسی نے کیا کیا اور کسی نے کیا نہیں کیا' اس کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں۔ اب خواہ مخواہ اس کریڈٹ کو dispute کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور مختلف لوگ اخبارات میں بیانات دے رہے ہیں۔ پچھلے دنوں مس ناہید' جو ان کی لیڈر کی پولیٹکل سیکرٹری ہیں کا بھی بیان تھا کہ اس کا کریڈٹ ہمیں جاتا ہے۔ جناب چیئرمین! ان کا تعلق آپ کے ڈویژن سے ہے۔ آپ انھیں اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ ** ان کا عالم یہ ہے کہ انھوں نے پچھلے دو ادوار میں 3 ٹیکسٹائل ملیں لگائیں ہیں۔ جس گھریلو ملازمہ کی کرپشن کا یہ حال ہو' اس کی مالکہ کی کرپشن کا آپ خود ہی اندازہ کر سکتے ہیں۔

(*** بحکم جناب ڈپٹی سپیکر حذف کر دیا گیا)

جناب چیئرمین! موجودہ بجٹ میں غریبوں کو سستا آٹا مہیا کرنے سے متعلق اقدامات' شعبہ حادثات میں 24 گھنٹے غریب لوگوں کو مفت طبی امداد کی فراہمی' بے گھر افراد کو پلاٹس کی فراہمی کے لیے ایک ملین کی رقم کا مختص کیا جانا' بے روزگار افراد کے لیے 60 کروڑ روپے کی خطیر رقم کا مختص ہونا' دیہی ترقی کے لیے 2 ارب روپے کی خطیر رقم کا رکھا جانا' شہری علاقوں کے لیے 5 ارب روپے کی رقم سے میونسپل فنڈ قائم کرنا' 28 ہزار طلبہ کو وظائف دینے کا پروگرام اور سرکاری محلات کو بیچ کر غریبوں کے محلوں میں پانی پہنچانا اور سڑکیں بنانے کا پروگرام' یہ سب ایسے اقدامات ہیں کہ وہ اس بجٹ کو ایک عوامی اور غریب پرور بجٹ ثابت کرتے ہیں۔ ان تمام اقدامات پر موجودہ حکومت اور وزیر اعلیٰ پنجاب مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اس کے علاوہ زراعت پر ایک متوازن پالیسی اپنائی گئی ہے۔ مشینری کو سستا کیا گیا ہے۔ ادویات کی فراہمی کے لیے ایک سپیشل ٹاسک فورس بنائی گئی ہے اور اس کے متعلق اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ اسی طرح تعلیم میں فرضی سکولوں کو locate کیا گیا ہے۔ یہ اقدام بھی وزیر اعلیٰ پنجاب اور حکومت پنجاب کے کریڈٹ میں جاتا ہے۔ میں اس سوچ پر انھیں خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔ جہاں تک طریقہ کار کا تعلق ہے' میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس میں عوامی نمائندوں کو involve کیا جاتا' تو اس سے زیادہ بہتر نتائج برآمد ہو سکتے تھے۔ کیوں کہ فوج کے جانے سے ان سکولوں میں ایک دم حاضری پوری ہو گئی۔ لیکن فوج کے واپس آنے سے ہی پھر وہاں پر حاضری کا وہی حال ہے۔ ویسے بھی عوامی رابطے کے مسئلے میں فوج کو involve کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ کیوں کہ ان لوگوں کی ایک خاص ٹریننگ ہوتی ہے۔ اس ٹریننگ کے مطابق عوام سے ان کا میل جول کم رکھا جاتا ہے۔ اسی لیے پرانے زمانے سے یہ روایت چلی آ رہی ہے کہ چھاؤنیاں شہری علاقوں سے دور بنائی جاتی ہیں۔ ان لوگوں کو ایک خاص ٹریننگ دی جاتی ہے کہ وہ عوام میں نہ گھلیں ملیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگوں کی ٹریننگ اتنی پکی ہو جاتی ہے کہ وہ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی عوام سے گھلتے ملتے نہیں۔ ایسا ہی حال ہمارے وزیر تعلیم کا ہے کہ ریٹائر ہو جانے کے باوجود بھی انکا عالم یہ ہے کہ ہم انھیں دیکھنے کو ترستے ہیں۔ جب ہم اسمبلی کی طرف آ رہے ہوتے ہیں' تو وہ سیکرٹریٹ کی طرف جا رہے ہوتے ہیں۔ جب ہم سیکرٹریٹ کی طرف جاتے ہیں' وہ اسمبلی کی طرف آ رہے ہوتے ہیں۔ اسی آنے جانے میں ان سے کبھی ملاقات نہیں ہوتی۔

جناب سپیکر! اسی طرح صحت کے معاملے میں بہت بہتر پالیسی اپنائی گئی ہے۔ وزیر اعلیٰ

صاحب ذاتی طور پر ہسپتالوں کا فوری معائنہ پچھلے سال سے اب تک کرتے آ رہے ہیں۔ اس ۔ صورت حال کافی بہتر ہوئی ہے۔ اب ہسپتالوں میں لوگوں کو ادویات میسر آنا شروع ہو گئی ہیں۔ ان سارے اقدامات کے ہو جانے کے بعد ان کا بہتر رزلٹ اس وقت تک نہیں آ سکتا' جب تک ملک میں امن و امان کی صورت حال بہتر نہ ہو۔ کیوں کہ امن و امان کی صورت حال کا بہتر ہونا اشد ضروری ہے۔ تبھی جا کر ان تمام پالیسیوں کے بہتر رزلٹ آ سکتے ہیں۔ اس سال حکومت نے امن و امان کی صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے تقریباً 6 ارب 41 کروڑ روپے کی رقم مختص کی ہے۔ اس میں جیسے میرے دوست یہ کہہ رہے تھے کہ 550 ملین کی رقم عدالتوں کے لیے رکھی گئی ہے۔ یہ بات درست ہے کہ پولیس کی کارکردگی پچھلے ایک سال میں کافی بہتر ہوئی ہے۔ جن ملزمان کا پکڑا جانا تصورات میں ہی تھا' وہ ملزمان بھی پکڑے گئے ہیں۔ جن میں ملک اسحاق اور ایسے ایسے لوگ' جن کے سر کی قیمت 20لاکھ' 10 لاکھ روپے تھی' ان کو پولیس نے پکڑا ہے اور جرأت کا مظاہرہ کیا ہے۔ لیکن یہ تمام اقدامات اس وقت تک نتیجہ خیز نہیں ہو سکتے' جب تک ہماری عدالتوں سے ان مجرموں کو سزائیں نہیں ملتیں۔ لیکن بدقسمتی ہے کہ ہمارا جوڈیشل سسٹم اس ملک کو درپیش حالات کے مطابق کام نہیں کر رہا۔ ان حالات کے مطابق نتیجہ نہیں دے رہا۔ ہمارا جوڈیشل سسٹم صرف سٹے آرڈر produce کر رہا ہے۔ ایک انتہائی کرپٹ اور سرکاری اراضی کو ہڑپ کرنے والا پٹواری جب عدالت عالیہ میں جا کر رٹ دائر کر دیتا ہے کہ جناب' میرا تبادلہ ایک حلقے سے دوسرے حلقے میں کر دیا گیا ہے۔ یا ایک کام چور کلرک جا کر رٹ دائر کر دیتا ہے کہ جناب' میرے ہی محکمے میں' ایک ہی کمرے میں' ایک ٹیبل سے دوسری ٹیبل پر میرا تبادلہ کر دیا گیا ہے تو اس پر 63 صفحات کا فیصلہ stay order آ جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جناب' اس کے بنیادی حقوق متاثر ہو گئے ہیں۔ محرم علی ایک دہشت گرد تھا۔ جب اسے سزائے موت ہوئی تو پورا جوڈیشل سسٹم حرکت میں آ گیا کہ جناب' اس کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ اور وہ حرکت اس وقت تک رہی' جب تک کہ اس کی اپیل پر سٹے آرڈر جاری نہیں ہو گیا۔ کیا اس ملک میں صرف مجرموں کرپٹ پٹواریوں کے بنیادی حقوق ہیں اور 13 کروڑ عوام کے کوئی بنیادی حقوق نہیں۔ ایک طرف حالت یہ ہے کہ صادق گنجی قتل کیس کی اپیل پچھلے تقریباً چھ سات سال سے عدالت عالیہ میں پینڈنگ ہے۔ اسے سننے کے لیے عدالت عالیہ کے پاس وقت نہیں۔ وزیر خزانہ کی تقریر میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس سال 31 مارچ تک کل 215 مقدمات کو نپٹایا گیا۔ جن میں

سے 70 مقدمات میں ملزمان کو سزائے موت سنائی گئی۔ جب کہ 31 کیسوں میں مختلف مدت کی قید کی سزائیں دی گئیں۔ جناب سپیکر! جن 70 مقدمات میں ملزموں کو موت کی سزا سنائی گئی ہے' ان میں سے کسی ایک سزا پر بھی عمل درآمد نہیں ہوا۔ اگر نچلی عدالتوں سے سزا ہوئی ہے تو اعلیٰ عدالتوں میں اپیلیں پینڈنگ پڑی ہیں۔ یعنی انتہائی بنیادی اہمیت کے حامل مقدمات کو سننے کے لیے عدالتوں کے پاس وقت نہیں۔ جب کہ اگر ایک مغربیت کی شکار عورت اپنے ماں باپ کے سر میں خاک ڈال کرکسی عاشق نامراد کے ساتھ بھاگ کر عدالت عالیہ میں آ جاتی ہے' تو اس کے لیے باقاعدہ ڈویژنل بنچ تشکیل دیا جاتا ہے اور اس کی باقاعدہ day-to-day hearing کی جاتی ہے' اور مہینوں تک اس کی hearing ہوتی ہے' اور اس کے بعد جو عاشق نامراد ہوتا ہے' اسے بامراد کر کے اس کو گھر کو بھیج دیا جاتا ہے' اور پھر اخبارات میں تصویر چھپتی ہے کہ ہائی کورٹ نے آگے بڑھ کر پیار کا بھرم رکھ لیا' اور باپ کی تصویر چھپتی ہے کہ یہ ظالم باپ رو رہا ہے اور افسردہ بیٹھا ہے۔ ہماری قومی سطح پر کچھ مشرقی روایات ہیں' اور جتنی بھی قومیں اس دنیا میں آباد ہیں۔ ان کی اپنی روایات ہیں' اورکسی نے بھی اپنی روایات کو چھوڑا نہیں ہے۔ یہ ہماری بھی کچھ روایات ہیں' لیکن اس قسم کی جو رٹیں ہیں عدالتوں میں ان کے لیے ٹائم ہے' ان کے لیے بنچ تشکیل دیے جاتے ہیں۔ان کی day-to-day hearing ہوتی ہے اور مہینوں hearing ہوتی ہے۔لیکن ان قومی اہمیت کے مقدموں کے لیے عدالتوں کے پاس ٹائم نہیں ہے۔ اسی طرح سے گوجرانوالہ کے ایک انکم ٹیکس آفیسر کی بیوی کسی کے ساتھ بھاگ گئی۔ اس پر باقاعدہ ڈویژن بنچ تشکیل دیا گیا۔ اس کی دو مہینے تک hearing ہوتی رہی اور ایس ایچ او سے لے کر ڈی آئی جی کے دفاتر تک میں ہزاروں لوگ اپنی درخواستیں ہاتھوں میں تھامے دربدر پھرتے رہے' لیکن روزانہ ایس ایچ او سے لے کر ڈی آئی جی تک ہائی کورٹ میں یہاں پر حاضر ہوتے رہے۔ آخر کار اس کرپٹ عورت کو برآمد کر کے بھیجا گیا' اور تقریباً دس پندرہ دن کے بعد یہ پتا چلا کہ وہ دوبارہ اس کے ساتھ بھاگ گئی اور آج تک دوبارہ نہیں ملی۔ جب تک ملک کے اس جوڈیشل سسٹم میں تبدیلی نہیں لائیں گے تو اس وقت تک آپ چھ ارب روپیہ خرچ کرلیں' عدلیہ کی مد پر 550 ملین کی بجائے آپ اس کو 1100 ملین کر دیں' لیکن امن و امان قائم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ پولیس ملزموں کو صرف پکڑ سکتی ہے' پکڑ کر جیل بھیج سکتی ہے۔ جب تک ان کو سزا نہیں ملے گی اس وقت تک گورنمنٹ کی جو اتھارٹی ہے' وہ ملزمان کے ذہنوں میں قائم نہیں ہوگی۔ اگر یہی سسٹم

رہتا ہے' جناب چیئرمین! آپ خود اندازہ کریں۔ آپ خود وکالت کے پیشے سے وابستہ ہیں کہ تقریباً ایک لاکھ کے قریب رٹیں ہر سال ہائی کورٹ میں دائر ہوتی ہیں اور ان میں سے 99 ہزار 9 سو رٹیں اس بنیاد پر خارج ہو جاتی ہیں کہ وہ جھوٹی اور بےبنیاد ہوتی ہیں۔ لیکن آج تک پچھلے پانچ سال کے ریکارڈ کو میں چیلنج کرتا ہوں کہ کسی ایک پٹیشنر کو اس بات پر ایک سو روپیہ بھی جرمانہ ہوا ہو کہ آپ نے غلط اور جھوٹی رٹ دائر کی' اس سے ملک اور قوم کا نقصان ہوا اور پوری انتظامی مشینری کا نقصان ہوا۔

جناب چیئرمین! انتہائی کرپٹ پٹواری جس کا تبادلہ ہو جاتا ہے۔ عدالت میں ایک طرف پٹواری کھڑا ہوتا ہے اور دوسری طرف سیکرٹری بورڈ آف ریونیو کھڑا ہوتا ہے' اور سیکرٹری صاحب کو اس طرح جھاڑ جھپٹ ہو رہی ہوتی ہے کہ جیسے اس نے پتا نہیں کون سا جرم کیا ہوا ہو۔ ایک طرف ایک ماسٹر جو غیر حاضری کی وجہ سے معطل ہوا ہو' وہ کھڑا ہوتا ہے اور دوسری طرف سیکرٹری تعلیم کھڑا ہوتا ہے۔ اس صورت حال میں' میں سمجھتا ہوں کہ یہ موجودہ حکومت کی ہمت ہے کہ اس ایک سال میں اس نے کرپشن کو کم کیا ہے۔ کرپٹ لوگوں پر ہاتھ ڈالا ہے۔ اب آپ احتساب کے کیسوں کا حال دیکھیں' آئین میں درج ہے کہ احتساب کے کیسوں پر اتنے دن میں فیصلہ ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود کہ وہ 30 دن کی مدت گزرے ہوئے بھی تقریباً ایک سال ہوگیا ہے کوئی بھی کیس finalize نہیں ہوا۔ وہ کیس جو انسداد دہشت گردی کی عدالت سے فیصلہ ہو کر آئے ہیں۔ ان کے متعلق بھی آئین میں مدت درج ہے کہ آئینی طور پر 30 دن کے اندر ان کی اپیلوں پر فیصلہ ہونا ہے۔ لیکن ان کی اپیلوں کو یہاں پڑے چھ چھ' سات سات ماہ ہو گئے ہیں' لیکن ان کا فیصلہ کرنے والا یہاں کوئی نہیں۔ ان دہشت گردوں کی جیلوں میں یہ حالت ہے کہ جو دہشت گردی میں پکڑے جاتے ہیں وہ جیلوں میں اس طرح سے رہ رہے ہیں جیسے وہ شاہانہ زندگی بسر کر رہے ہوں۔ وہاں پر ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کسی نے کوئی سزا نہیں دینی' اور نہ کسی سزا پر عمل در آمد ہونا ہے۔ اول تو ان عدالتوں سے سزا نہیں ہوگی۔ ان سے ہوگی تو آگے اپیلوں میں ہمیں سزا نہیں ہوگی۔ راولپنڈی میں جو ایرانی انجینئر کیڈٹس کا قتل ہوا تھا۔ اس میں آپ دیکھ لیں کہ اس میں تفتیش کا نتیجہ کیا تھا۔ اس کیس کی فائل کیا کہتی ہے اور اس کے باوجود ملزمان میں سے دو کو بری کیا گیا اور دو کو سزا دی گئی۔ اس کے باوجود یہ بات عام Bars میں ہوتی ہے۔ آپ نے بھی سنا ہوگا کہ ان دہشت گردوں کے ان جج صاحب کو ٹیلی فون آتے رہے اور وہ آگے سے کہتے رہے کہ "یار میں

تہاڈے کہن تے دو تے چھڈ دتے نیں ہور میں کیہ کراں" تو جناب سپیکر! یہ صورت حال ہے جب کہ ہمارے جوڈیشل سسٹم سے عوامی نمائندوں کے خلاف اور جمہوری اداروں کے خلاف اتنی نفرت جھلکتی ہے کہ کوئی آدمی جس کی ٹرانسفر ہو جائے۔ وہ جعلی رقعہ بنا کر لے جائے کہ جناب' یہ دیکھیں کہ ایم پی اے صاحب نے میرے خلاف سفارش کی تھی' اس لیے میری ٹرانسفر کر دی گئی ہے۔ اسی وقت stay ہو جاتا ہے۔ یعنی ہمیں اس بات سے روکا جاتا ہے کہ آپ کوئی application recommend نہیں کر سکتے۔ جناب چیئرمین! ہم عوامی نمائندے ہیں۔ لاکھوں کے حلقے سے لاکھ لاکھ ووٹ لے کر ہم ان ایوانوں میں آتے ہیں۔ وہ لوگ اپنے دکھ' فریاد کے لیے اور سفارش کے لیے اگر ہمارے پاس نہیں آئیں گے تو کیا وہ سفارش کروانے کے لیے بھی ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں رٹ دائر کیا کریں گے؟

میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ حکومت نے زراعت پر انتہائی متوازن اور اچھی پالیسی دی ہے۔ جس سے آج بھی ملک گندم کے مسئلے میں خودکفیل ہو گیا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ زراعت کی اس پالیسی پر چل کر ملک میں ان شاء اللہ تعالیٰ سبز انقلاب آئے گا۔

تعلیم اور صحت کے مسئلے میں انتہائی بہتر پالیسی دی گئی ہے' لیکن ان تمام چیزوں کا impact اسی وقت ہوگا جب اس ملک میں امن قائم ہوگا۔ اس صوبے میں امن قائم ہوگا۔ جب بمبئی میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنی چھوٹی سی territory قائم کی تھی' تو انھوں نے اس وقت کی ایسٹ انڈیا کمپنی کے منافع سے پانچ گنا زیادہ یعنی پانچ سال کا منافع صرف اس چھوٹی سی territory میں امن و امان قائم کرنے کی مد میں لگا دیا تھا۔ ان کا موقف یہ تھا کہ جب تک ہم اپنے اس علاقے میں امن و امان کی صورت حال کو بہتر نہیں کریں گے تو نہ ہم تجارت میں ترقی کر سکیں گے اور نہ ہی ہم آگے بڑھ سکیں گے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا جو جوڈیشل سسٹم ہے۔ اس میں یہ بنیادی خرابیاں ہیں اور یہ اس وقت تک دور نہیں ہو سکتی جب تک ہم اس میں آئینی ترمیم نہ لائیں۔ جو آئین کا آرٹیکل 199 ہے اور 184 ہے۔ اس میں یہ وقت کا تقاضا ہے۔ میاں محمد نواز شریف صاحب نے موجودہ حکومت نے ملک میں ایٹمی دھماکا کر کے اس ملک کو باوقار کیا ہے۔ قوموں میں آگے لے کر گئے ہیں۔ کالاباغ ڈیم کا فیصلہ کیا ہے۔ آج وہ وقت ہے کہ آج ہم اس بنیادی نوعیت کے فیصلے کی طرف بھی آگے بڑھیں اور یہ دونوں آرٹیکل جو ہیں' ان میں جو عصری تقاضے ہیں۔ اس وقت ملک

کی موجودہ صورت حال کے پیش نظر ہم اس میں ترمیم کریں اور ہر ادارے کا ایک ایسا دائرہ ، حدود مقرر کر دیں تاکہ state کے چاروں ستون ایک دوسرے کے دائرے یا اختیارات میں کسی قسم کی مداخلت نہ کر سکیں۔

جناب چیئرمین! اب میں صرف دو منٹ میں اپنے حلقے کے مسائل وزیر خزانہ کے گوش گزار کرانا چاہوں گا کہ اس سال میرے حلقے میں گورنمنٹ کالج فار ویمن ' ڈی ٹائپ کالونی ہے' وہ تقریباً پچھلے تین سال سے بن رہا ہے اور اس کی عمارت کا 3/4 حصہ مکمل ہو چکا ہے۔ ہمیں یہ امید تھی کہ اس سال اس کے لیے رقم رکھی جائے گی تاکہ وہ مکمل ہوگا اور اس میں کلاسز کا اجراء شروع ہو جائے گا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس سال اس کے لیے رقم نہیں رکھی گئی۔ میں وزیر خزانہ سے یہ گزارش کروں گا کہ اس کے لیے رقم کا انتظام کروائیں۔ کیونکہ کروڑوں روپیہ آگے خرچ ہو چکا ہے اور وہ ضائع جا رہا ہے کہ ہم اس میں کلاسز شفٹ نہ کروا سکیں۔ اسی طرح سے ایک لیبارٹری مڈل سکول تھا۔ اس کے متعلق مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے اس کی منظوری دے دی ہے کہ اس سال اسے اپ گریڈ کر دیا جائے گا' لیکن میں نے رات ADP کا جو کتابچہ پڑھا ہے۔ اس میں کہیں بھی نظر نہیں آیا۔ حالانکہ وہ اس علاقے کی بڑی ضرورت ہے۔ تو اس پر بھی نظر ثانی فرمائیں۔

آخر میں' میں ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا کہ فیصل آباد لاہور روڈ کو انھوں نے اس سال اپنے پروگرام میں شامل کیا ہے' لیکن جب اس عبارت کو پورا پڑھا جائے تو اس میں جناب چیئرمین! انھوں نے فرمایا ہے کہ،

> "ہمارے اگلے مالی سال کا ایک اور قابل ذکر منصوبہ لاہور فیصل آباد دو رویہ سڑک کی تعمیر ہے۔ اس اہم شاہراہ کو ایک عشرے سے زائد عرصے تک محض سوچ و بچار کے سرد خانے میں رکھا گیا۔"

آگے فرمایا ہے کہ،

> "اس کلیدی سڑک کی تعمیر پر اٹھنے والے اخراجات کے لیے بانڈز کے اجراء یا کسی اور اچھوتے طریقہ کار کو اختیار کیا جائے گا۔"

جناب سپیکر! یہ تو مجھے ایسے ہی معلوم ہوتا ہے کہ،

"ملاقات کے لیے محبوب نے وعدہ کیا ہے پانچویں دن کا جب کہ دنیا چار دن کی

ہے"۔

جناب سپیکر! یہ اچھوتا طریقہ اور یہ بانڈز کا اجراء کہاں ہو سکے گا۔ انھوں نے خود ہی فرمایا ہے کہ یہ سڑک پہلے ہی ایک عشرے سے سرد خانے میں ہے۔ وہ ایک ڈیتھ ٹریک ہے۔ جب آدمی فیصل آباد سے یا لاہور سے چلتا ہے تو کسی کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ میں خیر و عافیت سے وہاں پر پہنچ جاؤں گا۔ اس سڑک کی اتنی بُری حالت ہے۔ وزیر خزانہ کبھی اس سڑک پر سفر فرما کر دیکھیں تو ان کو پتا چل جائے گا۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اسے اچھوتے طریقے سے وہ بچائیں اور ہماری یہ گزارش ہے کہ اس کے لیے وہ اس سال ڈویلپمنٹ فنڈ سے پیسے بھی رکھیں تاکہ وہ سڑک اس سال یا آئندہ سال تعمیر ہو کر مکمل ہو جائے۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: شکریہ جی۔ اب جناب امجد حمید دستی صاحب سے گزارش ہے کہ بجٹ کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

سردار امجد حمید خان دستی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کرنے کا موقع دیا ہے۔ مجھے نارووال کے مولانا غیاث الدین بلبن اور چنیوٹ کے مولانا منظور چنیوٹی صاحب نے کہا کہ حدیث ہے۔

"اللہ جمیل و یحب الجمال"

اللہ خوبصورت ہے' حسین وجمیل ہے اور خوب صورت چیزوں کو پسند کرتا ہے۔

میں آپ کی وساطت سے ذکر کروں گا کہ یہ جو ہمارا پنجاب کا بجٹ ہے۔ یہ بھی حسین و جمیل ہے۔ یہ بھی متوازن ہے۔ لیکن مانگ میں سندور ڈالنے کی بجائے بالوں میں ڈال دیا۔ مانگ کو سیدھا رکھنے کی بجائے تھوڑا سا ٹیڑھا کر دیا۔ کہاں ٹیڑھا کیا؟ کہاں مانگ میں سندور نہ پڑا؟ میں اس کی طرف بعد میں آپ کی توجہ دلاؤں گا' لیکن جن حالات و واقعات نے یہ خُود انحصاری بجٹ پیش کرنے کا موقع جناب وزیرِ خزانہ کو مہیا کیا ہے میں پہلے ان کی طرف جاؤں گا۔ وہ تاریخی واقعہ ہے اور اس کے متعلق اس ہاؤس میں بار بار ذکر ہو چکا ہے۔ میں بھی اس کا اعادہ کرتا ہوں۔ اور دِل و جان سے کرتا ہوں کہ یہ ایٹمی دھماکے کا تاریخی واقعہ ایسا نہیں کہ اس کو معمولی واقعہ سمجھا جائے۔ یہ اتنا بڑا واقعہ ہے کہ آج سے 50 سال پہلے جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا تھا اور قائدِ اعظم نے ہمیں یہ

خطہ خدا کی مہربانی اور رحمت سے دلایا تھا تو اُن کی کاوش کی وجہ سے' اُن کی محنت اور یک طرفہ لگن کے باعث جب تک یہ ملک قائم و دائم ہے لوگ قائدِ اعظم کو یاد رکھیں گے۔ کوئی بدبخت ایسا ہی ہوگا جو بھول جائے گا۔ پاکستان یاد رہے گا تو قائدِ اعظم سے یاد رہے گا ایک ننھی جان' نحیف و نزار آدمی' ٹی بی کا مریض' مرنے کے قریب' کوئی ساتھی نہیں' نوجوان لڑکے تھے۔ میری عمر زیادہ سے زیادہ سے چار پانچ سال بڑے ہوں گے۔ ممتاز دولتانہ جیسے اور شوکت حیات جیسے'جنھوں نے ہمارے پانی کا حصہ بھی گنوا دیا' بجائے مدد و معاون ہونے کے وہ اپنے ہی کھیلوں میں غرق ہو گئے اور پاکستان بننے کے ساتھ ہی ممدوٹ دولتانہ اختلافات شروع ہوئے۔ اُن اختلافات کی وجہ سے ان زمینداروں کے بچوں نے اس ملک کا بیڑہ غرق کیا اور اس کو بڑا نقصان پہنچایا۔ آج ایک مدت کے بعد پھر ایک ایسا تاریخی واقعہ ہوا ہے کہ اس کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اور وہ تاریخی واقعہ یہ ہے کہ ہندو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دھماکے کر دیے۔ اکٹھے پانچ دھماکے کر دیے۔ پھر دو اور کر دیے۔ بے نظیر صاحبہ فرماتی ہیں یہ پانچ ہی کافی تھے' یہ لکی سیون کی کیا ضرورت تھی؟ یہ دو اور کیوں کر دیے؟ اور پھر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی۔ جب تک دھماکے نہیں ہوئے تھے تو فرماتی تھیں کہ اسے نواز شریف! چوڑیاں پہن لو۔ اب کہتی ہیں کیوں دھماکا کیا؟ حضور والا! یہ ان کا قصور نہیں ہے۔ یہ انھوں نے پڑھا ہوا ہے کہ اقتدار کے لیے جھوٹ' مکر و فریب' بے ایمانی' بد دیانتی ہرقسم کے گندے حربے کو استعمال کیا جائے تو وہ جائز ہے اور انگریز نے پھر میکاولی اور چانکیا' چانکیا ہندوؤں کا سیاست کا بدبخت گرو تھا اور رومنز گرو میکاولی تھا۔ انھوں نے یہ سبق پڑھا کہ سیاست میں تمام مکر و فریب جائز ہے۔ وہ مکر و فریب چاہے زلیخا کی صورت میں ہو' چاہے قلوپطرہ کی صورت میں ہو' چاہے جودھا بائی کی صورت میں ہو کہ ملک کا دین ہی تبدیل کر دیا۔ ملک کو دینِ الٰہی دے دیا۔ ایک عورت کے مکر و فریب میں اکبرِ اعظم نے ملک کا دین ہی تبدیل کر دیا اور دینِ الٰہی دے دیا۔ یہ مکر و فریب' یہ بد دیانتی' یہ بے ایمانی نہرو نے بھی سیکھ لی اور انگریزوں نے اس مکر و فریب کا نام دیا تھا 'Every thing is fair in love and war. کہ معشوق کو جیتنا ہو تو پھر بھی مکر و فریب کرو اور جنگ جیتنی ہو تو پھر بھی مکر و فریب کرو۔ تو سب سے پہلے نہرو نے یہ مکر و فریب کیا کہ پیسے بھی دیے اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی بیوی سے معاشقہ بھی جڑ لیا۔ مرد کو بھی راضی کر لیا۔ دن کو مرد کو راضی کیا' رات کو عورت کو (قہقہے) اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فیروز پور بھی چھن گیا اور آخری وقت میں

گورداس پور بھی چلا گیا۔ میں ہوں تو سرائیکی علاقے کا۔ میرے آباو اجداد سرائیکی علاقے کے ہیں' لیکن میری پیدائش گورداس پور کی ہے۔ مجھے ہمیشہ اس کا قلق رہا' درد رہا کہ ایک آدمی' نہرو کی عیاری کی وجہ سے یہ ضلع ہم سے جاتا رہا۔ اس کے نتائج ہم آج تک بھگت رہے ہیں' پاکستانی بھگت رہے ہیں' کشمیری بھگت رہے ہیں اور ساری مسلم دنیا بھگت رہی ہے تو یہ بہت بڑا تاریخی واقعہ ہے کہ وزیر اعظم میاں نواز شریف نے گورے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر' سپر طاقتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ دھماکے کر دیے اور جاپانیوں کو کہا کہ اے جاپانیو' اگر تمہارے پاس یہ deterrent ہتھیار ہوتا' یہ ایٹم بم ہوتا تو امریکہ کو یہ جرأت نہیں تھی کہ ہیرو شیما اور ناگا ساکی پر وہ حملہ کرتا۔ یہ جاپانیوں کو سبق دیا اور چین کے ساتھ ہمارے تعلقات جو عرصہ سے سرد ہو رہے تھے یک دم ان میں گرمی آ گئی' چین کے ساتھ ہمارے دوستانے میں گرمی آ گئی۔ یہ اللہ کی طرف سے ہمارے لیے بہت بڑا انعام ہے کہ چین اور ہمارے تعلقات میں جو سردی آ گئی تھی اس میں پھر گرمی پیدا ہو گئی' اور جوں ایبلائی کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے چین کو ہماری طرف ڈال دیا اور انڈیا کے ڈیفنس منسٹر فرنیڈس فرماتے ہیں کہ ہمیں پاکستان سے کوئی خطرہ نہیں۔ یہ تو ہمارے لیے ایسا ہے جیسے چڑیا کا شکار کر لیا اور پھر گوجرانوالہ کے بازار میں ان چڑیوں کو بیچ دیا اور وہاں وہ چڑیاں اور چڑے بھون کر جیسے وہ لوگ کھا جاتے ہیں تو اس نے ہمیں چڑیا بنا دیا۔ وہ پہلے کہتے تھے کہ ہمیں چین سے خطرہ ہے' اس چڑیا سے خطرہ نہیں ہے۔ اب سارے کہتے ہیں یہ چڑیا نہیں ہے یہ بہت بڑا دیو ہے' یہ بہت بڑا پہاڑ ہے' اس سے ٹکر لینا مناسب نہیں ہے اور پہلی دفعہ واجپائی نے کہا کہ ہم بات کرنے کے لیے تیار ہیں' کوفی عنان نے بھی کہا کہ ہم بیچ بچاؤ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اس طرح سے اور بھی کئی کہنے والے ہیں، ہم کو دعائیں دو تمہیں دلبر بنا دیا۔

یہ دھماکے نے ان سے کہلوایا۔ دھماکے نے یہ کوفی عنان سے کہلوایا۔ دھماکے نے یہ واجپائی سے کہلوایا اور سنو' میں انڈیا کا ٹی وی دیکھ رہا تھا تو کانگریس کے اپوزیشن کے ایک لیڈر جو کسی زمانے میں کانگریس کے وزیر بھی رہے ہیں' اپنی تقریر کر رہے تھے اور گورنمنٹ پر تنقید کر رہے تھے' ایک سکھ نے اٹھ کر کہا' ایک خوشامدی سکھ نے اٹھ کر اعتراض کیا۔ یہ میرے سامنے کی بات ہے اور میں سن رہا تھا۔ تو کانگریسی لیڈر نے کہا کہ سردار جی' یہ جو دربار کا واقعہ ہوا تھا اس میں تو وہ تخریب کار پکڑنے گئے تھے' دربار صاحب پر حملہ تو نہیں کرنے گئے تھے۔(اس مرحلہ پر گھنٹی

بجی) میں آپ کو bore نہیں کروں گا' مجھے ذرا اور وقت دیجیے گا اور یہ میرا حق بھی ہے،

I am the oldest member. Listen sir, Mr Speaker, I am the oldest and senior most member of this House. Give me that concession.

اور اس bell کو پھر نہ بجائیے گا۔

جناب چیئرمین، مجھے آپ کی عمر کا کافی احترام ہے۔

سردار عبدالحمید خان دستی، مجھے اپنی تقریر جاری رکھنے دیجیے ' یہ آپ کے مفاد میں ہے' یہ اس ایوان کے مفاد میں ہے' یہ اس ملک کے مفاد میں ہے ۔ آپ میری بات تو سنیں۔ پتا نہیں کہ مجھے کتنے اور دن زندہ رہنا ہے۔ .I am already an old man

جناب چیئرمین، اللہ آپ کو اور عمر دے۔ ان شاء اللہ آپ بہت وقت تک زندہ رہیں گے۔ بہرحال آپ تھوڑا سا وقت کا خیال رکھیں۔

سردار عبدالحمید خان دستی، میں عرض کر رہا تھا کہ اس کانگریسی لیڈر نے کہا کہ اے سردار جی' وہ تو تخریب کاروں کو پکڑنے گئے تھے اور آج تک تمہارے سینے میں وہ درد ہے ' وہ داغ ہے جو مٹنے میں نہیں آتا ۔ تم جو گورنمنٹ بنچز پر بیٹھے ہو یا جو کنیڈا میں بیٹھے ہیں یا جو خالصتان کی آواز بلند کرتے ہیں ۔ کوئی سکھ ایسا نہیں جس کے سینے میں یہ درد نہ ہو حالانکہ وہ تخریب کاروں کو پکڑنے گئے تھے دربار صاحب کو ختم نہیں کرنے گئے تھے۔ سردار جی ' سنو' یہ تیرہ کروڑ کی اقلیت ' یہ مسلمان اقلیت' وہاں بابری مسجد میں کون سے تخریب کار تھے جن کو یہ پکڑنے گئے تھے؟ تم نے تو بابری مسجد ہی مسمارکر دی اور پھر ان کو بولنے کی اجازت نہیں ہے' ان کو بات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ بہار میں ایک ڈاکٹر تھا جس نے یہ کہہ رکھا تھا کہ میرے شہر میں اگر کسی مسلمان لڑکی کا بیاہ ہو تو وہ پہلی رات میرے پاس رہے گی اور انڈیا میں یہ ہوتا رہا اور آخر جب یہ اخباروں میں آنا شروع ہوا تو پھر انھوں نے اس کا نوٹس لیا اور انھوں نے اس بدبخت ڈاکٹر کو جیل میں بھیجا تو دوسرے دن اس کی ضمانت ہوگئی۔ تو میں یہ کہتا ہوں کہ اگر قائداعظم نے ہمیں یہ ٹکڑا نہ دلایا ہوتا ' نحیف و نزار آدمی نے اگر ہمیں یہ ٹکڑا نہ دلایا ہوتا تو آج ہمارے ساتھ کئی ڈاکٹر بھی یہی باتیں کرتے۔ شکر ہے

خدا کا کہ ہمیں یہ ٹکڑا ملا۔

جناب والا! ملتان کے ایک briefless lawyer جعفری ہیں ۔ غالباً ان کی آمدنی میں کمی ہو گئی انھوں نے سوچا کہ میاں نواز شریف کی شکل میں ایک نیا سورج آ رہا ہے ایک نیا ستارہ ابھر رہا ہے۔ انھوں نے ایک کتابچہ لکھ دیا اور اس نے ہمارے محترم لیڈر کا نام قائد اعظم ثانی لکھا۔ منشاء اللہ بٹ اگلے دن کہہ رہے تھے کہ میں بھی اس پارٹی میٹنگ میں شامل تھا جب آپ نے اعتراض کیا۔ تو میں نے کہا کہ میاں صاحب مجھ پر بڑی مہربانی کرتے ہیں۔ مجھے فخر ہے کہ وہ میری کڑوی اور کسیلی باتیں بھی سن لیتے ہیں۔ مجھے اس بات کا بہت فخر ہے ۔ اور پتا اس جعفری نے کیا کیا؛ اس نے اس کتابچے کا سو سو کا بنڈل ہر ایک ایم پی اے کے پاس بھیج دیا اور لکھ کر بھیج دیا کہ وزیر اعظم اورمسلم لیگ کا یہ آرڈر ہے کہ آپ اپنی گرہ سے اس کی قیمت دے کر اس کو فروخت کریں ۔ میں نے وہ نہیں لیا اور میں نے کہا کہ ایسے سو جعفری پھرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میاں صاحب' آپ مہربانی کر کے قائد اعظم ثانی نہ کہلوائیں۔ آپ ان کو منع کر دیں کہ آپ کو یہ نہ کہیں ۔ قائداعظم کا بہت اونچا رتبہ تھا' اس نے ملک بنایا تھا۔ میاں نواز شریف صاحب نے میری بات مان لی انھوں نے کئی جگہ جلسوں میں روکا کہ مجھے یہ مت کہو۔ مجھے قائد اعظم ثانی مت کہو۔ اس ہال میں سننے والو ' پریس والو' میری بات پہنچاؤ ۔ میں جو کہتا تھا کہ قائد اعظم ثانی نہ کہنا ۔ آج میں بہانگ دہل کہتا ہوں ' میری جان کہتی ہے ' میرا دل کہتا ہے ' میرا دماغ کہتا ہے کہ اے نواز شریف! تو قائد اعظم ثانی ہے ۔ تو نے ملک کو بچا لیا ہے ۔'تو نے دھماکا کر کے سپر طاقتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے اس ملک کو بچا لیا ہے۔ اور عجب بات ہے کہ نہ دن کا آرام ہے اور نہ رات کو چین ہے۔ کوئی دولت کی کمی نہیں۔ جہاں ملک کی بھلائی کا سوال آتا ہے تو قائد اعظم کی طرح میاں نواز شریف سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کالا باغ ڈیم بنے گا لیکن جو ناراض ہیں' میں ان کو راضی کروں گا۔ میں گھر گھر جاؤں گا۔ ممتاز بھٹو یہ کہتا ہے کہ میں ٹکریں مار مار کے کالا باغ ڈیم کو توڑ دوں گا ۔ میں اس کے گھر بھی جاؤں گا۔ ہمارے ہاں جناب سپیکر! یہ کہتے ہیں کہ " فلاناں کاندھے ترپ کے گیا" وہ فنانس منسٹر میری بات سمجھتے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں ممتاز بھٹو ' کوئی جتوئی ' کوئی مینگل ' کوئی ولی خانایا دروازہ بند کرے اور بات سننے کے لیے تیار نہ ہو تو میاں نوازشریف ان کی "کندھ ٹپ کے وی" ان کو سمجھانے کے لیے جائیں گے۔ ان کی چار دیواری کے اوپر سے کود کے جائیں گے اور کہیں

گے میری بات سنو ۔ تمھاری بھی اس میں بھلائی ہے ' میری بھلائی ہے۔ آنے دو اس کالا باغ ڈیم کو۔یہ کالا نام کا ہے۔ یہ تو سبز ہے 'سبزی لائے گا' گرین کرے گا اور ہر طرف باغ و بہار ہوگی۔ یہ ہندو اگر ہمارے دریا بند کر دیں گے تو ہم اپنے بڑے دیوہیکل دریا سندھ کو بند باندھ کے یہ ڈیم بنائیں گے اور 38 ملین ایکڑ اراضی (مجھے اعداد و شمار یاد نہیں رہتے بہر حال آپ اس کی تصحیح کرلیں) اور اتنے میگا واٹ بجلی پیدا ہوگی اور سستی ہوگی۔ آج یہ حالت ہے کہ میرے جیسے متوسط درجے کے آدمی کو انھوں نے بارہ ہزار روپے کا بجلی کا بل بھیج دیا۔ اور میرے پاس کوئی موبائل ٹیلی فون نہیں ہے' تقریباً اتنا ہی ٹیلی فون کا بل بھیج دیا۔ ہم کہاں جائیں ' کس سے کہیں؟

جناب سپیکر! آپ کا صبر کا پیمانہ لبریز نہ ہو جائے' اس لیے میں ختم کرتا ہوں ۔ میں نے بات شروع کی تھی۔ ہاں ! انھوں نے ایک تیسرا ستون بھی کھڑا کر دیا۔ وہ یہ ستون ہے کہ بڑی بڑی جاگیرداریاں ' بڑی بڑی زمین داریاں ختم کرو۔ یہ بہت ضروری ہے ۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ آپ حیران ہوں گے ' وہ ایم این اے بھی ہیں ۔ مجھے ایک محفل میں ملے ۔ کہنے لگے، "اوئے دستی صاحب! تو کیہڑی پینٹاں ایں"۔ میں نے کہا' "مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے ہوئے ' مدت ہوئی ہے اس کا نام ہی نہیں لیا"۔ میں نے پوچھا، "نواب صاحب! توں کیہڑی پینٹا ایں"۔ 'and look at him' یہ ہمارے نمائندے ہیں۔ کہنے لگے، "دستی صاحب ! میں بلیو پرنٹ پینٹاں" ہاں ۔بلیو پرنٹ یعنی جانی واکر کی سب سے قیمتی بلیو لیبل پینے والوں کو یہ بھی ہوش نہیں ہے ۔ دو سو مربعے کا مالک ہے ۔ ان لشتیوں کو ختم کرو ۔ ان کی زمینیں چھینو۔ سپیکر صاحب ! خدا کے لیے میری بات سنو ۔ پھر پتا نہیں ملنا ہوگا یا نہ ہوگا۔یہاں سابق صدر کے لڑکے تشریف رکھتے تھے۔ تقریر کر رہے تھے ۔ میں نے کہا ان کو بولنے دو' میں ان کو جواب دوں گا۔ وہ راۓ ونڈ کی بات کرنے لگے کہ رائے ونڈ میں اتنا خرچ ہو گیا۔ وہ عزیز چلا گیا ہے ۔ میں اس کو بتاتا کہ اے رائے ونڈ کی بات کرنے والو' وہاں تو کروڑوں کا اجتماع ہوتا ہے ۔ وہاں تو کروڑوں نے کے مجمعے لگتے ہیں اور اس سڑک سے جاتے ہیں۔ اور جب بجلی بند ہوئی تو اتنی بھگدڑ مچی کے لوگ روندے گئے ۔ جس طرح حج کے موقع پر بڑے شیطان کو پتھر مارتے ہوئے روندے جاتے ہیں۔ یہ سڑک تو اس سے بھی دگنی چوڑی ہونی چاہیے ۔ چار گنا چوڑی ہونی چاہیے تاکہ خدا کا پیغام سننے کے لیے ' دین کا پیغام سننے کے لیے آنے والوں کو سہولت ہو ۔ اگر بیچ میں کہیں میاں نواز شریف کا مکان آگیا تو تمھیں کیا تکلیف ہے؟ اور تمھاری یہ حالت ہے کہ چوٹی

کی طرف ایک بہت بڑی سڑک بنا دی اور اسی طرح ہوائی اڈا تعمیر کر دیا۔ اور ایئر پورٹ بجائے شہر کے نزدیک رکھنے کے چوٹی اور شہر کے درمیان رکھ دیا! جب میں اس علاقے سے گزرا تو میں نے خیال کیا کہ غالباً یہی علاقہ تھا کہ جہاں "سسی رُل موئی" ۔ میل ہا میل تک آبادی نہیں۔ اور وہاں اتنی لمبی چوڑی سڑکیں اور ایئرپورٹ ' سب کچھ ہے ۔ اس خاندان کے ساتھ میرے والد صاحب کے بڑے تعلقات تھے۔ جہاں جاتے تھے فاروق کے باپ کو ساتھ لے کر چلتے تھے ۔ ہر کیبنٹ میں اس کو منسٹر بناتے ۔ اس خاندان نے ہمارے ساتھ یہ کیا ۔ یہ فنانس منسٹر گواہ ہیں کہ ڈیرہ غازی خان میں تو انکی ذاتی مخالفت تھی ۔ وہاں تو انھوں نے کھڑے کرنے ہی تھے۔ لیکن ان کو شرم نہیں آئی کہ مظفر گڑھ کے ضلع میں ڈیرہ غازی خان ڈویژن کے باہر صرف میرے مقابلے میں اپنا ایک آدمی کھڑا کر دیا۔ اور بے شرمی کی حد یہ ہے کہ جب مسلم لیگ کی حکومت آئی تو ڈی ایس پی صدر کو راضی کرنے کے لیے اس کی آبیاری شروع کرائی ۔ آبیاری کا مطلب آپ ہی سمجھتے رہنا۔ ایک پولیس والے تھانے دار نے اس کی آبیاری کی اور اس کو ایسی عادت پڑی کہ اس کی آبیاری اب تک ہوتی چلی جا رہی ہے۔وہ میرے مقابلے میں امیدوار تھا۔

جناب چیئرمین: مہربانی کر کے وائنڈ اپ کریں۔ اور بھی مقررین ہیں۔

سردار امجد حمید خان دستی: اس کو ڈی ایس پی چھوڑنے جاتا تھا شکار کی غرض سے ۔ اب میں آخری بات کرتا ہوں۔ جناب والا! آپ سے وعدہ ہے کہ آخری بات کروں گا۔ میں وزیرخزانہ سے بات کرتا ہوں کہ ہمارے علاقے میں میرے والد صاحب ایک انٹرمیڈیٹ کالج بنا گئے تھے وہ اب ڈگری کالج ہے۔ ہمارے خاندان کی کاوشوں سے یہ کالج بنا لیکن زنانہ اور مردانہ دونوں کالجوں میں طالب علم ٹاٹوں پر' زمین پر بیٹھتے ہیں۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: سعید احمد شرقپوری صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: دستی صاحب ہمارے بڑے بزرگ ہیں' تجربہ کار ہیں اور بڑے نیک ہیں۔ ان کی باتیں ہمارے لیے سبق آموز ہوتی ہیں۔ یہ فرما رہے ہیں کہ شاید ان کی آخری ملاقات ہو' اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے۔ یہ ہر لحاظ سے بڑے نیک اور روحانی ہیں۔ تو میری یہ تجویز ہے کہ

ایوان میں مجھ جیسے جو نئے لوگ آئے ہیں ان کے لیے یہ الحمرا میں ایک پروگرام کریں۔ ہم وہاں متواتر 5 گھنٹے ان کا خطاب سنیں' میں یہ مذاق نہیں کر رہا۔ وہ ہمارے لیے ایک سبق ہوگا اور ان کی باتوں سے ہم اپنے مستقبل کو سنواریں گے۔

جناب چیئرمین: امجد حمید دستی صاحب! مہربانی کر کے اب آپ wind up کریں' پہلے ہی آپ نے دو تین مقررین کا وقت لے لیا ہے۔

سردار امجد حمید خان دستی: جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ہاں بائی پاس نہ ہونے کی وجہ سے ایکسیڈنٹ میں 15/20 اموات ہو چکی ہیں۔ سب سے پہلے وہاں بائی پاس بنوایا جانا چاہیے۔ دوسرا سینئر وزیر صاحب ہمارے ان دو کالجوں میں کمروں کے لیے پیسے دیں۔ تحصیل کوٹ ادو کا بائی پاس بے شک بنے لیکن سب سے پہلے ہمارا بننا چاہیے۔ میں اپنے علاقے کے اور مسائل بھی بیان کرنا چاہتا ہوں لیکن وقت نہیں ہے اس لیے ختم کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: اب میں ملک جلال دین ڈھکو صاحب کو دعوت خطاب دے رہا ہوں۔

ملک جلال دین ڈھکو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! شکریہ۔ دستی صاحب کی طویل اور بجٹ سے ہٹ کر تقریر کو ہم نے بڑی صبر آزما گھڑیوں میں سنا۔ وقت کی کمی ہے' اس لیے میں کوئی لمبی چوڑی بات نہیں کروں گا۔ چونکہ آج بجٹ پر بحث ہے' اس لیے میں بھی بجٹ پر ہی بات کروں گا۔ میں وزیراعلیٰ پنجاب' میاں محمد شہباز شریف اور وزیر خزانہ پنجاب' سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ کو اس مشکل اور اقتصادی بحران کے دوران متوازن اور عوامی بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد دیتا ہوں۔ اس بجٹ کو پنجاب کے لوگوں نے پڑھا' ایوان میں پیش کیا گیا لیکن اس بجٹ پر اس دفعہ اپوزیشن کو بھی موقع نہیں ملا کہ وہ تنقید کر سکیں۔

جناب والا! میں چند ایک ضروری باتیں گوش گزار کروں گا' ان کی نشان دہی کروں گا۔ میں جس شعبے کی بات کرنا چاہتا ہوں اس سے متعلقہ وزیر یہاں موجود نہیں ہیں' بہت کم وزرائے کرام تشریف رکھتے ہیں' سردار صاحب' راجہ صاحب اور رانا صاحب بیٹھے۔

جناب چیئرمین: میاں معراج دین صاحب بھی بیٹھے ہیں۔

ملک جلال دین ڈھکو: جی ہاں وہ بھی تشریف رکھتے ہیں۔

وزیر لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! ہم تمام وزراء یہاں بیٹھے ہیں' ان کے لیے حاضر ہیں اور جو کچھ یہ فرمائیں گے اسے نوٹ کیا جائے گا۔

ملک جلال دین ڈھکو: تمام کہاں ہیں؟ کل 20 وزراء ہیں جبکہ اس وقت صرف چار وزیر بیٹھے ہیں۔

وزیر لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ: دیکھیں! آپ کی سب باتیں نوٹ کی جا رہی ہیں اور جس وزیر سے متعلقہ ہوں گی ان تک پہنچ جائیں گی۔

جناب چیئرمین: آپ براہ کرم آپس میں direct مخاطب نہ ہوں چیئر کے حوالے سے بات کریں۔ جی ڈھکو صاحب! آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

ملک جلال دین ڈھکو: جناب والا! میں محکمہ صحت کے بارے میں چند ضروری گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ چونکہ ہمارے ملک میں تمام نظام قابلِ اصلاح ہے۔ محکمہ صحت کے بارے میں عرض ہے کہ اول تو ڈاکٹر حضرات دیہاتوں میں جاتے ہی نہیں ہیں' دیہاتوں میں جو RHC,BHU بنے ہیں وہاں آپ بے شک سرپرائز وزٹ کر کے دیکھ لیں آپ کو ڈیوٹی پرکوئی ڈاکٹر نہیں ملے گا۔ میں نے پچھلے وزیر صاحب سے بھی گزارش کی تھی کہ آپ خود سرپرائز وزٹ کریں'دفتروں میں بیٹھنے کی بجائے آپ دیہاتوں میں جا کر دیکھیں۔ وہاں پر ان شاء اللہ نہ تو عملہ موجود ہوگا اور نہ ہی کوئی ڈاکٹر ملے گا۔ لوگ اس حد تک تنگ آ چکے ہیں' غریب آدمی سسک سسک کر مر جاتے ہیں۔ انھیں دیہات میں نہ تو ادویات میسر آتی ہیں اور نہ ہی ڈاکٹرز ملتے ہیں جبکہ وہ اتنی سکت نہیں رکھتے کہ شہروں میں جا کر اپنا علاج کروا سکیں۔ حکومت پنجاب نے مفت ادویات مہیا کرنے کے لیے اس سال 76 کروڑ روپے رکھے ہیں۔ 40 کروڑ روپے شہری آبادی کے لیے جبکہ 36 کروڑ روپے دیہاتی آبادی کے لیے رکھے گئے ہیں۔ جناب والا! ملک کی 80 فی صد آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے' یعنی 80 لوگ دیہات میں اور 20 لوگ شہر میں بستے ہیں۔ 80 فی صد لوگوں کے لیے تو 36 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں جبکہ 20 فی صد شہری آبادی کے لیے 40 کروڑ روپے یہ تناسب ٹھیک نہیں ہے' میں وزیر خزانہ صاحب کی خدمت میں التماس کروں گا کہ آپ اس پر نظرثانی فرمائیں۔ میری دوسری گزارش یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے شہروں یا دیہاتوں میں جو مفت ادویات بھیجی جاتی ہیں اس کے لیے ایک لائحہ عمل تیار کیا جائے کیونکہ یہ سب کی سب ادویات فروخت کر دی جاتی ہیں۔ شاید دو چار فی صد ادویات ان لوگوں کو ملتی

ہوں گی جو ان کے بہت زیادہ قریب ہوں گے لیکن عوام کو یہ ادویات نہیں ملتیں۔ آپ بے شک اس بات کو چیک کر لیں، دیکھ لیں۔ اس بارے میں آپ کو کوئی اہم قدم اٹھانا پڑے گا۔ 76 کروڑ 71 لاکھ روپے کی ایک خطیر رقم حکومت نے غریب لوگوں کو ادویات مہیا کرنے کے لیے رکھی ہے۔ لیکن حقیقت میں غریب لوگوں کو کچھ بھی نہیں ملتا۔ سب کی سب ادویات فروخت کر دی جاتی ہیں۔ جناب والا! میری گزارش ہے کہ آپ اس کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دیں جو ایسا لائحہ عمل تیار کرے جس سے یہ کرپشن رک سکے۔ میں آپ کو دکھا سکتا ہوں کہ ڈسپنسر حضرات نے غریب لوگوں کی ادویات بیچ بیچ کر بہت بڑے بڑے بنگلے بنائے ہوئے ہیں۔

جناب چیئرمین! وزیر اعظم پاکستان نے 40 ارب روپے زرعی قرضوں کے لیے رکھے ہیں۔ اسی طرح ٹریکٹرز، کمبائنڈ ہارویسٹرز پر سیلز ٹیکس ختم کیا ہے۔ یہ واقعی قابل تحسین اقدام ہیں۔ اس سے زمینداروں میں خوشی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی ہے۔ اس سے ان شاء اللہ سبز انقلاب آئے گا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ اور اقدام بھی اٹھانا پڑیں گے۔ ٹریکٹرز پر ایک لاکھ روپے کی چھوٹ وفاقی حکومت کی طرف سے دی گئی ہے اور ایک لاکھ روپے کی سبسڈی کا اعلان میاں محمد شہباز شریف صاحب کی طرف سے کیا گیا ہے، یہ بھی زرعی انقلاب لانے کے لیے ایک بہت بڑا اور اچھا قدم ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ گزارش کروں گا کہ دیہاتوں میں رہنے والا چھوٹا کاشتکار زرعی قرضہ تو حاصل کر لے گا اسے ٹریکٹر بھی رعایتاً مل جائے گا، بلڈوزر پر بھی سیلز ٹیکس میں چھوٹ آگئی وہ آسان قیمت پر اپنی زمین کو بہتر بنا سکے گا۔ لیکن وہ اتنا غریب ہو چکا ہے، اتنا مایوس ہو چکا ہے اور آپ دیکھیں کہ جو بہت بڑے نادہندگان ہیں وہ 200 پکڑے گئے ہیں اور غریب کاشتکار جنھوں نے دس ہزار اور بیس ہزار دینے ہیں وہ ادا نہیں کر سکتے وہ اس وقت تحصیلوں اور تھانوں میں بند ہیں۔ اس کے لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ محکمہ زراعت کا بہت بڑا بے مقصد عملہ دفاتر میں بیٹھا ہے۔ ہزاروں لوگ فائلوں پر دستخط کیے جا رہے ہیں لیکن ان کا فیلڈ سے قطعی کوئی تعلق نہیں۔ یہ فیلڈ میں جا کر ان پڑھ اور غریب کاشتکار کو نہیں بتا سکتے۔ چونکہ آج کل ماڈل کاشتکاری ہے نئی تکنیک آ چکی ہے، لیکن اس کاشتکار کو علم نہیں۔ جناب والا! یہ عملہ جو محکمہ پر بوجھ ہے اس کا سروے کر کے فوری طور پر اس میں تطہیر کی جائے۔ یہ عملہ بلا وجہ بیٹھا ہے۔ کاشتکار کو تو پتا ہی نہیں کہ سیکرٹری زراعت کون ہے؟ ڈائریکٹر جنرل زراعت کون ہے؟ حتیٰ کہ اسے تو فیلڈ اسسٹنٹ کا بھی پتا نہیں۔ حالانکہ ہر یونین کونسل

میں فیلڈ اسسٹنٹ مقرر ہوتا ہے لیکن فیلڈ اسسٹنٹ بھی موقع پر نہیں جاتا۔ اس لیے عملی اقدامات اٹھائے جائیں اور زراعت کو بہتر بنایا جائے اور اگر انھیں رکھنا ہی مقصود ہے تو یہ دیہاتوں میں جائیں اور لوگوں کو بتائیں اور ان کو ماڈل کاشتکاری سے آگاہ کریں تاکہ غریب کاشتکار پنپ سکے اور روٹی کھانے کے ساتھ ساتھ کچھ قرضہ بھی ادا کر سکے۔ اسے صرف روٹی اور کپڑا ملتا ہے لیکن قرضہ واپس کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔

جناب والا! زرعی ادویات میں ملاوٹ کے متعلق ایوان میں کئی بار گزارش کر چکے ہیں۔ زرعی ادویات میں ملاوٹ اس قدر بہت بڑا جرم ہے کہ یہ ناقابل معافی ہے۔ میں نے پچھلی دفعہ دیکھا کہ ہمارے گاؤں میں ایک آدمی کرم کش دوائی لے کر آیا اور اس نے دوائی کی اصل بوتل کے اندر کیڑا چھوڑ دیا' لیکن کیڑا زندہ رہا۔ جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ زرعی ادویات میں ملاوٹ کے خلاف کوئی سخت قانون بنائیں۔ اگر قانون سازی کرنی پڑے تو وہ بھی کریں اور اس کے لیے سخت سزائیں مقرر کریں تاکہ ملکی پیداوار بڑھے۔ یہ زرعی ملک ہے اگر اس کی پیداوار نہیں بڑھے گی تو ہم کھائیں گے کہاں سے؛ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس وقت ہم نے اپنے پیروں پر کھڑے ہونا ہے۔ ہم نے باہر والے ملکوں کی بھی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم نے کسی سے کچھ نہیں لینا' اس لیے اندرون ملک اس معاملے کو سنوارنا ضروری ہے۔زرعی ادویات میں ملاوٹ کرنے والوں کے خلاف اتنا سخت قانون لائیں کہ وہ آئندہ ایسا جرم نہ کر سکیں۔

جناب والا! اس کے بعد جو معاملہ میں نے read کیا ہے وہ نہری نظام ہے۔ اس ملک کی پیداوار بڑھانے کے لیے سب سے زیادہ ضروری نہری نظام کو درست کرنا ہو گا۔ ہمارے نہری نظام کے متعلق مشہور ہے کہ وہ دنیا میں بہترین نظام تھا لیکن آج کل یہ دنیا میں بدترین نظام بن گیا ہے۔ نہری نظام میں ایسے مسائل آ گئے ہیں کہ بارہ ماہ والے دوامی نہری نظام پر بھی لوگ ٹیوب ویل لگانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ پانی چوری ہوتا ہے' نہروں کے کنارے کٹے پھٹے پڑے ہیں' نہروں کے ارد گرد درخت اور سڑکیں ختم ہو چکی ہیں اور نہری نظام تقریباً تباہ ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کالا باغ ڈیم تو بنے گا لیکن موجودہ نہری نظام کی درستی اور اصلاح بھی بے حد ضروری ہے۔ اس لیے میں عرض کروں گا کہ کالا باغ ڈیم سے پہلے اس کی درستی اور اصلاح ضروری ہے۔ یہاں پر وزیر آب پاشی موجود نہیں ہیں میں نے ان سے چند گزارشات کرنی تھیں کہ اگر آپ اس ملک میں

پیداوار بڑھانا چاہتے ہیں اور اگر آپ خود کفیل بننا چاہتے ہیں' اس سال تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے گندم کی bumper crop ہوئی اور خود کفالت سے بھی کچھ بڑھ گئی۔ لیکن ہمیشہ کے لیے تب ہی کامیابی ہو گئی کہ آپ سبز انقلاب لانے کے بعد نہروں کا نظام درست کر پائیں۔ اگر نہری نظام درست نہیں کریں گے تو سبز انقلاب تو کیا' کچھ بھی نہیں ہوگا۔ جناب والا! میں نہری نظام میں چند ایک تجاویز دوں گا کہ نہروں کے کنارے' چھوٹے راجباہوں کے کنارے کٹ پھٹ چکے ہیں اکثر ان سے پانی بہہ نکلتا ہے۔ نہروں کے کنارے مضبوط کیے جائیں' پٹڑیاں باندھی جائیں' افسران بجائے دفتروں میں بیٹھنے کے نہروں کو visit کریں' پٹڑیاں اتنی مضبوط بنائی جائیں تاکہ نہر کے اندر جو پانی ہے وہ محفوظ ہو کر تمام کو یکساں میسر ہو اور نہری نظام بہتر ہو سکے۔ مجھے یاد ہے کہ 1947ء سے پہلے انگریز کے وقت نہری نظام اچھا تھا لوگوں میں چوری کی عادت بھی نہیں تھی۔ آج کل تو لوگ موگے توڑ لیتے ہیں' چوری کرتے ہیں بدمعاشی کرتے ہیں کچھ آدمی تو پیٹ بھر لیتے ہیں لیکن بقایا سب کا صفایا کر دیتے ہیں۔ اس معاملے میں بھی عملی قدم اٹھایا جائے۔ اس ضمن میں' میں ایک گزارش کروں گا کہ تحصیل پاکپتن ضلع پاکپتن میں ایک نور پور مائنر ہے۔ میں اس کی نشاندہی کر رہا ہوں کہ اس نور پور مائنر کی tail پر دس بارہ چکوک واقع ہیں' 107D,106D,105D,104D,103D, 102D' غرضیکہ 110D تک۔ ان چکوک میں آج سے 30 سال پہلے تک بھی پانی نہیں پہنچا۔ یہ ششماہی نہر پر ہے۔ یہاں سیکرٹری صاحب تشریف فرما ہوں گے۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ 20 سال پہلے تک پانی نہیں پہنچا اور وہاں پر بجلی بھی موجود نہیں کہ لوگ اپنے ٹیوب ویل لگا سکیں' وہ زمین تو بنجر ہو چکی ہے۔ جناب والا! میں اس ضمن میں گزارش کروں گا کہ جن کی میں نشان دہی کر رہا ہوں خصوصی طور پر یہ تو چیک کریں۔ میں نے دس گاؤں کی نشان دہی کی ہے۔ اگر 20 سال تک پانی پہنچا ہو تو اس بارے میں میں مجرم ہوں اور میں یہ گناہ کر رہا ہوں۔ جناب والا! تو ایسے غریب لوگ کیا کریں گے؟ ان کی زمینیں بنجر ہیں اور وہ قرضوں کے بوجھ تلے آ چکے ہیں۔ نہری نظام تقریباً تباہ ہو چکا ہے' ان کو ٹھیک کرنا ہمارا اولین فرض ہے۔

جناب والا! اس کے بعد میں گزارش کروں گا کہ میاں محمد نواز شریف نے جو بم دھماکا کیا ہے اور بنیے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ فیصلہ کیا اور منافق انگریز سے جان چھڑائی ہے' اس سے اچھا فیصلہ اور نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج آپ کا شمار ان غیور قوموں کی صف اول میں ہے' دنیا کی ان قوموں میں آپ کی گنتی نمبر ایک پر ہے۔ لوگ آپ کو جاننے لگے ہیں کہ

پاکستان بھی موجود ہے۔ آج سے دو سال پیچھے ہٹ کر جائیں تو امریکہ میں لوگ پاکستان کے لفظ سے ناواقف تھے لیکن آج امریکہ والوں کو بھی پتا لگ چکا ہے کہ پاکستان موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان میں جو قوم بستی ہے وہ جب اپنی آئی پر آ جائے تو ان کے مقابلے میں کوئی کھڑا نہیں ہو سکتا۔ یہ قابل تحسین قدم ہے اور میں میاں صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے اس ملک کا اور قوم کا وقار عالم اسلام اور ساری دنیا میں بڑھا ہے۔

جناب چیئرمین، شکریہ ڈھکو صاحب۔

ملک جلال دین ڈھکو، جناب والا! میں نہری نظام کے بارے میں بات کر رہا تھا۔ ایک تو وزراء حضرات غیر حاضر ہیں۔ اللہ کا حکم، ہم تو اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ جناب والا! یہاں پر اسی نہری نظام کے حوالے سے ایک سب کمیٹی کی رپورٹ آئی تھی۔ براہ مہربانی وہ پیش کی جائے۔

جناب والا! یہ رپورٹ اسی نہری نظام کے بارے میں ہے ۔ سالار صاحب نے کہا ہے کہ ہم نے کمیٹی کی رپورٹ دے دی تھی ۔

جناب چیئرمین، بہت بہت شکریہ۔ اب میں دعوت خطاب دے رہا ہوں جناب ملک احمد علی اولکھ صاحب کو، تشریف نہیں رکھتے۔ اس کے بعد میں مسٹر پیٹر گل صاحب کو دعوت دیتا ہوں ۔

جناب پیٹر گل ، شکریہ۔ جناب چیئرمین! سب سے پہلے میں میاں محمد نواز شریف صاحب وزیر اعظم پاکستان کو اپنی اور اپنی قوم کی طرف سے بھارت کے خلاف ایٹمی دھماکا کرنے پر اپنے دل کی گہرائیوں سے خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

جناب والا! یہ بجٹ جوکہ موجودہ حکومت نے مشکل ترین حالات میں تیار کیا ہے ' اس سلسلے میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف صاحب اور وزیر خزانہ جناب ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔ جناب سپیکر! مسلح افواج کے بھر پور تعاون سے ghost سکولوں پر قابو پانا موجودہ حکومت کا ایک قابل تعریف کارنامہ ہے۔ فرضی سکولوں کے نام پر لوگ برس ہا برس سے قومی خزانہ کی لوٹ مار کر رہے تھے اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں کو ایسی عبرت ناک سزائیں دی جائیں گی کہ آئندہ کوئی ایسا نہیں کر سکے گا۔ اس سلسلے میں میری بھی ایک چھوٹی سی تجویز ہے کہ جس طرح سے ghost سکولوں کے بارے میں حکومت نے اقدامات اٹھائے ہیں اسی

طرح جیسا کہ میرے دوست نے بھی بات کی ہے کہ رورل ایریا میں ڈسپنسریاں ہیں ہسپتال ہیں لیکن وہاں پر ڈاکٹر موجود نہیں ہوتے ۔ اگر حکومت پنجاب اسی طرح ان پر بھی چیک رکھے تو میں امید کرتا ہوں کہ جس طرح ghost سکولوں کو ختم کیا گیا ہے ان پر بھی اگر چھاپے مارے جائیں تو شاید ان کی جو کارکردگی ہے، ہسپتالوں میں ڈاکٹر موجود ہی نہیں ہوتے شاید یہ اپنا کام کرنا شروع کر دیں۔ وہ لوگ جو دوائیوں کو بیچ دیتے ہیں پکڑے جائیں اور غریب آدمیوں کا بھلا ہو سکے۔ آج جیسے وزیراعظم پاکستان نے خود انحصاری کے لیے ہمارے ملک میں آواز بلند کی ہے اور لوگوں نے اس پر لبیک کہتے ہوئے کفایت شعاری اور خود انحصاری پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس کو مد نظر رکھتے ہوئے حکومت نے زراعت کے لیے پانچ ہزار ٹریکٹروں پر جو سبسڈی دی ہے اس سے زراعت میں انقلابی تبدیلیاں آئیں گی۔ موجودہ حکومت نے دو ارب کی خطیر رقم عوامی نمائندوں کے لیے اپنے اپنے اضلاع میں ترقیاتی منصوبوں کے لیے مختص کی ہے۔ یہ ایک اچھی بات ہے لیکن ساتھ ہی میں وزیر خزانہ جناب ذوالفقار علی کھوسہ صاحب سے درخواست کروں گا کہ ہمارا حلقہ انتخاب پورا پنجاب ہے۔ بہتر ہو کہ ہمیں ایک lumpsum رقم دی جائے، کیونکہ ہم مختلف اضلاع سے ووٹ لے کر کامیاب ہوتے ہیں، ہم نے جہاں جہاں سے ووٹ حاصل کیے ہیں وہاں پر ترقیاتی پروگرام کروا سکیں۔ 1985ء سے یہ روایت چلی آ رہی ہے کہ ہمیں بجٹ دیا گیا تاکہ ہم مختلف اضلاع میں اپنے کام کروا سکیں ۔ کیونکہ میرا تعلق لاہور سے ہے لیکن میں نے صرف لاہور سے ہی ووٹ حاصل نہیں کیے، بلکہ کوئی 34 اضلاع ہیں جن سے میں نے ووٹ حاصل کیے ہیں۔ اس لیے میں کھوسہ صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ یہ خاص پوائنٹ نوٹ کریں اور اقلیتوں کے لیے فنڈز کو اس طرح سے مختص کریں کہ ہم جس ضلع میں چاہیں استعمال کر سکیں۔

پنجاب حکومت نے لاقانونیت دہشت گردی اور امن عامہ کی صورت حال میں بہتری کے لیے خصوصی منصوبہ بندی کی ہے۔ اس میں ایلیٹ فورس کا قیام ، انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997ء کا نفاذ اور بہت سی ایسی منصوبہ بندیاں شامل ہیں جو کہ پنجاب حکومت کے کارہائے نمایاں میں آتا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ پنجاب حکومت اپنے مقصد میں کامیاب ہوگی۔ پنجاب حکومت نے پچاس سال میں پہلی دفعہ بوٹی مافیا کا خاتمہ جو ہماری تعلیم کا ستیا ناس کر رہا تھا اور سنٹروں میں جا کر وزیر اعلیٰ نے خود چھاپے مارے۔ اس کے علاوہ ڈپٹی کمشنر اور سیکرٹری لیول کے لوگ بھی خود ان سنٹروں میں

گئے تاکہ تعلیم کا معیار بہتر بنایا جا سکے اور جو غریب لوگ محنت کر رہے ہیں وہ اچھے نمبر حاصل کر سکیں۔ اس سے پہلے بوٹی مافیا ناجائز طریقے سے زیادہ نمبر حاصل کر لیتا تھا اور وہ میرٹ پر آ جاتے تھے ۔جناب والا! بوٹی مافیا کو ختم کرنا بھی ہماری پنجاب حکومت کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔لوگوں کی فلاح وبہبود کے لیے مرکزی حکومت نے ایک فنڈ مختص کیا ہے لیکن کیا ہی بہتر ہوتا اگر اتنے اچھے بجٹ میں جو کہ ایک متوازن قسم کا بجٹ ہے' اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لیے ایک فنڈ رکھا جاتا کیونکہ اقلیتوں کے لوگ جتنے غریب ہیں شاید ہی کوئی دوسرا ہو۔ ہمیشہ بیت المال سے غریب نادار اور غریب بچوں کے لیےہمیں ہر دور میں فنڈ دیا گیا ہے تاکہ ہم اپنے لوگوں کی مدد کر سکیں جو اس کے حق دار ہیں۔ میں کھوسہ صاحب سے یہ درخواست کروں گا کہ ایسا کوئی فنڈ ضرور مہیا کیا جائےتاکہ ہم اقلیتوں کے ان غریب لوگوں کی مدد کر سکیں۔

جناب والا! ایک بہت ہی دیرینہ مسئلہ کچی آبادیوں کا بھی ہے۔ کچھ کچی آبادیوں کے مالکانہ حقوق ان کو مل چکے ہیں لیکن بہت سی آبادیاں آج بھی اسی انتظار میں ہیں کہ کون موسیٰ آئے جو بقایا کچی آبادیوں کے مالکانہ حقوق انھیں دے۔ وہ بھی کل کو یہ کہہ سکیں کہ یہ گھر میرا اپنا ہے۔ میں یہ بھی یہاں پر نشان دہی کروں گا کہ بہت سی کچی آبادیاں ایسی ہیں جہاں پر واٹر سپلائی اور سیوریج کا نظام ناکارہ ہے۔ میں وزیر خزانہ صاحب کی خدمت میں بھی یہ گوش گزار کروں گا کہ لاہور میں اور خاص طور پر ان کچی آبادیوں میں جہاں پرمسیحی لوگ آباد ہیں وہاں پر ایک سپیشل فنڈ دیا جائے تاکہ ان آبادیوں کو بھی بنیادی سہولیات میسر ہوسکیں۔

جناب والا! میں بجلی کے حوالے سے یہ بات کروں گا کہ ہمیشہ مرکز سے پنجاب کو ان دیہاتوں کے لیے بجلی دی جاتی ہے جہاں پر پہلے بجلی موجود نہیں ہے۔ اس سلسلے میں وہ دو یا تین گاؤں دیں۔ لیکن میں یہ درخواست ضرور کروں گا کہ بہت سی اضافی بستیاں جہاں صرف کھمبوں کی ضرورت ہے وہاں پر اگر بجلی مہیا کر دی جائے تو اس سے غریب عوام کی بہت بہتری ہو جائے گی۔ آخر میں' میں وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ کھوسہ صاحب کو پنجاب کا متوازن بجٹ پیش کرنے پر دل کی عمیق گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور آپ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ لوگوں نے بھی مجھے اظہار خیال کا موقع فراہم کیا۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔ اب سید ذیشان الٰہی صاحب سے گزارش ہے کہ وہ اپنی تقریر کریں۔

سید ذیشان الٰہی شاہ، شکریہ' جناب چیئرمین۔جناب محترم وزیر اعلیٰ پنجاب اور جناب ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب اور ان کی وہ ٹیم جنھوں نے ان مشکل حالات میں ایک compact بجٹ کو بنانے میں ان کی مدد کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب کے عوام ان کے مشکور ہیں اور ہمارے یہ سب ساتھی بھی مبارک کے مستحق ہیں جنھوں نے ان مشکل حالات میں اتنا اہم اور اتنا مضبوط بجٹ پیش کیا ۔ میں چند ایک ایسے نکات کی طرف توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں ۔ دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک' اپنے اپنے ملک کے حساب سے چند شعبوں کو ترجیح دیتے ہیں جس سے ان کے ملک کا نام روشن ہوتا ہے۔ اور وہ صف اول کے ملکوں میں شمار ہوتے ہیں۔ پہلی مرتبہ پنجاب کے بجٹ میں ان تمام priorities کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک اپنے ملک میں جن جن شعبوں کو priorities دیتے ہیں۔ میں سب سے پہلے education کی طرف آتا ہوں کہ پچھلے ادوار میں جو طالب علم پڑھ کر آئے انھیں ملازمتیں نہیں ملیں۔ جب ان سے پوچھا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم گریجویٹ ہیں۔ لیکن جب انھیں ایک application لکھنے کے لیے دی جائے تو وہ نہیں لکھ سکتے۔ کیوں کہ بوٹی مافیا' نقل کے رجحان اور سنٹروں کی خرید و فروخت نے تعلیم کے میرٹ کو کسی قدر نیچے گرا دیا ہے۔ ایسے تعلیم یافتہ لوگ جب کسی پرائیویٹ فرم میں جائیں اور انھیں چھوٹے موٹے ٹیسٹ کے لیے کہا جائے تو وہ ٹیسٹ نہیں دے سکتے۔یہ بات میرے ذاتی تجربے میں آئی ہے کہ لوگوں نے نمبر لگوا کر بوٹیاں استعمال کر کے' کتابوں سے نقل کرکے ڈگریاں تو حاصل کر لیں' لیکن وہ کسی ادارے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ہم وزیر اعلیٰ صاحب کے مشکور ہیں کہ انھوں نے سنٹروں پر خود اچانک چھاپے مار کر انھیں درست کیا۔میں فیصل آباد کے ایک واقعے کا ذکر کرتا چلوں کہ پچھلے دنوں وہاں ایک امتحانی سنٹر بمع سارا عملہ محض اس لیے جیل میں ڈال دیا گیا کہ وہ تمام کے تمام سنٹر بکے ہوئے تھے۔ آپ سوچیں تو سہی کہ اگر حکیموں کا امتحان ہو رہا ہو اور کتابوں سے نقل کروائی جا رہی ہو اور سنٹر بیچ دیے جائیں تو کل وہ کس کو درست کریں گے' کس مریض کے لیے دوائی تجویز کریں گے؟ ہم سب اس حکومت کے مشکور ہیں۔ اس نے تعلیم کے شعبے میں وہ تمام اقدامات کرکے ملک کو دی تعلیم کو صحیح سمت میں چلنے کے مواقع فراہم کیے ۔ یہ محاورہ بڑا عام ہے کہ The longest journey of the world you

start with one step. ہماری حکومت نے جو پہلا step لیا ہے آج چاروں طرف دیکھیں تو ہر آدمی اپنے بچوں کو یہ کہتا ہے کہ جو پڑھے گا' جو محنت کرے گا وہی پاس ہوگا۔ وہ ghost school جن کو تلاش کرنے کی ذمے داری وزیر اعلیٰ صاحب نے افواج پاکستان کے ذمے ڈالی اور انھوں نے کام کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہائیر سیکنڈری سکول اور کالجز جو نئے بنائے گئے ان پر اور خاص طور پر بہرے اور گونگے بچوں کے لیے بجٹ میں جو پیسے رکھے گئے ' اور وہ تمام سکول جن کی چار دیواریاں نہیں تھیں' وہ تمام کالجز جو ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھے' وہ تمام تعلیمی ادارے طلباء کے پاس فرنیچر نہیں تھا' جن کے بیٹھنے کے لیے جگہ نہیں تھی حکومت نے اس سال بجٹ میں خصوصی طور پر ان کے لیے پیسے رکھے ہیں۔ اور دیہاتی علاقوں میں خاص طور پر 9 سال کے بچوں کے لیے 80 فی صد طلباء کو ایلیمنٹری تعلیم اور دس سال سے 12 سال کی بچوں کے لیے 70 فی صد طلبا کو جو ایلیمنٹری سہولتیں فراہم کرنے کا فیصلہ کیا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ میں امید کرتا ہوں کہ آنے والے دور میں یہ پڑھے لکھے بچے ملک کی تقدیر بدلنے میں اہم رول ادا کریں گے۔

اس کے بعد زراعت کی طرف آتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بین الاقوامی طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ جس قوم و ملک کے پاس کھانے کے لیے دانے ہوں گے' یعنی اس کے پاس ضروریات زندگی کی چیزیں ہوں گی وہ کبھی بھی کسی دوسرے ملک کی پابندیوں کے نیچے نہیں آئے گا۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے کسان بھائیوں کو جو سہولتیں دی ہیں خصوصاً ٹریکٹر کی خرید میں اور پانی کی چوری ختم کر کے ٹیل تک پانی پہنچانے کے انتظامات کیے ہیں اس کے لیے اور 40 ارب روپے کے زرعی قرضے کی سہولت دی ہے' کہ آج تک زراعت کے شعبے میں اتنا بڑا پیکج کبھی نہیں دیا گیا۔ زراعت کی بہتری کی طرف جو قدم اٹھایا گیا ہے یہ جو کوشش کی گئی ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہماری ملکی ضروریات کے مطابق یہ تقریباً کم ہے۔ لیکن ہم نے قدم اٹھا لیا ہے اس حکومت نے قدم اٹھا لیا ہے' اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہر آنے والے سالوں میں اس میں بہتری ہوگی۔ اور ملک خوراک میں خود کفیل ہوگا۔ اور جو ٹاسک فورس وزیر اعلیٰ صاحب نے بنائی اس کے نتیجے میں گندم کی پیداوار بڑھی ہے۔ کپاس میں' گندم میں ہم نے اپنا ہدف پورا کر لیا ہے۔ میں وزیر اعلیٰ صاحب کا بڑا مشکور ہوں کہ انھوں نے گندم کی قیمت کو بڑھا کر کسان بھائیوں کے دل میں رجحان پیدا کیا کہ وہ گندم بوئیں۔ ان کی مرضی کے مطابق یا ان کے اخراجات کے مطابق ان کو ریٹ دیا جائے گا اور پیسے ملیں گے۔

ان ہی اقدامات کی وجہ سے آج پاکستان گندم میں خود کفیل ہونے کے قریب ترین ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیں آنے والے دنوں میں گندم باہر سے نہیں منگوانی پڑے گی۔ اور بہت سا روپیہ ہم جو فارن کرنسی کی صورت میں خرچ کرتے تھے جو سب سڈی دیتے تھے ہمیں اب وہ بھی نہیں دینی پڑے گی۔ امن عامہ کا مسئلہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ ساری ترقی اس وقت تک بے کار ہو جاتی ہے جب تک کسی ملک میں امن نہ ہو۔ اس موجودہ حکومت نے امن عامہ کی طرف پوری توجہ دی۔ اس کے ساتھ دہشت گردی کے رجحان کو کم کیا اور بڑے بڑے مذہبی دہشت گردوں کو پکڑ کر جیلوں کے اندر بند کیا۔ اتنے بڑے فیصلے ایک عام آدمی' ایک عام حکومت کے بس کا روگ نہ تھے یہ صرف وزیراعلیٰ شہباز شریف کی بصیرت کا نتیجہ ہیں جو کہ پچھلے دنوں برسر اقتدار رہی نہ کرسکی۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت میں وزیراعلیٰ صاحب اور ان کی ٹیم نے خاص طور پر امن عامہ کے لیے جو کوششیں کیں میں ان کو سراہتا ہوں۔ اور آنے والے بجٹ میں ایلیٹ فورس کا اجراء اور ان کے لیے بجٹ میں پیسے رکھنا اور خاص طور پر پولیس کی تعیناتی میں پبلک سروس کمیشن کو شامل کرنا تاکہ دیانت دار' پڑھے لکھے اور شفاف قسم کے لوگ آگے آئیں اور ملک کو دہشت گردی' غنڈہ گردی' بدمعاشی اور زیادتیوں سے نجات دلائیں۔ میں موجودہ حکومت کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انھوں نے ملک کو امن کا گہوارہ بنانے کے لیے مخصوصی طور پر جدید اسلحہ سے پولیس کو لیس کرنے کی طرف قدم اٹھایا۔ اور انھوں نے جو نظام قائم کیا ان شاء اللہ تعالیٰ خدا کے فضل و کرم سے آنے والے دنوں میں ہمارا ملک دہشت گردی سے اور ان زیادتیوں سے بالکل پاک ہو جائے گا۔ اور اس کا سہرا بھی موجودہ وزیر اعلیٰ اور ان کی ٹیم کے سر ہے۔ ذرائع رسل و رسائل کی طرف آتے ہوئے میں چند ہی لفظوں میں وائنڈ اپ کرتا ہوں۔

جناب والا! ذرائع رسل و رسائل کے لیے ترقیاتی بجٹ میں 17 ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ رانا صاحب نے فیصل آباد کے حوالے سے ڈبل روڈ کا ذکر کیا ہے۔ اللہ کرے کہ وہ وعدہ پورا ہو۔ کیوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ فیصل آباد اور لاہور کے درمیان یہ ایک ڈیتھ ٹریپ ہے۔ بہت سارے حادثات ہو چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ فیصل آباد ایک بہت بڑا صنعتی شہر ہے۔ اسے اپنی تجارتی اور صنعت و حرفت کی چیزوں کو ٹرانسفر کرنے کے لیے ذرائع رسل و رسائل کا نہ ہونا سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ انھوں نے وعدہ تو کیا ہے۔ اگر وہ وعدہ 5 دن والا نہ ہو' تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ایک

بہت بڑا احسن قدم ہے۔ میں اللہ سے یقین رکھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب جیسے بڑے بڑے فیصلے کرتے ہیں' اسی طرح ان شاء اللہ تعالیٰ ہمارے وزیر اعلیٰ کو بڑے فیصلے کرنے اور رکاوٹیں ہٹانے و' وزیر اعلیٰ کہا جاتا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ رکاوٹوں کو دور کر کے فیصل آباد کا دوراہا بنانے میں مدد کریں گے۔

میں ایک آخری بات کرنا چاہتا ہوں کہا بھی موجودہ بجٹ میں پینے والے پانی کے لئے مختلف اضلاع میں پیسے رکھے گئے ہیں۔ میں یہاں پر آپ کو ایک بات وضاحت سے بتانا چاہتا ہوں کہ پچھلے دنوں میں جہاں بھی میٹھا پینے والا پانی مہیا کیا گیا۔ وہاں نکاسیٔ آب کا انتظام نہیں کیا گیا میری سمجھ اور میری عقل کے مطابق سب سے پہلے نکاسیٔ آب کا انتظام ہونا چاہیے۔ کیوں کہ جب آپ پینے والا پانی فراہم کرتے ہیں' تو وہ پینے والا پانی چاروں طرف پھیل کر سرطان اور جگر کی بیماریاں پیدا کرتا ہے جس میں سب لوگ مبتلا ہیں۔ میں فیصل آباد کے حوالے سے بھی اور مختلف شہروں کے حوالے سے بھی کہوں گا کہ جہاں بھی پینے والا پانی فراہم کیا گیا' وہاں نکاسیٔ آب کا انتظام بعد میں کیا گیا۔ جس کی وجہ سے ہر طرف پریشانی کا سامنا ہے۔ سردار ذوالفقار علی کھوسہ صاحب سے میری گزارش ہے اور جناب چیئرمین! وہ میری یہ بات نوٹ کر لیں کہ جہاں بھی میٹھے پانی کا انتظام کیا جائے' سب سے پہلے وہاں نکاسیٔ آب کا انتظام کیا جائے۔ ابھی فیصل آباد میں جو پیسے واسا کو دیے گئے ہیں۔ ہم ان شاء اللہ اس کو اچھے طریقے سے استعمال کریں گے۔

میں آخر میں پاکستان کو ایٹمی طاقت بننے پر اور کالا باغ ڈیم بنانے کے فیصلے پر مبارک باد دیتا ہوں کہ اتنے بڑے فیصلے کرنا صرف اسی حکومت کا کام ہے۔ میاں نواز شریف صاحب اور میاں شہباز شریف صاحب دونوں مبارک کے مستحق ہیں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: اب میاں طارق محمود صاحب' تشریف نہیں رکھتے۔ میاں سعید احمد شرقپوری صاحب' وہ بھی نہیں ہیں۔

وزیر خزانہ: جناب چیئرمین! اجلاس کا وقت ختم ہونے میں صرف 7 منٹ باقی ہیں اور جن معزز ممبران کے نام آپ کے پاس ہیں وہ بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین: اب اجلاس کی کارروائی پیر 22 جون 1998ء 3 بجے سہ پہر تک ملتوی ہوتی ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

پیر' 22- جون 1998ء

(دو شنبہ' 26- صفر المظفر 1419ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس' اسمبلی چیمبر' لاہور میں سہ پہر 3 بج کر 20 منٹ پر زیر صدارت جناب ڈپٹی سپیکر (سردار حسن اختر موکل) منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری سید صداقت علی نے حاصل کی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

سورۃ البقرہ آیات نمبر 285 تا 286

رسول اس کتاب پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور مومن بھی سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم اس کے پیغمبروں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور وہ اللہ (سے) عرض کرتے ہیں کہ ہم نے (تیرا حکم) سنا اور قبول کیا۔ اے پروردگار ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہےo اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اچھے کام کرے گا تو اس کو ان کا فائدہ ملے گا برے کرے گا تو اسے ان کا نقصان پہنچے گا۔ اے پروردگار اگر ہم سے بھول یا چوک ہوگئی ہو تو ہم سے مواخذہ نہ کیجیو۔ اے پروردگار ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیو جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ اے پروردگار جتنا بوجھ اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اتنا ہمارے سر پر نہ رکھیو اور (اے پروردگار) ہمارے گناہوں سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا مالک ہے اور ہم کو کافروں پر غالب کرo

وما علینا الا البلاغo

(جاری)ــــــ

جناب ڈپٹی سپیکر۔ بجٹ پر بحث شروع کرتے ہیں۔ میرے پاس اس وقت 25 کے قریب نام ہیں۔ اب یہ معزز ہاؤس فیصلہ کرے کہ اگر دس سے بارہ منٹ ایک سپیکر کو دیے جائیں تو اس میں سارے بول سکیں گے یا نہیں یا اس کو سات سے نو منٹ تک کر لیں تاکہ سارے بول سکیں۔ جیسے معزز ہاؤس فیصلہ کرے۔

ایک آواز۔ دس منٹ۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ جی دس منٹ؛ منسٹر صاحب نے وائنڈ اپ بھی کرنا ہے تو کیا فیصلہ کیا؛ دس منٹ وقت کریں یا سات منٹ؟

ایک آواز۔ دس منٹ۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ جی دس منٹ۔

وزیر خزانہ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)۔ میری تو یہ رائے ہوگی کہ ابتداءً دس منٹ رکھیں لیں۔ اگر سپیکرز کا رش بڑھتا جائے گا تو وقت اسی حساب سے کرتے جائیں گے۔ یہ دیکھ لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ چلیں ' دیکھ لیتے ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رش بڑھتا جائے تو ٹائم بھی بڑھاتے چلے جائیں۔

وزیر خزانہ۔ ٹائم بڑھا سکتے ہیں' وہ آپ کا اختیار ہے۔ لیکن وہ پھر ہر سپیکر پر وقت کم کر دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ جی ٹھیک ہے۔

گورنمنٹ کالج لاہور کے نصاب میں شامل قابل اعتراض کتاب کی ضبطی کی تحریک

وزیر خزانہ۔ جناب والا! آپ کی اجازت سے میں آپ کی توجہ اور اس ایوان کی توجہ آپ کی وساطت سے ایک بڑے اہم مسئلے پر دلانا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ جی فرمائیے۔

وزیر خزانہ ۔ گزشتہ اجلاس میں ٹریژری بنچز سے ایک تحریک التوائے کار move ہوئی تھی۔ جو کہ گورنمنٹ کالج لاہور کے بارے میں تھی۔ اور فاضل رکن جو اس وقت ہاؤس میں موجود ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 20 جو جناب ارشد عمران سلہری صاحب کی طرف سے تھی جو ٹریژری بنچز کے ایم پی اے ہیں۔ اور وہ کتاب بھی یہاں اس ہاؤس میں پیش کی گئی تھی جو کہ انگلش کورس کی کمپلسری ریڈنگ بک تھی ۔ Reading, Comprehension and Vocabulary Development. جناب والا! اس میں فاضل رکن نے یہاں اس کتاب میں سے underline کرکے وہ text بھی پیش کیا تھا جس میں توبہ نعوذ باللہ اسلام کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ اور اس کتاب کے بہت ہی objectionable portions تھے۔ جس پر ہاؤس میں یہ رولنگ دی گئی تھی کہ اس کتاب میں سے وہ portions کاٹ دیے جائیں گے۔ جناب والا! آج بھی مجھے یہاں ایک فاضل دوست نے اس کتاب کی کاپی دکھائی ہے جو اب تک طلباء کے پاس ہے۔ چونکہ جو کتابیں جاری ہو چکی تھیں کالج کی طرف سے کالج اتھارٹی کی طرف سے ان کو تو withdraw نہیں کیا گیا۔ میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ یہ معزز ایوان آپ کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہے کہ اس کتاب کو گورنمنٹ کالج کے نصاب سے withdraw کیا جائے۔ کیوں کہ وہ portions کاٹ دینے سے وہ کتاب ختم نہیں ہوئی۔ اور وہ کتاب ویسے ہی موجود ہے۔ اس پر میں جناب والا کی رولنگ چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، سردار صاحب! اس میں میری ایک چھوٹی سی گزارش ہے۔ یہ جو آپ نے فرمایا ہے بجا ہے کہ اگر اس کتاب میں ایسے portions ہیں اور آپ نے بھی دیکھ لیے اور معزز اراکین نے بھی دیکھ لیے تو وہ کتاب ہی withdraw ہونی چاہیے portions جتنے بھی کاٹیں گے وہ مارکیٹ میں پھر چلتی رہے گی۔ میری اس پر یہ رولنگ ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری، میں معافی چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ارشد عمران سلہری صاحب ! آپ تو ماشاء اللہ بڑے ہی اچھے پارلیمنٹرین ہیں میں بات کر رہا ہوں۔ میں رولنگ دے رہا تھا اور آپ رولنگ سننے سے پہلے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے عرض کروں گا کہ سلہری صاحب کچھ وضاحت کر رہے تھے کہ انھوں نے ہندوستان سے ایک لیکچرر منگوایا تھا۔ اس کی تقریر پر یہ تحریک التوائے کار دی گئی تھی۔ یہ مجھے ابھی بتا رہے ہیں کہ کتاب کے بارے میں تحریک التوائے کار شاید قائد حزب اختلاف کی

طرف سے تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سردار صاحب! اگر آپ کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے اور وہ کتاب قابل اعتراض ہے، چاہے یہ تحریک حزب اختلاف کی طرف سے بھی آئی ہے اور اس میں قابل اعتراض پورشنز ہیں، تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کو withdraw کرنا چاہیے' اگر ہمارے پاکستان میں اور پھر ایشیاء کے عظیم ترین ادارے گورنمنٹ کالج میں ایسی کتاب آئے۔ میرا اپنا یہ خیال ہے' بلکہ میں اس پر رولنگ دیتا ہوں۔ جیسے آپ نے فرمایا کہ جو بات سلہری صاحب کرنے والے تھے وہ اور تھی' تو میں ایسا کرتا ہوں کہ میں اس مسئلے کو بھی ایجوکیشن کمیٹی کے حوالے کرتا ہوں۔ وہ اس مسئلے کو دیکھ لے۔ اگر کتاب میں واقعی قابل اعتراض پورشنز ہیں' تو اس کی سفارش پر وہ کتاب withdraw کر لیتے ہیں۔

وزیر خزانہ: جناب والا! میں آپ کا مشکور ہوں۔

جناب ارشد عمران سلہری: پوائنٹ آف آرڈر جناب۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

جناب ارشد عمران سلہری: جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اتنے sensitive issue کے اوپر بڑی اچھی رولنگ دی ہے۔ دراصل میری تحریک التوائے کار کا ابھی تک جواب نہیں آیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سلہری صاحب! میں آپ کی تحریک کے بارے میں سمجھتا ہوں اور اس پر بات کرتا ہوں۔ یہ تحریک کمیٹی کے حوالے کی جا رہی ہے۔ میں خاص طور پر اس پر کہوں گا کہ یہ بڑا اہم ایشو ہے' کتاب منگوانی ہے' دیکھنی ہے۔ 15 دن کے اندر اندر اس کی recommendation آ جانی چاہیے۔ سردار صاحب! آپ کا کیا خیال ہے۔ ایجوکیشن کمیٹی کے لیے 15 دن کافی ہیں یا مہینے کا وقت دے دیا جائے؟ کیوں کہ اگر یہ پورشن دیکھ لے اور وہ withdraw ہو جائیں' تو زیادہ بہتر ہے۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! ایک ماہ دے دیں' کیوں کہ اس میں پرنسپل کو بھی طلب کرنا پڑے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ تو کمیٹی ایک مہینے کے اندر اندر اس کی recommendation دے گی۔ سلہری صاحب فرما رہے تھے کہ ان کی تحریک التوائے کار کی ابھی رپورٹ نہیں آئی۔ سلہری

صاحب! ایک رول کے تحت آج ہم نہ تو اس کا جواب دے سکتے ہیں' نہ جواب لے سکتے ہیں۔29 تاریخ کو اس کو ٹیک اپ کریں گے۔ اس وقت تک اگر جواب نہ آیا' تو پھر دیکھیں گے کہ جواب کیوں نہیں آیا؟

میزانیہ بابت 99 - 1998ء پر بحث

جناب ڈپٹی سپیکر، سعید احمد چودھری صاحب۔

جناب سعید احمد چودھری، جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے وقت دیا کہ میں بجٹ پر اظہار خیال کر سکوں۔

سردار رفیق حیدر لغاری، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' لغاری صاحب۔

سردار رفیق حیدر لغاری، جناب سپیکر! روزانہ بجٹ پر جب بحث شروع ہوتی ہے تو ہمیشہ کوشش یہ کی جاتی ہے کہ اگر اپوزیشن کے ممبران کے نام لسٹ پر ہوں' تو ان میں سے کسی سے بحث کا آغاز کرایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سردار صاحب! میں بھی 85ء سے اس ہاؤس کا ممبر آ رہا ہوں۔ ایسی تو بات نہیں۔ بجٹ پر بحث کا آغاز اکثر قائد حزب اختلاف کی طرف سے ہوتا ہے۔ چونکہ آج تین دن سے بحث شروع ہے' تو ایوان اسی کو شروع کر رہا ہے۔

سردار رفیق حیدر لغاری، جناب سپیکر! میں تو نشان دہی کر رہا تھا۔ ویسے جیسے آپ کی مرضی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' مہربانی۔ جی' چودھری صاحب۔

جناب سعید احمد چودھری، جناب سپیکر! میں سب سے پہلے وزیر اعظم پاکستان' میاں محمد نواز شریف صاحب اور تمام پاکستانی عوام کو پاکستان کے ایٹمی طاقت بننے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اس سے ہماری پوری قوم کا ایک complex دور ہو گیا ہے کہ ہندوستان ہم سے بڑی طاقت ہے اور وہ کسی وقت بھی ہم پر حملہ کر کے ہمیں تباہ و برباد کر دے گا۔ یہ بڑی مبارک باد والی بات ہے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد کالا باغ ڈیم کا بھی ذکر نہ کرنا کنجوسی ہو گی۔ اس ملک میں بہت حکومتیں آئیں۔ پچھلی حکومتوں کو یہ کام کرگزرنا چاہیے تھا' مگر ہر حکومت نے مصلحتاً اس کام کو پار نہ

لگایا۔ اب میاں محمد نواز شریف صاحب نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور ان شاء اللہ یہ پار لگائیں گے۔ جیسے ان کی نیت ہے کہ میں گھر گھر جا کر اور قریہ قریہ جا کر تمام صوبوں کے لوگوں کو مطمئن کروں گا اور مطمئن کرنے کے بعد ان شاء اللہ یہ کالاباغ ڈیم ضرور بنے گا۔

جناب سپیکر! میں اس کے بعد حکومت کی پچھلے 15/16 ماہ کی کارکردگی پر تھوڑی سی نظر ڈالوں گا۔ اس کے بعد بجٹ کی طرف آؤں گا۔ پچھلی حکومتیں بلدیاتی الیکشن سے ہمیشہ فرار اختیار کرتی رہی ہیں۔ یہ چیز صرف مسلم لیگ کے حصے میں آئی ہے کہ اس نے ہمیشہ بلدیاتی الیکشن کرائے اور چھوٹی سطح پر عوام کو اقتدار میں شریک کرنے کی کوشش کی۔ یہ بڑی اچھی بات ہے کہ الیکشن ہو گیا۔ اس میں بھی ان شاء اللہ مسلم لیگ کو بھرپور مینڈیٹ ملا۔ اس میں میری ایک تجویز ہے کہ ابھی اس کی چیئرمین شپس نہیں ہوئیں۔ میری تجویز ہے کہ اس پر کڑی نظر رکھی جائے اور ہارس ٹریڈنگ وغیرہ کا خاتمہ کیا جائے۔ روایت ہے کہ امیر لوگ کچھ ہارس ٹریڈنگ کر کے چیئرمین وغیرہ بن جاتے ہیں۔ اس لیے اس پر کڑی نظر رکھی جائے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد اس حکومت نے "گھوسٹ" سکولوں کا پتا چلانے کے لیے آرمی سے جو کام لیا ہے' وہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ کیوں کہ جو محکمانہ کمیٹیاں بنتی تھیں' ان کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا تھا اور ہر چیز ٹھپ ہو جاتی تھی۔ آرمی نے یہ بہت بڑا کام کیا ہے اور ہزاروں ایسے سکولوں کی نشان دہی کی ہے' جن کا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ اس سے اربوں روپے کی بچت ہوئی ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب کی یہ سوچ بہت زبردست قسم کی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے بوٹی مافیا کا خاتمہ کیا ہے۔ یہ بھی بہت زبردست اقدام ہے۔ اس کو نہ سراہنا کنجوسی ہوگی۔ میری تجویز ہے کہ فوج ہر سال تقریباً دو ماہ یہ کام کرے تاکہ یہ عمل مسلسل جاری رہے۔

جناب والا! اس کے بعد پنجاب ایگریکلچرل ڈویلپمنٹ اینڈ سپلائز کارپوریشن کو ختم کرنے کا فیصلہ بالکل ٹھیک تھا۔ اس سے واقعی خواہ مخواہ نقصان ہو رہا تھا۔ لوگ قرضے ہڑپ کر گئے۔ لیکن اس سلسلے میں عرض ہے کہ کھاد کی بلیک کو روکنے کی ضرورت ہوگی۔

جناب سپیکر! زکوٰۃ فنڈ کے بارے میں عرض ہے کہ یہ اربوں روپے کا ہوتا ہے۔ لیکن چکوک میں زکوٰۃ کمیٹیوں کے چیئرمین عورتوں کو گھر بلا کر کام لیتے ہیں اور تین تین سو روپے دے دیتے ہیں۔ 2/4 مہینے کے بعد 300 روپے مل جانے سے کسی کی غربت ختم نہیں ہوتی۔ میرا خیال ہے کہ زکوٰۃ فنڈ کو ضائع ہونے سے بچانا چاہیے۔ زکوٰۃ کی فاؤنڈیشن بنائی جائے۔ یہ فاؤنڈیشن ملک میں اس

پیسے سے کارخانے لگائے اور ان میں غریب لوگوں کو روزگار مہیا کیا جائے' ورنہ یہ اربوں روپے ویسے ہی ضائع ہوتے رہیں گے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد پی آر ٹی سی کا خاتمہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔ 40 کروڑ کے سالانہ اخراجات سے جان چھوٹ گئی ہے۔ لیکن اس وقت شہر میں پبلک ٹرانسپورٹ کی کافی تکلیف ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ اس کا جلد سے جلد انتظام کیا جائے۔ پی اے ڈی بی کا خاتمہ بھی ایک اچھا اقدام ہے' لیکن پنجاب کے نج کاری بورڈ کو چاہیے کہ اس کی فروخت کو بالکل شفاف بنائے۔ کیوں کہ لوگوں میں شبہات پائے جاتے ہیں کہ حکومت کے اثاثے بہت کم قیمت پر فروخت کیے جا رہے ہیں۔

اس کے بعد ہمارا ایک good governance کا مشن تھا۔اس میں ہم کافی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔اچھے افسر ضلعوں میں لگائے گئے ہیں۔ لیکن چند افسران ایسے ہیں جو صرف وہاں ایمان داری کے نام پر بیٹھے ہیں' لیکن کام نہیں کرتے۔ جیسے Justice delayed is justice denied. والی بات ہے تو ان کو چاہیے کہ وہ اپنا کام کریں۔ یہ نہیں کہ وہ فارغ ہو کر بیٹھے رہیں اور کہیں کہ ہم ایمان دار ہیں۔ اس کا بھی آپ کو نوٹس لینا چاہیے۔ میں ان کے نام دے سکتا ہوں' لیکن یہاں نہیں بتاؤں گا۔ جہاں تک کرپشن کا تعلق ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کرپشن اوپر کی سطح پر ختم ہوئی ہے' لیکن اگر ہم اس خوش فہمی میں رہیں کہ نچلی سطح پر یہ ختم ہو گئی ہے تو ایسا بالکل نہیں ہے۔ محکمہ مال اور پولیس سے لوگ ابھی تک سخت پریشان ہیں۔اس میں نچلی سطح تک کوئی خاص بہتری نہیں ہوئی۔ ہمیں اس کے لیے بھی کوئی طریقہ اپنانا چاہیے۔ اس کے بعد ہمیں ضلعی ٹیکس لگایا گیا۔ پنجاب کے کسانوں نے کافی حد تک ٹیکس دیا۔ کسان یہ ٹیکس دینےکو تیار ہے لیکن کسان کو پانی کی فراہمی صحیح طریقہ سے نہیں ہو رہی۔ اس وقت وزیر آب پاشی صاحب یہاں نہیں بیٹھے' میں نشان دہی کرنا چاہتا تھا کہ ہماری IR-12L tail ہے۔ اس میں آٹھ ماہ سے ایک قطرہ پانی بھی نہیں گیا۔ وہ اس کا نوٹس لیں اور وہاں پانی پہنچائیں۔ اس کے بعد میں اور کافی دیہاتی ایم پی ایزنے بارہا اس کی نشان دہی کی ہے کہ نہروں پر جو درخت لگے ہوئے ہیں وہ درخت پرانے ہو کر گر رہے ہیں اور لکڑی بے کار ہو رہی ہے۔ وہ کیکر کے درخت ہوتے ہیں۔ کیکر کا درخت صحیح وقت پر نہ کاٹا جائے تو لکڑی بے کار ہو جاتی ہے' اس لیے وہ درخت بے کار ہو رہے ہیں۔ محکمے کو وہ درخت بیچ کر جو اربوں روپے کی رقم ملے گی' اس سے نہریں پکی کر سکتے ہیں۔ لیکن پتا نہیں یہ درخت کس مصلحت کے تحت رکھے ہوتے ہیں' جو سو سال سے پرانے ہو چکے ہیں۔

جناب سپیکر! گندم کی خودکفالت ہم نے حاصل کی ہے۔ خود کفالت کا جو اصل factor تھا کہ ہماری دوسری فصلیں نہیں ہوئی ہیں' جیسے کپاس کی جگہ ہم نے گندم کاشت کی ہے۔ اس کی اصل وجہ گندم کی قیمت بڑھانا تھا۔ اگر گندم کی قیمت نہ بڑھائی جاتی تو کاشت کاروں نے گندم کاشت نہیں کرنی تھی۔ میری اس میں یہ درخواست ہے کہ ہر سال گندم کی قیمت بڑھائی جائے تاکہ زمین دار کو منافع حاصل ہو سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ چودھری صاحب۔ آپ کی مہربانی۔جناب رفیق حیدر لغاری صاحب۔

سردار رفیق حیدر لغاری، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آج بھی اس شک و شبہ میں تھا کہ بحث کے آخری دن؛ شاید پچھلے تین روز کی طرح آج بھی مجھے موقع نہ ملے۔ مگر اس چیز سے مجھے خوشی ہوئی کہ آپ بخیل طبع ثابت نہ ہوئے اور آپ نے مجھے یہ موقع فراہم کر دیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سردار صاحب! آپ نے بیٹھے بیٹھے یہ سوچا ہے' اور آپ کی سوچ اپنی ہے' اس پر پہرہ نہیں۔ ورنہ آپ نے جو فرمایا ہے۔ اس پر میں یہ عرض کروں گا کہ،

آپ کبھی پیار سے صدائیں تو دو
میں گیا وقت نہیں لوٹ آؤں گا

سردار رفیق حیدر لغاری، جناب والا! میں نے بخیل طبع اس لیے کہا کہ اس اجلاس کے پہلے دن میرے چند احباب' فاضل ممبران نے اس کا مظاہرہ کیا ہے اور یہاں ایک مبارک باد کی قرارداد پیش کی گئی۔ جس میں حکومت کے تمام عہدوں کو تو مبارک باد دی گئی مگر محسن لیڈر' جس کے زمانے میں یہ ٹیکنالوجی اس ملک میں آئی۔ جس کی کوششوں سے اس میں 80 فی صد کامیابی حاصل کی گئی' وہ جناب ذوالفقار علی بھٹو شہید تھے۔ ان کا ذکر تک نہیں کیا گیا تو اس کو آپ بخل طبع یا بخل مزاجی نہیں کہیں گے تو اور کیا کہیں گے؟ میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ اس چیز کو ضرور نوٹ کیا جائے اور اس کا ازالہ بھی کیا جائے۔ جناب والا! اگر میں آپ کے توسط سے وزیر خزانہ صاحب کی خدمت میں یہ عرض کروں کہ،

کہاں تک سنیں گے کہاں تک سناؤں
ہزاروں ہیں شکوے کیا کیا جتاؤں

میرے خیال میں یہ بےجا نہ ہوگا اور میں توقع رکھتا ہوں کہ وہ اپنے احباب کے ساتھ

آج بردباری کا مظاہرہ کریں گے، صبروتحمل سے سنیں گے۔ کیونکہ جب وہ بولتے ہیں تو ہم اپوزیشن والے بڑے تحمل سے ان کی باتیں سنتے ہیں۔ گو وہ اپنی تقریر کے ذریعے میاں مٹھو بننے کی بہت کوشش کرتے ہیں۔ مگر ہم نے اس کو بھی گوارا کیا۔

جناب والا! جہاں تک بجٹ کا تعلق ہے تو جس دن سے بجٹ پیش ہوا ہے۔ میرے خیال میں اخبارات میں لوگوں کی آراء کے ذریعے، کارٹونسٹوں نے کارٹونوں کے ذریعے اور یہاں میرے فاضل ممبران نے اشاروں میں اس بجٹ کو بری طرح condemn کیا ہے اور بعض دوستوں نے تو کھلے الفاظ میں آم اور بکری کی مثال دے کر بھی اس کو واضح کیا۔ مگر ان کی بدقسمتی یہ ہے، کیونکہ وہ حکومتی بنچوں سے تعلق رکھتے ہیں ان کی زبان بندی ہوئی ہوئی ہے۔ اس لیے وہ اشاروں سے ہی بات کرتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ سمجھنے والے اس کو ضرور سمجھ رہے ہوں گے۔ میں بجٹ کے اعدادوشمار میں نہیں جانا چاہتا، کیونکہ میں بھی اعداد و شمار سے اتنا واقف نہیں اور نہ ہی میرے خیال میں میرے بھائی وزیر خزانہ اس کے ماہر ہیں۔ مگر جو تاثر اس بجٹ سے عمومی طور پر پورے پنجاب میں مل رہا ہے اور روز اس پر لوگوں کی رائے آ رہی ہے۔ وہ تو یہی ہے کہ اس بجٹ نے کسی شعبے کو اورکسی سیکٹرکو نہیں چھوڑا جہاں پر بے جا ٹیکسوں کا بوجھ نہیں ڈالا گیا۔ بلکہ اس وقت یہ حالت ہے کہ لوگوں کا ٹیکس ادا کرنا تو درکنار، ان کے روزگار بند ہوتے جا رہے ہیں۔ کیونکہ ان ٹیکسوں کو دیکھ کر لوگوں کی قوت خرید ہی ختم ہوتی جا رہی ہے۔ جناب والا! بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہاں اس بجٹ میں پنجاب کے عوام کے اوپر جوظلم ہوا ہے۔ اس پر ہمارے بھائی یہاں ٹھہرکر وزیر صاحب کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ میں ان کی مجبوریاں سمجھتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ ان کو یہ کیوں کرنا پڑتا ہے۔ وہ اس لیے کرنا پڑتا ہے کہ اگر آپ بجٹ کے اوپر نظر ڈالیں تو ڈویلپمنٹ کے لیے جتنے فنڈز فراہم کیے گئے ہیں، اگرمیں غلط نہیں، تو اس میں تقریباً 70 فی صد block allocation ہوئی ہوئی ہے اور اس کی وجہ سے یہ ایک ایسا ہتھیار ہے کہ جب چاہے، جہاں چاہے اس کا استعمال ہو سکتا ہے۔ اگرمیرے فاضل ممبران تھوڑے بہت میٹھے الفاظ میں وزیر خزانہ کو خوش نہ کریں تو شاید ان کو اس block allocation میں سے حصہ نہیں ملے گا۔ اس کی مثال میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی حال ہی میں ڈیرہ غازی خان میں وزیر اعظم صاحب کے ذریعے زمینوں کی تقسیم کرائی گئی اور ایک ہی قوم کے لوگوں کو تقسیم کی گئیں۔ کیا پورے ضلع میں بے زمین لوگ اور نہیں تھے؛ پچھلے بجٹ میں جو out of turn loans sanction کیے گئے۔ نوسو افراد میں سے پانچ سو کو ڈیرہ غازی خان

میں دیا گیا' تین سو کو لاہور میں دیا گیا۔ اور کُل ایک سو کی پورے پنجاب میں distribution ہوئی۔ تو ان کی لامحالہ اس قسم کی تھوڑی سی خوشامد مجبوراً کرنی پڑتی ہے۔ گو وہ اس کو اپنے اوپر بوجھ محسوس کرتے ہوں گے۔ مگر ہم تو ویسے ہی اپوزیشن میں ہیں۔ گو چیف منسٹر صاحب نے اس حکومت کے وجود میں آنے پر اس چیز کا اظہار کیا تھا کہ ہم سب اکٹھے مل کر چلیں گے۔ مگر ایک سال گزر گیا اپوزیشن کو کوئی فنڈز مہیا نہیں ہوئے بلکہ ان علاقوں کو ریڈ لائن کر دیا گیا ہے اور ابھی دوسرا سال بھی محسوس ہوتا ہے کہ اسی طرح ہی گزرے گا۔ ہم تو محروم ہیں ہی سہی مگر ہمارے جو ٹریژری بنچز کے دوست ہیں وہ کم از کم کوشش کر رہے ہیں' جستجو کر رہے ہیں کہ ان کو کچھ نہ کچھ مل جائے' مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ محض ان کی کوشش ہوگی' کیونکہ جو کچھ بجٹ میں دکھایا گیا ہے۔ ڈیرہ غازی خان صفحہ اول میں ٹھہرا ہے اور اس کے بعد میرے وہ وزراء بھائی' وہ دوست جو اس وقت وزیر ہیں ان کے اضلاع کو اہمیت دی گئی ہے اور باقی پنجاب کو محروم رکھا گیا ہے اور یہ بندر بانٹ مجھے لگے ۔بجٹ میں پھرمحسوس ہو رہی ہے۔ وہ میرے بھائی اس ہاؤس کے اندر تو نہیں کہتے مگر لابی میں بہت کچھ سننے میں آتا ہے اور میں توقع رکھتا ہوں کہ ایک دن آئے گا کہ ان کی زبانوں کے یہ تالے کھلیں گے اور وہ دل کھول کر اپنے ضمیر کے مطابق بات کہہ سکیں گے۔

جناب والا! اس بجٹ کا آپ کیا حال سنتے ہیں؟ یہ ایک پرانی بات بیوروکریسی کی اڑائی ہوئی ہے کہ جناب! بجٹ سے پہلے اس کو کسی سے ڈسکس نہ کیجیے کہ secrecy out ہو جائے گی۔ آپ اس کا اندازہ کیجیے کہ نہ صرف اس ہاؤس کے ممبران کو اعتماد میں نہیں لیا گیا' بلکہ میں یہ کھلے الفاظ میں کہہ رہا ہوں کہ اس ہاؤس کی فنانس کمیٹی کے چیئرمین کو بھی اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ اس ہاؤس کو اعتماد میں نہ لیں؟ اپوزیشن تو اپنی جگہ رہی مگر فنانس کمیٹی کے ممبران یا چیئرمین فنانس کمیٹی کو تو کم از کم اعتماد میں لیا جاتا۔ اگر ممبران پر بھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا تو پھر کس پر کیا جا سکتا ہے؟ اگر اُس وقت اعتماد میں لیا گیا ہوتا تو میرے خیال میں بجٹ کی یہ شکل نہ ہوتی جواِس وقت موجود ہے۔ مگر ظلم تو یہ ہے کہ آج شام وائنڈنگ اپ کے بعد اس بجٹ کے بارے میں چاہے ان کے خیالات کچھ ہوں مگر بشورش زور ان سے آج منظور کرا لیا جائے گا اور یہی ڈیسک بجائیں گے' دل میں روتے ہوئے یہ ڈیسک بجائیں گے اور ڈیسک تو بجتے ہیں اور بجتے رہیں گے مگر میں اس دن سے ڈر رہا ہوں جب عوام نہ ڈیسک بجا دیں۔ (وقت ختم ہونے کی نشان دہی) میری گھڑی میرے خیال میں بہت تیز چل پڑی ہے۔ اگر تھوڑا سا اور موقع دیا جائے تو میں ممنون ہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں' لغاری صاحب! آپ بہت آہستہ ہیں۔ گھڑی تو اپنی رفتار پر ہی چل رہی ہے۔ ٹائم تو کسی کا انتظار نہیں کرتا۔

سردار رفیق حیدر لغاری، مجھے تھوڑا سا مزید ٹائم دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاؤس کا فیصلہ ہے۔ آپ مہربانی کریں۔ ابھی سپیکرز بہت ہیں۔ یہ تقریباً تیس کے قریب اب ہو گئے ہیں جنھوں نے بولنا ہے۔

سردار رفیق حیدر لغاری، جی' میں ذرا جلدی سے عرض کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' مہربانی۔

سردار رفیق حیدر لغاری، جناب والا! یہاں پر بلدیاتی انتخابات کا بڑا ڈھونگ رچایا گیا۔ بڑا سہرا پہننے کی کوشش کی گئی۔ مگر میں یہ عرض کروں کہ جب بلدیاتی انتخابات کرائے گئے تو اس وقت مسلم لیگ (ن) گروپ معرض وجود میں بھی نہیں آیا تھا جب یہ دوبارہ کافی مدت کے بعد بلدیاتی الیکشن کرائے گئے اور اس پریڈ کے بلدیاتی اداروں کی اگر آپ کارکردگی کو دیکھیں اور اب میں ان کو انتخابات نہیں کہوں گا یہ جو پچھلے دو tenures میں ہوئے۔ موجودہ مسلم لیگ (ن) گروپ کی حکومت نے اپنے tenure میں کرائے۔ یہ سلیکشن ہوتی رہی ہے۔ مگر جہاں یہ سلیکشن کا سہرا اپنے سر باندھنے کی کوشش کر رہے ہیں وہاں ان دو tenures کی کارکردگی اور اس میں ہونے والی کرپشن کو بھی تو ان کو اجاگر کرنا چاہیے۔ اس میں جتنی کرپشن ہوئی ہے۔ کروڑہا روپے کے حساب سے چیئرمینوں نے کرپشن کی۔ وی آئی پی کے آنے کے اوپر گیارہ روپے کا سموسہ بکا۔ ممبروں کو لندن کی سیر کرانے کے لیے ایک ٹریننگ کا بہانہ بنا کر بھیجا گیا۔ تیرہ تیرہ لاکھ روپے چیف منسٹر کی آمد کے اوپر ان لوکل باڈیز کے ریونیو میں سے خرچ کیا گیا اور اس کے اوپر کافی دفعہ انکوائریز ہوئیں اور نہ جانے وہ کیوں سرد خانے میں پڑی ہیں؟ میں تو کارکردگی پھر مانتا کہ اگر یہ انکوائریز سرعام ہوتیں' حساب کتاب ہوتا اور پھر حکومت اگر یہ فخریہ انداز میں کہتی کہ جنھوں نے یہ کرپشن کی ہم نے ان ان کا یہ حساب کیا اور پھر اس کے بعد اچھے لوگ لوکل باڈیز میں لائے۔ اس دفعہ جو الیکشن ہوا۔ آپ کے علم میں ہوگا کہ اس حد تک سلیکشن ہوئی ہے کہ جب ووٹر اپنے پولنگ سٹیشنوں پر پہنچے تو انھیں پتا چلا کہ دو کلو میٹر' تین کلومیٹر دور پولنگ سٹیشن کر دیا گیا ہے۔ راتوں رات پتا نہیں وہ کون سا طلسم تھا یا کون سا جادو تھا جس کے ذریعے ایسا کیا گیا ہے۔ کس چیز کا ہم ڈھونگ رچا رہے ہیں؟ کس چیز پر ہم فخریہ انداز میں

کہہ رہے ہیں؛ جناب والا! میں دیکھ رہا ہوں کہ امتیاز صاحب بڑے بے چین ہو رہے ہیں۔ مگر ان خوشامدی باتوں سے آپ کسی کا دل نہیں جیت سکیں گے۔ سسٹم کو خراب کر بیٹھیں گے۔

میاں امتیاز احمد، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' میاں صاحب۔

میاں امتیاز احمد، جناب سپیکر! لغاری صاحب نے کہا ہے' کہ خوشامدی۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ایسی کوئی بات نہیں۔ جیسا یہ بیان کر رہے ہیں ایسا کوئی معاملہ نہیں ہوا۔ بلدیاتی الیکشن جتنے fair اس وقت پنجاب حکومت نے کروائے ہیں اس کا پورے پنجاب میں ریکارڈ ہے کہ کسی بھی جگہ پر دھاندلی نہیں ہوئی اور ایسے ایسے upset ہوئے ہیں کہ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ہمارے ضلع میں بھی ایسے upset دیکھنے کو ملے ہیں کہ جن کا لغاری صاحب کو خود بھی پتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' مہربانی۔ شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔ جی' لغاری صاحب۔

سردار رفیق حیدر لغاری، جناب والا! یہاں منسٹر فنانس نے زراعت کے اوپر ایک بہت بڑا احسان کرتے ہوئے پانچ ہزار ٹریکٹر کا اعلان کیا جس میں حکومت پنجاب سبسڈی عنایت کرے گی۔ مگر جتنے ظلم زراعت پر ڈھائے گئے اس کا تو کوئی ذکر نہ ہوا مگر پانچ ہزار ٹریکٹر کی پورے پنجاب کے لیے یہاں نشان دہی کی گئی۔ مجھے تو ڈر ہے کہ یہ کہیں سلیکشن کی نذر نہ ہو جائیں۔ کیونکہ اس کے بارے میں انھوں نے کسی طریق کار کا ذرا بھی اشارہ نہیں دیا۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ کرے یہ صحیح طریقے سے ایک سسٹم کے تحت کسانوں کو ملیں۔ لیکن مجھے تو یہی لگتا ہے کہ یہ سلیکشن کے تحت پسندیدہ لوگوں کو پانچ ہزار ٹریکٹر دیے جائیں گے اور اس کا نزلہ پورے پنجاب کے عوام پر پڑے گا۔

جناب والا! آپ سن کر حیران ہوں گے کہ ایک زرعی صوبہ ہونے کے ناتے ایک زمانہ تھا کہ یہی پنجاب پورے پاک و ہند کو گندم سپلائی کیا کرتا تھا۔ ہماری بدقسمتی ہے اور ہماری غلط پالیسیوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہم گندم میں بمشکل اپنے کھانے کے قابل ہوئے ہیں۔ وہ بھی اس سال جب کہ کپاس نہ ہونے کی وجہ سے اور کپاس کیوں نہیں ہوئی؛ دو سال سے یہ حکومت آئی ہے اور دو سال سے ہی کپاس اپنے ٹارگٹ پورے نہیں کر سکی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، لغاری صاحب! آپ وائنڈ اپ کر لیں۔ مہربانی کریں۔

سردار رفیق حیدر لغاری، جی' بس ایک منٹ اور چاہتا ہوں۔ آپ حیران ہوں گے کہ جنوبی پنجاب کے

ساتھ ظلم یہ ہے کہ سیڈ کارپوریشن آف رحیم یار خان سے تمام اچھا بیج لے کر عارف والا' بورے والا' ساہیوال جس کا کپاس میں کوئی خاص contribution بھی نہیں وہاں پہنچایا گیا اور جنوبی پنجاب کے لوگوں کو 2 ہزار من سے لے کر 9 ہزار روپے من تک اس وقت کپاس کا بیج لینا پڑ رہا ہے۔ جبکہ جس حکومت کو صبح سے شام تک یہاں جن جن الفاظ سے نوازا جاتا ہے ہم سن رہے ہوتے ہیں اس کے بعد آٹھ سو سے بارہ سو روپے من سے زیادہ کبھی بھی بیج کی قیمت نہیں رہی۔ کہنے کو بہت کچھ تھا مگر جب میں کٹ موشنز پر آؤں گا تو پھر عرض کروں گا۔ شکریہ جناب۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ جناب۔ دیوان مشتاق احمد صاحب۔

دیوان مشتاق احمد: جناب سپیکر! میں آپ کا بےحد شکرگزار ہوں کہ آپ نے آج اس بجٹ سیشن میں مجھے بھی موقع دیا۔ بجٹ پیش ہونے سے پہلے یہ بات محسوس کی جا رہی تھی کہ اس دفعہ بجٹ بے انتہا سخت آنے کا کافی ٹیکسز لگائے جائیں گے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ہمارے وزیر خزانہ نے پنجاب کے لیے انتہائی متوازن بجٹ پیش کیا ہے اور پنجاب کے عوام کے لیے بہت بہتر بجٹ ثابت ہوگا۔ اس بجٹ کی سب سے بڑی خاصیت میں یہ سمجھتا ہوں کہ کاشتکاروں کو اس بجٹ میں ریلیف دیا گیا ہے۔ صرف ایک مد میں ہی ٹریکٹر کی قیمت میاں نواز شریف صاحب نے ' مرکزی گورنمنٹ نے ایک لاکھ روپے کم کر دی تھی اس کے باوجود ہمارے وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف اور وزیر خزانہ نے ٹریکٹر کی قیمت مزید ایک لاکھ روپے کم کر کے کاشتکاروں کے لیے ایک نئی راہ متعین کی ہے

جناب سپیکر! اس بجٹ میں جو تھوڑے بہت ٹیکسز لگائے گئے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان ٹیکسز کا اثر ہمارے صوبے کے غریب عوام پر قطعاً نہیں پڑے گا۔ جو ٹیکسز لگائے گئے ہیں وہ امیروں کے لیے لگائے گئے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ غریب عوام کے لیے ' کاشتکاروں کے لیے جو اس بجٹ میں پیکج دیا گیا ہے وہ قابل ستائش ہے۔ میں اپنے وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ان کا شکرگزار ہوں کہ انھوں نے میرے شہر منڈی بہاؤالدین کے لیے سیوریج سکیم دی۔ اس سیوریج سکیم کے لیے کافی عرصہ سے مطالبہ کیا جا رہا تھا اور یہ اس دفعہ اس بجٹ میں دے دی گئی۔

جناب والا! اس کے علاوہ میں چند ایک مسائل اپنے حلقے کے عوام کی طرف سے اس ایوان میں پیش کرنا چاہتا ہوں اور اپنے وزیر خزانہ کی توجہ بھی اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ ہمارے

ضلع کو بنے ہوئے چھ' سات سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ منڈی بہاؤالدین شہر میں جو ہسپتال ہے اس کا نام ڈی ایچ کیو ہسپتال منڈی بہاؤالدین ضرور ہے۔ لیکن اس میں سہولتیں تحصیل لیول ہسپتال تک کی بھی نہیں ہیں۔ اس ہسپتال میں آج تک انیستھیزیا مشین جو مریض کو آپریشن میں بےہوش کرنے کے کام آتی ہے وہ نہیں ہے۔ بلڈ بنک کا کوئی انتظام نہیں۔ اسی طریقے سے الٹرا ساؤنڈ کی مشین اب آتی ہے تو وزیر خزانہ سے میرا یہ مطالبہ ہے کہ مہربانی فرما کر اس بجٹ میں اس ہسپتال کو' جس کا نام صرف ڈی ایچ کیو ہسپتال ہے اور جس میں سہولتیں تحصیل لیول کے ہسپتال کی بھی نہ ہیں' اپ گریڈ کیا جائے اور اس کے لیے رقم مختص فرمائی جائے ۔

جناب سپیکر! منڈی بہاؤالدین غریب کاشتکاروں کا اور مڈل کلاس کے لوگوں کا ضلع ہے۔ زراعت ہماری ریڑھ کی ہڈی ہے ۔ جناب والا! کاشتکاروں کے ٹیوب ویل خراب پڑے ہیں ۔ انھیں مالیہ' آبیانہ دہرے طور پر لگایا جا رہا ہے۔ اس کے لیے بھی میں گزارش کروں گا کہ جو ٹیوب ویل بند ہیں ان کا آبیانہ اور مالیہ معاف فرمایا جائے۔

جناب والا! پچھلے سال منڈی بہاؤالدین میں سیلاب آیا تھا۔ منڈی بہاؤالدین دو دریاؤں' دریائے جہلم اور دریائے چناب کے درمیان واقع ہے۔ یہاں سیلاب آتے رہتے ہیں۔ پچھلے سال کے سیلاب کی تباہ کاریوں کی وجہ سے میرے حلقہ انتخاب میں تین' چار سڑکیں بالکل تباہ و برباد ہو چکی ہیں۔ جن میں ایک پریانوالی سے رجواہ تک سڑک ہے' ایک مونگ سے کھیوا تک سڑک ہے اور ایک حیلاں سے سنداں والا سڑک ہے' ان کی سپیشل مرمت کے لیے بھی اس بجٹ میں فنڈز مختص فرمائے جائیں۔

جناب والا! اس صوبہ پنجاب میں ہمارے وزیر اعلیٰ جناب میاں شہباز شریف نے قتل اور بوٹی مافیا کے خلاف جو جہاد شروع کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسا کام شروع کیا گیا ہے جس کی طرف آج تک کسی حکومت کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ اس کا قلع قمع کیا جائے۔ اس کے اثرات ان شاء اللہ آنے والے وقت میں مرتب ہوں گے ۔ کالا باغ ڈیم کا اعلان جناب میاں محمد نواز شریف ہمارے قائد نے فرما دیا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ تمام صوبوں کو راضی کر کے اس ڈیم کی بنیاد رکھی جائے گی۔ یہی ہمارے قائد کا فرمان ہے اور میں اپنے قائد کو یہ یقین دہانی کراتا ہوں کہ ان شاء اللہ پنجاب کے عوام ان کے شانہ بشانہ چلیں گے۔

اسی طرح ایٹمی دھماکے پر بھی جناب میاں محمد نواز شریف وزیر اعظم پاکستان کو میں

خراج تحسین پیش نہ کروں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی بخیلی ہو گی۔

جناب عالی! کالا باغ ڈیم کے جتنے بھی مخالف ہیں انھوں نے پاکستان کے وجود کو آج تک تسلیم نہیں کیا۔ وہ تمام کے تمام یک جان ہو کر اس ڈیم کی مخالفت کر رہے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ ڈیم میاں نواز شریف بنانے میں کامیاب ہو گئے تو یہ ان کی سیاسی موت واقع ہو جائے گی۔ جناب سپیکر! ان شاء اللہ یہ ڈیم بنے گا اورمسلم لیگ کی حکومت کو ہی یہ فخر حاصل ہوگا اورمسلم لیگ کی حکومت کے ہاتھوں ہی سے یہ ڈیم بنے گا۔

جناب والا! اس بجٹ کےمتعلق اپوزیشن کی طرف سے کافی تنقید کی جا رہی ہے اور یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ بجٹ غریبوں کے لیے بہتر نہیں ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے وزیر خزانہ سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب نے اپنی تمام کوششوں سے غریبوں کے لیے اس بجٹ میں جو پیکج دیئے ہیں اور زمینداروں کے لیے' کاشتکاروں کے لیے' شہرداروں کے لیے جو بھی پیکج دیے ہیں وہ انتہائی بہتر اور مثبت ہیں۔ میں اس سلسلے میں اپنے وزیر خزانہ اور اپنے وزیر اعلیٰ جناب شہباز شریف صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر, شکریہ دیوان صاحب۔ صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری صاحب۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ۔

جناب سپیکر! بڑے عرصے کے بعد مجھے مائیک پر آنے کا موقع ملا۔ اپوزیشن میں تو میں ہر آٹھ دن بعد بولتا تھا اور حکومت میں میں اس لیے نہیں بولا کہ پاکستان کی حکومت میاں نواز شریف صاحب کی قیادت میں بڑا اچھا کام کر رہی ہے ۔ جناب سپیکر! حکومت نے محکموں کے لیے خاصے پیسے رکھے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ محکموں کی اصلاح کی خاص ضرورت ہے۔

میں گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ اگر کسی افسر اور ایم پی اے یا ایم این اے کے درمیان کوئی معاملہ ہوتا ہے اور اس کی investigation ہوتی ہے ۔ اگر investigation کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا تو وزیر اعظم صاحب اور وزیر اعلیٰ صاحب ایم این اے یا ایم پی اے کو اہمیت دیں۔ ان کی بات مانی جائے ۔ اگر قوم کے لیڈر ہی غلط ہوں تو پھر اللہ ہی ہدایت دے سکتا ہے ۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ کمشنر ہو' آئی جی ہو ' چیف سیکرٹری ہو یا ڈی سی ہو یہ جو ایم پی ایز یا ایم این ایز ہیں ان کے درمیان اگر معاملے کی بات سمجھ نہ آئے تو پھر ان کی بات کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ جناب سپیکر! یہ کرپشن کی

انکوائریاں ہوتی رہتی ہیں اور ہوتی رہیں گی - یہ کرپٹ افسران کی ایک تنظیم ہے۔ اس تنظیم میں کسی ہیڈ کو شکایت کی جائے تو وہ اپنے ماتحت کا خیال کرتا ہے۔ میری یہ تجویز ہے کہ یہ اسمبلیاں قوم کے نمائندوں کی اسمبلیاں ہیں۔ وزیر اعظم صاحب اور وزیر اعلیٰ صاحب اجازت دیں کہ ہم لشکر لے کے ان کرپٹ افسروں پر حملہ کریں۔ ان کی ٹانگیں توڑ دیں ' ان کو دفتروں کی چھتوں سے دھکے دیں - ان کو پتھر ماریں۔ چونکہ ٹائم بہت قلیل ہے - مجھے آپ کا احترام ہے - میری تقریر تو چھ سات گھنٹے کی تھی لیکن حکم کے تحت چلوں گا۔ کوئی ایسی بات نہیں - چونکہ احترام کرتا ہوں - حنیف رامے میرا یار تھا - اس سے میں ٹائم لے لیا کرتا تھا - لیکن آپ میرے لیڈر ہیں۔ یار اور لیڈر میں فرق ہوتا ہے - یار کے سامنے اصرار ہو سکتا ہے لیکن لیڈر کا حکم ماننا پڑتا ہے۔

جناب سپیکر! محترم سردار حسن اختر موکل صاحب ! میں دل کی گہرائیوں سے آپ کا احترام کرتا ہوں - میں خوشامد کا قائل نہیں۔ لیکن میں حقیقت کو پسند کرتا ہوں - یہ جو بجٹ پر محنت کی گئی ہے - میں کسی کی خوشامد نہیں کر رہا - یہ محنت سردار ذوالفقار کھوسہ صاحب کی ہے - اور یہ دل کی گہرائی سے بات نکل رہی ہے - اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس بات کو قبول فرمائے اور مجھے اجر دے - یہ خوشامد نہیں۔ تحریک نجات میں میں اس وقت بڑا متاثر ہوا جب مغرب کی نماز میں نے اور کھوسہ صاحب نے مسلم ہاؤس میں ادا کی تو میں نے دیکھا کہ وہاں انھوں نے چھ نفل بعد میں پڑھے - اس وقت سے مجھے یقین ہو گیا کہ کھوسہ صاحب کو اللہ تعالیٰ سے بڑی والہانہ محبت ہے - اگر میں لمبی تقریر کروں اور میاں محمد نواز شریف کی تعریف کروں تو یہ دن ختم ہو جائیں ' سال ختم ہو جائیں ' جو مرضی سمجھیں' یہ دن ختم ہو جائیں (چیمہ صاحب داد دیں) یہ دن ختم ہو جائیں ' یہ راتیں ختم ہو جائیں 'یہ مہینے ختم ہو جائیں - یہ سال ختم ہو جائیں۔ حکومت کے اقتدار کا tenure بھی ختم ہو جائے - اگلا بھی آئے گا اور اس سے اگلا بھی آئے گا۔ یہ بات نہیں۔ لیکن میاں نواز شریف صاحب کی تعریف ختم نہیں ہو سکتی - وزیر اعلیٰ صاحب بڑی محنت کر رہے ہیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب 7 - کلب پہ بڑی محنت کر رہے ہیں۔ میں بڑا خوش ہوں وہ رات کے دو دو بجے تک میٹنگز کرتے ہیں۔ اور ریکارڈ دیکھتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ کرپٹ افسر ٹھیک ہو گئے ہیں کہ وزیر اعلیٰ صاحب ان کے محکموں کا ریکارڈ رات کے دو دو بجے تک دیکھتے ہیں اور پتہ چلا ہے کہ افسر کرسیوں پر سو جاتے ہیں۔ یہ بڑا اچھا عمل ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب شب و روز کام کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! لمبی تقریر کو کیسے میں close کروں۔ بس اب میں ختم کرنے والا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ close نہیں کریں گے تو میں close کرا دوں گا۔ آپ بات جاری رکھیں۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، ناں ناں ' میں تے ادب نال تہاڈے کولوں ڈردا ای بڑا واں۔
جناب سپیکر! عرض یہ ہے کہ بجٹ میں ایجوکیشن کا محکمہ بھی آتا ہے ۔ اس کے لیے فنڈز رکھے گئے ہیں۔ ایجوکیشن کے حوالے سے میں یہ بات کرنی چاہتا ہوں کہ سکولوں اور کالجوں کے کورسز میں سے غیر اخلاقی غزلیات خارج کر دی جائیں۔ غیر حقیقی کہانیاں ہر سطح کے نصاب تعلیم سے ختم کر دی جائیں۔ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعتیں' صحابہ کی منقبتیں ' بزرگان دین کی منقبتیں شامل کی جائیں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا۔ اخبار والے غلط بیان بھی دے دیتے ہیں۔ میں نے الحمرا میں قطعاً نہیں کہا تھا کہ میں آدھی تنخواہ اور الاؤنس نہیں دینا چاہتا۔ لیکن " آواز " اخبار نے میری آواز نہ سمجھی ۔ انھوں نے اخبار میں دے دیا۔ میں نے یہ کہا تھا کہ آدھی آدھی جائیداد بھی اگر دی جائے تو میں بھی خود انحصاری فنڈ میں دیتا ہوں ۔اور آج جو میں تقریر کر رہا ہوں یہ جرنلسٹ سمجھ لیں ۔ یہ بات غور سے سنیں ۔ جب بزرگوں نے تبلیغ کی تھی تو نہ ٹی وی تھا اور نہ اخبار تھا ۔ یہ کوئی بات نہیں۔ یہ جو حق کا پیغام ان بوریہ نشینوں نے ' ان ولیوں نے اور ان قلندروں نے دیا ہے یہ بغیر اخبار اور ٹی وی کے دیا ہے ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کا فرض بنتا ہے کہ اچھی بات کو اچھے طریقے سے لکھیں اور ان کا یہ بھی فرض ہے کہ غلط فقرہ کوئی نہ لکھیں ۔ تو حضرات ! میں یہ نہیں کہتا کہ غزلیات کی جگہ حمد و ثنا اور نعتیں اورمنقبتیں لکھی جائیں ۔ یہ ادب کے خلاف ہے ۔میں یہ نہیں کہتا کہ غیر اخلاقی غزلیات کو خارج کر کے ان کو شامل کیا جائے ۔ یہ بے ادبی ہے ۔ غیر اخلاقی غزلیات اور غیر حقیقی کہانیاں ختم کر دی جائیں اور ان کی جگہ حمد و نعت یا منقبت کو دی جائے ۔ وہ تو اپنی جگہ لازمی ہیں۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ غیر حقیقی کہانیاں اور غیر اخلاقی غزلیات کو ختم کر دیا جائے ۔ اللہ تعالیٰ کے فضائل و برکات ' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور شان ' صحابہ کی سیرت اور شان ' بزرگان کی سیرت اور شان میں سلیس اردو بھی آ جائے گی ' الفاظ معانی بھی آ جائیں گے ' خلاصہ مضمون کا مقصد بھی حل ہوگا ' سیرت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی یاد ہوگی ' بزرگوں کی سیرت بھی یاد ہوگی اور اشعار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت یاد ہوگی۔

جناب سپیکر! میں پچھلے دنوں صدر رفیق تارڑ صاحب سے ایوان صدر میں ملا ۔ میں نے ان سے گزارش کی کہ مخلوط پارک ختم کر دیے جائیں ۔ اگر نہیں ہوتے تو کم از کم ہر شہر میں باپردہ خواتین

کے لیے لیڈیز پارک الگ بنا دیے جائیں۔ جناب والا! میری یہ تجویز ہے ۔ صدر صاحب کی ساری باتیں میں نہیں جانتا۔ وہ بڑی لمبی باتیں ہیں ۔ جناب سپیکر! میں بڑے ادب سے ' بڑے ہی ادب سے یہاں پر عرض کرتا ہوں کہ پنجاب یونیورسٹی میں مخلوط نظام تعلیم ختم کیا جائے ۔ اگر نہیں ہوتا تو باپردہ خواتین کے لیے الگ یونیورسٹی بنائی جائے ۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ پورے پاکستان میں ایسا کیا جائے۔ تفریحی پارکوں کے سلسلے میں بھی تجویز ہے کہ پورے پاکستان میں باپردہ خواتین کے لیے علیحدہ پارک بنائے جائیں۔

جناب سپیکر! میں اپنی تقریر بہت مختصر کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ محکمہ پولیس پر بہت زیادہ اخراجات ہو رہے ہیں۔ میری تجویز ہے کہ پولیس ملازمین کی ڈیوٹی کے لیے تین شفٹیں کر دی جائیں اور ان کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے۔ جناب والا! ہر علاقے سے جعلی اور فراڈیے لوگوں کو پکڑا جائے۔ ڈاکٹروں کی طرف سے جعلی سرٹیفکیٹ دیے جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے بے گناہ لوگ مار کھاتے ہیں' ان کا تدارک ہونا چاہیے۔ میں کہتا ہوں کہ جعلی ڈاکٹرز' جعلی پیر اور جعلی ولی'مکار عیار پکڑے جائیں۔ جناب سپیکر! پاکستان میں جعلی ڈگریاں دینے والے ہیں' جعلی مراقبے کرنے والے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ قوم کی اصلاح کے لیے ان جعلی لوگوں' جعلی ولیوں کی اصلاح کرنی چاہیے' ان کا سدباب کرنا چاہیے۔ جناب سپیکر! میں مزید کتنی دیر بات کر لوں' آدھا منٹ' دو منٹ یا تین منٹ؟ اگر آپ کہیں گے تو میں ابھی بیٹھ جاؤں گا۔ جیسے آپ حکم دیں گے 'ویسے ہی میں کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: صاحبزادہ صاحب! آپ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں' آپ اپنی تقریر جاری رکھیں کیونکہ ابھی آپ کے پاس دو منٹ ہیں۔آپ wind up کر لیں۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری جناب سپیکر! میری عرض ہے کہ وزراء صاحبان ہفتے میں ایک دن کوئی میٹنگ نہ کریں' اپنے اپنے دفتروں میں بیٹھا کریں۔ اور افسران کو بھی حکم دیں کہ کم از کم ایک دن وہ کوئی میٹنگ نہ کریں' اس دن لوگوں کے مسائل سنیں۔

جناب محمد صدیق سالار: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! وزراء صاحبان کو پابند کریں کہ حضرت مولانا صاحب کے لیے ایک دن بیٹھا کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ تشریف رکھیں' یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: جناب سپیکر! عرض یہ ہے کہ وزیراعلیٰ صاحب، تمام وزراء، تمام ایم پی اے صاحبان اسمبلی کے علاوہ مہینے میں ایک دن 7 کلب میں اکٹھے ہوا کریں تاکہ وہاں ہم عوام کے مسائل پیش کر سکیں۔ کیونکہ وزراء سے ملنا بھی بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اسی طرح ضلع کی سطح پر ہر ہفتے ایم این اے، ایم پی اے اور اعلیٰ افسران کی ایک میٹنگ ہونی چاہیے۔ وما علینا الا البلاغ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: صاحبزادہ صاحب! شکریہ، بڑی مہربانی۔ سردار محمد سرفراز خان صاحب!

سردار محمد سرفراز خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا بڑا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دے کر اپنے علاقے کی تکالیف، مسائل بیان کرنے کا موقع دیا۔ جناب والا! اس دفعہ ہماری حکومت نے فوج کی معرفت جو گھوسٹ سکولوں کا سراغ لگایا ہے وہ قابل تحسین ہے۔ میں میاں شہباز شریف صاحب اور وزیر تعلیم کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! اس مالی سال میں پرائمری سکولوں کی مرمت کے لیے 29 ارب 97 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ میں وزیر خزانہ اور وزیر تعلیم سے درخواست کرتا ہوں کہ پچھلے پچاس سالوں میں میرا علاقہ پورے پنجاب میں سب سے زیادہ نظر انداز ہوا ہے۔ میرے حلقے کے سکولوں کی حالت بہت خراب ہے۔ جو سکول 12-1910ء میں پرائمری سکول تھے وہ آج بھی پرائمری سکول ہیں۔ میں پہلے بھی کئی دفعہ وزیر خزانہ اور وزیر تعلیم صاحب سے اس بابت درخواست کر چکا ہوں۔ آج میں آپ کی وساطت سے پھر ان سے گزارش کرتا ہوں کہ میرے علاقے میں کم از کم 20/25 پرائمری سکول کھولے جائیں، 8/10 ہائی سکول دیے جائیں، 2/3 ہائر سیکنڈری، ایلیمنٹری سکول اور ایک ڈگری کالج دیا جائے۔

جناب والا! اس بجٹ میں وزیر خزانہ صاحب نے بڑی مہربانی اور شفقت سے زمینوں کو ہموار کرنے کے لیے رقم مخصوص کی ہے۔ تو میری یہ درخواست ہوگی کہ اس سلسلے میں میرے علاقے پر خاص توجہ دیں۔ صرف تحصیل فتح جنگ کے لیے کم از کم ڈیڑھ سو بلڈوزر دیں، وہاں زمین بنجر پڑی ہوئی ہے۔ اگر یہ مہربانی کریں تو میں ان کو ایک دو سال کے اندر اندر لاکھوں ایکڑ زمین ٹھیک کروا کر قوم کے لیے، ملک کے لیے پیش کر سکتا ہوں۔

جناب سپیکر! کالا باغ ڈیم میرے علاقے میں بنے گا، زیادہ پانی میرے علاقے میں کھڑا ہوگا۔ تو میں وزیر خزانہ صاحب سے درخواست کروں گا کہ اس علاقے کا خصوصی دورہ کریں۔

جناب والا! جس طرح میانوالی میں نواب آف کالا باغ نے پٹھانوں، روکڑیوں، اس علاقے

کے لوگوں کو لفٹ اری گیشن دی تھی' خان قیوم خان نے چارسدہ' مردان کے علاقے میں لفٹ اری گیشن دی اور اس دفعہ میاں شہباز شریف صاحب نے اپنے علاقے میں لفٹ اری گیشن کا کام شروع کروایا ہے۔ میری درخواست ہے کہ اگر وزیر خزانہ صاحب خصوصی مہربانی کریں اور خوشام گھر سے لفٹ اری گیشن نہر نکال کر جنڈ' فتح جنگ' پنڈی گھیپ' گوجر خان اور اسلام آباد تک لے آئیں تو اس سے علاقے کی تقدیر بدل جائے گی۔ جناب والا! نہری علاقے کو آپ نے جو کچھ دینا تھا دے دیا۔ اب اگر آپ مہربانی کر کے بارانی علاقے پر رحم کریں تو یہ علاقے اور ملک کے لیے بڑا سود مند ہوگا۔ اسلام آباد کے لیے آپ اربوں روپے خرچ کر کے خان پور ڈیم سے پانی لے رہے ہیں۔ یہ بھی عارضی انتظام ہے۔ اگر آپ اٹک سے پانی لیں' اب تو ان شاء اللہ ڈیم بھی بنے گا اگر ڈیم سے بھی پانی لیں تو یہ سارے علاقے کے لیے بڑا سود مند ہوگا۔ جناب والا! میرا حلقہ پی پی 14 واحد علاقہ ہے جہاں انسان اور حیوان اکٹھے پانی پیتے ہیں۔ براہ مہربانی اس کے لیے خصوصی گرانٹ دیں۔ آپ نے 8 سکیمیں دی تھیں جو ابھی تک مکمل نہیں ہوئیں اور 8 سکیمیں under process ہیں۔ ان پر بھی خصوصی مہربانی کی جائے۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب بھی بیٹھے ہیں' میں ان سے بھی درخواست کروں گا' کیونکہ یہ پی پی 15 سے ہیں اور وزیر خزانہ صاحب سے بھی درخواست کروں گا کہ خصوصی طور پر اس پر توجہ فرمائیں۔

جناب والا! تعلیمی شعبے میں دو ارب 57 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ میں پہلے بھی درخواست کر چکا ہوں اور اب پھر کر رہا ہوں کہ پی پی 14 پر خاص مہربانی کی جائے۔ تحصیل میں AEO زنانہ کی چار اسامیاں ہیں لیکن وہ کافی عرصہ سے خالی ہیں' میں ان کے لیے بھی درخواست کروں گا کہ کوئی ایسی سکیم بنائی جائے یا ایسی پالیسی بنائی جائے تاکہ بچیاں وہاں آسانی سے جائیں اور اپنی نوکری مکمل کریں۔

جناب والا! میرے علاقے جنڈ سے تیل نکل رہا ہے۔ تیل وہاں سے نکل کر بنوں اور کوہاٹ کی طرف جا رہا ہے' گیس اس طرف جا رہی ہے۔ میں درخواست کروں گا کہ مہربانی فرماتے ہوئے اس علاقے مٹھیال' بسال' کھنڈہ' دومیل' تھٹہ' ناڑا کو بھی گیس دی جائے کیونکہ ہمارے علاقے سے نکل رہی ہے۔ ویسے بھی ضلع اٹک میں تیل اور گیس وافر مقدار میں نکل رہی ہے جو وہاں کے علاقے کے لوگوں کو نہیں مل رہی' بلکہ وہی گیس کوہاٹ اور بنوں کی طرف جا رہی ہے۔ جناب والا! اصل میں اس علاقے کے لوگوں کا جہاں سے تیل اور گیس نکل رہی ہے کا حق ہے کہ ان کو ملازمتیں دی جائیں۔

لیکن وہاں پر اس علاقے سے ایک فی صد بھی ملازم نہیں رکھے گئے۔ جو بھی وزیر رہا' کبھی وہ بنوں کا رہا کبھی کوہاٹ کا رہا۔ اس علاقے کے لوگ بھرتی ہو کر وہاں آ رہے ہیں لیکن ہمارے علاقے کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ جناب والا! گیس اور بجلی ہمارا سبجیکٹ نہیں ہے۔ لیکن یہ سفارش کریں کہ اس علاقے کا زیادہ حق بنتا ہے۔

جناب والا! میں آخر میں میاں نواز شریف صاحب کو بم دھماکے اور کالا باغ ڈیم پر مبارکباد دیتا ہوں کہ میاں صاحب کا اس صدی کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس لیے وہ اس کے مستحق ہیں کہ ان کو مبارک باد دی جائے۔ میں انھی الفاظ کے ساتھ اجازت چاہوں گا۔ مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ سردار صاحب۔ جناب معظم جہاں زیب وٹو صاحب!

جناب معظم جہاں زیب احمد خان وٹو، شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر اظہار خیال کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔ جناب والا! موجودہ بجٹ نہایت مختلف ماحول اور حالات میں پیش کیا گیا ہے' اور یہ بجٹ مخصوص حالات میں اس لیے پیش کیا گیا ہے کیونکہ پچھلے دنوں ہندوستان کے ایٹمی دھماکوں کے بعد اس خطے میں طاقت کا توازن بگڑ گیا تھا۔ اس کے بعد پوری پاکستانی قوم نے اس بات کا فیصلہ کیا اور پھر حکومت نے جوابی ایٹمی دھماکے کیے اور خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اتنی طاقت اور اتنی ہمت دی کہ ہم اپنے دشمن کو جواب دے پائے۔ وہ ایک ایسا وقت تھا جب پوری قوم نے اتفاق و اتحاد کا مظاہرہ کیا اور پوری قوم ہرقسم کی قربانی دینے کے لیے تیار تھی لیکن ابھی خوشی کے لمحات ختم نہیں ہوئے تھے کہ حکومت نے اس کے جواب میں ایمرجنسی کا نفاذ کر دیا اور لوگوں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ جناب والا! میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس کی کیا ضرورت تھی کہ ایمرجنسی لگائی گئی؟ اور جب 1965ء کے بعد پہلی دفعہ ہماری قوم متحد ہو چکی تھی اور قربانی دینے کے لیے تیار تھی تو ان کے بنیادی حقوق کو معطل کیا گیا اور فارن کرنسی اکاؤنٹ کو freeze کیا گیا۔ ابھی ایمرجنسی پر احتجاج جاری تھا کہ کالا باغ ڈیم کا اعلان کر دیا گیا۔ جناب سپیکر! کالا باغ ڈیم کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں' یہ ڈیم ہماری زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ کالا باغ ڈیم کا منصوبہ ہمارے ملک کو حیات نو بخشنے کا منصوبہ ہے لیکن بغیر ہوم ورک کے' بغیر تیاری کے جس عجلت اور جلد بازی میں اس منصوبے کا اعلان کیا گیا اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ آج اس ڈیم کے خلاف تین صوبوں میں لوگ متحد ہو گئے ہیں اور وہ مل کر اس کی

مخالفت کر رہے ہیں۔ جناب والا! آپ اندازہ فرمائیے کہ اعلان پہلے کیا جاتا ہے اور بعد میں کہا جاتا ہے کہ اس پر اتفاق رائے پیدا کیا جائے گا۔ حکومت کام پہلے کرتی ہے سوچتی بعد میں ہے' شاید اسی بات کا نتیجہ ہے کہ ان کا کوئی بھی کام مکمل نہیں ہو سکا۔ ان کا ہر فیصلہ back fire کرتا ہے اور آج تک ایک فیصلے پر بھی عمل در آمد نہیں ہو سکا۔ وزیر اعظم پاکستان نے موٹر وے پر اعلان کیا کہ وہ نوجوانوں کو ایک لاکھ کا قرضہ دیں گے۔ کہاں ہیں وہ قرضے؟ آج تک ایک شخص کو بھی قرضہ نہیں مل سکا۔ یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ لوگوں کا حکومت سے اعتماد اٹھتا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! وزیر خزانہ صاحب نے بلدیاتی انتخابات کو اپنی تقریر میں بڑا کارنامہ قرار دیا۔ میں اس سلسلے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ پچھلی حکومت نے 1994ء میں لوکل باڈیز ایکٹ بنایا تھا اور اس طرح کا ایکٹ بنایا گیا تھا کہ نمائندوں کی تعداد بڑھا کر اس سسٹم میں جو نفرتیں پیدا ہوتی ہیں ان کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی تھی اور ان کے اختیارات میں اضافہ کیا گیا تھا۔ موجودہ حکومت نے اس ایکٹ کی نقل کرنے کی کوشش کی ہے' لیکن انھوں نے جو ایکٹ بنایا ہے اس میں نامزدگی کا قانون بنایا ہے' لیکن مارشل لاء دور میں بھی نامزدگی نہیں کی گئی۔ یہ پہلی دفعہ ہوا ہے کہ ڈیموکریسی نے الیکشن کی بجائے نامزدگی کا قانون بنایا ہے۔ ہمیں اس کے خلاف عدالت سے رجوع کرنا پڑا اور خدا کا شکر ہے کہ عدالت نے ایک تاریخ ساز فیصلے میں اس ایکٹ کو کالعدم قرار دیا اور اس کو نامنظور کیا۔۔۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ(جناب آصف علی ملک), پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر, جی ملک صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ, جناب سپیکر! معزز رکن ایک ایسی بات کر رہے ہیں جو کہ سابقہ دور میں اس وقت کے وزیر اعلیٰ کی طرف سے بلدیاتی انتخابات پر ایک قابل مذمت اور قابل نفرت کردار رہا ہے۔ اور آج جو مسئلہ عدالت میں زیر بحث ہے میں سمجھتا ہوں کہ ان کو اس پر یہاں اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ جبکہ اس دور کے وزیر اعلیٰ کا یہ کردار رہا ہے کہ عدالت کے فیصلے کے باوجود انھوں نے اس کی دھجیاں بکھیریں اور اس کے بعد انھوں نے اپنے مخصوص عزائم کی تکمیل کی خاطر استعمال کیا۔ تو میں گزارش کروں گا کہ اس بات کو یہاں نہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر, شکریہ ملک صاحب۔

جنابِ معظم جہاں زیب احمد خان وٹو، جناب سپیکر! شاید معزز رکن سمجھ نہیں سکے۔ یہ معاملہ عدالت میں زیر بحث نہیں ہے۔ اس پر فیصلہ ہو چکا ہے اور میں وہ ہاؤس کی خدمت میں عرض کر رہا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

جنابِ معظم جہاں زیب احمد خان وٹو، جناب سپیکر! اس بجٹ میں جو نئے ٹیکسز لگائے گئے ہیں میں ان کا آخر میں ذکر کروں گا۔ میرے محترم ممبران اسمبلی نے اپنی اپنی تقاریر میں اپنے اپنے علاقوں کے مسائل بیان کیے اور اپنے اپنے علاقوں کی ڈویلپمنٹ کے بارے میں کہا۔ لیکن ایک مسئلہ جسے نظر انداز کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جو دیہاتوں سے شہروں کی طرف نقل مکانی کا سلسلہ جاری ہے یہ نہایت تشویش کی بات ہے۔ ہمارے رورل ایریاز میں جو ٹیلنٹ ہے' ذہین محنتی اور پڑھے لکھے لوگ ہیں وہ شہروں کی طرف رخ کر رہے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو دیہاتوں میں بہتر مواقع میسر نہیں ہیں جس کی وجہ سے انہیں مجبوراً شہروں کا رخ کرنا پڑتا ہے۔ اس سے ایک تو شہروں کی آبادی میں بے پناہ اضافہ ہو رہا ہے دوسری طرف جو زراعت کا سیکٹر ہے وہ بھی بے حد متاثر ہو رہا ہے۔ میں چاہوں گا کہ حکومت ایسے اقدامات کرے جس سے صنعت کاروں کو ایسی ترغیبات دی جائیں کہ وہ اپنی انڈسٹریز رورل ایریاز میں لگائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہاں پر ایجوکیشنل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بنائے جائیں تاکہ ہمارے دیہاتی نوجوان دیہاتوں کے اندر بہتر سے بہتر تعلیم حاصل کریں اور دیہات میں ہی رہ کر ملک کی خدمت کر سکیں۔جناب والا! مجھے امید ہے کہ حکومت اس مسئلے کی طرف توجہ دے گی اور اس کا کوئی نہ کوئی حل نکالے گی۔جناب سپیکر! حکومت کا یہ دعویٰ کہ وہ اخراجات میں کمی کر رہی ہے۔ یہ محض ایک eye-wash ہے۔

جناب محمد صدیق سالار، پوائنٹ آف آرڈر۔جناب والا! میرے فاضل دوست نے فرمایا ہے کہ دیہاتوں سے آبادی شہروں کی طرف منتقل ہو رہی ہے' ان کے لیے دیہاتوں میں کوئی ایسا بندوبست کیا جائے جس سے آبادی شہروں کی طرف منتقل نہ ہو۔ جناب والا! انھوں نے بات تو درست کی ہے لیکن ان کے والد محترم بھی دو سال اس صوبے کے وزیر اعلیٰ رہے ہیں کیا انھوں نے کسی ایک دیہات میں کوئی انڈسٹری لگائی اور اگر لگائی ہے تو پوائنٹ آؤٹ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

جنابِ معظم جہاں زیب احمد خان وٹو۔ شکریہ ۔ جنابِ سپیکر! اخراجات کا سلسلہ اسی طرح سے جاری ہے۔ میں یہ بھی مانتا ہوں کہ سرکاری افسران کے دفتروں سے اے سی اتارے گئے ہیں' ان سے گاڑیاں بھی لی گئی ہیں لیکن وزراء کے استعمال میں گاڑیاں بدستور ہیں اور ان کے اخراجات بھی اسی طرح سے جاری ہیں۔ بجٹ میں ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ وزیر اعلیٰ کا صوابدیدی فنڈ ایک ارب روپیہ بدستور ان کی صوابدید پر رکھا گیا ہے۔ وہ جب چاہیں جس منصوبے پر چاہیں اس رقم کو خرچ کریں۔ جناب والا! پرائیوٹائزیشن کے نام پر ہمارے صوبے کے قیمتی national assests کی لوٹ سیل لگی ہوئی ہے۔ حکمرانوں کے فرنٹ مین ان assests کو خریدنے میں مصروف ہیں۔ اس پرائیوٹائزیشن سے حکومت کے یا سرکاری خزانے میں پیسہ جانے کا تو کوئی امکان نظر نہیں آتا' البتہ اتفاق فیملیز کے اثاثوں میں یقیناً اضافہ ہوتا نظر آ رہا ہے۔ جناب والا! گزشتہ ہونے والے جو بلدیاتی انتخابات ہیں وہ پاکستان کی تاریخ کے خونیں انتخابات تھے۔ ان الیکشنوں میں 60 سے زیادہ افراد قتل ہوئے اور سینکڑوں افراد زخمی ہوئے۔ حکومت نے اپنے منظور نظر افراد کو ٹکٹ دیے اور یہ بھی نہیں دیکھا کہ وہ کریمنل بیک گراؤنڈ رکھتے ہیں یا وہ جرائم پیشہ افراد ہیں۔ فیصل آباد کے ایک واقعہ کا ذکر کروں گا۔ مسلم لیگی ورکرز نے فیصل آباد میں ایک امیدوار جس کا تعلق بھی مسلم لیگ سے ہی تھا اس کے خلاف جلوس نکالا کیونکہ وہ میاں شہباز شریف اور میاں نواز شریف صاحب کا رشتہ دار تھا۔ انھوں نے اس کے خلاف جلوس نکالا اور احتجاج کیا کہ اس شخص کو ٹکٹ کیوں دیا گیا ہے۔

جنابِ سپیکر! آخر میں' میں یہ چاہوں گا کہ میرے حلقے میں جو منصوبے جاری ہیں ان کے لیے فنڈز مختص نہیں کیے گئے۔ اگر نئے منصوبے شروع نہیں کیے جاتے تو جو جاری سکیمیں ہیں ان کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ضرور فنڈز رکھنے چاہییں تھے تاکہ پہلے جو کروڑوں روپیہ خرچ ہو چکا ہے وہ ضائع نہ ہو۔ ان منصوبوں کو جن میں کالجز ہسپتال اور سٹیڈیم شامل ہیں ان کو مکمل کرنے کے لیے ضرور فنڈز رکھے جائیں۔ جناب والا! وزیر خزانہ صاحب نے ایک بڑا ظلم یہ کیا ہے کہ جو ہیلتھ کلب ہیں' جن کو انھوں نے لگژری کلب کا نام دیا ہے پہلی دفعہ ان پر ٹیکس لگایا گیا ہے۔ جناب سپیکر! ہمارے نوجوان اگر ہیلتھ کلب میں نہیں جائیں گے تو پھر کہاں جائیں گے؟ پچاس سے زیادہ ہیلتھ کلب صرف لاہور میں ہیں۔ ان پر بھی ٹیکس لگا دیا گیا ہے۔ وہ وقت جو ہمارے نوجوان ہیلتھ کلب میں گزارتے تھے دوسری غیر قانونی سرگرمیوں میں گزاریں گے۔ اس سے کسی کا فائدہ نہیں

ہمارے ملک کا نقصان ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں آخر میں یہ عرض کروں گا کہ پچھلے دنوں ہمارے ملک میں خود کشی کا جو رجحان نظر آیا ہے ۔ گزشتہ دنوں انٹی کرپشن ڈیپارٹمنٹ کے ایک ایماندار ملازم نے خود کشی کی اور بعد میں معلوم یہ ہوا کہ وہ حالات کے ہاتھوں تنگ آ کر ـــــ

مخدوم خسرو بختیار ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ Just to keep record of the House straight میں معزز رکن کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ ہیلتھ کلبوں پر ٹیکس نہیں ہے' لگژری کلبوں پر ٹیکس لگایا گیا ہے۔ اگر یہ حقائق کو درست کر لیں تو مناسب رہے گا۔

جناب معظم جہاں زیب احمد خان وٹو ، جناب والا! اسے لگژری کلب کا نام دیا گیا ہے لیکن اس میں تمام کلب آتے ہیں۔ جن میں ہیلتھ کلب بھی شامل ہیں۔

وزیر خزانہ، پوائنٹ آف آرڈر۔جناب والا! بجٹ کا میں نے اعلان کیا ہے ہیلتھ ٹیکس کا ان کو پتا ہے۔ یہ ٹیکس صرف لگژری کلب پر ہے۔ ہیلتھ کلبوں پر یہ ٹیکس عائد نہیں کیا گیا۔ لگژری کلب مثلاً پنجاب کلب' جم خانہ کلب' اس لیول کے جو کلب ہیں ان پر ٹیکس لگایا گیا ہے۔ یہ بضد ہیں کہ ہیلتھ کلب پر ٹیکس لگایا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ اب wind up کر لیں۔

جناب معظم جہاں زیب احمد خان وٹو ، جناب والا! میں wind up کر رہا ہوں اور آخر میں یہی عرض کروں گا کہ مہنگائی اور بے روزگاری اپنے عروج پر پہنچ چکی ہے اور لوگوں کا جینا مشکل ہو رہا ہے۔ وہ لوگ جو خود کشی کر رہے ہیں ان کا خون وزیر خزانہ اور وزیر اعلیٰ پنجاب کے سر پر ہے کہ آئے دن اخبارات ان واقعات سے بھرے پڑے ہوتے ہیں ۔ لوگ حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر بے روزگاری اور مہنگائی کے ہاتھوں تنگ آ کر خود کشی کر رہے ہیں۔ جناب والا! حکومت کو ایسے اقدامات کرنے چاہئیں کہ حالات بہتری کی طرف جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔مسٹر امتیاز علی لالیکا۔

جناب امتیاز علی لالیکا،بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں وزیر خزانہ کو متوازن بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔اس میں غیر ترقیاتی اخراجات میں کمی اور ترقیاتی کاموں کے لیے وسائل مہیا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔جناب سپیکر! صوبہ میں تعلیم کی ترقی کے لیے 30 ارب روپے مختص کیے گئے ہیں جس سے فروغ تعلیم میں مدد ملے گی جس کی ملک کو شدید ضرورت

ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کی ترقی کا راز صرف اور صرف تعلیم میں ہے۔ اس رقم میں سے میرے حلقہ انتخاب کی ٹاؤن کمیٹی فقیر والی کے لیے' انٹر کالج اور میرے حلقہ کی میونسپل کمیٹی ہارون آباد کے بوائز ڈگری کالج اور گرلز ڈگری کالج کے لیے ایم اے کلاسسز کا اجراء کیا جائے تو پسماندہ علاقے کے لوگ دعائیں دیں گے۔ صحت کے شعبے میں تقریباً ڈیڑھ ارب روپے مختص کیے گئے ہیں جن کی مدد سے ہسپتالوں کی توسیع وغیرہ کی جائے گی۔ توسیع کی لسٹ میں چشتیاں' بہاولنگر' ہارون آباد جیسے دور افتادہ شہروں کا نام پڑھ کر وزیر خزانہ کا خاص طور پر شکر گزار ہوں کہ ان پسماندہ شہروں کو بھی یاد رکھا گیا ہے۔ سرکاری ہسپتالوں کے ادویات کے لیے فنڈز ناکافی ہوں گے لیکن دیہی علاقوں میں ڈاکٹروں اور طبی عملے کو کنٹریکٹ پر بھرتی کرنا ایک اچھا اقدام ہے۔ اس کی وجہ سے کم ازکم ڈاکٹروں کی حاضری یقینی ہو جائے گی اور عوام کو کوالیفائیڈ ڈاکٹر کی طرف سے دوائی تجویز کی جا سکے گی۔ جناب والا! طبی عملہ کی کنٹریکٹ پر بھرتی پالیسی کو آگے بڑھاتے ہوئے ضرورت اس بات کی ہے کہ محکمہ تعلیم میں بھی اساتذہ اور معلمات کنٹریکٹ پر بھرتی کیے جائیں' خاص طور پر دیہاتی علاقوں میں۔ تاکہ بھرتی ہونے کے بعد اساتذہ تبادلہ کروا کر سکول کو خالی چھوڑ کر شہروں یا شہر کے نزدیک نہ چلے جائیں اور جو سکول آج خالی پڑے ہیں بعد میں بھی خالی پڑے نہ رہ جائیں۔

جناب والا! حکومت کی طرف سے زراعت کی اہمیت کا احساس بہت ہی خوش آئند ہے اور عین حقیقت پسندی ہے۔ ملکی ترقی کا راز زراعت میں اور زراعت کی ترقی کا راز زراعت پیشہ کی مالی حالت سدھارنے میں ہے۔ کاشت کاروں کو چالیس ارب روپے کے زرعی قرضہ جات دینے کا فیصلہ اور ٹریکٹر کی قیمت میں دو لاکھ روپے کمی کرنے اور دیگر زرعی مشینری اور آلات پر ڈیوٹی اور سیلز ٹیکس ختم کرنے کے فیصلے سے زراعت ترقی کرے گی اور پیداوار میں اضافہ ہوگا۔ لیکن جناب والا! حکومت کو ٹریکٹر کے کوالٹی کنٹرول پر خصوصی توجہ دینی پڑے گی۔ کہیں ایسا نہ ہو ٹریکٹر ساز ادارے ٹریکٹر کو گھٹیا ٹائر اور گھٹیا سپیئر پارٹس لگا کر حکومت کے کیے کرائے کو خاک میں ملا دیں۔

جناب والا! پنجاب کے زیر زمین کڑوے پانی والے علاقہ جات جو سیم و تھور سے شدید متاثرہ ہیں اور جو کبھی ہر قسم کی فصلات کے لیے سب سے موزوں علاقے ہوا کرتے تھے۔ اب ان کی پیداواری صلاحیت اوسطاً پچاس فی صد رہ گئی ہے۔ ان علاقوں کے زمین دار شدید مالی مشکلات کا شکار ہیں۔ ہنگامی بنیادوں پر سیم و تھور کے علاج کے ساتھ ساتھ ان علاقوں کے زمینداروں کے زرعی قرضہ جات اگر write off کر دیے جائیں تو یہ لوگ مزید کچھ عرصہ تھور زدہ زمین کاشت کرتے رہیں گے۔

اور ملک کو اجناس ملتی رہیں گی اور یہ کوئی اتنی بڑی رقم نہ ہوگی۔ ان علاقوں کے زمینداروں کی misery share کرنے سے اللہ پاک راضی ہوں گے۔ زراعت میں سب سے بڑا خرچہ ڈیزل اور pesticides کا ہے۔ حکومت کی بھر پور کوشش ہونی چاہیے کہ کسی بھی قیمت پر ڈیزل کی قیمت کو بڑھنے سے روکا جائے۔ اور pesticides کی قیمت کو کنٹرول کرنے کے ساتھ ساتھ جعلی pesticides بیچنے والوں کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

جناب والا! کپاس اگانے والے علاقوں میں امریکن سنڈی بہت بڑا menace بن کر ظاہر ہوئی ہے۔ اس سنڈی نے پچھلے سال بھی کپاس کو بہت نقصان پہنچایا اور زمین دار کو فصل پر بارہ تیرہ سپرے کرنے پڑے۔ جس کی وجہ سے زمین دار کو اپنا کیا ہوا خرچہ بھی واپس نہیں ملا۔ اس سال ابھی سے یہ سنڈی چھوٹی چھوٹی کپاس کے پتے کھا رہی ہے۔ اگست ستمبر میں فصل کی جو حالت ہوگی وہ صاف نظر آ رہی ہے حکومت کو چاہیے کہ اس سنڈی کو تلف کرنے کے لیے باہر سے کوئی ماہر منگوائے اوراس کی سفارشات کی روشنی میں زمین داروں کو بذریعہ media اور محکمہ زراعت educate کرے۔ ہو سکے تو کم از کم دو اضافی سپرے کا خرچہ بھی زمین دار کو حکومت دے تاکہ دو مرتبہ تیسرے دن سپرے repeat ہو جائے تو شاید اس سنڈی سے جان چھوٹ جائے۔ سنڈی اور دیگر calamities کا ستایا ہوا زمین دار ہندوستانی زمین داروں کی طرح خود کشی کرنے کا نہ سوچے۔ ملاحظہ کیجیے 22 جون کا رسالہ "ٹائم" صفحہ نمبر 30۔

جناب والا! حکومت نے گندم کی قیمت -/240 روپے مقرر کی جس کے نتیجے میں 25 لاکھ ٹن کا محکمہ خوراک کا ہدف آسانی سے پورا ہوگیا۔ آئندہ سال بھی یہ گندم کی قیمت -/300 روپے کر دیں' ان شاء اللہ العزیز کچھ نہ کچھ گندم ایکسپورٹ کرنے کے لیے بچ رہے گی آزمائش شرط ہے۔

جناب والا! امن و امان کی صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے پانچ ہزار سپاہی بھرتی کیے جا رہے ہیں جو یقیناً جرائم روکنے میں مددگار ثابت ہوں گے لیکن میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ ہمارا پولیس کا نظام آزاد قوموں کی امنگوں کے مطابق نہ ہے۔ بلکہ انگریز کے بنائے ہوئے قوانین کی continuation ہے جو محکوم قوموں کو قابو رکھنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ جناب والا! ہمارے سپاہی کی زندگی انتہائی تلخ ہے' اس کی ترقی کے چانسز بالکل نہ ہیں جس کی وجہ سے مالی مشکلات کا شکار رہتا ہے۔ اور اب تو frustration ظاہر ہونے کے کیسز عام ہو رہے ہیں۔ میرے خیال میں میٹرک پاس لڑکوں کو نہیں بلکہ گریجویٹ لڑکوں کو بطور سپاہی بھرتی کیا جائے۔ جو اپنی کارکردگی کے بل بوتے پر ترقی کرتے

ہونے انسپکٹر، ڈی ایس پی اور ایس پی تک پہنچیں۔ اے ایس آئی اور انسپکٹر بھرتی کرنے بند کیے جائیں۔ یعنی برطانیہ کی طرح پولیس فورس میں انٹری صرف بطور سپاہی ہوسکے۔ جناب والا! اگلے سال کے ترقیاتی بجٹ کے لیے 17 ارب روپے رکھے گئے ہیں اور جاری ترقیاتی سکیموں کے ساتھ ساتھ نئے منصوبے شروع کرنے کا عزم بھی کیا گیا ہے۔

جناب والا! میرے خیال کے مطابق جب تک ایٹمی دھماکے کے نتیجے میں sanctions وغیرہ ہیں، اس وقت تک ترقیاتی منصوبوں سے مراد farm to market roads اور زیر زمین کڑوے پانی والے علاقہ جات میں واٹر سپلائی سکیم ہونی چاہیے۔ یہ نہری raw water پینے والے لوگ سارے شہروں کا سیوریج اور کارخانوں کا گندہ پانی پی پی کر جگر کی لا علاج بیماروں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ جناب والا! میرے حلقۂ انتخاب کی میونسپل کمیٹی ہارون آباد کی واٹر سپلائی سکیم تین سال سے جاری منصوبہ ہے۔ اور 70 فی صد اس کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ پچھلے سال بھی اس سکیم کے لیے کوئی پیسے نہیں رکھے گئے۔ اور مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس سال بھی اس سکیم کے لیے کوئی پیسے نہیں رکھے گئے۔ مہربانی کریں اور اس سکیم کو مکمل کروائیں تاکہ لوگ نہری raw water پینے سے بچ جائیں۔ جناب والا! دیہی ترقیاتی پروگرام فنڈ سے تحصیل ہارون آباد کے دیہات کے لیے زیادہ سے زیادہ واٹر سپلائی سکیم رکھی جائیں کہ بیسویں صدی کے آخر میں انسانوں اور حیوانوں کو ایک ہی واٹر ہول سے پانی پیتے دیکھنا کوئی اچھا نظارہ نہ ہے اور نہ ہی ملک کی ترقی کا کوئی اچھا impression پڑتا ہے۔ جناب والا! چھوٹی صنعتوں کی تیز رفتار ترقی کے لیے پیشہ ورانہ تربیتی اداروں کے قیام کا فیصلہ بہت اچھا ہے۔ اس پروگرام میں سے پنجاب کے دور دراز علاقوں جیسے ہارون آباد ضلع بہاول نگر جو ترقی یافتہ علاقوں سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں ان کو زیادہ سے زیادہ حصہ دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ لالیکا صاحب، آپ مہربانی کریں وائنڈ اپ کرلیں۔

جناب امتیاز علی لالیکا: شکریہ جناب والا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ مسٹر شاہد محمود بٹ صاحب۔

جناب شاہد محمود بٹ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے آج کی اس اہم بحث میں حصہ لینے کا موقع دیا۔ بجٹ کی بحث سے پہلے میں وزیر اعظم پاکستان کو ایٹمی دھماکا کرنے پر اور کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا اعلان کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اور اس

کے ساتھ یہ جو پنجاب کا 104 ارب روپے کا بجٹ پیش ہوا ہے اس کے اوپر بھی میں خاص طور پر وزیرخزانہ اور وزیر اعلیٰ پنجاب اور ان کے رفقائے کار جنھوں نے نہایت ہی ایمانداری اور محنت سے ایک متوازن بجٹ پیش کیا ہے کو مبارک باد دیتا ہوں۔ اس بجٹ میں میری نظر میں سب سے اہم خصوصیات یہ ہیں کہ حکومت نے اس مرتبہ تین سیکٹرز میں سب سے زیادہ بجٹ allocate کیا ہے۔ ایجوکیشن، ہیلتھ اور ایگریکلچر۔ جو تین بنیادی چیزیں ہیں اس پر بجٹ کی نمائیاں خصوصیات یہی ہیں کہ ان کے اوپر سابقہ سالوں کے نسبت زیادہ بجٹ رکھا گیا ہے۔ تعلیم ایک ایسا شعبہ ہے جب تک قوم educated نہ ہوگی وہ کسی بھی فیلڈ میں ترقی نہیں کرسکتی اور اسی لیے میں وزیر اعلیٰ پنجاب کو خصوصی طور پر مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے سابقہ بجٹ کی نسبت تقریباً پانچ ارب روپیہ زیادہ رکھا ہے اور 30 ارب روپے محکمہ تعلیم کے لیے رکھے ہیں۔ اور وزیر اعلیٰ صاحب کی تعلیم کے ساتھ یہ ایک خاص لگن ہے کہ انھوں نے آرمی کے تعاون سے ghost Schools کا پتا چلایا۔ ٹیچرز کی حاضری کو یقینی بنایا۔ ایجوکیشن ٹاسک فورس سے انھوں نے بروقت اربوں روپے کی بچت کروا دی۔ اس طرح نئے سکول کھولنے کے لیے فنڈز رکھے۔ بوٹی مافیا ہمارے تعلیمی ماحول پر کینسر زدہ ایک زہر بنا ہوا تھا۔ اس کو انھوں نے بڑے اچھے طریقے سے کنٹرول کیا۔ اور اس میں ہر community کو involve کیا۔ بیوروکریسی اور انتظامیہ کو involve کیا تاکہ ہم اپنے education system کو صحیح طریقے سے adopt کرسکیں۔ ہیلتھ کے شعبے میں اس دفعہ تقریباً ایک ارب روپیہ زیادہ، یعنی پچھلے سال اگر پانچ ارب کچھ کروڑ روپیہ تھا اس دفعہ سات ارب روپے کا بجٹ پیش کیا۔ تاکہ عام آدمی کو صحت کی بنیادی سہولت سستی ملے۔ اس میں میری کچھ تجاویز ہیں۔ محکمہ صحت کے بارے میں یہ کہوں گا کہ ہمارے دیہاتی علاقوں میں ڈاکٹرز کو contract basis پر رکھا گیا ہے۔ وہ اس میں اب اتنی دلچسپی نہیں لے رہے۔ Basic Health Units میں سے ڈاکٹر پھر چھوڑ چھوڑ کر جا رہے ہیں۔

میری ایک تجویز ہے کہ دور دراز علاقوں میں بنائے گئے بنیادی مراکز صحت ہماری حکومت پر ایک بوجھ ہیں۔ اگر ہم ان کو مرکز کی سطح پر رورل ہیلتھ سنٹر میں تبدیل کر دیں اور ان کو پرائیویٹ سیکٹر میں دے دیں، تو اس میں بھی حکومت کی کافی بچت ہوسکتی ہے۔ اس طرح تحصیل اور ضلع کی سطح پر مریضوں کا پریشر بھی کم ہو سکتا ہے۔ وہیں پر میڈیکو لیگل کیس کیے جائیں اور مرکز کی سطح پر رورل ہیلتھ سنٹر میں اس کا بجٹ دے دیا جائے۔ کیوں کہ عام آدمی گاؤں سے دور بنے ہوئے بنیادی مرکز صحت میں دوائی لینے نہیں جاتا۔ ہم جانتے ہیں کہ تحصیل اور ضلع کی سطح پر، جہاں پورے پنجاب

سے لوگوں نے آنا ہوتا ہے' وہاں ہسپتالوں میں ماڈرن مشینوں کو صحیح طریقے سے چلانے کے لیے فنڈز رکھے جائیں۔

جناب سپیکر! پولیس میں بھی تقریباً 45 کروڑ روپے زیادہ رکھے گئے ہیں۔ میں یہ کہوں گا کہ پولیس کی نفری بڑھانے سے امن و امان کی صورت حال کنٹرول نہیں ہوتی۔ جب تک ہم یہ نہ سمجھ لیں کہ قانون سے بالاتر کوئی شخص نہیں۔ اصل چیز قوم کو educate کرنا ہے کہ قانون سب کے لیے برابر ہے۔ یہ چیز ایک آدمی بتا دے یا 50 سپاہی بتا دیں۔ میرے خیال میں جب تک قوم کو یہ چیز educate نہیں کی جائے گی کہ قانون سب کے لیے برابر ہے' اتنی دیر تک یہ پولیس والے کسی طریقے سے بھی کنٹرول نہیں کر سکتے۔ آپ پولیس کی تعداد اس سے زیادہ بھی بڑھا لیں' میرے خیال میں ان کے لیے کنٹرول کرنا بہت مشکل ہے۔ ان کے اپنے بے شمار مسائل ہیں۔ وہ اپنی تنخواہ کا مسئلہ بتائیں گے۔ وہ modern equipments کا مسئلہ بتائیں گے کہ ہمارے پاس ماڈرن ہتھیار نہیں ہیں۔ میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے کس سے مقابلہ کرنا ہے؟ کیا ہم نے انڈیا سے مقابلہ کرنا ہے؟ پاکستان میں مسلمان رہتے ہیں۔ یہ مجھے کسی تھانے' کسی ضلع یا کسی جیل میں کوئی مثال دے دیں کہ کسی ایک بدمعاش کو کسی نے شریف بنا کر معاشرے میں واپس بھیجا ہو۔ ہم لوگوں نے خود اس کو بدمعاش بنایا' محکمہ پولیس نے بنایا' سابقہ حکومتوں والے سیاست دان ان کی سرپرستی کر کے ان کو بدمعاش بناتے رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تھوڑی سی روایت تبدیل کریں۔ لوگوں کو educate کریں۔ پولیس کو بھی ایسی تربیت دیں کہ وہ صحیح طریقے سے لوگوں کو ٹھیک کریں۔

جناب سپیکر! ایگریکلچر سیکٹر پر ہمارے ملک کی معیشت کا انحصار ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب اور وزیر خزانہ صاحب تعریف کے بہت ہی مستحق ہیں کہ انھوں نے ایگریکلچر سیکٹر میں سب سے زیادہ بجٹ رکھا ہے۔ پورے پاکستان میں یہ پہلی مثال ہے کہ agriculture equipments پر سیلز ٹیکس ختم کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح انھوں نے ایگریکلچر سیکٹر سے متعلقہ تمام چیزوں پر ٹیکس معاف کر دیا ہے اور ٹریکٹروں کی قیمت پہلی دفعہ لاکھوں روپے کم کی گئی ہے۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ میاں شہباز شریف ایک صنعت کار ہے۔ میں کہتا ہوں' انھوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ He is also an Agriculturist. وزیر اعلیٰ صاحب نے ایگریکلچر سیکٹر میں سب سے زیادہ پیسہ رکھا ہے۔ میرے پاس ایگریکلچر سیکٹر کے لیے بہت زیادہ تجاویز ہیں۔ اگر ہم ان پر عمل کریں تو پاکستان کی معیشت کو بہت اوپر لے جا سکتے ہیں۔ جب تک ہم اپنے علاقے میں cropping zones نہیں بناتے' جب تک ہم

aerial spray نہیں کرتے، جب تک ہم اپنا اریگیشن سسٹم ٹھیک نہیں کرتے، جب تک ہم ایگریکلچر کے بارے میں کوئی ٹھوس پالیسی نہیں بناتے، اس وقت تک ہم زراعت میں ترقی نہیں کر سکتے۔ جب تک ہم قرضے کے نظام کو آسان نہ کر سکیں، اس وقت تک ایگریکلچر میں قرضہ دینے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اب چھوٹی سی مثال لے لیں۔ ہم نے پچھلے سال انڈیا سے آلو درآمد کیا۔ ہمارے ہر کاشت کار نے آلو لگانا شروع کر دیا۔ اس ملک کی بدقسمتی کہہ لیجیے کہ جب آلو کی پیداوار بڑھ گئی، تو کسی نے یہ نہیں سوچا کہ زمین دار نے محنت کر کے آلو کی پیداوار بڑھا لی ہے، تو اس کی کوئی ایکسپورٹ پالیسی بنا لیں تاکہ یہی آلو ہم باہر بھیج سکیں۔ گندم کی پیداوار بڑھانے کے لیے ون ونڈو آپریشن شروع کیا گیا۔ سب کہتے ہیں کہ ہم نے ایگریکلچر میں ون ونڈو دیا، ہم نے پیسے دیے، جس سے گندم کی پیداوار بڑھ گئی۔ وہ اس لیے نظر آ رہی ہے کہ ہم نے 30/40 ارب روپے کی بچت کر لی ہے۔لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ جب آپ کی شوگر کین کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے، جب آپ کی مکئی کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے،ان اجناس میں آپ کے پاس اتنی زیادہ پیداوار ہے، اس کا آپ نے کوئی متبادل نہیں سوچا کہ یہ ہماری کھپت سے زیادہ ہے۔ ہم اس کو برآمد کریں تاکہ ہمارے ملک میں عام آدمی کی معاشی حالت بہتر ہو سکے۔ سویا بین کی مثال لے لیں۔ سن فلاور کی مثال لے لیں۔ یہ پالیسیاں ہمیں سابقہ حکومتوں سے ورثے میں ملی ہیں، بلکہ شاید یہ ان پالیسیوں کو ابھی چلا رہے ہیں، اس کو صحیح کریں۔فیکٹریوں والوں نے سن فلاور پچھلے سال حکومت کی قیمت سے فی من 100 روپے کم زمین دار سے خریدی۔ اس لیے کہ سن فلاور کی پیداوار زیادہ تھی۔ اس دفعہ لوگوں نے سن فلاور لگانا چھوڑ دیا ہے۔ وہی فیکٹریوں والے حکومت کے ریٹ سے 200 روپے فی من زیادہ پر خرید رہے ہیں۔ اس اجارہ داری کو ختم کریں اور ایسا سسٹم بنائیں تاکہ زمین دار کو اس کی زیادہ پیداوار کا بدل بھی زیادہ ملے۔ اسی طرح کاٹن انڈسٹری کو فیل کرنے کی سب سے بڑی وجہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب لوگوں نے pesticides کے اوپر دھبہ لگا دیا کہ pesticides غلط ملتی ہیں، اس لیے کاٹن انڈسٹری تباہ ہو رہی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جب گندم کی فصل زیادہ ہوئی ہے، کیا اس پر weedicides استعمال نہیں ہوئیں۔ آلو کی فصل زیادہ ہوئی ہے، کیا اس پر insecticides استعمال نہیں ہوئیں۔ جناب سپیکر! ایگریکلچر سیکٹر میں لگائے گئے non-technical آدمیوں کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے۔ میں اپنی مثال دیتا ہوں کہ I did my M Sc. (Hons) in Agriculture. مجھے آج تک کسی نے یہ نہیں پوچھا کہ بٹ صاحب! آئیں، ایگریکلچر سیکٹر میں آپ سے بھی کوئی مشورہ لیتے ہیں۔ ایک

non-technical آدمی ٹاسک فورس کے چیئرمین بنے ہوئے ہیں۔ انھوں نے پوری صنعت ہلا کر رکھ دی ہے۔ basic seed غلط جا رہا ہے۔ زمین دار کو صحیح طریقے سے کھاد نہیں مل رہی۔ آپ یقین جانیں' میرے پاس comparison ہے' میں کہتا ہوں اگر اس ملک میں generic companies نہ ہوں' تو ملٹی نیشنل کمپنیاں زمین دار کی کھال ادھیڑ کر لے جائیں۔ میتھامیڈافاس 150 روپے فی لیٹر دوائی ملتی ہے اور یہ ملٹی نیشنل کمپنیاں 400 روپے کی بیچتی ہے۔ آپ ان کو encourage کریں اور ان کو cropping zones بنا کر دیں۔ ان سے aerial spray کروائیں' ان سے کنٹریکٹ لیں کہ آپ ہماری فصلوں کی پیداوار کو بڑھائیں۔

وزیر اعلیٰ صاحب نے اس بجٹ میں لوکل گورنمنٹ میں 2 ارب روپے رکھے ہیں۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے یہ کہوں گا کہ اس کی برابر تقسیم ہونی چاہیے۔ ہر ایم پی اے' خواہ وہ اپوزیشن کا ہے خواہ گورنمنٹ کا سب کو برابر حصہ ملنا چاہیے۔ میں تنقید نہیں کرنا چاہتا کہ میں نظر انداز ہو گیا ہوں یا دوسرے کو زیادہ مل گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ 2 ارب روپے میں سے 50/50 لاکھ یا جتنا بھی ہمارے اوپر آتا ہے دیا جائے۔ ہر علاقے کی ترجیحات اس علاقے کا ایم پی اے سمجھتا ہے۔ سکول' کالج 'سڑکیں' روڈ' پینے کا پانی وغیرہ کے بارے میں وہ بہتر سمجھتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی برابر تقسیم کر دی جائے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں آپ سے دو تین منٹ یہ لوں گا کہ اگر ہم general count کریں تو انھوں نے بہت اچھا بجٹ پیش کیا ہے۔ کسی کے اوپر بوجھ نہیں پڑا' لیکن جب اس بجٹ کو اپنے حساب سے دیکھا جائے' تو میں یہ کہوں گا کہ میرا ایک رورل حلقے سے تعلق ہے۔ میرا حلقہ پی پی 108 ہے۔ میں نے پچھلے سال بجٹ تقریر میں بھی بہت زیادہ شور ڈالا تھا کہ میرے حلقے میں سڑکیں نہیں ہیں۔ میں نے وزیر خزانہ صاحب سے پچھلی دفعہ بھی commitment لی تھی کہ میرے پورے حلقے پی پی 108 میں ایک بھی ہائر سیکنڈری ہائی سکول نہیں۔ میں نے پچھلی دفعہ بھی گزارش کی تھی کہ میرے گاؤں وڈالہ سندھواں میں ایک گورنمنٹ بوائز ہائر سیکنڈری سکول بنا دیا جائے تاکہ پورے حلقے 108 میں ایک تو ہو جائے۔ اسی طرح میں نے سڑکوں کا کہا تھا کہ بی آر بی نہر سیان پل سے چیلکے کی طرف سڑک جاتی ہے۔ یہ 5 کلومیٹر کی سڑک ہے۔ میں نے پچھلی دفعہ بھی کہا تھا اور میں آج پھر repeat کرتا ہوں کہ اس 5 کلومیٹر کی سڑک سے میرے 20/20 دیہات کے کسانوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ وہ اس سڑک کے ذریعے مارکیٹ تک اپنی چیزیں لے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح میں

آخر میں ایک چیز کہوں گا کہ ہم نے فلڈز کے لیے بہت کم پیسے رکھے ہیں۔ ہر دفعہ فلڈ کے اوپر بحث ہوتی ہے۔ اس دفعہ پھر فلڈ نے آنا ہے۔ میں نے پچھلی دفعہ بھی کہا تھا کہ میرے حلقے میں سب سے زیادہ فلڈ آتا ہے۔ ڈرینز کی صفائی کرنے کے لیے خواہ بھل سسٹم کے تحت صفائی کریں، خواہ میچنگ گرانٹ دیں۔ میرے علاقے میں کورے کی نالہ بہتا ہے، مرہانہ ڈرین ہے، لوڑھکی ڈرین ہے، جو ہر سال چاول کی 5 لاکھ ایکڑ فصل تباہ کر دیتے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ 5 لاکھ ایکڑ کا کتنا زرمبادلہ بنتا ہے؟ 5 لاکھ ایکڑ فصل کو تباہ ہونے سے بچانے کے لیے میں یہ کہتا ہوں کہ نالوں کی صفائی بہت ضروری ہے۔ جناب سپیکر! اس کے ساتھ میں نے اپنے حلقے کی 3 ڈرین سکیمیں کہی تھیں۔ ایک لنگیانوالی نکھائی تھی، وہ نہیں آئی۔ ایک میانوالی بنگہ اور ایک منڈے کی گورایہ، یہ بڑے قصبے ہیں۔ میں وزیر خزانہ سے گزارش کروں گا کہ یہ اس اے ڈی پی میں شامل کریں۔ میں آخر میں وزیر اعلیٰ صاحب اور وزیر خزانہ صاحب کو بھی پھر مبارک باد پیش کروں گا کہ انھوں نے انتہائی محنت سے یہ بجٹ پیش کیا ہے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ، بٹ صاحب۔ مسٹر محمد اکرم صاحب۔

حاجی محمد اکرم: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں مشکور ہوں کہ آج آپ نے مجھے بجٹ پر اظہار خیال کا موقع دیا۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف صاحب اور جناب وزیر خزانہ ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ جنھوں نے ایسے حالات میں ایک متوازن بجٹ پیش کیا۔ گزشتہ مالی سال میں جس طرح سے واقعات رونما ہوئے۔ ان کا یہاں اظہار خیال کرنا بھی ضروری ہے کہ ملک کے ناکام سیاست دانوں نے جس طرح سازشوں کے ذریعے اس ملک کے امن کو تباہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل ہے کہ آج ملک کی باگ ڈور ایسے باہمت اور مضبوط ہاتھوں میں ہے۔ جن کی ثابت قدمی سے اللہ کے فضل و کرم سے ہماری قیادت سرخ رو ہوئی اور اس ملک میں صنعتی انقلاب برپا ہوا۔

جناب سپیکر! آج اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل ہے کہ ان حالات کے باوجود ملک کی ترقی کے لیے جناب وزیر اعظم پاکستان نے جو قومی ایجنڈا دیا اور اس ایجنڈے میں اس ملک کی زراعت کو جو اہمیت دی گئی ہے یہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس سے پہلے پاکستان کی تاریخ میں زراعت کی ترقی کے لیے اتنی کوشش کبھی نہیں کی گئی اور کبھی اتنی ٹھوس طریقے سے منصوبہ بندی نہیں کی گئی۔ جتنی

آج کی گئی ہے اور کاشت کاروں کی حوصلہ افزائی کے لیے وزیر اعظم پاکستان نے ٹریکٹر کی قیمت میں ایک لاکھ روپے کی کمی کر کے زمین داروں کے دل جیت لیے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ہماری صوبائی قیادت میاں شہباز شریف صاحب نے جس طرح سے مزید ایک لاکھ روپے کی ٹریکٹر میں سب سڈی دینے کا اعلان کیا ہے۔ اس سے کاشت کاروں میں ایک نیا ولولہ اور ایک نیا جذبہ پیدا ہوا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے زراعت میں جس طرح حکومت نے دلچسپی لی ہے۔ آئندہ مالی سال میں آپ دیکھیں گے کہ خدا کے فضل و کرم سے زراعت میں انقلاب پیدا ہوگا اور ہماری فصل پہلے سے کہیں زیادہ ہو گی اور ہمارا کاشت کار لگن سے اور محنت سے کوشش کرے گا کہ اس میں انقلابی تبدیلی پیدا ہو۔

جناب سپیکر! آج اللہ کے فضل و کرم سے پاکستان دنیا کے نقشے میں ساتویں بڑی طاقت بن کر ابھرا ہے۔ آج نہ صرف پاکستان اپنے دشمنوں کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کر سکتا ہے' بلکہ دشمن کی میلی آنکھ کو نکال دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے یہ سہرا ہمارے قائد میاں نواز شریف کے سر ہے۔ جن کی محنت اور ثابت قدمی سے اللہ تعالیٰ نے آج پاکستان کو یہ مقام دیا ہے۔ جناب سپیکر! ایسے حالات میں ملکی ترقی کے لیے ایک متوازن بجٹ پیش کرنا بہت کٹھن مرحلہ تھا۔ لیکن جیسا کہ آپ سب صاحبان جانتے ہیں' زراعت' تعلیم' صحت اور دیہی ترقی کے لیے ایک منصوبہ بندی کرنے کے لیے نمایاں رقم رکھی گئی ہے۔ یہ بھی قابل تحسین ہے۔ جہاں تک دیہی ترقی کا تعلق ہے۔ ہمارا جنوبی پنجاب کا حصہ جس میں بہاول پور ڈویژن کا بھی کافی حصہ ہے۔ یہ ایک پس ماندہ علاقہ ہے۔ میں عرض کرنا چاہوں گا کہ دو ارب روپے کی جو رقم رکھی گئی ہے۔ اس میں بہاول پور ڈویژن کے وہ علاقے جہاں ابھی تک زیر زمین پانی کڑوا ہے' وہاں پینے کے پانی کے لیے خاص منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ ہماری وہ سکیمیں جو پہلے سے جاری شدہ ہیں۔ بجٹ میں rehabilitation کی مد میں کوئی رقم نہیں رکھی گئی۔ میں چاہوں گا کہ پنجاب جنوبی حصے میں پبلک ہیلتھ کی جو سکیمیں چل رہی تھیں۔ وہ ناقص ہو چکی ہیں اور وہ قابل مرمت ہیں۔ اس کے لیے rehabilitation پروگرام میں رقم مختص فرمائی جائے تاکہ وہ علاقے جہاں آج پانی کڑوا ہے۔ وہ بھی دوبارہ میٹھے پانی سے استفادہ کر سکیں۔

جناب والا! تعلیم کے سیکٹر میں خاصی رقم رکھی گئی ہے۔ اس میں میں عرض کرنا چاہوں گا کہ خود انحصاری اور کفایت شعاری کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر ہم اپنی شرح خواندگی کو بڑھانا چاہتے ہیں تو اس میں میری ایک ناقص تجویز ہے کہ بجائے اس کے کہ دیہات میں پرائمری سکول کھولنے کے

لیے یا' وہاں عمارتوں کے لیے رقوم رکھی جائیں زیادہ بہتر ہوگا کہ ہمارے جو بچے اور بچیاں دیہات میں پڑھے ہوئے ہیں۔ انھیں ماہانہ ایک ہزار روپیہ وظیفہ دیا جائے اور ان کے اپنے گھروں میں ہی پانچ دس بچوں کو تعلیم دینا ان کے سپرد کیا جائے۔ ہمارے دور دراز کے علاقوں میں گو کہ سکول موجود ہیں۔ مگر آمدورفت کے وسائل نہ ہونے کی وجہ سے وہ سکول بے کار پڑے ہیں۔ وہ آباد نہیں ہیں۔ اگر مقامی طور پر بچے اور بچیوں کو تھوڑا سا ماہانہ وظیفہ مقرر کر کے ان کے ذمہ یہ لگا دیا جائے کہ وہ وہاں پانچ دس بچوں یا بچیوں کو تعلیم دیں تو تھوڑی رقم سے زیادہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر! کالاباغ ڈیم جو اس ملک میں ایک ریڑھ کی ہڈی یا معاشی اور صنعتی انقلاب کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اس کی جو بلاوجہ مخالفت ہو رہی ہے۔ اس سلسلے میں عرض کرنا چاہوں گا کہ کالاباغ ڈیم اس طرح ہی ضروری ہے جس طرح ایک جسم کے لیے روح کی ضرورت ہے۔ صرف پنجاب کے لیے ہی نہیں پورے پاکستان کے لیے اس کی ضرورت ہے۔ میں اس سلسلے میں عرض کرنا چاہوں گا کہ کالاباغ ڈیم کے لیے ہم سے جتنی بھی قربانی مانگی جائے تو ہم دینے کے لیے تیار ہیں۔ ہم اپنی قیادت کو یقین دلاتے ہیں کہ ان کے فیصلے کی ہم نوائی کے لیے ہم اپنے علاقوں میں' اپنے پورے پنجاب میں اور پورے ملک میں قریہ قریہ جا کر لوگوں کو اپنا ہم نوا کرنے کے لیے تیار ہیں۔

جناب سپیکر! یہاں عرض کرنا چاہوں گا کہ زراعت کے سلسلے میں میری ایک تجویز یہ ہے کہ فیلڈ میں جو بیل دار یا زراعت انسپکٹرز کی پوسٹیں ہیں۔ میرے خیال میں یہ اتنی بے کار ہو چکی ہیں۔ اب ان کا کام نہیں رہا۔ جس طرح دوسرے محکمے ختم کیے جا رہے ہیں۔ اس کے لیے زیادہ مناسب ہے کہ ایسے چھوٹے ملازمین کو کسی اور محکمے میں کھپا دیا جائے یا کسی اور جگہ ان کو نوکری دے دی جائے جہاں کام کی ضرورت ہو۔ مثال کے طور پر ہمارے کچھ سکول اپ گریڈ ہوتے ہیں یا نئے سکول کھولے جاتے ہیں۔ وہاں ضرورت ہوتی ہے۔ تو انھی اسامیوں کو وہاں منتقل کر کے ان کے روزگار کا بھی خیال رکھا جاسکتا ہے اور یہ جو بلاوجہ خزانے پر بوجھ ہے۔ اس کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ ایک ایک یونین کونسل میں یا مرکز کونسل میں جتنے بیل دار ہیں' ان کا سوائے اس کے اور کوئی کام نہیں ہوتا کہ وہ سال بھر میں ایک' دو یا چار جگہوں پر کچے بورڈ بنوا کر وہاں لکھوا دیتے ہیں کہ زیادہ گندم اگاؤ' کپاس کو سپرے کرو۔ اس کے علاوہ سال بھر کوئی کام نہیں ہوتا یا وہ افسروں کے گھروں میں کام کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسی فضول سیٹوں کی اب ضرورت نہیں رہی' ان کو ختم کر کے یہ پیسہ بھی بچایا جا سکتا ہے۔ میں آخر میں اس کے ساتھ پھر عرض کروں گا جیسا کہ میں نے پچھلے اجلاس میں

بھی عرض کیا تھا کہ میرے علاقے میں ڈاراں والا میں ایک سکول کی عمارت بن چکی ہے۔ وہاں ہائر سیکنڈری سکول موجود ہے' وہاں سٹاف کا اور ڈگری کلاسز کا اجراء کیا جائے جو علاقے کی اہم ضرورت ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مولوی سلطان عالم انصاری صاحب۔

مولوی محمد سلطان عالم انصاری، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بھی اس اہم موضوع پر بات کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ 99-1998ء کا بجٹ جن حالات میں ہماری پنجاب کی حکومت نے' وزیر خزانہ پنجاب نے میاں شہباز شریف صاحب کی قیادت میں بنایا ہے اور جس متوازن طریقے سے بنایا ہے۔ میں اس کے لیے حکومت پنجاب کو اور بالخصوص وزیر خزانہ کو اور بحیثیت لیڈر وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ یہاں تین چار دن بجٹ پر تقاریر ہوئیں' اپوزیشن نے اس موقع کا پورا پورا فائدہ اٹھایا اور تقریباً ہر مقرر نے بجٹ کے اوپر اپنا تنقیدی جائزہ پیش کیا۔ لیکن یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ انھوں نے بجٹ کے کسی بھی خاص موضوع پر کسی خاص بات کی نشان دہی نہیں کی جس سے یہ ثابت ہو کہ بجٹ میں کسی ترقیاتی پروگرام میں یا کسی اور مد میں کوئی خرابی ہو یا اس میں کوئی تبدیلی کی گنجائش موجود ہو۔ انھوں نے جتنی بھی تنقید کی' جتنی بھی بجٹ کے متعلق باتیں کیں ان کو اگر بنظر غور دیکھا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ عامیانہ سی تقریریں تھیں جن میں انھوں نے مخالفت برائے مخالفت کے طور پر یہاں ایوان میں کوئی نہ کوئی بات کرنی تھی۔ کوئی بنیادی بات جو اس بجٹ کے کسی خاص حصے کو متاثر کرتی ہو انھوں نے نہیں فرمائی۔ میں اس حوالے سے بھی حکومت کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے ایسا بجٹ بنایا ہے جس کے متعلق اپوزیشن کوئی خاص خرابی کی نشان دہی کرنے میں ناکام رہی ہے۔

میں یہ عرض کروں گا کہ یہ بجٹ جن حالات میں بنایا گیا اور جو جو اقدامات اس دور میں مسلم لیگ کی حکومت نے وفاقی سطح پر اور صوبائی سطح پر کیے ان حالات میں یہ بجٹ نہایت ہی متوازن اور مناسب ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ترقیاتی اخراجات اس وقت ہو سکتے ہیں جب فاضل رقم موجود ہو۔ آپ نے دیکھا کہ اس سال موٹر وے کا منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچا' مردم شماری ہوئی' بلدیاتی الیکشن ہوئے' اٹامک بلاسٹ ہوا۔ اس کے علاوہ بے شمار ایسے کام ہوئے جو کہ بنیادی کام تھے۔ جن سے پاکستان کے

وقار میں اضافہ ہوا۔ پاکستان میں یک جہتی کی فضا پیدا ہوئی۔ اس طرح سے ان کے جو consequences تھے، ان حالات کے اندر ایک متوازن بجٹ بنانا اور زیادہ مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن حکومت نے یہ بہت بڑا کارنامہ کیا ہے۔

میں آپ کو یہ عرض کروں گا کہ مردم شماری جو اس دور میں ہوئی۔ برسوں کے بعد ہوئی۔ تقریباً سترہ سال کے بعد مردم شماری ہوئی۔ سابقہ ادوار میں جتنے بھی بجٹ بنائے گئے انھوں نے اس بات کو پیش نظر نہیں رکھا کہ پاکستان میں مختلف حصوں میں آبادی کس حد تک بڑھ چکی ہے؟ کہاں کہاں شہری سہولیات کا فقدان ہے یا کمی واقع ہو چکی ہے؟ اور ان کا تناسب اس علاقے میں بڑھنے والی آبادی کے مطابق نہیں ہے۔ یہ پہلی بار ہے کہ مردم شماری اس حکومت نے کرائی اور اب جو ترقیاتی پروگرام بنائے گئے ہیں ان میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ میں اس سلسلے میں آپ کی خدمت میں چند figures پیش کروں گا کہ اس سال ترقیاتی اخراجات کی مد میں 13.33 فی صد اضافہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح نظام آب پاشی میں اور ایگریکلچرل سیکٹر میں تقریباً 47 فی صد کے اضافے کی خبر سنائی گئی ہے۔ اسی طرح سے اس بجٹ کے نتیجے میں تعلیم میں یہ کہا گیا ہے کہ 2002ء تک 70 فی صد بچے تعلیم یافتہ ہو جائیں گے۔ اسی طرح سے شہری سہولیات کی فراہمی کے لیے تقریباً 12 ارب 14 کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں اور یہ بھی پچھلے سالوں کے بجٹ کو سامنے رکھتے ہوئے ایک غیر معمولی رقم ہے۔

میں یہاں پر کچھ باتیں اور بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ گزشتہ کئی سالوں سے ایگزیکٹو کو جوڈیشری سے جو الگ کر دیا گیا ہے اس سے سول عدالتوں یا فوج داری عدالتوں میں مقدمات کی بھرمار ہو چکی ہے۔ ایک تو وہ اس تبدیلی کے نتیجے میں فوج داری کے مقدمات سننے پر مجبور ہیں اور دوسری طرف ان کے پاس پہلے ہی سول مقدمات بے شمار ہیں۔ کسی بھی سول کورٹ میں اس وقت سو سے کم ہر روز دیوانی کے مقدمات اور پچاس سے کم فوج داری کے مقدمات نہیں ہوتے۔ ان کے پاس ڈیڑھ سو مقدمات کو attend کرنے کے لیے صرف آٹھ گھنٹے کا وقت ہوتا ہے۔ پچھلے سال اور اس سال کے بجٹ کو سامنے رکھتے ہوئے یہ نظر آتا ہے کہ پچھلے سال بھی یہ باتیں کی گئی تھیں اور یہ کہا گیا تھا کہ براہ مہربانی اس بجٹ میں اضافہ کیجیے تاکہ مزید جج لگائے جا سکیں اور اس طرح لوگوں کو انصاف میسر ہو سکے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ اب ملک میں لاقانونیت اور دہشت گردی کے جو رجحانات بڑھتے چلے جا رہے ہیں وہ صرف اوپر کی سطح پر عدالتیں قائم کرنے سے ختم نہیں ہو سکتے۔ دہشت گردی کی

عدالتیں قائم کرنے سے ختم نہیں ہو سکتے۔ ایسے مقدمات جو ان عدالتوں کے دائرہ اختیار میں نہیں آتے، وہ عام عدالتیں سنتی ہیں اور ان عدالتوں کے اندر اتنے زیادہ مقدمات ہیں کہ وہ ان کو سن ہی نہیں سکتے اور پھر اس طرح برسوں تک فیصلہ ہی نہیں کر سکتے۔ میری گزارش ہے کہ اس بجٹ کو حتمی طور پر منظور کرنے سے پہلے اس میں ایک ایسی تبدیلی ضرور فرمائی جائے کہ اس میں زیادہ جج مقرر کرنے کے لیے کوئی مزید رقومات فراہم کی جائیں۔

اگلی بات میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پولیس کے لیے رقم میں مزید اضافہ کیا گیا ہے۔ مزید رقوم بے شک دی جائیں۔ ان کو مزید سہولیات ضرور دی جائیں۔ مزید آدمیوں کو بھرتی کیا جائے، لیکن براہ مہربانی اس بات پر بھی غور فرمایا جائے کہ کیا انھوں نے اپنا ایک تاریخی رویہ چھوڑ دیا ہے؟ پچھلے دنوں وہاڑی میں ایک واقعہ پیش آیا۔ ایک بنک میں ڈاکہ پڑا اور وہاں سے دو مسلح آدمی تقریباً ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ لوٹ کر لے گئے۔ بجائے اس کے کہ پولیس ان ڈاکوؤں کا تعاقب کرتی، ان کو پکڑنے کی کوشش کرتی اور انتظامیہ اس کے لیے کوئی خاص کارروائی کرتی، انھوں نے اس بنک کو ہی بند کر دیا اور یہ کہا کہ آپ کے بنک میں ڈاکہ کیوں پڑا ہے، لہٰذا آپ کے بنک کو بند کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے واقعات اگر پیش آئیں گے اور پولیس اور انتظامیہ اپنے فرائض سے غفلت برتے گی تو پھر عوام اپنی حفاظت کے لیے کیا راستہ اختیار کریں گے اور اس کے کیا نتائج ہوں گے؟ ہمیں اس بات پر خاص طور پر غور کرنا چاہیے اور پولیس اور انتظامیہ کو یہ ہدایت ہونی چاہیے کہ اپنے فرائض سے غفلت نہ برتیں اور یہ نہ کہیں کہ آپ کے گھر میں چوری کیوں ہوئی ہے، بلکہ اس چور کو پکڑنے کی کوشش کریں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب یہ بجٹ ان کو دیا جاتا ہے تو اس وقت یہ باتیں بھی ان کو سمجھانی ضروری ہیں۔

میں اس کے ساتھ ساتھ ملتان کے کچھ اپنے حلقے کے مسائل بھی آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بجٹ غور سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ملتان غالباً پاکستان کے نقشے پر ہمارے بجٹ بنانے والے صاحبان کو نظر ہی نہیں آیا۔ سیوریج کا نظام ملتان میں عرصۂ دراز سے سترہ سال قبل لگایا گیا اور اب وہ تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ پچھلے سال بھی یہ بات ایوان میں پیش کی گئی کہ کئی علاقے ایسے ہیں کہ جہاں پر تین تین چار چار سال سے گندا پانی گلیوں میں نہروں کی صورت میں بہہ رہا ہے اور جنازے مکانوں کی چھتوں پر سے اٹھائے جاتے ہیں۔ لوگ وہاں اپنے گھروں سے باہر نہیں نکل سکتے۔ مسجدوں میں روزانہ سیوریج کا گندا پانی داخل ہوتا ہے اور وہاں نماز ادا نہیں ہوسکتی۔ لوگ

مسجدوں کو نہیں جا سکتے۔ بچے تعلیم کے لیے گھر سے باہر نہیں جا سکتے۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ گزشتہ دنوں ہمارے وزیر صاحب وہاں تشریف لے گئے، کمشنر صاحب وہاں تشریف لے گئے، سارے پنجاب کے اچھے اچھے اہل کار وہاں تشریف لے گئے اور یہ مظاہرہ کیا گیا کہ لوگ اپنے گھروں سے باہر نکلنے کے لیے اپنے ساتھ ایک پانی کا لوٹا بھر کر لائے۔ ننگے پاؤں پانی میں سے آئے اور جب صاف جگہ پر آئے تو اپنی ٹانگیں اور اپنے کپڑے دھوئے پھر وہاں جا کر جوتے پہنے۔ یہ واقعات ہمارے شہر میں روزانہ پیش آتے ہیں۔ لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ سیوریج کے لیے بے شمار جگہوں کو تو شمار کیا گیا ہے لیکن ملتان کے لیے ایک پیسہ بھی نہیں رکھا گیا اور جو پیسہ رکھا گیا ہے وہ ان چیزوں پر رکھا گیا ہے جس کو ملتان کے عوام کہتے ہیں کہ ہمیں جب شہری سہولیات ہی میسر نہیں ہیں تو ہم نے ان سڑکوں کو کیا کرنا ہے۔ تین سڑکیں جو بائی پاس ہیں ان کے لیے رقم رکھی گئی ہے لیکن شہری سہولیات کے لیے، سیوریج کے پانی کے لیے، پینے کے پانی کے لیے، سٹریٹس کے لیے، لائٹس کے لیے کوئی رقم مختص نہیں کی گئی اور نہ کوئی سکیم رکھی گئی ہے۔ حالانکہ وہ سکیمیں بار بار بنا بنا کر حکومت پنجاب اور ان کے متعلقہ محکموں کو بھیجی گئی ہیں۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تین چار دن سے جو یہاں بحث ہو رہی ہے اس کے نتیجے میں ہماری وزارت خزانہ ضرور ان باتوں کو پیش نظر رکھے گی اور ہماری باتیں صرف یہی نہیں ہوں گی کہ ہم نے تقریر کر دی اور وہ ختم ہو گئی اور وہ صرف تقریر کی حد تک رہ جائیں گی، بلکہ ان پر اس طرح عمل درآمد ہوگا کہ ہم سب دوستوں نے یہاں جو یہ ایم پی اے صاحبان موجود ہیں اور جنھوں نے تقاریر فرمائی ہیں ان کے پوائنٹس کو جو کہ relevant ہیں، جو کہ بہت ضروری ہیں ان کو consider کرتے ہوئے ایک revised budget ایوان میں پیش کیا جائے گا اور ان تجاویز کو جو بار بار ہم نے پیش کی ہیں consider فرماتے ہوئے یہاں بجٹ کے اندر تبدیلی لائی جائے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے جو باتیں کی ہیں وہ صرف تقریر کرنے کے لیے نہیں کہیں، بلکہ یہ بات عوام اور بالخصوص وزارت خزانہ کو جتائی تھی کہ وہ اپنے بجٹ میں ان تجاویز پر غور کر کے تبدیلی لے کر آئیں۔

آخر میں، میں آپ سے عرض کروں گا کہ ہم نے اسی بات کے خطرے کے پیش نظر کہ ہمیں یہاں سے ملتان شہر کے لیے کوئی رقم نہیں مل پا رہی۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کے حکم کے تحت اور محکمے کے حکم کے تحت ہم نے ملتان میں کوشش کی کہ ایسی پراپرٹیز کی نشاندہی کی جائے جو ناجائز قبضے میں ہیں، جس سے حکومت کو ایک پیسہ بھی وصول نہیں ہو رہا۔ چنانچہ بہت کوشش کے بعد ہم

نے تقریباً ایک ارب ' سولہ لاکھ روپے کی پراپرٹی کی نشاندہی کی ہے۔ جس طرح کہ لاہور میں پراپرٹیز بیچی گئی ہیں ہمیں بھی ناجائز قابضین کی وہ پراپرٹیز پرائیویٹ پی ٹی کے ذریعے فروخت کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ اگر وزارت خزانہ والے ہمیں رقم نہیں دے سکتے تو ہمیں وہ رقم ملتان میں خرچ کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ ملتان کے ترقیاتی کام کرنے میں کچھ بہتری پیش آسکے۔ میں امید رکھوں گا کہ وزیر خزانہ جو اس وقت اتفاق سے یہاں موجود نہیں ہیں وہ اس بات پر غور فرمائیں گے اور نزول لینڈ ' میونسپل لینڈ اور دوسری ایسی جگہیں جو عرصہ دراز تقریباً بیس ' بیس سال سے ناجائز قبضے میں تھیں ان کی ہم نے نشاندہی کی ہے اور اس کے متعلق بات چیت کی ہے اور ہمارے ملتان کی انتظامیہ نے transparent طریقے سے بات چیت کی ہے اور اس کے ذریعے سے ہمیں تقریباً ایک ارب اور بیس کروڑ روپے کی آمدنی کی توقع ہے۔ میں امید رکھوں گا کہ اس کو ملتان کے ترقیاتی کاموں پر خرچ کرنے کے لیے یہ ایوان اجازت دے گا اور حکومت اس کی اجازت دے گی۔ اس کے ساتھ ہی میں ایک بار پھر آپ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے یہاں اپنے خیالات پیش کرنے کی اجازت دی۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ مسٹر اختر محمود ایڈووکیٹ۔

جناب اختر محمود ایڈووکیٹ: شکریہ جناب سپیکر۔ جناب والا! میں آپ کا بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ کے حوالے سے اظہار خیال کا موقع فراہم کیا۔

جناب والا! بجٹ ایک اہم قومی دستاویز ہوتی ہے اور جس طرح کہ یہاں پر اپوزیشن کے کچھ دوستوں نے اسے محض الفاظ کا گورکھ دھندا یا الفاظ کی جادوگری قرار دینے کی کوشش کی یقیناً یہ اس طرح سے نہیں ہے۔ اگر ہم اس بجٹ کا بہ بنظر غائر جائزہ لیں تو ہمیں یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ بہت مشکل حالات میں ' محدود وسائل اور ان گنت مسائل کے درمیان ایک صحت مند توازن قائم کرنے کی شعوری کوشش جناب قائد پنجاب جناب میاں شہباز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب ' محترم سردار ذوالفقار علی کھوسہ اور ان کی ٹیم نے کی ہے۔ جس محنت سے جس لگن سے ' جس جذبے سے یہ شعوری کوشش کی گئی ہے یقیناً اس پر وہ ہم سب کی مبارکباد کے مستحق ہیں اور جب میں یہ کہہ رہا ہوں تو یہ محض رسمی الفاظ نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے اس بات کو محسوس کرتے ہوئے کہ آج پاکستان جن مخصوص حالات سے گزر رہا ہے اور اس میں ماضی کی حکومتوں نے لوٹ کھسوٹ کا جو بازار گرم کیا' جس

طرح قومی خزانے کو اپنی ذاتی عیاشیوں پر اپنی انا کی تسکین پر اور اپنی ذات کے حوالے سے خرچ کیا وہ شرم ناک داستان اس ایوان میں صد بار دہرائی جا چکی ہے ایک کھوکھلی معیشت ' ایک خالی خزانہ جو اس حکومت کو ورثے میں ملا انھوں نے اپنی شبانہ روز محنت سے ہر شعبہ زندگی میں انقلاب آفرین تبدیلیاں کرنے کی کوشش کی چنانچہ اس بجٹ میں جیسا کہ سردار ذوالفقار علی کھوسہ صاحب نے خود فرمایا کہ یہ محض ایک لائحہ عمل ہی نہیں' بلکہ ایک عہد بھی ہے اس قوم کے ساتھ اس صوبے کے عوام کے ساتھ اور یقیناً عہد کو نبھانا غیرت مند لوگوں کا کام ہے۔ یہ وہی لوگ کرتے ہیں جنھوں نے انسانی عزت' غیرت ' وقار اور انسان کی عظمت کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے جن شعبہ ہائے زندگی میں انقلاب آفرین تبدیلیاں کرنے کی کوشش کی اورمسلسل کوشش کر رہے ہیں یہ ان کی جد و جہد کا نتیجہ ہے کہ آج صوبے کے عوام میں ایک نیا جذبہ پایا جاتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یقیناً زراعت جس پر ہماری معیشت' پنجاب کی معیشت کا انحصار ہے اس میں کاشتکار کو incentive دینا زراعت کے شعبے کو اس کا due استحقاق دینا یہ ہمارا قومی فریضہ بھی ہے' ہماری ذمہ داری بھی ہے اور یقینی طور پر وزیر خزانہ اپنی budget proposals میں اس سے احسن طریق سے عہدہ برآ ہونے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ یہ یقیناً ایک بہت اہم اقدام ہے۔ جہاں پر بہت سی باتیں تجویز کی گئیں آبپاشی کے حوالے سے' ٹریکٹر کی قیمتوں کو کم کرنے کے حوالے سے اور کسان کو قرضے دینے کے حوالے سے ' میں سمجھتا ہوں کہ ایک بہت اہم ہے جس کی طرف توجہ دلانا بہت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ جہاں پر آپ نے کھیت سے منڈی تک سڑکوں کی تعمیر کو اپنی بہت اولین ترجیح قرار دیا ہے وہاں پر agro based industry کو فروغ دینا بھی اس وطن کی ایک بہت اہم ضرورت ہے۔ اس سے صوبے کے عوام خوشحال ہوں گے اور وطن اس حوالے سے ترقی کرے گا۔

جناب والا! تعلیم کے شعبے کو اس کا استحقاق دینے کی شعوری کوشش کی گئی اور اس میں بھی انقلاب آفریں تبدیلیاں کرنے کی ایک شعوری کوشش ہے اور وزیر اعلیٰ پنجاب نے اپنی ذاتی نگرانی میں جس طرح بوٹی مافیا کا قلع قمع کرنے کی جدوجہد کی اس پر وہ یقینی طور پر ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں' اس لیے کہ اس سے میرٹ کی جو تذلیل ہوتی تھی' لائق لڑکے اپنی ملازمتوں کے حصول کے حوالے سے جس طرح سے ناکام رہتے تھے اورمصنوعی ہتھکنڈوں سے جس طرح صاحب ثروت لوگوں کے بچے کامیابیاں حاصل کرتے تھے وہ کوئی چھپا ہوا راز نہیں ہے۔ یقیناً سب

لوگ اس سے آگاہ ہیں۔

جناب والا! اسی طرح سے ہیلتھ کے شعبے میں جو تبدیلیاں لانے کی کوشش کی گئی اور جو تبدیلیاں لائی جا رہی ہیں اور جن کا بجٹ میں اظہار ہے وہ بھی یقیناً اہم ترین ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان حوالوں سے بجٹ ایک متوازن بجٹ ہے۔ یہاں پر ایک صحت مند روایت قائم ہوئی وہ یہ کہ ٹریژری بنچز پر بیٹھنے والے ہمارے ارکان اسمبلی نے بجٹ پر صحت مند تنقید کی اور انھوں نے بجا طور اپنے اپنے علاقوں کے حوالے سے اس میں جو موجود کمیاں تھیں ان کا اظہار کیا۔ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اس بات کے قائل ہیں کہ،

حیات لے کے چلو کائنات لے کے چلو
چلو تو سارے زمانے کو ساتھ لے کے چلو

پنجاب کے ہر خطے میں متوازن تبدیلی اور متوازن ترقی یقیناً ہماری قوم کی خواہش بھی ہے اس کا ہدف بھی ہے اور اس کی sense of direction بھی یہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دوستوں نے اپنے اپنے علاقوں میں پینے کے پانی کی سہولیات کا جس انداز سے ذکر کیا وہ یقیناً ایک ایسی بات ہے جس کی طرف ہمیں فوری توجہ دینی ہوگی۔ جناب والا! جب میں یہ ساری باتیں کر رہا ہوں تو مجھے اس بات کا شعوری طور پر احساس ہے کہ جب تک قیادت کا عزم نہ ہو' اس میں حوصلہ نہ ہو' اس میں قوت ارادی نہ ہو وہ پاکستان کی دھرتی کے پھولوں سے ہی نہیں یہاں کے کانٹوں سے بھی پیار نہ کرتی ہو تو وہ انقلاب آفریں فیصلے کر نہیں سکتی۔ ایسا ہی ایک انقلاب آفریں فیصلہ وقت کے ایک دوراہے پر قائد محترم میاں محمد نواز شریف نے کیا اور جناب' پوری دنیا جانتی ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ اگر قائداعظم کی عظمت میں قائداعظم کی قیادت کی بلندی میں اور قائداعظم کی statesmanship میں ایک آنچ کی بھی کسر ہوتی تو یہ پاکستان معرض وجود میں نہ آتا۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر میاں محمد نواز شریف کی اس دھرتی سے لگن' اس میں ان کی 'involvement' اس سے ان کی commitment اور عوام سے ان کی بے پناہ محبت' اس دھرتی کے ایک' ایک ذرّے سے ان کی اگر بے پناہ عقیدت شامل نہ ہوتی تو یقیناً ایٹم بم بنانے کا' ایٹم بم کے ٹیسٹ کرنے کا جو تاریخ ساز فیصلہ ہے وہ شاید نہ ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ شاید ہماری قوم نے' ہمارے ساتھیوں نے' ہمارے لوگوں نے' دشمن کے پروپیگنڈے میں آ کر اس بات کی اس اہمیت کو ابھی تک محسوس نہیں کیا۔ صرف یہی نہیں ہوا کہ ہم نے ہندو لالہ کے مقابلے میں ایک نیوکلیئر ٹیسٹ کر کے پانچ

مختلف تجربات کر کے بلکہ چھ مختلف تجربات کر کے اسے دندان شکن جواب دیا۔ پانچ بلکہ چھ مختلف تجربات کر کے اسے دندان شکن جواب دیا اور پورے عالم اسلام کے لیے پاکستان کو ایک آہنی حصار بنا دیا۔ یہی نہیں کہ ہم میں گویا تمام دنیا کی سپر پاورز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا شعور آیا۔ اور صرف یہی نہیں کہ ہم نے دشمن کے مقابلے میں ایک توازن حاصل کر لیا ' ایک deterrent حاصل کر لیا۔ نہیں جناب! بلکہ اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ آج تک پاکستان کا سیاستدان ایک بات سے محروم چلا آ رہا تھا اور وہ بات یہ تھی کہ وہ جو بات کہتا ہے ' جو نعرہ لگاتا ہے اس پر عمل نہیں کرتا۔ پہلی دفعہ اس طرح پاکستان کی تاریخ میں ہوا کہ ایک نعرہ بھی لگا اور اس پر عمل بھی ہوا۔ اس عمل کے بعد ہی یہ ممکن ہو سکا کہ پوری قوم کو یہ باور کرایا جا سکے کہ جو قیادت اتنا بڑا فیصلہ کر سکتی ہے وہی قیادت کالا باغ ڈیم بنانے کا بھی فیصلہ کر سکتی ہے ۔ وہ قیادت ہر شعبہ میں انقلاب آفریں تبدیلیاں لانے کا فیصلہ بھی کر سکتی ہے ۔ یقینی طور پر آج پوری قوم اس یقین اور اعتماد کی دولت سے سرشار ہے اور جناب' مجھے کہنے دیجیے کہ ایک جذبہ قیام پاکستان کے وقت تھا ' ایک جذبہ 1965ء میں تھا ۔ اور وہی جذبہ آج ہمیں 1998ء مئی کے بعد وہی' یگانگت اور وہی محبت اور وہی ایک دوسرے کے احترام یہاں پر موجود ملتا ہے ۔ مجھے افسوس ہے کہ اس عظیم موقع پر حزب اختلاف کے بعض لیڈروں نے نت نئے پینترے بدلتے ہوئے اپنے موقف میں صبح شام نئی سے نئی تبدیلیاں پیدا کیں۔ کبھی کچھ کہا کبھی کچھ کہا ۔ مجھے افسوس ہے کہ اس سے ان کے سیاسی قدوکاٹھ میں اضافے کی بجائے بہت زیادہ کمی ہوئی ہے اور آج ان کے پاس کوئی ایسا ایشو نہیں رہ گیا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ انسان کے ظرف کا امتحان یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مخالف کو بھی اس کا due استحقاق دے ۔ اس کی توقیر کرے ۔ اگر اس سے کوئی اعلیٰ ترین قومی بات سامنے آئے تو اس کی بھی تعریف کرے ۔ مگر انھوں نے اپنے بیانات میں ڈاکٹر قدیر خان اور سائنس دانوں کو تو مبارکباد دینا ضروری سمجھا ' انھوں نے عسکری قیادت کو تو مبارکباد دینا ضروری سمجھا لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انھوں نے میاں محمد نواز شریف کے اس ولولہ انگیز اور مجاہدانہ فیصلہ پر ایک لفظ بھی کہنا اپنے ظرف کے مطابق اس کے خلاف سمجھا ۔ مجھے افسوس ہے کہ انھوں نے وقت کی نبضوں پر ہاتھ نہیں رکھا ۔ آج پاکستانی عوام کے سامنے میاں نواز شریف کسی فرد کا نام نہیں ہے بلکہ میاں نواز شریف نام ہے ایک ولولے کا ' ایک حوصلے کا ' ایک ارادے کا ' ایک قوت تسخیر کا ایک شعلہ جوالہ کا ۔ پاکستان کے روشن اور خوشحال مستقبل کا اور ایک ایسی قیادت کا جو پاکستان کی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچانا

چاہتی ہے ۔ ایک ایسی قیادت جو پاکستان کو قائد اعظم اور اقبال کے خوابوں کی سرزمین بنانا چاہتی ہے ۔ ان کے ایک ایک اقدام سے' یہ صرف انہی کا حوصلہ ہے' یہ صرف انہی کی لگن ہے کہ وہ چاغی کے مقام پر جا کر بھی سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں ' بلوچستان کے عوام کو بھی اعتماد میں لیتے ہیں ' سرحد کے عوام کو بھی اعتماد میں لیتے ہیں ' سندھ کے عوام کو بھی اعتماد میں لیتے ہیں ' پنجاب کے عوام کو بھی اعتماد میں لیتے ہیں۔ اور پنجاب کو اس بات پر ناز کرنا چاہیے کہ،

اک ولولہ تازہ دیا تو نے دلوں کو
لاہور سے تا خاک بخارا و ثمرقند

آج میاں نواز شریف لاہور سے ابھر کر پنجاب میں ' پنجاب سے ابھر کر پاکستان میں ' اور پاکستان سے ابھر کر عالم اسلام میں اور عالم اسلام سے ابھر کر آج پوری دنیا میں ان کے نام کو عزت و توقیر کی علامت سمجھا جاتا ہے ' غیرت کا ایک استعارہ سمجھا جاتا ہے ' پاکستانیت کا ایک نشان سمجھا جاتا ہے ۔ آج غیر ممالک میں موجود پاکستانیوں کے پاس جو سبز پاسپورٹ ہیں اس کی توقیر بڑھ گئی ۔ آج قوموں کی برادری میں پاکستان کا نام عزت اور احترام سے لیا جاتا ہے ۔ آج ہندو لالہ یقینی طور پر اس بات کو محسوس کر رہا ہے کہ اسے مسئلہ کشمیر بھی حل کرنا ہوگا۔ اب اس کا مقابلہ ایک ایسی طاقت سے ہے جو برابری کی سطح پر اس کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرسکتی ہے ۔ یقینی طور پر یہ غیرت ملی ' یہ جذبۂ قومی ' یہ جرأت ایمانی ' یہ جرأت رندانہ میاں محمد نواز شریف نے اس قوم کے دلوں میں بھر دی ہے ۔ اس کے نوجوانوں میں ایک نیا جذبہ بیدار کر دیا ہے ۔ ایک ولولہ تازہ عطا کر دیا ہے اور یہی قیادت ہے کہ جو پاکستان کی کشتی کو بھی ساحل مراد پہنچائے گی اور اسی قیادت کا یہ اعجاز ہے کہ آج ہماری ٹیم ' ہمارے وزراء کی ٹیم ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب کی قیادت میں ایک نئے انداز سے ایسی انتظامیہ مہیا کر رہی ہے کہ جس کے خلاف ڈیڑھ سال میں کوئی سکینڈل نہیں بن سکا ۔ اس کے خلاف بد دیانتی کا کوئی عمل ثابت نہیں کیا جا سکا ۔ یہ الگ بات ہے کہ دشمن سچائی کو نہ مانے اور بے سرو پا باتیں کر کے ایوان کا وقت ضائع کرے ۔ مگر میں اپنے مخالفین کو کہتا ہوں کہ،

زمانے کے انداز بدلے گئے
نیا دور ہے ساز بدلے گئے
گیا دور سرمایہ داری گیا
تماشا دکھا کر مداری گیا

اب وہی راج کرے گا اس وطن پر جس کا دامن پاک ہو گا۔ جو سکینڈل سے پاک ہوگا جو پاکستان کی دھرتی میں involve ہوگا ۔ جسے یہاں کہ پھولوں سے ہی نہیں یہاں کے کانٹوں سے بھی پیار ہوگا۔ جو پاکستان کی قسمت کو سنوارنا چاہتا ہو گا ۔ جو پاکستان کی مانگ میں افشاں بھرنا چاہتا ہوگا۔اور میاں نواز شریف اور میاں شہباز شریف ایسی ہی قیادت ہے ۔ آج آپ ہمارے جس ممبر کو دیکھیں،جس وزیر کو دیکھیں خدا کے فضل و کرم سے ان میں ایک جذبہ ہے ' ایک حوصلہ ہے اور ایک لگن ہے اورجو ذرہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے ۔ آج صرف وہی لوگ سامنے آئیں گے جو محنت کرنا چاہتے ہیں ' جو دیانت کے ساتھ خدمت کرنا چاہتے ہیں اور جو سیاست کو بمنزلہ عبادت سمجھتے ہیں۔ میں آپ کا شکرگزار ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ ' مہربانی۔ ملک احمد علی اولکھ صاحب!

ملک احمد علی اولکھ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر اظہار خیال کا موقع دیا۔ حکومت پنجاب کی سابقہ کامیابیوں کے بارے میں مختصرعرض کروں ۔ supervision and monitoring کا نظام بہتر بنایا گیا اور بارشوں سے متاثرہ علاقوں کے لیے پانچ کروڑ 25 لاکھ روپے رکھے گئے ۔ امن و امان کے لیے 15 کروڑ 5 لاکھ روپے 'عید پیکج کے لیے 18 لاکھ روپے' سستا آٹا فراہم کرنے کے لیےسبسڈی کی مدمیں ایک ارب 2 کروڑ روپے اسی طرح امتحانی نظام کو شفاف بنایا گیا۔انتظامی اخراجات کم کیے گئے ۔

جناب سپیکر! بجٹ کی تفصیل میں' میں اس وقت نہیں جانا چاہتا' کیونکہ یہاں پر کافی اظہار خیال ہو چکا ہے ۔ تعلیم کے لیے 29 ارب روپے رکھے گئے ہیں اور زراعت کے لیے بھاری رقوم رکھی گئی ہیں۔ اسی طرح آبپاشی کے لیے' زمین کو ہموارکرنے کے لیے ' زرعی ریسرچ کے لیے اور اس طرح حکومت نے اپنا جو بجٹ مرتب کیا ہے وہ حقیقت پسندی پر مبنی ہے اور جو مسائل دیکھے ان کے مطابق اپنی ترجیحات کا تعین کیا۔ زراعت میں سب سے پہلے ترجیح دی گئی ۔ جناب سپیکر! زراعت کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ پاکستان میں بہترین زمین ہے ' بہترین پانی ہے اور بہترین آب و ہوا ہے ۔ لیکن یہ حقیقت اب حقیقت نہیں رہی۔ اب سائنس دانوں کا خیال ہے کہ پاکستان زراعت کے لیے ناسازگار ملک ہے ۔ اس لیے کہ یہاں کی زمین اتنی زرخیز نہیں رہی اور پنجاب میں اور پاکستان میں جو فصلات کاشت ہو رہی ہیں دنیا کے دیگر ممالک میں وہ دوسرے موسموں میں کاشت ہوتی ہیں

جس طرح پاکستان میں کاشت ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر چاول اور گنا کے لیے مرطوب آب و ہوا کی ضرورت ہے ۔ لیکن ہم یہاں پر خشک موسم میں کاشت کرتے ہیں ۔ جناب سپیکر! آپ دیکھیں کہ اگر کاشتکار 20 نومبر کے بعد کاشت کرتا ہے تو اس گندم کی فی ایکڑ پیداوار کم ہو جاتی ہے ۔ اگر کاشتکار اپنی فصل کو وقت پر بیس دن کے اندر پانی فراہم نہیں کرتا تو اس کو فی ایکڑ پیداوار کی اس کو سزا بھگتنی پڑتی ہے ۔ اگر کاشتکار اپنی فصل کو پوری کھاد فراہم نہیں کرتا تو اس کو اس بات کی بھی سزا بھگتنی پڑتی ہے کہ اس کی فی ایکڑ پیداوار کم ہو جاتی ہے ۔ جناب سپیکر ! پاکستان کا کاشتکار نہایت ہی ناموزوں حالات میں ملک کو خود کفالت کی منزل تک پہنچانے کے لیے دن رات کام کر رہا ہے ۔ ان حالات کو بھانپتے ہوئے حکومت پاکستان نے فیصلہ کیا کہ ٹریکٹر پر 18 فیصد سیلز ٹیکس نافذ کیا تھا اس کو موجودہ حکومت نے ختم کر دیا۔ اور ایک لاکھ کی فکسڈ رعایت کاشتکار کو ملی ۔ سابقہ حکومت نے بلونہ پر 18 فی صد سیلز ٹیکس عائد کر دیا۔ جناب سپیکر! جب موجودہ حکومت نے یہ دیکھا کہ زرعی انقلاب مشینری کے بغیر نہیں آ سکتا تو حکومت نے، وزیر اعلیٰ پنجاب نے کاشت کار کو ٹریکٹر پر ایک لاکھ روپے کی subsidy دی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑا انقلابی قدم ہے۔ اس رعایت کی وجہ سے جب پانچ ہزار ٹریکٹر صوبہ پنجاب میں آئیں گے تو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ پنجاب کی کاشت نہ ہونے والی زمینیں بھی قابل کاشت بنائی جا سکیں گی ۔ جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ اب بھی ہم زراعت کے شعبے میں بہت پیچھے ہیں۔ ہمارے قابل کاشت کل رقبے کا ایک تہائی حصہ اب بھی غیر آباد اور غیر آبپاش پڑا ہے۔ اسے قابل کاشت بنانے کے لیے ہمیں کوشش کرنی ہوگی۔ جناب سپیکر! آپ گوشوارہ دیکھیں کہ پچھلے دس سالوں سے ہماری زرعی پیداوار نہیں بڑھ رہی۔ بے شمار سیلاب آئے جن میں کاشت کاروں کی فصلیں بہہ گئیں، کپاس بیماری کا شکار ہوئی جس کی وجہ سے کاشت کاروں نے اربوں روپے کا نقصان برداشت کیا۔ ملکی معیشت صرف ایک فصل کپاس پر چل رہی ہے۔ ایک وقت تھا کہ ہم کپاس کی ایک کروڑ 40 لاکھ گانٹھیں پیدا کرتے تھے لیکن آج ہماری کپاس کی پیداوار کم ہو کر 70/80 لاکھ گانٹھ تک آ گئی ہے۔ اس کی بڑی وجہ کپاس کو لگنے والی بیماریاں ہیں۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب کو اس بات پر مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے زرعی ادویات کے بارے میں انتہائی سخت قوانین نافذ کر کے ہمارے ڈیلر صاحبان کو پابند کر دیا کہ وہ جعلی ادویات نہیں بیچ سکیں گے اگر وہ ایسا کریں گے تو انھیں سخت سزا دی جائے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر جعلی زرعی ادویات پر واقعی کنٹرول کیا گیا تو ان شاء اللہ تعالیٰ کپاس کی پیداوار بہترین ہو گی۔

جناب سپیکر! حکومت پنجاب نے آئندہ فصل خریف کے لیے کاشت کاروں کو قرضے دینے کی خاطر 40 ارب روپے مختص کیے ہیں۔ یہ ایک بہت اچھا قدم ہے لیکن میں یہاں گزارش کروں گا کہ زرعی بنک سٹیٹ بنک سے 6 فی صد پر قرض لیتا ہے' اس پر حکومت پاکستان کی 2 فی صد subsidy ہے لیکن یہی قرضہ کاشت کار کو 14 فی صد سود پر دیا جاتا ہے۔ فیڈرل کوآپریٹو بنک 5. فی صد سود پر سٹیٹ بنک سے قرض لیتا ہے اور فیڈرل کوآپریٹو بینک پراونشل کوآپریٹو بنک کو 1.5 فی صد سود پر' مارک اپ پر قرضہ دیتا ہے' جبکہ پراونشل کوآپریٹو بینک کاشت کار کو 14 فی صد مارک اپ پر قرض دے رہا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری حکومت نے کاشت کاروں کے لیے' زراعت کے لیے بہت اچھے کام کیے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ بنکاری نظام میں اس بات کی کوشش کی جائے کہ کاشت کاروں کو بلا سود قرضے دیے جائیں۔ صرف کاشت کاروں کو ہی نہیں' بلکہ پوری ملکی معیشت میں سے سود کے عنصر کو نکال دیا جائے' کیونکہ یہ اسلامی احکامات کے خلاف ہے۔ لیکن اگر کچھ وجوہات کی بناء پر فی الحال ایسا ممکن نہ ہو تو کم از کم 25 ایکڑ تک زمین رکھنے والے کاشت کاروں کو بلا سود قرضے دیے جائیں۔ اسی طرح اگر ٹریکٹر کی خرید پر سود کی شرح 5 فی صد کر دی جائے تو یہ کاشت کاروں کے لیے ایک اور بہتر سہولت ہو گی اور اس سے زراعت ترقی کرے گی۔

جناب سپیکر! ہر سال کھاد کی قیمتیں بڑھ رہی تھیں' فاسفورس کھاد کی قیمت بڑھ رہی تھی لیکن ہماری حکومت نے' میاں نواز شریف کی قیادت میں کھاد کی قیمتیں بڑھنے سے روک دیں۔ جناب والا! domestic نائٹروجن کھاد کا ایک کارخانہ' کمپنی سالانہ اپنی کھاد پر 2 ارب 50 کروڑ روپے منافع کما رہی ہے اور سالانہ 2 ارب 60 کروڑ روپے حکومت پاکستان کو ٹیکس ادا کر رہی ہے۔ یہ کون ادا کر رہا ہے؛ دراصل indirectly کاشت کار ادا کر رہا ہے۔ ان کے ایم ڈی کی سالانہ تنخواہ 60 لاکھ روپے ہیں۔ میری استدعا ہے کہ حکومت پاکستان نے جس طرح کاشت کار کی بہتری کے لیے دیگر اقدام کیے ہیں اسی طرح اینگرو کھاد والوں کے شرح منافع اور ریونیو کو کم کر کے کھاد کی قیمت نصف کی جائے۔ جناب والا!جہاں زمین کو آباد کرنے کے لیے ٹریکٹر کی ضرورت ہوتی ہے' زمین کی سیرابی کے لیے پانی کی ضرورت ہوتی ہے وہاں زرعی اجناس کی پیداوار بڑھانے کے لیے کھاد ایک اہم input ہے۔ اگر کھاد کی قیمت کم کر دی جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ زراعت کے شعبے میں ایک بہت بڑا انقلاب آ جائے گا۔ کھاد کے بغیر زمینیں اب اچھی فصل نہیں دے سکتیں' کیونکہ اب ہماری زمین کی زرخیزی کم ہو گئی ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ کھاد کی قیمت نصف کر دی جائے تاکہ کاشت

کار آسانی سے اپنی زمین کے لیے کھاد خرید سکیں۔ میں دوسری گزارش یہ کروں گا کہ آپ از راہ کرم مختلف علاقوں میں زون بنا دیں' پسماندہ علاقوں کا کاشت کار طبقہ شہروں کا رخ اختیار کر رہا ہے۔ کوئی آدمی خوشی سے اپنا گھر بار چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتا' گھر بار اس وقت چھوڑا جاتا ہے جب کھانے کے لیے روٹی نہیں ملتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ملک صاحب! مہربانی کر کے اپنی بات ختم کریں۔

ملک احمد علی اولکھ: بہتر ہے۔ میں آخر میں وزیر خزانہ صاحب اور وزیراعلیٰ پنجاب صاحب کا انتہائی ممنون ہوں کہ انھوں نے ان مشکل حالات میں بہت متوازن بجٹ مرتب کیا ہے' ان کی ترجیحات عین قومی امنگوں کے مطابق ہیں۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ استدعا کروں گا کہ جو 2 ارب روپے رورل سپورٹ پروگرام اور 60 کروڑ روپے دیہی علاقوں میں چھوٹی صنعتوں کے لیے رکھے گئے ہیں ان کو استعمال کرنے سے پہلے باقاعدہ منصوبہ بندی کر لی جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ دیہی آبادی شہروں کا رخ نہیں کرے گی۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب احمد شاہ کھگہ صاحب!

پیر احمد شاہ کھگہ: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم' امابعد۔ جناب سپیکر! آپ کی مہربانی کہ آپ نے مجھے بھی تھوڑا سا وقت عنایت فرمایا ہے۔ 99-1998ء کا بجٹ پیش ہے اور اس پر بحث ہو رہی ہے۔ میں وزیر خزانہ صاحب کو مبارک باد دیتا ہوں لیکن میں ساتھ ہی ان سے ایک گلہ بھی کروں گا۔ گلہ یہ ہے کہ جتنی رقوم ترقیاتی منصوبہ جات پر خرچ ہوں گی ان میں سے نصف بددیانتی میں چلی جائیں گی۔ ہمارے بجٹ کا نصف یہ لوگ کھا جائیں گے۔ جناب والا! جب میں ضلع کونسل کا ممبر تھا تو میں نے ایک سڑک کا تخمینہ لگوایا۔ اس سڑک کا مجھے 37 ہزار روپے کا تخمینہ دیا گیا۔ یہ ایک چھوٹی سی سڑک ہمارے گاؤں سے قبرستان کو جاتی ہے' لوگ میت لے جاتے تھے تو انھیں تکلیف ہوتی تھی۔ میں نے کہا کہ یہ سڑک ٹھیکے پر نہ دی جائے بلکہ ہم خود بنوائیں گے۔ پھر ہم نے وہ سڑک خود بنوائی تو اس پر تقریباً 16 ہزار روپے خرچ آیا۔ یعنی ان کے تخمینے کے نصف سے بھی ایک ہزار کم خرچ پر یہ سڑک بن گئی۔ جناب سپیکر! میں اسی لیے عرض کر رہا ہوں کہ بجٹ کا کروڑوں روپیہ بددیانتی اور رشوت سے ہضم کیا جائے گا جبکہ نصف دکھاوے کے لیے لگا بھی دیں گے۔ وزیر خزانہ صاحب' خزانے کے انچارج اس بات کا خصوصی خیال

رکھیں کہ ان رقوم میں بددیانتی نہ ہو۔ اس سے ہمارے بہت سارے مسائل حل ہو جائیں گے اور ملک کے لیے بھی یہ فائدہ مند ثابت ہو گا۔

میں وزیر اعظم صاحب اور وزیر اعلیٰ صاحب کو بے شمار مبارک بادیں دیتا ہوں کہ انھوں نے ہندو حکومت جو کہ پاکستان کی سخت مخالف ہے کو بڑی جرأت سے بم دھماکے کر کے روکا ہے' ورنہ وہ تو آزاد کشمیر پر حملہ کرنے والے تھے۔ وزیر اعظم صاحب نے یہ جو کالا باغ ڈیم بنانے کا اعلان فرمایا ہے یہ بہت بڑا قدم ہے۔ اس سے ہماری ایسی بارانی زمینیں جو کاشت نہیں ہو رہیں وہ بھی کاشت ہوسکیں گے' یہ ڈیم کافی ساری بجلی پیدا کرے گا۔ اس وقت بجلی کی قیمتیں جو آسمان پر چڑھی ہوئی ہیں وہ بھی کم ہو جائیں گی' بجلی سستی ہو جائے گی اور غریب لوگ بھی بجلی استعمال کر سکیں گے۔ اس لیے کالا باغ ڈیم کو کسی طریقے سے ضرور بنوایا جائے۔ چونکہ دوسرے صوبے معترض ہیں شاید ان کا یہ خیال ہے کہ پانی پیچھے رہ جائے گا اور ہمارے علاقے خشک ہو جائیں گے۔ لیکن اگر ان سے میٹنگز کر کے پانی کا تخمینہ اور حالات سمجھائے جائیں تو میرے خیال میں وہ بھی ماننے کے لیے تیار ہوں گے' کیونکہ جو پانی سمندر میں چلا جاتا ہے اس کا کیا فائدہ؟ جناب والا! یہ بھی ایک قابل لیڈر کی نشانی ہے۔ انھوں نے جس طرح بڑے زور سے اعلان کیا ہے' لیکن اب اس پر کچھ کمی بیشی ہو رہی ہے' کیونکہ کچھ صوبائی اسمبلیوں میں یہ پاس کیا گیا ہے کہ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر ان کو سمجھایا جائے اور اچھے طریقے سے حالات بتائیں جائیں تو شاید وہ سمجھ جائیں گے' کیونکہ اس منصوبے کو چلے بڑا لمبا عرصہ ہو گیا ہے' لیکن وہ تکمیل تک نہیں پہنچا۔ شاید اب حل ہو جائے۔

جناب سپیکر! میں نے ایک اخبار میں خبر پڑھی تھی کہ میاں صاحب نے چھوٹے اضلاع کو توڑ دیا ہے۔ تو یہ بھی ایک بہترین عمل ہے کیونکہ جتنے چھوٹے اضلاع بنائے گئے ہیں یہ رشوت کی شاخیں کھولی گئی ہیں۔ اضلاع بڑے ہونے چاہییں۔ اگر اضلاع کی بجائے تحصیلیں بنادی جائیں تو لوگوں کے کام بھی ہو سکتے ہیں اور رشوت کا کاروبار بھی ختم ہو سکتا ہے۔ اس لیے چھوٹے اضلاع کو توڑنا چاہیے۔

جناب سپیکر! زمیندار طبقے پر انکم ٹیکس لگایا گیا تو ہم نے بخوشی اس کو قبول کیا تھا' کیونکہ ملکی معاشی حالت ٹھیک نہیں تھی تو ہم بھی اسی ملک کے باشندے ہیں۔ اگر ملک قائم ہے تو ہم بھی قائم ہیں۔ اگر خدا نخواستہ ملک قائم نہیں تو ہم بھی قائم نہیں رہ سکتے۔ بے شک ٹیکس لگائیں' لیکن اس میں ایک بہت ہی ضروری مسئلہ غور طلب ہے کہ ٹیکس آباد اور قابل کاشت رقبے پر لگنا چاہیے جس طرح

ایک دکاندار دکان بناتا ہے اور اچھا خاصا ٹیکس دیتا ہے ----
جناب ڈپٹی سپیکر، ڈھکو صاحب! آپ کھگہ صاحب کی تقریر پسند نہیں کر رہے؟
ملک جلال دین ڈھکو، جناب والا! میں سن رہا ہوں۔
جناب ڈپٹی سپیکر: تو پھر غور سے سنیے۔

پیر احمد شاہ کھگہ، جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ کاشتہ رقبے پر ٹیکس لگنا چاہیے۔ جس طرح ایک دکاندار اچھی خاصی دکان بناتا ہے اور اسے ٹیکس لگتا ہے لیکن جب وہ دکان بند کر دیتا ہے تو پھر اسے ٹیکس نہیں لگتا۔ اس لیے کاشتہ رقبے پر ٹیکس لگنا چاہیے لیکن جو رقبہ کاشت نہ ہو اس پر ٹیکس نہیں لگنا چاہیے کیونکہ اللہ پاک نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ روز حشر میں جن کے ذمے سات پیسے نکلے اس کی تمام نیکیاں اٹھا کر ان کو دے دی جائیں گی۔ تو ایسا نہ ہو کہ ہماری حکومت کی تمام نیکیاں اٹھا کر ان کو دے دی جائیں۔ جناب والا! ہندوستان کی حکومت کافرستان ہے' کیونکہ وہ خدا کو ماننے والے نہیں' وہ بت پرست ہیں لیکن ان لوگوں نے بھی کاشتکاروں پر بجلی کا بل نہیں لگایا' وہ ان کو بجلی مفت دیتے ہیں۔ ایک دفعہ اسلام آباد میں میاں صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا کہ ہم زمینداروں کے لیے بجلی کے بل نصف کریں گے لیکن آج تک اس پر عمل نہیں ہوا۔ جناب والا! ہم ایک ایک ٹیوب ویل کا ماہوار بیس بیس پچیس پچیس ہزار روپے دیتے ہیں' یہ بڑی زیادتی ہے۔ براہ کرم اس کو درست کیا جائے۔ جناب والا! ہر پندرہ دنوں کے بعد کھاد کی 40/20 روپے فی بوری قیمت بڑھتی ہے اس کو بھی نہیں بڑھنا چاہیے۔ اگر کاشتکاری نہ ہو تو پھر ملک کا برا حال ہو گا۔ تمام چیزیں ہمارے گاؤں سے آتی ہیں اور یہ شہری بابو کھاتے پیتے ہیں۔ اگر زمیندارہ ختم کر دیا جائے تو یہ فٹ پاتھوں پر بیٹھے مر جائیں گے۔

جناب والا! واپڈا والوں نے نچلے عملے کو یہ کہا ہوا ہے کہ لوگوں سے کچھ پیسے لے لیا کرو اور ان کا بل دوسرے آدمیوں پر ڈال دیا کرو۔ تو اس کا بھی بندوبست ہونا چاہیے' کیونکہ ایک آدمی سے پیسے لے کر اس کا بل ختم کر دیا اور دوسرے کو وہ بل ڈال دیا تاکہ واپڈا کی آمدنی میں کمی بیشی نہ ہو۔ یہ ایک بہت بڑا ظلم ہے اسے بھی رکوایا جائے۔
جناب ڈپٹی سپیکر، جناب اب بس نہ کر دیں؟

پیر احمد شاہ کھگہ، جناب والا! ہمارے متعلق عام افواہ ہے کہ ایم پی ایز یا ایم این ایز کا قطعاً خیال نہ

رکھو اور میرٹ پر چلو۔ میں اس کے متعلق عرض کرتا چلوں کہ پولیس والے اور جو دوسرے لوگ رشوت لیتے ہیں۔ وہ مسلم لیگ کی مخالف جماعتوں سے رشوت لیتے ہیں اور جب ہمارے مسلم لیگی ممبر وہاں جائیں یا ٹیلی فون کریں تو ان کو دفعہ رُکاوٹیں لگاتے ہیں۔ یہ بھی اچھی سوچ نہیں ہے۔ حکومت کو اس بارے بھی خیال کرنا چاہیے۔ خواجہ صاحب نے بھی تقریر میں کہا کہ افسران کو ممبران کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ جناب والا! اس وقت بھی تھانے دار پانچ لاکھ روپے ماہوار سے کم رشوت نہیں لیتا۔ اس کا بھی بندوبست کریں---

جناب ڈپٹی سپیکر، خواجہ صاحب! انھوں نے آپ کو quote کیا ہے۔ آپ کے پاس اس کا کوئی جواب ہے؟

پیر احمد شاہ کھگہ، خواجہ صاحب ساہیوال تشریف لے گئے تھے تو وہاں کھلی کچہری میں انھوں نے فرمایا تھا کہ آپ لوگ ان کی بات نہ مانیں' آپ صحیح چلیں اور ممبران کی بات ماننے کی ضرورت نہیں۔ یہ میرے پاس ممبر بیٹھے ہیں' آپ ان سے تصدیق کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔

خواجہ ریاض محمود، جناب والا! انھوں نے ٹیلی فون کیا تھا کہ میں بیمار ہوں تو میں معذرت چاہتا ہوں کہ میں نہیں آ سکتا۔ میں نے کھلی کچہری میں کہا تھا' اس میں ملک صاحب وہاں تشریف رکھتے تھے ڈھکو صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے اور میرے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا تھا کہ یہ ہمارے شہر کے لیڈر ہیں' یہ ہمارے شہر کی قیادت ہیں' ان کا کہنا مانو ان کے کہنے پر کام کرو۔ جو ان کے کہنے پر کام نہیں کرے گا اس کی گردن سے پکڑ کر دفتر سے باہر پھینک دیں گے۔ جناب والا! میں تو اپنے آپ کو ایک ورکر سمجھتا ہوں' ایم پی اے تو کبھی سمجھا ہی نہیں۔ میں ایک ورکر کی حیثیت سے اپنے تمام ساتھیوں کا احترام کرتا ہوں اور سب کو اپنے سے سینئر سمجھتا ہوں اور ماشاء اللہ یہ میرے استاد ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی پیر سائیں! آپ کے پاس دو منٹ ہیں۔ آپ wind up کریں۔

پیر احمد شاہ کھگہ، جناب سپیکر! آپ کی مہربانی۔ میں تو جائز جائز باتیں آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں اور اجلاس کا مطلب بھی یہی ہے کہ آپ کو کچھ باتیں بتائی جائیں جن پر عمل در آمد ہو۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ملک صاحب! آپ میری بات سنیں۔ پیر صاحب کو بات کرنے دیں۔ آپ کیوں interfere کرتے ہیں؟

ملک محمد عباس خان کھوکھر، جناب سپیکر! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اتنی مدلل تقریر کر رہے ہیں لیکن آپ ان کو بار بار disturb کر رہے ہیں۔ آپ براہ کرم ان کو تقریر کرنے دیں۔

پیر احمد شاہ کھگہ، جناب سپیکر! ہم کاشتکار لوگوں کا خیال رکھا جائے۔ کاشتکار لوگ ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہیں اور 85 فی صد ان کی آبادی ہے اور اس اسمبلی کا 85 فی صد گروہ دیہات سے ہے اور آپ 20/15 فی صد ہیں۔ آپ ان لوگوں کا بھی خیال رکھیں اور کاشتکاروں کا بھی خیال رکھیں، کیونکہ اللہ پاک نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ اے فرشتو تم ہاتھ اٹھائے رکھو جس وقت تک یہ کاشتکار زمین میں ہل چلاتا رہے، کیونکہ میری روزی کے وعدہ میں شامل ہے۔ اس لیے آپ بھی کاشتکار کی عزت کریں اور ہمارے تمام مسائل حل کرائیں۔ یہ آپ کے مفاد میں بھی ہے اور ان کے مفاد میں بھی اور ملک کے مفاد میں بھی ہے۔ میں اس سے زیادہ کیا عرض کروں، اگر کوئی غلط بات کی ہو تو میں معافی چاہتا ہوں۔ والسلام۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بہت مہربانی۔ میاں طارق محمود صاحب!

میاں طارق محمود، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر! جناب سپیکر اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وزیر خزانہ نے جو بجٹ پیش کیا ہے آج اس دور میں جب ہماری حکومت بنی تو پہلا بجٹ جب بنا تو اپوزیشن والوں نے کہا کہ ہم دیکھیں گے کہ یہ کیسے بجٹ پیش کریں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جو آج بجٹ پیش ہوا اس دفعہ زمین داروں کے لیے تمام سہولتیں دے کر میں سمجھتا ہوں وزیر خزانہ نے ایک مثال قائم کی۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس متوازن بجٹ میں جو ضروریات زندگی کا خیال رکھا گیا یہ نہایت ہی قابل ذکر ہے۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے زمین داروں میں ایک نئی لہر دوبارہ آئی ہے اور ٹریکٹر کی قیمتوں میں جو کمی واقع ہوئی ہے، یہ باتیں اس سے پہلے نہیں تھیں۔ زبانی باتیں ہوتی تھیں کہ زمین داروں کا خیال رکھا جا رہا ہے لیکن ہماری حکومت نے عملی طور پر یہ ثابت کیا کہ زمین داروں کا ہاتھ بٹانا چاہیے اور آج ہم اسی وجہ سے گندم میں بھی خود کفیل ہوئے ہیں۔

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین! میں اپنے حلقۂ انتخاب کی طرف جناب وزیر خزانہ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں۔ میرا حلقۂ انتخاب زیادہ تر دیہات پر مشتمل ہے۔ صرف ایک شہر ہے جو گجرات سے تقریباً 25 میل دور ہے اور وہاں ڈنگا سے گجرات سڑک بن رہی ہے جو ADP نمبر 575 سیکٹر نمبر 9 میں، "Road and bridges widining improvement" ڈنگا گجرات روڈ' جو لکھنے میں پرنٹ کرنے میں ساڑھے تین کلو میٹر لکھی گئی ہے۔جب کہ وہاں پر موقع پر وہ سڑک 30.50 کلو میٹر ہے ۔ جناب والا! یہ ساڑھے تیس کلو میٹر سڑک ہے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ پرنٹ میں کوئی غلطی ہو گئی ہے۔ اس کی جو approved cost ہے وہ 66 ملین 373.373 ہے اور اس کا جو T S estimate ہے وہ 80 ملین ہے۔ 98-1997ء میں اس میں 880 15 ملین رقم خرچ ہوئی۔ اس حساب سے اس رقم میں بقایا چھ کروڑ 40 لاکھ روپے رقم کی ضرورت ہے۔ جوکہ اس سالانہ بجٹ میں صرف 40 ہزار روپے رکھے گئے ہیں۔ جناب والا! اس حساب سے تو اس سڑک پر سو سال بننے میں لگیں گے۔ یہ بہت ضروری سڑک ہے۔ اس سے کم ازکم ڈیڑھ سو کے لگ بھگ دیہات مستفید ہوں گے۔ جناب چیئرمین! میں وزیر خزانہ کی توجہ اس سڑک کی طرف دلانا چاہتا ہوں' کیونکہ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب کی پالیسی یہ ہے کہ جو منصوبہ جات شروع ہیں ان کو فنڈز دیے جائیں اور اس کام کو مکمل ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ جو ضروری سڑک ہو اس کو مکمل کیا جائے۔ جناب سپیکر! میں نے یہ گزارش کرنی ہے کہ 93-1992ء میں بھی میں ایم پی اے تھا اور اس وقت ڈنگا میں ڈگری کالج کی منظوری ہوئی اور 93-1992ء میں باقاعدہ سکیم بھی منظور ہوئی اور پانچ لاکھ روپے سالانہ پروگرام میں بھی رکھے گئے۔ اس کے بعد حالات خراب ہو گئے اور اسمبلی ٹوٹ گئی اور وہ منصوبہ وہیں کا وہیں رہ گیا۔ اب جب کہ ہماری حکومت دوبارہ بنی تو میں نے اس سلسلے میں وزیر اعلیٰ صاحب سے درخواست کی کہ جناب' یہ سکیم باقاعدہ منظور ہوئی ہے اور اس کالج کو شروع کروایا جائے' زمین وہاں پر موجود ہے۔ جناب چیئرمین! میرے حلقہ انتخاب میں کوئی کالج نہیں ہے' تعلیمی لحاظ سے بہت پیچھے ہے تو جو سمری منگوائی گئی' اس میں چونکہ وہ سکیم پہلے باقاعدہ منظور ہوئی تھی محکمے والوں نے باقاعدہ سفارش کی' لیکن چیئرمین پی اینڈ ڈی جو اس وقت تشریف فرما ہیں' مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ وہ آ گئے ہیں۔ انھوں نے اس کی مخالفت کی اور وہ کام رک گیا۔ میں جناب سپیکر! یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ سوا دو سو دیہات ہیں۔ منڈی بہاؤالدین ہم سے بیس میل کے فاصلے پر ہے' لالہ موسیٰ ہم سے بیس میل دور ہے۔ جناب والا! گجرات ہم سے پچیس تیس میل دور ہے۔ آپ خود یہ بتائیں کہ یہ لوگ کہاں جائیں؟ پورے حلقہ

انتخاب میں ڈنگا میں ایک گرلز ہائی سکول ہے اور اس میں بچیوں کی تعداد 8 سو ہے۔ جناب چیئرمین! وہاں پر صرف چھ ٹیچرز ہیں۔ آپ اس بات کی طرف توجہ دیں کہ وہ چھ ٹیچرز بچوں کو کیا پڑھائیں گی؟ جناب والا! ان میں ایک بھی ایس ایس ٹی نہیں ہے ۔ وہ صرف ای ایس ٹی ہیں۔ ان 8 سو بچیوں کی زندگی کا کون جواب دہ ہے؟ جو ہائر سیکنڈری سکول ہیں وہ پندرہ کے لگ بھگ ہیں اور اس تمام علاقہ میں کوئی ایک کالج بھی نہیں۔ جناب والا! وہاں پر بچوں کے کالج کی اشد ضرورت ہے اور پورے حلقۂ انتخاب میں بی اے ایم اے لوگ بہت کم ملتے ہیں' اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ غریب لوگ ہیں اور دور دراز علاقوں میں جا کر وہ تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات تو ٹھیک ہے کہ ہم نے خود انحصاری کی پالیسی پر چلنا ہے لیکن میرے حلقۂ انتخاب میں کچھ ایسے بھی سکول ہیں جن میں پرائمری کے امتحانات ہی نہیں ہوئے۔ جن میں ایک ٹیچر بھی نہیں ہے اور سکول بند پڑے ہوئے ہیں۔ جناب والا! اس سلسلے میں جب ہم ڈائرکٹر کے پاس جاتے ہیں' ڈی پی آئی صاحبان کے پاس جاتے ہیں کہ ان سکولوں کا کیا بنے گا؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس تو یہی سٹاف ہے' اس کو چاہے ادھر کر لیں چاہے ادھر کر لیں۔ جب تک پابندی نہیں اٹھتی اس کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔ جناب والا! اس طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ میں وزیر خزانہ صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ بجٹ میں اس سلسلے میں خاص توجہ دیں تاکہ یہ سکول کھلیں اور بچوں کی تعلیم کا بہتر بندوبست ہو سکے۔ یہ میرے کالج کا جو مسئلہ ہے اس کے متعلق جو رپورٹ پیش کی گئی ہے' سمری بھیجی گئی ہے جو چیئرمین پی اینڈ ڈی صاحب کی معرفت آئی اس میں انھوں نے کہا ہے کہ کالج کی ضرورت نہیں ہے۔ میں صرف یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ ایک دن ضرور پوچھیں گے کہ ہمارا کیا گناہ تھا کہ ہمیں کالج نہیں ملا۔ زمین موجود ہے اور تمام وسائل موجود ہونے کے باوجود ہمارا جو حق بنتا ہے جو نہیں دیا گیا۔ جناب والا! 93-1992ء کے بجٹ میں اس کی باقاعدہ منظوری ہو چکی ہے۔ اس سکیم پر عمل درآمد ہونا چاہیے اور وہ کالج وہاں پر بننا چاہیے۔ بچوں کا کالج بہت ضروری ہے۔ پورے حلقہ انتخاب میں بچوں کا کوئی کالج نہیں ہے۔

جناب سپیکر! ہمارے ڈنگا سے ایک پاڑیاں والی سڑک جاتی ہے اور وہ کافی عرصہ سے بن رہی ہے کبھی تھوڑا بہت اس میں کام ہو جاتا ہے اور کبھی رک جاتا ہے ۔ اس سال کے بجٹ میں اس سڑک کے لیے کوئی رقم مختص نہیں کی گئی۔ ایک ڈنگا سے براستہ مٹھواں والا کنجاہ سے گجرات کو سڑک جاتی ہے ' اس کے لیے صرف چالیس لاکھ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ یہ بہت کم رقم ہے اور یہ

کام اس سے مکمل نہیں ہو سکتا۔ میں وزیر خزانہ صاحب سے گزارش کروں گا کہ اس کے لیے زیادہ رقم رکھی جائے۔

جناب والا! میری ایک گزارش یہ ہے کہ ایک تو بڑی روایت بھی بن چکی ہے اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے کہ جس جگہ پر گاؤں میں کوئی ٹیچر جانا پسند نہیں کرتا کوئی پروفیسر جانا پسند نہیں کرتا اور وہ اپنی سہولت کے لیے وہاں سے پوسٹ ہی ٹرانسفر کروا لیتا ہے۔ جناب چیئرمین! یہ اس علاقے کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے۔ اس وقت ڈنگا میں جو بچیوں کا گرلز کالج ہے وہاں سے سوکس کی ایک پوسٹ ہی منڈی بہاؤالدین ٹرانسفر ہو گئی ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ وہاں سے کوئی پوسٹ ٹرانسفر نہیں ہونی چاہیے اور جو ٹیچر وہاں نہیں جاتا اس کو وہاں بھیجا جائے تاکہ وہ لوگ بھی اس تعلیمی سلسلے سے فائدہ اٹھائیں جن کا اصل حق بنتا ہے۔

جناب چیئرمین! میں ایک ضروری گزارش کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ کواپریٹو کے متاثرین کا مسئلہ بڑا اہم ہے۔ خاص طور پر ہماری تحصیل کھاریاں میں بہت زیادہ لوگ اس سے متاثر ہوئے ہیں اور ان کی بہت زیادہ رقوم ضائع ہوئی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے لیے موجودہ حکومت کو کوئی حل تلاش کرنا چاہیے۔ ان لوگوں کے اتنے سارے پیسے بنکوں میں پڑے ہوئے تھے اور ان کو اس کا کوئی حق نہیں مل رہا۔ ان کے لیے کوئی طریقہ کار بنایا جائے تاکہ وہ لوگ اپنے پیسے وصول کر سکیں۔ ان لوگوں کے ساتھ ہمارا یہ بھی ایک وعدہ تھا کہ ہم کامیاب ہو کر ان کے پیسے دلوائیں گے۔ میرے حلقہ انتخاب میں ایک نہر اپر جہلم گزرتی ہے اس کے اوپر ایک رندھیر جگہ ہے۔ وہاں پر ایک پل تھا۔ اس پل کو خاص طور پر زمین دار ہی استعمال کرتے تھے، ان کے جانور گزرتے تھے، ان کی ٹرالیاں ٹریکٹر گزرتے تھے۔ اس کی حالت اب اتنی خستہ ہے کہ اس میں کئی مرتبہ جانور بھی گر چکے ہیں۔ میں نے بارہا کہا ہے اس بارے میں اس کے لیے کچھ فنڈز رکھے جائیں تاکہ وہ پل بھی مکمل ہو جائے۔ جناب چیئرمین! اس میں کوئی شک نہیں کہ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم اپنے قائد میاں محمد نواز شریف اور میاں محمد شہباز شریف کی وجہ سے، یہ تو ٹھیک ہے کہ ہم اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ آج یہ ایم پی اے شپ وہ ایم پی اے شپ نہیں ہے جو اس سے پہلے لوگ استعمال کرتے تھے، لیکن میں یہ بات کہتا ہوں کہ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری جو عزت ہے وہ بھی مثالی ہے۔ یہ اسی لیے ہے کہ ہم سب لوگ دیانت داری سے اس ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کر رہے ہیں۔ میں وزیر خزانہ صاحب کا پھر ایک مرتبہ شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ کا بھی مشکور ہوں۔

خواجہ ریاض محمود، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، جی پوائنٹ آف آرڈر۔

خواجہ ریاض محمود، میرے ہمسائے دوست جناب طارق صاحب نے اپنے علاقے کی تعلیمی بربادی کا جو نقشہ کھینچا ہے۔ جناب چیئرمین! اگرچہ یہ بڑا ضروری تھا کہ یہاں پر ہمارے قائد سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب بڑی محنت کے ساتھ نوٹس لے رہے ہیں جب سے یہ ہماری تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تمام فاضل اراکین کی تقاریر اور ان کے علاقوں کی مشکلات سننے کے لیے وزراء کو یہاں حاضر ہونا چاہیے تھا۔ نہ صرف وزراء کو حاضر ہونا چاہیے تھا' بلکہ ان کے ڈیپارٹمنٹ کے جو سیکرٹری ہیں ان کو یہاں پر بیٹھنا چاہیے تھا تاکہ ممبران اسمبلی جو اپنے اپنے علاقے کے تکلیف دہ اور جگر چیرنے والے مسائل پیش کر رہے ہیں کم از کم وہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور اپنے کانوں سے سنیں۔

جناب چیئرمین، خواجہ صاحب تشریف رکھیں۔

خواجہ ریاض محمود، جناب والا! میری بات سنیں۔ باقی چیزیں بعد کی ہیں۔ فنڈز کی بات بعد کی ہے۔ کم از کم جو مسائل وہ پیش کر رہے ہیں ان کی تجاویز کی باقاعدہ estimation کریں' ان کو بتائیں' ان کو دیکھیں تاکہ ان کی تقاریر کا کوئی فائدہ ہو۔ لیکن جناب چیئرمین! بڑے افسوس کی بات ہے' نہ یہاں وزیر صاحب ہیں نہ کوئی اور لکھنے والے۔

جناب چیئرمین، خواجہ صاحب! آپ نے پوائنٹ اٹھا لیا۔ اب آپ تشریف رکھیں۔ بہت شکریہ' آپ کی تائید مزید کا جو آپ نے میاں طارق صاحب کی کی۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ آپ تمام احباب کی تقاریر کے تمام نوٹس متعلقہ لوگ لے رہے ہیں۔ آپ بالکل اس بات پر اطمینان رکھیں۔

وزیر خزانہ، جناب چیئرمین! آپ کی وساطت سے میں اپنے دوست کی معلومات کی خاطر میں یہ وضاحت کرنا چاہوں گا کہ اس بجٹ کے ایام کے دوران دو محکمے اہمیت رکھتے ہیں۔ فنانس اور پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ۔ یہاں چیئرمین پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ اور سیکرٹری فنانس موجود ہیں۔ اور جناب خواجہ صاحب خود فرما گئے ہیں کہ میں شروع سے آخر تک خود بیٹھا رہتا ہوں اور نوٹس لے رہا ہوں۔

جناب چیئرمین، سردار احمد خان جاکوکا صاحب' تشریف نہیں رکھتے۔ جناب ایس اے حمید صاحب۔

جناب ایس اے حمید، بسم اللہ الرحمن الرحیم، شکریہ جناب چیئرمین! بجٹ کسی ملک کے اخراجات اور آمدن کی دستاویز ہی نہیں' بلکہ اس ملک کے معاشی' اقتصادی' سیاسی اور معاشرتی ترقیاتی پروگرام کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ آج روایتی جنگوں کی بجائے معاشی جنگوں کے ذریعے دوسرے ملکوں کو فتح کیا جاتا ہے۔ دنیا کی سپر پاور روس آج امریکہ کے معاشی تسلط کی غلام بن چکی ہے۔ اس لیے بجٹ درحقیقت کسی ملک کی آزادی کے تحفظ اور اس کے عوام کے فلاح و بہبود کے پلان کا عکس ہوتا ہے۔

جناب چیئرمین! پاکستان کا موجودہ بجٹ پاکستان کی حفاظت' خود داری اور فلاح و بہبود کا ضامن ہے۔ 1998ء کا 6.6 کھرب کا بجٹ جس میں صرف 16.40 ارب کے ٹیکس لگائے گئے ہیں اس لحاظ سے مثالی ہے کہ اس سے پہلے پچیس سے چالیس ارب تک کے ٹیکس لگائے گئے۔ اور بے نظیر بھٹو کے دور میں 45 ارب روپے کے ٹیکس لگائے گئے اور اس کے بعد 1995-96ء میں بے نظیر بھٹو نے نو منی بجٹ دیے۔ جناب چیئرمین! آج کے معروضی حالات، میں جب کہ ایٹمی دھماکہ ہو چکا۔ ہندوستان پاکستان سے جنگ کرنے کے لیے پر تول رہا ہے۔ اس کے میزائل اور اس کا ایٹمی پروگرام پاکستان کی سالمیت کے لیے ایک چیلنج تھا۔ اور جس طور پر پاکستان نے اپنی خود داری' اپنے وجود اور اپنی آزادی کو برقرار رکھنے کے لیے مجبوری کے طور پر ایٹمی دھماکہ کیا۔ ان معروضی حالات میں جس طرح پیپلز پارٹی نے اس ملک کو لوٹ کھسوٹ کرکے برباد کیا اور جس طور پر اداروں کی تباہی ہوئی ان نامساعد حالات کے باوجود جتنا اعلیٰ اور منفرد بجٹ پیش کیا گیا' میں اس کے لیے وزیر اعظم پاکستان اور وزیرخزانہ پنجاب اور وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ جناب چیئرمین! آج ہماری حکومت' پاکستان کی حکومت 38 ارب کے غیر ملکی قرضوں کی جکڑ میں ہے۔ اور صرف اس سال کے بجٹ میں 275 ارب روپے سود کی ادائیگی پر خرچ ہوں گے جو پچھلے سال سے 84 ارب روپے زائد ہیں۔ جناب چیئرمین! ان نا مساعد حالات میں جس طور پر یہ بجٹ پیش کیا گیا میں سمجھتا ہوں کہ یہ تاریخی اعتبار سے ایسا بجٹ ہے جس میں عام آدمی پر کسی قسم کا کوئی بوجھ نہیں ڈالا گیا۔ جناب چیئرمین! موجودہ حکومت نے ملکی وسائل کا بہترین استعمال کیا ہے۔ جو وسائل ہڑپ کیے جا چکے ہیں انھیں وصول کرنے کا سختی سے آغاز کیا ہے۔ بدعنوانی ختم کرکے بد عنوان عناصر پر ہاتھ ڈالا گیا ہے۔ اور جس طور پر آج ایک پروگرام کے تحت اس ملک میں سے گندگی کو ختم کیا جارہا ہے وہ اسی حکومت کا ایک کارنامہ ہے۔

جناب چیئرمین! بجٹ میں سے اہم بات زرعی خود کفالت ہے۔ زرعی پروگرام' زرعی اصلاحات کا آغاز 1997ء کے بجٹ میں کر دیا گیا تھا۔ جس کے انتہائی خاطر خواہ نتائج نظر آئے۔ اور آج ایک سال کے قلیل عرصہ میں پاکستان گندم کے معاملے میں خود کفالت کی منزل پر پہنچ گیا ہے۔ وفاقی حکومت نے پچھلے سال 30 ارب کے قرضے کسانوں کے لیے رکھے تھے۔ اس دفعہ 40 ارب کے قرضے دے کر اور اس میں پنجاب حکومت نے 50 کروڑ روپے ٹریکٹروں کی سبسڈی دے کر تقریباً ڈیڑھ سے 2 روپے لاکھ تک ٹریکٹر سستا کیا ہے' اس سے اس ملک میں ایک سبز انقلاب برپا ہوگا۔ جس سے ہماری بنیادی ضرورت گندم' کپاس اور دیگر اجناس خوردنی پیدا ہوسکیں گی۔ جناب چیئرمین! اس امر کی ضرورت ہے کہ آج جب زراعت پر اس قدر توجہ دی جا رہی ہے' جو اس ملک کی بنیاد ہے' تو پھر اس کو بھی اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے ملک میں اس طور پر contribute کرنا چاہیے' جس طرح دوسرے طبقے کر رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! عالمی بنک کے اعداد و شمار کے مطابق اگر صرف عشر کے معاملات کو صحیح طور پر جانچ لیا جائے' تو تقریباً 10 سے 15 ارب روپے وصول ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر موجودہ حکومت 10 لاکھ ایکڑ رقبہ فوج کے ذریعے کاشت کروائے' تو اسے 10 ارب روپے کی آمدن ہوسکتی ہے۔

جناب چیئرمین! یہ پنجاب حکومت کا ایک کارنامہ ہے کہ اس نے فوج کے ذریعے نہ صرف "گھوسٹ سکولز" بلکہ مردم شماری' الیکشن اور دیگر کام کروا کر فوج کو بہترین طور پر استعمال کیا اور فوج نے ملک کی ترقی میں غیر ترقیاتی اور ترقیاتی کاموں میں جس طور پر contribute کیا ہے' اس سے نہ صرف پاکستان کی معیشت کو مضبوط کرنے میں ان کا بڑا اہم کردار ہے' بلکہ فوج کا ادارہ اپنے طور پر اپنی اساس کو منوانے میں' اپنی ادارے کی صلاحیتوں کو منوانے میں کامیاب رہا ہے۔

جناب چیئرمین! زرعی خود کفالت کے لیے کالا باغ ڈیم ہماری سب سے اہم ضرورت ہے۔ آج پاکستان بجلی کے جس خوف ناک بحران سے دوچار ہے اس کے پیش نظر کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا مسئلہ سب سے اہم ہے۔ یہ پاکستان کی معیشت کی شہ رگ ہے اور 250 ارب روپے کا یہ منصوبہ ہر لحاظ سے پاکستان کی زرعی اور صنعتی ترقی کے لیے ناگزیر ہے۔ جناب چیئرمین! اس منصوبے کی تعمیر سے 22 لاکھ ہیکٹر زمین سیراب ہو سکے گی اور 30 لاکھ ہیکٹر اراضی سیم کی وجہ سے خراب ہو رہی ہے' اس سے ہمیں تقریباً 150 ارب روپے کا سالانہ نقصان ہو رہا ہے' اگر یہ 30 لاکھ ایکڑ اراضی کاشت میں آ سکے'

تو اس سے پاکستان 150 ارب روپے کی زرعی اجناس پیدا کر سکتا ہے۔ اب یہ اجناس اس لیے پیدا نہیں ہو رہیں کہ سیم کی وجہ سے ہماری زمینیں تباہ ہو رہی ہیں۔ پنجاب میں سیم کے لیے نجی شعبہ میں ٹیوب ویل کے ذریعے بہترین آپریشن کیا گیا ہے۔ جس سے پورے پنجاب کی زمین کو سیم کی بربادی سے بچانے کے لیے جو پروگرام شروع کیا جا چکا ہے' اس کی ابتدا نہ سندھ میں ہوئی ہے' نہ سرحد میں۔ آج اگر کالا باغ ڈیم بنتا ہے' تو اس سے پیدا ہونے والی بجلی کی قیمت 30 پیسے سے لے کر 40 پیسے فی یونٹ ہوگی۔ جب کہ تھرمل پاور سے بجلی ہمیں 6 روپے فی یونٹ دستیاب ہے' جو نہ ہماری زرعی اجناس کے لیے' نہ ہماری صنعت کے لیے کسی طور پر نہ اندورن ملک اور نہ ہی برآمدات کے لیے feasible ہے۔ آج ہمارے ملک میں پانی کی سطح بہت اونچی ہے۔ اتھوپیا میں پانی کی سطح بہت نیچے جا چکی ہے۔ اگر کسی ملک میں پانی کی سطح زیادہ اونچی ہو تو وہاں پر ٹیوب ویل کے ذریعے اس پانی کا نکاس لازمی ہے۔ اب ٹیوب ویل کو چلانے کے لیے بجلی درکار ہے اور 6 روپے فی یونٹ بجلی لے کر کوئی نجی شعبے میں ٹیوب ویل نہیں لگائے گا۔ جس سے آپ کا سیم کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج کالا باغ ڈیم کے ساتھ ساتھ بھاشا اور دوسرے ڈیمز کی ضرورت ہے تاکہ ہماری بنیادی ضرورت کی بجلی کو کسی نہ کسی طور پر پیدا کیا جا سکے۔ اس وقت 14000 میگاواٹ بجلی کی ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین! بجٹ میں تقریباً تمام manufacturing articles پر سیلز ٹیکس لگا دیا گیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے cottage, small اور میڈیم سکیل کی انڈسٹری بہت بری طرح متاثر ہوگی اور پیداواری عمل میں نہ صرف کمی آئے گی' بلکہ ہمارے ریونیو کم ہو جائیں گے۔ جب تک باڑہ مارکیٹیں اور سمگلنگ کا متوازی نظام تجارت ختم نہیں ہو جاتا' یہ ڈیوٹی یا سیلز ٹیکس کسی طور پر بھی لاگو نہیں ہونا چاہیے۔

جناب چیئرمین! آج پنجاب میں مہنگائی' بے روزگاری' دہشت گردی' امن و امان اور ترقیاتی کام نہ ہونے کی بازگشت اپوزیشن ممبران کی طرف سے سنی گئی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف نے صحیح معنوں میں good governance کا concept پیش کیا ہے۔ آج ان کے بدترین دشمن اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ انھوں نے نہ صرف صوبے سے لوٹ کھسوٹ کا عمل ختم کیا' بلکہ ناجائز اور زائد گاڑیوں کے فروخت سے آمدن حاصل کی۔ پی آر ٹی سی' جو کہ اس

وقت ناکارہ ادارہ تھا' اس کی 40 کروڑ روپے سالانہ تنخواہیں تھیں' اس کو ختم کرنے کے بعد پنجاب میں ٹرانسپورٹ سسٹم کے لیے نئے طور پر کام کیا۔ ادویات میں ملاوٹ کے خاتمے کے متعلق مہم شروع کی۔ دیہی اور صنعتی ترقی کے لیے سیلف ایمپلائمنٹ سکیم کی ابتداء کی۔ اس کے بعد دیہی علاقوں میں ساڑھے تین ارب روپے کی مالیت سے ووکیشنل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹس کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے۔ رمضان پیکج دیا۔ سٹمپ فوڈ سکیم پانچ لاکھ خاندانوں کے لیے یہ ایک ایسی سکیم ہے' جس سے پہلی بار پورے پنجاب میں ایک انقلاب برپا کر دیا گیا ہے۔ ایک عام خاندان' جس کی ماہانہ انکم بڑی کم ہے' انسے اس سے بہت زیادہ فائدہ پہنچا ہے۔

جناب چیئرمین! میں اپنی بات ختم کر رہا ہوں۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کی اس کاوش سے 7 سال کے بعد صوبے میں بلدیاتی انتخابات کا عمل مکمل ہوا۔ اپوزیشن کی طرف سے کہا گیا کہ ان میں بہت دھاندلی ہوئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتخابات اتنے شفاف تھے کہ میرے اپنے ضلع میں تقریباً 30 فی صد سے زائد سیٹیں پیپلز پارٹی نے حاصل کیں۔ جس طور پر ان انتخابات کا عمل شروع کیا گیا' یہ میاں شہباز شریف صاحب کا ایک کارنامہ ہے کہ انھوں نے پورے پاکستان کو چھوڑ کر پنجاب میں دوبارہ بنیادی جمہوریتوں کے قیام کو صحیح معنوں میں ایک نئی روح دی۔

جناب چیئرمین! میں دو تین باتیں اور عرض کرنا چاہوں گا کہ آج اس وقت وفاقی حکومت نے ساڑھے آٹھ ارب روپے پولیس کی مد میں امن و امان کے لیے رکھے۔ صوبہ پنجاب نے بھی بہت بڑی رقم رکھی' لیکن جناب چیئرمین! جب تک بنیادی خرابی دور نہ کی جا سکے' اس وقت تک اس کے نتائج حاصل نہیں ہو سکتے۔ ایلیٹ فورس بن رہی ہے' لیکن اگر صوبے کے 425 S.Ps and D.S.Ps میں سے 275 کے خلاف مالی بے ضابطگیوں اور دوسرے قسم کے کیس چل رہے ہوں' تو پھر آپ کیسے تصور کر سکتے ہیں کہ عوام کو انصاف ملے گا۔ پولیس جو کیس بناتی ہے' اس میں سے 5 فی صد کیس mature ہوتے ہیں' لیکن ہمارے صوبے میں یہ ایک بنیاد ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج اس نظام کو اوور ہال کرنے کی ضرورت ہے۔ آج اگر آپ پنجاب میں پولیس کے نظام میں جزا اور سزا کے طور پر صحیح معنوں میں عمل درآمد کرا سکیں گے' تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ صحیح معنوں میں پنجاب کی خدمت ہوگی۔ گوجرانوالہ کے مسائل کے لحاظ سے ہائی کورٹ بنچ کا قیام' یونیورسٹی کا قیام' کیڈٹ کالج کا قیام' آج وقت کی اہم ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین! میاں نواز شریف اور میاں شہباز شریف کو ایٹمی دھماکے کے تاریخ ساز کارنامے پر میں دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرنا چاہتا ہوں۔ بلاشبہ وہ اسلامی امہ کی قیادت سنبھال چکے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کے اسی کارنامے کے طور پر کسی شاعر نے سچ کہا ہے،

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

جناب چیئرمین، شکریہ۔ اب ندیم کامران صاحب۔

ملک ندیم کامران، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین! شکریہ۔ میں سب سے پہلے حسب روایت نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں وزیر اعظم پاکستان' وزیر اعلیٰ پنجاب اور ایٹمی سائنس دانوں اور پوری پاکستانی قوم کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ جنھوں نے ایٹمی دھماکے کر کے اس ملک کا وقار بلند کیا اور اپنے آپ کو منوایا کہ یہ قوم باشعور ہے۔ کسی کے آگے جھکتی نہیں ہے اور اپنے فیصلے خود کرتی ہے۔

اس کے بعد آج جو بجٹ کے اوپر بحث ہو رہی ہے۔ اس سلسلے میں وزیر خزانہ سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کو ان نامساعد حالات میں ایک بہترین اور متوازن بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ میرے فرائض میں شامل ہے کہ اس میں جو چیزیں بہتر ہیں۔ ان کے بارے میں اظہار خیال کیا جائے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ جو اصلاح کا پہلو نکلتا ہے۔ ان کو بھی پیش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ سب سے پہلے یہ بات حقیقی معنوں میں پہلی دفعہ اس ملک میں اور اس صوبے میں سامنے آئی ہے کہ پاکستان کو حقیقی طور پر زرعی ملک کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے ۔ اس میں جس طرح حکومت نے زرعی قرضوں کا اجراء' ٹریکٹر کی رعایتی قیمتیں' بھل صفائی کا کام' پانی چوری کو ختم کرنا اور جعلی ادویات کے سلسلے میں ٹھوس اقدامات اٹھانا اور اس کے ساتھ ساتھ جعلی کھاد کا جو استعمال تھا اور اس کی جو خرید و فروخت تھی' اس کو ختم کرنا نہایت مثبت اقدام ہیں۔ جس سے میں سمجھتا ہوں کہ زراعت اس ملک میں پھلے اور پھولے گی اور ہم زرعی اجناس میں ان شاء اللہ ہر لحاظ سے خودکفیل ہوں گے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ دو تین ایسے اہم نکات ہیں جو زراعت کو مزید فعال بنانے میں اور زرعی انقلاب لانے کے لیے ضروری ہیں۔ جس میں

ٹیوب ویلز کے لیے جو بجلی کے فلیٹ ریٹ یا جیسے ہندوستان میں بجلی فری کنکشن دیے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک خصوصی سروے کر کے' اس کے اوپر ایک انقلابی فیصلہ کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ایک اور اہم بات ہے کہ pesticides کے سلسلے میں جعلی ادویات کا ذکر آتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ چھ سات ارب روپے کی جو ادویات باہر سے آتی ہیں۔ یہاں پر اس کے ساتھ ڈیوٹی اور دوسری چیزیں شامل کرنے کے بعد' جب زمین دار کے پاس پہنچتی ہیں' تو تقریباً وہ تیرہ چودہ ارب روپے تک پہنچ جاتی ہیں' اور چھ سات ارب روپے کا جو اضافہ ہوتا ہے۔ اس کو ایک لحاظ سے ختم کیا جا سکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ pesticides کا ایک پلانٹ یا فیکٹری پاکستان میں وجود میں آئے۔ یہ ایک بہت بڑا انقلابی قدم ہوگا۔ اس سلسلے میں ہمارا یہ فیصلہ ہوا تھا کہ زراعت کے اوپر ٹیکس لگایا جائے اور جتنا پیسہ اکٹھا ہوگا۔ وہ اس ضمن میں ہی صرف ہوگا تو میں نہیں سمجھتا کہ وہ اڑھائی تین ارب سے زیادہ روپیہ اس پلانٹ اور فیکٹری کے لیے درکار ہوگا۔ اس سے ہمیں بہت زیادہ فائدہ ہونے کا امکان ہے۔ اس کے ساتھ ہمارے جو زراعت کے لیے ریسرچ انسٹی ٹیوٹس ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ پوری دیانت داری کے ساتھ کام نہیں کر رہے۔ ان کو بھی فعال اور مزید بہتر بنانے کے امکانات موجود ہیں۔ اس پر بھی غور و فکر کی ضرورت ہے۔

اسی طرح اب میں تعلیم کے بارے میں چند گزارشات پیش کروں گا۔ جیسا کہ اس بجٹ میں کہا گیا ہے کہ 2002ء تک خواندگی کی شرح 70 فی صد ہو جائے گی' لیکن میں اس سے اس لحاظ سے اتفاق نہیں کرتا۔ کیونکہ سکول تو قائم ہو چکے ہیں' کالج قائم ہو چکے ہیں اور سکول اپ گریڈ تو کیے جا رہے ہیں لیکن ٹیچرز کہاں سے آئیں گے؟ ٹیچرز نہیں ہیں۔ لیبارٹریز کے لیے لیبارٹری سٹاف نہیں ہے۔ لیبارٹریز کے لیے فنڈز نہیں ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ جو basic requrement ہے کہ سکولوں میں ہر لحاظ سے جو سہولت دینی ہے وہ مہیا نہیں کی جا رہی۔ اس کے لیے بہت ضروری ہے کہ فوری طور پر تعلیمی میدان پر غور کریں اور اگر 2002ء تک ہم نے 70 فی صد تک خواندگی کی شرح طے کر جانی ہے تو اس کے لیے اساتذہ بنیادی ضرورت ہیں۔ ان کے بغیر یہ کام مکمل ہونا ناممکن ہے۔ لہذا میری یہ گزارش ہوگی کہ اگر مکمل طور پر نہیں تو جزوی طور پر یا جس حد تک خزانہ اجازت دے تو ٹیچرز کے اوپر سے بین کو ختم کیا جائے اور ٹیچرز کی بھرتی کی جائے تاکہ یہ مسئلہ حل کیا جا سکے۔

اس کے بعد ایک اور چیز ہمارے سامنے آئی ہے کہ ہر ضلع میں تعلیم کی مینجمنٹ کمیٹیاں بنائی گئی ہیں۔ لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ ڈسٹرکٹ لیول پر کمیٹیاں بنائی گئی ہیں۔ ان تمام کا سربراہ یا چیئرمین ایم این اے کو رکھا گیا ہے' حالانکہ یہ ایک صوبائی معاملہ ہے اور اس کے تحت اس ضلع کے ایم پی اے کو ہی اس کا سربراہ ہونا چاہیے' اور اسی کو یہ معاملات deal کرنے چاہئیں۔ لیکن یہ ایک عجیب سی چیز سامنے آئی ہے کہ یہ کام آج تک نہیں ہوا جو اس وقت ہمارے سامنے آیا ہے۔

اس کے علاوہ میں اپنے شہر ساہی وال اور اپنے حلقے کے بارے میں یہ بات ضرور کہوں گا کہ وہاں وزیر اعلیٰ صاحب نے دورہ کیا اور ایم۔اے کلاسز کا اعلان فرمایا' اورگرلز کالج میں بی اے کلاسز کا اعلان فرمایا اور ایم کام کی کلاسز کے اجراء کا اعلان فرمایا۔ لیکن کسی کے لیے بھی ابھی تک اساتذہ اور required چیزوں کا انتظام نہیں کیا گیا۔ جو میں سمجھتا ہوں کہ وہ وعدہ پورا ہو سکتا ہے اور نہ ہی جس مقصد کے لیے وعدہ کیا گیا تھا اس مقصد کو تقویت مل سکتی ہے۔ اس کے علاوہ جو سکول یا ٹیکنیکل کالج اپ گریڈ کیے جا رہے ہیں یا ان میں نئی کلاسوں کا اجراء کیا جا رہا ہے۔ اس میں لیبارٹریز کے لیے فنڈز کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اس کے بغیر ان کو اپ گریڈ کرنا یا ٹیکنیکل کالجوں کے اجراء کا کوئی مقصد باقی نہیں رہ جاتا۔ اس سلسلے میں خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جو بوٹی مافیا کا خاتمہ کیا گیا ہے۔ اس کے لیے وزیر تعلیم کو' وزیر اعلیٰ پنجاب کو اور دوسرے احباب کو اور خاص طور پر ٹاسک فورس کے چیئرمین کو' جنھوں نے ghost schools کے لیے کام کیا' میں ان کے لیے یہاں appreciation ضروری سمجھتا ہوں۔

اس کے علاوہ میں ایک بات صحت کے بارے میں کرنا چاہتا ہوں کہ ہسپتالوں کی حالت اتنی ناگفتہ بہ ہے کہ جس کا آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ جب وہاں پر انسان صحت لینے کے لیے جاتا ہے تو وہاں سے بیماری لے کر آتا ہے۔ آپ لاہور کی بات نہ کریں۔ ڈویژنل ہیڈ کوارٹر کی بات نہ کریں۔ اگر دوسرے شہروں کی بات کریں تو حقیقت آپ کے سامنے آ جائے گی۔ ہمارے وزیر صحت یہاں نہیں بیٹھے' لیکن وزیر خزانہ صاحب کے توسط سے اور اس ہاؤس کے توسط سے میں ایک ایسی بات آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں کہ ساہی وال ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال' پاکستان کا واحد ہسپتال ہے جس میں disposal کا outlet نہیں ہے۔ گندا پانی اندر ہی کھڑا رہتا ہے اور اس کا outlet نہیں ہے۔ یہ ہسپتال 40,50 سال سے معرض وجود میں آیا ہوا ہے۔ لیکن اس کے گندے پانی کا outlet

کوئی نہیں۔ یہ حیرانی کی بات ہے۔ مجھے افسوس سے یہ بیان کرنا پڑ رہا ہے کہ آج تک کسی نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ میں نے پچھلے ڈیڑھ سال میں تقریباً 25,30 چٹھیاں اس سلسلے میں لکھوائی ہیں اور approach کی ہے لیکن کوئی شنوائی نہیں ہو رہی۔ اس سلسلے میں خصوصی توجہ ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ جو ساہی وال کا ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال ہے۔ وہاں پر 12 ہاؤس جاب ڈاکٹرز کی سیٹیں تھیں جو وہاں سے سروسز ہسپتال لاہور شفٹ کر دی گئی ہیں جو میں سمجھتا ہوں کہ زیادتی ہے اور ہمیں وہ سیٹیں فوری طور پر واپس کرنی چاہییں۔

اس کے علاوہ نئی سڑکوں کے بارے میں' میں اتنا ہی کہتا ہوں کہ ساہی وال کو ہر لحاظ سے نظر انداز کیا گیا ہے۔ اگر آج ہم یہ بات کہیں تو کسی کو ناگوار نہیں گزرنا چاہیے کہ سمن آباد' مسلم ٹاؤن یا کسی اور سوسائٹی کی جو سڑکیں ہیں' وہ ضرور اہم ہوں گی۔ لیکن آج ہمیں ترجیحات طے کرنی پڑیں گی کہ یہ ضروری ہیں یا جہاں پر ہماری economy move کر رہی ہے' وہ ضروری ہیں۔ آپ میں سے کوئی شخص کبھی یہاں سے ساہی وال جا کر دیکھے اور مین ہائی وے پر اپنی گاڑی چلائے تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو احساس ہوگا کہ یہ اہم نہیں ہیں' وہ اہم ہے جہاں پر ہماری economy travel کر رہی ہے۔ ہم ایک طرف تو کہتے ہیں کہ ہم نے ترجیحات طے کرنی ہیں اور بہتر چیزیں آگے لانی ہیں۔ لیکن ہم یہاں پر آ کر کیوں یہ diversion دوسری طرف لے جاتے ہیں۔ میری یہ گزارش ہوگی کہ اگر اس کو نیا نہیں بنایا جا سکتا تو کم از کم مرمت ہی کر دیا جائے تاکہ وہاں پر آنے جانے کی سہولت ہو اور کراچی سے جتنا مال آتا ہے' ٹرکوں کے ذریعے' ٹرالوں کے ذریعے اسی روڈ سے آتا ہے اور ہماری economy اس پہ travel کر رہی ہے۔ لیکن ساہیوال سے لاہور تک روڈ کی اتنی ناگفتہ بہ حالت ہے کہ ہم پچھلے ڈیڑھ سال سے کبھی بھی اس سے گزر نہیں سکے۔ کبھی چھانگا مانگا کے راستے سے آنا پڑتا ہے اور کبھی قصور کے راستے سے تب جا کر سفر کرتے ہیں۔ تو یہ انتہائی ضروری ہے۔

میں اس کے علاوہ ایک دو پوائنٹس کے لیے مزید آپ سے وقت لوں گا۔ وہ یہ ہیں کہ زکوٰۃ کے سلسلے میں بتایا گیا ہے کہ ساڑھے تین ارب روپے سے ہم پیشہ وارانہ تکنیکی ادارے قائم کریں گے۔ میری گزارش ہوگی کہ اس سے ساہیوال کو بھی حصہ ملے اور اس میں بھی اس سے کوئی ادارہ قائم کیا جائے۔

میں خصوصی طور پر ایک اور بات کہنا چاہوں گا کہ سپیشل ایجوکیشن کے سلسلے میں گونگے'

بہرے نابینا بچوں کے سکولوں کو زکوٰۃ فنڈ میں سے اگر کچھ فراہم کر دیا جائے تو بہت ضروری ہوگا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک بہت افسوس ناک پہلو سامنے آیا ہے کہ جہاں پر دوسرے ٹیچرز کے اوپر پابندی ہے ان سپیشل سکولوں میں بھی ٹیچرز کے اوپر پابندی ہے۔ ہمارے ساہیوال شہر میں ایک سکول ہے جس میں تقریباً تین ساڑھے تین سو سٹوڈنٹس تعلیم حاصل کر رہے ہیں لیکن یقین کریں کہ صرف دو ٹیچرز ہیں جو ان کو پڑھاتے ہیں اور وہ گونگے، بہرے اور نابیناؤں کا سکول ہے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ ہم لوگ کہاں بیٹھے ہیں اور کس صدی کی بات کر رہے ہیں۔

آخر میں ترقیاتی پروگرام کے سلسلے میں، میں وزیر خزانہ صاحب کو یہ گزارش کروں گا کہ آپ نے جہاں پر یہ بجٹ بنایا، یہ بہتر ہوتا اگر آپ تمام ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز یا ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز پر ایک میٹنگ بلاتے اور وہاں کے مقامی ایم این ایز اور ایم پی ایز کو اعتماد میں لے کر ان کی ضروریات سے آگاہی حاصل کرتے۔ لیکن چونکہ ایسا نہیں ہوا، لہٰذا اب اس سلسلے میں میری صرف یہ تجویز ہے کہ آپ جو بھی ڈویلپمنٹ کرنا چاہتے ہیں، جو بھی فنڈ مہیا کرنا چاہتے ہیں، ہمارا آپ ایم پی ایز کو اعتماد میں لیں اور ان کے ذریعے یہ فنڈز مساوی بنیادوں پر تقسیم کیے جائیں تاکہ پتا چلے کہ ہم بیس لاکھ میں، تیس لاکھ میں یا پچاس لاکھ میں اگر کچھ کر سکتے ہیں تو ہماری ترجیحات کیا ہیں اور ہمیں اسی لیے چنا گیا ہے کہ ہم اپنی ترجیحات آپ تک پہنچا سکیں اور بہتر کام کر سکیں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ جی۔ اب میں مخدوم خسرو بختیار صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

مخدوم خسرو بختیار: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! باوجود اس کے کہ ہمیں وفاقی محاصل میں کم حصہ ملا۔ این ایف سی ایوارڈ کی revision ہوئی۔ پھر بھی اس متوازن بجٹ پیش کرنے پر میں وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف صاحب کو اور سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین صاحب! اگر آپ اس بجٹ کا موازنہ کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ یہ پچھلے سب بجٹوں کے لحاظ سے بہت مختلف ہے۔ یہ ایک وسیع معاشی پلان کی حیثیت سے سامنے آیا ہے۔ اس کے اندر ہم نے صرف physical infrastructure development پر ہی زور نہیں دیا، بلکہ social infrastructure development کرنے کے لیے بھی زور دیا ہے۔ اس کے اندر ہم نے

اکنامک پروڈکشن کو بڑھانے کی بات کی ہے۔ اس کو ترجیح دی ہے تاکہ اس پنجاب کی اور ملکی معیشت کی جو gross domestic product ہے وہ بڑھے جس کی میں تفصیل آپ کو بتاتا چلوں گا۔ یہ اس جدت پسندی کی ایک عکاسی ہے' یہ اس Visionary Chief Minister کی سوچ ہے جس نے اس صوبے کو ان دوسرے ترقی یافتہ ممالک کے صوبوں کے برابر لے جانے کی قسم کھا رکھی ہے۔ اگر آپ Annual Development Plan کو دیکھیں تو پچھلے سال سے اس دفعہ دو ارب روپے کا اضافہ کیا گیا ہے۔ باوجود اس کے کہ ہم پہ اس صوبے کے اندر اتنے resources constraint تھے اور اے ڈی پی کے اندر بھی اگر آپ موازنہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ on going اور new schemes کا جو division ہے وہ 43 سے لے کر 57 فی صد ہے۔ یہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ ہم نے بلا امتیاز عوامی خدمت کی قسم کھا رکھی ہے۔ اب سیاسی مفادات سے بالاتر ہو کر on going schemes جس پر اتنا خرچہ ہو چکا تھا اس کو بھی ساتھ لے کر چل رہے ہیں۔ بے شک چاہے وہ پچھلی حکومت نے بنائی ہوں کیونکہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ اگر ایک سڑک پچھلی حکومت نے بنائی ہے تو اس پر مسلم لیگ کے ساتھی بھی چلیں گے' پیپلز پارٹی کے بھی چلیں گے اور ہر سیاسی طبقہ فکر کے ساتھی چلیں گے۔ یہ ایک صدقہ جاریہ ہے اور اس کو جاری رکھنا چاہیے۔

جناب والا! اس کے بعد اگر آپ رورل سیکٹر کے اندر division دیکھیں تو اس دفعہ دو ارب روپے دیہی ترقی کے لیے رکھے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ چھ سو فارم ٹو مارکیٹ روڈز ہیں۔ اس کے بہت دور رس نتائج ہوں گے۔ زرعی معیشت کو استحکام ملے گا۔ علاقوں کو آپس میں میل جول ملے گا۔ dissemination of information ہو گی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے پچھلے سال 50 کروڑ روپے کی لاگت سے دیہاتوں کے لیے rural support programme شروع کیا۔ اس کے علاوہ رورل واٹر سکیم کے لیے بھی خاص رقم مختص کی گئی ہے اور سب سے قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہم ہر چیز کو صاف بنانے کے لیے تھرڈ پارٹی انسپکشن کا ایک طریق کار سامنے لے کر آئے ہیں تاکہ جو خورد برد ہے وہ ختم ہو جس کو کہ کسی بھی حکومت نے پہلے ختم نہیں کیا۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ہر حکومت جو بھی پہلے آئی ہے وہ قدامت پرستی میں یقین رکھتی تھی۔ اس نے کبھی تجدد کی طرف نہیں سوچا۔ اس لیے اگر آپ اربن ڈویلپمنٹ کی بات کریں تو ورلڈ بنک کے اشتراک سے جب کہ ہر طرف سے ہم پر sanctions لگائی جا رہی ہیں مگر ہم نے اتنا جامع منصوبہ ان کو پیش کیا جس کو وہ ٹھکرا نہ سکے۔ ہم

نے کہا کہ اگر آپ ورلڈ بنک کا مینڈیٹ ہیں کہ آپ لوگوں نے کم ترقی یافتہ ممالک میں ترقی دینی ہے تو ہمارے پاس ایک ترقی کا منصوبہ ہے۔ اگر آپ کے اندر کچھ حیا ہے تو آپ ہمیں فنڈز دیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب' وزیر خزانہ صاحب اور چیئرمین پی اینڈ ڈی صاحب کی شب و روز محنت سے ان کو ہم نے قائل کیا اور 5 ارب روپے کا منصوبہ شروع کیا۔

جناب محمد صدیق سالار، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، جی' پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

جناب محمد صدیق سالار، جناب چیئرمین! میرے فاضل دوست ہر بات پر یہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ کیا۔ کیا وزیر خزانہ یہ ہیں یا وہ ہیں؟ ہمارے علم میں یہ بات تو آئے۔ (قطع کلامیاں)

وزیر خزانہ، جناب چیئرمین! مجھے وضاحت کی اجازت ہے؟

جناب چیئرمین، جی' پلیز۔

وزیر خزانہ، جس فاضل رکن نے یہ اعتراض کیا ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انھوں نے اپنی حکومت کی کارکردگی پر تنقید کی اور یہ نوجوان ممبر اپنی حکومت کی تعریف کر رہے ہیں۔ فرق اتنا ہی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

مخدوم خسرو بختیار، اور مجھے امید ہے کہ سالار صاحب بھی ہم میں سے ہی ہیں۔

جناب چیئرمین، جی' پلیز آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

مخدوم خسرو بختیار، جناب والا! میں اب ایک نئی innovative scheme کی بات کروں گا۔ municipal bonds کی بات کروں گا۔ financing کے ایک نئے طریق کار کی بات کروں گا۔ اس سے حکومت پنجاب کے پاس جو پیسہ ہے اس پر زور نہیں پڑے گا' بلکہ different resources کے through ہم ان کو استعمال کریں گے۔ پھر اگر بجٹ کے اے ڈی پی میں دیکھا جائے تو اس میں ایک matching grant رکھی گئی ہے اور یہ ڈسٹرکٹ کونسل اور میونسپل کارپوریشن کو خود انحصاری کی طرف لے جانے کے لیے ایک قدم کے طور پر رکھی گئی ہے۔ اس کا تصور یہ ہے کہ اگر ایک ڈسٹرکٹ کونسل اپنے غیر ترقیاتی اخراجات کم کرے اور ترقیاتی کام بڑھائے تو حکومت پنجاب بھی اس کی حوصلہ افزائی کرے گی۔ یہ de-centralization اور devaluation of power کی طرف ایک

قدم ہے اور اسی سلسلےمیں وفاقی حکومت ایک جامع سول سروسز ریفارم کا ایک پیکج بنا رہی ہے جس کے بہت دور رس نتائج آئیں گے۔

جناب والا! اب Social Infrastructure یا Human Resource Development کی طرف آتے ہیں۔ اس کے اندر ووکیشنل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ کا انعقاد ساڑھے تین ارب روپے سے کیا گیا ہے جو ہر ڈسٹرکٹ میں بنائے جائیں گے۔ اس سے محنتی اور ہنرمند لوگوں کو اپنی پیشہ وارانہ صلاحیتیں ابھارنے کاموقع ملے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر وہ صلاحیت حاصل کرلیں لیکن ان کے پاس پیسے نہ ہوں کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاسکیں تو اسی نظریے کے تحت ایک کاٹیج انڈسٹری جو agro-based ہوگی اور مختلف سیکٹرز کی ہوگی اس کے ساتھ ان کا اشتراک کریں گے تاکہ ٹریننگ کا ایک خاطر خواہ نتیجہ نکلے۔ ہم اس کی طرف سے یہ امید رکھتے ہیں کہ ان شاء اللہ حکومت کے اوپر جو یہ روزگار دینے کا بڑھتا ہوا بوجھ ہےاس کو کافی حد تک یہ سکیمیں برداشت کریں گی۔

جناب والا! تین چار روز سے بحث جاری ہے۔ ہر ممبر نے اپنے اپنے علاقے کی بات کی کہ ہمارا ڈسٹرکٹ بہ نسبت دوسرے اضلاع کے اتنا ترقی یافتہ نہیں ہے ۔ اس سلسلے میں میں ایک تجویز جناب وزیر خزانہ صاحب کی خدمت میں پیش کروں گا۔ جناب والا! دنیا میں یہ established practice ہےکہ regional planning کے analysis کیے جاتے ہیں۔ ایک objective study کی جاتی ہے ہر ڈسٹرکٹ کے اندر basic data collect کیا جاتا ہے کہ اس کے اندر population کتنی ہے، وہاں فی کس آمدن کتنی ہے، اس کے resources کتنے ہیں، اس کی production کتنی ہے، اس کے ساتھ ساتھ اس infrastructure development کتنی ہے، یعنی اس میں کتنے سکول ہیں، کتنی سڑکیں ہیں، کتنے ہسپتال ہیں۔ تو میں ان کی خدمت یہ عرض کروں گا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم ایک دور رس منصوبہ بنائیں جس کے اندر ہر ڈسٹرکٹ سے ممبران اسمبلی کو شامل کیا جائے تاکہ صوبہ پنجاب کے ہر ضلع کو ہم پلہ ترقی دینے کا ایک جامع master plan بنایا جائے تاکہ جو احساس محرومی ہے اس کو ہمیشہ کے لیے ختم کیا جائے۔

اس کے علاوہ جناب والا! financial discipline کی بات ہوتی ہے-------

جناب چیئرمین: شکریہ جی۔

مخدوم خسرو بختیار، جناب والا! ابھی تو میں زراعت پر آ رہا تھا۔

آوازیں، ان کو تھوڑا سا اور وقت دے دیں۔

جناب چیئرمین، دیکھیے - ہمارے پاس مقررین کی کافی تعداد ہے----

مخدوم خسرو بختیار، جناب والا! مجھے صرف پانچ منٹ اور عنایت فرما دیجیے گا۔

جناب چیئرمین: اگر آپ اس طرح سے کریں گے تو پھر یہ ممکن نہیں ہو سکے گا۔ مہربانی سے آپ ایک منٹ میں اپنی بات ختم کریں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، جی -

جناب سعید اکبر خان، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ محترم مخدوم صاحب کو زراعت پر ضرور بات کرنے دیں' کیونکہ یہ شاید اس ٹاسک فورس کے ممبر ہیں' ویسے ہیں کچھ۔ اور وہ یہ بھی ضرور بتائیں کہ انھوں نے ٹی وی پر سونا چاندی کا جو اشتہار دیا ہے اس کی اہمیت کیا ہے' کیونکہ انہی سے وہ منسوب کیا جا رہا ہے جو انھوں نے وہ اشتہار دیا ہوا ہے -

مخدوم خسرو بختیار، جناب والا! میرے خیال میں اپوزیشن ممبر کی یہ درخواست آپ کو ماننی چاہیے' اس لیے میں باقی باتیں چھوڑتا ہوں اور میں agriculture sector کی طرف آتا ہوں۔

جناب چیئرمین، نہیں - آپ ایک منٹ میں اپنی بات ختم کریں۔

مخدوم خسرو بختیار، جناب والا! زراعت کا اتنا بڑا محکمہ ہے' ایک منٹ میں تو میں اس کے بارے میں کچھ بھی عرض نہیں کر سکوں گا۔

جناب چیئرمین، جب آپ کے محکمے کا وقفہ سوالات آئے گا اس میں آپ بات کیجیے گا۔ اس وقت آپ بجٹ کے حوالے سے بات کر رہے تھے اس کو اب آپ سمیٹ لیں۔ صرف ایک منٹ آپ کو اور دیتا ہوں۔

خواجہ ریاض محمود، جناب والا! ہمارے اپوزیشن ساتھی نے چیلنج کیا ہے' لہٰذا آپ ہمارے نوجوان ساتھی کو ذرا کھل کر جواب دینے دیں۔ یہ بھی اپنے منہ میں زبان رکھتے ہیں -

جناب چیئرمین، خواجہ صاحب، بہت شکریہ۔

جناب سعید اکبر خان، میں نے چیلنج نہیں کیا میں نے تو ان کی support کی ہے۔

جناب چیئرمین، آپ ایک منٹ میں اپنی بات کو سمیٹیں۔ آپ کا تقریباً ایک منٹ ہو چکا۔

مخدوم خسرو بختیار، جناب والا! میں کم از کم آپ کے توسط سے اپنی اپوزیشن کے معزز ممبر کو یہ تسلی ضرور دوں گا کہ زراعت پر بحث کا وقت بھی آنے گا، کٹ موشنز بھی آئیں گی تو میں ان شاء اللہ آپ کے ہر جواب کا تسلی بخش جواب دینے کی ہرممکن کوشش کروں گا۔

جناب چیئرمین، بہت شکریہ جناب۔ ملک غلام شبیر جوئیہ صاحب۔ فاضل ممبر ایوان میں موجود نہیں ہیں، حاجی احمد خان ہرل صاحب۔

حاجی احمد خان ہرل، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ جناب چیئرمین صاحب۔ آپ کا شکریہ۔

جناب چیئرمین، ہرل صاحب، اس سے پہلے کہ آپ اپنی بات شروع کریں۔ سات بجکر دس منٹ پر ہم نماز کا وقفہ کریں گے۔ اور یہ بیس منٹ کے لیے ہوگا۔ آپ سات بجکر دس منٹ تک اپنی بات سمیٹیں گے۔ شکریہ۔

حاجی احمد خان ہرل، جناب والا! میں کوشش تو کروں گا۔

جناب والا! کر رہا تھا کہ ہر سال بجٹ کے موقع پر عام و خاص میں خوف کی فضا پیدا ہو جاتی ہے، کیونکہ مہنگائی میں اضافہ ہوتا ہے ۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عوام کی آمدنی میں اس قدر اضافہ نہیں ہوتا جس قدر روز مرہ کی اشیاء میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان حالات میں ایک فلاحی ریاست کی حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایسا بجٹ پیش کریں جس میں لوگوں کا معیار زندگی بلند ہو اور بنیادی ضروریات کی چیزیں آسانی سے میسر ہوں۔ بانئی پاکستان جناب قائد اعظم رحمتہ اللہ نے فرمایا تھا کہ پاکستان صرف زندگی گزارنے کے لیے نہیں بنا، بلکہ بہتر زندگی گزارنے کے لیے بنایا گیا ہے۔ جس طرح وفاقی حکومت نے بجٹ پیش کیا ہے اس طرح ہماری حکومت پنجاب نے بھی ایک متوازن بجٹ پیش کیا ہے اور خود انحصاری کی طرف پہلا قدم ہے۔ اس سے بہتر بجٹ ممکن نہ تھا۔ قیام پاکستان سے لے کر آج تک پاکستان بحرانی کیفیت سے باہر نہیں نکل سکا۔ سب سے بڑا بحران تعلیم کا بحران ہے جس نے ملک کے دوسرے مسائل کو بھی سنگین تر بنا دیا ہے۔ خواندگی

کی شرح سال بہ سال کم ہوتی جاتی رہی ہے ۔ کوئی قوم بھی تعلیم کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی۔ صحت مند بچے تعلیم سے آراستہ ہو کر آگے چل کر اپنے ملک اور قوم کی باگ ڈور سنبھال سکتے ہیں۔ دنیا کی کوئی حکومت بھی تعلیم اور صحت جیسی بنیادی ضروریات زندگی سے غافل نہیں رہ سکتی۔ علم کے بغیر لوگ جہالت' غربت اور بے روزگاری کے اندھیروں کو ختم نہیں کر سکتے۔ ہماری مسلم لیگ کی حکومت خواندگی کی شرح میں اضافہ کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے ۔ قائد اعظم صاحب ہمیشہ تعلیم و تربیت پر سب سے زیادہ زور دیتے تھے ۔ نئی نسل کو تعلیم یافتہ بنا کر ہم تحریک پاکستان کے مقاصد حاصل کر سکتے ہیں۔ گو انسانی زندگی کے لیے روٹی' کپڑا اور مکان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن علم کے بغیر انسان ان چیزوں کی بھی شناخت نہیں کر سکتا اور نہ ہی مقصد حیات حاصل کر سکتا ہے۔ اس وقت ہمارے ملک میں خواندگی کی شرح 31 فی صد ہے۔ لیکن ہمارے ماہرین تعلیم نے آئندہ صدی کے پہلے عشرہ میں 70 فی صد تک لے جانے کا پروگرام بنا رکھا ہے ۔ اگر ہماری حکومت یہ کام کر سکے تو یہ بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔ تعلیم سے آراستہ نسل ہی قوم کا بیش قیمت سرمایہ ہے۔ ہماری حکومت فروغ تعلیم پر بھر پور طریقے سے توجہ دے رہی ہے' کیونکہ تعلیم ہی وہ پیمانہ ہے جس کی بدولت قومیں اپنے معاشرتی اور سماجی حقوق کا ادراک کرتے ہوئے اپنے مستقبل کو سنوارنے کے لیے اپنی ترقی اور خوشحالی کی راہوں کا تعین کرتی ہے۔ معیاری تعلیم کے لیے اساتذہ' کرام کو اپنے فرائض پوری ایمانداری سے ادا کرنے ہوں گے ۔ قومیں ہمیشہ محنت' دیانت اور ڈسپلن سے بنتی ہیں۔ مگر ہمارا سب سے بڑا المیہ قومی سطح پر نظم و ضبط کا فقدان ہے۔ ہمارا کوئی ادارہ ایسا نہیں' کوئی شعبہ ایسا نہیں جو بدنظمی کا شکار نہ ہو۔ ڈسپلن سے عاری معاشرہ تعمیر و ترقی کی منزلیں طے نہیں کر سکتا۔ اس موقع پر ہمیں یہ اعتراف کرنے میں کسی بخل کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ ہماری پوری قومی زندگی بددیانتی اور بدنظمی کی لپیٹ میں آ چکی ہے۔ سرکاری محکموں میں جو بددیانتی یا بدنظمی ہو رہی ہے وقتاً فوقتاً اس کی روداد اخباروں میں چھپتی رہتی ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ ان سنگین بدعنوانیوں نے اور قومی وسائل کی لوٹ کھسوٹ نے اس ملک کا انجر پنجر ہلا کر رکھ دیا ہے۔ صوبائی تعصبات نے جو صورت اختیار کر رکھی ہے فرقہ وارانہ دہشت گردی ہی اس کا نتیجہ ہے۔ اگر یہ سیاسی اور معاشی بحران جاری رہا تو عنقریب ہمارا ملک خانہ جنگی کی لپیٹ میں آ جائے گا۔ یہ بھی درست ہے کہ پاکستان اقتصادی اور معاشی مسائل کا شکار ہے ۔ بے روزگاری اور مہنگائی اور دیگر سماجی اور معاشرتی مشکلات نے

عام آدمی کا جینا دوبھر کر دیا ہے ۔ قومی معیشت اندرونی اور بیرونی قرضوں میں جکڑی ہوئی ہے ۔ یہ جو نتیجہ ہے یہ ہماری اپنی غلط پالیسیوں کا نتیجہ ہے ۔ اگر ہم زرعی صنعت کو فروغ دیتے اور درآمدات پر انحصار ختم یا کم کر کے برآمدات پر توجہ دیتے اور محض اپنے وسائل پر انحصار کرتے' بددیانتی' بے حاجگی اور بدنظمی اور نمودو نمائش کے کلچر کی حوصلہ شکنی کرتے تو ہماری قومی اقتصادیات اور معیشت کی یہ ابتر حالت نہ ہوتی ۔ اگر ہم آج بھی اپنی زراعت کو جدید تقاضوں کے مطابق استوار کرلیں تو روٹی' کپڑا اور مکان کا مسئلہ ہم بآسانی حل کر سکتے ہیں ۔ البتہ عیش و عشرت اور نمودو نمائش کی زندگی بسر کرنے سے غیروں پر انحصار کرنا پڑے گا۔

جناب والا! ایٹمی دھماکے کرنا ہماری قومی ضرورت تھی ۔ وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنے وسائل پر انحصار کریں ۔ ایٹمی دھماکوں سے پوری قوم کا سر فخر سے بلند ہو گیا ہے ۔ ان شاء اللہ تعالیٰ پاکستان اپنے مسائل پر قابو پا لے گا۔ پوری قوم اس وقت سادگی اختیار کرنے پر تل گئی ہے ۔ میاں نواز شریف صاحب اور پاکستانی سائنس دان ایٹمی دھماکہ کرنے پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ان دھماکوں کی وجہ سے پوری قوم بلکہ ملت اسلامیہ کا سر بھی فخر سے بلند ہو گیا ہے ۔

جناب چیئرمین، آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے ۔

حاجی احمد خان ہرل، جناب والا! ابھی میں نے اپنے علاقے کے کوئی مسائل بیان نہیں کیے ۔

جناب چیئرمین، گزارش ہے کہ چونکہ اب نماز کا وقت ہو رہا ہے ۔ اب نماز کے لیے وقفہ کیا جاتا ہے اور 7-30 پر دوبارہ اجلاس شروع ہو گا۔

(اس مرحلہ پر وقفہ برائے نماز مغرب کیا گیا)

(نماز مغرب کے وقفے کے بعد 7.33 پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر، حاجی صاحب تقریر کر رہے تھے کہ نماز مغرب کا وقفہ آ گیا' اس لیے ان کا ٹائم بقایا ہے۔ جی حاجی صاحب بسم اللہ کریں۔

حاجی احمد خان ہرل، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O جناب سپیکر! اب میں اپنے حلقہ پی پی 31 بھلوال کی زبوں حالی کا تذکرہ اس معزز ایوان میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ گزشتہ سال موسم برسات میں میں نے محکمہ کے ذریعے افسران چیف انجینئر' ایس ای اور ایکسین کو اپنے حلقے میں بلوایا۔ میرے حلقے سے دو

سیم نالے ایک پھلرواں ڈرینج اور دوسری ہیڈ فقیریاں سلانوالی ڈرینج کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ خود رو پودوں کی وجہ سے ان کے کناروں کے ساتھ وہ پودے مل گئے تھے اور موسم برسات قریب ہے اگر یہ کام شروع ہو گیا تو بہت زیادہ نقصان ہوگا۔ میرے کہنے پر افسران موقع پر آئے اور نالوں کا مشاہدہ کیا۔ مشاہدے کے بعد انھوں نے اتفاق کیا کہ ان کی صفائی بہت ضروری ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر صفائی نہ ہو سکے تو کم از کم یہ خود رو پودے نکال دیے جائیں۔ اس سلسلے میں حکومت نے 14 لاکھ روپے کی منظوری دی جن میں سے نصف پی پی 29 کے لیے مختص تھے اور سات لاکھ روپے پی پی 31 کے لیے مختص تھے۔ لیکن مجھے آج تک پتا نہیں چلا کہ وہ سات لاکھ روپے کہاں گئے؟ وہ رقم محکمے نے خورد برد کر لی ہے یا کہاں بھیجی ہے؟ جناب والا! میں اس سلسلے میں 12-9-97 کو جناب وزیر اعلیٰ صاحب اور کمشنر صاحب کو فیکس کروا چکا ہوں کہ میرے سیم نالوں کی رقم خودر برد ہو گئی ہے اور محکمہ کے چیف انجینئر' ایس ای اور ایکسیئن کی لاپرواہی کی وجہ سے تباہی کا سبب بنا۔ سیم نالوں کی کھدائی نہ ہونے کی وجہ سے موسم برسات میں پانی دونوں کناروں سے بہہ گیا اور پی پی 31 کا کوئی شہر' کوئی قصبہ' کوئی دیہات کوئی چک ایسا نہیں رہا جہاں تین چار فٹ پانی کھڑا نہ رہا ہو اور کم از کم ایک مہینے تک پانی کھڑا رہا۔ جناب والا! میری درخواست پر حکومت نے میرے پورے حلقہ پی پی 31 کو آفت زدہ قرار دیا۔ لیکن میں نے جو فیکس وزیر اعلیٰ صاحب کو کرائی ہے' میں جناب وزیر اعلیٰ صاحب سے جناب سینئر وزیر صاحب سے اپیل کرتا ہوں کہ میں نے محکمہ کے افسران کے خلاف جو درخواست دی تھی مجھے آج تک اس کے نتیجے سے مطلع نہیں کیا گیا اور میرے حصے کے جو سات لاکھ روپے تھے اس کے بارے میں مجھے آج تک نہیں بتایا گیا۔ اس سلسلے میں کمشنر صاحب نے انکوائری کرائی' اس انکوائری میں یہ تمام افسران گناہ گار پائے گئے لیکن میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ وہ انکوائری آج تک منظر عام پر کیوں نہیں آئی۔ اگر کسی محکمے کا سربراہ دیانتدار ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ عوام کے مسائل حل نہ کرے' دیانتداری کے زعم میں کسی کو خاطر میں نہ لائے' فوری اہمیت والے کاموں کی طرف توجہ نہ دے۔ جملہ محکمے کے سربراہوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ پنجاب کو صبح سات بجے سے لے کر رات دو بجے تک لگن اور جنون کے ساتھ کام کرنے والا وزیر اعلیٰ پہلی بار میسر آیا ہے۔ اس میں قوت کار بھی ہے' اس میں قوت فیصلہ بھی ہے اور وہ بڑے سے بڑے دباؤ کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ بھی رکھتا ہے اور وہ آج کے بگڑے ہوئے نظام کی جلد سے جلد اصلاح بھی چاہتا ہے۔ انھوں نے پولیس کے ناک میں بھی نکیل ڈال رکھی ہے لیکن اگر ہمارے افسران

اپنے وزیر اسی سے [illegible]

سکتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، حاجی صاحب مہربانی۔

حاجی احمد خان بھرل، جناب والا! میری یہی گزارش ہے کہ میری اپیل جناب سینئر وزیر صاحب نوٹ فرمائیں اور مجھے اس سلسلے میں جواب دیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ اب میرے پاس سات مقررین کے نام باقی ہیں۔ منسٹر صاحب نے wind up بھی کرنا ہے۔ میں یہ عرض کرنے لگا تھا کہ وقت کے پیش نظر آپ کم وقت لیں اور اگر سارے دوست دو دو تین تین منٹ بول لیں تو ان کا کٹ بھی نہ رہے اور یہ بھی ذہن میں رکھیے گا کہ چونکہ آج منسٹر صاحب نے wind up کرنا ہے۔ اگر کوئی دوست voluntarily اپنا نام واپس لینا چاہے تو وہ لے سکتا ہے۔ جناب غلام محمد سواگ صاحب!

ملک غلام محمد سواگ، جناب والا! اگر میرا ٹائم وزیر خزانہ صاحب لینا چاہیں تو ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی؟

ملک غلام محمد سواگ، جناب والا! اگر ٹائم نہیں بچتا تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اگر آپ رضاکارانہ طور پر چاہتے ہیں تو آپ کی مہربانی ورنہ بسم اللہ کیجیے وقت ضائع نہ ہو۔

ملک غلام محمد سواگ، جناب والا! میں دو تین منٹ میں اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر! سب سے پہلے میں جناب وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ صاحب کو اس متوازن بجٹ پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ پنجاب اور بالخصوص دیہی علاقوں کے لیے یہ بجٹ مفید ثابت ہوگا۔ میں مختصراً صرف ایک بات کرکے آپ سے اجازت لوں گا۔ میرے دوستوں نے کافی باتیں کی ہیں۔ یہاں پر اپوزیشن کی طرف سے مسلم لیگی کارکنوں کی بات بھی چلی' اس کا جواب دینا میں ضروری سمجھتا ہوں۔

جناب سپیکر! مسلم لیگی کارکن اس خوش قسمت جماعت مسلم لیگ کے کارکن ہیں

جنھوں نے قیام پاکستان میں بے مثال کردار ادا کیا۔ پھر قیام پاکستان کے بعد تمام سیاسی جماعتوں میں پاکستان مسلم لیگ کے کارکن وہ کارکن ہیں جن پر آج تک کرپشن کا الزام نہیں لگ سکا۔ نہ ہی یہ ڈپوؤں کی طرف دیکھتے ہیں اور نہ ہی یہ لوٹ کھسوٹ کی طرف دیکھتے ہیں۔ پھر مسلم لیگ وہ سیاسی جماعت ہے اور خوش نصیب جماعت ہے جس کو خوش نصیب قیادت ملتی ہے اور وہ قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت ہو تو دنیا کے نقشے پر بہت بڑا اور ایک پہلا بڑا اسلامی ملک وجود میں آ جاتا ہے ۔ میاں محمد نواز شریف کی قیادت میں ہو تو پھر پوری اسلامی دنیا میں پہلا ایٹمی ملک بن جاتا ہے۔ مسلم لیگ خوش نصیب جماعت ہے اور آج تک الحمد للہ خوش نصیب قیادت ہی ملی ہے۔پھر آپ دیکھیں کہ کالا باغ ڈیم بھی مسلم لیگ کی حکومت اور اس کے قائد میاں محمد نواز شریف کی حصے میں آیا۔پھر پاکستان مسلم لیگ کی خوش قسمتی دیکھیے' اس کی قیادت کو میں خراج عقیدت پیش کرتا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ آج ایک دیانت دار محنتی وزیر اعلیٰ' وزراء اور اراکین اسمبلی نے پاکستان کی سیاسی تاریخ میں پہلی مثال قائم کی ہے محنت اور دیانت کی۔ یہ بھی پاکستان مسلم لیگ کے حصے میں آیا کہ آج آپ کے مخالف بھی' کالم نگار بھی' اخبار نویس بھی یہ لکھ رہے ہیں کہ اس وقت پنجاب حکومت کو میاں شہباز شریف کی قیادت میں ٹھیک انداز سے چلایا جا رہا ہے۔ اس پر بھی ہم کسی کے ماضی پر نہیں دیکھنا چاہتے کہ 1993ء سے 1996ء تک کیا ہوا۔ جو کچھ وہ کرتے رہے وہ ان کو بھی پتا ہے لیکن الحمد للہ میں اپنی قیادت اور مسلم لیگی کارکنوں کو آپ کے ذریعے مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ الحمد للہ' آج ہمارا ضمیر صاف ہے۔

جناب والا! جہاں تک ضلع لیہ کی بات ہے تو وہ ایک پسماندہ ضلع ہے ایک دور دراز کا ضلع ہے میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ سے صرف اتنی درخواست ہے کہ ڈیرہ غازی خان ڈویلپمنٹ اتھارٹی جو کہ چاروں اضلاع کی اتھارٹی ہے لیکن لیہ کو اس کا کوئی پیسہ نہیں ملا۔جناب والا! وزیر خزانہ صاحب سے آپ کے توسط سے درخواست ہے کہ لیہ کو بھی اس کے لیے consider کر لیں۔ جناب والا! میری دوسری یہ گزارش ہے کہ دریائے سندھ لیہ سے گزرتا ہے اس کی تباہ کاریاں اتنی زیادہ ہیں کہ میں بیان نہیں کر سکتا اور آج کل بھی وہاں پر کٹاؤ شروع ہے اور وہ بستیاں جو صدیوں سے آباد تھیں وہ آج بے گھر ہو گئے ہیں۔ بے گھر افراد کے لیے جن کا اس دنیا میں اپنا کوئی مکان نہیں ہے کوئی زمین نہیں ہے۔ اگر وہ دریا کا شکار ہوتے ہیں تو ان کی بحالی کے لیے بھی فوری اقدامات

کیے جائیں۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔میاں عبدالستار صاحب پی پی (234)

میاں عبدالستار، جناب والا! وقت چونکہ کم ہے اس لیے میں مختصر بات کروں گا۔ بجٹ کے متعلق جیسا کہ آپ جانتے ہیں آمدن اور خرچ کا تخمینہ ہوتا ہے۔ آمدن کے لیے ٹیکسیشن کی جاتی ہے اور جب ہم باہر نکلتے ہیں تو بجا طور پر ہم سے سوال کرتے ہیں کہ ٹیکسیشن کے لیے پنجاب ہی کو کیوں چنا گیا؟ یہ سوال شاید آج ہمارے لیے اتنا اہم نہ ہو کیونکہ ہم اقتدار میں ہیں۔ آخر ایک دن ہم نے عوام کے پاس جانا ہے۔ بہرحال' یہ چبھتا ہوا سوال سبھی پوچھتے ہیں کہ کیا یہ اس بات کا صلہ ہے کہ پنجاب مسلم لیگ کا گڑھ ہے؟ کیا اس بات کا صلہ ہے کہ یہ law abiding صوبہ ہے؟ کیا یہ اس بات کا صلہ ہے کہ یہاں بجلی کی چوری سب سے کم' امن عامہ کی خرابی سب سے کم' اور ایسے ہی کئی سوال ہیں جو میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ میں بھی اس جماعت کا حصہ ہوں' میں اس جماعت کا فرد ہوں اس کے عروج کے ساتھ میرا عروج ہے اس کے زوال کے ساتھ میرا زوال ہے۔ یہ جو ارباب اختیار ہیں ہمارے قائدین ہیں ان کو اس بات پر ضرور سوچنا ہوگا۔ اب رہی اخراجات کی بات تو اخراجات کے سلسلے میں' میں کہوں گا کہ بجا طور پر عرصہ دراز سے لاہور ہی اخراجات کے لحاظ سے سامنے آتا ہے۔ بڑی مد کے طور پر سامنے آتا ہے۔ میٹروپولیٹن سٹی ہے اور ہمارا ہیڈ کوارٹر ہے' اس کے علاوہ اس وقت اقتدار کا منبع ہے۔ لاہور ہی سے پاکستان کا اقتدار نکلتا ہے ' لاہور ہی سے سینٹ کا اقتدار نکلتا ہے' صوبے کا اقتدار بھی لاہور ہی کے پاس ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں مگر جو تھوڑا بہت ہمارے ہاں پہنچتا ہے' میں انتہائی افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ بھی اہل اقتدار کے ہم زبان constituencies تک تو شاید پہنچتا ہو تو اور بات ہےہمیں تو وہاں بھی کچھ نہیں ملتا۔ گزارش یہ ہے کہ عرصۂ دراز سے یہ باتیں کی گئیں اور ڈائریکٹو ہمارے بھی جاری ہوتے ہیں مگر ان پر عمل نہیں ہوتا۔ اب چونکہ وقت کم ہے حالانکہ میں نے ذہن میں کافی باتیں سوچی تھیں کچھ ترجیحات کی طرف آؤں گا۔

جناب والا! یہ بات سوچنے کی ہے کہ سندھ ہم سے آدھا ہے لیکن ڈاکٹر ہم سے زیادہ پیدا کرتا ہے۔ یہاں کے اہل اقتدار کو یہ سوچنا چاہیے۔ سندھ ایگریکلچرل انجینئر بھی ہم سے زیادہ پیدا کرتا

ہے۔ سندھ میں ایگریکلچر یونیورسٹی ایک ہے لیکن ایگریکلچر کالج زیادہ ہیں۔ جناب والا! ہم ایک زرعی صوبہ ہیں، زراعت کی طرف ہی ہم دیکھ رہے ہیں۔ تمام اہل اقتدار کو بھی اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ زراعت ہی ہماری بقاء ہے اور زراعت ہی ہے جو ہمیں بچا سکتی ہے۔ایک ملین کپاس کی گانٹھیں اگر بڑھ جائیں تو ہمارا GNP ایک فی صد تک بڑھ جاتا ہے۔ہر آدمی اب زراعت کی طرف دیکھ رہا ہے، زراعت کی تعلیم کا فروغ بہت ضروری ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر ایک ایگریکلچرل کالج اور ووکیشنل انسٹی ٹیوٹ ہونا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ زراعت کی تعلیم کو بھی نیچے تک جانا چاہیے۔

میری ایک گزارش ہے کہ 28 مئی کے بعد ہم ایک نئے نظام کی طرف چلے ہیں تو پرانے نظام کو بدلنے کے لیے، میں آج بھی سمجھتا ہوں کہ کئی ایسے قوانین ہیں جو تبدیل ہونے والے ہیں۔ اس وقت لاکھوں کیس عدالتوں میں پڑے ہیں، ہزاروں کیسوں میں لوگ انتظار میں ہی بیٹھے رہتے ہیں۔ بیس بیس پچیس پچیس سال کیس چلتے رہتے ہیں۔ ہمیں دیکھنا ہوگا ہمارا قانونی نظام اب قانون سازی مانگتا ہے۔ بڑی تبدیلیاں مانگتا ہے۔

جناب والا! اس کے بعد میں بجا طور پر یہ تسلیم کرتا ہوں کہ اوپر کی سطح پر کرپشن ختم ہوگئی ہے لیکن نچلی سطح پر آج بھی کرپشن زوروں پر ہے۔ جناب والا! وہ کیسےختم ہوگی؟ میں سمجھتا ہوں کہ وہ بھی سخت قانون سازی کے ذریعے ختم ہوسکتی ہے، اس طرف بھی توجہ دیں۔ ایک اور عرض بھی میں کرتا چلوں کہ قرض داروں سے قرض وصول کیا جا رہا ہے۔ ہمارے میونسپل اداروں کے لاکھوں کے قرضے واجب الادا ہیں۔حکومت کو اس کی قانون سازی کی طرف بھی سوچنا چاہیے۔ میونسپل کمیٹی خان پور کا تقریباً اڑھائی کروڑ روپیہ outstanding loan ہے۔ اس سلسلے میں میرا ایک پرائیویٹ بل ہے جو عرصہ ایک سال سے pending ہے۔ وزیر قانون نے بھی اس میں ذاتی توجہ دی مگر بدقسمتی سے میں آج تک وزارت قانون کو اس کے لیے قائل نہیں کر سکا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے اقدامات جو اس صوبے کی بہتری کے لیے ہوں ان کی طرف سوچنا انتہائی ضروری ہے۔

جناب والا! میرے پاس نکات تو بہت تھے مگر وقت کم ہے اس لیے میں ایک گزارش کروں گا کہ خدارا اب تو جو ہونا تھا ہو گیا۔ اس کے بارے میں ایک گزارش کروں گا کہ خدارا، اب تو جو ہونا تھا ہوگیا۔ اب آگے زرعی قرضہ جات سکیم میں 2 ارب روپے جو دیہاتی زرعی علاقوں میں

خرچ ہونا ہیں حکومت سے میری استدعا ہو گی کہ اس کی تقسیم منصفانہ کروائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ جی۔ اب حاجی اللہ یار انصاری صاحب۔ میاں احسان الدین قریشی صاحب۔

میاں احسان الدین قریشی، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

ہزار برق گرے لاکھ آندھیاں اٹھیں
وہ پھول کھل کے رہیں گے جو کھلنے والے ہیں

شکریہ۔ جناب والا! میں سب سے پہلے دل کی گہرائیوں سے اپنے قائد میاں محمد نواز شریف صاحب وزیر اعظم پاکستان کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے قوم کی گھٹی میں پڑا ہوا کاسہ گدائی انتہائی دلیرانہ طاقت اور کوشش سے توڑ پھینکا۔ اور سپر پاور کی دھمکیوں اور لالچ کو نظر انداز کرتے ہوئے پاکستانی قوم کا سر فخر سے بلند کیا اور پاکستانی قومی رہنما ہونے کا ثبوت دیا۔ جناب والا! بزدل واجپائی جس نے ہمیں اس پاکستانی قوم کو للکارا تھا' میاں محمد نواز شریف نے چھ ایٹمی دھماکے کرکے اس کو جواب دیا اور پاکستانی قوم کا سر فخر سے بلند کیا۔ اور نہ صرف ایٹمی دھماکے کیے بلکہ کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا اعلان کرکے اس سے بھی بڑا دھماکہ کیا۔ ان شاء اللہ کالا باغ ڈیم ضرور تعمیر ہوگا۔ اس سے ملک میں زرعی انقلاب آئے گا۔ اور ان شاء اللہ ملک کی تقدیر سنورے گی۔ جناب والا! میں میاں محمد شہباز شریف صاحب وزیر اعلیٰ پنجاب ' سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب وزیر خزانہ پنجاب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے اتنے کڑے اور مشکل وقت میں اتنا اچھا بجٹ پیش کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب کی تاریخ میں آج تک اس سے اچھا بجٹ پیش نہیں کیا جاسکا۔ خاص طور پر جب بیرونی امداد بند ہو اور اپنے محدود وسائل جو ان شاء اللہ لامحدود ہو جائیں گے اس میں بہترین بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ نئے مالی سال کے بجٹ میں زراعت کی مد میں ایک ارب 88 کروڑ روپے کی خطیر رقم رکھی گئی ہے۔ اور جناب وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف صاحب نے خود انحصاری کے قومی ا۔یجنڈے میں زرعی شعبے کے لیے انقلابی اور تاریخ ساز سہولیات پر مشتمل پیکج کا اعلان کیا۔ جس میں 40ارب روپے کے زرعی قرضے کاشت کاروں کو دیے جائیں گے۔ جناب والا! ٹریکٹر کی قیمت 2 لاکھ 40 ہزار روپے وفاقی اور صوبائی حکومت نے کم کی ہے۔ اس سے زرعی شعبے میں انقلاب آئے گا۔ اور ان شاء اللہ ہمارا ملک سر سبز و شاداب ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج سے قبل زراعت

کے معاملے پر اس سے بہتر پروگرام پیش نہیں کیا جا سکا۔ اسی طرح آبپاشی کے شعبے میں نہروں اور ٹیوب ویلوں کی مد میں 88 کروڑ 15 لاکھ روپے کی خطیر رقم رکھی گئی ہے۔ جناب والا! اس طرح سالانہ ترقیاتی پروگرام میں 17 ارب روپے کی جو رقم رکھی گئی ہے پچھلے سال کے مقابلے میں دو ارب روپے زیادہ ہے۔ صوبے میں اس رقم کی وجہ سے ترقیاتی کام ریکارڈ کی حد تک پایۂ تکمیل تک پہنچ جائیں گے۔ جناب والا! ملتان میں ناجائز قابضین سے سرکاری پراپرٹی چھڑا کر نیلام کی گئی' اس سے ہمیں تقریباً 90 کروڑ روپے جمع ہوئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جناب وزیر خزانہ صاحب ہمیں یقین دلائیں گے کہ وہ رقم ملتان کی ترقی کے لیے ہی خرچ ہو گی' اس سے ملتان کی سڑکیں اور دیگر معاملات ٹھیک ہو جائیں گے بلکہ ملتان کی پس ماندگی ان شاء اللہ دور ہو جائے گی۔

جناب والا! میں جناب وزیر قانون صاحب کی توجہ بھی اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ آج پنجاب میں ایک ایسی لہر اٹھی ہوئی ہے کہ جس میں لوگ نیکر پہن کر سڑکوں پر آئے ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک وباء ہے جو اسلامی معاشرے کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس وبا کو دور کرنے میں وزیر قانون ذاتی دلچسپی لیں گے اور ایسا حکم جاری فرمائیں گے کہ پنجاب میں یہ وباء پھیلنے نہ پائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ جی۔۔۔ مسٹر محمد عارف چودھری صاحب۔

جناب محمد عارف چودھری: شکریہ۔ جناب والا! جب سے اسلام کا ظہور ہوا اس وقت سے لے کر اب تک اس دنیا میں مسلمان ایک سپرپاور کی حیثیت رکھتے رہے ہیں۔ ان کا مرکز کبھی مدینہ منورہ رہا' کبھی بغداد رہا' کبھی ترکی رہا اور کبھی دہلی رہا ہے۔ پچھلے کافی عرصے سے یہود و نصاریٰ کی سازشوں سے ان کی چالوں سے ہم مسلمان پس پشت جا چکے تھے۔ مگر اس وقت پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور ہمارے قائد فخر پاکستان میاں محمد نواز شریف صاحب کے جرأت مندانہ اقدام سے مسلمان ایک بار پھر اس دنیا میں سپر طاقت کے طور پر ابھرے ہیں۔ میں انھیں دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ان کا اس ملک کے لیے جو دوسرا اقدام کالا باغ ڈیم کی تعمیر کرنے کا ہے اس سے ملک میں سبز انقلاب آئے گا۔ جس سے اس ملک کے اندھیروں میں اجالا ہوگا' اس کے لیے بھی میں انھیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس وقت میں پندرہ منٹ کا وقت بڑھاتا ہوں۔

جناب محمد عارف چودھری، میں قائد پنجاب میاں شہباز شریف صاحب کی شبانہ روز کاوشوں' ان کی محنتوں اور ان کے تمام اقدامات کو سراہتے ہوئے ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ اس صوبے کی بہتری اور اس کی ڈویلپمنٹ کے لیے ان کے اقدامات کو پورے پنجاب میں اچھی نظر سے دیکھا جا رہا ہے۔ آج کا یہ بجٹ جو اس ہاؤس میں پیش کیا گیا۔ میاں شہباز شریف صاحب کی قیادت میں اور ان کے ساتھ سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب بھی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے ان نا مساعد حالات میں ایک متوازی بجٹ پیش کیا۔ میں اس بجٹ کے اس پہلو کو سراہتا ہوں کہ انھوں نے غیر ترقیاتی اخراجات میں کافی حد تک کمی کرتے ہوئے ترقیاتی اخراجات میں کافی حد تک اضافہ کیا۔ مگر اس بات کا افسوس ہے کہ ہم جیسے جو اربن ایریا کے لوگ ہیں وہ ان کی ان نوازشات سے محروم ہیں۔ پچھلے بجٹ کی بھی یہی صورت حال رہی ہے کہ دو ارب 8 کروڑ روپے کی اربن ایریا کی بجٹ میں provision تھی۔ اس کے بعد 43 کروڑ روپے کا مختلف شہروں کو سٹی پیکج دیا گیا۔ ہم جو ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز کے لوگ ہیں یا تحصیل ہیڈ کوارٹرز کے لوگ ہیں میرا حلقہ نیابت اوکاڑہ بالخصوص اس کے شہر کے ساتھ کوئی پندرہ بیس گاؤں ہیں۔ اس میں بھی بے شمار مسائل ہیں۔ وہاں کی سیوریج سکیم 1937ء میں وہاں کے انگریز جب وہ اس ملک پر قابض تھے ' انھوں نے اس وقت بنائی۔ اس وقت اوکاڑہ کی آبادی دس ہزار کے قریب تھی۔ اب وہ آبادی چار ساڑھے چار لاکھ کے قریب ہو چکی ہے۔ اور وہ پرانی سیوریج سکیم ابھی تک وہاں اوکاڑہ میں چل رہی ہے۔ پچھلے دنوں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف صاحب اوکاڑہ تشریف لے گئے اور انھوں نے اوکاڑہ کے نیے ایک comprehensive سکیم کا اعلان کیا۔ مگر مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ ADP میں ان کے اعلان کے باوجود ہمارے اوکاڑہ کے لیے کوئی رقم مختص نہیں کی گئی۔ اوکاڑہ کے ہمارے اور بھی بہت سے مسائل ہیں۔ تعلیمی مسئلہ ہے' یہ بات میرا خیال ہے کہ میں تیسری مرتبہ کہہ رہا ہوں۔ وقفۂ سوالات میں بھی میں نے یہ درخواست کی تھی اس کے بعد پچھلی بجٹ تقریر میں بھی میں نے یہ درخواست کی تھی۔ اس ہاؤس میں آنے سے پہلے ہمارے ممبر بننے سے پہلے ہمارے ذہنوں میں بہت گمان تھا کہ پتا نہیں اسمبلی میں کی ہوئی بات کو کس حد تک پذیرائی ہوتی ہے۔ مگر یہاں تو یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ

اس فورم پر جو بھی بات کی جاتی ہے اس کی قطعاً کوئی پذیرائی نہیں۔

جناب سپیکر! آپ یقین کریں کہ جب سے پاکستان بنا ہے' ایک بھی نیا گرلز ہائی سکول نہیں بن سکا۔ میں نے وزیر اعلیٰ صاحب سے بھی اس بات کی گزارش کی ہے۔ پچھلے بجٹ اجلاس میں بھی میں نے گزارش کی تھی۔ آپ جس سے مرضی انکوائری کرلیں' وہاں کا کالج ایک پرائمری سکول کی عمارت میں چل رہا ہے۔وقفۂ سوالات میں بھی میرے سوال کا اوکاڑہ سے یہی جواب آیا تھا کہ1920ء میں وہاں پرائمری سکول تھا' جس میں اوکاڑہ بوائز کالج چل رہا ہے۔ میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ آپ واٹر سپلائی کا حال لیں۔ آپ ہیلتھ منسٹری سے اس کا سروے کروا لیں کہ jaundice کی بیماری پاکستان میں سب سے زیادہ اوکاڑہ میں ہے۔ ہمیں پینے کے لیے اتنا گندا پانی مل رہا ہے' تو میری آپ سے یہی گزارشات ہیں کہ آپ سٹی پیکج بھی دیں۔ سٹی پیکج دیے ضرور جاتے ہیں۔ اس سال بھی ضمنی بجٹ میں انھوں نے سٹی پیکج کا 43 کروڑ روپے دیا ہے۔ مگر وہ صرف 5/6 شہروں کو دیا ہے۔ میری آپ سے یہی گزارش ہے کہ اس دفعہ پھر 2 ارب روپے کی block allocation کی گئی' یہ بھی رورل ورکس پروگرام ہے۔ ہم جو چھوٹے شہروں میں رہنے والے لوگ ہیں' ہمارے لیے بھی کچھ نہ کچھ کیا جائے۔ ہم بھی جواب دہ ہیں۔ ہمارے لیڈر صاحبان جو اتنے انقلابی اقدامات کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جرأت دی ہے۔ اس کے پیچھے وہ تاریخی مینڈیٹ ہے' جو آج سے 16 ماہ پہلے اس قوم نے دیا۔ مسلم لیگ کو وہ مینڈیٹ صرف چند مخصوص شہروں کی طرف سے نہیں ملا۔ اس میں پورا پنجاب شامل ہے۔ اس میں پورا ملک شامل ہے۔ اس میں ہمارے چھوٹے چھوٹے شہر بھی شامل ہیں۔ میں اسی گزارش کے ساتھ اپنی بات کو ختم کرتا ہوں کہ ہمارے حال پر بھی کرم کیا جائے۔ وما علینا الا البلاغ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بڑی مہربانی۔ مسٹر بارتھا رام۔

جناب بارتھا رام: شکریہ۔ جناب سپیکر۔ میں سب سے پہلے جناب وزیر اعلیٰ پنجاب اور جناب وزیر خزانہ سردار ذوالفقار علی کھوسہ صاحب کو عوامی بجٹ پیش کرنے پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ انھوں نے اس کٹھن وقت میں ایک شان دار بجٹ پیش کیا۔

جناب والا! میں سب سے پہلے زراعت کے حوالے سے میاں شہباز شریف صاحب کا شکریہ

اداکروں گا کہ انھوں نے ٹریکٹر کی قیمت میں ایک لاکھ کی کمی کی ہے۔ اس سے ہمارے کاشت کار بھائیوں میں بہت ہی خوشی پائی جاتی ہے۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ آج ہم زراعت میں خود کفیل ہیں جس کی مثال گندم ہے۔ میں اس کے ساتھ ساتھ آپ کی وساطت سے جناب وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ جناب سردار ذوالفقار علی کھوسہ صاحب کو چولستان کے لیے زیادہ سے زیادہ بجٹ مہیا کرنے کے لیے گزارش کرتا ہوں تاکہ چولستان میں بسنے والے ہمارے بھائی اپنی زندگی سکون سے گزار سکیں۔ان کو پینے کے پانی کا زیادہ مسئلہ ہوتا ہے۔ پینے کے پانی کے لیے ان کو تالاب بنا دیے جائیں تاکہ وہ صاف پانی پی سکیں۔

جناب سپیکر! اس کے بعد میں تعلیم کی بات کرتا ہوں۔ ہمارے دور حکومت میں تعلیم کو بہت بہتر بنایا جا رہا ہے۔ پہلا موقع ہے کہ جناب وزیر اعلیٰ پنجاب خود جا کر سکولوں کو چیک کر رہے ہیں اور "گھوسٹ" سکولوں کا خاتمہ کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں اسی کے ساتھ وزیر اعظم پاکستان اور وزیر اعلیٰ پنجاب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ 28 اور 30 مئی کو ہماری حکومت نے ایٹمی دھماکا کر کے ہماری پوری قوم کے سر فخر سے بلند کر دیے ہیں۔

میں اپنے حلقے کی طرف سے وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ سردار ذوالفقار علی کھوسہ صاحب کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انھوں نے اتنے مشکل حالات میں ایک بہت ہی شان دار بجٹ پیش کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ میری التجا ہے کہ میرے حلقے کو بھی سکیموں میں شامل کیا جائے۔ اس بجٹ میں سے ہمیں اقلیت کو کچھ حصہ دیا جائے' کیوں کہ پورا پنجاب ہمارا حلقہ بنتا ہے۔ ہمارے ووٹر پورے پنجاب میں تھوڑی تھوڑی مقدار میں رہائش پذیر ہیں۔ اس لیے ہمیں چھوٹی چھوٹی سکیمیں دی جائیں تاکہ ہم پورے پنجاب میں تقسیم کر سکیں۔ پاکستان پائندہ باد۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ' جی۔ ذوالفقار علی چشتی صاحب۔

الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی، شکریہ' جناب سپیکر۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں سب سے پہلے جناب وزیر اعظم پاکستان کو مبارک باد پیش کرتا ہوں جنھوں نے اس سال کو دھماکوں کا سال بنا دیا ہے۔ میں مختصراً یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا

کہ مسلم لیگ نے 58 سال پہلے ایک وعدہ کیا تھا۔ یہ بھی اسی "دھماکا سال" میں دھماکا ہو جائے کہ جناب وزیر اعظم صاحب شریعت کا نفاذ فرما دیں۔ اس کے بعد میں جناب وزیر اعلیٰ صاحب اور وزیر خزانہ صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ ان نامساعد حالات میں اس سے بہتر بجٹ پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں نے پرسوں ایک عرض پیش کی تھی۔ جس پر سردار صاحب نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور میں اس کی وجہ پیش خدمت کرتا ہوں کہ سالانہ ترقیاتی پروگرام کے صفحہ 327 پر ایک سکیم دی گئی ہے جو کہ Upgradation of High School 98/E.B. to Higher Secondary School لکھا گیا ہے۔ حالانکہ یہ سکول 11 سال پہلے ہی ہائر سیکنڈری سکول کے طور پر کام کر رہا ہے۔ اسی لیے میں نے کہا تھا کہ یہ بجٹ بیوروکریسی نے بنایا ہے۔ جس کے لیے میں ان سے معافی کا خواستگار ہوں۔ میں نے دوسری غلطی یہ دیکھی کہ 375/E.B. کے پرائمری سکول کی چار دیواری بنائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چشتی صاحب! آپ ایک غلطی کو پوائنٹ آؤٹ کر کے کیوں معافی کے خواستگار ہیں؟

الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی، جناب والا! خان صاحب نے ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا' اس لیے میں نے ان سے معافی مانگی ہے۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! اگر اجازت ہو تو میں نکتہ ذاتی وضاحت پر ہوں۔ چشتی صاحب میرے لیے قابل احترام ہیں۔ میری کوئی ناراضگی نہیں۔ اگر کہیں حقائق کو غلط بیان کیا جائے اور میں اس کی تصحیح کر دوں' تو اس میں ناراضگی کا کوئی پہلو نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی، جناب والا! اسی طرح 375/E.B. میں پرائمری سکول کی چار دیواری رکھی گئی ہے' حالانکہ وہ بھی 4 سال پہلے بن چکی ہے۔ میرے حلقے میں 55 گرلز پرائمری سکول ایسے ہیں' جن کی چاردیواریاں نہیں ہیں۔ اب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرا حلقہ ضلع ساہیوال کے آخر میں تھا اور اب ضلع وہاڑی میں آخر میں ہے۔ بہت پسماندہ حلقہ ہے۔ اس میں پرائمری سکول بھی کم ہیں' ہائی سکول بھی کم ہیں اور مڈل سکول بھی کم ہیں۔ میری گزارش ہوگی کہ ہمیں لڑکیوں اور لڑکوں کے پرائمری سکول اپ گریڈ کر کے دیے جائیں۔ اسی طرح سڑکوں کے لیے ایک پیسہ بھی نہیں رکھا گیا'

حالانکہ کافی سڑکیں بننے والی ہیں۔ on going سڑکیں بھی موجود ہیں' لیکن ان کے لیے بھی پیسے نہیں رکھے گئے۔ جناب وزیر خزانہ صاحب سے میری یہ گزارش ہوگی کہ میرے حلقہ 198 پی پی میں سڑکوں کے لیے بھی پیسے مہیا کیے جائیں۔ اسی طرح میرا گاؤں شیخ فاضل 15 میل چیچہ وطنی سے دور ہے اور 15 میل ہی بورے والا سے دور ہے۔ گگو قصبہ اور شیخ فاضل قصبہ کو ڈگری کالج دیا جائے تاکہ شہر پر بوجھ کم ہو سکے۔ گورنمنٹ ہائی سکول 269/E.B. کو اپ گریڈ کر دیا جائے۔

میں آخر میں جناب وزیر خزانہ صاحب کو پھر مبارک باد پیش کرتا ہوں' جنھوں نے یہ بہترین بجٹ پیش کیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ میں وقت آدھا گھنٹہ مزید extend کرتا ہوں۔ جناب وزیر خزانہ صاحب۔

وزیر خزانہ، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا بے حد مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے حالیہ بحث کو wind up کرنے کی دعوت دی ہے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جن دوستوں سے دو چار باتیں کرنی تھیں' وہ تو کڑوے حقائق سننے کی بجائے ایوان سے فرار کر گئے۔ ایک شخص جو "کھڈ" سے نکلے تھے' وہ واپس "کھڈ" میں چلے گئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، انھوں سے ہی کر باتیں لیں۔ کچھ انھوں نے بھی کہا ہوا ہے۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! میں سب کا جواب دینے کے لیے کہہ رہا ہوں' لیکن جنھوں نے اچھی بات کی ہو۔جب کوئی اچھی پالیسی ہو' کوئی اچھے اقدامات ہوں' عوام کی فلاح و بہبود کے منصوبہ جات ہوں تو مخالف کو بھی تعریف کر لینی چاہیے۔ لیکن جہاں اگر کوئی تعریفی کلمہ کہا بھی تو اس کے ساتھ " لیکن" لگا دیا۔ جیسے دودھ میں مینگنیں ڈالنے والی مثال ہے۔ ان پانچ چھ حضرات کا میں پھر بھی مشکور ہوں کہ ایک سید بادشاہ تشریف رکھتے ہیں۔ وہ مسکرا رہے ہیں کہ شاید انھوں نے یہاں مسلم لیگ کی حکومت پر جو الزامات عائد کیے ہیں یا ہم پر جو اعتراضات کیے ہیں۔ میں وضاحت کرنا چاہوں گا اور وہ سنیں گے۔ قائد حزب اختلاف جناب سعید احمد خان منیس نے بجٹ پر ابتداء کی تھی اور انھیں حسب روایت unlimited وقت دیا گیا تھا۔ انھوں نے اپنی تقریر میں پنجاب میں مسلم لیگ کی حکومت پر کئی فرد جرم عائد کیے۔میں آپ کی وساطت سے ایک شعر ان کی نذر کرنا چاہتا ہوں کہ،

کسی کو اپنے عمل کا حساب کیا دیتے
سوال سارے غلط تھے جواب کیا دیتے
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ان کی جو بھی گفتگو تھی' وہ قائد حزب اختلاف کا جو منصب ہے اور ان کا ہاؤس کے اندر جو احترام ہے' اس کے مطابق نہیں تھی۔ کیا باتیں کرتے رہے کہ اتنے خاک روب اور ان کی اتنی تنخواہیں' اتنے چپڑاسی اور ان کی اتنی تنخواہیں۔ یعنی کہیں انھوں نے Annual Development Programme پر کوئی بات نہیں کی' ہماری منصوبہ بندی کے بارے میں کوئی خامی یا کوتاہی ظاہر نہیں کی ہے۔ وہ ایسے اعداد و شمار یہاں بتاتے رہے' کسی صفحے کو پڑھے اور بغیر تحقیق کیے ہوئے کہ اس کا پس منظر کیا ہے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ وہ سارے سوالات ہی غلط تھے تو میاں کے جوابات کیا دیتا؟ لیکن جہاں ترقیاتی منصوبہ جات کی بات آتی ہے تو وہاں میں آپ کی وساطت سے اس ہاؤس کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ گزشتہ سال جب مسلم لیگ حکومت نے اپنا پہلا بجٹ پیش کیا تھا۔ جناب سپیکر! آپ کو خود یاد ہوگا کہ ڈویلپمنٹ کی جتنی رقوم تھیں۔ وہ تقریباً ساری کی ساری انھی کی پارٹی کی کارستانیوں پر صرف کی تھیں کہ جو جاری سکیمیں یہ ہمارے گلے میں ڈال کر گئے تھے۔ وہ ساری کی ساری رقم ہم نے انھی پر خرچ کی تھی۔ وہ بھی اس لیے کہ قوم کی اتنی بڑی رقم ان منصوبہ جات پر لگ چکی تھی۔ کیونکہ یہ پی۔ڈی۔ایف حکومت کی سکیمیں تھیں اگر ہم سیاسی بنیاد پر بند کر دیتے تو اس میں قوم کا نقصان تھا۔ ہم نے صرف قومی مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے ان جاری سکیموں کو ختم نہیں کیا اور ان کو مسترد نہیں کیا۔ ان میں سے بہت سی سکیموں کی تکمیل ہو چکی ہے اور اس سال میں بھی ان کے لیے provisions رکھی گئی ہیں۔ وہ پایہ تکمیل تک پہنچیں گی۔ ان میں کاش اتنا ظرف ہوتا کہ اس بات کو تو وہ تسلیم کر گئے ہوتے' مسلم لیگ حکومت کی اس بات کیتو تعریف کر لی ہوتی کہ ان کی جاری کردہ سکیمیں بھی ہم نے نہیں روکیں۔ جناب سپیکر! اس کے برعکس آپ کو یاد ہوگا کہ 1993ء میں جس طریقے سے مسلم لیگ کی حکومت کو ہٹایا گیا' اس کے آپ خود شاہد ہیں۔ یہ سارا ہاؤس شاہد ہے اور جو پرانے ممبران اسمبلی ہیں وہ بھی شاہد ہیں کہ یکسر مسلم لیگ کے سارے منصوبے بند کر دیے گئے۔ ہم نے ان کا طرز عمل اپنایا ہوتا تو آج ہم شرم سار بھی ہوتے اور ملک کے پیسے کے ضائع کرنے کا باعث بھی بنے ہوتے۔ کچھ کرم فرماؤں نے' کچھ معزز ارکان نے یہاں تعریف بھی کی ہے۔ جس میں حکومتی بنچوں کے ایم پی ایز بھی ہیں اور بامر مجبوری

اپوزیشن کے بنچوں کے بھی ہیں۔ جس حد تک انھوں نے تعریف کی ہے۔ میں ان کا شکرگزار ہوں۔ ان کے جو چند تعریفی کلمات تھے' میرے خیال میں یہ پاکستان مسلم لیگ کی سب سے بڑی تعریف ہے کہ اپوزیشن والے بھی مجبور ہو کر حقیقت سے آنکھیں نہ موڑ سکے۔

جناب والا! اگر میں point to point جناب سید منیس صاحب کی تقریر کا جواب دوں تو آپ نے جو آدھا گھنٹہ بڑھایا ہے۔ وہ تو نہایت ناکافی ہے اور میں نے صرف قائد حزب اختلاف کے اٹھائے ہوئے points کا جواب نہیں دینا' بلکہ اپنے حکومتی بنچوں کے احباب نے جو اپنے اپنے حلقہ جات اور اپنے ضلعوں کے کچھ منصوبوں کی طرف نشان دہی کی ہے اور اپنی پریشانیوں کا ذکر کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کی اس سلسلے میں ضرور تسلی کروں۔ لیکن قائد حزب اختلاف اور ان کے چند ساتھی جو ان کے ساتھ بولے' انھوں نے اس قسم کے لغو اور بے بنیاد الزامات مسلم لیگ کی حکومت پر لگائے ہیں۔ میں ان کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

جناب والا! ایک تو انھوں نے ٹیکسوں کے بارے میں کہا کہ یہ کمر توڑ اور غریبوں کو تباہ کرنے والے ٹیکس ہیں۔ تو جناب والا! میں نے ایوان کے ممبران کی سہولت کی خاطر اور ان کی خاطر جو شاید انگریزی میں صحیح پڑھ نہ سکے اور سمجھ نہ سکے۔ ان کے لیے اردو میں پنجاب فنانس بل کی کاپی آج ہاؤس میں تقسیم کی ہے۔ میں چاہوں گا کہ اب وہ ہوتے تو میں ان سے پوچھتا کہ یہ پڑھ لیجیے اور مجھے بتائیے کہ غریب آدمی پر کون سا ٹیکس عائد کیا گیا ہے۔ میں ان سے پوچھتا کہ آپ یہاں بتائیے۔ میں آپ سے دوبارہ بحث شروع کرنے کی استدعا کر لیتا اور ان کو دعوت دیتا کہ بتائیے' اس فنانس بل میں غریب آدمی پر کون سا ٹیکس لگایا گیا ہے۔ کیا کار ڈیلراور شوروم کے مالکان غریب ہیں؟ وہ پراپرٹی ڈیلر جن کے کئی کئی مرلوں پر دفاتر بنے ہوئے ہیں' کیا وہ غریب ہیں؟ جو کروڑوں کی پراپرٹی کی روزانہ deal کرتے ہیں۔ اس قسم کے ٹیکسوں کو وہ عوام دشمن ٹیکس کہتے ہیں۔ luxury club جن کا میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں کہ پنجاب کلب' جم خانہ کلب جہاں صرف اور صرف رئیس طبقہ جاتا ہے۔ ان پر اگر ٹیکس عائد کیے ہیں تو کیا یہ غریبوں کی کمر توڑی ہے؟ اگر luxury vehicles پر ٹوکن ٹیکس بڑھایا ہے۔ جس ایک ایک گاڑی کی قیمت 40 لاکھ' 45 لاکھ اور 50 لاکھ سے اوپر ہوتی ہے۔ اگر ہم نے اس کے اوپر ساڑھے سات ہزار روپیہ سالانہ ٹوکن ٹیکس لگا دیا تو کیا ہم نے غریب کی کمر توڑ دی؟ جناب سپیکر! یہ اس قسم کے الزامات ہیں' جن کی نہ کوئی بنیاد ہے

اور نہ وہ سننے کے لیے یہاں بیٹھے ہیں کہ مجھ سے سن تو لیتے۔ اس کے علاوہ قائد حزب اختلاف نے کئی مرتبہ jugglery of figures کے الفاظ استعمال کیے۔ میں پھر ان کے سامنے دلائل کے ساتھ ان کو سنا دیتا کہ یہ jugglery of figures نہیں ہے۔ آپ ان figures کو سمجھ ہی نہیں سکے۔ جیسے خود وہاں سے رفیق حیدر لغاری صاحب نے کہا کہ میں بجٹ پر تو بات نہیں کروں گا کیونکہ بجٹ کو تو میں سمجھتا ہی نہیں ہوں۔ یہ ریکارڈ کی بات ہے۔ سعید احمد منیس صاحب ویسے تو میرے لیے قابل احترام ہیں' پرانے ساتھی ہیں' ہمارے ساتھ مسلم لیگ میں رہے ہیں۔ انھی حکومتی بنچوں پر وزارت کی کرسی پر بھی بیٹھے ہیں۔ میں نہیں دہرانا چاہتا کہ شاید آپ اس کو غیر پارلیمانی کہہ دیں گے۔ بہر حال اب وہ قائد حزب اختلاف ہیں۔ اگر اس وقت انھوں نے محنت نہیں کی اور بحیثیت وزیر اپنے محکمے کو نہیں سمجھ سکے تو اب ان کو چاہیے تھا کہ بحیثیت قائد حزب اختلاف ان کے پاس اچھا خاصا وقت تھا۔ جناب سپیکر! دو دن کم نہیں ہوتے' اور چیئر نے بجٹ کو پڑھنے کے لیے اور بجٹ پر تقریر تیار کرنے کے لیے انھیں دو دن دیے تھے۔ انھیں چاہیے تھا کہ وہ study کر لیتے اور پھر یہاں بات ہوتی اور اگر وہ point out کر سکتے تو ہم اپنی غلطی تسلیم کر لیتے۔ لیکن چونکہ وہاں سے ایسی کوئی بات ہی نہیں ہوئی تو اب میں جواب کس چیز کا دوں کہ خاکروبوں کی تنخواہ کہاں سے کہاں چلی گئی یا چپڑاسیوں کی اتنی اسامیاں تھیں اور پچھلے سال اتنا تھا اور اس سال اتنا رکھا گیا۔ یعنی میں بحیثیت وزیرخزانہ ان چیزوں کا جواب دوں؟ جناب والا! یہ تو ان کو سمجھنا چاہیے کہ اس طرح کی جو مدات ہوتی ہیں۔ وہ محکمے کی طرف سے جو تجاویز آتی ہیں اس کے مطابق ہم رقوم ان مدات میں منظور کرتے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ budget document کوئی منجمد پہاڑ کی مانند نہیں ہے۔ اس میں تو flexibility ہے' جیسا کہ دریا کے پانی کا سال بھر میں بہاؤ ہو۔ اس میں پہلا قدم تو یہی ہے کہ جو بجٹ کی announcement ہوگئی ہے۔ اس کے بعد پھر اپریل میں اس کا دوبارہ جائزہ لیا جائے گا اور ہر محکمے سے دیکھا جائے گا کہ یہ کہاں utilization کر سکتے ہیں اور کہاں نہیں کر سکتے۔ پھر تین مہینے بعد اس کا دوبارہ جائزہ لیا جائے گا اور پھر آخری بار دسمبر کے بعد اس کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ تو اس میں flexibility موجود ہے۔ جو ڈیمانڈز وہاں سے آئے ہیں وہ ہم نے ان کے لیے sanction کیے ہیں اور اگر وہ utilize نہیں ہوں گے تو پھر وہ کسی اور مد میں ڈال دیے جائیں گے۔ ان کی طرح نہیں کہ وہ ادھر چلے جائیں گے۔ پھر انھوں نے اپنی تقریر کے دوران کہا کہ جب ہم ملتان سے

لاہور کی طرف روانہ ہوتے ہیں تو ہمیں راستے میں سڑک ڈھونڈنی پڑتی ہے۔ یہ صحیح ہوگا، بالکل صحیح ہوگا، لیکن کس کی سڑک ڈھونڈنی پڑتی ہے۔ ساڑھے تین سال مسلم لیگ کے آنے سے پہلے کس کی حکومت تھی؟ انھی کی تو حکومت تھی۔ اب ان کے خمیازے، ان کی خورد برد، کہ پیسہ سڑک کے لیے برآمد ہوا ہے اور وہ وزیر اعلیٰ اور ٹھیکے داروں میں تقسیم ہو گیا اور سڑک ویسی کی ویسی دھری رہ گئی۔ تو یہ قصور ہمارا ہے؟ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اسی طرح مجھے یاد آتا ہے کہ ہمارے مسلم لیگ (اوکاڑہ) کے میاں محمد زمان صاحب ضلعی پریذیڈنٹ ہیں۔ ان کی ایک عزیزہ کا انتقال ہوا تھا تو میں ان کے پاس افسوس اور فاتحہ کے لیے حاضر ہوا تھا اور میں رائے ونڈ، قصور، دیپال پور اس سڑک سے گیا تھا۔ مجھے راستے میں بتایا گیا کہ یہ اس وقت کے وزیر اعلیٰ میاں منظور احمد وٹو صاحب کا علاقہ ہے۔ یہ ان کا حلقۂ انتخاب ہے۔ یقین جانیے کہ مجھے وہاں جو ایک عام دیہات کے حالات ہوتے ہیں وہی نظر آئے۔ کوئی سڑک میں بہتری یا کوئی نئی عمارات، کہیں کوئی کالج بنا ہوا ہوتا، کوئی سکول بنا ہوا ہوتا یا کوئی ہسپتال۔ کوئی چیز جیسے ایک وزیر اعلیٰ کے حلقۂ انتخاب میں ہونا چاہیے کچھ نظر نہیں آیا۔ میں اوکاڑہ پہنچ گیا اور وہاں مسلم لیگیوں کا اچھا خاصا اجتماع تھا۔ وہاں ایک فوتیدگی ہوئی تھی تو وہاں سے فارغ ہو کر مسلم لیگیوں نے مجھے علیحدہ اپنے پاس بھی بلایا ہوا تھا تو وہاں میں نے پوچھا۔ میرے خیال میں وہاں عارف چودھری صاحب بھی موجود تھے، اگر یہاں بیٹھے ہیں تو وہ بھی یہ بتائیں گے۔ میں نے پوچھا کہ بھئی! سنا ہے کہ 2 ارب روپے وزیر اعلیٰ صاحب نے آپ کے ضلع پر خرچ کیے ہیں اور میں لاہور سے اوکاڑہ تک سفر کر کے آیا ہوں، قصور سے آپ کا ضلع شروع ہوتا ہے، مجھے تو وہ 2 ارب نظر نہیں آیا۔ اوکاڑہ کے ہی باشندوں کا یہ بیان تھا کہ جی! آپ کو کیا نظر آئے گا؟ 40 فی صد وہ اوپر سے ہی لے لیتا ہے۔ باقی بچا 60 فی صد۔ 60 فی صد میں سے 40 فی صد ٹھیکے دار۔ 20 فی صد کہیں لگا ہوگا تو لگا ہوگا۔ تو یہ طرز عمل ان کا تھا۔ وہ سڑکیں ٹوٹی ہوئی، جن کو ڈھونڈنا پڑتا ہے وہ ہمارے کھاتے میں ڈال رہے ہیں۔ کاش کہ اپنے وزیر اعلیٰ سے انھوں نے پوچھا ہوتا اور ویسے بھی وہ جو سڑک ہے وہ پنجاب کے ہائی وے کی نہیں ہے۔ وہ نیشنل ہائی وے اتھارٹی کی ہے۔ وہ حکومت بھی انھی کی تھی۔ اس وقت مرکزی حکومت بھی انھی کی تھی تو پھر بھی اس کے جواب دہ وہ ہوتے ہیں۔ یہ حکومت یا مسلم لیگ اس کی جواب دہ نہیں ہوتی۔

جناب سپیکر! اب میں ان کے مختلف اعتراضات کی طرف آتا ہوں۔ امن و امان کی صورت حال پر انھوں نے اعتراض کیا۔ صحت کی سہولیات نہ ہونے پر انھوں نے اعتراض کیا۔ تعلیم کے معیار کو بہتر نہ بنانے پر انھوں نے اعتراض کیا وغیرہ وغیرہ۔ اور ساتھ ہی گورنر کے جہازوں کی جو فلیٹ ہے، وی وی آئی پی پلین جنھیں کہا جاتا ہے اس پر اعتراض کیا۔ جن افسران کی entitlement نہیں تھی اور ان سے اے سی یا گاڑیاں واپس لینے کے لیے حکومت اس وقت پالیسی بنانے میں مصروف ہے اس پر اعتراض کیا۔ یہاں میں یہ بات بھی کہتا چلوں کہ اگر حکومت مسلم لیگ مرکزی سطح پر اور صوبائی سطح پر austerity programme کا اعلان کر چکی ہے تو ہم نے ضرور اس austerity کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا ہے۔ اس میں یہ پہلو ضرور اجاگر ہوتا ہے کہ اگر کسی افسر، کسی سیاستدان یا کسی سرکاری ملازم کی entitlement نہیں ہے اور وہ entitlement استعمال کر رہا ہے تو اس پر حکومت نے نظر رکھنی ہے اور اس پر ایکشن لینا ہے۔ آج ہم اگر غیر مستحق افسر سے ایئرکنڈیشنر واپس لینے کی سوچ رہے ہیں تو تنقید، اور اگر ہم یہ نہ کرتے، ہم ان non-entitled افسران کو استعمال کرنے دیتے تو پھر بھی ہم پر تنقید کہ لو جی، ایک طرف سے austerity measure کہتے ہیں اور دوسری طرف سے ان کے افسران عیش کر رہے ہیں۔ ان کو تو کوئی تعمیری رائے دینا بھی نہ آئی۔ یعنی یہ کیا کہنا چاہتے تھے؟ اگر ہم non-entitledافسران سے وہ مراعات واپس لینا چاہ رہے ہیں جو ان کا حق نہیں بنتا تو وہ کیا کہنا چاہتے تھے؟ اب سارے بجٹ میں اگر کوئی بات پکڑی تو وہ یہ کہ جی، پی اینڈ ڈی بلڈنگ میں تو centrally airconditioned ہے۔ اس کا کیا کریں گے؟ کیا یہ چاہتے ہیں کہ پی اینڈ ڈی کی بلڈنگ ہی بیچ دی جائے؟ وہ تو ایک سہولت وہاں لگی ہوئی ہے۔ پھر انھوں نے لفٹس پر اعتراض کیا اور وہ ان کی تقریر کے دوران ریکارڈ کی بات ہے کہ لفٹس لگی ہوئی ہیں۔ ان کا کیا کریں گے؟ یہ تو بلدیہ شہر لاہور میں بلڈنگز کے قوانین ہیں کہ اس اور تین منزلہ سے اوپر جو بلڈنگ بنے گی اس میں لفٹ دینی پڑے گی۔ کیا یہ چاہتے ہیں کہ قواعد کو disobey کریں اور ان کے احتجاج پر لفٹس بند کر دیں؟ میں سوچتا رہا ہوں کہ میں ان کے کس حصے کا جواب دوں۔ اگر زراعت کے شعبے کی بات کرتے ہیں تو اس میں یہ فرماتے ہیں کہ بڑی اچھی بات ہے کہ پانچ ہزار ٹریکٹر پر ایک لاکھ روپے کی سبسڈی کا حکومت پنجاب نے اعلان کیا ہے۔ پھر اس کے ساتھ لیکن لگا دیتے ہیں کہ لیکن یہ خورد برد ہو جائے گا۔ یہ اپنوں کو دے دیے جائیں گے اور ساتھ

ہی ایک اور سیخ بھی لگا دی۔ پتا نہیں ان کو یہ کہاں سے پتا چلا کہ ابھی سے سپیئر پارٹس کی ایجنسیوں کے لیے دوڑ دھوپ شروع ہو چکی ہے۔ یعنی پہلے سے مارکیٹ میں سپیئر پارٹس کے ڈیلر موجود نہیں ہیں؛ یہاں ملت ٹریکٹر بنتا ہے۔ فیئٹ (FIAT) ٹریکٹر بنتا ہے یا جو بھی ٹریکٹر یہاں مقامی طور پر اسمبل ہو رہے ہیں۔ ان کے سپیئر پارٹس کے ڈیلر پہلے سے موجود نہیں ہیں؛ یعنی اعتراض برائے اعتراض' تنقید برائے تنقید' کسی سٹیج پر بھی یہ نہیں کہا کہ میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ یہ سبسڈی اس بنیاد پر دی جائے۔ ہم ان کے مشکور ہوتے۔ لیکن کہتے ہیں کہ یہ خورد برد کر جائیں گے۔ وہ سچے ہیں' جب وہ اس قسم کی بات کرتے ہیں' کیونکہ ان کی حکومت نے جو ییلو ٹریکٹر چلایا تھا وہ تو اسی طرح کھایا گیا تھا۔ یہ جناب سعید احمد منیس صاحب الاٹ کر رہے ہیں۔ یہ جناب زرداری صاحب الاٹ کر رہے ہیں۔ یہ سعید اکبر نوانی صاحب الاٹ کر رہے ہیں۔ یہ جناب سید مسعود عالم شاہ صاحب الاٹ کر رہے ہیں۔ وہ تو ہوا ہی اسی طرح تھا۔

جناب سپیکر! میں اب آپ کے سامنے اور آپ کی وساطت سے اس ایوان کے سامنے اور پریس گیلری میں جو حضرات بیٹھے ہیں ان کے سامنے اس حکومت کی ٹریکٹر کے اوپر سبسڈی پالیسی کا اعلان کرنا چاہتا ہوں تاکہ میرے ساتھیوں میں بھی اگر کوئی ابہام ہو اور اگر اپوزیشن میں ہمت ہوتی' وہ یہاں سننے کے لیے بیٹھے ہوتے تو ان کے دل میں بھی جو خدشات تھے وہ دور کر دیتا' یا ان کے غالباً جو ارادے ہوں گے وہ میں مٹا دیتا۔

جناب سپیکر! سب سے پہلے تو یہ ہے کہ مرکزی حکومت نے' جو وزیر اعظم پاکستان جناب محمد نواز شریف صاحب نے اعلان کی ہے یہ سبسڈی اس کے علاوہ ہے۔ وہ مرکزی حکومت کا اعلان تھا اور یہ چیف منسٹر پنجاب جناب محمد شہباز شریف صاحب کی طرف سے اعلان ہے۔ حکومت پنجاب کی طرف سے یہ سبسڈی ایک لاکھ فی ٹریکٹر دی جائے گی۔ پانچ ہزار ٹریکٹر کے لیے یہ سبسڈی دی جائے گی۔ اس کی تقسیم اس طرح سے ہوگی کہ ہر تحصیل میں جتنا cultivable area ہے اس کی بنیاد پر اس تحصیل کو کوٹہ ملے گا۔ اس میں کسی کو یہ اختیار نہیں ہوگا کہ میری تحصیل ہے میں زیادہ لے جاؤں' راجہ صاحب کی تحصیل ہے وہ زیادہ لے جائیں' کسی کمزور آدمی کی تحصیل ہے وہ تھوڑا لے جائے۔ جتنا اس میں cultivable area ہے اس کے مطابق ٹریکٹر الاٹ ہوں گے۔ پھر آگے ہے کہ یہ کس طبقے کو ٹریکٹر دیا جائے گا؟ 5 ایکڑ کا مالک کم سے کم اور 25 ایکڑ تک کا مالک

صرف اس سکیم کے لیے اہل ہوگا۔ (نعرہ ہائے تحسین) جس کی ذاتی ملکیت کم سے کم 5 ایکڑ ہو اور زیادہ سے زیادہ 25 ایکڑ کا مالک ہو وہ اہل ہوگا۔ اس کے علاوہ وہ اسے خود کاشت کرتا ہو۔ یہ بھی نہیں کہ وہ خود لاہور میں رہتا ہے یا راولپنڈی میں یا کہیں بڑے شہر میں کوئی بنک ملازم ہے یا کچھ بھی ہے اور اس کے پیچھے اتنے ایکڑ پڑے ہوئے تھے تو اسے ٹریکٹر مل جائے گا' وہ خود کاشت کرتا ہوگا۔ ہم نے اپنی طرف سے یہ کوشش کی ہے کہ جس قدر ہو سکے اس کو foolproof بنایا جائے تاکہ اس سکیم کا غلط استعمال نہ ہو۔ پھر یہ کہ وہ اس تحصیل کا سکونتی ہوگا۔ پھر وہی بات آ جاتی ہے کہ مثلاً وہ ملتان شہر کا رہنے والا ہے لیکن اس کے آباو اجداد نے کبھی تونسہ تحصیل میں تھوڑی سی زمین خرید رکھی تھی تو وہاں پر وہ eligible نہیں ہوگا' کیونکہ وہ اس حلقے کا' اس تحصیل کا رہنے والا نہیں ہے۔ پھر جناب' وہ جو سبسڈی کے لیے apply کرے گا نہ وہ حکومت کا defaulter ہوگا' نہ وہ بینکس کا defaulter ہوگا اور خصوصاً اسے ڈی بی پی کا' اس کے علاوہ وہ apply کرے گا جس نے اسے ڈی بی پی سے گزشتہ چار سال کے اندر کوئی ٹریکٹر loan پر نہیں لیا ہو گا۔ اگر وہ چار سال سے پہلے لے چکا ہے تو پھر eligible نہیں ہوگا۔ درخواستوں کو invite کرنے کا طریقہ بذریعہ پریس ہوگا اس میں باقاعدہ وقفہ دیا جائے گا تاکہ ہر شخص کو اطلاع پہنچ سکے اور تحصیل لیول پر جو کمیٹی تشکیل دی جائے گی اس میں انتظامیہ کا ایک رکن ہوگا' محکمہ زراعت کا ایک رکن ہو گا' اسے ڈی بی پی کا ایک رکن ہو گا اور وہ وہاں اپنی مقامی تحصیل میں درخواست جمع کرائے گا اور تحصیل ہی کے لیول پر اس کی scrutiny ہوگی کہ وہ applicant تمام کوائف پر پورا اترتا ہے یا نہیں۔ اس کے بعد جب یہ درخواستیں تحصل لیول پر اکٹھی ہو جائیں گی۔ پھر ہر تحصیل کی درخواستیں ڈسٹرکٹ لیول پر اکٹھی ہو جائیں گی اور یقیناً ٹریکٹروں کی تعداد تھوڑی ہے اور درخواستیں دینے والوں کی تعداد زیادہ ہوگی۔ یہ ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز پر اس لیے رکھا گیا ہے کہ بہت سے ضلعی ہیڈکوارٹرز پر کمپیوٹرز موجود ہیں لیکن شاید ایسے بھی ضلعی ہیڈکوارٹرز ہوں جہاں کمپیوٹرز نہ ہوں۔ یہ قرعہ اندازی دستی نہیں ہوگی یہ کمپیوٹر کے ذریعے ہوگی تاکہ کسی کو کوئی ابہام نہ رہ جائے کہ اس میں کوئی وزیر بیٹھا ہوا تھا' کوئی مشیر بیٹھا ہوا تھا' یا کوئی بڑا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اور اگر ڈسٹرکٹ ایڈمنسٹریشن کے پاس کمپیوٹرز نہیں ہیں تو یقیناً بینکس میں کمپیوٹرز موجود ہیں۔ تو پھر ان بینکس کے کمپیوٹرز کو استعمال کر کے balloting کو foolproof بنایا جائے گا۔ جو شخص اس ٹریکٹر کی سبسڈی کے لیے select ہوگا اسے

45 دن کی مہلت دی جائے گی کہ وہ جو اپنی پسند کا ٹریکٹر چاہے لے لیکن وہ پاکستانی ساخت کا ہوگا۔ وہ امپورٹڈ ٹریکٹر نہیں ہوگا۔ وہ جو بھی ٹریکٹر چنے اس کمپنی کے پاس 45 دن کے اندر اپنی بکنگ کرا دے اور اس بکنگ کا آرڈر دیکھ کر ڈائریکٹ یہ سبسڈی اس کمپنی کو پہنچا دی جائے گی اور جو سبسڈی لینے والا ہے اس کو کچھ نہیں دیا جائے گا تاکہ اس رقم کا غلط استعمال نہ ہو۔ اگر اسے ڈی بی پی کے loan کے ذریعے کوئی ٹریکٹر لینے والا ہوگا اور اگر وہ selectee ہو جاتا ہے اور اس نے یہاں درخواست دی ہوئی ہے تو پھر بھی اسے ڈی بی پی میں اس کے کھاتے میں وہ ایک لاکھ روپیہ جمع ہو جائے گا، یعنی اس کے قرض میں ایک لاکھ کی رقم جمع کر دی جائے گی۔ وہ رقم پھر بھی اسے ڈائریکٹ نہیں دی جائے گی۔

جناب والا! اس کے علاوہ یہاں بہت سی باتیں کی گئیں جو گندم کی پیداوار بڑھانے کے لیے تھیں۔ تو جہاں حکومت پاکستان نے گزشتہ فصل سے پہلے مثالی سپورٹ پرائس کا اعلان کیا تھا اور اب بھی وزیراعظم پاکستان نے جس پیکج کا اعلان کیا تھا اس میں بہت سے ایسے incentives دیے گئے ہیں۔حکومت پنجاب کے وزیر اعلیٰ جناب میاں محمد شہباز شریف صاحب نے گندم کی پیداوار بڑھانے کے لیے اس الاٹمنٹ سے ہٹ کر ایک ٹریکٹر کی سبسڈی فی تحصیل دینے کا اعلان کیا ہے، یعنی جس کی سب سے زیادہ گندم کی اوسط ہوگی اس کو اس الاٹمنٹ سے ہٹ کر ایک ٹریکٹر کی سبسڈی دی جائے گی۔ اور اسی طرح ضلعی سطح پر گندم کی بہترین اوسط حاصل کرنے والے کاشتکار کو ایک ٹریکٹر فری دیا جائے گا (نعرہ ہائے تحسین) اس سکیم کو foolproof بنانے کی خاطر بہت سینئر افسران کی ایک کمیٹی بھی بنا دی گئی ہے۔ جس میں چیئرمین پی اینڈ ڈی کنوینر ہوں گے اور وزیر اعلیٰ صاحب نے سینئر ممبر بورڈ آف ریونیو اور سیکرٹری خزانہ اور سیکرٹری زراعت پر یہ کمیٹی نامزد کر دی ہے تاکہ اس رقم کو غلط طور پر استعمال نہ کیا جائے، وہ اس کی پالیسی بنائیں گے۔ اس ٹریکٹر کا رنگ سبز ہوگا۔ تین سال کے لیے یہ Non-transferable ہوگا۔ اگر آج کسی خوش نصیب کو سبسڈی کا یہ ٹریکٹر مل جاتا ہے تو تین سال تک وہ اس کو ٹرانسفر نہیں کر سکے گا۔ اس پالیسی کا اعلان اس وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس ایوان میں، میں اس لیے کر رہا ہوں کہ ہمارے اخبار نویس ساتھی بھی مجھ سے بہت پوچھتے رہے ہیں کہ یہ کس طرح ہوگا، یہ تو لٹ جائیں گے، وہ کھا جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ اب جو میں نے شرائط بتائی ہیں، میں امید کرتا ہوں کہ میرے بھائی،

میرے ساتھی بھی یہاں مطمئن ہو گئے ہوں گے اور پریس کے حضرات جو مجھ سے پوچھتے رہے ہیں وہ بھی مطمئن ہو گئے ہوں گے کہ ہم نے تو اپنی طرف سے خورد برد کا امکان مٹا دیا ہے لیکن اگر کوئی کمی بیشی رہ بھی گئی ہے تو جس کمیٹی کا میں نے اعلان کیا ہے وہ مسلسل اس کو watch کرتی رہے گی۔

جناب والا! لیڈر آف دی اپوزیشن کاشتکار کے لیے پیکج کا ذکر کر رہے تھے اور اس پر بہت نکتہ چینی ہوئی ہے کہ اگر کاشتکار پانچ سو روپے کاباقی دار ہے ------

جناب ڈپٹی سپیکر: وقت مزید آدھ گھنٹہ extend کرتے ہیں۔

وزیرخزانہ: جی - مہربانی----- جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ اگر کاشتکار پانچ سو روپے کا باقی دار ہوتا ہے تو اسے حوالات میں دے دیا جاتا ہے اور اگر صنعتکار کروڑوں یا اربوں کا باقی دار ہوتا ہے تو اسے کچھ نہیں کہا جاتا۔ جناب سپیکر! لیڈر آف دی اپوزیشن نے اگر کاشت کے بارے میں موجودہ پالیسی دیکھ بھی لی ہوتی اور جو عملاً ہو رہا ہے وہ بھی کم از کم اخبارات کے حوالے سے دیکھ لیا ہوتا۔ چلو' ان کی ذاتی معلومات نہیں لیکن اخبارات تو روزانہ یہ معلومات پیش کر رہے ہیں کہ صنعتکاروں کو باقاعدہ ایک dead line دے دی گئی ہے۔ وہ غالباً اگلے مہینے کی 10 تاریخ ہے۔ اس کے بعد میں لیڈر آف دی اپوزیشن سے پوچھوں گا کہ حکومت کے یا بینکس کے ٹیکس کے سلسلے میں جو باقی دار ہیں ان کا کیا حشر ہو گا۔

جناب والا! یہاں وی وی آئی پی جہازوں کے بارے میں کہا گیا۔ جناب سپیکر! جس دن سے وزیر اعظم پاکستان نے اعلان کیا تھا کہ وزراء اعلیٰ کے جو سپیشل جہاز ہیں وہ استعمال نہیں کیے جائیں گے اور وہ پی آئی اے کی عام پروازوں سے ان علاقوں میں جائیں گے۔ تو آپ کی وساطت سے میں ان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا کہ اسی دن سے حکومت پنجاب نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا تھا اور وزیر اعلیٰ پنجاب نے ایک کیبنٹ کمیٹی تشکیل دے دی ہے جس کی convenership انھوں نے مجھے سونپی ہے۔ ہم انہی جہازوں کو اب اس طرح استعمال کرنا چاہتے ہیں کہ اگر وزیر اعلیٰ کو ان علاقوں میں جانا پڑے جہاں پی آئی اے کی فلائٹ نہیں جاتی تو وہ جہاز استعمال کے لیے بھی موجود رہیں۔ لیکن وہ ایسے کھڑے نہ رہیں' کیونکہ ان کے کھڑے رہنے سے تو

سراسر نقصان ہے۔ تو آج بھی ایک میٹنگ تھی جس میں ہم یہ جائزہ لے رہے ہیں کچھ پرائیویٹ فرمز ہیں، ایک عسکری ایوی ایشن پرائیویٹ لمیٹڈ کمپنی ہے جن سے ہم ان جہازوں کو چارٹر کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں تاکہ پنجاب کو ان جہازوں سے آمدن بھی آتی رہے اور جب کبھی ایسی ضرورت پڑے تو بروقت وہ جہاز available بھی ہوں۔

جناب والا! لوکل باڈیز کے الیکشن کے بارے میں کافی اعتراضات کیے گئے۔ صرف لیڈر آف دی اپوزیشن نے نہیں کیے باقی ان کے سب ساتھیوں نے یہ اعتراضات کیے۔ اور اس بارے میں دھاندلی اور پتا نہیں کیا کیا الفاظ استعمال کیے گئے کہ یہ الیکشن نہیں تھا بلکہ سلیکشن تھا۔ تو جناب والا! ایک محدود حد تک میں ان کی تائید کرتا ہوں۔ واقعی یہ الیکشن نہیں تھا یہ سلیکشن تھا۔ کیا لوگ دیکھ نہیں چکے تھے کہ انھوں نے ساڑھے تین سال میں کیا کیا؟ اب بھی وہ الیکشن میں منہ دکھانے کے قابل رہ گئے تھے کہ لوگوں کو سلیکشن کرنے میں دقت ہوتی۔ لوگوں نے تو مسلم لیگ کو select کر لیا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب وہ پیٹ رہے ہیں کیونکہ اب ان کے پاس کچھ رہا ہی نہیں۔ This election was in actual fact selection of the Muslim League. انھوں نے پیپلز پارٹی کو دیکھ لیا جو نئے بنے چہرے افق پر آنے کی کوشش کر رہے تھے ان کو بھی دیکھ لیا۔ ان کو تو candidates پیش کرنے کی جرأت نہیں پڑی ۔ اب جب مسلم لیگ کی وکٹری ہوئی تو اب دھاندلی ہے۔ جناب، اگر ان کا الزام لے لیا جائے تو یہ دھاندلی ہی سہی۔ اس حکومت نے بلدیاتی الیکشن کروا تو دیے۔ آپ نے تو بلدیاتی اداروں کا گلا گھونٹ دیا تھا اور عدالتوں کے حکم کو آپ نے تسلیم نہیں کیا اور پاکٹیل پر ہدایات دیں اور آرڈیننس جاری کر کے پھر دوبارہ ادارے توڑ دیے تھے تو ہم نے ان اداروں کو بحال کیا، ان کے الیکشن کروا دیے اور اس کے جو باقی stages رہ گئی ہیں وہ بھی ان شاء اللہ آئندہ ماہ complete ہو جائیں گی۔

جوہری پروگرام کے بارے میں یہاں بہت کچھ کہا گیا۔ اور سب سے بڑی سٹیٹمنٹ جو اپوزیشن کی طرف سے آئی ہے ، یہاں محترم شاہ صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں ، یہ کہا گیا کہ یہ کریڈٹ موجودہ وزیر اعظم محمد نواز شریف کو نہیں جاتا، بلکہ یہ تو زیڈ اے بھٹو کو جاتا ہے ۔ میں ان کی سوچ پہ حیران ہوں ۔ جس شخص نے پاکستان کو توڑ دیا وہ پاکستان کے لیے ایٹمی پروگرام بنا رہا تھا؟ اور کس لیے توڑا؟ جناب شاہ صاحب اعتراض کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں ۔ وہ نعرہ میں نے لگایا

تھا "ادھر تم ادھر ہم"؟

جناب ڈپٹی سپیکر، شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ کھڑے ہیں۔ فرمائیے شاہ صاحب!

سیدمسعود عالم شاہ : میں یہ وضاحت کرنی چاہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ نے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنی چاہی ہے۔

سیدمسعود عالم شاہ، جناب والا! نکتۂ ذاتی وضاحت۔ جو میں نے گزارش کی تھی وہ ایک نامکمل قرارداد کے سلسلے میں تھی اور اس میں contribution کا ذکر کیا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شاہ صاحب! آپ کا تو انھوں نے نام بھی نہیں لیا۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔

سیدمسعود عالم شاہ ،پہلے بھی وہ نام لے چکے ہیں اور انھوں نے بہت غلط مثال پیش کی ہے - میں معذرت کے ساتھ کہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

وزیرخزانہ ، پھر وہ زیڈ اے بھٹو کے نام کے بعد کہتے ہیں محترمہ بینظیر بھٹو صاحبہ کا کریڈٹ ہے - یہ اس قوم کے ساتھ مذاق ہے - مجھے ان تواریخ کے اخبارات ڈھونڈنے پڑیں گے - جب یہ nuclear programme کو cap کرنے کا سپر پاورز کے ساتھ معاہدہ کر چکی تھیں - جن کا نام لینا بے مقصد ہے اور بے سود ہے - اور وہ حکمران جو یہاں سے فہرستیں راجیو بھیا کو بھیجتا ہے - وہ پاکستان کے ڈیفنس کو مضبوط کرنے کے لیے ایٹمی پروگرام بنائیں گے؟ یہ تو 1990ء میں اگر مسلم لیگ کی حکومت نہ آئی ہوتی اور میاں نواز شریف اس وقت کے وزیر اعظم نہ ہوتے تو جو ان حضرات نے منصوبہ شروع کر دیا تھا وہ تو اس منصوبہ کو لے گئے ہوتے - یہ دیکھیے ! اللہ کے فیصلے ہوتے ہیں - جناب سپیکر! یہ آپ کی اور میرے بس کی بات نہیں ہے - جب انڈیا دھماکے کرتا ہے تو وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف ہے' ایک عورت ذات نہیں ہے - اور میاں محمد نواز شریف نے تھپڑ کا جواب تھپڑ سے دیا۔ اگر خدا نخواستہ یہاں ایک بزدل حکمران بیٹھا ہوتا' تو میرا دعویٰ ہے کہ پاکستان لالچوں میں آ گیا ہوتا' کہ ہم پانچ سو ملین کی امدا دے دیتے ہیں ' ہم تمھارے جہاز تمھیں دے دیتے ہیں ' ہم تمھارا پیسہ واپس کر دیتے ہیں۔ تم یہ دھماکے نہ کرو - میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس پرائم منسٹر کے علاوہ کوئی پرائم منسٹر پاکستان کے وقار کو اور عالمی برادری میں پاکستان کو یہ مقام دینے کی

جرأت نہ کرتا۔ یہ میاں نواز شریف کی ہمت ہے اور ان کی کابینہ کے colleagues اور جو ان کی حلیف جماعتیں ہیں جن کے باہم مشورے سے یہ فیصلہ کیا گیا اور آج آپ اور میں اور ہرشخص any man in the street اپنا سر فخر سے بلند کر سکتا ہے ۔

جناب والا! یہاں بہت سے باتیں ہوئی ہیں ۔ اب میں باقی باتوں کا جواب دینا چاہتا ہوں جو اعتراضات بجٹ پر کیے گئے ۔ لیکن بجٹ پر اعتراضات کرنے والے تو اب بیٹھے نہیں۔ یہاں سعید اکبر نوانی صاحب نے حکومت پنجاب پر کچھ اعتراضات کیے ۔ بجٹ کے بارے میں وہ جو الفاظ کہہ گئے ۔جیسے "یہ عوام کش بجٹ ہے" وغیرہ وغیرہ ۔ اس کا تو میں پہلے عرض کر چکا ہوں ۔ میں نے Finance Bill کی کاپیاں تقسیم کی ہیں ۔ کاش! وہ یہاں ہوتے اور پڑھ لیتے ۔ انھوں نے یہاں یہ کہا کہ مسلم لیگ کی موجودہ حکومت کوئی ترقیاتی منصوبے عمل میں نہیں لائی۔ اگر وہ یہاں بیٹھے ہوتے تو میں ان سے پوچھتا کہ ان کے دوست، خاص طور پر ان کے قائد ' ان کے لیڈر میاں منظور وٹو وزیر اعلیٰ پنجاب تھے اور اس وقت لاہور میں دو انڈر پاس بن رہے تھے ۔ جناب سپیکر! میرے خیال میں آپ کا آنا جانا اسی راستے سے ہوتا ہے۔ جب تک وہ بیٹھے رہے اور وزیر اعلیٰ رہے میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا وہ تکمیل تک پہنچے ۔ اور وزیر اعلیٰ پنجاب، ان کو وزیر اعلیٰ بنے تیسرا مہینہ تھا اور چوتھے مہینے میں دونوں انڈر پاسز تیار ہو گئے۔ صرف نیت کی بات ہے ۔ اگر نیت گرم کرنے کی تھی تو وہ کر گئے ۔ اگر نیت ہے کام کرنے کی تو وہ دکھا دیا۔ یہ اعتراض کرتے ہیں مسلم لیگ پر ۔ حقائق سے کوئی آنکھیں نہ موڑے ۔ یہ تو میں نے ایک مثال دے دی ۔ یہ کہا گیا کہ بڑے شہروں پہ بہت بڑی رقوم خرچ کی جا رہی ہیں لیکن چھوٹے شہروں یا دیہاتوں میں کام نہیں ہو رہا ۔ میں ان کی تھوڑی سی غلط فہمی دور کرنی چاہتا ہوں۔ جناب والا! جو وزیر اعلیٰ نے اعلان کیا تھا کہ بلدیاتی اداروں کی ملکیتی اراضی یا رقبے یا پراپرٹیز ہوں کہ جن پر ناجائز قابضین بیٹھے ہوئے ہوں وہ آپ vacate کرائیں ۔ ان کی آکشن کریں اور وہ فنڈز آپ خود اپنے اداروں پہ استعمال کریں۔ اسی پالیسی کے نتیجے میں لاہور میٹروپولٹن کارپوریشن نے ساٹھ کروڑ روپے سے زیادہ مالیت کی پراپرٹیز اس طرح سے dispose کیں کہ ناجائز قابضین سے قبضے چھڑوائے اور ان کی اوپن آکشن کی ۔ جس میں کوئی کسی کے ساتھ رو رعایت کا پہلو نہیں ہوتا۔ یہ منصوبہ جات انھی رقوم سے بن رہے ہیں۔ اسی طرح پنڈی سے اب تک چھ ساڑھے چھ کروڑ روپیہ جمع ہوا ہے۔ ان کے پاس اور پراپرٹیز ہیں۔ یہاں جناب انصاری صاحب نے

ملتان اور چند اور اضلاع کا ذکر کیا کہ ان کی اتنے کروڑ ' اتنے ارب کی پراپرٹی موجود ہے۔ ٹھیک ہے' چیف منسٹر صاحب کی پالیسی تو موجود ہے۔ وہ صرف لاہور کے لیے تو نہیں یا صرف پنڈی کے لیے نہیں۔ آپ نشاندہی کریں ۔ تجاوزات فارغ کروائیں ' آکشن کرائیں اور اپنے منصوبہ جات مکمل کروائیں۔ مثلاً اب یہ حکومت پنجاب کی ذمہ داری نہیں ہے کہ ملتان میں سٹریٹ لائیٹ لگوا دے ۔ یہ تو آپ کی بلدیہ نے خود کرنا ہے ۔ میونسپل کارپوریشن نے خود کرنا ہے ۔ اگر آپ کی اتنی قیمتی جائیدادیں قابضین کے ہاتھ میں ہیں تو آپ ان کو چھڑوائیں اور فروخت کریں اور بلدیہ میں اپنی ضروریات کو پوری کریں۔

یہاں سعید اکبر نوانی صاحب تسلیم کر گئے کہ "میں مانتا ہوں کہ ہماری حکومت نے غلطیاں کیں" یہ ریکارڈ کی بات ہے۔ میں نے ان کا جملہ یہاں لکھا ہے ۔ "لیکن آئیے ! اب ہم مل جل کر صوبے کی بہتری کے لیے کام کریں" ۔ اس قسم کے کچھ الفاظ کہہ گئے تھے ۔ لیکن ان کا پہلا فقرہ یہ تھا کہ " میں مانتا ہوں کہ ہماری حکومت نے غلطیاں کیں" ۔ جناب والا! وہ غلطیاں تو نہیں تھیں وہ تو ڈاکے تھے ۔ اب ہم ڈاکوؤں کے ساتھ مل کر اپنی پالیسیاں بنائیں گے ۔ نہ بابا نہ ' ان کا یہ مشورہ ہمیں قبول نہیں ہے ۔ ہم ان شاء اللہ شرفاء کی کمپنی میں بیٹھ کر' جو ملک کا سوچ رہے ہیں ' جو قوم کا سوچ رہے ہیں' اور جو قوم کے پیسے کو امانت سمجھتے ہیں' کے ساتھ بیٹھ کر مشورے کریں گے ۔ اب یہ دو ارب روپے کی بات ہوئی۔ یہاں اپوزیشن بنچز سے کہا گیا یوں ہو جائے گا ووں ہو جائے گا۔ ایک شخص کے اختیارات میں رکھ دیے گئے ہیں اور وہ نوازے گئے ۔ جن کے ساتھ ناراض ہوں گے ان کو کچھ نہیں ملے گا ۔ یہ تو آنے والا وقت بتائے گا' لیکن میں دعوے سے کہہ رہا ہوں کہ یہ رقم صرف اور صرف اس لیے رکھی گئی ہے کہ بجٹ بناتے وقت صوبے کی تمام ضروریات کا جائزہ لینا تقریباً تقریباً ناممکن ہوتا ہے اور یہ جو علیحدہ رقم مختص کی گئی ہے ۔ یہ جو imbalance پیدا ہو گا اسے ڈی پی میں اس کو مٹانے کے لیے مختص کی گئی ہے اور یہ باہم مشاورت سے ہوگا۔ یہ نہیں کہ یہ ایک فرد کے صوابدیدی فنڈز ہوں گے ۔ نہیں' یہ غلط تاثر ہے۔ اس میں وہ جو کچھ کر چکے ہیں وہ تو کر چکے ہیں' اس کا خمیازہ تو ہم بھگت رہے ہیں' لیکن ان ڈاکوؤں کی مشاورت کی کم ازکم ہمیں ضرورت نہیں ہے ۔ ان شاء اللہ العزیز ہم آپس میں بیٹھ کر ملک کی بہتری کے لیے اور ملک کی بہتری میں میں اپنے صوبے کی بات کر رہا ہوں' جہاں جہاں imbalance پیدا ہوا ہے اس کو ختم کرنے کے لیے

تو کیں گریں گے ۔ مثلاً ایک مثال میں دے دیتا ہوں کہ جناب سردار سعید احمد صاحب نے یہاں رنج کا اظہار کیا تھا ۔ان کا اعتراض بجا ہے کہ جب وزیر اعلیٰ پنجاب ایک ڈائریکٹو ایشو کر دیتے ہیں تو اس پہ عمل ہونا چاہیے۔ اس کی وجہ میں آپ کی وساطت سے عرض کرنی چاہتا ہوں کہ جو شرائط ہیں اس میں بلدیہ کو 1/3 اپنا حصہ شامل کرنا پڑتا ہے جب وہ سکیم عمل میں آتی ہے ۔ کیونکہ وہ 1/3 حصہ جمع نہ کرا سکے اس لیے وہ سکیم اے ڈی پی میں reflect نہ ہو سکی۔لیکن جب وزیر اعلیٰ صاحب کو اس چیز کا علم ہوا تو انھوں نے وہ 1/3 جمع کرانے کی شرط ختم کر دی اور جولائی کے پہلے ہفتے میں سردار سعید احمد صاحب کی سکیم کا ان شاء اللہ تعالیٰ notification ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! یہاں کالا باغ ڈیم پر بہت سی باتیں کی گئیں۔ اپوزیشن کو یہ کہنے کی جرأت تو نہیں ہوئی کہ وہ کہتے کہ کالا باغ ڈیم کا اعلان غلط ہے۔ لیکن انھوں نے اس کو دوسرے انداز میں نکتۂ اعتراض بنا لیا۔ انھوں نے کہا کہ اچھا ہوتا اگر پہلے consensus develop کر لیتے اور بعد ازاں کالا باغ کی تعمیر کا اعلان کرتے۔ جناب سپیکر! آپ کو یاد ہوگا کہ 1990-93ء تک میں پنجاب میں محکمہ اریگیشن اینڈ پاور کا انچارج تھا اور بڑی تگ و دو کے بعد' متعدد میٹنگز کے بعد چاروں صوبوں میں اس وقت ایک معاہدہ طے پا گیا تھا جو Accord-91 کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہ تحریر جس پر تمام وزرائے اعلیٰ' تمام چیف سیکرٹریز' اری گیشن سیکرٹریز' منصوبہ بندی و ترقیات کے تمام وزراء' تمام اری گیشن اینڈ پاور کے وزیر صاحبان کے دستخط موجود ہیں' وہ دستاویز اب بھی مرکزی حکومت کے archives میں ہے۔ جناب والا! کب تک ہم اس بحث کو کھلا رکھیں گے؟ ہاں' اب اگر چند دوستوں نے ہمارے بھائیوں نے اس پر اعتراض کیا ہے تو وزیراعظم نے فوراً کہا ہے کہ اس کی تعمیر consensus develop کرنے کے بعد شروع ہوگی۔ انھوں نے منصوبے کا کہا ہے کہ یہ بنے گا۔ میں یہاں عرض کرتا چلوں' یہ میری ذاتی رائے نہیں بلکہ یہ ماہرین کی رائے ہے کہ کالا باغ ڈیم کا بنانا پاکستان کے لیے اب ناگزیر ہو چکا ہے۔ ہمارے اس وقت کے reservoirs' تربیلا ہو یا منگلا ان میں اس تیزی سے siltation ہو رہی ہے کہ ان کی باقی زندگی غالباً 20/22 سال رہ گئی ہے۔ تو ہم آئندہ کے لیے کیا منصوبہ بندی کر رہے ہیں؟ صرف بجلی نہیں ہمیں زراعت کے لیے پانی بھی تو store کرنا ہے۔ اس کے لیے ہم کیا منصوبہ بندی کر رہے ہیں؟ کیا بھاشا ڈیم یا دوسرے چھوٹے ڈیم ہماری ضرورت پوری کر سکیں گے؟ ممکن ہی نہیں۔وہ hydle power تو پیدا کر لیں گے' لیکن

زراعت کے لیے پانی کی storage ممکن ہی نہیں۔ اس کے لیے ایک ہی موقع ہے' ایک ہی site ہے جہاں ہم پانی کی storage کر کے اپنی زراعت میں وسعت پیدا کر سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! یہاں میں کوئی ماہرانہ تاثر نہیں دینا چاہتا لیکن اس وقت پاکستان جن حالات کا سامنا کر رہا ہے' دنیا میں ہماری population explosion' ہماری آبادی 2.8/2.9 تقریباً 3 فی صد ہے۔ یعنی highest in the world ہے۔ میں پاکستان کی بات کر رہا ہوں' صرف صوبہ پنجاب کی نہیں اور ہر سال لاکھوں ایکڑ زمین سیم اور تھور کی زد میں آ جاتی ہے۔ اس کے برعکس میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ہمارے ڈیمز' ہمارے جو reservoirs ہیں ان کی storage capacity میں بتدریج ہر سال کمی واقع ہوتی جا رہی ہے۔ اور اگر یہی حالات رہے جو میں ابھی آپ کے سامنے عرض کر چکا ہوں تو سن 2010ء میں پاکستان کو اپنی خوردنی ضروریات پوری کرنے کے لیے 20 ملین ٹن گندم import کرنی پڑے گی۔ بفرض مثال کہ پاکستان کے پاس اتنا زر مبادلہ موجود ہے کہ وہ 20 ملین ٹن گندم خرید سکتا تو پھر ہمارے پاس docking facilities نہیں ہیں' وطن عزیز پاکستان کے پاس 20 ملین ٹن گندم اتارنے کی docking facilities نہیں۔ لیکن چلیے' ابھی 10/12 سال باقی ہیں اور حکومت اس دوران کہیں docking facilities بنا بھی لیتی ہے تو infrastructure موجود نہیں ہے' وہ 20 ملین ٹن گندم تو docks میں پڑی پڑی خراب ہو جائے گی کیونکہ ہمارے پاس infrastructure نہیں' سڑکیں نہیں' ریلوے tracks نہیں' carriage wagons نہیں تو جناب والا! یہ ہمارے لیے ناگزیر ہے کہ جو ہمارے existing resources ہیں ان میں ہم اضافہ کریں' جو ہماری existing agricultural land ہے ایک تو اس کی پیداوار میں کچھ بہتری آنی چاہیے' new seeds,new varieties etc میں وسعت پیدا کریں۔ کالا باغ ڈیم بننے سے صرف پنجاب میں 22 لاکھ ایکڑ رقبہ زیر کاشت آئے گا۔ اسی طرح سندھ' سرحد اور بلوچستان میں بھی لاکھوں ایکڑ اراضی زیر کاشت آئے گی۔ ہم اس سے اب منہ پھیر نہیں سکتے جبکہ یہ کہتے ہیں کہ اب ہم پھر consensus کے انتظار میں بیٹھے رہیں۔ consensus کا تو وزیراعظم نے کہہ دیا ہے اور انھوں نے مختلف سیاسی جماعتوں کے قائدین' opinion makers سے ملنا بھی شروع کر دیا ہے۔ جناب والا! اب میں جلدی کرتا ہوں کیونکہ میرے خیال میں آپ کا اور ہمارے ساتھیوں کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہو گا۔

جناب سپیکر! یہاں ہمارے ہاؤس میں ایک صاحب سردار اویس لغاری صاحب ہیں انھوں

نے بھی کچھ باتیں کی ہیں۔ جناب والا! مجھے حیرت ہوتی ہے کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے' انھوں نے رائے ونڈ' رائے ونڈ کی رٹ لگا رکھی تھی۔ یہاں جوابی تقریر میں حکومتی بنچز کی طرف سے ایک رکن غالباً خواجہ صاحب نے وضاحت کی تھی کہ رائے ونڈ میں حج کے بعدمسلمانوں کا سب سے بڑا اجتماع ہوتا ہے۔ جناب والا! آپ کا گھر بھی اس کے قریب ہے' آپ کئی دفعہ وہاں سے گزرے ہوں گے' میں بھی وہاں جا چکا ہوں اور میں نے اجتماع بھی دیکھا ہے۔ یہ عالم اسلام میں مسلمانوں کا حج کے بعد سب سے بڑا اجتماع ہوتا ہے۔ اگر اس کے لیے حکومت سڑکوں میں وسعت پیدا کر رہی ہے' راستے کی آسانی پیدا کر رہی ہے تو اس پر بھی جناب اویس لغاری صاحب کو اعتراض ہے۔ اچھا' اگر وہ سڑک صرف میاں نواز شریف صاحب کے گھر یا فارم تک جا رہی ہو تو اعتراض کریں۔ لیکن شیشے کے گھر میں رہنے والا کسی اور کے گھر میں پتھر پھینکتا ہے؟ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اپنے والد سے پوچھ کر مجھے بتائیں کہ وہ President کی perks میں' ان کو جو سہولیات دی گئی ہیں ان کا انھوں نے کس طرح استعمال کیا؟ غالباً ایک رعایت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ایک پرائیویٹ گھر کو renovate کر سکتے ہیں۔ یہ President کے perks میں ہے۔ جو ہمارے درویش صدر ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں ساری قوم کے سامنے ہیں' لیکن پی پی پی کے جو صدر تھے انھوں نے چوٹی میں اپنے ایک گھر کو renovate کروانا شروع کیا اور renovation میں ایک کروڑ 62 لاکھ لگا دیے۔ یہ اب رائے ونڈ کی طرف جو سڑکیں بنائی جا رہی ہیں اس کی بات کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! کہانی یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ پھر horticulturists کو بلوایا گیا' land scapers کو بلایا گیا اور ان سے کہا گیا کہ یہاں کی land scaping کریں۔ انھوں نے جب مٹی کا تجزیہ کیا کہ اس میں فلاں نمکیات ہیں' یہ ہے وہ ہے۔ تو سابق صدر صاحب فرماتے ہیں کہ کیا کرنا ہوگا؟ انھوں نے کہا کہ جناب یہاں سے چار چار فٹ مٹی اٹھانی ہوگی اور چار چار فٹ مٹی فلاں علاقے سے جا کر لانی ہوگی پھر یہ آپ کا باغیچہ بن سکے گا۔ کاش' کہ اس پر میں اخراجات کی صحیح فگرز پیش کر سکتا' لیکن میری سعی ہے' کوشش ہے میں وہ فگرز آپ کی وساطت سے اس ہاؤس میں پیش کروں گا۔ جناب والا! land scaping کے اوپر ایک کروڑ روپے سے زائد رقم لگ گئی۔ یہ بات کرتے ہیں؟ مجھے تو دکھ ہوتا ہے' آج اخبار میں آپ نے اور ساری قوم نے پڑھا کہ ان کے والد ماجد' دادا مرحوم واپڈا کے 12 لاکھ روپے کے باقی دار ہیں۔ جناب اویس لغاری صاحب کے ایک talented uncle کا نام بھی آیا ہوا تھا۔ جناب اویس صاحب' خود فاضل رکن صاحب واپڈا کے 7 لاکھ روپے کے defaulter ہیں۔ یہ کس طرح بات کرنے کے قابل ہیں؟ وزیر اعظم

صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ جو disputed قسم کی صنعتیں تھیں وہ میں نے بنک کو دے دی ہیں تاکہ وہ قرضہ جات adjust کرلیں۔ اس پر بھی سابق صدر صاحب کا اعتراض تھا کہ وہ تو پہلے سے deplete ہو چکی ہیں' وہ بنک کی possession میں تھیں۔ کیا deplete میاں نواز شریف صاحب یا ان کی فیملی والے کر کے چلے گئے ہیں؟ یا بینکوں میں اتنے بے وقوف افسر بیٹھے ہیں کہ وہ depleted property کو ان قرضوں کے عوض میں لے لیں گے؟ جناب والا! ایسی باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جن کا اپنا دامن صاف نہیں ہے۔ یہاں جناب اویس لغاری صاحب کالا باغ ڈیم کے بارے میں بات کرتے رہے اور ان کے بابا محترم کے ہر دوسرے تیسرے دن اخبارات میں بیان آجاتے ہیں کہ میرے پاس چاروں صوبوں میں consensus build کرنے کے لیے فارمولا ہے۔ اگر آپ محب وطن پاکستانی ہیں تو پھر آپ اس انتظار میں کیوں ہیں کہ یہ کریڈٹ کس کو ملے اور کس کو نہ ملے؟ آپ پاکستانیت کا ثبوت دیں۔اور وزیر اعظم کو کہیں کہ یہ فارمولا ہے آپ اس پر عمل کریں تو چاروں صوبوں میں consensus develope ہو سکتا ہے۔ آپ تو کریڈٹ لینے کے فکر میں پڑے ہوئے ہیں' جیسے انھی کے قائد زیڈ اے بھٹو مرحوم صاحب کہا کرتے تھے کہ میں تاشقند کی پوٹلی کھولوں گا' میں تاشقند کی پوٹلی کھولوں گا۔ وہ اس جہاں سے چلے گئے لیکن تاشقند کی پوٹلی نہ کھلی۔ اب پتا نہیں ان کا فارمولا بھی کب کھلے گا۔ اب انھوں نے سیاست میں کبھی نہیں آنا' ان کی سیاست تو ما شاء اللہ فارغ ہو چکی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ پاکستانیت کا ثبوت دیں' حب الوطنی کا ثبوت دیں۔ اگر آپ کے پاس فارمولا ہے تو لائیں'حکومت کے ساتھ چلیں یہ پاکستان کا مسئلہ ہے۔ یہ میاں نواز شریف کی ذات کا مسئلہ نہیں' یہ پنجاب کا نہیں' یہ پاکستان کا مسئلہ ہے۔ کالا باغ ڈیم کے بغیر پاکستان کا مستقبل روشن نہیں ہو سکتا تو آئیں contribute کریں پھر ہم مانیں گے اور شاید ہم آپ کی باقی غلطیاں بھی معاف کر دیں۔ آئیں آپ consensus develope کرنے میں حکومت کا ساتھ دیں باقی اپنی سیاست چمکاتے رہیں۔

جناب والا! یہاں بہت سی باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے۔ لیکن اب میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے اپنے ساتھی بھی کچھ بے چین ہو رہے ہیں۔ میرے اپنے ساتھی جنھوں نے یہاں اپنے علاقوں یا اپنے حلقوں کے بارے میں مشکلات بیان کی ہیں۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے ان کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کی حکومت ان کے مسائل سے غافل نہیں ہے اور اگر کوئی چیز موجودہ بجٹ کے ADP کے حصے میں شامل نہیں کی گئی تو اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ ان کا حق مارا گیا یا

انھیں وہ حق نہیں ملے گا۔ مثلاً یہاں ضلع لودھراں کی طرف سے شکایت آئی تھی کہ ضلع لودھراں کو کچھ نہیں دیا گیا۔ میں آپ کی وساطت سے ان کی تسلی اور تشفی کے لیے صرف ایک ضلع کی فہرست پڑھ دیتا ہوں۔ ممکن ہے اس سے میرے وہ ساتھی مطمئن ہو جائیں گے۔ شعبہ تعلیم میں لودھراں کے لیے مندرجہ ذیل سکیمیں سالانہ ترقیاتی پروگرام میں شامل ہیں۔

انٹر کالج برائے خواتین دنیا پور 2 ملین، انٹر کالج برائے بوائز کو ڈگری کالج کا درجہ دینا 2.25 ملین، گورنمنٹ ہائی سکول کروڑ پکا میں اضافی کمروں کی تعمیر ایک ملین، گورنمنٹ گرلز ہائی سکول لودھراں میں اضافی کمروں کی تعمیر 2 ملین، ضلع لودھراں میں 8 مسجد مکتب سکولوں کو باقاعدہ پرائمری سکولوں کا درجہ دینا 4 لاکھ 70 ہزار، 12 پرائمری سکولوں کے ارد گرد چار دیواری کی تعمیر دو لاکھ 22 ہزار، ضلع لودھراں میں چار بغیر عمارت کے پرائمری سکولوں کی عمارت کے لیے 12 لاکھ، ضلع لودھراں میں آٹھ مسجد سکولوں کو باقاعدہ پرائمری سکولوں کا درجہ دینے کے لیے 48 لاکھ، پرائمری سکولوں کے لیے فرنیچر 75 لاکھ، دس پرائمری سکولوں میں اضافی کمروں کے لیے 15 لاکھ، آٹھ پرائمری سکولوں کی چار دیواری کے لیے ایک لاکھ، بغیر عمارت کے پانچ پرائمری سکولوں کے لیے 26 لاکھ، بغیر عمارت کے پرائمری سکولوں کی عمارت کے لیے 11 لاکھ، ایکسٹینشن سیوریج سکیم کروڑ پکا کے لیے جو کہ ابھی تک un-approved ہے پانچ لاکھ روپیہ اس کے لیے ڈال دیا گیا ہے اور جب یہ سکیم approve ہو جائے گی تو اس کے لیے مزید funding مکمل کر لی جائے گی۔ جناب والا! میں ایک مثال دے رہا ہوں کہ شاید ہمارے ممبران کو آگاہی نہ ہوئی ہو۔ ہر ممکن کوشش کی گئی کہ علاقائی تکالیف اور علاقائی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے ADP میں reflect کیا جائے۔ لیکن اگر ان کے ذہن میں کوئی سکیم تھی اور وہ کسی وجہ سے reflect نہیں ہوئی تو ان شاء اللہ العزیز ان کی باہمی مشاورت کے ساتھ ان سکیموں کو عمل میں لائیں گے۔ ہمارا مقصد سب کو ساتھ لے کر چلنے کا ہے، یہاں کوئی خاص نہیں، کوئی عام نہیں۔ ہم سب برابر کے ہیں، کسی وزیر کو کوئی ترجیح نہیں دی جاتی۔ یہ جو منصوبہ جات ہیں مثلاً ڈیرہ غازی خان کا ذکر کیا گیا، جناب والا! یہ foreign funded programmes ہیں جو ان کے ساتھ ایک عرصے سے مذاکرات چل رہے تھے اب اس میں جو local component ہے وہ یہاں reflect کیا گیا ہے۔ اگر ہم local component نہیں دیتے تو جو اتنے اربوں کا منصوبہ ہے وہ ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح بہاولپور کا ہے اور یہ وہ ہیں جو foreign funded programmes ہیں جن میں حکومت پنجاب نے local component دینا ہے۔ اس کے بغیر وہ سارے منصوبہ جات چلے

جائیں گے۔ تو یہاں کسی کے ساتھ کوئی خاص رعایت نہیں رکھی گئی کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی گئی اور نہ یہ نظریہ ہے۔ ان شاء اللہ العزیز ہم ہر ممکن کوشش کریں گے کہ اپنے ہر ساتھی کی خواہش کے مطابق اور ان کی ضروریات کے مطابق ان کے منصوبے مکمل کرائیں گے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب اجلاس کل صبح ساڑھے نو بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

منگل' 23- جون 1998ء

(سہ شنبہ' 27- صفر المظفر 1419ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس' اسمبلی چیمبر' لاہور میں صبح 10 بج کر 20 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر (چودھری پرویز الٰہی) منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری غلام رسول نے حاصل کی۔

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ٥

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ٥

وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا
عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٦٦﴾
وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾

پارہ 19۔ سورۃ فرقان آیات نمبر 64 تا 67

اور اللہ کے وہ خاص بندے جو اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام میں رات گزارتے ہیں اور وہ جو عرض کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب دُور کر دے۔ بے شک' اس کا عذاب نہ جدا ہونے والا گلے کا پھندا ہے۔ بے شک' وہ ٹھہرنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔ اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں۔ تو حد سے نہ بڑھیں اور نہ ہی تنگی یعنی بخل سے کام لیں اور ان دونوں کے درمیان اعتدال پر رہیں۔

وما علینا الا البلاغ٥

جناب سعید اکبر خان، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی سعید اکبر صاحب' پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ کل وزیر خزانہ نے اپنی winding up تقریر میں' جو میں نے اپوزیشن کے کمرے میں بیٹھ کر سنی۔ انھوں نے اپنی تقریر میں اتنے غلط الفاظ استعمال کیے اور میرا نام لیا کہ میں نے یہ کہا کہ ہم ان کو مشورہ دینا چاہتے ہیں۔ جناب سپیکر! آپ میری اس دن کی تقریر کا ریکارڈ نکال لیں۔ میں نے قطعاً یہ نہیں کہا کہ میں ان کو کوئی مشورہ دینا چاہتا ہوں یا یہ کوئی مشورہ دینے کے قابل ہیں۔ جناب سپیکر! انھوں نے یہ فرمایا کہ ہم ان ڈاکوؤں سے مشورہ لیں۔ جناب سپیکر! کیا ان کو یہ الفاظ اس عمر میں اور اس عہدے پہ زیب دیتے ہیں؟ جناب سپیکر! کیا یہی طریقہ کار ہے؟ ہم نے پچھلے سال بھی اس اجلاس میں بائیکاٹ کیا تھا۔ آپ میری تقریر نکلوا کر دیکھیں کہ جس عزت اور احترام سے ہم نے ان کو پکارا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارا حق بنتا ہے کہ وہ ہمارے بزرگ ہیں' ہم ان کو عزت سے پکاریں۔ انھوں نے کہا ہے کہ کیا ہم ان. ڈاکوؤں سے مشورے لیں؟ یہ ڈاکو ہیں' یہ ڈکیت ہیں۔ جناب سپیکر! نہ ہم ڈاکو ہیں اور نہ ہم ڈکیت ہیں۔ ہم اس سیاسی طوفان میں بھی منتخب ہو کر اس ہاؤس میں آئے ہیں اور ہمیں عوام نے یہ سرٹیفکیٹ دیا ہے کہ ہم لوگ منتخب ہونے کے قابل ہیں۔ جناب سپیکر! کیا یہی طریقہ کار ہے اور اسی طرح اپوزیشن کو مخاطب کیا جاتا ہے؟ کیا اسی طریقے سے winding up تقریر ہوتی ہے؟ ہمارے جو متعلقہ اعتراضات تھے' ان میں سے ایک کا جواب نہیں ملا۔ آپ اسی طریقے سے ان دو پہیوں کو چلانا چاہتے ہیں؟ جناب سپیکر! ہم ان کے اس ناروا الفاظ اور رویے پر احتجاج کرتے ہیں اور بقایا اجلاس کا بائیکاٹ کرتے ہیں۔

جناب سپیکر، سعید اکبر صاحب' ایک منٹ کے لیے تشریف رکھیں۔ آپ نے پوائنٹ آف آرڈر پر کھلکر اپنا موقف ہاؤس کے سامنے رکھا اور آپ کو اس بات کی اجازت دی گئی۔ آپ کے حوالے سے تقریرمیں اگر کوئی بات آئی ہے تو اس کا جواب سننے کے بعد آپ مطمئن نہ ہوتے تو پھر اس قسم کا اعلان کرتے تو کچھ بات ہوتی' لیکن آپ نے ابھی بات ختم کرنے کے فوری بعد خود ہی اعلان کر دیا کہ ہم بائیکاٹ کرتے ہیں۔ ابھی تو آپ نے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کی ہے' ابھی بات مکمل نہیں ہوئی۔ آپ کی طرف سے ایک چیز سامنے آئی ہے۔ اب سردار صاحب کو موقع ملنا چاہیے کہ اس کے

بارے میں وہ کیا کہتے ہیں۔ جی سردار صاحب!

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا ہے۔ جناب سپیکر! پہلے تو کل کی کارروائی کے بارے میں جو تقریباً سوا نو' ساڑھے نو بجے تک چلتی رہی۔ اس وقت کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں اٹھایا گیا۔ جب کہ فاضل رکن فرما رہے ہیں کہ وہ قائد حزب اختلاف کے کمرے میں بیٹھ کر تقریر سن رہے تھے تو وہ تشریف لے آتے۔ مجھ پر یہاں جو اعتراض کرنا تھا کرتے ' میں نے جو وضاحت کرنی تھی اور ان سے معذرت کرنی تھی میں کر لیتا۔ ابھی تلاوت کلام پاک ہوئی ہے اور انھوں نے کل کی کارروائی پر پوائنٹ آف آرڈر کر دیا ہے۔ جناب والا! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا' لیکن میں ان کی ذاتی تسلی وتشفی کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے اپنی ذات کے بارے میں نہیں کہا تھا۔ مل جل کر ہم یہ کام چلائیں۔"مل جل کر" کا مطلب ہے' وہی حکومت وہی اراکین جس میں یہ پہلے رہے ہیں۔ یعنی وٹو کی حکومت' کیا وٹو نے یہاں واقعی ڈاکے نہیں ڈالے؟ صرف ایک مثال دے دیتا ہوں کہ جو ہوائی جہاز وائیں صاحب کو 9 کروڑ میں offer ہوا' وہ 21 کروڑ میں خریدا گیا۔ جناب والا! اس قسم کی بےشمار مثالیں ہیں۔ میں اس کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ اس میں ان کی ذات کا مسئلہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر، آپ کا مطلب صرف سعید اکبر صاحب کی ذات کے بارے میں نہیں تھا۔

وزیر خزانہ، قطعاً نہیں تھا۔

جناب سپیکر، آپ کا مطلب اجتماعی طور پر پیپلز پارٹی' وٹو صاحب اور جونیجو لیگ کے حوالے سے تھا۔

وزیر خزانہ، جو پیپلز پارٹی نے کیا' میں کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔ پیپلز پارٹی کا کردار کس سے چھپا ہوا ہے۔ان کی ذات سے میرا کوئی ذاتی شکوہ نہیں۔ ان کی ذات سے مجھے کوئی رنجش نہیں۔

جناب سپیکر، ذاتی طور پر تو آپ ان کا احترام کرتے ہیں۔ وہ بھی کرتے ہیں۔ آپ بھی کرتے ہیں۔

وزیر خزانہ، جیسے وہ مجھے اپنا بزرگ کہہ رہے ہیں۔ میں انھیں اپنا عزیز سمجھتا ہوں۔ اس میں تو صرف ان کی اگر یہ غلط فہمی تھی تو یہ کل ہی چلے آتے۔ میں کل ہی اس کی وضاحت کر دیتا۔ لیکن اس کے باوجود کہ ہماری قیادت پر ہرقسم کا کیچڑ وہاں سے اچھالا جاتا ہے' بحث بجٹ پر ہو رہی ہوتی ہے اور باتیں رائے ونڈ کی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یعنی کالا باغ ڈیم کا اس بجٹ سے کوئی تعلق نہیں'

اٹمی دھماکوں کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں' وہ یہاں criticize کیا جاتا ہے اور ہم برداشت کرتے ہیں۔ تو ان کی ذات سے میری نہ پہلے' نہ آج اور امید کرتا ہوں کہ نہ آئندہ کوئی مخالفت ہوگی۔ اگر میرے ان general remarks پر ان کی دلآزاری ہوئی ہے تو یہ میرے عزیز ہیں۔ میں ان سے معذرت کر لیتا ہوں۔ مجھے اس میں بھی کوئی عار نہیں (نعرہ ہائے تحسین)۔

جناب سپیکر، سعید اکبر صاحب! اب میرا خیال ہے کہ سردار صاحب نے کھل کر بات بھی کر لی ہے اور پھر اس بات کے علاوہ کہ یہ انھوں نے صرف سعید اکبر خان کی ذات کی بات نہیں کی تھی' بلکہ overall اس پارٹی کے حوالے سے اور جماعت کے حوالے سے تھی اور ان ساری باتوں کے علاوہ بھی انھوں نے یہ کہہ دیا ہے کہ اگر ان کی دلآزاری ہوئی ہے تو وہ معذرت کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ مکمل جواب آیا ہے۔ اب آپ اس بات کو press نہیں کریں گے؟

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! میری ایک گزارش سن لیں۔ میں نے ان کو اپنا پہلے بھی بزرگ کہا ہے اور مجھے ان کا احترام ہے۔ ان کے آخری الفاظ کے بعد مجھے اب بولنے کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن میں ان کا اس بات پر احترام کرتا ہوں۔ پھر بھی آپ کسی وقت یہ ریکارڈنگ ضرور سن لیں تاکہ آپ کو اندازہ ہو جائے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ بس اب بات ہو گئی۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر۔۔۔

جناب سپیکر، نہیں' سردار صاحب بات ہو گئی ہے۔

وزیر خزانہ، تھوڑی سی مجھے عرض کرنے دیں۔ تھوڑی سی مجھے عرض کرنے دیں۔

جناب سپیکر، انھوں نے آپ کی بات مان لی ہے۔

وزیر خزانہ، اگر مجھے یہ پہلے بتا دیتے کہ ان کو وٹو سے یا نکئی سے اتنا پیار ہے تو میں ان کا بھی نام نہ لیتا۔ (قہقہے)

جناب سپیکر: اچھا جی، اب تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 11 جناب ارشد عمران سلہری صاحب۔ ارشد عمران سلہری صاحب تشریف نہیں لائے۔ اس کو پینڈنگ کرتے ہیں۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر 12 جناب حاجی غلام صابر انصاری صاحب۔

روزنامہ "صحافت" کی جانب سے ایم پی اے کی ساکھ کو نقصان پہنچانے کی کوشش

حاجی غلام صابر انصاری: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "صحافت" لاہور کی اشاعت مورخہ 22 جون 1998ء میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ میرا چھوٹا بھائی حاجی عنایت علی انصاری سمال انڈسٹریز کارپوریشن کا 80 لاکھ کا نادہندہ ہے اور عدم ادائیگی کی وجہ سے گرفتار کر لیا گیا ہے اور یہ بھی لکھا گیا ہے کہ میں نے اور ایک وزیر نے 7 لاکھ ادا کرنے کے عوض حاجی عنایت علی انصاری کی رہائی کی کوشش کی تھی لیکن ڈپٹی کمشنر قصور نے میرے بھائی کو رہا کرنے سے انکار کر دیا۔

اس فرضی خبر کو مذکورہ اخبار کے صفحہ اول کی زینت بنا کر میری شہرت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کیونکہ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ میرے بھائی نے سمال انڈسٹریز کارپوریشن سے کوئی قرض نہیں لیا اور نہ ہی وہ سمال انڈسٹریز کا نادہندہ ہے اور نہ ہی اس کو گرفتار کیا گیا ہے۔ روزنامہ "صحافت" کے مقامی نامہ نگار نے ایک بے بنیاد خبر کی بناء پر میرا استحقاق مجروح کیا ہے۔

لہٰذا استدعا ہے کہ اس معزز ایوان کی کارروائی روک کر میری تحریک استحقاق کو زیر بحث لایا جائے اور میری تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: اس میں شارٹ سٹیٹمنٹ۔

حاجی غلام صابر انصاری: جناب سپیکر صاحب! اس نمائندے کا نام ملک جاوید ہے۔ یہ پی پی سے تعلق رکھتا ہے اور یہ مجھ سے نالاں ہے کہ میں 85ء سے لے کر آج تک منتخب ہو رہا ہوں۔ یہ گاہے بگاہے اخبار میں ایسی جھوٹی خبریں لگواتا رہتا ہے۔ ابھی حالیہ الیکشن میں اس نے طرح طرح کی خبریں

لگائیں کہ حاجی غلام صابر کا گروپ ٹوٹ رہا ہے۔ حاجی غلام صابر کا گروپ کمزور ہے۔ الیکشن ہمیں بعد اللہ کی مہربانی سے 54 ممبروں میں سے 40 ممبر میرے منتخب ہوئے۔ پھر بھی یہ خبریں لگا رہا ہے کہ حاجی صابر کی پارٹی ہار گئی ہے۔ حاجی صابر کے کونسلر کم منتخب ہوئے ہیں۔ روزانہ کوئی نہ کوئی ایسی خبر لگاتا رہتا ہے۔ اس نے پچھلے دنوں میں یہ خبر لگائی کہ ہماری پنجاب گورنمنٹ نے روہی نالے کی صفائی کے لیے کوئی کام شروع کیا ہے۔ پھر اس نے یہ خبر لگا دی کہ حاجی صابر نے کام رکوا دیا ہے۔ اب اس کا جواب دینے کی بجائے ابھی اس نے یہ خبر لگا کر کل پی پی کے ایک آدمی کو یہ اخبار دیا کہ اسے بازار میں بیچیں۔ اب وہ نعرے لگا رہا ہے کہ حاجی غلام صابر کا بھائی حاجی عنایت علی انصاری گرفتار۔ اگر اس کو نہ روکا گیا تو یہ ایسی جھوٹی خبریں دے کر میری شہرت کو خراب کرے گا۔ میں ایک بزنس مین ہوں۔ اب جو لوگ مجھ سے کاروبار کرتے ہیں وہ یہ سمجھیں گے کہ اگر انھوں نے سمال انڈسٹری کا 80 لاکھ روپیہ دینا ہے تو ہمیں یہ کہاں سے پیسے دیں گے۔ ہم نے ان کو مال نہیں دینا۔ یہ تو میرے کاروبار کو نقصان ہوا۔ میں کوئی زمیندار تو نہیں ہوں۔ میں تو بزنس مین ہوں۔ اگر یہ "خبریں" والے یا "صحافت" والے ایسی خبریں لگاتے رہیں گے تو پھر یہ تو میرا بہت نقصان ہے۔ ہمارے باقی بھی اخبار ہیں، "پاکستان" ہے۔ "نوائے وقت" ہے۔ "جنگ" ہے۔ ہمیں کبھی ان سے کوئی شکایت نہیں اور ان کے قصور میں جتنے بھی نمائندے ہیں ان سے بھی کوئی شکایت نہیں۔ صرف اسی سے شکایت ہے۔ یہ لوگوں کے پاس جاتا ہے کہ مجھے اخبار کے لیے اشتہار دو اور اگر وہ اشتہار نہیں دیتے تو ان کو بلیک میل کرتا ہے۔ اب اسی الیکشن میں اس نے کم از کم دو لاکھ روپیہ اشتہاروں کا اکٹھا کیا ہے۔ میں ضیاء شاہد سے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ پیسہ ان کے پاس جمع ہوا ہے؟ وہ پیسے لے لیتا ہے اور اخبار میں نہیں دیتا۔ اس نے ایک بزنس بنایا ہوا ہے۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ آپ نے مجھ سے پیسے لیے ہیں تو اس کے جواب میں وہ کہتا ہے کہ آپ ٹھیک ہو جاؤ، آئندہ مجھ سے پیسے نہیں مانگنا۔ نہیں تو آپ کا بھی میں اخبار میں دے دوں گا۔

جناب والا! میری آپ سے گزارش ہے کہ میری یہ تحریک استحقاق، استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے اور اس کو یہاں بلا کر کارروائی کی جائے۔

جناب سپیکر، شکریہ جی۔ لاءمنسٹر صاحب۔

وزیر قانون، شکریہ جناب سپیکر۔ جناب سپیکر! معزز رکن نے جن واقعات کا ذکر کیا ہے' یہ تحریک موصول ہونے کے بعد ان تمام واقعات کی ہم نے کوشش یہ کی کہ ان کی تصدیق ڈپٹی کمشنر سے کروائی جائے کیونکہ یہاں پر ڈپٹی کمشنر کے حوالے سے بھی بات کی گئی ہے کہ ڈپٹی کمشنر قصور نے حاجی صاحب کے بھائی کو ان کے کہنے اور ایک معزز وزیر کے کہنے کے باوجود نہیں چھوڑا۔

جناب سپیکر! ہماری اطلاع کے مطابق جو ضلع سے ہمیں موصول ہوئی ہے اس قسم کا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا۔ نہ ہی کوئی چھاپہ مارا گیا' نہ ہی کسی کو گرفتار کیا گیا اور نہ ہی کسی کو گرفتاری کے بعد چھڑوانے کے لیے معزز رکن اسمبلی نے یا وزیر صاحب' جن کا بھی یہاں پر ذکر ہے' نام نہیں لکھا ہوا' انھوں نے ڈپٹی کمشنر سے رابطہ کیا یا کسی کو چھڑانے کی بات کی۔ یہ بالکل ایک بے بنیاد خبر تھی جو اخبارات میں آئی اور جس کو بنیاد بنا کر معزز رکن نے تحریک استحقاق پیش کی ہے۔ اگر اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ یہ پھر استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جاتی ہے اور اس کی رپورٹ ایک ماہ کے اندر پیش کی جائے۔

جناب سعید احمد خان منیس، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی' پوائنٹ آف آرڈر پر اپوزیشن لیڈر۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! میں نے اور میرے ساتھیوں نے کل کچھ تحاریک استحقاق جمع کرائی تھیں اور مجھے ابھی سٹاف سے پتا چل رہا ہے کہ وہ ابھی تک ہاؤس میں نہیں پہنچیں۔ میں آپ سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ نہایت ہی اہمیت کی حامل ہیں اور ان کا تعلق بجٹ کے ساتھ ہے۔ ان کا میں نے اپنی بجٹ تقریر میں بھی ذکر کیا جس کا فنانس منسٹر نے کوئی خاطرخواہ جواب نہیں دیا اور آج جب کہ کٹوتی کی تحریکیں شروع ہیں۔ ڈیمانڈز پر ووٹنگ ہونی ہے۔ جب تک میری وہ تحاریک استحقاق ٹیک اپ نہ ہوں تو یہ ووٹنگ بے مقصد اور بے معنی ہو جائے گی۔ اس میں میری ایک تحریک استحقاق ہے جس میں' میں نے وائٹ پیپر میں جو ڈائریکٹ ٹیکسز ہیں اس میں جو receipts دکھائی گئی ہیں' اس میں لینڈ ریونیو کی مد میں جو رواں مالی سال ہے اس میں 1300 ملین کی ایک رقم revenue receipts میں دکھائی گئی ہے۔ اس کے بعد آپ کو یاد ہوگا کہ اس ایوان نے

لینڈ ریونیو abolish کر دیا ہے۔ اس کے باوجود آئندہ سال کے جو revenue receipts ہیں اس میں 1373 ملین کی رقم دکھا دی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ نہایت ہی اہمیت کی حامل تحاریک استحقاق ہیں۔ جب تک یہ ٹیک اپ نہ ہوں میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت تک اس ہاؤس کی کارروائی آگے جانا مناسب نہیں ہے اور ان کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ براہ مہربانی ان تحاریک استحقاق کو پہلے لے لیا جائے۔

جناب سپیکر، جی ۔ وہ مجھے آج ہی ملی ہیں۔ میں ان کو دیکھ رہا ہوں اور میں نے فنانس سیکرٹری سے بھی رپورٹ منگوائی ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! میں نہایت ہی مودبانہ عرض کروں گا کہ اس کی رپورٹ منگوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اس پر اپنا فیصلہ دیں۔

جناب سپیکر، میں اس پر فیصلہ دوں گا۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! اگر آج ان کو ٹیک اپ نہیں کیا جاتا تو پھر جو ووٹنگ ہو گی وہ بے مقصد ہو گی۔

جناب سپیکر، نہیں، نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! اس میں اتنی alarming figures ہیں۔ میں نے صرف ایک مد کی بات کی ہے ۔ باقی ہمارے دوستوں نے ابھی ہیلتھ پر بھی بات کرنی ہے کیونکہ اس میں کافی شعبدہ بازی دکھائی گئی ہے۔ پولیس میں کافی فریب کاریاں دکھائی گئی ہیں۔ جناب والا! بجٹ ایک نہایت ہی اہم دستاویز ہے ' وہ ایک چیک بک ہے۔ اگر ہم چیک بک ہی غلط sign کر رہے ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایوان کے عزت و وقار کے نہایت ہی منافی ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آج پہلے ان کو ٹیک اپ کیا جائے اس کے بعد کٹ موشنز کو ٹیک اپ کیا جائے۔

جناب سپیکر، ابھی ہم تحریک استحقاق نمبر 13 لے رہے ہیں۔ یہ تحریک حاجی اللہ یار انصاری صاحب کی ہے۔

پولیس کا ایم پی اے کے ساتھ تضحیک آمیز سلوک

حاجی اللہ یار انصاری، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیربحث لانے کے لیےتحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 22-6-98 کو میں اجلاس منعقدہ سہ پہر 3 بجے میں شامل ہونے کے لیے سرگودھا سے لاہور آ رہا تھا جب میں موضع سچا سودا واقع فاروق آبادضلع شیخوپورہ پہنچا' بیریر پر ناکہ بندی تھی' ایلیٹ فورس اور پنجاب پولیس نے مجھے چیک کرنے کے لیے گاڑی روکی۔ میرے ساتھ میرا بیٹا محمد ظفر اللہ'عمران میرا بھتیجا اور میرا ڈرائیور شہزاد تھے۔ جیسے ہی ڈرائیور نے گاڑی روکی' ایلیٹ فورس کا ایک سپاہی آگے بڑھا۔ میں نے کہا میں MPA ہوں۔ اجلاس میں جا رہا ہوں' مجھے دیر ہو رہی ہے۔ آپ ہمیں جانے دیں۔ سپاہی نے بدتمیزی سے مجھے نیچے اترنے کے لیے کہا میں نیچے اترا۔ میرا بیٹا اور دوسرے آدمی بھی گاڑی سے اتر آئے۔ اچھی طرح ہم سب کی اور گاڑی کی تلاشی لی۔ ڈیش بورڈ میں ریوالور تھا۔ ہم نے کہا یہ لائسنسی ہے۔ لائسنس گھر رہ گیا ہے۔ آپ ریوالور رکھ لیں ہمیں جانے دیں۔ کیونکہ اجلاس میں دیر ہو رہی ہے۔ محمد اکرم ASI ایلیٹ فورس جو کہ اس سب فورس کی کمانڈ کر رہا تھا۔ ہم نے اس کی بسیار منت سماجت کی مگر وہ rude رویہ دکھاتا رہا اور بضد رہا۔ میں پنجاب پولیس کے ASI کو جو کہ وہاں موجود تھا' نام نہیں جانتا' سامنے پہچان سکتا ہوں' کی بھی منت کی کہ آپ مہربانی کریں۔ میری جان بخشی کریں۔ اس نے کہا ہم کچھ نہیں کر سکتے' ہم تو ان کے تابع ہیں' جو یہ کہیں۔ تقریباً ڈیڑھ / دو گھنٹہ سچا سودا بیریر پر ان دونوں فورسوں نے ہمیں پریشان کیا۔ پھرمشورہ کرتے رہے' آخر انہوں نے کہا کہ ہم فاروق آباد جا کر پھر آپ سے بات کریں گے۔ یہ دو گاڑیاں جو کہ ایلیٹ فورس کے نوجوانوں سےلیس تھیں لے کر فاروق آبادمشورہ کرنے کے لیے چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد پنجاب پولیس کی گاڑی آئی اس تھانے دار نے کہا کہ آپ ہماری گاڑی میں بیٹھیں۔ میں نے اصرار کیا۔ انہوں نے برابر ہراسمنٹ جاری رکھی۔ میں نے کہا میں اپنی گاڑی میں بیٹھوں گا۔ کیونکہ مجھے C.M. سیکرٹریٹ سے فون آنا ہے۔ گاڑی میں بیٹری Low ہونے کی وجہ سےنہیں چل سکتا۔ پھر انہوں نے مجھے اپنی گاڑی میں بیٹھنے کی اجازت دی اور ایک سپاہی میری گاڑی میں بٹھا دیا اور ہم سب کو تھانہ چلنے کو کہا۔ وہاں جا کر S.H.O. کی منت سماجت کی انہوں نے کہا آپ فون کر

لیں۔ SP صاحب' یا ASP کی طرف سے جب ہمیں حکم ہوگا۔ تب آپ کو چھوڑیں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے .C.M سیکرٹریٹ سے حمید صاحب نے فون کیا کہ SP صاحب آپ سے بات کرتے ہیں آپ فکر مند نہ ہوں۔ اسکے بعد مجھے SP نے کہا کہ آپ اپنا ریوالور دے کر چلے جائیں اور SHO صاحب کو انہوں نے حکم دیا کہ ریوالور رکھ کر حاجی صاحب کو جانے دیں۔ تب ہم سب کی وہاں سے جان چھوٹی۔ پولیس اور ایلیٹ فورس کی وجہ سے میں مکمل اجلاس نہ attend کر سکا۔ چند منٹ اجلاس میں بیٹھا جبکہ اجلاس کی بجٹ پر بحث کی اختتامی تقریر جناب ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب وزیر خزانہ کر رہے تھے۔

یہ تحریک استحقاق کو میں گذارش کروں گا کہ اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ اس سے میرا اور پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے اور ان اہل کاران کے خلاف کارروائی کی جائے۔

جناب سپیکر، حاجی صاحب' آپ اپنی short statement دینا چاہتے ہیں۔ ویسے تو کافی 'detail آ گئی ہے

حاجی اللہ یار انصاری، جی جناب۔ جناب والا! یہ واقعہ تو میں نے بیان کر دیا۔ ہوا یہ کہ میری گاڑی heat up ہو رہی تھی ۔ پہلے تو ہم موٹر وے سے آتے تھے اب ہم نے کہا کہ نیچے سے چلیں گے' کیونکہ کہیں پانی کی ضرورت ہوگی تو ڈال لیں گے۔ راستے میں ہمیں روکا گیا' ہمارے ساتھ بدتمیزی بھی کی گئی ۔ میں ایوان سے یہ درخواست کروں گا کہ ہم تو موٹر وے پر چلنے والے ہیں اور ہم موٹر وے پر چلتے ہیں۔ اگر یہ سلوک ہمارے ساتھ ہوتا ہے تو پھر ان عوام کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہوگا جس نے ہمیں یہاں پہنچایا ہے۔ ایسی سڑکات پر برابر ناکہ بندیاں اور برابر ڈکیتیاں ہوتی رہتی ہیں تو ہمیں اس کا ضرور کوئی نہ کوئی حل کرنا ہوگا۔ یہ پولیس سٹیٹ بنی ہوئی ہے' جو پولیس کر دے وہی ٹھیک ہے۔ میں وہاں پر ایم پی اے کا بتا کر پریشان ہوا مجھے یہ بتانا ہی نہیں چاہیے تھا۔ میں یہی گزارش کروں گا کہ میری یہ تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے۔ میں مزید پوائنٹ آف آرڈر پر بھی بات کرنا چاہتا ہوں------

جناب سپیکر، نہیں۔ آپ کو پوائنٹ آف آرڈر پر تو بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں نے آپ کو short statement کے لیے اجازت دی ہوئی ہے۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حاجی صاحب، آپ نے اس پر بات کر لی ہے - آپ کی short statement بھی آ گئی ہے - اب آپ تشریف رکھیں وزیر قانون صاحب اس کا جواب دیتے ہیں۔ ویسے آپ اس پر کوئی اور بات کرنا چاہتے ہیں؟

حاجی اللہ یار انصاری، جی جناب۔ جناب والا! میری اور بات یہی ہے کہ ڈبل سواری کی آڑ میں عوام کو ہر جگہ پر، ہر چوک پر لوٹا جا رہا ہے-----

جناب سپیکر، حاجی صاحب، بات یہ ہے کہ آپ کی تحریک استحقاق صرف اس واقعہ تک relate کرتی ہے۔ آپ اپنے آپ کو صرف اس واقعہ تک محدود رکھیں۔ جی، وزیر قانون صاحب۔

وزیر قانون، شکریہ جناب سپیکر۔ جناب والا! معزز رکن نے جو تحریک استحقاق پیش کی ہے اور انھیں جو واقعہ پیش آیا ہے میں اس پر دلی طور پر ان سے بھی معذرت کرتا ہوں۔ اس کی کاپی مجھے ابھی ابھی ملی ہے اس سے پہلے یہ circulate نہیں ہوئی تھی، حالانکہ صبح جناب کے چیمبر میں معزز رکن سے بھی میری ملاقات ہوئی اور وہ یہ بات میرے نوٹس میں نہیں لائے۔ اگر انھوں نے اس وقت مجھے کوئی حکم دیا ہوتا تو میں اس وقت اس پوزیشن میں ہوتا کہ سارے حقائق معلوم کر لیتا۔

جناب والا! جہاں تک اس تحریک کا تعلق ہے جن واقعات کا بھی معزز رکن نے اظہار کیا ہے میں قطعی طور پر ان کی تردید نہیں کرتا اور نہ ہی ان کو غلط سمجھتا ہوں۔ جو معزز رکن نے فرمایا ہے اس کو درست تسلیم کرتے ہوئے میں آپ سے استدعا کروں گا کہ اسے بے شک استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

دوسری بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں---------

جناب سپیکر، راجہ صاحب، اگر حاجی صاحب سے پوچھ لیا جائے اور اس کو کل تک pending کر لیا جائے تو کل تک اس کی رپورٹ بھی آ جائے گی----

وزیر قانون، جناب والا! میں یہی عرض کرنے لگا ہوں۔ لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حقائق کی تصدیق کی جائے اور دیکھا جائے کہ یہ کیا معاملہ تھا میں معزز رکن کو بھی اور معزز ایوان کو بھی آپ کی وساطت سے یہ یقین دلاتا ہوں کہ جو افراد بھی اس میں ذمہ دار ٹھہرے ان کے خلاف استحقاق کمیٹی کے علاوہ محکمانہ طور پر بھی کارروائی کی جائے گی۔ جناب سپیکر! اس سے پہلے یہ معال

موجود ہے کہ اپ سے اور اس معزز ایوان نے ہمیشہ یہ کہا ہے کہ اس قسم کی باتوں کا ضرور نوٹس لیا جائے۔ مجھے بہت اچھی طرح یاد ہے ۔ آج سے چار دن پہلے للی صاحب کی ایک تحریک استحقاق تھی۔ اس پر جب میں نے جواب دینے کی کوشش کی تو جناب رانا ثناء اللہ صاحب نے یہ فرمایا کہ اس کے بعد کوئی جواز نہیں رہتا اور استحقاق ویسے ہی ختم ہو جاتا ہے ۔ اس لیے میں نے عرض کیا ہے کہ اگر آپ اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کرنا چاہتے ہیں تو بے شک اس کے سپرد فرمائیں مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن اس سارے معاملے کی علیحدہ سرے سے تحقیقات کی جائے گی اور جو ذمہ دار افراد ہیں ان کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ شکریہ جناب۔

جناب سپیکر، حاجی صاحب، ابھی جو وزیر قانون صاحب نے بات کی ہے اس کو اگر کل تک کے لیے pending کر لیا جائے اور رپورٹ بھی آ جائے تو کیا بہتر نہیں ہے؟

حاجی اللہ یار انصاری، جناب والا! اس میں اب گنجائش تو نہیں ہے لہذا اب اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ وزیر قانون صاحب نے پہلے بھی کہہ دیا ہے لہذا یہ بھی استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جاتی ہے ۔ اس کی رپورٹ 31 جولائی تک پیش کی جائے۔

وزیر خزانہ ، جناب سپیکر! اگر آپ کی اجازت ہو تو اس تحریک سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں ہاؤس سے عرض کرنی چاہتا ہوں۔ یہ ایک بڑا ناخوشگوار واقعہ ہے جس میں ہمارے ایک معزز رکن کو راستے میں روکا گیا اور ان کے ساتھ بدتمیزی کی گئی ۔ لیکن آپ کی وساطت سے میری تمام دوستوں سے درخواست ہے کہ سفر کے دوران اگر وہ اپنے لائسنس یافتہ اسلحہ رکھنا چاہتے ہیں تو یہ ان کا ایک قانونی حق ہے ۔ لیکن براہ مہربانی اپنا لائسنس ساتھ رکھا کریں۔ کیونکہ پولیس کا بھی فرض ہے ۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہاں جو وارداتیں ہو رہی ہیں اور جو یہاں قتل ہو رہے ہیں تو پولیس کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہ چیک کریں۔ آئندہ میری آپ کی وساطت سے درخواست ہے کہ اپنا اسلحہ ساتھ رکھیں تو لائسنس بھی ساتھ رکھیں ۔ پھر اس قسم کا ناخوشگوار واقعہ قطعاً پیش نہیں آئے گا۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر، سردار صاحب کی بات ٹھیک ہے کہ لائسنس ساتھ ہونا چاہیے ۔ احتیاطاً اگر آپ ایم پی اے کا کارڈ بھی ساتھ رکھیں تاکہ یہ بھی پتا چلے کہ آپ ایم پی اے ہیں اور آپ کی بات پر اعتبار بھی کیا جا

سکے ۔ اگر اس وقت لائسنس نہیں ہے تو بعد میں پیش کیا جا سکے ۔

حاجی اللہ یار انصاری، میں نے ان کو کارڈ بھی دکھایا تھا لیکن اس پر بھی انھوں نے یقین نہیں کیا۔ انھوں نے کہا کارڈ کو ہم نہیں جانتے ۔ انھوں نے کسی بات کو تسلیم نہیں کیا۔

چودھری وجاہت حسین، جناب سپیکر صاحب! ہمارے اسمبلی کے کارڈ کی ویلیو آپ نے بنانی ہے ۔ آپ بننے ہی نہیں دے رہے ۔

مجلس استحقاق کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب سپیکر، ایسی کوئی بات نہیں۔ شوکت محمود بھٹی صاحب نے مجلس استحقاقات کی رپورٹیں پیش کی تاریخوں میں extension لینی ہے ۔

جناب شوکت محمود بھٹی، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

> کہ تحریک استحقاق نمبر 1 بابت 1998ء پیش کردہ چودھری شاہد اکرم بھنڈر پارلیمانی سیکرٹری کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 ۔ جولائی 1998ء تک توسیع کر دی جائے ۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب شوکت محمود بھٹی، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

> کہ تحریک استحقاق نمبر 2 بابت 1998ء پیش کردہ حاجی محمد نواز خان کلیار ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31 جولائی 1998ء تک توسیع کر دی جائے ۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب شوکت محمود بھٹی، جناب سپیکر ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

> کہ تحریک استحقاق نمبر 4 بابت 1998ء پیش کردہ جناب امان اللہ خان بابر ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31۔ جولائی 1998ء تک توسیع کردی جائے ۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب شوکت محمود بھٹی ، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

کہ تحریک استحقاق نمبر 6 بابت 1998، پیش کردہ جناب شوکت محمود بھٹی ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 ۔ جولائی 1998، تک توسیع کر دی جائے ۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب شوکت محمود بھٹی ، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

کہ تحریک استحقاق نمبر 11 بابت 1997، پیش کردہ چودھری محمد اقبال ایم پی اے پی پی ۔ 221 کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 ۔ جولائی 1998، تک توسیع کر دی جائے ۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب شوکت محمود بھٹی ، جناب سپیکر ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

کہ تحریک استحقاق نمبر 12 بابت 1997، پیش کردہ حاجی مقصود احمد بٹ ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31۔ جولائی 1998، تک توسیع کر دی جائے ۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب شوکت محمود بھٹی ، جناب سپیکر ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

کہ تحریک استحقاق نمبر 21 بابت 1997، پیش کردہ حاجی محمد نواز ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31۔ جولائی 1998، تک توسیع کر دی جائے ۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب شوکت محمود بھٹی ، جناب سپیکر ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

کہ تحریک استحقاق نمبر 23 بابت 1997، پیش کردہ سید محمد عارف حسین بخاری

پارلیمانی سیکرٹری برائے ایجوکیشن کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 جولائی 1998، تک توسیع کر دی جائے ۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ اپنے علم کے لیے میں پہلی بات آپ سے یہ کرنا چاہتا ہوں کہ جس وقت کوئی بزنس ہاؤس کے سامنے پیش ہو اور اس کو آپ ٹیک اپ کر رہے ہوں اور اس کے وقت کا آپ اعلان نہ کریں کہ اس کا وقت ختم ہو گیا ہے اور اب ہم دوسری کوئی کارروائی کرنا چاہتے ہیں تو آیا اس کے اعلان کرنے سے پہلے بھی وہ بزنس ٹیک اپ کیا جا سکتا ہے؟ یہ تو وہ بات ہے جس پہ آپ جو بھی فرمائیں۔ جناب سپیکر! جو بات سعید احمد خان نے عرض کی ہے کہ ہمارے دوستوں کی تمام تحاریک استحقاق نہایت اہم ہیں ۔ اور آپ نے کہا ہے کہ میں نے سیکرٹری سے رپورٹ مانگی ہے۔جناب سپیکر! مجھے کوئی اختیار نہیں کہ میں آپ سے پوچھوں کہ یہ کس طریقے سے ہو رہا ہے ۔ لیکن جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ ہم نے اس میں ریفرنس دیے ہوئے ہیں کہ فلاں صفحے پہ documents میں انھوں نے فگرز بتائی ہیں وہ غلط ہیں۔ اور ان میں بہت ساری تفریق ہے ۔ same posts کے لیے یا same چیزوں کے لیے ۔ جناب سپیکر! آپ انھیں ہاؤس میں لے آتے۔ حکومت کا کام ہے کہ اپنے محکمے سے پوچھیں کہ کیوں یہ غلط دی ہیں یا ان کی وضاحت دیں' شاید میں نہ سمجھ سکا ہوں ۔ مجھے بہتر انداز سے سمجھا لیں۔ اس کے بعد میں مطمئن ہو جاؤں گا ۔ جیسے میں نے پہلے ایک پوائنٹ آف آرڈر دیا اور آپ نے حکم دیا کہ بائیکاٹ نہ کریں ' بیٹھیں ۔ ہم آپ کے حکم کے مطابق بیٹھ گئے ۔ اس کی تصحیح ہو گئی اور کوئی معاملہ گڑ بڑ نہیں ہوا ۔ اس کو ہاؤس میں لے آ کر ٹیک اپ کر لینا بہتر تھا ۔ شاید حکومت کا وضاحتی بیان آ جائے یا ہمیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہو ۔ ان فگرز میں ہمیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہو ۔ جناب سپیکر! میں چیلنج کرتا ہوں کہ آپ اس بک کو لے لیں ۔ آنکھیں بند کر کے کسی جگہ سے آپ اس کو کھول لیں ۔ اس کو پڑھیں ۔ اس میں آپ کو پچیس پچیس لاکھ' بیس بیس لاکھ کا فرق اور تضاد نظر آئے گا ۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ جس ایوان کے معزز ممبران سے دستخط کرائے جا رہے ہیں کم از کم وہ اس کو سمجھ کے کریں اور جس کو اس پر اعتراض ہے اس کا اعتراض ختم

ہو جائے ۔ یہ ہمارے صوبے کا نہایت ہی مقدس دستاویز ہے ۔ ہم نے اسی کے اوپر چلنا ہے ' اسی کے اوپر خرچ کرنے ہیں ۔ اس میں کوئی ابہام یا غلطی نہیں ہونی چاہیے ۔

جناب سپیکر، تشریف رکھیں ۔ یہی بات لیڈر آف اپوزیشن نے کی ہے اور آپ نے اسی بات کو repeat کیا ہے ۔ اس حوالے سے میں نے پہلے بھی بات کی ہے ۔آپ کی یہ تحاریک استحقاق آج ہی مجھے put up کی گئی ہیں ۔ اور میرے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ فیصلہ کرنے سے پہلے میں ان کے facts منگوا کے دیکھوں ۔ مجھ پر کوئی چیز binding نہیں کہ فوری آپ کہہ دیں اور میں فوری فیصلہ بھی کر دوں ۔ یہ مجھ پر کوئی پابندی نہیں ہے ۔ اگر آپ رول 68 دیکھیں۔ ابھی مجھے موقع نہیں ملا ۔ اس کو دیکھ کر اور پورے facts کو سامنے رکھ کر اس کا فیصلہ کروں گا ۔

جناب سعید احمد خان منیس، جو بات آپ facts کی فرما رہے ہیں وہ تحاریک میں پہلے ہی ہم نے لگا دیے ہیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے لیکن وہ تو آپ نے لگائے ہیں۔ ہمیں بھی دیکھنے دیں۔

جناب سعید احمد خان منیس: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ یہ facts ہم نے اسی بجٹ کی کتابوں سے لگائے ہیں' کہیں اور سے نہیں لیے۔

جناب سپیکر: مجھے اسے دیکھنے کا موقع تو دیں۔

جناب سعید احمد خان منیس: جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ یہ تحریک نہایت ہی اہمیت کی حامل ہے اور اس پر فیصلہ کیے بغیر میں سمجھتا ہوں کہ کٹوتی کی تحریکوں یا ڈیمانڈز پر ووٹنگ بے معنی اور بے مقصد ہو گی۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے' میں سمجھتا ہوں۔ اس کی اہمیت کو ہی مدنظر رکھتے ہوئے ہی میں نے آپ کو بات کرنے کا موقع دیا اور کچھ بھی بے مقصد نہیں ہوتا۔

جناب سعید احمد خان منیس: جناب سپیکر! کیسے بے مقصد نہیں ہوتی؟ کل وزیر خزانہ صاحب نے اپنی winding up تقریر میں کہا ہے کہ قائد حزب اختلاف نے چپڑاسیوں کی تنخواہوں کی بات کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس کا ہم کیا جواب دیں؟ ان کے پاس چپڑاسیوں کی تنخواہوں کا کوئی جواب نہیں ہے تو میں انھیں quote کرنا چاہتا ہوں کہ اس صوبے کا جو chief constable ہے' جو آئی جی پولیس ہے

اس کی پچھلے سال کی تنخواہ اور آج کی تنخواہ دیکھ لیں اس میں بھی تضاد پایا جاتا ہے۔ آپ DIGs ' AIGs کی تنخواہیں دیکھ لیں ان میں تضاد پایا جاتا ہے۔ جناب سپیکر! یہ وائٹ پیپر حکومت کی طرف سے چھاپا گیا ہے اسے ہم نے نہیں چھاپا' آپ اس میں دیکھیں کہ ایک چیز جو ختم ہو چکی ہے' abolish ہو چکی ہے' لینڈ ریونیو ختم ہو چکا ہے اس کی پچھلے سال کی وصولیاں 13 سو ملین ہیں اور اب جب کہ وہ ختم ہو چکا ہے تو کیا وہ 13 سو ملین سے بڑھ گئی ہیں؟ یہ کس طرح ممکن ہے؟ جناب' یہ تمام windowdressing کی گئی ہے۔

جناب سپیکر: نہیں' ایسی بات نہیں ہے۔ یہ تمام چیزیں دیکھنے کے بعد ہی میں اس کا فیصلہ کروں گا۔ آپ تشریف رکھیں۔

میزانیہ بابت سال 99 - 1998ء کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری

جناب سپیکر، اب ہم شروع کرتے ہیں بجٹ گوشوارہ بابت سال 99-1998ء کے مطالبات زر کی کل تعداد 43 ہے ان میں سے 23 مطالبات زر نمبر 2,3,5,9,10,11,12,13,15,16,17,18,21,22,25,26,27, 33,36,37,38,41 اور 42 کے بارے میں تخفیف کی تحاریک موصول ہوئی ہیں۔ حزب اقتدار اور حسب اختلاف کے درمیان طے پا جانے والے معاہدے کے تحت صرف مندرجہ ذیل کٹوتی کی تحاریک پر حزب ذیل ترتیب سے بحث ہو گی،

مطالبہ زر نمبر 13 پولیس' مطالبہ زر نمبر 15 تعلیم' مطالبہ زر نمبر 16 خدمات صحت' مطالبہ زر نمبر 18 زراعت' مطالبہ زر نمبر 12 جیل' مطالبہ زر نمبر 10 انتظام عمومی' مطالبہ زر نمبر 25 مواصلات' مطالبہ زر نمبر 37 تعمیرات آبپاشی' مطالبہ زر نمبر 2 مالیہ اراضی' مطالبہ زر نمبر 3 صوبائی آبکاری' مطالبہ زر نمبر 17 صحت عامہ' مطالبہ زر نمبر 26 تعمیر مکانات و عملی منصوبہ بندی' مطالبہ زر نمبر 5 جنگلات اور مطالبہ زر نمبر 9 آبپاشی و بحالی اراضی۔

قاعدہ نمبر 144 کے ذیلی قاعدہ (4) کے تحت تخفیف کی تحاریک پر کارروائی کل مورخہ 24 جون 1998ء ایک بجے دوپہر تک جاری رہے گی اس کے بعد قاعدہ مذکور کے تحت guillotine کے ذریعے مطالبات زر پر رائے شماری شروع کر دی جائے گی۔ اب ہم مطالبات زر پر کارروائی شروع کرتے ہیں۔ حسب معاہدہ تخفیف کی تحریک مطالبہ نمبر 13 سے کارروائی شروع کی جاتی ہے اور وزیر خزانہ یا وزیر

قانون مطالبہ زر نمبر 13 پیش کریں گے۔

جناب سعید احمد خان منیس: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔ میں معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ اس طرح پھر میں اس کارروائی میں حصہ نہیں لوں گا۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ آپ ہماری بات بھی نہ سنیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں، میں وزیر قانون صاحب کو فلور دے چکا ہوں۔

مطالبہ زر نمبر 13

وزیر قانون: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

> کہ ایک رقم جو 6 ارب، 41 کروڑ، 50 لاکھ، 31 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال 99-1998ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پولیس برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے،

> کہ ایک رقم جو 6 ارب، 41 کروڑ، 50 لاکھ، 31 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال 99-1998ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پولیس برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب سعید احمد خان منیس: جناب سپیکر! اسے oppose کیا جاتا ہے، لیکن یہ ساری کارروائی غلط ہے۔

جناب سپیکر: قائد حزب اختلاف اسے oppose کر رہے ہیں۔ مطالبہ زر نمبر 13 میں تخفیف کی تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے ہے،

1۔ جناب سعید احمد خان منیس
2۔ جناب سعید اکبر خان
3۔ جناب معظم جہانزیب احمد خان وٹو

4- جناب منصور احمد خان

5- صاحبزادہ محمد عثمان خان عباسی

6- سردار رفیق حیدر لغاری

7- مولانا منظور احمد چنیوٹی

8- چودھری خالد جاوید وڑائچ

9- سید مسعود عالم شاہ

10- جناب محمد اکرام اللہ خان

11- پیر شجاعت حسنین قریشی

جناب سعید احمد خان منیس اپنی کٹوتی کی تحریک پیش کریں۔

جناب سعید احمد خان منیس: جناب سپیکر! اس سے پہلے کہ میں اپنی کٹوتی کی تحریک پیش کروں میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں، میں نے آپ کو کٹوتی کی تحریک پیش کرنے کے لیے کہا ہے۔ آپ اپنی کٹوتی کی تحریک پیش کریں۔

جناب سعید احمد خان منیس: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔ میں نے جو باتیں کی ہیں اگر وہ غلط ہیں تو پھر حکومت اپنا مدعا یہاں بیان کرے، ہمیں مطمئن کرے۔ جناب سپیکر! کیا یہ ہو سکتا ہے کہ کسی ہسپتال میں دو ایم ایس ہوں؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ کسی ٹیچنگ ہسپتال میں دو پرنسپل ہوں؟

جناب سپیکر: میں نے آپ کو پوائنٹ آف آرڈر پر بولنے کی اجازت نہیں دی۔ آپ ایک منٹ کے لیے تشریف رکھیں۔ میں نے اس ہاؤس کو رولز کے مطابق چلانا ہے۔ مجھے اپوزیشن لیڈر اور اپوزیشن کے ممبران کا بڑا احترام ہے۔ لیکن یہ بھی کوئی طریقہ نہیں کہ بغیر اجازت اٹھ کر بولنا شروع کر دیا جائے۔ اور پھر میں پابند نہیں ہوں کہ آپ کے ہر پوائنٹ آف آرڈر کا جواب فوری طور پر دوں۔ میں نے تحریک استحقاق کے بارے میں ہمیشہ entertain کیا ہے، چاہے وہ اپوزیشن کے ممبر کی طرف سے آئے یا حزب اقتدار کے ممبر کی طرف سے آئے لیکن آپ میرے اوپر کوئی ایسی پابندی نہیں لگا سکتے کہ میں

فوری طور پر اسے admit کروں۔ اگرآپ کی کوئی تحریک استحقاق مجھے آج صبح ملتی ہے تو میں آج ہی اس کا جواب دوں یہ ضروری نہیں ہے۔ میں نے پہلے اس کو پڑھنا ہے' اسے دیکھنا ہے' اس کے comments دیکھنے ہیں پھر میں کوئی جواب دوں گا۔ آپ کے پاس موقع ہے۔آپ اپنی کٹوتی کی تحاریک پر یہ ساری باتیں کہہ سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس دوران حکومت کی طرف سے اس بات کا جواب بھی آ جائے۔

سردار رفیق حیدر لغاری: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں' میں نے آپ کو ابھی اجازت نہیں دی۔جی وزیر قانون صاحب! آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

وزیر قانون: معزز قائد حزب اختلاف نے یہ فرمایا ہے کہ اگر ان کی تحریک یا ان کی باتیں سچی ہیں تو حکومت کی طرف سے جواب کیوں نہیں دیا جاتا؟ جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے ایک تحریک استحقاق دی ہے جو ابھی آپ کے دفتر میں ہے' آپ نے اس کو in order قرار نہیں دیا' ہمیں سرکولیٹ نہیں ہوئی۔ اب ایک چیز آپ کے چیمبر میں پڑی ہوئی ہو اور اس پر حکومت اپنا موقف بیان کرنا شروع کر دے تو یہ غلط ہے۔ میں دوسری یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ان کی تحریک استحقاق اس وقت آ بھی جاتی ہے تو اس کا جواب دینے کے لیے بھی حکومت کو وقت درکار ہوگا۔ یہ نہیں کہ اُدھر سے آئی اور اِدھر سے کھڑا ہو کر جواب دینا شروع کر دیا۔ انھیں قواعد و ضوابط کا احساس کرنا چاہیے۔

جناب سپیکر: آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ جی سید احمد خان منیس صاحب'

جناب سعید احمد خان منیس: جناب سپیکر: جب تک صحیح documents اس ایوان کے سامنے پیش نہیں کیے جائیں گے اس وقت تک نہ ہی کٹوتی کی کوئی تحریک پیش کی جا سکتی ہے' نہ اس پر بحث ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس پر کوئی ووٹنگ ہو سکتی ہے۔ میں نے جناب والا! آپ سے یہ عرض کیا ہے کہ یہ سارا بجٹ jugglery of figures ہے' ہم نے ثابت کیا ہے' آپ کے سامنے پیش کیا ہے لیکن پھر بھی آپ ہماری تحریک استحقاق take up نہیں کر رہے۔ حالانکہ رول 68 میں واضح طور پر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: آپ ذرا رول 68 پڑھ دیں۔

Mr.Saeed Ahmad Khan Manais: Rule 68 Question of Privilege says:

"A member may, with the consent of the Speaker,...."

جناب سپیکر: تو میری consent نہیں ہوئی۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! آپ کی اس بات سے ہمیں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لیکن آپ اس کی urgency دیکھیں۔

جناب سپیکر، آپ تو موقع ہی نہیں دینا چاہتے۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! پھر آپ 69 بھی ساتھ پڑھیں۔

جناب سپیکر، آپ موقع ہی نہیں دینا چاہتے۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب والا! یہ بجٹ کا معاملہ ہے اور یہ چیک بک ہے آج اس پر دستخط ہونے ہیں۔ تو کیا ہم ایک غلط چیک پر دستخط کر دیں؟ آپ دیکھیں کہ کبھی کسی ہسپتال میں دو ایم ایس ہو سکتے ہیں؟ کسی ٹیچنگ ہسپتال میں دو پرنسپل ہو سکتے ہیں؟

جناب سپیکر، کیا کوئی آپ کو زبردستی دستخط کرانے کے لیے کہہ رہا ہے؟

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! ایسی صورت میں ہم پروسیڈنگ میں حصہ نہیں لے سکتے۔

جناب سپیکر، میں نے تو آپ کو پورا موقع دیا ہے کہ آپ بولیں۔ آپ نے کٹ موشنز دی ہیں ان پر بولیں۔ میں آپ کو دستخط کرنے کے لیے تھوڑا کہہ رہا ہوں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! اگر آپ اس رویے کے ساتھ اپوزیشن کو tackle کریں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی طریقے سے بھی جمہوری روایات کے مطابق نہیں۔

جناب سپیکر، لیکن آپ ایک چیز سمجھنے کی کوشش کریں کہ میں نے رولز کے مطابق ہاؤس کو چلانا ہے۔ اگر آپ کی تحریک استحقاق آج مجھے ملی ہے تو پہلے میں خود دیکھوں گا۔ پھر آپ نے جواب کے لیے گورنمنٹ کو موقع نہیں دینا؟

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! آپ اس کی urgency دیکھیں۔ اس کی urgency یہ ہے کہ آج آپ بجٹ پر ووٹنگ کرا رہے ہیں اور یہ اس بجٹ کے سلسلے میں تحریک استحقاق ہے اور ہم

سے ہی اس میں حصہ لینا ہے۔

جناب سپیکر، جس وقت تک میں خود کسی بھی تحریک استحقاق کے بارے میں satisfy نہ ہوں تو میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔

جناب سعید احمد خان منیس، تو پھر اس کارروائی میں ہمارا حصہ لینا بے معنی ہوگا۔ جناب والا! اس میں ٹوٹل فگرز غلط دیے گئے ہیں۔

جناب سپیکر، جب تک میں کسی بھی تحریک استحقاق کو خود پڑھ نہ لوں، دیکھ نہ لوں، میں اس کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی میں نے اس کی اجازت دینی ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب والا! پھر ہم غلط بجٹ پر تو بحث نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر، اگر آپ غلط بجٹ کی بات کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے کٹ موشن دی ہے اس پر بات کریں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! ہم پہلے ہی بجٹ تقریر میں بتا چکے ہیں۔

جناب سپیکر، نہیں۔ آپ اس پر بولیں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب والا! اس پر آج ووٹنگ ہونی ہے۔

جناب سپیکر، آپ ووٹ نہ دیں۔ کیا میں آپ کو ووٹ دینے کے لیے کہہ رہا ہوں؟

جناب سعید احمد خان منیس، ہم نے اس میں بحث کرنی ہے اور ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں۔

جناب سپیکر، میں تو آپ کو بحث کے لیے دعوت دے رہا ہوں۔

جناب سعید احمد خان، جناب سپیکر! آپ وائٹ پیپر دیکھیں۔ آپ بجٹ بک دیکھیں۔

جناب سپیکر، میں بحث کے لیے آپ کو دعوت دے رہا ہوں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! اگر آپ کا رویہ اسی طریقے سے رہا تو ہم حصہ نہیں لیں گے۔

جناب سپیکر، آپ کے ساتھ میرا رویہ بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن اگر آپ نے تیاری نہیں کی تو سعید اکبر صاحب بول لیں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! تیاری کی بات نہیں۔ آپ کو پتا ہے کہ ہم تیاری کے ساتھ آتے ہیں۔

جناب سپیکر، اچھا' تیاری ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! ہم تیاری کر کے آتے ہیں جس کی وجہ سے حکومت کے بل تین تین اجلاسوں میں پاس نہیں ہوتے۔

جناب سپیکر، نہیں۔ میں آج کی بات کر رہا ہوں۔ ویسے تو ماشاء اللہ آپ تیاری کرتے ہیں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب والا! آج پولیس پر بات ہونا قرار پائی ہے۔

جناب سپیکر، پولیس اتنا اہم محکمہ ہے۔ آپ اس پر بات کریں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب والا! کل وزیر خزانہ صاحب نے یہ فرمایا کہ وہ چپڑاسیوں کی تنخواہوں کا جواب نہیں دیں گے۔ میں نے کہا کہ اس صوبے کا جو چیف کانسٹیبل ہے ان کی تنخواہ دیکھیں کہ اس میں کتنا تضاد ہے۔ جب سب باتوں میں اتنا زیادہ تضاد ہوگا۔ جناب والا! پورے بجٹ میں تضاد ہے۔

جناب سپیکر، تو آپ اجاگر کریں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب والا! ہم پہلے ہی یہ کر چکے ہیں۔

جناب سپیکر، تو پھر آپ اس پر بولیں۔

جناب سعید احمد خان منیس، تو آپ اس پر ہمیں تحریک استحقاق کی اجازت دیں۔

جناب سپیکر، کٹ موشن کا مقصد بھی یہ ہے کہ آپ اس پر تنقید کریں' بحث کریں اور وہ چیز ایوان کے سامنے لے کر آئیں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! آپ خود بجٹ بک منگوائیں اور آنکھیں بند کر کے ایک صفہ کھول لیں تو اس میں پچاس غلطیاں ملیں گی۔

جناب سپیکر، ایک تو آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ خود دیکھیں' لیکن مجھے تو دیکھنے کا موقع ہی نہیں دیتے۔

جناب سعید احمد خان منیس، اس طریقے سے ہم اس میں حصہ نہیں لے سکتے۔

جناب سپیکر، یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔

وزیر خزانہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی سردار صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں۔ قائد حزب اختلاف ابھی جو Chair کے ساتھ بلا جواز بحث کر رہے تھے جو کہ انھیں نہیں کرنی چاہیے تھی' کیونکہ وہ خود اس Chair پر بیٹھ چکے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ اس ثابت کرنے میں اور ایک سٹیٹمنٹ on the floor of the House دینے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ انھوں نے اپنی opening speech میں کچھ point mention کیے ہیں۔ ان کے point mention کرنے سے کوئی proof نہیں ہو جاتا۔ اب اس وقت وہ جس بحث میں الجھے ہوئے ہیں انھوں نے کتاب سے کچھ فگرز pick out کیے ہیں جن کا وہ کہہ رہے ہیں کہ یہ غلط ہیں۔ جناب سپیکر! آپ کی observation سو فی صد جائز ہے' ہو سکتا ہے وہ typing error ہو یا printing error ہو۔ اگر اس قسم کی بات ہوگی تو ہم تسلیم کر لیں گے۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں کہ اس کی correction نہیں کی جا سکتی۔ تو ہمیں موقع دیا جائے ہم دیکھ لیتے ہیں اگر وہ printing error ہے تو ہم آپ کی خدمت میں عرض کر دیں گے۔ اگر figures غلط دی ہوئی ہیں تو اس کا corrigendum issue ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ کٹ موشن پیش کریں اور اس پر بحث کریں اور ان شاء اللہ ہم ان کی تحریک استحقاق کا جواب دے دیں گے۔ آپ کے ساتھ الجھا یہ تو فرار کا راستہ ڈھونڈ رہے ہیں' کیونکہ بحث کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی مواد نہیں۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ وہ یہاں بیٹھیں' بحث میں حصہ لیں۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر، شکریہ سردار صاحب! میں صبح سے وہی کوشش کر رہا ہوں کہ باہر نہ جانے دیا جائے۔ لیکن جو چیز ابھی میرے سامنے آئی ہے جب تک میں اسے دیکھوں گا نہیں' پڑھوں گا نہیں' پھر اس کی رپورٹ سامنے نہیں رکھوں گا۔ پھر اس کے بعد یہ circulate ہوگی اور ہاؤس کی property بنے گی اور سامنے آئے گی' پھر آپ نے بھی اس کا جواب دینے کے لیے ٹائم لینا ہے۔ تو آپ کی کون سی تحریک استحقاق ایسی آئی ہے جسے ہم نے kill کیا ہو۔ تو اس میں موقع دینے کی کیا بات ہے۔ آپ آج اپنی اس کٹ موشن پر بحث کریں اور اس پر وہ چیزیں لے کر آئیں۔ آپ کے خدشات کا جواب دیں گے۔ چونکہ سعید احمد خان منیس صاحب نے کٹ موشن دی ہے تو میں انھیں کہوں گا کہ وہ اپنی

کٹ موشن پر بولیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! میں گزارش کروں گا کہ ---

جناب سپیکر، نہیں۔ سعید اکبر' صاحب تشریف رکھیں۔ میں نے پہلے سعید احمد خان منیس صاحب سے گزارش کی ہے کہ آپ اسے move کریں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! میں معذرت سے یہ عرض کروں گا کہ ---

جناب سپیکر، نہیں۔ آپ move کر لیں ناں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! آپ نے اللہ یار انصاری صاحب کی جو تحریک استحقاق take up کی ہے وہ ہماری تحریک استحقاق کے داخل ہونے کے بعد آئی ہے۔ آپ نے اسے تو entertain کر لیا ہے' لیکن ہماری تحریک استحقاق جو بڑی relevant ہے اور آج کے ایجنڈے کے مطابق ہے اور budget document پر ووٹنگ ہونی ہے اس کے بارے میں تحریک استحقاق ہے' لیکن آپ اسے urgent محسوس نہیں فرما رہے۔

جناب سپیکر، اس میں کوئی دیکھنے والی چیز نہیں تھی' کیونکہ ان کے ساتھ راستے میں کوئی زیادتی ہوئی تو میں نے لاءمنسٹر صاحب سے پوچھا۔ بلکہ میں نے تو انھیں کہا تھا کہ چونکہ انھوں نے آج ہی دی ہے تو آپ اسے کل تک رکھ لیں۔ تو انھوں نے فرمایا کہ نہیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں اسے کمیٹی کے پاس بھیج دیا جائے۔ تو اس میں دیکھنے والی کوئی ایسی بات نہیں تھی۔

جناب سعید احمد خان منیس، نہیں ۔جناب سپیکر! یہ urgent معاملہ ہے آج بجٹ پر ووٹنگ ہونی ہے سارا ایوان بیٹھا ہے---

جناب سپیکر، پھر آپ وہی بات کر رہے ہیں۔ ووٹنگ والے تو بیٹھے ہیں' لیکن آپ نہیں بیٹھنا چاہتے۔ میں آپ کو بٹھانے کی کوشش کر رہا ہوں اور آپ بیٹھنا نہیں چاہتے۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! کوتی کی تحریک move کرنے کا حق محفوظ رکھتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ مجھے افسوس اور معذرت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم اس پروسیڈنگ میں حصہ نہیں لے سکتے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے' وہ آپ کی اپنی مرضی کی بات ہے۔ لیکن میں نے آپ کو پورا موقع بھی دیا

ہے۔ اگر آپ پہلے سے سوچ کر آئے ہیں تو یہ ایک علیحدہ بات ہے۔

(اس مرحلے پر اپوزیشن کے معزز اراکین واک آؤٹ کر کے ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

جناب سپیکر، میری گزارش ہوگی کہ لاءمنسٹر صاحب اور فنانس منسٹر صاحب اپوزیشن کو منا کر لے آئیں' اگر اُن کی تیاری ہے تو اس پر بولیں۔ وہ تمام باتیں جو انھوں نے تحریک استحقاق میں دی ہیں وہ یہاں کہہ سکتے ہیں پھر آپ کو بھی اس کا جواب دینے کے لیے ٹائم مل جائے گا ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ ذرا انھیں یہ سمجھائیں۔ شکریہ۔

(اس مرحلے پر وزیر قانون اور وزیر خزانہ اپوزیشن کے اراکین کو منانے
کے لیے ہاؤس سے باہر تشریف لے گئے)

(معزز اراکین و حزب اختلاف واک آؤٹ ختم کر 11:35 پر ایوان میں تشریف لے آئے)

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، جی' سردار صاحب۔

وزیرخزانہ ، جناب والا! آپ کی ہدایت پر لاء اور پارلیمانی امور کے وزیر اور میں اپوزیشن کے پاس لابی میں حاضر ہوئے ہیں۔ اور ان سے ہم نے بات کی ہے۔ ہماری ان کے ساتھ بہت سی باتیں ہوئی ہیں۔ یہ طے ہوا ہے کہ آپ اجلاس کے بعد جب چیمبر میں تشریف رکھیں گے تو آپ اس کا مطالعہ کرلیں اور اس پر آپ جو فیصلہ دیں گے وہ ہم دونوں کے لیے ان کے لیے بھی اور ہمارے لیے بھی قابل قبول ہوگا۔ وہ ہماری درخواست پر واپس تشریف لے آئے ہیں۔

جناب سعید احمد خان منیس(قائد حزب اختلاف)، وہ آپ کا استحقاق ہے۔

وزیر خزانہ، چیئر کا استحقاق تو تسلیم ہے۔

جناب سپیکر، میں اس میں اپوزیشن لیڈر کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اراکین اپوزیشن کا اور فنانس منسٹر اور لاء منسٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ قائد حزب اختلاف اور اراکین اپوزیشن کی اطلاع کے لیے میں ان کے سامنے یہ بات رکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ فرض کریں۔ اگر آپ کی تحریک استحقاق ہاؤس کے اندر آ جاتی ہے اور میں اس کو accept کر لیتا ہوں۔ اور اس طرف سے بھی یہی چیز سامنے آتی ہے کہ انھیں بھی کوئی اعتراض نہیں۔ پھر تحریک' استحقاق کمیٹی کے پاس جائے گی۔ اس کی رپورٹ کے لیے بھی تو

ایک ماہ چاہیے۔ ایک ماہ کے بعد جو رپورٹ آئی ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ یہ ساری کارروائی ایک ماہ کے لیے رکی تو نہیں رہ سکتی۔ اس حوالے سے بھی دیکھا جائے۔ اور رول 235 کے تحت بھی دیکھا جائے۔ بہرحال' آپ انھیں لے آئے ہیں اور یہ اچھی بات ہے۔ میں ان کا' آپ کا اور قائد حزب اختلاف کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور اب پھر کارروائی شروع کرتے ہیں۔جی لغاری صاحب۔

سردار رفیق حیدر لغاری، جناب والا! میں آپ کا بے حد مشکور ہوں کہ جن جذبات کا آپ نے اظہار کیا۔ گزارش یہ ہے کہ جو کچھ آپ نے فرمایا واقعی procedure یہی ہے اور ہمیں بھی یہ معلوم ہے کہ تحریک استحقاق کا یک دم یہاں پر decision نہیں ہوگا۔ ہم تو یہ صرف آپ کی خدمت میں گزارش کر رہے تھے کہ آپ اس کی urgency کو سمجھتے ہوئے اگر مناسب سمجھتے ہیں تو اس کو ہاؤس کے آگے put up کر دیں۔ اس کے بعد جو decision اس کا ہوگا۔ ہم نے اپنا point of view دینا تھا اس پہ ٹریژری بنچز کی طرف سے منسٹر متعلقہ نے اپنا point of view دینا تھا۔ جو decisionہوتا' ہو جاتا' ہمیں اس سے کچھ نہیں بلکہ اس سے بجٹ کی اصلیت سامنے آ جاتی۔ ابھی چونکہ منسٹر صاحبان نے اس چیز کا کہا ہے۔ اس میں ہم نے کہا کہ اس میں یہ نہیں کہ ہم کوئی فرار کا راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں یا ہم اس پر prepared نہیں ہیں۔ آخر تحاریک دی ہیں تو اس کے لیے ہم prepared بھی ہیں۔ اور میں آپ سے بھی توقع رکھتا ہوں کہ آپ اس پر ہمدردانہ غور کرکے اس کی urgency کو feel کرتے ہوئے اس پر کچھ فرمائیں گے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ جناب سعید احمد خان منیس صاحب! آپ کٹ موشن پیش کریں گے؟

جناب سعید احمد خان منیس، جناب والا! میں آپ کا بھی تہ دل سےشکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ہماری اس تحریک پر غور کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔ اور ساتھ ہی فنانس منسٹر اور لاءمنسٹر صاحب تشریف لے آئے اور انھوں نے ہماری باتوں کو ہمدردانہ طریقے سے سن کر آپ تک پہنچایا۔ میں ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جناب والا! میں اب تحریک پیش کرتا ہوں،

کہ 6 ارب 41 کروڑ 50 لاکھ 31 ہزار روپے کی مجموعی رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 13

پولیس کو کم کرکے ایک روپیہ کر دیا جائے'

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے،

لہ 6 ارب 41 کروڑ 50 لاکھ 31 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 13
پولیس کو کم کرکے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

MINISTER FOR LAW: I oppose it.

جناب سپیکر، وزیر قانون صاحب oppose کرتے ہیں۔ منیس صاحب! اس تحریک پر سب سے پہلے آپ بات کریں گے؟ جی' شروع کیجیے۔

جناب سعید احمد خان منیس، شکریہ' جناب سپیکر۔

جناب سپیکر! جہاں وزیر صاحب فرما رہے ہیں کہ آئی جی بھی بیٹھے ہیں۔ مجھے نہایت ہی ادب سے یہ عرض کرنا ہے کہ واقعی جو باتیں سامنے ہوں' تو وہ زیادہ بہتر ہوتی ہیں تاکہ ان پر عمل بھی ہو سکے۔ یہ چیزیں حکومت' محکمہ خزانہ اور پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ کے کرنے والی ہیں اور یہ ایوان کے سمجھنے والی باتیں ہیں۔

جناب سپیکر! میری کٹوتی کی تحریک' جس میں حکومت نے مطالبہ زر 6 ارب 41 کروڑ 50 لاکھ 31 ہزار روپیہ مانگا ہے۔ اس سے پہلے کہ میں اس کٹوتی کی تحریک پر بات کروں۔ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ جمہوری روایات ہیں اور اپوزیشن کا جمہوری حق ہے کہ وہ اس پر مثبت تنقید کرے اور اپوزیشن حکومت سے بھی یہ توقعات رکھتی ہے کہ وہ جو باتیں پوائنٹ آؤٹ کریں' تو ان کا خاطر خواہ طریقے سے اور صحیح انداز سے جواب دیا جائے۔

جناب سپیکر! میں نے اپنی بجٹ تقریر میں بھی کچھ figures quote کیے تھے۔ جس میں میں نے بتایا تھا کہ بجٹ بک' صوبے کے لحاظ سے اور بجٹ کے لحاظ سے اس ایوان کے لیے ایک مقدس دستاویز ہے۔ کیوں کہ اسی دستاویز کی بنیاد پر اے جی آفس نے تمام اخراجات ادا کرنے ہوتے ہیں۔ اگر اسی میں تضاد ہوں گے' اسی میں سمجھ نہیں آئے گی کہ یہ کیا jugglery of figures کی گئی ہے' تو میں سمجھتا ہوں کہ ایوان کو دھوکے میں رکھنے کے مترادف ہے۔ اس طرح بجٹ دستاویز کو کسی طریقے سے صحیح تصور نہیں کیا جا سکتا۔

جناب سپیکر! میں نے پولیس کے حوالے سے بھی جو اعداد و شمار quote کیے' اس میں بھی وزیر خزانہ صاحب نے اپنی winding up speech میں صرف یہ بات کی کہ قائد حزب اختلاف نے

چونکہ چپڑاسیوں کی تنخواہوں کی بات کی ہے تو اس میں اس کا کیا جواب دیا جائے؟ تو جناب سپیکر! میں تھوڑا سا آگے چلنے سے پہلے میں آپ کو پولیس کے گوشوارے کی طرف لیے چلتا ہوں۔ بجٹ بک کے صفحہ 376 پر آپ آئیں گے تو انسپکٹر جنرل آف پولیس کی تنخواہیں دی گئی ہیں۔ اگر آپ اسے دیکھیں گے تو رواں مالی سال میں اس کی ایک پوسٹ ہے اور آئندہ مالی سال کے لیے بھی ایک پوسٹ ہے۔ رواں مالی سال میں 1,88,000 روپے مختص کیے گئے ہیں اور اسی ایک پوسٹ کے لیے آئندہ مالی سال کے 1,78,000 روپے دکھائے گئے ہیں۔ آپ اسی طریقے سے آگے دیکھیں گے کہ ڈپٹی انسپکٹر جنرل آف پولیس کی رواں مالی سال میں بھی اور آئندہ مالی سال کے لیے بھی دو پوسٹیں ہیں۔ جب آپ تنخواہوں کا گوشوارہ دیکھیں گے تو اس میں رواں مالی سال کے لیے 3,26,000 روپے اور آئندہ سال کے لیے 3,16,000 روپے ہے۔ تو کیا میں یہ سمجھوں کہ تنخواہیں کم کر دی گئی ہیں؟ کیا حکومت نے تنخواہیں withdraw کر لی ہیں؟ یا یہ کہ حکومت نے ان سے زبردستی خود انحصاری فنڈ میں داخل کروا دی ہیں؛ جناب سپیکر! آپ اس سے آگے چلیں گے تو اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل کی رواں مالی سال کے لیے 7 پوسٹیں ہیں اور 7 پوسٹیں ہی آئندہ مالی سال کے لیے ہیں۔ جب آپ ان کی تنخواہوں کو دیکھتے ہیں تو رواں مالی سال میں 8,48,000 ہزار روپے رکھے گئے ہیں، جب کہ آئندہ سال کے لیے 7,93,000 روپے رکھے گئے ہیں۔ اسی طریقے سے آپ دیکھیں گے کہ ڈپٹی ڈائرکٹر کی 3 پوسٹیں رواں مالی سال میں ہیں اور 3 ہی آئندہ مالی سال کے لیے ہیں۔ لیکن ان کی تنخواہوں میں بھی پھر فرق آ گیا ہے۔ آگے آپ دیکھیں گے کہ سٹاف آفیسر، جو ایس پی رینک کا ہوتا ہے۔ اس کی بھی ایک پوسٹ رواں مالی سال کے لیے ہے اور ایک ہی پوسٹ آئندہ مالی سال کے لیے ہے۔ لیکن ان کی تنخواہوں میں آپ دیکھیں گے تو رواں مالی سال میں 1,32,000 روپے اور اسے یک دم کم کر کے آئندہ مالی سال کے لیے 90,000 روپے کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں نے یہ چند ایک گزارشات اس لیے پیش کی ہیں تاکہ میں یہ بتا سکوں کہ صرف چپڑاسیوں کی مد میں تضاد نہیں ہے۔ اعلیٰ افسران کی مدات میں بھی کافی تضاد پایا جاتا ہے۔ اور پھر جناب سپیکر! چپڑاسی ہو یا آئی جی ہو۔ ایک کانسٹیبل ہو یا چیف کانسٹیبل ہو۔ جناب والا! صرف یہ کہہ دینا کہ چپڑاسیوں کی تنخواہوں کا جواب نہیں دینا۔ یہ کسی طریقے سے بھی مناسب نہیں ہے۔ ہم سب یہاں بیٹھے ہیں۔ آپ ماشاء اللہ اس کرسی پر ہم سے ایک اعلیٰ عہدے پر بیٹھے ہیں۔ وزیر اعلیٰ جو قائد

ایوان ہے' وہ اپنی جگہ پر ہے' لیکن جب مجموعی طور پر دیکھا جاتا ہے تو He is first among the equals. جناب سپیکر! یہاں چپڑاسی ہو یا آئی جی ہو۔ چپڑاسی ہو یا چیف سیکرٹری ہو' بطور انسان اس کی قدر آپ کم نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر! اس طرح محسوس ہوتا ہے کہ حکومت ایک چندہ پروگرام شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے کہ یہاں بجٹ میں تو jugglery کر کے یہ figures آگے پیچھے دکھا دیے گئے ہیں۔ اس کے بعد پھر چندے وصول کر کے ان کی تنخواہیں پوری کی جائیں گی۔

جناب سپیکر! میں یہاں ٹریننگ انسٹی ٹیوٹس اور ایلیٹ فورس کے حوالے سے بات کروں گا کہ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹس کے لیے ایک بڑی بھاری رقم رکھ دی گئی ہے۔ پولیس کو جو ٹریننگ دی جا رہی ہے اور جس پولیس کو ہم نے دیکھا' ہم نے جانچا اور پرکھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اسے کسی نظم و ضبط کے اعتبار سے لے لیں' اسلحہ استعمال کرنے کے اعتبار سے لے لیں' تفتیش کرنے کے اعتبار سے لے لیں' امن و امان قائم رکھنے کے اعتبار سے لے لیں' تو وہ کسی طریقے سے بھی اس پر پورا نہیں اترتی۔ میں پہلے یہ عرض کر چکا ہوں کہ ایلیٹ فورس کی کارکردگی ابھی سامنے آئی ہے' لیکن وہ ایسے ہی ہے کہ جیسے آپ ایک ٹاٹ میں کالین کا پیوند لگا دیں۔ اس سے پہلے پولیس کی کارکردگی انتہائی ناقص ہے۔ جناب سپیکر! امن و امان کے حوالے سے آپ سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے اور کون جان سکتا ہے اور معزز ایوان اس بات کا گواہ ہے کہ امن و امان کی صورت حال اس حکومت کے دور میں جتنی نیچے چلی گئی ہے' اس سے پہلے کبھی ایسے نہیں ہوا کرتا تھا۔ اس میں میرے دوست کئی دفعہ یہ جواز پیش کرتے ہیں اور پچھلی حکومت اور اس حکومت کا حوالہ دیتے ہیں۔ جناب سپیکر! ہمیشہ موجودہ حکومت ہی ذمہ دار ہوتی ہے اور جواب دہ بھی ہوتی ہے۔ لیکن جب موازنہ ہی کیا جاتا ہے تو آپ پچھلی حکومت اور اس حکومت کا امن و امان کے حوالے سے موازنہ دیکھیں' تو جب ملی یکجہتی کونسل قائم ہوئی تھی تو آپ کے سامنے ہی ہے اور معزز ایوان یہ جانتا ہے کہ اس وقت sectarian violence مکمل طور پر ختم ہو گیا تھا۔ مذہبی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے بزرگوں نے voluntarily اسلحہ جمع کروا دیا تھا اور ان کو ایک احساس تحفظ تھا۔ جناب سپیکر! آج احساس تحفظ نہیں ہے اور میں ابھی آپ کی وساطت سے ایوان کو 1996ء اور 1997ء کے جرائم کے اعداد و شمار کے تقابلی جائزے کے بارے میں آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اس میں دیکھیں گے اور جناب سپیکر! آپ جانتے ہیں کہ پولیس کتنی مشکل سے کیس رجسٹر

کرتی ہے۔ پنجاب میں 1996ء میں کل جرائم 1,96,019 ہیں اور 1997ء میں یہ بڑھ کر 2,35,855 ہو گئے۔ گویا کہ اس کا فرق 39,836 ہے۔ جناب سپیکر! میں اس کو تھوڑا سا elaborate کروں گا کہ جو hurt cases ہیں وہ 1996ء میں 18065 اور 1997ء میں 18875 تھے' یعنی اس میں 810 کا اضافہ ہوا ہے۔جناب سپیکر! میں نے اپنی بجٹ تقریر میں بھی عرض کیا تھا کہ اجتماعی ریپ اور اجتماعی قتل جتنے اس دور میں ہونے ہیں اس سے پہلے وہ نہیں ہوا کرتے تھے۔ ریپ میں 1996ء میں 1346 اور 1997ء میں 1564 ہو گئے۔ گویا 218 کا اضافہ ہوا ہے۔ جناب سپیکر! اسی طرح گینگ ریپ 1996ء میں 61 تھے اور وہ 1997ء میں بڑھ کر 165 ہو گئے۔ گویا اس میں 104 کا اضافہ ہوا ہے۔اسی طرح سے kidnapping or abduction کے کیسوں میں 884 کا اضافہ ہوا ہے۔ kidnapping for ransom میں 14 کا اضافہ ہوا۔ جناب سپیکر! اب dacoits کو لیں۔ اس میں 1996ء میں 726 اور 1997ء میں 852 ' یعنی اس میں 126 کا اضافہ ہوا ہے۔ میں یہ figures اس لیے پیش کر رہا ہوں تاکہ میرے جو دوست 1996-97ء کا موازنہ کرنا چاہتے ہیں' تو ان کے لیے یہ figures فائدہ مند ہوں گی اور پھر حکومت کو بھی اس بات کا علم ہوگا کہ یہاں کتنے کیس اورکتنی وارداتیں ہو رہی ہیں۔ اسی طریقے سے robbery کے کیس جو ہائی وے پر ہونے ہیں' بنکوں میں ہوئے ہیں اور پٹرول پمپوں پر ہونے ہیں' ان کو ملا کر 1996ء میں 4430 ہے اور 1997ء میں 5508 ہے۔ گویا اس میں تقریباً 978 کا اضافہ ہوا ہے۔ اسی طریقے سے burglary میں 1996ء میں 8185 اور 1997ء میں 10947 میں ہوئے۔ اس میں اضافہ 2762 ہے۔ اسی طریقے سے theft cases 1996ء میں 25134 اور 1997ء میں وہ بڑھ کر وہ 29433 ہو گئے۔ یعنی اس میں اضافہ 4299 ہوا ہے۔

جناب سپیکر! یہ گوشوارہ گو کہ بہت لمبا چوڑا ہے۔ لیکن میں نے اس کی خاص خاص باتیں تھیں۔ آپ کو پیش کی ہیں۔ جناب سپیکر! جب آپ اس کو دیکھتے ہیں تو آپ کو اس کا اندازہ ہو گیا ہوگا کہ آج کل جرائم کی شرح اور امن و امان کی صورت حال کتنی خوف ناک اورکتنی خطرناک حد تک بڑھ گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ امن و امان میں حکومت اگر اپنی ناکامی تسلیم کر لے تو اس میں کوئی حرج والی بات نہیں۔ میں نے تو یہ عرض کیا تھا کہ ہمارے صوبے میں امن و امان کی صورت حال ایک قومی معاملہ بن چکا ہے اور جب قومی معاملہ ہو تو اس پر اتفاق رائے شامل کرنے کے لیے میں نے یہ مشورہ دیا تھا کہ اس میں تمام سیاسی اور مذہبی جماعتیں یا جو صاحب الرائے لوگ ہیں۔ ان کو اکٹھا بٹھا کر

ان سے اراء لینے میں قطعا کوئی حرج نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص بہتر رائے دے اور اس کو حکومت بھی محسوس کرے کہ واقعی یہ رائے صحیح ہے تو اس کو صوبے کے امن و امان کی صورت حال کو بہتر کرنے کے لیے اپنا لیا جائے تو میرا خیال ہے کہ اس میں کوئی حرج والی بات نہیں ہے۔ جہاں تک کسی شہری کی حفاظت کا تعلق ہے۔جناب سپیکر! یہاں تو حال یہ ہے کہ جب صبح کوئی آدمی گھر سے باہر نکلتا ہے تو اس کو بالکل پتا نہیں ہوتا کہ وہ واپس گھر پہنچ بھی سکے گا کہ نہیں۔ اس کے گھر والوں کو یہ انتظار ہوتا ہے کہ کب شام ہوتی ہے اور ہمارے گھر کا فرد واپس آئے گا۔ کیونکہ کوئی پتا نہیں کہ راستے میں اسے کوئی قتل کر دے' اس کو کوئی نوچ لے یا اغواء کر لے۔اس لیے جو نفسیاتی حالت اور خوف و ہراس پنجاب میں ہے اور خاص طور پر ملک کی بات کروں گا۔ جیسا کہ کراچی کی صورت حال ہے اور خوف و ہراس ہمارے ذہنوں میں سرایت کر چکا ہے اور دماغی سکون بالکل ختم ہو گیا ہے۔ جناب سپیکر! لاقانونیت نے روزی کے راستے تک تو بند کر دیے ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ حکومتی بنچ کے ایک معزز ممبر نے ایک قرارداد بھی یہاں دی تھی کہ گینگ ریپ پر وزیر اعلیٰ کے visit کسی بھی طریقے سے درست نہیں ہیں' کیونکہ یہ واقعے کو زیادہ advertise کرنے والی بات ہوتی ہے۔جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی یہ نہیں چاہے گا کہ اس کی بہن' ماں یا بیٹی کی ٹی وی پر اس لحاظ سے کوریج ہو کہ اس کی آب رو ریزی ہوئی ہے۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اس کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کہنے کی ضرورت نہیں پڑنی چاہیے کہ حالات قابو میں ہیں۔ہمارے شہری کم از کم نفسیاتی طور پر' ذہنی طور پر یہ قبول کریں کہ واقعی حالات ٹھیک ہیں تو بات بنتی ہے۔ اگر حکومت بار بار یہی کہے کہ حالات ہمارے قابو میں ہیں۔ ہم نے پکڑ لیا ہے' ہم پکڑ لیں گے' ہم الٹا لٹکا دیں گے۔جناب سپیکر! یہ کسی بھی طریقے سے مناسب نہیں ہے اور جو احساس تحفظ والی بات ہے' وہ بالکل ختم ہو گئی ہے۔آپ نے اور ہم نے اخبارات میں پڑھا کہ کئی جگہ پر ماؤں نے اپنے بچوں کو قتل کر دیا۔ابھی پچھلے دنوں اخبار میں دیکھا گیا کہ ایک کانسٹیبل جو کہ ایک معمولی ملازم ہے اور اس کی تنخواہ اس حد تک کم تھی کہ مہنگائی سے تنگ آکر اس نے اپنے پورے خاندان کو ذبح کر دیا۔جناب سپیکر! یہ ایسی باتیں ہیں جو کہ بہت alarming ہیں۔اسی لیے میں نے یہ figures بتائی ہیں' ہو سکتا ہے کہ میری figures صحیح نہ ہوں۔ ہمارے ملک میں کوئی ایسا رواج نہیں ہے کہ جرائم کی شرح عوام کو بتائی جائے۔یہ figures میری اپنی معلومات کے مطابق ہیں' جو میں نے آپ کی وساطت سے اس ہاؤس

پیش کی ہیں۔ اگر اس میں کوئی غلط figures آئی ہوں تو میں حکومت سے عرض کروں گا کہ اس میں rectification ہو تو وہ اس کی وضاحت ضرور کریں۔ جناب سپیکر! ٹھیک ہے کہ موجودہ حکومت ایک بڑا مینڈیٹ لے کر آئی ہے، لیکن بڑے مینڈیٹ کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہر معاملے میں ہی عددی اکثریت دکھائی جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ جرائم میں بھی اضافہ دکھایا جائے اور سنگین وارداتوں میں بھی اضافہ دکھایا جائے، مجرموں کی تعداد میں اضافہ دکھایا جائے۔ جناب سپیکر! یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے unlimited وائس چیئرمین ہوں۔ یہ بالکل ضروری نہیں ہے کہ اس میں بھی اکثریت کی جھلک نظر آنی چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جرائم کی دنیا general profile ہے۔ جناب سپیکر! کسی بھی پہلو سے آپ دیکھیں گے تو اس میں نظر آئے گا کہ صوبہ اس وقت ایک خوف ناک صورت حال کا سامنا کر رہا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت دہشت گردوں کے سامنے محض یرغمال بنی ہوئی ہے۔ اس میں کچھ واقعات بتانا چاہوں گا کچھ کا تعلق ملکی سیاست سے ہے اور کچھ کا صوبے کی سیاست سے ہے۔جیسے سینٹ میں ایک واقعہ ہوا، سپریم کورٹ پرحملہ ہوا۔ اس کے بعد صوبے میں میری ہی تحصیل میلسی میں سول ججوں پر حملہ کیا گیا اور پولیس کے لوگوں نے ان پر حملہ کیا۔ یہ ایسے واقعات ہیں جو کہ بہت alarming ہیں۔جناب سپیکر! اگر ایک عام آدمی کو قتل کیا جاتا ہے، تو اب حال یہ ہے کہ اخبارات بھی اس خبر کو جگہ نہیں دیتے۔جب تک کہ کوئی سیاسی آدمی، کوئی ایم این اے، کوئی ایم پی اے یا جیسے پچھلے دنوں ایک ڈی۔آئی۔جی قتل ہوئے، اب ایسے لوگ قتل ہوتے ہیں تو اخبارات اس خبر کو جگہ دیتے ہیں اور اس حد تک جرائم بڑھ چکے ہیں کہ اخبارات نے پورے پورے صفحات جرائم کے لیے مختص کر دیے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ ایسی باتیں ہیں، جو کہ بہت alarming ہیں۔ میں حکومت سے یہ عرض کروں گا کہ اگر اتنے اخراجات کرنے درکار ہوں تو کچھ کر کے دکھانا پڑے گا۔ پولیس کو اپنی کارروائی بہتر کرنی پڑے گی، ورنہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو اتنے لمبے چوڑے اخراجات ہیں۔ وہ کسی بھی طریقے سے منظور کیے جانا درست نہ ہوں گے۔

جناب سپیکر! بجٹ تقریر میں accountability کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں ایک تعداد بھی بتائی گئی ہے کہ کتنے لوگوں کو ڈیپارٹمنٹس میں سزائیں دی گئی ہیں اور ان کے خلاف کارروائی ہوئی ہے۔ لیکن آپ یہ دیکھیں گے کہ ان میں کتنے ڈی آئی جی ہیں، کتنے ایس پی ہیں جن کو واقعی ان

کی lack of supervision کی وجہ سے سزائیں دی گئی ہیں۔ چھوٹے موٹے ملازمین کے خلاف تو ضرور کارروائی ہوگی لیکن بڑے آفیسرز کے خلاف کوئی خاطر خواہ کارروائی عمل میں نہیں لائی گئی۔ پھر یہاں میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت اگر صرف یہ کہے کہ ہم فلاں آفیسر کو الٹا لٹکا دیں گے' ہم بیورو کریسی کو الٹا لٹکا دیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ کسی طریقے سے بھی یہ باتیں حکومت کو زیب نہیں دیتیں۔ ان کو پہلے افسران کے لیے کچھ کر کے دکھانا ہوگا۔ اب جیسے میں نے اپنی بجٹ تقریر میں ڈپٹی سیکرٹریز کے بارے میں بات کی تھی اور میں نے کہا تھا کہ ایک ڈپٹی سیکرٹری اپنے محکمے میں بڑا ہی pivotal role رکھتا ہے اور وہ اپنے محکمے کا ایک محور ہوتا ہے۔ تو یہ جو بجٹ بک ہے اس کا نام اگر Estimates of Charged Expenditure and Demands for Grants کی بجائے یہ ٹائٹل دیا ہوتا کہ ڈپٹی سیکرٹری کا انتظام تو یہ زیادہ بہتر ہوتا۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ کی یہ جو پالیسیز ہیں انھی کی وجہ سے یہ گورنمنٹ رسوا ہو رہی ہے اور انھی لوگوں سے جنھوں نے ان کے لیے کام کرنا ہے ان سے ہر چیز withdraw کی جا رہی ہے اور ایسی چیزیں withdraw کی جا رہی ہیں جو کہ اب وہ لگژری میں نہیں آتیں۔ پھر وہ لوگ اسی طریقے سے کام کریں گے۔ انھوں نے یہی کچھ کر کے دکھانا ہے جو کہ اس بجٹ بک میں انھوں نے دکھایا ہوا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ حکومت ایک اے ایس آئی کے دماغ سے نہ سوچے۔ وہ ذرا دور اندیشی سے یہ بات سوچے کہ ان تمام چیزوں کی جن کا میں نے ذکر کیا ہے' وجوہات کیا ہیں؟ یہ دہشت گرد کہاں سے پیدا ہوتے ہیں اور کس طرح ان کی فصلیں کی فصلیں بعض نام نہاد درس گاہوں میں پائی جاتی ہیں؟ ضرورت اس بات کی ہے کہ جو فرسودہ قوانین ہیں جن کا کہ بارہا ذکر بھی کیا گیا کہ فرسودہ نظام کو تبدیل کرنا ہے۔ اس میں حکومت کو دیکھنا یہ چاہیے کہ وہ کون سا فرسودہ نظام ہے جس کو تبدیل کر کے حالات کو بہتر بنایا جا سکتا ہے اور خاص طور پر پولیس ڈیپارٹمنٹ جس کی اس وقت تحریک پیش ہو رہی ہے اور میں اس وقت لاء اینڈ آرڈر پر عرض کر رہا ہوں۔ تو اب اس فرسودہ نظام کو تبدیل کرنے کی اشد ضرورت ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وزرائے کرام کو اب عام جو پولیس ٹرانسفر والے آرڈرز ہیں ان سے نکل کر اس نظام کو ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ صرف اسی بات پر نہ رہیں۔ اپنے اپنے محکمہ جات میں رہ کر ان میں جو فرسودہ نظام ہے اس کو ٹھیک کرنے کے لیے وہ یہاں bills لائیں اور اچھے طریقے سے bills لائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ

اس میں investigation کا طریق کار' اس میں چالان کا طریق کار' اس میں evidence کا جو طریق کار ہے اس کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے اور جیسے میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ ڈیپارٹمنٹ کے حوالے سے accountability کا جو طریق کار ہے ان کو لازماً وہ ٹھیک کرنا پڑے گا۔

جناب سپیکر! یہ غربت جرائم کی جڑ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت مہنگائی کو قابو کرنے میں مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ اس غربت کی وجہ سے بے روزگاری بڑھ رہی ہے اور automatically اس کا جو کرائم ریٹ ہے وہ بڑھ رہا ہے۔ اس غربت کو ختم کرنے کے لیے حکومت کو ہی کوئی نسخہ کیمیا تلاش کرنا پڑے گا اور بے روزگاری کو ختم کرنا پڑے گا۔ بلکہ بے روزگاری ہی صرف میں نہیں کہوں گا' بے روزگاروں کی ایک لمبی فوج ہے جو کہ ہمارے صوبے میں یہاں ہے۔ اگر آپ نے لاء اینڈ آرڈر کو ٹھیک کرنا ہے تو پہلے اس غربت کو ختم کرنا پڑے گا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت چودہ کروڑ عوام میں سے کوئی بارہ کروڑ ایسے ہیں جو کہ غربت کی دھول چاٹ رہے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ متوسط طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں جب کہ صرف چند لاکھ ہی دولت کا انبار لگائے بیٹھے ہیں۔ اس میں روپے کی قدر جیسے آپ کے سامنے ہے وہ تقریباً نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہے۔ اس میں کئی دفعہ حکومت نے کچھ کمیٹیاں بنائی ہیں۔ لیکن وہ یک جماعتی کمیٹیاں بنائی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر تھانہ کی سطح پر کمیٹیاں بنا دی جائیں اور irrespective of any party affiliation یا irrespective of any political party اگر تمام جماعتوں کو اس میں شامل کر کے یہ کمیٹیاں بنائی جائیں تو کم از کم ایس۔ ایچ۔ او کے role کی accountability وہاں کی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر! میں اپنی بات ختم کرنے سے پہلے پھر یہ عرض کروں گا کہ حکومت کو چاہیے کہ چونکہ لاء اینڈ آرڈر اس وقت ایک قومی مسئلہ بن چکا ہے۔ تمام سیاسی پارٹیوں' مذہبی جماعتوں' صاحب الرائے لوگوں کو ایک ٹیبل پر اکٹھا بٹھا کر ان سے آراء لینی چاہییں اور پھر انھی آراء کی روشنی میں اس لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال کو یا پولیس کا جو کرائم کنٹرول ہے اس کو تب ہی ٹھیک کیا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر! میں اس پالیسی کو رد کرتا ہوں اور میں آپ کی وساطت سے معزز ایوان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ میری اس کٹوتی کی تحریک کو منظور کیا جائے اور اس پالیسی کو رد کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ سعید اکبر صاحب! ان کے بعد اب آپ بولیں گے؟

جناب سعید اکبر خان: جی جناب۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیے۔

جناب سعید اکبر خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! جس مد میں گورنمنٹ بہت بھاری رقم مطالبہ زر کے ساتھ اس ہاؤس سے پاس کروانا چاہتی ہے۔ اس میں جو غلطیاں یا جان بوجھ کر لفظوں کی جو ہیرا پھیری تھی وہ سعید احمد خان منیس صاحب نے کافی quote کر دی۔

جناب سپیکر! یہ دنیا جب خلق ہوئی اور آدم کی اولاد نے بڑھنا شروع کیا تو انھوں نے اپنے تحفظ کے لیے اس وقت کے ادوار میں مختلف طریقہ کار کے ذریعے اپنی سکیورٹی کا بندوبست کیا۔ حالات اور وقت کے ساتھ ساتھ اس میں تبدیلیاں آتی رہیں اور سکیورٹی کو بہتر کرنے کے لیے لوگوں نے اپنے اپنے زمانے میں کوششیں کیں۔ اسی سکیورٹی کے تسلسل میں جو اس وقت سکیورٹی ہے اس کا نام پولیس ہے جس کے لیے آج ہم اس ہاؤس سے 6 ارب 41 کروڑ 50 لاکھ 31 ہزار روپیہ منظور کریں گے۔ سکیورٹی کے لیے پیسے ضرور مقرر کرنے چاہییں۔ عوام کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے یہ پیسے ضرور منظور ہونے چاہییں۔ لیکن اعتراض اس بات کا ہے کہ جس مقصد کے لیے، یہ بجٹ پاس کرنے کے لیے ہماری جو سوچ ہے ہم ان سے جو توقع کرتے ہیں آیا وہ حاصل ہو رہا ہے؟ کیا عوام ان کے تحفظ کے لیے سکیورٹی کے جو بندوبست ہیں ان سے مطمئن ہیں؟ یہاں میرے بھائی نے یہ بھی quote کیا ہے کہ پچھلے سال اتنے پرچے درج ہوئے تھے، اس سال اتنے پرچے درج ہوئے ہیں۔ یہ ریکارڈ کے لیے ضروری ہوتا ہے اور لوگ پیش کرتے ہیں لیکن میری سوچ اس کے بارے میں مختلف ہے کہ پچھلے سال 10 ہزار پرچے درج ہوئے ہیں۔ اس سال پچیس ہزار درج ہو جائیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن جناب سپیکر! فرق اس سے پڑتا ہے کہ آیا عوام میں sense of security ہے، وہ اپنے آپ کو secure feel کرتے ہیں؟ اگر کرتے ہوں تو اس وقت تو دس کی بجائے پچاس ہزار بھی پرچے درج ہو جائیں تو اس میں کوئی فرق نہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن جناب سپیکر! جو عام آدمی میں تحفظ کا احساس ہے وہ اس وقت ختم ہو چکا ہے اور اس میں کوئی بھی اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا اور جب کسی گھر کے افراد باہر کام پر جاتے ہیں اور شام تک وہ

واپس نہیں آتے تو ان کے گھر کے جتنے بھی بقایا افراد ہوتے ہیں ان کے دل میں یہی فکر رہتی ہے کہ اللہ کرے یہ خیریت سے واپس آ جائے۔ جناب سپیکر! اس گورنمنٹ کا ہمیشہ یہی نقطۂ نظر رہا ہے کہ سابقہ حکومت کی یہ خرابیاں ہیں۔ 1985ء سے لے کر 1998ء تک کے پریڈ کو اگر آپ دیکھ لیں تو اکثریت کا جو عرصہ ہے وہ انہی اقتدار والوں کا ہے جو اس وقت بھی اقتدار کے مالک ہیں ۔ یہ اقتدار انہی کے پاس رہا ہے۔ اگر ان میں کوئی خرابیاں ہیں تو زیادہ حصہ انہی کے کھاتے میں جاتا ہے کیونکہ جب ڈویژن ہو گی تو جس طرح جس کا پیریڈ ہو گا اسی طرح اس کے حصے میں وہ حصہ جائے گا۔

جناب والا! آپ نے بھی دیکھا اور میں نے بھی دیکھا کہ خرابیاں کس طرح شروع ہوئیں۔ اس پولیس میں جن پر ڈاکے کے پرچے تھے ان کو rules relax کر کے بھرتی کیا گیا' ایک نہیں ہزاروں کے حساب سے ۔ یہ نہیں دیکھا گیا کہ اس کی تعلیم پوری ہے' یہ نہیں دیکھا گیا کہ اس کا قد پورا ہے' یہ نہیں دیکھا گیا کہ آیا یہ اس محکمے کے لیے deserve کرتا ہے یا نہیں۔ یہ تمام بھرتیاں کر دی گئیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب یہ اسی کا reaction ہے جو غلطیاں انھوں نے کیں اور وہ اب سامنے آ رہی ہیں اور وہی جب اکثر فیلڈ میں کام کرتے ہیں تو اس سے یہ خرابیاں ظاہر ہو رہی ہیں اور ان کی خرابیوں سے اس معاشرے میں فرق پڑ رہا ہے اور معاشرے میں رہتے ہوئے لوگ اب ان کی کارکردگی سے مطمئن نہیں ہیں۔ جناب سپیکر! آپ پولیس کے رول سے اچھی طرح سے واقف ہیں' آپ پولیس کے ناروا سلوک سے واقف ہیں اور میں یہ کہوں تو یہ غلط نہیں ہوگا کہ ان کے ناروا سلوک کو آپ سے بہتر اور کون جانتا ہے' کیونکہ آپ ہمیشہ ان کے ناروا سلوک کی بھینٹ چڑھتے رہے ہیں اور ابھی تازے تازے چند دن پہلے بھی آپ نے اسی ناروا سلوک کے خلاف احتجاج بھی فرمایا تھا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ ہر آدمی سے زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ جو بھی حکومت ہو آپ کے ساتھ پولیس کا ناروا سلوک رہتا ہے' اس لیے آپ کو ہر قسم کا تجربہ ہے۔

جناب سپیکر! اس ملک کو اور اس صوبے کو تجربات نے تباہ کیا ہے۔ جو بھی حکومت آتی ہے وہ اپنے خیال کے مطابق ایک نیا تجربہ شروع کر دیتی ہے۔ پہلی حکومتیں آئیں انھوں نے ایف ایس ایف بنائی۔ اس کے بعد پی آر پی بنی جس کا بعد میں نام پی سی یعنی پنجاب کنسٹیبلری رکھا گیا۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ فورسز بنانے میں کسی کی نیت خراب نہیں ہے۔ بعد میں جو ان کی سوچ ہوتی ہے اس کے مطابق اس پر عملدرآمد نہیں ہوتا۔ جب پی آر پی بنی تھی یا پنجاب

سٹیبلری بنی تھی اس لی بھی یہی سوچ تھی جس سوچ کے تحت آج یہ ایلیٹ فورس بن رہی ہے۔ تو جب ان سے وہ مقصد حاصل نہیں ہوا ' وہ بھی اسی صوبے کے رہنے والے لوگ تھے ' وہ بھی اسی صوبے کے نوجوان تھے جو بھرتی ہوئے' یہی توقع کی جا رہی تھی کہ ہم یہ ایسی فورس تیار کریں گے جس کی اس صوبے کے لاء اینڈ آرڈر کے لیے بہتر کارکردگی ہوگی اور لاء اینڈ آرڈر کو ٹھیک کرنے یا ان کے انتظامی امور کو بہتر کرنے کے لیے ان کی کارکردگی بہتر ہوگی۔ جناب سپیکر! آج اس سے ہم بد دل ہو کر ایک اور فورس بنا رہے ہیں۔ مجھے اس پر قطعاً اعتراض نہیں۔ جہاں آپ کی فورس کی تعداد ایک لاکھ ہوگی اس میں پانچ ہزار یا چار ہزار آدمی کیا کریں گے؟ جناب سپیکر! ہمیں یہ سوچنا ہے کہ اس میں اکثریت کن لوگوں کی ہے ۔ ہمیں یہ سوچ کرنی چاہیے کہ ہم ان کو کس طرح سے ٹھیک کر کے ان سے بہتر کارکردگی لے سکیں گے؟ آپ اس مال روڈ پر بے شک دس ہزار پولیس والے کھڑے کر دیں اور اس میں دو سو ایلیٹ فورس والے کھڑے کر دیں تو اس میں کیا فرق پڑتا ہے' ان کی کارکردگی کیا نظر آئے گی؟ پہلے تو جب وہ وہاں سے ٹریننگ لے کر آئیں گے اور وہ جب ان کے ساتھ بیٹھیں گے اور ان کے ساتھ وہ اپنی ڈیوٹیاں دیں گے۔ مجھے یقین نہیں کہ اس ایلیٹ فورس کا ان پر کوئی اثر ہو' کیونکہ پہلے جتنی بھی اس طرح کی فورسز بنی ہیں ان کا اثر ان پر نہیں بلکہ پہلے پولیس والوں کا اثر ان پر پڑا ہے اور انھوں نے اپنے ہی رنگ میں ان کو ڈھال لیا ہے۔ تو میرا یہ خدشہ ہے کہ اللہ کرے کہ حکومت ان سے جس رزلٹ کی توقع کر رہی ہے اور جو میں امید کرتا ہوں اور جس کے لیے عوام کی نظریں ان پر لگی ہوئی ہیں وہ رزلٹ حاصل ہو۔ جناب سپیکر! اس دفعہ جتنا بھی casting vote ہے وہ مسلم لیگ (ن) کو اس امید سے ملا ہے کہ اب یہ ہماری تمام مشکلات کا مداوا کریں گے اور ان کا حل نکالیں گے لیکن ان کی توقعات اب اس طرف جا رہی ہیں کہ یہ وہی پرانا طریقہ کار اور وہی جو لکیر کے فقیر ہوتے ہیں' ان ہی کی طرح یہ کام کر رہے ہیں اور ہماری بہتری اور ہماری اچھائی کے لیے کچھ بھی نہیں ہو رہا۔ جناب سپیکر! ہر بندہ ایمانداری سے یہ محسوس کر رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ بھی یہی محسوس کرتے ہوں گے کہ گاؤں میں رہنے والا جو غریب آدمی ہے اس نے پولیس کے رویے میں' پٹواری کے رویے میں اور کسی اور سیکٹر میں کوئی تبدیلی محسوس نہیں کی۔ اس کو تو اس ڈیڑھ سال میں کوئی ریلیف ملا نہیں تو جناب والا! وہ کیسے توقع کرے اور جس کو اس نے mandate دیا اس پر وہ کس طرح سے مطمئن ہو کہ جب وہ

تھانے میں جاتا ہے تو تھانے کے محرر کا اس کے ساتھ وہی ناروا سلوک ہے۔ کوئی بھی مظلوم جائے، ظالم جائے، بغیر پیسے کے اس کے ساتھ بات نہیں ہوتی اور اس کا کام ہو ہی نہیں سکتا۔ جناب سپیکر! اس وقت تو یہ ظلم ہے اور لوگ اس وقت احتجاج کرتے ہیں۔ اگر ان کا رشوت دے کر کام ہو جائے تو وہ بڑے خوش ہوتے ہیں اور مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اب تو احتجاج صرف اس بات پر ہوتا ہے کہ فلاں افسر نے مجھ سے پیسے بھی لیے اور میرا کام بھی نہیں کیا۔ جناب سپیکر! اسی لیے اس وقت پورے صوبے کے عوام بڑی پریشان ہے کہ ان کو اپنا تحفظ نظر نہیں آتا۔ آپ یہ تمام پچھلے ڈیڑھ سال کی ان کی کارکردگی دیکھ لیں کتنے بے گناہ لوگ دہشت گردی کی بھینٹ چڑھ گئے ۔ اور آج کل آپ اخبارات دیکھیں ۔ ان کے صفحات بھرے ہوئے ہیں کہ فلاں جگہ پہ چار قتل ہو گئے ، فلاں جگہ پر پانچ قتل ہو گئے۔یقین کریں کہ جیسا لیڈر آف اپوزیشن نے فرمایا ہے کہ اب لوگ ان باتوں پر توجہ نہیں دیتے ۔ اب اس پہ توجہ دیتے ہیں کہ کون سا وی آئی پی قتل ہوا ہے ۔

جناب سپیکر! اگر میں کراچی کا حوالہ دوں تو بے جا نہ ہوگا ۔ کیونکہ وہاں سے بھی ایک ری ایکشن ہوتا ہے ۔ کوئی جرم کرنے والا بندہ جب یہ دیکھتا ہے کہ کراچی میں گیارہ بندے مارے گئے اور ان کو کسی نے نہیں پکڑا تو اس میں بھی جرم کرنے کے لیے ایک دلیری آ جاتی ہے کہ جب وہاں نہیں پکڑے جا رہے اور وہاں یہ حشر ہے کہ ان کا کچھ نہیں ہو رہا تو میرا کیا کر لیا جائے گا۔ جناب سپیکر! اس سے جرائم پیشہ افراد کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس صوبے میں بھی اس کا ردعمل ہوتا ہے ۔

جناب سپیکر! میں نے رشوت کی بھی بات کی ۔ ایلیٹ فورس کی بھی بات کی ۔ اب اسی ایلیٹ فورس کی کارکردگی پر حکومت اپنے بقایا دن گزارنا چاہتی ہے کہ ہم ایک ایسی فورس بنا رہے ہیں کہ جس دن وہ فیلڈ میں آئی تو اس دن نہ کرائم ہوگا اور نہ یہ رشوت ہوگی ۔ ہم ان کو اس طریقے سے ٹرینڈ کر رہے ہیں اور جس کے لیے ضمنی بجٹ میں بھی کافی پیسے رکھے گئے ہیں اور اس بجٹ میں بھی کافی پیسے رکھے گئے ہیں ۔ جناب سپیکر! اس میں میرا یہی نقطۂ نظر ہے کہ جس طریقے سے پہلی فورسز بنائی گئی ہیں جو حشر ان کا ہوا ہے ۔ میں یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ اس فورس کا وہی حشر نہ ہو۔ لیکن جتنے ہمارے اقدامات ہیں سابقہ ادوار میں ہم نے دیکھے ہیں ان کا تو نتیجہ منفی ہی ملا ہے ۔ اللہ کرے اور اللہ ان عوام کی دعاؤں کو منظور کرتے ہوئے ان کے تحفظ کرنے کے لیے ان کے دلوں

میں کوئی رحم آجائے تاکہ عام آدمی اور بے گناہ آدمی جو اس دہشت گردی کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں اور بے گناہ مظلوم لوگ جن کے گھر اجڑ رہے ہیں انہی کی دعائیں سن کر اللہ تعالیٰ ان کا تحفظ کرے ۔ جناب سپیکر ! پولیس کی کارکردگی بری ہوئی ہے یا غلط ہوئی ہے اس میں کئی فیکٹرز ہیں۔ اس میں ہمارا بھی ہاتھ ہے اور اس حکومت کا سب سے بڑا ہاتھ ہے جنھوں نے اپنے پسندیدہ لوگوں کو جن کی فیلڈ میں کوئی کارکردگی نہیں تھی ان کو out of turn promotions دیں۔ جناب سپیکر ! آپ حیران ہوں گے کہ پچھلے دنوں ایک ڈی ایس پی کو ایس پی بنا دیا گیاکہ ایک حدود کا پرچہ درج ہوا ۔ اور ساتویں دن اس نے عدالت میں اس کا چالان داخل کرایا۔ جناب سپیکر ! یہ لوگ اس لیے بھرتی نہیں ہوتے ۔یہ کس لیے بھرتی ہوتے ہیں کہ گھر میں بیٹھے رہیں اور تنخواہیں لیتے رہیں؟ ایک سیٹ رولز کے تحت جو انھیں کام کرنا ہے اسی میں اس کو ایس پی بنا دیا گیا۔ اس کے بیچ کے جو دوسرے لوگ ہیں جن کے بارے میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس سے زیادہ دیانتدار ہوں گے ۔ صرف وہ دیانتدار نہیں ہے ۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ان کی کارکردگی بہتر رہے گی؟ آپ سمجھتے ہیں کہ ان کا دل بہتر کام کرنا چاہے گا؟ صرف اور صرف اس کا مقصد یہ ہے کہ ان کی خوشامد کے لیے ان کے کسی ناپسندیدہ افراد کو ضرور اذیت دی ہوگی اور اس کا انھوں نے اس کو صلہ دیا۔

جناب سپیکر ! جب یہ میرٹ کی بات کرتے ہیں تو مجھے ان کی باتوں اور ان کے عمل سے دکھ ہوتا ہے ۔ ان کے عمل میں اتنا تضاد ہے جس کا آپ کا اندازہ نہیں لگا سکتے ۔ جناب سپیکر ! اسی کو آپ میرٹ کہتے ہیں کہ ایک ایس ایچ او نے اس کی تفتیش کی ۔ ڈی ایس پی کا صرف یہ کام ہے کہ وہ ایس ایچ او کی تفتیش کو سیکنڈ کرتا ہے ۔ اس کو دستخط کر کے لیگل برانچ میں بھیجتا ہے ۔ اور اس کو ایس پی بنا دیا گیا۔ اسی طرح کی اور بہت ساری مثالیں ہیں کہ out of turn ترقیاں دی گئیں۔ میں نے دیکھا ہے اور میں نے محسوس کیا ہے کہ جب سے یہ قانون اس ہاؤس سے پاس کرایا گیا اپنی خواہش کے مطابق اس وقت سے یہ سلسلہ جاری ہے ۔ بہت کم محکمے ہیں جہاں کہیں out of turn promotions ہیں ۔ صرف پولیس میں out of turn promotions دی گئیں جس کی وجہ سے محکمہ میں تضاد پیدا ہوا اور انھوں نے یہ سمجھا کہ جب ہم اتنی محنت سے اور اتنی کوشش سے کام کرتے ہیں لیکن out of turn promotions کرپٹ اور خوشامدیوں کو ملتی ہیں تو پھر ہمارا کیا ہے ۔ پھر ہم اس ملک میں یا اس صوبے میں کیوں کارکردگی بہتر کریں۔ جناب سپیکر ! اگر صوبے میں امن

لانا ہے اور صوبے کی فورس کو بہتر کرنا ہے تو پھر اپنی پسند نا پسند کو سامنے نہیں رکھنا پڑے گا۔ ان کا دل ضرور چاہتا ہوگا کہ فلاں آدمی ان کی زیادہ خوشامد کرتا ہے اور وہ بہتر ہے لیکن جناب سپیکر! جب یہ میرٹ کی بات کرتے ہیں تو یقین کریں کوئی میرٹ نہیں۔ جو ان کی پسند ہے وہی میرٹ ہے۔ جب تک یہ اپنے آپ میں خامیاں دور نہیں کریں گے ۔ یہاں مجھے ایک مثال یاد آ گئی ۔ خود انحصاری۔۔۔۔ یہ گاڑیاں چھوڑ رہے ہیں ' فلاں چیز چھوڑ رہے ہیں۔ جس دن چیف منسٹر صاحب سعودی عرب سے تشریف لائے ۔ ان کا ایئر پورٹ پر گاڑیوں کا پورا فلیٹ پہنچا ہوا تھا ۔ لیکن وہ وہیں سے ہیلی کاپٹر پہ رائے ونڈ تشریف لے گئے ۔ اسی طرح خود انحصاری ہوگی۔ اسی طرح اگر آپ اور میں عمل کریں گے تو اس کا رد عمل ایکشن عام آدمی پر کیا ہوگا۔ پہلے ہمیں اپنے آپ کو ٹھیک کرنا ہوگا۔ صرف باتیں' نہیں' اس کا عمل بھی ہمیں کرنا ہوگا۔ تب ہی ہم اس معاشرے کو اور دوسرے محکموں کو ٹھیک کر سکیں گے ۔ جب تک ہم سفارش پہ بھرتی کرنے کی خواہش رکھیں گے ۔ جس طریقے سے پبلک سروس کمشن کو اپنے ہاتھ میں لے لیا کہ ان کے ممبران جب ریٹائر ہوں گے یا اپنا کنٹریکٹ چھوڑ دیں گے تو ان کو پھر کسی بہتر ملازمت میں جگہ دیں گے۔ جب حکومتی لوگ اس طرح کے قانون پاس کروائیں گے تو کیا پھر اس کا ردعمل بہتر ہوگا؟ اسی پبلک سروس کمشن کے پاس پولیس کی بھرتی بھی ہے' باقی محکموں کی بھرتی بھی پبلک سروس کمشن کے ذریعے ہوتی ہے۔ پہلے تو انھوں نے جوش میں آ کر کہہ دیا کہ ہم تمام قسم کی بھرتیاں پبلک سروس کمشن کو دے رہے ہیں۔ اب جب انھیں احساس ہوا کہ یہ تو غلطی ہو گئی ہے' اب اس پر کنٹرول کیسے کیا جائے؟ جناب والا! اپنی اسی غلطی کو کنٹرول کرنے کے لیے پھر یہ اس طرح کی قانون سازی لائے کہ وہاں جو ممبران بیٹھے ہیں ان کو کس طرح یہ لالچ دے سکتے ہیں' انھیں لالچ دے کر اپنا مطلب کیسے نکالتے ہیں۔ یہ سب وہی پرانے طریقے ہیں لیکن یہ انھیں ایک دوسرے طریقے سے اپنا رہے ہیں۔ نہ تو ان کی نیت میں نہ کارکردگی میں اس لیے عام عوام میں ان اقدامات کے نتائج بہتر نہیں ہو رہے۔ جناب سپیکر! میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک مثال پیش کروں گا کہ ایک دن کوئی عورت اپنے بچے کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ' اس بچے کو سمجھائیں' کیونکہ یہ گڑ زیادہ کھاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسے کل لے آنا۔ وہ عورت اپنے بچے کو دوسرے دن لے جاتی ہے اور وہی درخواست رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ

وسم سے لرتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بچے کو نصیحت فرماتے ہیں کہ گڑ نہ کھایا کر۔ وہ عورت بڑی حیران ہوتی ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ الفاظ بچے کو کل فرما دیتے تو مجھے آج دوبارہ نہ آنا پڑتا۔ چنانچہ اس عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کل جب آپ بچے کو لے کر آئی تھیں تو اس وقت میں نے خود گڑ کھایا ہوا تھا' لہٰذا میں بچے کو کیسے نصیحت کرتا؟ جناب سپیکر! ہمیں بھی اسی طرح عمل کرنا ہوگا تب اس معاشرے میں بہتری کی کوئی امید رکھی جا سکتی ہے ورنہ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا اور عوام نے بھاری mandate دینے کے بعد اس حکومت سے جو بہت بڑی توقعات وابستہ کر رکھی ہیں وہ مایوسی میں بدلیں گی۔ عوام مایوس ہوتے جائیں گے' ان کی زندگی کے کسی بھی شعبے میں بہتری نہیں آئے گی۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہی گزارش کرتا ہوں کہ جہاں میں نے پولیس پر تنقید کی وہاں میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ پولیس ملازمین کو ان کی ملازمت کا تحفظ دیا جائے' دیانت دار اور خوشامدی' چاپلوس افسروں میں تفریق' فرق رکھا جائے۔ جو لوگ دیانت داری سے کام کریں ان کی ہمیں عزت کرنی چاہیے' خوشامد پسند' غلط کار لوگوں کو out of turn ترقی نہ دی جائے۔ انھی الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا اور میں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: سید اکبر خان صاحب! شکریہ۔

ملک محمد عباس کھوکھر: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میرے بڑے ہی قابل احترام بھائی سید اکبر خان صاحب نے آج جو داستان غم بیان کی ہے' جو نکتے اپنی تقریر میں اٹھائے ہیں اس بارے میں میری یہ گزارش ہے کہ یہ پہلے ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر تو دیکھیں کہ انھوں نے اپنے دور میں کیا کچھ نہیں کیا؟ انھوں نے لوگوں کی ناکوں میں نتھیں ڈلوا کر تھانوں میں لٹکوایا اور شریف آدمیوں کو بیڑیاں لگوائیں۔ جناب سپیکر! یہ سب چیزیں آپ کے علم میں ہیں۔ جناب والا! میں ان کو چیلنج کرتا ہوں کہ ہماری حکومت کے ڈیڑھ سالہ عرصے کے بارے میں آپ کمیشن بنا دیں جس میں میرا بھائی بھی ممبر ہو' میں بھی ممبر ہوں۔ یہ کمیشن دیکھے کہ آیا ہم نے اچھے کام کیے ہیں کہ نہیں۔ علاوہ ازیں اگر ان کے ذہن میں مزید کوئی اچھے منصوبے ہیں تو وہ ہمیں بتائیں' ہم ان پر عمل درآمد

کروائیں گے۔ آپ ہمارے SPs,DCs دیکھیں' اگر کوئی ایماندار نہیں ہے تو نشان دہی کریں۔ انھوں نے اپنے دور میں رشوت کے بازار گرم کیے' انھوں نے جو جو کچھ کیا اسے سنبھالنے کے لیے بھی ہمیں ایک عرصہ درکار ہوگا' جو کچھ ہمیں ان کی طرف سے وراثت میں ملا ہے اس پر ہم نے بہت محنت کی ہے جسے یہ تسلیم کرنے کی بجائے اعتراض برائے اعتراض پہ لگے ہوئے ہیں۔ میں اپنے بھائی صاحب سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اپوزیشن میں ہونے کی وجہ سے آپ نے اپنا فرض ضرور پورا کرنا ہے' لیکن ذرا اپنا گریبان اور دور بھی دیکھ لیں۔ جناب والا! انھوں نے اپنے دور حکومت میں ہمارے ساتھ وہ وہ زیادتیاں' ظلم کروائے کہ جن پر انسانیت کانپ اٹھتی ہے۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے افسران کی اکثریت ایمان دار ہے' وہ انصاف کرتے ہیں۔ کل وزیر خزانہ صاحب نے اپنی تقریر میں ڈکیتوں کو ڈکیت کہا تو انھوں نے اس پر بھی اعتراض کیا۔ جناب سپیکر! کمیشن مافیا ان کے دور میں پروان چڑھا۔ آپ ہر محکمے میں ایک نظر ڈال کر دیکھ لیں' انھوں نے مختلف محکموں میں جو لوگ بھرتی کیے ان میں ایک آدمی بھی اس قابل نہیں کہ اسے بھرتی کیا جائے۔ اب اگر ہم پبلک سروس کمیشن کے ذریعے بھرتی کریں تو پھر بھی یہ اعتراض کرتے ہیں' اچھا کام کریں تو بھی ہمارا گناہ۔ ان کے دور میں امن و امان کی جو صورت حال تھی اس کا آج کی صورت حال سے موازنہ کر کے دیکھ لیں۔

جناب سپیکر: ملک عباس کھوکھر صاحب! اب آپ تشریف رکھیں۔ سردار رفیق حیدر لغاری!

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر: یہ وزیر بننے کے لیے اتنی خوشامد کر رہے ہیں۔ میرے وہ بھائی ہیں میں آپ سے سفارش کروا دیتا' لیکن اگر آپ نے ان کی سفارش کر دی تو پھر یہ وزیر بنتے ہوئے بھی نہیں بنیں گے۔ پھر بھی میں ان کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اتنی خوشامد کے بعد اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے اور انھیں وزیر بنائے۔

جناب سپیکر: جی سردار رفیق حیدر لغاری صاحب!

سردار رفیق حیدر لغاری: جناب سپیکر! میں آپ کا بے حد مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اس کٹوتی کی تحریک پر بات کرنے کا موقع دیا۔ جناب والا! میں اس تحریک کو support کرتا ہوں' اس لیے کہ جس محکمے کو 1998-99 میں اتنی huge رقم مہیا کی جا رہی ہے وہ اس لائق ہی نہیں ہے۔ پچھلے سال بھی

اس محکمے کو بہت زیادہ فنڈز دیے گئے' بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ وفاقی حکومت میں دفاعی بجٹ اور صوبے میں پولیس کا بجٹ دونوں بہت زیادہ ہیں۔ جناب والا! ابھی ملک عباس کھوکھر صاحب اپنے کچھ شکوے بیان کر رہے تھے۔ میں ملک صاحب کی خدمت میں صرف اتنا ضرور عرض کروں گا کہ وہ اس چیز کو تسلیم نہ کریں کہ پولیس والے ان کے بچونگڑے ہیں' وہ ان کو protect نہ کریں' کیونکہ جب سے اس محکمے کو حکومت وقت نے اپنا آلہ کار بنانا شروع کیا ہے اس وقت سے اس محکمے کا بیڑہ غرق ہوا ہے۔

ملک محمد عباس کھوکھر: جناب والا! میرا نام لیا گیا ہے میں نکتۂ ذاتی وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں نہیں' لغاری صاحب کو بات کرنے دیں' آپ تشریف رکھیں۔ آپ نے خود ہی غلط سلسلہ شروع کیا تھا۔

سردار رفیق حیدر لغاری: جناب والا! میں اس لیے یہ عرض کر رہا ہوں کہ اس محکمے کو اتنے زیادہ فنڈز نہ دیے جائیں کیونکہ اگر آپ ان کی کارکردگی پر نظر ڈالیں تو موجودہ امن و امان کی صورت حال اس بات کی شاہد ہے کہ پولیس مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ مجھے حیرت یہ ہے کہ اس محکمے کے بارے میں کچھ عرصہ پہلے بہت سارے کمشن بنے'

(اس مرحلے پر جناب چیئرمین چودھری محمد اعظم چیمہ کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

اس کمیشن پر کروڑوں روپے خرچ ہوا اور انھوں نے اپنی آراء دیں۔ اس پولیس کمیشن نے پولیس کی کارکردگی کو مد نظر رکھتے ہوئے اس محکمے کی بہتری کے لیے دو رپورٹیں بنائیں۔ نہ جانے وہ رپورٹیں کس سرد خانے میں جمع ہو چکی ہیں۔ آج تک ان کو باہر نہیں نکالا گیا اور نہ ان کو review کیا گیا تاکہ اس محکمے کی کارکردگی کو بہتر بنایا جائے۔ لہٰذا میں آپ کے توسط سے گزارش کروں گا کہ وہ کمشن رپورٹیں بھی شائع کرائی جائیں تاکہ ہمارے علم میں آ سکے کہ کمیشنز نے کیا کیا recommend کیا' کیونکہ اس پر Punjab exchequer میں سے خرچ ہوا تھا اس کے برعکس حکومت وقت نے کیا کیا اقدامات کیے ہیں؟ جناب والا! جہاں تک پولیس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کیونکہ وقت کی ضرورت ہے آبادی بڑھ چکی ہے اور کرائم کو کنٹرول کرنے کے لیے ہم نے اس محکمے

کو سائنٹیفک طریقے ' آٹو میٹک اسلحے اور گاڑیوں سے equip کرنا ہے تاکہ وقت کے تقاضے کے مطابق یہ محکمہ meet کر سکے۔ ہمیشہ یہی بہانا سنایا گیا ہے اور اسی بہانے پر پچھلے بجٹ میں بھی ایک خطیر رقم رکھی گئی اور اس دفعہ پھر propose کی گئی ہے۔ جناب والا! میں صرف اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اگر اس محکمے کے پاس گاڑیاں نہیں ہیں وسائل نہیں ہیں تو اگر آپ کسی وقت رورل ایریاز کے ڈویژن کے DIGs کی movement کو دیکھ لیں۔ تو میرے خیال میں وزیر اعلیٰ کی اتنی movement نہیں ہوگی جتنی ایک ڈی آئی جی کی ہے۔ جب وہ ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں جاتا ہے تو چھ چھ گاڑیاں اس کے آگے اور چھ چھ گاڑیاں اس کے پیچھے ہوتی ہیں اور جس طریقے سے وہاں پر پولیس متعین کی جاتی ہے اور جس طریقے سے ڈی آئی جی کو وی آئی پی treatment دیا جاتا ہے وہ تو بالکل اس کے برعکس ہے کہ اس محکمے کے پاس فنڈز نہیں ہیں۔ کیونکہ ڈی آئی جی کے ساتھ جتنی گاڑیاں move کرتی ہیں ان کا پٹرول' اس میں بیٹھا ہوا سٹاف اور جتنا سٹاف آگے متعین ہوتا ہے اور کہاں کہاں سے پولیس اکٹھی کر کے ان کے routes پر اور ان کے گیٹ پر متعین کی جاتی ہے۔ جناب والا! اسی طریقے سے ایس پی اور ڈی آئی جی حضرات کے گھروں پر سیکورٹی کا بندوبست دیکھ لیں۔ میں تو حیران ہوں کہ ہم ان کو کہتے تو اپنا محافظ ہیں ' انھوں نے اپنا motto بھی محافظ رکھا ہوا ہے مگر وہ خود اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتے اور جس طریقے سے انھوں نے اپنے گھروں اور دفاتر میں شان و شوکت کے لیے جتنا سٹاف مہیا کر رکھا ہے اور یہ سارا سٹاف اسی پولیس میں سے لگا ہوا ہوتا ہے۔جناب والا! اگر آپ اس محکمے کو مزید رقوم دیں گے یا مزید فورس دیں گے تو جب تک لوگ ان کی کارکردگی سے مطمئن نہیں ہوں گے تو یہ سارا پیسہ بے جا خرچ ہوگا اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ان کی کارکردگی کے بارے میں سعید اکبر صاحب نے بھی ہاؤس کو بتایا ہے ' سعید منیس صاحب نے بھی بتایا مگر میرا مشاہدہ تو کچھ اور ہے کہ اگر میں یہ کہوں کہ سب نہیں کیونکہ پانچوں انگلیاں برابر نہیں مگر اس فورس میں ایسے لوگ بھی ہیں جو کرائم بڑھانے کے موجب بن رہے ہیں۔ جناب والا! آپ ذرا رورل ایریاز میں تھانوں کی صورت حال دیکھیں تو آپ حیران ہوں گے کہ وہاں پر جتنے پرچوں کا اندراج ہوتا ہے ان میں 90 فی صد رشوت کی بنیاد پر پرچے کاٹے جاتے ہیں۔ heinous crime کا پرچہ تو بہت کم لیا جاتا ہے' actual crime کا پرچہ تو بہت کم لیا جاتا ہے۔ زیادہ تر پرچے وہ ہوتے ہیں جو میں نے رشوت دے کر کسی کے خلاف کٹوایا' کسی نے رشوت دے

کرسی کے خلاف لڑوایا اور یہی صورت حال کریمنل لوگوں کو پکڑنے کی ہے۔ اگر کوئی بٹیرا ان کے پیر کے نیچے آ جائے تو پھر ان سے بڑا بہادر اور کوئی نہیں' مگر ان کو کسی دہشت گرد کے پیچھے لگایا جائے ' کسی کریمنل کی نشان دہی کی جائے' کسی علاقے کے بارے میں معلومات فراہم کی جائیں تو وہاں گھسنا یا ان کا پیچھا کرنا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ جناب والا! میرے حساب سے اس وقت پولیس فورس کارکردگی کے لحاظ سے 0/0 ہو چکی ہے۔ ایک دوست مجھے مذاق سنا رہے تھے کہ ایک شہر میں رات کو کسی گھر میں ڈکیتی ہوئی تو گھر والے بڑے سمجھ دار تھے ان کے پاس ایک artificial پٹاخوں والا پستول تھا جو دیکھنے میں اصلی لگتا تھا۔ انھوں نے دو چار پٹاخے چھوڑ دیے جس سے وہ کریمنل لوگ ڈر کر بھاگ گئے۔ جیسے ہی وہ کریمنل لوگ نکلے تو تھوڑی دیر بعد پولیس پہنچ گئی اور انھوں نے کہا کہ آپ کے پاس اسلحہ ہے وہ دیں۔ تو انھوں نے کہا کہ ہمارے پاس کوئی اسلحہ نہیں۔ تو پولیس نے کہا کہ اگر اسلحہ نہیں تو ڈکیت کیسے بھاگ گئے؟ انھوں نے وہ پستول دکھایا کہ یہ artificial ہے اور اگر ڈکیت بھوے سے بھاگ گئے ہیں تو ہماری خوش قسمتی' ہم نے تو اس سے بھگائے ہیں۔ جب پولیس والوں کا اور کوئی بس نہ چلا تو انھوں نے کہا کہ ٹھیک ہے اور چلے گئے۔ جونہی پولیس والے گئے تو وہی ڈکیت تھوڑی دیر بعد واپس آ گئے۔ تو اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ کہ کرائم میں بھی ان کے بعض لوگ ملوث ہیں۔ بلکہ اب یہ بات مشہور ہو گئی ہے اور خاص طور پر لاہور میں مشہور ہو گئی ہے کہ جس گلی میں سے موبائل سکواڈ پھر جائے اس گلی والے ساری رات جاگ کر دعائیں مانگتے ہیں کہ آج اس گلی میں کوئی ڈکیتی نہ پڑے کیونکہ ایسے شواہد موجود ہیں کہ جہاں وارداتیں ہوئیں تو ساتھ والی گلی سے موبائل سکواڈ گزری۔ تو میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جہاں ہم funds provide کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہاں ہم ان کی کارکردگی کو بہتر بنانے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ بجائے اس کے کہ ہم ایک فورس کو بہت بڑا پہاڑ بناتے چلے جائیں۔ ہم پہلے اس کی پچھلی کارکردگی پر نظر ڈالیں کہ اس صوبے نے اپنا پیٹ کاٹ کر اس فورس کو اتنے پیسے مہیا کیے اس کے نتائج کیا نکلے؟ جناب والا! اصل حقیقت بھی یہی ہے کہ پولیس کی کارکردگی کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کی ٹریننگ بہتر کرنی پڑے گی۔ ان میں احساس ذمہ داری اجاگر کرنا پڑے گا' ان کے کردار کو develop کرنا پڑے گا تب جا کر ہم اپنے مقاصد حاصل کر سکیں گے' otherwise صرف فنڈز مہیا کرنے سے ہمارے مقاصد حاصل نہیں ہوں گے۔ جناب والا! میں مثال

کے طور پر عرض کروں گا کہ آپ خود کسی بھی جگہ اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ کہنے کو تو ایک سپاہی کو فوج میں زیادہ سہولتیں مہیا ہیں لیکن اگر آپ ریکروٹمنٹ کے لیے کہیں فوج کا دفتر کھول لیں اور ساتھ ہی پولیس کا بھی کھول لیں۔ تو اگر پانچ ہزار درخواست دہندہ پولیس کے لیے ہوں گے تو بمشکل دو سو اپنے آپ کو فوج کے لیے پیش کریں گے حالانکہ body requirement, education wise قد' چھاتی یہ سب requirements ایک جیسی ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ پولیس میں اتنی attraction ہے؟ وجہ صرف یہی ہے کہ یہ محکمہ source of income والا ہے۔ جناب والا! میں تو یہ بھی کہوں گا کہ اب حالات اس کنارے پر آ پہنچے ہیں کہ پہلے ہم کراچی اور سندھ کی باتیں کرتے تھے لیکن میں اپنے علاقوں کی بات کرتا ہوں کہ اب ہمارے ہاں بھی لوگ مغرب سے پہلے پہلے آنا پسند کرتے ہیں' اور اگر کسی کو کسی جگہ مغرب ہو جائے تو وہ کوشش کرتا ہے کہ جہاں کوئی ہے وہیں ٹھہر جائے۔ مگر آپ فورس دیکھیں تو تھانوں پر فورس بھی موجود ہے' اگر گاڑی دیکھیں تو ہر تھانے کو گاڑی بھی مہیا کی گئی ہے' اگر آپ pickets دیکھیں تو pickets بھی لگی ہوئی ہیں۔ اور یہ تو میرے خیال میں آپ کے اپنے مشاہدے میں بھی آیا ہوگا کہ لاہور میں آٹھ نو بجے کے بعد جتنی pickets روڈوں پر ہوتی ہیں' ماسوائے لوگوں کی harrassment کے ان کا کوئی کام نہیں ہوتا۔ کرائمز کو کنٹرول کرنے میں آج تک فائدہ بہت کم ہوا ہے۔ میری یہی گزارش ہوگی کہ ہمیں ان کی اصلاح کے اوپر ان کی ٹریننگ کے اوپر ان کی کارکردگی کے اوپر زیادہ زور دینا چاہیے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ ہم باقی ڈویلپمنٹ فنڈز کاٹ کاٹ کر ان کو provide کرتے چلے جائیں اور جس کا نتیجہ ہمیں یہ نہ دے سکیں۔

جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کروں کہ اس فورس کے متعلق میں صرف ملک صاحب کو ہی نہیں کہہ رہا تھا بلکہ اب حقیقت یہی ہے کہ حکومت وقت نے اس کو اپنا آلۂ کار بنا لیا ہے۔ ابھی کھوسہ صاحب نے پچھلے دنوں ایلیٹ فورس کے بارے میں بڑی اونچی آواز میں ان کی خوبیوں کو بیان کیا مگر پچھلے چند دنوں کے اخبارات ہی آپ دیکھیں تو ایلیٹ فورس کا بھی کام صرف مخالفین کو تنگ کرنا ہے۔ ابھی مشتاق اعوان صاحب کے بارے میں دو دفعہ اخبارات میں آیا ہے۔ یہی ایلیٹ فورس ان کو روکتی رہی ہے ان کو پریشان کرتی رہی ہے۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ فورسز کا آپ کچھ نام دے دیں مگر میری نظر میں تو یہ ایلیٹ فورس بھی گسٹاپو کی طرح حکومت

وقت اپنے لیے ایک بہت بڑا weapon تیار کر رہی ہے تاکہ وہ اپنے مخالفین کو crush کر سکیں۔ اس کے علاوہ کمانڈو ایکشن کروا سکیں جہاں چاہیں جس کو چاہیں روک سکیں۔ ہمیں پولیس کے بارے میں نظر ثانی کرنی چاہیے اور اس فنڈ کو کٹ ڈاؤن کرنا چاہیے۔ ان کی کارکردگی کو بہتر کرنے کے لیے اس محکمے کی اصلاح کرنی چاہیے۔میں اپنی بات یہاں پر ختم کرتا ہوں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین:وٹو صاحب۔

جناب معظم جہاں زیب احمد خان وٹو: جناب چیئرمین میں نے یہاں پر کٹوتی کی تحریک پیش کی ہے کہ پولیس ڈیپارٹمنٹ کے لیے جو 6 ارب 41 کروڑ 50 لاکھ 31 ہزار روپے کے فنڈز رکھے گئے ہیں ان کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔ جناب چیئرمین پولیس ڈیپارٹمنٹ کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ پولیس کی ذمہ داری عوام کے جان و مال کا تحفظ ہوتا ہے اور ان کو پروٹیکشن دینا ہوتا ہے۔ اگر پولیس ڈیپارٹمنٹ ٹھیک ہو جائے اور صرف اس محکمے کی کارکردگی بہتر ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے پچاس فی صد سے زیادہ مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ لوگوں کو انصاف ملنا اور جس سے زیادتی ہو اس کی داد رسی کرنا اس محکمے کا کام ہے۔ پچھلے دنوں بی بی سی نے پولیس کی کارکردگی کے متعلق ایک رپورٹ شائع کی اور اس رپورٹ میں جو انکشافات کیے گئے وہ چونکا دینے والے تھے۔ اس میں انھوں نے جو اعدادوشمار بتائے وہ ہم سب کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہیں۔ اس رپورٹ میں یہ ذکر کیا گیا کہ پولیس والے کس طریقے سے عوام کا استحصال کر رہے ہیں اور جب سنگین واقعہ ہوتا ہے تو کوئی بھی عزت دار شخص پولیس سٹیشن جانے سے کتراتا ہے۔ کیونکہ انصاف ملنا تو دور کی بات اس کو اپنی جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ جناب چیئرمین! اکثر جرائم کی جو وارداتیں ہیں ان میں پولیس والے ملوث ہیں اور یہ نہایت قابل تشویش بات ہے۔ میں ایک واقعہ کا ذکر کروں گا کہ فیصل آباد شیخوپورہ جانے والی ایک روڈ پر ڈاکوؤں نے ایک بس کو روکا اور ان کو لوٹنا شروع کر دیا۔ صبح کا ٹائم تھا ان کے پاس سے بمشکل سات آٹھ ہزار روپیہ ڈاکو برآمد کر پائے۔ کچھ ہی دیر بعد انھوں نے ان مسافروں سے معذرت کی اور ان کو پیسے واپس لوٹا دیے اور ان سے یہ کہا کہ اس واردات کرنے کے ہمیں پولیس والوں کو کم از کم دس ہزار روپے دینے ہیں۔ اگر اتنے پیسے ہم لیں تو ہمیں اپنی جیب سے انھیں پیسے دینے پڑیں گے۔ جناب چیئرمین! یہ جو جرائم میں پولیس

کی involvement ہے' اسے کس طرح سے روکا جا سکتا ہے؛ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی پولیس والا کسی واقعے میں ملوث ہوتا ہے اس کی تفتیش بھی چونکہ پولیس نے کرنی ہوتی ہے۔ وہ ہر طریقے سے اپنی پوری کوشش کرتے ہیں کہ اسے protect کیا جائے۔وہ اس کی تفتیش اس اینگل سے کریں گے کہ وہ کسی بھی عدالت سے بری ہو سکے اور ہر قسم کی سزا سے بچ سکے۔ کیونکہ وہ ان کے اپنے محکمے کے لوگ ہوتے ہیں۔ جناب والا! میری اس بارے میں ایک تجویز ہے۔ میں نے امریکہ میں دیکھا ہے کہ وہاں ان کا ایک انٹرنل آفیئر ڈیپارٹمنٹ ہے۔ اس محکمے کا کام صرف یہ ہے کہ پولیس کے محکمے کے جو لوگ کرپشن میں اور کسی جرم میں ملوث ہوتے ہیں تو وہ اس کی تحقیقات کرتا ہے۔ وہ ایک خود مختار ادارہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے ہاں بھی اس قسم کا محکمہ بنایا جائے جو خود مختار ہو کر کام کرے اور آئی جی کو رپورٹ کرے۔ اس کا کام صرف یہ ہو کہ جو پولیس والے کسی جرم میں ملوث پائے جاتے ہیں یا کسی کی کوئی شکایت ملتی ہے تو وہ اس کی آزادانہ طور پر تفتیش کرے اور اس کی رپورٹ پیش کرے۔میں سمجھتا ہوں کہ اس طریقے سے اس محکمے کی کارکردگی کو بہتر کیا جا سکتا ہے اور اس کے حالات کو سنوارا جا سکتا ہے۔ جناب چیئرمین! میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ سزا دینے اور ڈانٹ ڈپٹ سے انتظامیہ میں اعتماد پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اکثر اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے ایس پی کو ڈانٹ دیا' عوامی سطح پر اس کی insult کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ رویہ درست نہیں ہے۔شاید اس قسم کے رویے کا نتیجہ ہے کہ ایک ڈرائیور نے اپنے ڈی آئی جی اور اے ڈی آئی جی کو اپنے ہی ریوالور سے قتل کر دیا۔ یہ کتنا سنگین واقعہ ہے کہ ایک اتنے سینئر آفیسر کو' جو ڈسپلن فورس کا ہیڈ ہے' اس کو اسی کے ماتحت نے ہلاک کر دیا ہو۔ ایسی مثالیں بہت کم دیکھنے میں آتی ہیں۔ جناب چیئرمین! پولیس کے محکمے میں اچھے اور دیانت دار لوگ بھی ہیں ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ ڈی ایس پی اور اس سے نچلے لیول پر جو کرپٹ لوگ موجود ہیں ان کو اس محکمے سے نکالا جائے۔ ان کی جگہ دیانت دار اور ایسے نوجوان جن کے اندر محنت کرنے کا صحیح جذبہ ہو ان کو اس فورس میں شامل کیا جائے تاکہ وہ اس محکمے کے حالات کو سنوار سکیں۔میں اس کے ساتھ ہی آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین، سید مسعود عالم شاہ۔

سید مسعود عالم شاہ، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر! میں اس محکمے کے حوالے سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس محکمے کے بیشتر افراد جو اس سے منسلک ہیں' معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ انھیں لاء اینڈ آرڈر کی اے بی سی بھی نہیں آتی۔ یا وہ ابھی الف بے کے مرحلے میں پھر رہے ہیں۔ کیونکہ جناب سپیکر! ایک جنرل concept لیا جاتا ہے کہ ہم نے آرڈر ماننا ہے اور اپنے افسر کا آرڈر ماننا ہے۔ یہ تو گوروں والی پولیس ہے جس سے وہ militant forces قائم کرکے دوسرے علاقے کو اپنے کنٹرول میں لیا کرتے تھے یا انھیں' آپ aliens بھی کہہ سکتے ہیں۔

جناب والا! صرف افسر کا حکم ماننے سے law & order maintain نہیں ہوتا۔ بلکہ actual law & order سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اور ہمارے پاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا نظام ایک واضح مثال ہے۔ اسی مثال کو آج گورے اپنا رہے ہیں۔ ان کے پوائنٹس لے کر وہ اپنی اصلاح کر رہے ہیں۔ لیکن ہم اپنے خلیفہ دوم کی واضح مثال کو neglect کرتے ہوئے گوروں کے اصولوں پر چل رہے ہیں۔ جو پرانی روایات انھوں نے قائم کی تھیں وہی روایات آج تک قائم چلی آ رہی ہیں۔ ہمارے بیش تر عوام سادہ لوح ہیں۔ وہ پڑھائی اور قانون سے واقف نہیں ہیں۔ لیکن ان کے لیے حکومت ' ان کے لیے قانون' ان کے لیے ڈنڈا فورس صرف یہی پولیس ہے۔ پورے ملک میں پولیس کا یہ تاثر دیا گیا ہے کہ یہی گورنمنٹ ہے اور یہی ادارہ ہے اور یہی قانون ہے۔ جناب والا! یہ ہمارے لیے ایک بہت بڑا سانحہ ہے۔ میں یہاں پھر کہنا چاہوں گا کہ،

> What is Law? A body of rules set up by a government for the control and safety of its citizens.

لیکن اس کے برعکس پولیس کیا کر رہی ہے؟ وہ گورنمنٹ کی ایک آلۂ کار بنی ہوئی ہے۔ جناب والا! ہمارے ملک کے لیے یہ ایک بہت بڑا سانحہ ہے کہ ایک ادارہ جو Law enforcing ادارہ ہے وہ ایک حکومت کے اشارے پر ایک political victimization کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ جناب والا! اس ادارے کی اصلاح کی اشد ضرورت ہے۔ اور ساتھ ہی میں یہ کہوں گا کہ گورنمنٹ کی بھی duties ہیں کہ وہ صحیح طریقے سے قانون سازی کریں۔ وہ قانون سازی میں اکثر اوقات اس قسم کے flaws رکھ دیتی ہے۔ جیسے کہ اپوزیشن کی طرف سے ترامیم آئیں۔ ایک جگہ آیا کہ جناب' ملک میں

آدھی سے زیادہ آبادی عورتوں کی ہے۔ آپ اس قانون سازی میں he/ she کر دیں۔ اس کو صرف اس وجہ سے اپوز کیا گیا کہ It is assumed as such. کہا گیا اگر assumptions پہ لاء بنیں گے اس میں loopholes رکھے جائیں گے تو اس میں flaws ہوں گے۔ آگے جو law enforcing agencies ہیں وہ بھی اسی طرح عمل کریں گے۔ جناب والا! موجودہ حکومت نے سوچ لیا ہے کہ شاید اگلے پچاس سال تک انھوں نے ہی rule کرنا ہے۔ انھیں چاہیے تھا کہ ایسے rules فریم کیے جاتے کہ کل کو انھوں نے بھی اپوزیشن میں بیٹھنا ہے۔ اور کوئی بھی گورنمنٹ کل کو ان کے rules کو غلط استعمال میں نہ لا سکے۔ جناب والا! جیسا کہ ایک famous saying ہے کہ،

Temptation usually comes in through a door which is deliberately left open.

تو قانون میں ایسے flaws یا ایسی کوتاہیاں نہ رکھی جائیں جس کو misuse کیا جا سکے۔ especially یہ ادارہ تو law enforcing ادارہ ہے اور یہ اس سے منسلک ہے۔ اسی طرح جناب والا! میں law کے بارے میں عرض کر چکا ہوں۔ اور Law and order generally اس پورے محکمے میں ایک غلط implementation سے obey کیا جا رہا ہے۔ جب کہ آرڈر کا آپ اگر لفظی معنی دیکھیں تو اس میں یہی آتا ہے کہ،

correct arrangement or condition resulting in tranquility

اور ہمیں تو tranquility پورے ملک میں کہیں نظر نہیں آتی۔ نہ کہیں sense of security ہے نہ سکون ہے اور نہ ہی امن عامہ ہے۔ جناب والا! اس وقت ملک ایک بہت بڑے بحران میں مبتلا ہے۔ پوری دنیا ہمارے خلاف اکٹھی ہو چکی ہے۔ خاص طور پر میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جیسے امریکہ نے پہلے روس کو black mail کیے رکھا ہے کہ روس پوری دنیا کو کھا جائے گا۔ پھر روس کے ختم ہونے کے بعد اس نے مسلم ورلڈ یعنی اسلامی دنیا کو بھی بلیک میل کیا ہوا ہے کہ یہ مسلمان پوری دنیا کے لیے ایک چیلنج ہیں۔ اس حکومت نے بھی یہی وتیرہ بنا رکھا ہے کہ یہ سابقہ دور میں پیپلز پارٹی کی کارگزاری تھی یہ اس کی وجہ سے اور وہ اس کی وجہ سے۔ جناب والا! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اپنی اصلاح کریں، یہ اپنا اچھا نام چھوڑیں، یہ پیچھے کی lame excuse کہنا چھوڑ دیں اور اپنی کارگزاری دکھائیں۔ جناب والا! میں پہلے بھی اپنی بجٹ تقریر میں عرض کر چکا ہوں کہ یہاں

پولیس کی ناکامی کی وجہ سے سینٹ کے ادارے کی تشکیل ہوئی۔ ان کے اراکین پر لاٹھی چارج ہوا اور ان کے ساتھ بہت زیادتی کی گئی۔ یہ بھی گورنمنٹ کی طرف سے ان کو misuse کیا گیا۔ اسی طرح جناب والا!میرے فاضل دوست بھی کہہ چکے ہیں کہ اس چیئر کے ساتھ بھی اسی قسم کا واقعہ ہوا۔ اور اس کے ساتھ اپوزیشن لیڈر اور میرے اپوزیشن کے دوستوں نے بہت سارے figures quote کیے جو واضح ثبوت ہے کہ اس محکمے میں کوئی خاطر خواہ ترقی نہیں ہو رہی۔ جناب والا! میں یہاں کہنا چاہوں گا کہ اس ادارے کو law enforcing ادارہ ہونا چاہیے اور اس ادارے میں جو recruitments ہو رہی ہیں' وہ بھی ترقی یافتہ ممالک کی طرح ہوں۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسئ صدارت پر تشریف فرما ہوئے)

جناب سپیکر! میں recruitments کے حوالے سے عرض کر رہا تھا کہ ہمیں ترقی یافتہ ممالک کی recruitments سے سبق لینا چاہیے۔ جیسا کہ امریکہ' جاپان اور اسی طرح دیگر ترقی یافتہ ممالک میں جو recruitment ہوتی ہے وہ علاقے کی مناسبت سے ہوتی ہے اور اسی علاقے میں سے لی جاتی ہے۔ لیکن غور طلب اور توجہ طلب امر یہ ہے کہ جو Southern پنجاب خصوصاً بہاول پور ڈویژن ہے وہاں کے اکثر افسر upper پنجاب سے آتے ہیں۔ اور وہاں پر یہ normal practice چل رہی ہے' کیوں کہ افسران بھی اسی علاقے سے تعلق رکھتے ہیں تو ان کے ڈومیسائل بھی بآسانی وہاں سے بن جاتے ہیں۔ اور انہی fake ڈومی سائلز پہ اکثر recruitments اس علاقے کو نظر انداز کرکے اس ایریا سے لی جاتی ہیں۔ جناب والا! میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ یہ aliens اور militants کا سا تاثر دے رہے ہیں۔ جو ایک مقامی افسر ہوتا ہے تو وہ مقامی جرگہ' مقامی قبیلہ اور مقامی لوگوں کے مسائل جانتا ہے۔ اور وہ مقامی لوگوں کو اسی لحاظ سے table کرتا ہے۔ جب کہ اس علاقے سے اگر recruitment نہیں ہوگی اور باہر کا آدمی آئے گا تو میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ وہ صرف order enforcing agency ہوگی۔ وہ موقع کی مناسبت سے کوئی حل نہیں کر سکے گا۔ order enforcing agency کا تو یہ واضح ہے کہ اکثر پولیس مقابلوں میں لوگ مار دیے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پولیس والوں کو یہ جرأت ہوئی ہے کہ بہاول پور کا جو سانحہ ہوا ہے وہ اسی کی ایک کڑی ہے۔ یا پھر میں یہ سمجھتا ہوں کہ پولیس والوں میں ایک بہت بڑا گینگ involve تھا جنھوں نے ایک ایماندار DIG کو آگے چلنے ہی نہیں دیا۔ جناب والا! اس کے ساتھ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ مقامی recruitment سے اعتماد

بحال ہوگا اور وہاں کے لوگ ان سے cooperate کریں گے۔ وہاں کے لوکل لوگ آپس میں ایک دوسرے کو بخوبی جانتے ہیں۔ اگر باہر سے کوئی dacoits آئیں گے یا اس قسم کی کوئی intervention ہوگی تو وہ ایک family set-up کی طرح ڈٹ کر اس کا مقابلہ کریں گے۔ اگر اس قسم کا وہاں پر تاثر دیا جاتا رہا کہ باہر کے لوگ آ کر وہاں افسر لگیں گے تو مقامی لوگ کچھ بھی تعاون کرنے پر تیار نہیں ہوں گے بلکہ وہ کہیں گے کہ یہ پولیس کا کام ہے پولیس ہی اس کو ڈھونڈے۔ اور وہ سارا set-up ایک کرپشن کا شکار ہو جائے گا۔

جناب والا! اس کے ساتھ میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ جہاں پر پولیس کی responsibility کو criticise کیا گیا ہے وہاں میں حکومت سے یہ کہوں گا کہ ان کی تنخواہیں بڑھا دی جائیں۔ جیسا کہ ایک سانحہ ہوا ہے۔ یہ صرف ایک کانسٹیبل کا قتل نہیں ہوا' یہ سارے تنخواہ دار طبقے کا قتل ہوا ہے' جس میں یہ مایوسی پائی جاتی ہے۔ وہ لوگ benefits کے بغیر اتنی taxation کو برداشت نہیں کر رہے۔ اس ادارے کو چاہیے کہ خاص طور پر ایمان دار افسران کی تنخواہیں بڑھا کر ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ میں جہاں یہ benefits دینے کے لیے عرض کر رہا ہوں' وہاں یہ بھی کہوں گا کہ کرپٹ افسران کو وارننگ نہ دی جائے۔ ان کو معطل کیا جائے' ان کو ایک مثال بنایا جائے۔ اسی طرح اس ادارے میں بہت بڑی رقم رکھی گئی ہے۔ ہمارے سائنس دان پہلے ہی Global Position System کو utilize کر رہے ہیں۔ اس سسٹم کے تحت سیٹلائٹ سے پوزیشن حاصل کر کے ٹارگٹ پر میزائل بھی چھوڑے جاتے ہیں۔ اس محکمے کے کل بجٹ کے صرف ایک یا ڈیڑھ فی صد سے یہ سسٹم ایک سو گاڑیوں پر لاگو ہو سکتا ہے۔ اس سسٹم کے تحت ایک بیس کیمپ بنایا جاتا ہے' جو ہیڈ کوارٹرز پر ہوگا اور وہ پولیس کی گاڑیوں کو مانیٹر کرے گا کہ اس وقت وہ شہر کے کس حصے میں ہیں۔ خاص طور پر اس سے پولیس کا تاثر بھی بہتر ہوگا کہ اگر ڈکیتیاں پولیس والے کراتے ہیں' تو وہ چیز بھی اس سے مانیٹر کر لی جائے۔ اسی سسٹم کو وہیکل ٹریکنگ سسٹم بھی کہتے ہیں۔ اس میں دو فیزز آتے ہیں۔ ایک on the line ہوتا ہے اور دوسرا black box کے ذریعے مانیٹر کیا جاتا ہے۔ یہ ایک تفصیلی بحث ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس کو consider کیا جائے گا اور اس جدید ٹیکنالوجی کے سسٹم کے ذریعے پورے پولیس سسٹم کو refine کیا جائے گا۔ پولیس کی تعداد بڑھانے سے جرائم کم نہیں ہوں گے۔ جدید ٹیکنالوجی لانے سے جرائم کی شرح ضرور کم ہو جائے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ جہاں ہم ان

سے سروسز کی توسیع کرتے ہیں' ان کو ایمان دار ہونے کی ترغیب دیتے ہیں۔ وہاں میں یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ اس محکمے میں سیاسی مداخلت ختم کی جائے۔ آج تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس محکمے میں psychiatrist بھی رکھے جائیں تاکہ بلڈ پریشر کے مریض پولیس والے کوئی جذباتی فیصلہ نہ کریں۔ اس میں ناحق لوگوں کے چالان پیش نہ کیے جائیں۔ جو پولیس والے انصاف کی فراہمی میں دیرکر دیتے ہیں' وہ کرپشن کو پرموٹ کرتے ہیں اور کرپشن مایوسی کی وجہ سے پرموٹ ہوتی ہے۔ جب ایک آدمی کو انصاف نہیں ملتا' تو وہ اپنا حق لینے کے لیے بھی پیسے دیتا ہے اور کرپٹ افسر دیر ہی اسی لیے کرتے ہیں کہ کم از کم ایک پارٹی اسے ضرور پیسے دے گی۔ یہاں میں یہ کہوں گا کہ "Justice delayed is Justice denied"۔ جناب سپیکر! اس ایجنسی کو law and order enforcing agency ہونا چاہیے۔ یہ نہیں کہ یہ ایک "ملازمت بچاؤ" یا "تبادلہ بچاؤ" ایجنسی ہو۔ اس وقت یہی پوزیشن چل رہی ہے کہ اگر وہ ٹریژری بنچز سے کسی ایم پی اے' ایم این اے یا کسی بھی نمائندے کا کہنا نہیں مانتے' تو اگلے دن ان کا تبادلہ due ہوتا ہے۔ ان کو تو لاء اینڈ آرڈر پر توجہ دینے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ ان کو تو بس یہی فکر ہوتی ہے کہ ہم نے اپنی حکومت کو کس طرح خوش رکھنا ہے۔ جناب سپیکر! میں یہاں یہ بھی تجویز دوں گا کہ اگر محکمہ انصاف کو fair play ensure کرنا ہے تو اس ادارے کا سربراہ حکومت کو جواب دہ ہونے کی بجائے پارلیمنٹ کو جواب دہ ہو۔ وہ autonomous ادارہ ہو۔ وہ تمام جرائم کے سلسلے میں پارلیمنٹ کو جواب دہ ہو۔ ان کو چاہیے کہ جتنے D.I.Gs depute کیے جائیں' وہ سارے ایمان دار افسران ہوں اور D.I.Gs کی ذمہ داری ہو کہ ان کے ماتحت جتنے بھی S.Ps ہوں کم از کم وہ ایمان دار ہوں۔ اسی طرح یہ ذمہ داری نیچے تک ٹرانسفر کی جائے۔ جو ڈی ایس پی ایمان دار لیں گے' اس ڈی ایس پی کی ذمہ داری ہونی چاہیے کہ ان کے تھانے میں کوئی کرپشن نہ ہو۔

جناب سپیکر! اس ادارے میں sense of patriotism develop کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ہمارا ملک crisis سے گزر رہا ہے۔ اگر یہ ادارہ کرپشن ختم کر دے' تو آنے والا دور جس میں economic stability کو ایک دھچکا سا لگتا ہے یا اس میں heavy taxation ہوئی ہے یا foreign intervention کا خطرہ ہے' تو اس میں ایک مایوسی سی آئی ہوئی ہے۔ اس مایوسی کو دور کرنے کے لیے law and order on merits enforce کرنا ہے۔ اسی طرح میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ بظاہر

عدلیہ اور انتظامیہ کو علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ لیکن یہ صرف on papers and on rules ہے۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ جناب سپیکر! میں ایک مثال پیش کرنا چاہوں گا۔ جیسے میں بجٹ تقریر میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ سپریم کورٹ ملک کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ اگر پولیس سپریم کورٹ کی ہی حفاظت نہیں کر سکتی۔ اس پر جو حملہ ہوا ہے' اس کو ہی تحفظ نہیں دے سکتی' تو میں سمجھتا ہوں کہ پورا ادارہ ناکام ہو چکا ہے اور ان کو اسی سانحے پرمستعفی ہو جانا چاہیے تھا۔ جناب سپیکر! سپریم کورٹ کا واقعہ 50 سالہ تاریخ کا ایک منفرد واقعہ ہے۔ جس سے یہ واضح ثبوت ملتا ہے کہ عدلیہ اور انتظامیہ علیحدہ نہیں ہوئے' بلکہ محکمہ پولیس حکومت کا حکم مان رہا ہے' عدلیہ کی اسے کوئی پرواہ نہیں۔ جناب سپیکر! اگر ہم نے ملک میں ترقی کرنی ہے' اگر اسلامی اصولوں پر چلنا ہے' تو ہم نے عدلیہ کو پروموٹ کرنا ہے' انصاف لانا ہے۔ انصاف لائیں گے تو ہمیں ہر شعبے میں ترقی ملے گی۔ Justice should not only be done but it should be realized or appeared to be done. جناب سپیکر! پورے سسٹم میں انصاف کو لانا ہی ہوگا۔ میں آخر میں صرف اتنا عرض کرنا چاہوں گا کہ ترقی یافتہ ممالک اور ہمارے ملک کے محکمہ پولیس میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ،

In civilized countries a person is believed to be innocent till proven guilty

لیکن ہمارے ملک میں اس کے الٹ سلسلہ ہے۔

In our country a person is assumed to be guilty unless he proves to be innocent.

جناب سپیکر، وزیر قانون صاحب! آپ جواب دیں گے؟

وزیر قانون، جی۔ شکریہ' جناب سپیکر۔

جناب سپیکر! کٹوتی کی تحریک پر معزز قائد حزب اختلاف اور معزز اراکین اپوزیشن نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے' میں فرداً فرداً ان پر تنقید کرنے کی بجائے انھیں ضرور یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میری یہ کوشش ہوگی کہ اگر انھوں نے کوئی بھی اچھی بات کی ہو اس پر ان شاء اللہ تعالیٰ عمل درآمد کیا جائے گا۔ جناب سپیکر! میں ان کے خطاب کے دوران ان کی باتوں کے نوٹس لیتا رہا ہوں۔

یقین کیجیے کہ میری یہ خواہش تھی کہ آج وہ جس محکمے کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں' اگر ان کی نظر میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے' تو میں سمجھتا ہوں کہ بلاشبہ حکومت کی نظر میں بھی اس محکمے کی اتنی ہی اہمیت ہے۔ گزشتہ تقریباً 13/14 ماہ کی حکومت کی کارکردگی کے حوالے سے بھی میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ بات عیاں ہے کہ حکومت نے اس محکمے کی بہتری کے لیے' اس محکمے کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے جو اقدامات کیے ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ قیام پاکستان سے لے کر آج تک ان کی مثال کم از کم اس صوبے میں نہیں ملتی۔ جناب سپیکر! موجودہ حکومت نے برسر اقتدار آنے کے بعد وزیر اعلیٰ پنجاب جناب میاں شہباز شریف صاحب کی قیادت میں صوبے میں پولیس کے کردار کے تعین کے لیے صحیح معنوں میں ایک اصول وضع کیا اور وہ یہ اصول تھا کہ پولیس عوام کی خدمت اور عوام کے جان اور مال کے تحفظ کی ذمہ داری کو قبول کرے اور وہ اپنی اس ذمہ داری سے ہر حالت میں عہدہ برآ ہو۔ اس کے لیے حکومت نے پولیس کو وسائل بھی فراہم کیے ہیں۔ پولیس کو تحفظ بھی فراہم کیا ہے۔ یہ ساری سہولیات دینے کے بعد اس بات کو یقینی بنایا کہ یہ محکمہ اپنے اس ہدف کو ہر حالت میں پورا کرے گا۔

جناب سپیکر! میں یہاں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ماضی میں جو بھی حکومت اس صوبے میں برسر اقتدار رہی' (میں ماضی قریب کی بات کرتا ہوں) تو انھوں نے کچھ ایسی غلط روایات قائم کیں جن سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے موجودہ حکومت کو تگ و دو کرنا پڑی۔ جناب سپیکر! یہاں پر ابھی میرے بھائی جناب رفیق حیدر لغاری صاحب یہ فرما رہے تھے کہ موجودہ حکومت نے اپنے اقتدار کو سہارا دینے کے لیے پولیس کو آلۂ کار بنایا ہوا ہے۔ جناب سپیکر! میں نے ان کا نام اس لیے لیا ہے کہ انھوں نے بڑے واضح طور پر یہ بات کی ہے۔ میں ان سے ہی یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ ذرا اس صوبے کی تاریخ کو اٹھا کر دیکھیں کہ کیا موجودہ حکومت نے پولیس کو اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لیے یا اقتدار میں آنے کے لیے زینے کے طور پر استعمال کیا ہے یا اس سے پہلے والی حکومتیں استعمال کرتی رہی ہیں؟

جناب سپیکر! میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں اور آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ جب غلام حیدر وائیں صاحب کی حکومت کو ختم کیا گیا اور میرے بھائی منظور وٹو صاحب اس بات کو تسلیم کریں گے کہ کیا اس وقت اس صوبے کے آئی جی کو اقتدار میں آنے کے لیے

استعمال نہیں کیا گیا؟ جناب سپیکر! کیا یہ بات غلط ہے کہ اس وقت، اس آئی جی صاحب نے انھیں ووٹ اکٹھے کر کے دیے اور لوگ اس وقت ایک سرکاری اہل کار کے کہنے پر ان کا سیاسی طور پر ساتھ دیتے رہے۔ جناب سپیکر! عوام نے آج تک ان لوگوں کو یہ موقع ہی نہیں دیا کہ وہ اس ایوان کا دوبارہ رخ بھی کر سکیں۔ جناب سپیکر! یہ ریکارڈ کی بات ہے۔ اگر تردید کر سکتے ہیں تو کریں، میں تو ان کے منہ پر بات کر رہا ہوں۔ میں ایک ایک فرد کا نام لے کر بتا سکتا ہوں کہ آئی جی صاحب کن لوگوں کو ان کے گھروں تک لے کر گئے اور وائیں صاحب کی حکومت کو ختم کرنے کے لیے، ان لوگوں نے اپنا کردار ادا کیا۔ جناب سپیکر! یہ باتیں ہیں۔ یہاں پر تنقید تو کی جا سکتی ہے۔ میرے بزرگ جناب عباس کھوکھر صاحب نے جیسے یہاں کہا تھا کہ تنقید کرنے سے پہلے اگر ہم اپنے گریبان میں جھانک لیں تو بہتر ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید کافی ساری باتیں جو انھوں نے کی ہیں۔ یہ انھوں نے نہ کی ہوتیں۔ لیکن چونکہ ان کا مقصد صرف تنقید برائے تنقید ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ ہم ان کو یہ حق دیتے ہیں اور ساتھ ہی ہم اپنا یہ حق محفوظ رکھتے ہیں کہ ہم ان کی تنقید کا جواب بھی دیں گے۔

جناب سپیکر! یہاں پر یہ کہا گیا کہ اقتدار کے لیے آلۂ کار بناتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے معزز اراکین اپوزیشن سے اور بالخصوص قائد حزب اختلاف سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ وہ آج مجھے صرف یہ بتا دیں کہ اس وقت ان پر کتنے کیس موجودہ حکومت نے سیاسی مخالفت کی بنا پر victimization کے طور درج کیے ہیں۔ جناب سپیکر! میں موجودہ حکومت کے رویے کی بات کر رہا تھا۔ میں یہاں کسی شوخی کے لیے یہ بات نہیں کرنا چاہتا۔ جناب سپیکر! میں نے ایک چھوٹی سی خبر اخبار میں دیکھی،وہ خبر یہ تھی کہ " قائد حزب اختلاف کے خلاف ان کے گاؤں میں پرچہ درج کر لیا گیا ہے" ۔ آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے ذاتی طور پر آپ سے رابطہ کیا اور میں نے آپ سے یہ گزارش کی کہ قائد حزب اختلاف سے یہ پوچھیں کہ کیا یہ مقدمہ ان کے خلاف غلط درج تو نہیں ہوا؟ اس حکومت کو پھر یہ کہنا کہ وہ اپنے اقتدار کے لیے ان لوگوں کو استعمال کرتی ہے۔ اس کے برعکس جب میاں شہباز شریف صاحب اس صوبے میں قائد حزب اختلاف تھے تو ان کے خلاف کتنے کیس تھے، کن لوگوں نے بنائے تھے؟ قائد حزب اختلاف جو اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے، ان کی حکومت نے بنائے تھے۔ جناب سپیکر! آپ کو یاد ہوگا کہ جب ہم آپ کے گھر بیٹھے ہوتے تھے تو باہر پولیس

ہمارے گرد گھیرا تنگ کیے ہوئے ہوتی تھی۔ ہمارے خلاف کتنے کیسز بنائے گئے؛ یہاں وہ لوگ اکثریت میں بیٹھے ہوئے ہیں جن پر گزشتہ دور میں پولیس کے ذریعے مقدمات بنائے گئے اور اس حوالے سے اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کی کوشش کی گئی۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ موجودہ حکومت کو برسراقتدار آئے آج تیرہ چودہ ماہ کا عرصہ ہوا ہے۔ اس تیرہ چودہ ماہ کے عرصے کے دوران اپوزیشن کے کتنے لوگوں کو اسمبلی سے گرفتار کیا گیا؟ جناب سپیکر! کیا آپ کو یاد نہیں کہ آپ کی موجودگی میں انعام اللہ نیازی صاحب کو اسی ایوان سے گرفتار کر کے لے جایا گیا تھا میں سمجھتا ہوں کہ یہ زیادتی کی بات ہوگی کہ موجودہ حکومت کو یہ الزام دیا جائے کہ وہ مخالفین کو پولیس کے ذریعے زیر کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ جس حکومت نے برسراقتدار آنے کے بعد پولیس کے لیے خاص طور پر ایک خاص راہ مقرر کی ہے، پولیس کی کارکردگی اب بھی بہتر ہوئی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ وزیر اعلیٰ پنجاب کی قیادت میں آنے والے وقت میں پولیس میں زیادہ بہتری آئے گی اور پولیس کی کارکردگی انتہائی بہتر ہوگی۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر یہ کہا گیا ہے کہ پولیس میں سفارش کو ختم کیا جائے، یہاں یہ کہا گیا کہ کرپشن کو ختم کیا جائے۔ جناب سپیکر! میں انتہائی وثوق کے ساتھ اور اعتماد کے ساتھ آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت پولیس میں اوپر کی سطح پر کرپشن کا مکمل طور پر خاتمہ کیا جا چکا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کرپشن اور سفارش سے پاک کلچر پولیس میں جنم لے رہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وقت کے ساتھ ساتھ وہ trickle down ہوگا، اور وہ وقت دور نہیں کہ جب اس صوبے میں ان شاء اللہ تعالیٰ پولیس کا کردار ایک مثالی کردار ہوگا۔ جناب سپیکر میں یہاں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ پولیس میں ہم نے احتساب کا عمل سو فی صد تک پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے۔ میں ایک مرتبہ پھر انتہائی اعتماد اور وثوق کے ساتھ جناب کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پولیس میں وزیر اعلیٰ صاحب نے جو ایک accountability کا تصور دیا ہے۔ اس کے تحت ان شاء اللہ تعالیٰ آج پولیس کا ہر فرد یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ جو کردار ادا کر رہا ہے۔ اس کے لیے وہ حکومت کے آگے بھی جواب دہ ہے اور اپنے سینئرز کے آگے بھی جواب دہ ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں مزید بہتری ہوگی اور وہ وقت

دور نہیں جب عام آدمی کو پولیس سے جو شکایات ہیں۔ ان کا مکمل طور پر خاتمہ ہو گا۔

جناب سپیکر! یہاں پر قائد حزب اختلاف نے کچھ figures جرائم کے حوالے سے دیے۔ ان کا یہ استدلال تھا کہ گزشتہ ایک سال کے دوران بجائے اس کے کہ صوبے میں جرائم کی کمی ہوتی' انھوں نے یہ فرمایا ہے کہ جرائم میں اضافہ ہوا ہے۔ جناب سپیکر! آپ کو یاد ہو گا' اور میں نے خاص طور پر اس بات کو نوٹ کیا ہے کہ انھوں نے یہ خود ہی فرما دیا کہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ جو facts and figures ہیں' یہ سو فی صد صحیح نہیں ہیں۔ یہ غلط بھی ہو سکتے ہیں۔ انھوں نے یہ فرمایا ہے کہ یہ authenticated نہیں ہیں۔ اس لیے میں بجائے اس کے کہ بحث میں پڑوں اور یہ عرض کروں کہ یہ سارے figures غلط تھے۔ انھوں نے خود تسلیم کیا ہے۔ میں ان سے اتفاق کرتا ہوں کہ انھوں نے جو facts and figures دیے ہیں' وہ درست نہیں ہیں۔ اصل صورت حال یہ ہے کہ میرے پاس 1993ء سے اب تک کے کچھ facts and figures ہیں۔ جن کے مطابق یہ عام رجحان پایا جا رہا ہے کہ صوبے میں جرائم میں اضافہ ہوا ہے۔ یہ ایک سال کی بات نہیں ہے۔ 1993ء میں 1,69,680 مقدمات تھے' 1994ء میں 1,97,000 ہو گئے اور 1995ء میں 2,11,000 ہو گئے۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ جرائم کے بڑھنے کا عام رجحان ہے' جو پچھلے تین چار یا پانچ سالوں سے چل رہا ہے۔ اسی کے تحت اگر جرائم میں اضافہ ہوا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس لحاظ سے اس کو معیار نہیں بنایا جا سکتا کہ جرائم میں مجموعی طور پر اضافہ ہوا ہے۔

جناب سپیکر! پولیس کی کارکردگی کے حوالے سے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ مقدمات کے اندراجات میں اضافے کو علیحدہ رکھتے ہوئے' اگر آپ نے پولیس کی کارکردگی کا جائزہ لینا ہے تو پھر آپ rate of detection سے کریں۔ اگر ایک جگہ سو مقدمات درج ہوتے ہیں تو ان سو مقدمات کی جو تفتیش ہوئی ہے۔ اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ اگر چوری کے سو مقدمات ہوتے ہیں تو وہاں rate of detection کیا تھا؟ جناب سپیکر! اس حوالے سے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ:

detection rate of cases against persons during 1997 has been 85% as compared to 78% of the last year

اگر گزشتہ سال 78 % تھا تو اس سے اگلے سال میں وہ 85% ہوا ہے اور میں یہ انتہائی دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں اور میں یہ document جناب لیڈر آف دی اپوزیشن کی خدمت میں

پیش بھی کر سکتا ہوں کہ پولیس کا کوئی شعبہ بھی ایسا نہیں کہ جس میں rate of detection گزشتہ سالوں کے مقابلے میں بہتر نہ ہوا ہو۔ اس لیے میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ پولیس کی کارکردگی کو assess کرنے کے لیے آپ مقدمات کی زیادتی کی طرف نہ جائیں۔ بلکہ اگر آپ اس کو consider کرتے ہیں تو پھر اس کے ساتھ ہی آپ کو rate of detection پر بھی نظرثانی کرنی پڑے گی اور اس حوالے سے اس صوبے میں جو پولیس کی کارکردگی رہی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کی ہمیں تعریف بھی کرنی چاہیے۔ جناب سپیکر! کرائم میں اضافے کی سب سے بڑی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ گو ایک بات میں یہاں پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو جرائم میں اضافہ ہوا ہے یا ٹوٹل مقدمات کی تعداد جو صوبے میں درج کیے گئے ہیں اگر اس میں اضافہ ہوا ہے تو اس میں اگر آپ اس کو تھوڑا سا علیحدہ کر کے دیکھیں تو جو heinous crime ہے اس میں کمی ہوئی ہے لیکن جو ordinary crime ہے اس میں اضافہ ہوا ہے۔ اس میں سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ موجودہ حکومت نے برسراقتدار آنے کے بعد اس بات کو یقینی بنایا ہے کہ کوئی بھی شخص جو کسی واقعے کی ایف آئی آر درج کرانا چاہتا ہے اگر وہ تھانے میں جائے تو اس کی ایف۔ آئی۔ آر درج کر لی جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ گزشتہ ایک سال کے دوران ہمارے صوبے میں اس رجحان میں کمی واقع ہوئی ہے کہ لوگوں کی ایف آئی آر درج کرنے میں پولیس کی طرف سے جو لیت و لعل ہوتا تھا اس میں ایک واضح کمی آئی ہے اور اس لحاظ سے figures نے لازمی طور پر بڑھنا تھا۔ دوسری اس میں سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ موجودہ حکومت نے دہشت گردی کی وارداتوں کے پیش نظر pillion riding پر پابندی عائد کی تھی اور pillion riding کی خلاف ورزی کے طور پر جو مقدمات درج ہوئے وہ بھی اس total figure میں اضافے کا باعث بنے۔ تیسری بات جو میں عرض کرنا چاہتا تھا اور جو صوبے میں ٹوٹل مقدمات درج ہوئے ہیں اس کی تعداد میں اضافے کا باعث بنی وہ اسلحہ پر پابندی اور منشیات کے خلاف جو ایک منظم مہم حکومت نے پولیس کے ذریعے چلائی تھی وہ ہے اور اس کی کامیابی کا یہ ثبوت ہے کہ منشیات اور ناجائز اسلحے کی ریکوری اور ناجائز اسلحے کی نمائش کی پابندی کے جو مقدمات ہیں ان میں واضح طور پر اضافہ ہوا ہے اور یہ اضافہ حکومت پر تنقید کا باعث نہیں بننا چاہیے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو سیکشنز ہیں ان کے تحت درج ہونے والے مقدمات پولیس کی بہتر کارکردگی کا مظہر ہوا کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! یہاں پر بہت وثوق کے ساتھ یہ کہا گیا۔ میرے بھائی لیڈر آف دی اپوزیشن نے بھی یہ بات کی اور اس کے بعد میرے دوسرے دوستوں نے بھی بات کی اور آخر میں شاہ صاحب نے بھی بہت تفصیل کے ساتھ بات کی۔ سپریم کورٹ کے حوالے سے بات ہوئی۔ مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ سپریم کورٹ کا معاملہ دو لحاظ سے' ایک تو ویسے صوبائی حکومت سے متعلقہ نہیں ہے اور دوسرا اس میں سپریم کورٹ نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں دیا۔ سپریم کورٹ کی طرف سے انکوائری ہو رہی ہے۔ اس لیے میں اس سلسلے میں کوئی عرض کرنا نہیں چاہتا۔ لیکن جہاں تک عدالتوں کے احترام کا تعلق ہے میں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان میں یہ بات عیاں کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری قیادت قائدِ پاکستان میاں نواز شریف صاحب اور وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف صاحب نے ہمیشہ عدالتوں کا احترام کیا ہے۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر کسی بھی عدالت میں ان کی جماعتوں کے سربراہان کے خلاف فیصلے ہو جائیں تو وہی عدالتیں پھر کنگرو کورٹس (Kangaroo Courts) بن جاتی ہیں۔ میں دور کی بات نہیں کرتا۔ میں آج کی بات کرتا ہوں کہ کل ایک جماعت کی سربراہ' ایک محترمہ یہاں پر احتساب جج کے سامنے پیش ہوئیں اور آج تمام اخبارات میں پہلے صفحہ پر یہ خبر لگی ہوئی ہے' انھوں نے کہا کہ "میں ایک حکومتی جج کے سامنے پیش ہوئی ہوں"۔تو جن کی جماعت کے قائدین کی خود ذہنی سوچ یہ ہو کہ وہ کسی ہائی کورٹ کے جج کو بھی اگر کسی جماعت کا آلہ کار بتائیں تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ انھیں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ عدالتوں کے احترام کے متعلق بات کریں اور دوسروں پر اس لحاظ سے تنقید کریں کہ انھوں نے عدالت کا احترام نہیں کیا۔

جناب سپیکر! یہاں پر پولیس کے فرسودہ نظام کو بدلنے کی بات کی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک اچھی سوچ ہے۔ انھوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور ہم ان کے خیالات کا احترام کرتے ہیں۔ لیکن میں یہاں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرے بھائیوں کو کم از کم تھوڑا سا کشادہ دلی کے ساتھ اس بات کا اعتراف کرنا چاہیے تھا اور موجودہ حکومت نے پولیس کے فرسودہ نظام کو بدلنے کے لیے اس وقت تک جو اقدامات کیے ہیں انھیں اس کی تعریف بھی کرنی چاہیے تھی۔ میں صرف دو اقدامات کے حوالے سے یہاں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ان پر بشمول میرے دوسرے بھائیوں کے جو اس وقت ایوان میں موجود ہیں اگر کوئی شخص بھی اعتراض کر دے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس

کے لیے موجودہ حکومت کو موردِ الزام ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلی بات ٹرانسفر اور پوسٹنگ کی پالیسی پر ہے۔ کیا اس ایوان کا ہر شخص اس بات کا گواہ نہیں کہ موجودہ حکومت نے برسرِاقتدار آنے کے بعد آج تک صوبے میں جتنی بھی ٹرانسفرز اور پوسٹنگز کی ہیں ان کو صرف اور صرف میرٹ کی بنیاد پر کیا ہے اور پھر اس بات کو یقینی بنایا ہے کہ جو افسر ایک دفعہ میرٹ کی بنیاد پر کہیں تعینات ہو جاتا ہے تو پھر وہ حکومت کو results بھی دے۔ دوسری بات انھوں نے یہ فرمائی کہ یہاں پر بھرتیاں میرٹ پر نہیں کی گئیں۔ اگر یہ پبلک سروس کمشن سے کرائی جائیں تو اُس پر اعتراض ہے کہ جی' یہ پہلی دفعہ ہو رہا ہے کہ پولیس کی بھرتیاں پبلک سروس کمشن سے کرائی جاتی ہیں۔ اگر وہ نہ کرائی جائیں' یہ میں اپنے بھائی سعید اکبر صاحب کے حوالے سے بات کر رہا ہوں' انھوں نے پہلے فرمایا کہ جناب! اس سے پہلے دور میں پولیس میں میرٹ کو نظر انداز کر کے بھرتیاں کی گئیں۔ پھر انھوں نے دوبارہ فرمایا کہ جی' موجودہ حکومت نے جو بھرتیاں کی ہیں وہ پبلک سروس کمشن کے ذریعے کی ہیں۔ میں ان سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم پبلک سروس کمیشن کے ذریعے بھرتیاں کروائیں تب بھی الزام ہم پر' اگر ہم خود بھرتیاں کریں تو تب بھی الزام ہم پر۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت اس ایوان کا بہت زیادہ احترام کرتی ہے اور ہر لحاظ سے موجودہ حکومت اس ایوان کے معزز ممبران کے سامنے اپنے آپ کو جواب دہ سمجھتی ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جہاں ان معزز ممبران نے موجودہ حکومت کا انتخاب کیا' موجودہ قائد ایوان کا انتخاب کیا وہاں اس سے بھی زیادہ ہم عوام کے آگے بھی جواب دہ ہیں اور یہ معزز اراکین بھی عوام کے آگے جواب دہ ہیں۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ ہر قسم کی تنقید سے بالاتر ہوتے ہوئے موجودہ حکومت نے عوام کی تسلی کے لیے اور عوام کی منشاء اور خواہشات کے مطابق پولیس میں بھرتیاں میرٹ کی بنیاد پر کیں اور ساڑھے تین ہزار کانسٹیبل صرف اور صرف میرٹ کی بنیاد پر بھرتی کیے گئے اور اسی طرح 300 انسپکٹر صرف اور صرف میرٹ کی بنیاد پر پبلک سروس کمشن کے ذریعے بھرتی کیے گئے اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کے فیلڈ میں آنے کے بعد یقینی طور پر ایک بات کہی جا سکتی ہے کہ جو ایک رشوت اور سفارش کا کلچر ہے اس کا خاتمہ ہوگا اور جو لوگ صرف میرٹ اور میرٹ کی بنیاد پر بھرتی ہو کر آئیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ لوگوں کو انصاف بھی فراہم کریں گے اور لوگوں کی بہتر خدمت بھی کریں گے۔

جناب سپیکر! یہاں پر قائد حزب اختلاف نے یہ بھی کہا کہ جرائم کی بیخ کنی اور خاص طور پر دہشت گردی کے خاتمے کے لیے ہمیں مل بیٹھ کر بات کرنی چاہیے اور ہمیں علماء اور مختلف جماعتوں کے سربراہان سے استفادہ بھی کرنا چاہیے۔ میں ان کی تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں جیسے میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ موجودہ حکومت میاں شہباز شریف صاحب کی قیادت سے کوئی ایسا امر پوشیدہ نہیں ہے جہاں پر میں سمجھتا ہوں کہ قومی وحدت یا قومی سوچ کو اجاگر کرنے کا موقع موجودہ حکومت اپنے ہاتھ سے جانے دیتی ہو۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ حکومت کے ذریعے ایک متحدہ علماء کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا۔ تمام مکاتب فکر کے علماء کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا گیا۔ صاحبزادہ فضل کریم صاحب یہاں پر موجود ہیں ان کی قیادت میں یہ کام کیا گیا اور یہ پہلی دفعہ اس صوبے کی تاریخ میں ہوا کہ تقریباً 63 کتب ایسی ہیں جن کی نشاندہی کی گئی جو ایک فرقے کو دوسرے فرقے کے ساتھ لڑانے کا باعث بنتی تھیں اور پھر متفقہ طور پر ان 63 کتب کو ضبط کیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جو کہ اس سے پہلے کوئی بھی حکومت کسی وقت بھی سرانجام نہ دے سکی اور ان تمام مختلف مکاتب فکر کے علماء کرام کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا نہ کر سکی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اس کے علاوہ مختلف عقائد کے ہمارے جو قابل احترام علمائے کرام ہیں ان کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنا اور ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کرنا میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا یہ پورا ایوان اس بات سے آگاہ ہے کہ محرم کے دوران جس بہتر طریقے سے اور جس احسن طریقے سے موجودہ حکومت نے اس مسئلے سے نمٹا وہ اپنی مثال آپ ہے اور میں قائد حزب اختلاف کے خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ مشاورت کا یہ عمل یہ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

جناب سپیکر! یہاں میرے بھائی سعید اکبر صاحب نے یہ فرمایا کہ اس وقت صوبے میں کوئی بھی شخص اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ انھوں نے کہا کہ آج ہم sense of security کو lack کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں یہاں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی بھی حکومت ہو یہ اس کی ذمہ داری میں شامل ہوتا ہے کہ وہ اپنے عوام کے اندر تحفظ کا احساس پیدا کرے اور میں سمجھتا ہوں کہ کسی بھی حکومت کی پائیداری یا کسی بھی حکومت کی creditability صرف اس لحاظ سے بنتی

ہے کہ اس کا ایک عام شہری اپنے آپ کو گھر میں محفوظ تصور کرتا ہے یا نہیں۔ جناب سپیکر! اس کے لیے جیسے میں نے پہلے اقدامات کا ذکر کیا ہے حکومت اپنے طور پر اقدامات اٹھا رہی ہے، لیکن میں یہاں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس کے ساتھ جو ایک اور relevant بات ہے وہ ہے' equality before the law آدمی اپنے گھر میں اپنے آپ کو اسی وقت محفوظ محسوس کرے گا جب اس کو باہر کی کسی قوت سے کوئی خطرہ نہیں ہوگا اور وہ خطرہ صرف اسی وقت avoid کیا جا سکتا ہے کہ جب کوئی بھی شخص قانون کو ہاتھ میں لیتا ہے۔ اس کو اس بات کا احساس ہو' اس بات کا یقین ہو کہ اگر اس نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کی تو وہاں پر کوئی سفارش کام نہیں آئے گی۔ جناب سپیکر! گزشتہ بارہ چودہ ماہ کے دوران موجودہ حکومت نے وزیر اعلیٰ صاحب کی قیادت میں اس بات کو یقینی بنایا ہے کہ خواہ وہ ممبران قومی اسمبلی ہوں' خواہ وہ ممبران صوبائی اسمبلی ہوں' خواہ وہ افسران ہوں' خواہ ان کا تعلق پولیس سے ہو' سول انتظامیہ سے ہو' زمیندار ہو' جاگیردار ہو' وہ کوئی شخص بھی ہو جہاں کہیں بھی اس نے قانون کو ہاتھ میں اگر لینے کی کوشش کی تو حکومت یا جو قانون نافذ کرنے والے ادارے ہیں اس کے ساتھ سختی کے ساتھ نمٹیں گے۔ ہم نے اس بات کو یقینی بنایا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آج ہمارے مخالف بھی اس بات کو تسلیم کریں گے کہ ہم نے قانون کی نظر میں سب کو برابر کرنے کے لیے جو اقدامات اٹھائے ہیں ان سے کسی کو انکار نہیں ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر! یہاں پر ایلیٹ فورس کے حوالے سے بات کی گئی' یہاں کہا گیا کہ ایک سپیشل فورس قائم کی گئی ہے' کل اس کا بھی حال عام پولیس کی طرح ہوگا۔ جناب سپیکر! میں اپنے بھائیوں کے اس خیال سے اختلاف کرتے ہوئے ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں بھی پرانی سوچ کو بدل کر نئی سوچ اپنانی چاہیے اور اگر کسی شعبے میں بہتری آ رہی ہے تو اس کو ہمیں کھلے دل سے تسلیم کرنا چاہیے اور قدامت پسندی کو علیحدہ رکھ کر بدلے ہوئے حالات کے ساتھ ہمیں اپنی سوچ کو بدلنا چاہیے۔ اگر اچھی فورس قائم ہوئی ہے' اگر وہ اچھی فورس اچھا کام کرے تو پھر ہمیں اس سے بہتر نتائج کی توقع رکھنی چاہیے اور ہمیں اتنا مایوس نہیں ہو جانا چاہیے کہ ابھی اس فورس کو فیلڈ میں آئے تین مہینے بھی نہیں ہوئے اور ہم اپنے آپ کو اس کے متعلق مایوسی کا شکار کر لیں۔ جناب سپیکر! اس فورس کو سپیشل ٹریننگ دی گئی ہے۔ اس کو فیلڈ پوسٹنگ

سے علیحدہ رکھا جا رہا ہے اور اس کو الاؤنسز کی شکل میں' messing کی صورت میں کافی سہولتیں دی جا رہی ہیں۔ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اس صوبے میں ایک عام آدمی کو موجودہ پولیس اور سپیشل ٹاسک فورس میں فرق ضرور realise کروائیں گے۔

جناب سپیکر! یہاں پر یہ بھی کہا گیا کہ عام آدمی جو دیہات میں رہتا ہے اس نے گزشتہ چودہ مہینے کے دوران کوئی ریلیف محسوس نہیں کیا۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خدا جانے میرے بھائی نے کس بنیاد پر یہ کہا کہ عام آدمی نے ریلیف محسوس نہیں کیا' جبکہ آج دور دراز دیہات میں بیٹھا ہوا ایک عام فرد بھی یہ احساس لے کر بیٹھا ہوا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ احساس اس کے لیے سب سے بڑا تحفظ کا کام کر رہا ہے کہ اگر اس کی طرف کسی نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو شاید کل اس کا براہ راست وزیر اعظم یا وزیر اعلیٰ نوٹس نہ لے لیں۔ آج اس صوبے میں یہ مثالیں موجود ہیں کہ اگر کسی بچی کے ساتھ زیادتی ہوئی تو وزیر اعظم نے براہ راست اس کا نوٹس لیا' اس کا نوٹس براہ راست جناب وزیر اعلیٰ نے لیا اور میں سمجھتا ہوں کہ آج عوام کو سب سے بڑا تحفظ اسی بات سے حاصل ہو رہا ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ آج قیادت ان سے دور نہیں' بلکہ ان کے منہ سے نکلی ہوئی ایک آہ بھی قیادت تک پہنچے گی اور قیادت ان کے دکھ اور درد کے مداوے کے لیے ان کی دہلیز تک آئے گی۔

جناب سپیکر! یہاں پر انھوں نے accountability کے حوالے سے بات کی۔ انھوں نے یہ کہا کہ آج جو کچھ پولیس سے کروایا جا رہا ہے وہ بہت غلط کروایا جا رہا ہے۔ جناب سپیکر! عباس کھوکھر صاحب نے بھی بات کر دی تھی اور میں مختصراً اس بات کو دہراتا ہوں کہ یہ ہمارے دور کی بات نہیں ہے کہ یہاں پر ملزمان کو نکیل ڈال کر نچوایا گیا ہو اور نہ ہی یہ ہمارے دور کی بات ہے کہ ہم نے اونٹوں کو سوزوکیوں پر سوار کر کے تھانوں میں پہنچا دیا ہو۔ یہ کسی اور دور کی بات تھی۔ وہ وقت گزر گیا' وہ ماحول بدل چکا ہے۔ آج ماحول مختلف ہے' آج وقت مختلف ہے' آج لوگوں کو اس بات کا احساس ہے کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے۔

جناب سپیکر! یہاں پر out of turn promotions کی بات کی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرے بھائی نے یہ کہا کہ ایک انسپکٹر جس نے سات دنوں میں عدالت میں چالان پیش کر دیا اس کو out of turn promotion دے دی گئی۔ یہ اس قسم کی بات نہیں ہے۔ out of turn promotion

صرف اور صرف ان افسران کو دی گئی ہے جنھوں نے کوئی کارنامہ سرانجام دیا اور دوسرے لفظوں میں اگر میں یہ کہوں کہ یہ gallantry award کے طور پر انھیں نوازا گیا تو جناب سپیکر! میں بے جا نہیں ہوں گا۔ جن افسران نے کہیں بھی اگر کوئی gangs match کیا' اگر کوئی دہشت گرد پکڑے' اگر انھوں نے کہیں بہت مشہور و معروف ڈاکو پکڑے تو پولیس میں اگر انھیں کوئی out of the turn promotion دی گئی ہے تو وہ اپنی جگہ درست ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان لوگوں کے لیے اور ان کے باقی ساتھیوں کے لیے بھی ایک incentive ہے کہ جہاں برے کام پر حکومت ہماری سرزنش کرتی ہے یا ہمارے خلاف انضباطی کارروائی کی جاتی ہے وہاں اچھے کام کو appreciate بھی کیا جاتا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے پولیس کا moral بلند ہوا ہے اور اس moral بلند ہونے کے نتیجے میں آج ہمارے صوبے میں یہ صورتحال ہے کہ گزشتہ ایک سال کے دوران ہم نے جو اقدامات کیے ہیں ان کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ' عوام کے تعاون سے اورپولیس کی بہتر کارکردگی کے باعث ہم دہشت گردی پر بھی کافی حد تک کنٹرول پا چکے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ گزشتہ بارہ مہینے کے دوران جو دہشت گرد گرفتار کیے گئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اس صوبے کی تاریخ میں کبھی اتنے دہشت گرد گرفتار نہیں ہوئے اور اس کے لیے میں سمجھتا ہوں کہ بجائے اس کے کہ ہم پولیس کی کارکردگی پر تنقید کریں ہمیں اپنے ان بھائیوں کو خراج تحسین پیش کرنا چاہیے جنھوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے ان گینگز کو پکڑا اور دہشت گردوں کو پکڑا اور اس دوران وہ شہید ہوئے۔

جناب سپیکر! یہاں پر میرے بھائی سعید اکبر صاحب نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے گڑ کھانے کی مثال دی اور انھوں نے کہا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب ایک ماں بچے کو لے کر آئی اور اس کے گڑ کھانے کی عادت چھڑانے کی بات کی گئی تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کہا کہ اس کو کل لے کر آئیں۔ جب خاتون دوسرے دن اس بچے کو لے کر گئی تو انھوں نے کہا کہ بیٹا گڑ کھانا چھوڑ دیں ۔ اس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ حکمرانوں کو پہلے خود مثال بننا چاہیے اور پھر دوسروں کو اس بات کی تلقین کرنی چاہیے ۔ جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی دور کی بات نہیں چند دنوں کی بات ہے کہ وزیر اعظم پاکستان نے خود ایک مثال قائم کرتے ہوئے اپنے اثاثے بینکوں کے قرض اتارنے کے

لیے بینکوں کو دینے کا اعلان کیا ہے۔ انھوں نے خود ایک مثال پیش کی ہے ۔ اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے حکمرانوں کی جو بھی موجودہ قیادت ہے خاص طور پر میں پنجاب کے وزیر اعلیٰ کے حوالے سے بات کروں گا کہ یہ انھوں نے ایثار اور قربانی کی مثال خود اپنے اوپر سے شروع کی ہے۔ نہ خود گاڑی استعمال کی ' نہ خود کوئی سرکاری گھر لیا' نہ خود تنخواہ لی۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ خود اپوزیشن بھی اس مثال کو اپنے اوپر سے شروع کرے تو زیادہ بہتر ہو گا۔

جناب سپیکر! آخر میں' میں یہ عرض کرنی چاہوں گا کہ گزشتہ ایک سال کے دوران پولیس کی کارکردگی کو بہتر کرنے کے لیے جو بھی اقدامات کیے گئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان اقدامات نے اس وقت اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا ہے ۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ وہ وقت دور نہیں کہ جب ان اقدامات کے نتیجے میں صوبے میں جرائم میں کمی واقع ہوگی اور جو کوئی بھی قانون کو ہاتھ میں لینے کی کوشش کرے گا اس کے خلاف سختی سے نپٹا جائے گا۔ جناب سپیکر! انھی گزارشات کے ساتھ میری جناب کی خدمت میں استدعا ہے کہ اس کٹوتی کی تحریک کو مسترد فرمایا جائے اور مطالبہ زر کو منظور فرمایا جائے۔ بہت بہت شکریہ!

سردار رفیق حیدر لغاری، میں نکتہ ذاتی وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، میرا خیال ہے اب بات ہو گئی ہے ۔ اب اس میں کیا مزید بات کرنی ہے؟

سردار رفیق حیدر لغاری، جناب والا! وزیر قانون میرے بھائی ہیں ۔ وہ فرما رہے ہیں۔ کہ میں نے یہ کہا ہے کہ اس حکومت نے پولیس کو اپنا آلۂ کار بنایا ہوا ہے ۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ مسلم لیگ (ن) گروپ کوئی نیا معرض وجود میں آیا ہے یا وہی ہے جو 1985ء میں بھی ہوا کرتا تھا؛ اور میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ پولیس کی کارکردگی پہ ایک صوبائی ریفرنڈم کرا لیا جائے اور اگر ان کی باتوں پر عوام ہاں کرتے ہیں تو اس رقم کو دگنا کر دیا جائے ۔

وزیر قانون، یہ مسلم لیگ وہی ہے اور وہی قیادت ہے جس کے ساتھ یہ بھی کسی زمانے میں رہے ہیں۔ وہی میاں نواز شریف ہیں جن کی جماعت میں یہ خود بھی کبھی رہے ہیں۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ،

6 ارب 41 کروڑ 50 لاکھ 31 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 13

"پولیس" کو کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ،

"ایک رقم جو 6 ارب 41 کروڑ 50 لاکھ 31 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "پولیس" برداشت کرنا پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 15

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 15 پیش کریں۔

وزیر قانون، شکریہ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ،

"ایک رقم جو 29 ارب 97 کروڑ 6 لاکھ 23 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال 99-1998ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد " تعلیم " برداشت کرنے پڑیں گے"۔

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ،

ایک رقم جو 29 ارب 97 کروڑ 6 لاکھ 23 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال 99-1998 ۔ کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد " تعلیم "برداشت کرنا پڑیں گے۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 15 میں جو کٹوتی کی تحاریک آئی ہیں،

1۔ جناب سعید احمد خان منیس
2۔ جناب سعید اکبر خان
3۔ جناب معظم جہاں زیب احمد خان وٹو
4۔ جناب منصور احمد خان
5۔ صاحبزادہ محمد عثمان خان عباسی
6۔ سردار رفیق حیدر لغاری
7۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی
8۔ چودھری خالد جاوید وڑائچ
9۔ سید مسعود عالم شاہ
10۔ جناب محمد اکرام اللہ خان
11۔ پیر شجاعت حسنین قریشی

جناب سعید احمد خان منیس اپنی کٹوتی کی تحریک پیش کریں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ،

کہ " 29 ارب 97 کروڑ 23 ہزار روپے کی مجموعی رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 15 " تعلیم" کو کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے،

"کہ 29 ارب 97 کروڑ 6 لاکھ 23 ہزار روپے کی مجموعی رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 15 "تعلیم" کو کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے"۔

وزیر قانون، جناب والا! میں اپوز کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، منیس صاحب! آپ اس پر بات کریں گے؟

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اس کٹوتی کی تحریک پر بولنے کی اجازت فرمائی۔ اس میں بلا شبہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایوان اس بات کو تسلیم کرے

کہ تعلیم کسی بھی قوم کے لیے تعلیم کی اہمیت تمام شعبوں سے زیادہ ہے اور بنیادی اہمیت کی حامل ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت کو اس پر جتنی توجہ دینی چاہیے تھی اتنی نہیں دی جا رہی ۔ اور اس میں لاپرواہی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے ۔ محکمہ تعلیم میں ابھی سیکرٹری ایلیمنٹری کا ایک عہدے کا اضافہ کیا گیا ہے ۔ اور بجائے اس کے کہ محکمہ تعلیم میں اخراجات کو کم کیا جائے اس کو مزید اخراجات کے بوجھ تلے دبایا جا رہا ہے ۔ اب حالت یہ ہے کہ حکومت سکولوں کو این جی اوز کے حوالے کر رہی ہے ۔ چنانچہ اپنی پالیسی کو آگے بڑھاتے ہوئے لاہور گرامر سکول اور "بنیاد " نامی ایک این جی او کو چند سکول ہینڈ اوور کرنے کا ارادہ حکومت نے کر لیا ہے ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت اپنی آئینی ذمہ داری سے بھاگ رہی ہے اور اس سے سبکدوش ہو رہی ہے۔یہ اس لیے کیا جا رہا ہے کہ اس میں با اثر حلقے شامل ہیں اور ان کو نوازنے کے لیے یہ سارا process شروع کر دیا گیا ہے ۔

جناب سپیکر! آپ خود اندازہ لگائیں کہ جب این جی اوز کے حوالے یہ سکول کر دیے جائیں گے تو اس وقت وہ accountability کا process یا وہ گرفت جو حکومت اپنے محکمے پہ لا سکتی ہے وہ اس سے دور ہو جائے گی ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ این جی اوز کے پاس جانے سے وہ ڈر اور خوف جو حکومت کا اب افسران پہ بنا ہوا ہے وہ تمام ختم ہو جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ صرف اور صرف منظور نظر این جی اوز کو نوازنے کے لیے قدم اٹھایا گیا ہے جو کہ سرا سر عوام اور صوبے کے مفاد کے منافی ہے ۔ جناب سپیکر! کٹوتی کی تحریک کے ذریعے میں آپ کی ان "گھوسٹ سکولوں" کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ جن کا پاکستان کی مسلح افواج نے ایک سروے کیا' انھوں نے دیکھا کہ کن جگہوں پر یہ سکول چل رہے ہیں' اساتذہ کرام سکولوں میں حاضر یا غیر حاضر ہیں۔ اس سارے منصوبے پر ایک بہت ہی بڑی رقم خرچ کی گئی' لیکن جب ہم بجٹ کی طرف نظر دوڑاتے ہیں تو حکومت کی تمام اچھی باتیں' اعلانات دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اس سروے کی کمپیوٹرائزڈ قسم کی رپورٹ حکومت کے پاس آ چکی ہے اور وزیر اعلیٰ پنجاب نے اپنی ایک پریس کانفرنس میں اس کا اعلان کیا اور یہ کہا کہ تقریباً دو ارب روپے کی خطیر رقم بدعنوانی سے ان گھوسٹ سکولوں پر ضائع کی جا رہی ہے۔ جناب سپیکر! اس رپورٹ کے مطابق پنجاب میں جعلی اساتذہ کی تعداد تقریباً 20 ہزار ہے اور 20 ہزار ہی ایسے مشکوک اساتذہ ہیں جن کا اس رپورٹ میں ذکر کیا گیا ہے۔ ایسے گھوسٹ سکول جو کہ کاغذوں میں تو موجود ہیں لیکن non-functional ہیں یا ان کی enrolment صفر ہے ان کی تعداد بھی تقریباً

4 ہزار ہے۔ جناب والا! ایک انگریزی اخبار "نیوز" کے مطابق اسی موجودہ حکومت کے پچھلے دور میں ان سکولوں کا اجراء کیا گیا تھا۔ تو اب دیکھنا ہوگا کہ کیا ان دو ارب روپوں کو بجٹ کی کتابوں میں کہیں minus کیا گیا ہے؟ جناب سپیکر! جب میں نے اس بجٹ پر نظر دوڑائی تو مجھے کہیں بھی یہ دو ارب روپے minus کیے ہوئے نظر نہیں آئے بلکہ غیر ترقیاتی بجٹ کو پہلے سے بڑھا دیا گیا ہے اور اس کے برعکس ترقیاتی بجٹ کو کم کر دیا گیا ہے۔ رواں مالی سال کے کل 20 فی صد ترقیاتی بجٹ کو کم کر کے 15 فی صد کر دیا گیا ہے گویا کہ ایجوکیشن کی ترقیاتی مد میں 5 فی صد کمی کر دی گئی ہے جو کہ اس صوبے کے عوام کے ساتھ سراسر زیادتی ہے۔ پہلے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ گھوسٹ سکول کس طرح جاری ہوئے، وہ کون لوگ تھے؟ آیا وہ سیاسی یا بیوروکریسی کے لوگ تھے جنھوں نے یہ sites منظور کروائیں، وہاں عمارتیں بنیں۔ اب جب وہاں پر آرمی پہنچی تو انھوں نے دیکھا وہاں پر کسی سکول کی عمارت میں جانور بندھے ہوئے ہیں، کہیں چارے کی مشینیں لگی ہوئی ہیں یا دوسرے مختلف مصرف میں لائی جا رہی ہیں۔ یہ بھی دیکھنا ہے کہ آیا اساتذہ گھر بیٹھے اپنی تنخواہیں وصول کر رہے ہیں یا ان کی enrolment ہی نہیں ہے، لیکن وہ تنخواہیں وصول کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! غیر ترقیاتی بجٹ میں جو دو ارب روپے کی کٹوتی ہوئی ہے اسے ترقیاتی بجٹ کی طرف شفٹ کر دیا جاتا تو زیادہ بہتر تھا، لیکن حکومت نے ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ساری futile exercise تھی۔ اب یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ حکومت پنجاب نے پاکستان کی مسلح افواج کو یہ سروے کرنے کے لیے کتنی رقم دی ہے۔ میری اطلاع کے مطابق وہ بھی ایک huge amount ہے، کروڑوں میں ہے، 30/35 کروڑ کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے۔ تو اتنے اخراجات بھی کیے، اس پر وقت بھی لگا پھر ایک سروے ہوا، اس بارے میں باقاعدہ پریس کانفرنس کی گئی، لیکن عملی طور پر کچھ بھی نہیں ہوا۔ یا تو پھر یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے اپنی پریس کانفرنس کے بعد جو ہدایات جاری کی ہیں ان کی پرواہ نہیں کی گئی یا پھر انھوں نے خود اس کو اتنا زیادہ اہم نہیں سمجھا کہ بعد میں اس معاملے کی پیروی بھی کرتے اور اسے صحیح سمت کی طرف چلاتے۔ جناب سپیکر! محکمہ تعلیم نے لاکھوں روپے کے عوض consultants hire کیے ہیں تاکہ وہ معلوم کریں کہ اس کرپشن کی وجوہات کیا ہیں؟ لیکن یہ consultancies کن کو دی گئی ہیں؟ یہ حکومتی حلقوں کے قریبی دوستوں، بااثر لوگوں کو دی گئی ہیں۔ تمام فنانشل رولز کو relax کر کے ایسا کیا گیا ہے اور انھیں منہ مانگی

فیسیں دی گئی ہیں۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا صوبہ کسی طریقے سے بھی ان فضول خرچیوں کا متحمل نہیں ہو سکتا اور میری اطلاع کے مطابق جو دو consultants ہیں' جن کے لیے تمام رولز relax کر دیے گئے ہیں ان میں ایک دانش کمال صاحب ہیں اور دوسری فرگوسن کمپنی ہے۔ انھیں یہ consultancies کوئی financial procedure adopt کیے بغیر in relaxation of rules دے دی گئی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پیسے کا ایک ضیاع ہے کیونکہ اس میں نہ تو کوئی پروسیجر اختیار کیا گیا ہے' نہ ٹینڈر طلب کیے گئے ہیں۔ ان کو back door سے consultants بنا دیا گیا۔ جناب سپیکر! یہ غیر ترقیاتی اخراجات کا جو huge بجٹ ہے جس میں تنخواہیں اور باقی الا بلا شامل ہیں۔ میں نے اپنی بجٹ تقریر میں بھی یہ عرض کیا تھا کہ حکومت نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ بوٹی مافیا کو ختم کر رہی ہے' ہمیں روز اخبارات اور ٹیلی ویژن میں نظر آتا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب اپنے entourage کے ساتھ' چیئرمین ٹاسک فورس کے ہمراہ مختلف امتحانی مراکز میں تشریف لے جاتے ہیں۔ جناب والا! یہ جو اچانک چھاپے مارے جا رہے ہیں ان کا امتحان دینے والے طالب علموں پر کیا منفی اثر پڑتا ہے' کیا ان کی flow of thought کو بہتر کر رہے ہیں یا کہ زیادہ خراب کر رہے ہیں؟ اگر وزیر اعلیٰ صاحب کسی امتحانی سنٹر میں جاتے ہیں' ان کا entourage بھی ساتھ ہوتا ہے تو اس کا امتحان دینے والے طلباء پر کیا اثر پڑے گا؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے ایک منفی پہلو ہی سامنے آئے گا' کوئی اچھا پہلو سامنے نہیں آئے گا۔ اس حد تک کہ بوٹی مافیا کو ختم کیا جائے بہت ہی اچھی بات ہے' لیکن اس کے لیے جو طریق کار اپنایا جا رہا ہے وہ کوئی مناسب نہیں۔ جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن کے رولز میں کہا گیا ہے کہ چند مخصوص افراد ہی امتحانی مراکز کا معائنہ کر سکتے ہیں یا چیک کر سکتے ہیں۔ ان کو پہلے بورڈ کی طرف سے انسپکٹر آف امتحانات declare کیا جاتا ہے پھر وہ جا کر اس سنٹر کا معائنہ کر سکتے ہیں۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ وزیراعلیٰ صاحب یا ان کے ساتھ جانے والے دوسرے لوگ اپنے آپ کو انسپکٹر آف امتحانات declare کروا کر وہاں جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بری چیز کو ختم کرنے کے لیے ایک نئی بری چیز کی روایت ڈالی جا رہی ہے۔ اگر جانا بھی ہے تو رولز اور پروسیجر کو adopt کر کے' اپنے آپ کو انسپکٹر آف امتحانات declare کروا کر جائیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ اس کے علاوہ یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ جو امیدوار امتحان دے رہا ہے اس کی flow of thought, disturb نہ ہو' کہیں یہ نہ ہو کہ ایک لڑکا جو

اچھا خاصا پرچہ دے رہا ہے' وہ اس بوٹی مافیا کے بھی خلاف ہے' میرٹ پر وہ اپنی کوشش کر رہا ہے لیکن یہ تمام لوگ جب وہاں جائیں گے تو اس کا flow of thought خراب ہوگا۔ جناب سپیکر! میں آپ کی اور آپ کی وساطت سے محکمہ تعلیم کے جو نمائندگان یہاں deal کر رہے ہیں' کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ بوٹی مافیا کا ایک ایسا سربراہ یا بدنام افسر ہے جو کہ میری اطلاع کے مطابق unfair means cases میں ملوث رہا ہے' یہاں تک کہ اس کی ACRs میں متعدد بار یہ لکھ دیا گیا ہے کہ اسے کبھی بھی بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن میں تعینات نہ کیا جائے۔ اس شخص کا نام بلال قمر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس نے موجودہ حکومت کی ایک اعلیٰ شخصیت کے بیٹے کو امتحانات میں نقل لگانے کا موقع فراہم کیا تھا اب اسے بطور ایوارڈ اس اعلیٰ عہدے پر لگایا گیا ہے۔ جناب والا! اس کے خلاف سینکڑوں inquiries pending ہیں لیکن ان انکوائریز کو ایک ایک کر کے withdraw کیا جا رہا ہے۔

جب حکومت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ بوٹی مافیا کو ختم کرنا چاہتی ہے لیکن ایسے لوگ جو اس کے سرپرست ہیں جب حکومت ان کو protection دے گی تو پھر میں یہ کہوں گا کہ حکومت بوٹی مافیا کو ختم کرنے کی بجائے اس کی سرپرستی کر رہی ہے۔ اگر اس قسم کے افسران لگانے ہیں اور ان کو اس سارے سلسلے کا سرپرست بنانا ہے تو پھر اس exercise کا کوئی فائدہ نہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک فضول exercise ہوگی ایک futile exercise ہوگی۔ جناب سپیکر! میں نے جو گھوسٹ سکولوں کا ذکر کیا اس میں حکومت نے ایک پالیسی بنا دی اور جو دو ارب کا نقصان ہو رہا ہے اس کی بھی identification ہو گئی کہ کس جگہ اور کہاں پر ہے؛ اس پر کام ہونا چاہیے۔ جناب والا! آپ اور معزز ایوان مجھ سے بہتر جانتا ہے کہ دور دراز علاقوں میں' دیہاتوں میں سکولوں کا کیا حشر ہے؛ جو اتنے huge expenditures رکھ دیے گئے ہیں۔ vis-a-vis ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ اس کی out put کیا ہے؛ تو جب ہم out put کی طرف دیکھتے ہیں تو اس کی ratio بہت ہی کم ہے۔

جناب سپیکر! ترک خاندان کے ایک بادشاہ نے بھرے دربار میں یہ کہا کہ ان کے ملک کو جارحیت پسند دشمنوں سے بہت خطرہ ہے۔ انھوں نے تجاویز مانگیں اور یہ کہا کہ یہ ذمہ داری کون قبول کرتا ہے کہ اس خطرے کو قابو کیا جا سکے تو یہ ذمہ داری اس کے وزیر اعظم نے سنبھالی اور کچھ عرصے بعد جب بادشاہ نے اپنے وزیر اعظم سے پوچھا کہ اتنا عرصہ ہو گیا ہے لیکن مجھے دفاع کی کوئی

ایسی چیز نظر نہیں آئی، اسلحے کے کارخانے نہیں بنائے گئے، کوئی ایسی فوج نہیں بنائی گئی جو مجھے نظر آ رہی ہو۔ تو وزیر اعظم نے جواب دیا کہ جناب، میں نے اس ملک میں تعلیمی اداروں کا جال پھیلا دیا ہے۔ جگہ جگہ نوجوانوں کے لیے تعلیم و تربیت کے مراکز کھلیں گے، کتابوں کو ارزاں کر دیا جائے گا، کتابت و تحریر کا عمل شروع ہوگا، نوجوانوں کو علم سے مسلح کیا جائے گا اور قلم دوات کے کارخانے لگا دیے ہیں۔ جب تک یہ علم و تدریس کا انتظام رہے گا تو کوئی دشمن میلی آنکھ سے ہماری طرف نہیں دیکھ سکتا۔ جناب سپیکر! دانش مند حکم ران اسی طریقے سے تعلیم اور علم کی خدمت کو ترجیح دیتے رہے ہیں۔

جناب سپیکر! اب دیکھنا یہ ہے کہ گورنمنٹ نے تعلیم کے شعبے میں کیا پالیسی اختیار کی ہے جس سے ہمارے صوبے میں کوئی خاطر خواہ بہتری نظر آئے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کو اکیڈمک ریسرچ سے یہ سمجھا جا سکتا ہے، انتہائی professional طریقوں سے اور انتہائی competent ماہرین کی مدد سے ایسا کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔ یہ طویل اور دقت آزما طریقہ ہے لیکن جب تک ہم اس academic research کی طرف توجہ نہیں دیں گے اور مصمم ارادہ کر کے اس طرف نہیں بڑھیں گے تو تعلیم کے شعبے میں جو مسائل ہیں یہ اسی طریقے سے رہ جائیں گے۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہم جو فیصلہ کرتے ہیں اس پر عمل کس طریقے سے کرتے ہیں اور کس طریقے سے اپنے مصمم ارادے کے ساتھ اس کو آگے لے جاتے ہیں تاکہ academic research مستقل مزاجی سے ہو۔

جناب سپیکر! حکومت پنجاب نے اس وقت جو پالیسی دی ہوئی ہے۔ یہ پالیسی سابقہ وزیر تعلیم نے بنائی تھی جو اس وقت بھی یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک فائلوں کا ڈھیر ہے ۔ کھوکھلے نعروں اور سبز باغوں کا ایک مجموعہ ہے۔ اسے چند ٹکڑے تو کہا جا سکتا ہے لیکن کسی بھی اعتبار سے اسے مکمل پالیسی نہیں کہا جا سکتا۔ جب یہ تمام چیزیں نظر آتی ہیں تو نکتا یہ ہے کہ جو تعلیمی پالیسی دی گئی ہے وہ صرف پرانی فائلوں کی ترتیب بدل کے ایک پالیسی مرتب کر دی گئی ہے لیکن جب اس کو صحیح طریقے سے دیکھا جاتا ہے تو اس میں محکمہ، وزیر یا کسی اہلکار کی کارکردگی نظر نہیں آتی۔ مثال کے طور پر اس میں literacy rate کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں حکومت کا دعویٰ ہے کہ مردوں میں literacy rate 39.4% اور عورتوں میں 25.8% ہے۔ جناب والا! ان اعداد و شمار کے حوالے سے بہت سے سوالات ہیں۔ پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ خواندہ شخص کون ہے؟ اس کا معیار کیا ہے؟ کیا وہ اردو لکھ پڑھ سکتا ہے؟ کیا وہ اپنا مدعا تحریر کے ذریعے ادا کر سکتا ہے

یا صرف اپنا نام لکھ سکتا ہے۔ جناب والا! جب اس کو دیکھتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب میں شرح خواندگی 15% سے زیادہ نہیں ہوگی، لیکن انھوں نے یہاں اپنی پالیسی میں یہ بیان فرمایا ہے کہ 2002ء تک شرح خواندگی 70% تک چلی جائے گی۔ تو میں حیران ہوں کہ اس وقت کے وزیر تعلیم جس نے اس پالیسی کو منظور کیا اور اس کا اعلان کیا انھوں نے ان figures کی جانب نہیں دیکھا کہ پچھلے پچاس سالوں میں literacy rate کتنا بڑھا ہے اور ان چار پانچ سالوں میں یہ 70% تک کیسے لے جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے اپنا mind apply نہیں کیا' بیوروکریسی نے ایک پالیسی بنا کر ان کے سامنے رکھ دی اور انھوں نے اس کو پڑھ دیا اور اخبارات میں ان کی کانفرنس آ گئی۔ اس کے بعد انھوں قطعاً کوشش نہیں کی کہ وہ یہ دکھا سکیں کہ اس پر کس طرح عمل در آمد کیا جائے گا۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ جو انھوں نے شرح خواندگی میں 70 فی صد اضافہ بتایا ہے یہ بالکل ناممکن ہے اور عوام کو سبز باغ دکھانے والی بات ہے۔۔۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی(چودھری محمد اقبال)، جناب سپیکر! اگر آپ اجازت دیں تو میں نکتۂ ذاتی وضاحت پہ بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں ان کو بالکل disturb نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن انھوں نے بڑا واضح اشارہ کیا تو آپ مجھے ایک دو منٹ کے لیے اجازت دیں۔

جناب سپیکر، چودھری صاحب! اپوزیشن لیڈر بول رہے ہیں' میرے خیال میں انھیں بات مکمل کرنے دیجیے۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی، جیسے جناب کا حکم۔

جناب سپیکر، چودھری صاحب! اس کٹ موشن کا جواب آپ دیں گے؟

وزیر آب پاشی و قوت برقی، جناب والا! پارلیمانی سیکرٹری صاحب جواب دیں گے۔ جناب والا! آپ کچھ پڑھ رہے تھے انھوں نے کہا کہ اُس وقت کے وزیر تعلیم۔۔۔

جناب سپیکر، میں سن رہا تھا۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی، جناب والا! میں نکتۂ ذاتی وضاحت پر بات کرنے کے لیے آپ سے دو منٹ لینا چاہتا ہوں' اگر آپ اجازت دیں' ورنہ میں بات نہیں کرتا۔

سردار رفیق حیدر لغاری، جناب والا! دوست تعلیم کے سبجیکٹ پر باتیں کر رہے ہیں اور جو کچھ

اظہار خیال کریں گے۔ کیا وزیر تعلیم بھی سکولوں کی طرح summer vacations پر چلے گئے ہیں؟ اور اگر وہ چلے گئے ہیں، تو بعض سکولوں میں summer camps لگا کرتے ہیں۔ مہربانی کر کے انھیں اطلاع دیں کہ وہ summer camp میں واپس آ جائیں۔

جناب سپیکر، چودھری صاحب! آپ نے اس میں کوئی بات کرنی ہے تو کر لیں لیکن مختصر۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی، جناب والا! میں دو منٹ میں بات کر لیتا ہوں۔ میرے فاضل دوست نے بڑے فخریہ انداز سے یہ تنقید کی کہ اُس وقت کے وزیر تعلیم نے mind apply نہیں کیا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب اور محکمہ تعلیم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ جناب والا! بڑے افسوس کی بات ہے کہ حضور کے دور میں نہ صرف وہ گھوسٹ سکولوں کی بات فرما رہے تھے میں اس ہاؤس میں on oath بات کرتا ہوں کہ گھوسٹ سنٹر بنتے تھے اور ایک سٹوڈنٹ سے ڈیڑھ سے دو لاکھ روپے لے کر اسے انجینئرنگ یونیورسٹی اور میڈیکل کالج میں پہنچایا جاتا تھا۔ اگر اس بوٹی مافیا کو وزیر اعلیٰ پنجاب نے یا میں نے بطور مسلم لیگ کے کارکن ختم کیا ہے تو انھیں اس ایوان کے فلور پر سراہنا چاہیے تھا۔ بجائے اس کے وہ یہ فرما رہے ہیں کہ انھوں نے اس پر mind apply نہیں کیا؟ جناب والا! 70 فی صد کس طرح سے ہوگا، 70 فی صد رکھیں گے تو 60 فی صد تو ہو جائے گا۔ ان کا تو ٹارگٹ ہی نہیں تھا، 15 فی صد سے آگے جانے کا کوئی منصوبہ ہی نہیں تھا۔ یہ تو صرف نقل کروانے، نقل کی وصولیاں کرنے اور محکمہ تعلیم کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ جناب سپیکر! میں نے اس ہاؤس میں ایک سوال کا جواب دیا تھا کہ محکمہ تعلیم کی 70 گاڑیاں ایک صاحب کے استعمال میں رہی ہیں اور میں یہاں پر اس کا جواب دیتا رہا۔ یہ ان کی کارکردگی تھی اور اس کے اوپر یہ بات کر رہے ہیں۔ میں اس پر مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا۔

جناب سپیکر، جی منیس صاحب۔

جناب سعید احمد خان منیس، شکریہ جناب سپیکر! یہ میرے محترم بھائی ہیں میرا اُن کی دل آزاری کرنے کا کوئی مقصد نہیں تھا۔ میں تو ایک بات کر رہا تھا اور میرے خیال میں ان کی اپنی باتوں سے ہی اندازہ ہو رہا ہے کہ انھوں نے بالکل mind apply نہیں کیا تھا۔ بات کہیں کی ہو رہی ہے اور وہ جواب کہیں کا دے رہے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ نے پوائنٹ آف آرڈر پر ان کو بات کرنے کی اجازت دی۔ بہرحال اب بھی وہ پنجاب حکومت کا حصہ ہیں اور اب بھی وہ محکمہ تعلیم میں اسی طرح contribution کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ایگریکلچر میں بھی ان کی

contribution ہو رہی ہے' محکمہ آب پاشی میں بھی ہو رہی ہے اور سنا ہے' اب پتا نہیں غلط ہے یا درست انھیں وزیر قانون بھی بنایا جا رہا ہے اور راجہ بشارت صاحب محترم بھائی کو اس سے اگلی ذمہ داری سونپی جا رہی ہے۔ ہمیں تو خوشی ہوگی کہ وہ لاء کی طرف بھی آئیں گے اور پارلیمنٹری افیرز کو بھی deal کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک پرانے وکیل ہونے کے ناتے وہ اس میں بھی اپنا نام ضرور پیدا کریں گے۔

وزیر آب پاشی، جناب والا! ان کی لڑانے کی یہ سازش کامیاب نہیں ہوسکتی۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! میں کوشش کرتا ہوں کہ اس کو جلدی wind up کروں' کیونکہ وقت بھی ختم ہونے کو ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ یہ چند باتیں جو ایجوکیشن پالیسی کی ہیں وہ آپ کی وساطت سے معزز ایوان کے ممبران تک پہنچا دوں۔جناب والا! بلڈنگوں کی حالت آپ سے ڈھکی چھپی نہیں ہے اور یہ جتنا پیسہ بھی مرمت پر خرچ ہوتا ہے اور آئندہ ہونا ہے وہ کسی طریقے سے بھی صحیح جگہ پر صحیح مقام پر خرچ نہیں ہوگا۔ کم ازکم میں اپنے حلقہ نیابت کی طرف جب نظر دوڑاتا ہوں تو ہمیں تو ویسے ہی نظر انداز کیا گیا ہے کہ ان معاملات میں مشاورت تو کیا کسی بھی معاملے میں شریک نہیں کیا جاتا اور نہ ہی ہم سے کوئی تجاویز مانگی جاتی ہیں۔ جس طریقے سے ہمارے معزز دوستوں نے معزز اراکین اسمبلی نے اپنے اپنے حلقہ نیابت کا ذکر کیا تو اس سے بھی یہی لگتا ہے کہ ان سے بھی کوئی مشاورت نہیں کی گئی اور وہاں پر ایسے ایسے سکول ہیں کہ میں ان کی کیا مثال دوں۔ وہ کھنڈرات کا منظر پیش کرتے ہیں۔ کسی بھی طریقے سے اتنی بڑی رقوم جو کہ اس مد کے لیے مانگی جا رہی ہیں اور ہمیں یہ بھی معلوم ہو کہ یہ صحیح طریقے سے خرچ نہیں ہونی تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس ملک کے ساتھ' اس صوبے کے ساتھ' صوبے کے عوام کے ساتھ اور اس ایوان کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہوگی۔ جناب والا! جیسا کہ میں نے باقی مدات میں کچھ مثالیں دی ہیں' ان کی appropriation میں تضاد پایا جاتا ہے' وہ ایجوکیشن میں بھی اسی طریقے سے ہے۔ پچھلی کٹ موشن میں بھی میں نے عرض کیا۔ میں چاہتا تھا کہ میرے محترم بھائی اس حوالے سے کوئی بات کریں۔ تنخواہوں کا معاملہ بھی میں نے اٹھایا تھا۔جناب سپیکر! میں بار بار یہ بات اس لیے کہتا ہوں کہ یہ ایک genuine سا معاملہ ہے جو بجٹ کی کتاب کے ہرصفحہ پر پندرہ بیس ایسے اندراج ملیں گے جن

کا آپس میں کوئی ملاپ نہیں ہے اور اس میں تضاد ہی تضاد ہے۔ پچھلے سال کے بجٹ کو اگر آپ اٹھا کر دیکھیں گے تو اس میں 1997-98ء کے لیے کچھ اعداد وشمار دیے ہوئے ہیں اور اگرآپ اس دفعہ کی بجٹ بک کو اٹھا کر دیکھیں گے تو آپ کو اعدادوشمار کوئی اور نظر آئیں گے۔ تنخواہوں کی جو summing up کی گئی ہے اس مد میں بھی آپ کو نظر آئے گا کہ بہت تضاد ہے۔ اس میں جو پھر total number of posts ہیں ان کی طرف بھی اگر آپ دیکھیں گے تو ان میں بھی بہت تضاد ہے۔ حالانکہ پچھلی بک اور موجودہ بک دونوں میں' 1997-98ء کے گوشوارے میں یہ دکھایا گیا ہے' لیکن اس میں بہت زیادہ تضاد ہے۔ جناب والا! مجھے بہت ہی خوشی ہوتی اگر میرے محترم بھائی اس سے پہلے پولیس کی مد میں انھوں نے بہت تفصیلی جواب دیا ہے اور انھوں نے میں سمجھتا ہوں کہ بہت ہی اچھی روایت قائم کی ہے کہ جتنے بھی ہمارے معزز سپیکرز تھے دوست تھے انھوں نے کوشش کی ہے کہ ان کے جواب وہ دیں۔جناب سپیکر! میں اس میں بھی یہ گزارش کروں گا کہ جب اس کو wind up کیا جائے تو ایسے جو تضادات ہیں جن کا ہمارے بھائیوں نے ذکر کیا ہے ان کو بھی ضرور سامنے رکھا جائے اور اس کے لیے بھی وضاحتیں ضرور کی جائیں۔

جناب سپیکر! حکومت کو پرائیوٹائزیشن کا جو جنون سوار ہے اس میں ہر ادارے کو جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے مینجمنٹ کے حوالے کیا جا رہا ہے' NGOs کو دیا جا رہا ہے۔ اب سکول مینجمنٹ کمیٹی کا تصور بھی پیش کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! یہ جو کمیٹیز ہیں سکول کے اساتذہ' والدین اور عوام کے نمائندوں پرمشتمل ہوں گی۔ جناب سپیکر! میرے دوست بہت ہی anxious ہیں کہ میں اپنی تقریر کو wind up کروں اگر آپ مناسب سمجھیں تو وقت ختم ہو رہا ہے اور میں اسے پھر کل تک کے لیے ملتوی کر دیتا ہوں۔ وزراء صاحبان کی طرف سے بھی کافی disturbance ہو رہی ہے۔ جناب سپیکر! اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ جو مینجمنٹ کمیٹیز ہیں' ان کو جو ذمہ داریاں دی جا رہی ہیں اگر یہ ذمہ داریاں expertise کو دی جاتیں تو زیادہ بہتر تھا۔

جناب سپیکر: ابھی آپ کتنا وقت لیں گے؟

جناب سعید احمد خان منیس: جناب سپیکر! اس کو ابھی تھوڑی دیر لگے گی۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو کل پھر continue کر لوں گا۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے پھر آپ اسے کل continue کر لیں۔ اب اجلاس کل ساڑھے نو بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

بدھ' 24- جون 1998ء

(چہار شنبہ' 28- صفر المظفر 1419ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس' اسمبلی چیمبر' لاہور میں صبح 10 بجے زیر صدارت

جناب سپیکر (چودھری پرویز الٰہی) منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری غلام رسول نے حاصل کی۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ٥

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ
مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ
مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ
مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾

سورۃ المائدہ آیت نمبر 15 تا 16

اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرماتے ہیں۔ بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا۔اور روشن کتاب اللہ اُس سے ہدایت دیتا ہے۔ اُسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے ساتھ اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انھیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

وما علینا الا البلاغ٥

جناب سپیکر، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سب سے پہلے تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 11 جناب ارشد عمران سلہری صاحب کی ہے۔ اس سے پہلے میں اپوزیشن لیڈر کو یہ بتانا چاہوں گا کہ فنانس ڈیپارٹمنٹ سے جو comments مانگے ہیں فی الحال ان کو ابھی examine کر رہے ہیں۔ جونہی وہ میرے پاس آتے ہیں تو میں آپ کی تحاریک استحقاق کا فیصلہ کروں گا۔ نمبر 11 جناب ارشد عمران سلہری صاحب۔

نشان زدہ سوال نمبر 1100 کے غلط جواب کی فراہمی

جناب ارشد عمران سلہری، شکریہ جناب والا! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں۔ جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 22 اپریل 1998ء کو وزیر تعلیم نے جناب شاہد محمود بٹ صاحب کی طرف سے پوچھے گئے سوال نمبر 1100 کے خصوصاً جز الف کے جواب میں یہ فرمایا ہے کہ اس وقت صوبہ میں کوئی ایسا سکول کام نہیں کر رہا۔ جس کا ذکر صرف دفتری فائلوں میں ہے۔ حالانکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حکومت نے حال ہی میں ایک تفصیلی سروے کرکے لا تعداد ghost سکولوں کا سراغ لگایا ہے۔ اور اس سلسلے میں مزید پیش رفت اور کارروائی ہو رہی ہے۔ اس واضح عوامی مسئلے کے بارے میں وزیر تعلیم نے ایوان کو غلط اطلاعات فراہم کرکے نہ صرف میرا بلکہ پورے ہاؤس کا استحقاق مجروح کیا ہے۔ لہٰذا استدعا ہے کہ اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر، جی مختصر بیان۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! گزارش یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے پوائنٹ اٹھایا ہے اپنی تحریک استحقاق میں کہ صوبہ پنجاب کے اندر اس وقت ہماری حکومت نے ghost schools کے متعلق جو سروے کروایا ہے اس میں سینکڑوں ہزاروں کی تعداد سے یہ ghost schools موجود ہیں۔ اور عرصہ دراز سے ایسے سکول چل رہے ہیں۔ جناب والا! افسوس کی بات یہ ہے کہ یہی ادارے ہیں جن کی کارکردگی کی وجہ سے خاص طور پر یہ محکمہ تعلیم جس نے قوم کی، ملت کی اور نوجوان نسل کی تعمیر کرنی ہے۔ اس کے افسران یا سربراہان جب غلط بیانی سے کام لیں گے تو پھر وہی حال ہوگا جو عرصہ

پچاس سالوں میں مختلف محکموں میں بدعنوانی، رشوت اور کرپشن واضح طور پر ہمارے سامنے آئی ہے۔ محکمہ تعلیم کے پورے پاکستان خاص طور پر پورے پنجاب کے اندر جو ghost schools ہیں in the best interest of the nation اس کا وزیر اعلیٰ پنجاب نے سروے کا حکم دیا۔ اور ہر شخص کے نوٹس میں یہ تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جواب شاید کچھ عرصہ پیشتر محکمے کو دیا گیا۔ اور جب یہ ہاؤس میں آیا تو اس وقت اس کو درست نہ کیا گیا۔ محکمے نے جو جواب لکھ کر بھیجا وہی ہاؤس کے اندر پڑھ کر سنا دیا گیا۔ جناب والا! میں اپنی حکومت کو اس بات پر کریڈٹ دیتا ہوں کہ اس دور میں جہاں وزیر اعظم پاکستان اور وزیر اعلیٰ پنجاب اپنی ٹیم کے ہمراہ پورے ملک اور صوبے کے اندر ان اداروں کی بہتری کے لیے دن رات محنت کر رہے ہیں۔ محکمہ تعلیم میں اس وقت کل 56 ہزار پرائمری سکول ہیں۔ جس میں سے 756 جو ہیں وہ ghost shools ہیں۔ 1455 سکول ایسے ہیں جو بند ہو چکے ہیں۔ 255 سکول ایسے ہیں جہاں پر ایک بچے کی بھی enrolment نہیں ہے۔

521 non-functional schools ہیں۔ اور 1871 سکول ایسے ہیں جن کو اس compaign کے بعد دوبارہ reopen کیا گیا۔ جناب والا! اس کے سروے پر کروڑوں روپیہ خرچ آیا ہے۔ ہماری گورنمنٹ کی ڈیڑھ سال کے عرصے میں یہ ایک بہت بڑی کارکردگی ہے۔ خاص طور پر میں نے محکمہ تعلیم کے اوپر یہ جو figures دی ہیں اس پر جناب والا! افسوس کی بات یہ ہے کہ محکمہ تعلیم جو ہمیں، ہمارے بچوں کو اور پوری قوم کو تعلیم دیتا ہے کہ جنھوں نے کل کو ان سیٹوں پر آ کر بیٹھنا ہے جنھوں نے ان اداروں کی سربراہی کرنی ہے۔ یہ بات کسی سے بھی پوشیدہ نہیں کہ پورے پنجاب کے اندر ہزاروں کے حساب سے سکول ہیں اور محکمہ تعلیم یہ کہہ رہا ہے کہ اس میں کوئی بھی ghost school نہیں ہے۔ وہ اس نسل کو کیا پیغام دیں گے اور اس کی کیا تعمیر کریں گے۔

جناب سپیکر، سلہری صاحب! یہ مختصر بیان تو نہیں یہ تو پوری تقریر ہے۔ لیکن مختصر بتا دیں کہ اب کیا چاہتے ہیں؟

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! میں اس میں گزارش یہ کروں گا کہ اگر محکمہ تعلیم اس کا اہل ہوتا کہ جنھوں نے عرصہ دراز سے اپنی بدعنوانیاں چھپائی ہیں ان کو ظاہر کر دیتا تو وزیر اعلیٰ پنجاب کو آرمی کے محکمے کی ضرورت نہ پڑتی کہ وہ محکمہ تعلیم کی چھان بین کرتے۔ میری گزارش ہے کہ جس افسر نے بھی یہ غلط رپورٹ دی ہے۔ اس کے خلاف کارروائی کے لیے میری اس تحریک استحقاق کو

استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (سید محمد عارف حسین بخاری)، جناب والا! اس وقت یہ سوال جناب شاہد محمود بٹ صاحب نے اسمبلی سیکرٹریٹ کو بھجوایا تھا۔ اور محکمہ تعلیم کو یہ سوال بھجوایا گیا تھا۔ اور وہ تاریخ 25-09-1997 تھی۔ اس وقت کے معروضی حالات میں یہ جواب درست تھا۔ آرمی کا سروے اس کے بعد ہوا۔ جس دن اس سوال کا جواب ایوان میں پڑھا گیا تھا، چونکہ جواب ان ہی ایام میں آ چکا تھا، چھپ کا تھا۔ جب پڑھا گیا تو اس وقت اس ایوان میں اس کے پڑھنے کی نوبت نہیں آئی تھی، بلکہ میں نے یہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے تھے۔ اگر یہ اس وقت آ جاتا تو ممکن ہے کہ موجودہ رت کے مطابق اس میں تازہ ترین صورت حال بھی کسی ضمنی سوال کے تحت بیان کر دی جاتی۔ لیکن نکہ اس کے پڑھنے کی نوبت ہی نہیں آئی تھی اور جواب اس کا 25-09-1997 کا تھا۔ ان حالات میں یہ جواب درست تھا۔ البتہ یہ نہیں کیا گیا۔ حسن اتفاق ہی ایسا ہو گیا ہے، اس لیے میری استدعا ہے کہ آپ اس کو disposed of تصور فرمائیں

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ سلہری صاحب! ان ، کوئی ایسی ت نہیں، جس طرح کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے فرمایا ہے۔ جب یہ سوال زیر بحث آیا ، وقت ابھی کے پاس نہ ہی سروے کی کوئی رپورٹ تھی اور نہ ہی سروے مکمل ہوا تھا۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا میں گزارش کروں گا کہ جیسے کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے فرمایا ہے کہ ، میں اس وقت یہ سوال پڑھا نہیں گیا۔ میری ، میں صرف استدعا ہے کہ سوال جو بھی تھا، ڈیپارٹمنٹ نے اس کا جواب جو بھیجا ہے۔ کیا کسی کی ذمے د نہیں بنتی کہ وہ اس کی چھان بین کرے؟ اس کو درست کر کے اس کے اندر پیش جائے؟ یہ پھر ایسے ہو جیسے جو بھی سوال آیا اگر کی باری نہیں آئی تو جو بھی محکمے نے لکھا ہے وہ اسمبلی کے اندر اسی طرح سے approve جائے گا۔

جناب سپیکر، جس طرح پارلیمانی سیکرٹری صاحب فرما رہے ہیں کہ اس وقت ے بھی مکمل نہیں ہوا تھا اور کوئی رپورٹ بھی کے پاس نہیں آئی تھی۔ میرا خیال ہے کہ ٹھیک آپ اس کو پریس نہیں کرتے۔ لہٰذا یہ disposed of تصور کی جاتی ہے۔ ب نمبر 14 ہے۔ جی، پوائنٹ آرڈر۔

الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی، سر یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وزرائے کرام اس ہاؤ حصہ

ہیں۔ پہلے وہ ایم پی اے ہیں اس کے بعد وہ وزیر لیبر ہیں۔ کافی وزرائے کرام یہاں پر حاضر رہے ہیں، بجٹ اجلاس ہے۔ میں صرف ایک صاحب کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ممکن ہے وہ وزیر بننے سے کوئی فوقیت حاصل کر گئے ہوں، یا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بریگیڈیئر ہیں اور ان کے نیچے بیٹھے ہوئے لوگ سپاہی اور کرنل ہیں۔ جناب والا! ان کو ہاؤس میں حاضر رہنا چاہیے وہ یہاں کیوں نہیں آتے؟

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، آج وزیر تعلیم صاحب نہیں آئے؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! ان کے ضلع میں ایک الیکشن ہو رہا ہے، شاید ادھر مصروف ہیں۔ معزز رکن کا یہ کہنا درست ہے کہ انھیں یہاں پر موجود ہونا چاہیے تھا اور ایوان کی کارروائی کو دوسری کارروائیوں پر ترجیح دینی چاہیے تھی۔ یہ بات ان تک پہنچائی جائے گی۔

جناب سپیکر، راجہ صاحب! پھر بجٹ اجلاس بھی ہے اور جلسے تو شام کو ہوتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 14 سردار سعید انور صاحب۔

ایس پی ٹوبہ ٹیک سنگھ کا ایم پی اے کے سامنے ناشائستہ رویہ

سردار سعید انور، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ شکریہ، جناب سپیکر۔

میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 22-06-98 کو میں عوام کے مسائل کے حل کے لیے ایس پی ٹوبہ ٹیک سنگھ کے دفتر گیا۔ میں آفس میں بیٹھا تھا۔ اس وقت وہاں رانا محمد انور سیکرٹری مسلم لیگ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ بھی موجود تھے۔ میری وہاں موجودگی کی اطلاع پر مسلم لیگی ورکر دفتر کے اندر آ گیا۔ S.P. نے اس کے بلا اجازت دفتر میں داخل ہونے پر انتہائی بے ہودہ اور تلخ انداز میں اعتراض کیا۔ میں نے S.P. موصوف کو سمجھایا کہ یہ دفتر عوامی مسائل کے حل کے لیے قائم ہے، وزیراعلیٰ صاحب کا حکم ہے ضلعی انتظامی سربراہ اپنے دفتروں میں عوامی نمائندوں، عام شہریوں اور کارکنوں کا داخلہ بند نہ کریں۔ اس پر S.P. موصوف مزید غضب ناک ہو گئے اور اپنے دربان کو معطل کر دیا اور کہا کہ اس دفتر کے دروازے صرف میری مرضی سے ہی کھل سکتے ہیں۔ دیکھوں گا آئندہ کون بلا اجازت دفتر میں داخل ہوتا ہے۔

ایس پی ٹوبہ ٹیک سنگھ کے اس رویہ اور گھٹیا ریمارکس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا

استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر، سردار صاحب! آپ شارٹ سٹیٹمنٹ دیں۔

حاجی محمد نواز خان کلیار، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، تشریف رکھیں۔ آپ ایک منٹ تشریف رکھیں۔ سردار صاحب! آپ شارٹ سٹیٹمنٹ دیں۔

سردار سعید انور، جناب سپیکر! سرکاری دفاتر عوامی ملکیت ہوتے ہیں۔ ان میں داخلہ عوام اور عوامی نمائندوں کا حق ہے۔ ہم لوگوں کے مسائل کے حل کے لیے منتخب ہوئے ہیں۔ اگر ہمیں دفتروں میں داخل ہونے پر ایسے بے عزت کیا جائے، تو ہم عوامی مسائل کیسے حل کر سکتے ہیں؟ جناب سپیکر! ان لوگوں کا رویہ ہمیشہ تحکمانہ ہے۔ یہ اپنے آپ کو کوئی علیحدہ ہی مخلوق سمجھتے ہیں۔ یہ عوام اوز اپنے درمیان ایسے دربان کھڑے رکھتے ہیں کہ جیسے یہ کوئی اعلیٰ مخلوق ہیں اور عوام ان کے غلام ہیں۔ ہم کس لیے منتخب ہوئے ہیں؟ ہم عوام کے مسائل کے لیے منتخب ہوئے ہیں۔ ہم نے عوام کے مسائل کے حل کے لیے ہر دفتر میں جانا ہوتا ہے۔ اگر ہر دفتر میں ہماری اسی طرح بے عزتی ہوتی رہے، تو ہمارے کام پہلے بھی نہیں ہوتے، اب بالکل ہی نہیں ہوں گے۔ جناب سپیکر! میری استدعا ہے کہ آپ میری تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں۔

جناب سپیکر، کلیار صاحب! آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں؟

حاجی محمد نواز خان کلیار، جناب والا! شکریہ۔ پہلے تو میں معذرت چاہتا ہوں کہ میں کبھی کبھی age factor کی وجہ سے بھول جاتا ہوں۔ میں اپنے معزز رکن کی تحریک استحقاق کے حوالے سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ طیب سعید ہمارے پاس ایڈیشنل ایس پی رہے ہیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب جب فیصل آباد دورے پر گئے، تو فیصل آباد کے 18 ایم پی ایز اور 9 ایم این ایز نے اس ایس پی کے خلاف شکایت کی کہ یہ اس قسم کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ تو 3 مہینے تک ہمارا 27 نمائندوں کا اس کے دفتر میں جانا بالکل ممنوع تھا۔ میں فاضل رکن سے یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ ایڈیشنل ایس پی تھے۔ ہم نے شکایت کی تو وہ ایس پی بن گیا۔ اب انھوں نے شکایت کر دی تو ان کو ڈی آئی جی بنا دیا جائے گا۔ ہمارے فیصل آباد ڈویژن میں جب تک ڈی آئی جی کھوسہ صاحب ہیں، وہ اسی طرح کرتا رہے گا۔ جناب والا! اس لیے میری یہ التجا ہے کہ اس تحریک استحقاق کو جلدی ٹیک اپ کیا جائے اور اس کے لیے کوئی نہ کوئی سزا ضرور ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر، تشریف رکھیں۔ جی، راجہ صاحب۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! مجھے بھی اس تحریک پر بولنے کی باری دے دیں۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے، آپ بھی بات کرلیں۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! عرض یہ ہے کہ برس ہا برس سے اسمبلی میں ایسی تحاریک پیش ہوتی رہیں اور یہ ہوتی رہیں گی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب تک حکومتی پالیسی واضح نہ ہو کہ منتخب نمائندے کا کیا مقام ہے، ان تحاریک کا، کمیٹی کا اور لوگوں کے شور و غوغا کا کوئی فائدہ نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں یہ دو ٹوک فیصلہ کرنا چاہیے کہ ایک عوامی نمائندے کا پروٹوکول کیا ہے؟ اور اس کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ یہ عوامی نمائندے جب دفاتر میں حاضر ہوتے ہیں اور ایس پی، ڈی آئی جی، ڈی سی اور اے سی کو سر کہتے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اپنے اس مقام کی بنیادی نفی کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! 8 کروڑ عوام کے صوبے کا نمائندہ، ان کے حقوق کا محافظ، اپنے حلقے کا منتخب نمائندہ، جب ایک ملازم کو، جسے پبلک سرونٹ کہتے ہیں، جب اسے سر کہے گا تو اس کا اپنا مقام اور اس کی حاکمیت واضح ہو جائے گی۔ میری یہ درخواست ہے کہ انتظامیہ کے کارپردازوں کے ساتھ بیٹھ کر سب سے پہلے فیصلہ کروائیں کہ عوام کے منتخب نمائندوں کا مقام کیا ہے۔ یہ الفاظ کہنے کہ تم بغیر اجازت کے داخل نہیں ہو سکتے۔ جناب سپیکر! یہ کس دنیا میں بستے ہیں؟ آج سرحد میں بیوروکریسی کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ جو چاہے، جس کا جی چاہے، وہ اندر داخل ہو سکتا ہے۔ لیکن یہاں پر ہر اے سی کے دروازے کے باہر بھی کھڑا ہوا ایک آدمی آپ کو اندر داخل نہیں ہونے دے گا۔ جناب سپیکر! یہ سلسلہ کب تک چلے گا؟ میں یہ درخواست کروں گا کہ ایک کمیٹی بنا کر اس کو thrash out کیا جائے تاکہ عوامی نمائندوں کا استحقاق صحیح معنوں میں بحال ہو۔ شکریہ، جناب سپیکر۔

جناب سپیکر، جی، صفدر شاکر صاحب۔

چودھری محمد صفدر شاکر، جناب سپیکر! آپ نے بھی اس بات کا اندازہ لگایا ہوگا کہ ہر روز تحاریک استحقاق میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ یقین مانیے 3 فروری کے مینڈیٹ کے بعد ہم نے سوچا تھا کہ ہمیں اتنا مینڈیٹ ملا ہے، ہمیں اتنی ہی عزت ملے گی۔ لیکن یقین جانیے میرے بھائی یہاں جو بیان کرتے ہیں، اس سے بھی آگے بات ہے، لیکن ہم اپنی عزت کی خاطر نہیں بولتے۔ ہم آخر ممبر ہیں، ہماری کوئی عزت ہے۔ ہم کوئی ذاتی کاموں کے لیے نہیں جاتے۔ میں 85ء سے ممبر ہوں، لیکن یقین مانیے میں

نے اس دفعہ جو طریقۂ کار دیکھا ہے' پہلے کبھی نہیں دیکھا۔آپ سے میری یہ استدعا ہے کہ آپ ہمارے یہاں کے حاکم ہیں۔ آپ نے ہماری عزت اور وقار کا خیال رکھنا ہے' خدا کے لیے کوئی ایسا طریقۂ کار بنائیں تاکہ عوام کے مسائل اور پنجاب کے عوام کی مشکلات کو حل کرنے کے لیے کوئی طریقۂ کار ہو۔ شکریہ۔

جناب سپیکر، میرا خیال ہے اس تحریک پر کافی بات ہو چکی ہے۔ شرقپوری صاحب! آپ نے بھی کچھ بولنا ہے؟

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، جناب سپیکر! یہ ساتھی نہایت واجب الاحترام ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسی بات کو کسی وجہ سے نہ کرنا' یہ بھی خیانت ہوتی ہے۔ واقعی ان کی بات ٹھیک ہے کہ بیوروکریسی کے بعض افسران بڑے بد اخلاق ہیں۔ جہاں تک دروازے والی بات کا تعلق ہے' میں یہ عرض کروں گا کہ کوئی ضروری کام بھی ہوتے ہیں۔ یہ میری ایک سوچ ہے جو غلط بھی ہو سکتی ہے۔ ایس پی اور ڈی سی اگر کوئی ضروری بات کر رہے ہوں اور کمرے میں رش ہو جائے' تو میرے خیال میں وہ غور سے بات سن بھی نہیں سکتے' تو یہ طریقہ تو ٹھیک ہے کہ اطلاع کر کے ان کے کمرے میں جایا جائے تاکہ ان کو پتا ہو کہ کون آ رہا ہے۔ باقی جہاں تک ان کی کرپشن کا تعلق ہے' میں نے بجٹ تقریر میں بھی کہا تھا کہ ایم پی ایز کو اجازت دیں کہ وہ لشکر لے کر کرپٹ افسران کی ٹانگیں توڑیں۔

جناب سپیکر، جی' راجہ صاحب۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ آج صبح سرکولیٹ ہوئی ہے۔ اس وقت تک مجھے محکمے کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ یہ کیونکہ کل اسمبلی میں داخل ہوئی ہے۔ آج صبح سرکولیٹ ہوئی ہے اور آج ہی مجھے اس کی کاپی ملی ہے۔ جناب سپیکر! میں نے معزز رکن کی خدمت میں بھی یہ گزارش کی تھی اور حقائق معلوم کیے ہیں۔ جناب سپیکر! ابھی معزز اراکین اسمبلی نے اپنے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مجھے ان کے خیالات کا احترام بھی ہے اور میں ان سے اتفاق بھی کرتا ہوں۔ جس طرح ابھی ایس اے حمید صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ ایک رجحان بنتا جا رہا ہے کہ پولیس کے خلاف یا اے ایس آئی کے خلاف بھی تحاریک استحقاق آ رہی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک جگہ اگر استحقاق مجروح ہوتا ہے' تو میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس کے خلاف کارروائی کرنی چاہیے۔ اگر ہمارے ایک

ایم پی اے کسی اے ایس آئی کے خلاف تحریک استحقاق دیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں اے ایس آئی کی کم بےعزتی ہے لیکن اس سے ہمارے معزز رکن کی عزت اور احترام میں بہت فرق آتا ہے۔ اس لیے جو تجویز ایس اے حمید صاحب نے دی ہے۔ میں اس سے کلی طور پر اتفاق کرتا ہوں کہ اس مسئلے کا مستقل بنیادوں پر حل ہونا چاہیے۔ میری آپ سے صرف یہ استدعا ہے کہ اس تحریک استحقاق کو کل تک pend فرما لیا جائے۔ جواب آنے دیں' کیوں کہ apparently جو تحریک میں نے پڑھی ہے۔ اس کے مطابق میں ایک بات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ معزز رکن کو نہیں روکا گیا۔

جناب سپیکر، راجہ صاحب! میں نے بھی دیکھا ہے اور یہ بات صحیح ہے۔ آپ کو موقع ملنا چاہیے تاکہ محکمہ رپورٹ منگوا ے' تو اس کو کل تک کے لیے pending کرتے ہیں۔ لیکن اس میں اگر آپ ذرا غور سے دیکھیں کہ جب رانا محمد انور صاحب' سیکرٹری مسلم لیگ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ داخل ہوتے ہیں تو آپ کی اس تحریک استحقاق کے مطابق جو کہ آپ نے خود لکھ کر جمع کروائی ہے۔ اس میں اگر کوئی شکایت ہونی چاہیے تو وہ انور صاحب کو ہونی چاہیے۔ آپ کو تو انھوں نے وہاں باعزت طریقے سے بٹھایا تھا۔ جہاں تک آپ کی بےعزتی کا تعلق ہے' وہ تو اس میں ظاہر نہیں ہو رہی۔جہاں تک رانا محمد انور صاحب' سیکرٹری مسلم لیگ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ بلا اجازت اندر داخل ہوئے......

وزیر قانون، رانا صاحب بھی نہیں' ایک اور ورکر تھے' "اس وقت رانا محمد انور وہاں موجود تھے' میری وہاں موجودگی کی اطلاع پر مسلم لیگی ورکر دفتر کے اندر آ گئے"۔

جناب سپیکر، جی' ٹھیک ہے۔ اگر اس تحریک استحقاق کو غور سے دیکھا جائے تو جہاں تک آپ کے استحقاق کا تعلق ہے تو اس میں کوئی شک نہیں۔ اس سے پہلے جتنی بھی تحاریک استحقاق آئی ہیں' وزیر قانون نے ان میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی' بلکہ انھوں نے خود کہا ہے کہ یہ استحقاق کمیٹی کے پاس بھیج دی جائے۔ جہاں تک اس تحریک استحقاق کا تعلق ہے۔ اس کو اگر غور سے دیکھا جائے تو اس میں آپ کا استحقاق کہیں مجروح ہوتا نظر نہیں آتا۔ کیوں کہ آپ تو وہاں پہلے سے موجود تھے اور رانا صاحب بھی موجود تھے۔ پھر مسلم لیگ کے ایک ورکر بغیر اطلاع کے آئے ہیں جس کے اوپر ناراضگی ہوئی ہے۔

سردار سعید انور، وہ ورکر میری اطلاع پر مجھ سے ملنے آیا تھا۔ ایس پی صاحب کے پاس اس کا کام تھا تو وہ میری وجہ سے آیا تھا۔ اس طرح استحقاق تو میرا مجروح ہوا ہے۔ وہ سیدھا ایس پی صاحب کے پاس نہیں گیا۔میں بطور ایم پی اے ان کے علاقے کا نمائندہ ہوں اور وہاں ایس پی کے دفتر میں تھا۔ وہ مجھے

ملنے آیا اور مجھے کہنے آیا کہ ایس پی صاحب سے میرا یہ کام بھی کروا دیں۔ جناب والا! استحقاق میرا مجروح ہوا ہے۔ رانا انور صاحب تو پہلے سے موجود تھے۔ میرا ایک ورکر' میرا ایک ساتھی میرے پاس آیا کہ میرا بھی یہ کام ایس۔پی صاحب سے کروا دیں۔ وہ تو میری وجہ سے وہاں آیا تو استحقاق تو میرا مجروح ہوا ہے کہ ایس۔پی صاحب نے میرے ورکر کو میرے سامنے دیکھتے ہوئے پہلے جھاڑا اور پھر اپنے اردلی کو میرے کہنے کے باوجود معطل کیا۔ میں نے اس سے درخواست کی' لیکن اس نے اسے بحال نہیں کیا۔ اب جب میں ایس پی آفس میں جاؤں گا تو دربانوں کے سامنے میری کیا عزت ہوگی۔ ایس۔پی کا دربان صرف اس وجہ سے معطل ہو گیا ہے کہ اس نے میرے کسی ساتھی کو اندر جانے دیا۔ وہاں ایک سپاہی کے سامنے کل کو میری کیا عزت ہوگی؟

جناب سپیکر! میں علاقے کا نمائندہ ہوں۔ آپ نے شاید غور سے نہیں پڑھا' استحقاق میرا مجروح ہوا ہے' میرا نہیں بلکہ آپ سب کا مجروح ہوا ہے۔ اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو میرے سامنے ابھی قرآن لائیں۔ پہلے اس طرح کی تحاریک استحقاق' استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جاتی رہی ہیں۔ میری تحریک استحقاق کیوں استحقاق کمیٹی کے سپرد نہیں کی جاتی۔ جناب سپیکر! ہم نے کیا جرم کیا ہے؟

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ سردار سعید انور صاحب! ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ آپ سے کوئی علیحدہ سلوک کیا جا رہا ہے۔ آپ اپنے ذہن سے یہ بات نکال دیں۔ آپ اس ہاؤس کے معزز رکن ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے اور جتنی بھی تحاریک استحقاق آئی ہیں' وہ منظور ہوئی ہیں۔ اس میں وزیر قانون صاحب نے ایک دن کا وقت لیا ہے۔ اس کو صرف ایک دن کے لیے pending کرتے ہیں۔ اس کو ان شاء اللہ کل take up کریں گے۔ آپ اپنے ذہن سے یہ بات نکال دیں کہ آپ کو discriminate کیا جا رہا ہے۔ اس کو کل تک کے لیے pending کیا جاتا ہے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی' چیمہ صاحب۔

چودھری محمد اعظم چیمہ، جناب والا! pending کرنے سے پہلے یہ تحریک استحقاق پیش ہوئی۔ قانون اور رولز کے مطابق آپ کا فرمان بجا ہے۔ ممبر کو استحقاق صرف سکول' جیل اور ہسپتال کا حاصل ہے' لیکن حالات و واقعات کے مطابق ایک روایت چلی آ رہی ہے اور آپ custodian ہیں۔ ممبران آپ سے استدعا کرتے ہیں اور آپ اسے کمیٹی میں بھیج کر یا بذات خود بلا کر ہمیشہ کوئی ایسی بات کرتے

ہیں۔ جس سے ممبران کی عزت بحال ہو۔ آج مجھے حیرانی ہوئی ہے کہ ایک لاء گریجویٹ لاءمنسٹر صاحب نے کہا کہ حقوق کا تعین ہونا چاہیے' فلاں ہونا چاہیے' ممبر کو کیا پروٹوکول ملنا چاہیے۔ جناب والا! پروٹوکول یا حالات و واقعات' آئین اور رولز میں درج ہیں۔ ممبر بھیک مانگنے والے نہیں ہیں اور نہ کبھی قانون اور نہ رولز اس کی اجازت دیتے ہیں۔ میں unheard condemn کرنے کا ذاتی طور پر خلاف ہوں۔ عالی جاہ! میں معذرت سے عرض کروں گا کہ مجھے آپ کا بڑا احترام ہے۔ آپ نے کہا کہ ممبر کی کوئی بےعزتی نہیں ہوئی' اس کے ساتھی کی ہوئی۔ جناب والا! جو ساتھ جائے' اس کو جوتے پڑ جائیں اور وہ چپ کر کے بیٹھا رہے؟ (نعرہ ہائے تحسین) آپ نے custodian ہونے کی حیثیت سے یہ بات کی ہے۔ جناب والا! آئندہ یہ بات ان ممبران کی عزت کو خاک میں ملائے گی۔ مجھے حیرت ہے کہ لاءمنسٹر صاحب ہر روز یہ کہتے ہیں کہ جواب نہیں آیا۔ کوئی بھی واقع ہو اور تحریک استحقاق آئے تو اس کی اطلاع رات ٹیلی فون پر ملتی ہے' پھر کہتے ہیں کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ وہاں بھیج دو۔ جناب والا! یہ کون سی عنایت اور مہربانی فرما رہے ہیں۔ اس کو pending کیا جائے اور وزیر اعلیٰ صاحب سے استدعا کی جائے کہ وہ پالیسی سٹیٹمنٹ دیں۔ اگر یہ ممبر میری بات سے اتفاق کریں اور کبھی کسی دفتر میں نہ جائیں اور اس وقت تک نہ جائیں۔ جب تک وزیر اعلیٰ صاحب اس بات کا حکم نہ دیں کہ ان کے عوامی مسائل حل کیے جائیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا! ہم تسلیم کرتے ہیں۔ ہمارا کوئی ووٹ نہیں' ووٹ مینڈیٹ کا ہے' ووٹ قائد کا ہے' ووٹ قائد پنجاب کا ہے۔ جناب والا! ہم ساتھی ہیں۔ ہم اس وقت ممبر تھے۔ جب ہم اپنی بیساکھیوں پر آئے تھے۔ اگر آج ہم مینڈیٹ کے تابع ہیں تو ہماری عزت خاک میں نہیں مل گئی۔ یہ بات ہم کبھی قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں کہ ایک ممبر وہاں جائے اور اس کے ساتھ یہ سلوک ہو اور آپ سے استدعا کی جائے کہ ہمارا پروٹوکول کیا ہے؟ میں آج کھوسہ صاحب سے اور وزیر قانون سے یہ استدعا کروں گا کہ ہم آپ کے بھائی ہیں۔ آپ کو کوئی سرخاب کے پر نہیں لگے ہوئے جو وزیر بن گئے ہیں۔ جناب والا! اگر آپ نے ہماری عزت کو بحال نہ کیا اور وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ استدعا نہ کی تو پھر کل یہ موقع آ جائے گا کہ قائد ایوان کے بارے میں بھی بیوروکریسی کیا ریمارکس پاس کرے گی؟ میں بات لمبی کر رہا ہوں۔ آپ کی فیکٹری میں پولیس والے داخل ہوئے۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں' بس وہ رہنے دیں۔ چیمہ صاحب! وہ بات نہ کریں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: میں وہ بات نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: جی ہاں' وہ بات نہ کریں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: وہاں ملازم موجود تھے۔ ہتک آپ کی ہوئی تھی۔ ہتک آپ کی فیکٹری کی ہوئی تھی۔ آپ کے نام کی ہوئی تھی۔

جناب سپیکر: نہیں' نہیں۔ وہ چھوڑ دیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: یہ کون سا مسئلہ ہے کہ ایک ممبر جائے اور اس کے ساتھ جو موجود ہو اس کو اتنے جوتے پڑیں اور پھر یہ کہا جائے کہ آپ کا کوئی استحقاق مجروح نہیں ہوا؛ یہ کمیٹی کو refer کیا جائے اور وہاں یہ بات من و عن کی جائے یا میں وزیر اعلیٰ صاحب سے آج خود استدعا کروں گا کہ وہ پالیسی سٹیٹمنٹ دیں اور اپنے ان ساتھیوں سے بھی کہوں گا' منسٹر صاحبان سے بھی کہوں گا کہ ایک سپاہی اگر کار روک لے تو ہم اس کا تبادلہ نہیں کرا سکتے۔ ایمان دار ہوں گے' دیانت دار ہوں گے' لیکن ہم تبادلے نہیں کراتے' ہم بھرتی نہیں کراتے' ہم ملازم ہی نہیں کراتے۔ اولاد کو نہیں کراتے' ہم کسی کو نہیں کراتے۔ (نعرہ ہائے تحسین) لیکن ہمیں گھر بیٹھے تو عزت نصیب ہو۔ آپ کسٹوڈین ہیں۔ آپ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اس کو ابھی refer کیا جائے اور وہاں بیٹھ کر اس کا تعین کیا جائے کہ ایسا کیوں ہوا؛ اور آئندہ ایسا کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہو۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: اس میں جو ابھی یہ ساری بات ہوئی ہے۔ میں نے پہلے ہی یہ بات کہی ہے اور لاء منسٹر صاحب نے بھی آپ سے کبھی کوئی اس طرح disagree نہیں کیا۔ ابھی چونکہ پہلی دفعہ یہ تحریک استحقاق کل ہی ملی ہے۔ تو انھیں پڑھنے کا بھی شاید پوری طرح موقع نہیں ملا۔ اس میں تھوڑا ٹائم دینے میں کوئی حرج والی بات نہیں۔ جی' راجہ صاحب۔

راجہ محمد خالد خان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر۔ جناب والا! یہاں پر معزز ممبر کا استحقاق کا مجروح ہونا تو اپنی جگہ لیکن اس دنیا میں رہتے ہوئے انسانوں کے لیے 'integrity' عزت نفس بہت بڑی چیز ہے۔ اگر ہم اپنی integrity یا عزت نفس کو اعلیٰ و ارفع جانتے ہیں تو اس معزز ایوان میں بیٹھے ہوئے معزز لوگوں کے لیے یہ بھی لازم و ملزوم ہونا چاہیے کہ وہ جب تقریر فرمائیں تو جوش و جذبات میں کسی پر کیچڑ اچھالنے کی بجائے ایک شستہ زبان میں بات کریں۔ مجھے دکھ ہوا ہے کہ شرقپوری صاحب نے جو بیوروکریسی کو بداخلاق اور کیا کچھ کہا ہے۔ وہ بھی ہمارے بھائی ہیں اور تعلیم حاصل کر

کے وہ بھی اتنی ہی خدمت سرانجام دے رہے ہیں جتنی کہ کوئی اور دے رہا ہے۔ اس ایوان میں بیٹھے ہوئے ہمیں یہ بھی اپنا ایک impact قائم کرنا چاہیے کہ ہم پڑھے لکھے اور معزز لوگ ہیں اور معزز طریقے سے بات کرتے ہیں۔ کسی پر اس طرح سے کیچڑ اچھالنا اور کسی کی عزت نفس کو مجروح کرنا کوئی اچھی بات نہیں۔ .Respect is always mutual sir, give and take ' اس لیے اس بات کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ ان لوگوں کے لیے ایسے الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہییں۔

جناب سپیکر، جی' لاءمنسٹر صاحب۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! اکرم چیمہ صاحب میرے بزرگ ہیں۔ انھوں نے specifically میرے متعلق بات کی ہے کہ میں نے یہ کہا ہے کہ جواب موصول نہیں ہوا۔ اس کے بعد بھی میں یہ کہہ دیتا ہوں کہ اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے' مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حکومتی مشینری کے پاس گو وسائل موجود ہیں لیکن کوئی کام کرنے کے لیے ایک طریقہ کار ہوتا ہے۔ میں آج صبح پونے نو بجے دفتر پہنچا اور 9 بجے مجھے یہ تحریک موصول ہوئی۔ اس کے بعد تقریباً سوا نو یا 9-20 پر میں نے معزز رکن کے ساتھ رابطہ کیا اور آج ہی ہم چاہے بذریعہ ٹیلی فون' چاہے بذریعہ فیکس' ہم نے متعلقہ افسر سے بھی جواب لینا ہے۔ یہ تو ٹیکنیکلی میں بات کرتا ہوں۔ لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ میں یہ کہہ دیتا ہوں کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات تو میرے کریڈٹ میں جانی چاہیے' نہ کہ یہ میرے لیے discredit ہونا چاہیے۔ پھر میں سمجھتا ہوں کہ on the floor of the House اگر کسی معزز رکن نے خواہ اس کا تعلق اپوزیشن سے ہو یا حکومتی بنچوں سے ہو' اپنے ذاتی استحقاق کی بات کی ہے تو میں نے آج تک اس کی مخالفت نہیں کی اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات میرے لیے باعث فخر ہے۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ میں ان بھائیوں میں سے ہوں اور میری عزت اسی وقت ہے جب کہ اس معزز ایوان کے ہر رکن کی عزت ہے۔

جناب سپیکر! یہ تاثر دینا کہ شاید میں کسی مہربانی کے حوالے سے کرتا ہوں' یہ قطعی طور پر غلط ہے۔ لیکن ایک گزارش میں آپ سے اور کرنا چاہتا ہوں کہ یہ دیکھ لیں کہ آج تک موجودہ حکومت کو برسراقتدار آئے ہوئے تقریباً 16 ماہ ہو گئے ہیں۔ اس وقت تک یہاں اس ایوان سے کتنی تحاریک استحقاق accept ہوئیں اور وہ متعلقہ کمیٹی کو گئیں اور ان پر کیا کارروائی ہوئی؛ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہاں

ایوان میں تقریروں کے بعد' جذبات کے اظہار کے بعد جب استحقاق کمیٹی کے پاس یہ تحاریک جاتی ہیں تو وہاں پر ہم صلح صفائی کر لیتے ہیں اور متعلقہ افسران کو معاف کر دیتے ہیں۔ میری آپ سے صرف یہ استدعا ہے اور آپ کے حوالے سے اس معزز ایوان سے یہ استدعا ہے اور معزز ایوان کے ہر رکن سے میں دست بستہ یہ استدعا کرنا چاہتا ہوں کہ زندگی میں ایک دفعہ یہ کر کے دیکھ لیں کہ کوئی تحریک استحقاق جو استحقاق کمیٹی کے پاس جائے تو اس پر compromise نہ کریں' پھر میں دیکھتا ہوں کہ ان کا استحقاق کس طرح مجروح ہوتا ہے۔ استحقاق مجروح ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ معافی یہ خود دے دیتے ہیں اور پھر آ کر کہتے ہیں کہ جی' ہمیں پوچھا ہی نہیں جاتا۔

جناب سپیکر! ایس اے حمید صاحب نے پالیسی کی بات کی کہ ایک پالیسی طے ہونی چاہیے۔ میں اتفاق کرتا ہوں۔ اسی تحریک کو جانے دیں۔ اس کا کل جواب آ جائے۔ آپ ٹیک اپ کریں۔ اس کو جانے دیں اور اس کے بعد معزز رکن compromise نہ کریں۔ میں دیکھتا ہوں کہ کسی ممبر کا استحقاق مجروح کس طرح ہوتا ہے؟ اس پر کارروائی کریں۔ اس لیے میری استدعا ہے کہ یہ بات ایک دفعہ طے ہونے دیں۔ انھوں نے discrimination کی بات کی تھی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کسی ممبر کے خلاف یہاں پر کوئی discrimination نہیں ہے۔ تمام کا احترام ہمارے دل میں ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ رہے گا۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: سردار سعید انور صاحب! یہ آپ ذہن سے نکال دیں۔ آپ نے یہ کیسے محسوس کر لیا کہ خدانخواستہ آپ کے خلاف کسی نے کوئی ذہن بنایا ہوا ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ ہمارے اس ہاؤس کے معزز رکن ہیں اور صرف ایک دن کے لیے لاء منسٹر صاحب نے اس کو pend اس لیے کرایا ہے تاکہ ذرا واقعات ان تک پہنچ سکیں۔

سردار سعید انور: میری عرض سن لیں۔

جناب سپیکر: جی سردار صاحب۔

سردار سعید انور: جناب سپیکر! وزیر قانون صاحب نے فرمایا ہے کہ جواب کا انتظار ہے۔ جواب کا اس لیے انتظار ہے کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں؟

جناب سپیکر: نہیں' نہیں۔ ایسی بات نہیں۔ بالکل نہیں۔

سردار سعید انور: دوسری بات یہ ہے کہ وزیر قانون صاحب نے فرمایا ہے کہ ممبران صلح صفائی کر لیتے

ہیں۔ میں ایوان میں وعدہ کرتا ہوں۔ ابھی مجھ سے written لے لیں کہ میں کسی قسم کی صلح نہیں کروں گا۔ کسی بات پر صلح نہیں کروں گا۔ آپ میری یہ تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں۔

جناب سپیکر: وہ اچھی بات ہے۔ لیکن جو چیز انھوں نے کہی ہے۔ انھوں نے قطعاً ایسی بات نہیں کی کہ آپ کوئی جھوٹ بول رہے ہیں۔ انھوں نے بالکل ایسی بات نہیں کہی۔ اور کوئی بات نہیں۔ یہ کل آ جائے گی۔ کل take up ہو جائے گی۔

سردار سعید انور: ٹھیک ہے جی۔

جناب سپیکر: تو یہ کل کے لیے pending کی جاتی ہے۔ تحریک استحقاق نمبر 15 جناب ایس اے حمید صاحب۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: جناب سپیکر! ایک منٹ۔ پلیز ایک منٹ۔

جناب سپیکر: بس، یہ issue اب ختم ہو گیا ہے۔ کل کے لیے پینڈ نگ۔ جی، ایس اے حمید صاحب۔

حاجی محمد نواز خان کلیار: جناب سپیکر! آپ یہاں الیکشن کروا کر دیکھ لیں کہ اسے آج لینا چاہیے یا نہیں۔ آپ ہماری بات نہیں سنتے۔ ہم چکی میں پس رہے ہیں۔ ہمیں پتا ہے کہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں۔ ایک دن کے لیے کچھ نہیں ہو جاتا۔ شرقپوری صاحب! تشریف رکھیں۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: جناب سپیکر! مجھے آدھا منٹ دے دیں۔

جناب سپیکر: نہیں، تشریف رکھیں۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: جناب سپیکر! صرف آدھا منٹ۔

جناب سپیکر: ایس اے حمید صاحب! تشریف رکھیں ذرا۔ ہاں جی۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: جناب سپیکر! میں نے ساری بیوروکریسی کو بداخلاق نہیں کہا۔ میں نے یہ کہا ہے کہ بعض لوگ بداخلاق ہیں۔ رہ گئی بات، ان کے جو ورکر صاحب ملنے آئے تھے ان کے ساتھ ایس پی صاحب نے جو رویہ اختیار کیا ہے وہ غلط ہے۔ اس کو واقعی استحقاق کمیٹی کے سپرد کرنا چاہیے۔ رہ گئی بات اجازت والی، وہ بھی اصولی ہے کہ اجازت لے کر لوگوں کو جانا چاہیے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے، ہو گئی بات۔ جی، چودھری صاحب! آپ بات کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر آب پاشی و قوت برقی (چودھری محمد اقبال) ، جی جناب۔

جناب سپیکر، جی' چودھری اقبال صاحب۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی :جناب والا! میں جناب سے بڑی مودبانہ التماس کروں گا کہ اس وقت پاکستان کے اندرمسلم لیگ کی حکومت ہے۔ آپ کا کارکن پارٹی کی جان ہوا کرتا ہے اور جس پارٹی کے کارکن کی عزت و تکریم نہیں ہوتی تو اس پارٹی کے ایم این اے اور ایم پی اے کی عزت بھی نہیں رہتی ۔ میں آپ کو اس بات کا احساس دلانا چاہتا ہوں اور آپ ہاؤس کے جذبات بھی دیکھ رہے ہیں کہ ایس پی صاحب کا ایک ایم پی اے کی موجودگی میں ایک کارکن سے رویہ بھی قابل اعتراض ہے۔اس کا بھی آپ نوٹس لیں۔ جناب والا! آپ تحریک استحقاق کو تو چھوڑ دیں لیکن ایک message دینا چاہیے کہ پاکستان کے اندر اس پارٹی کی حکومت ہے۔ اس پارٹی کے کارکن کی عزت و تکریم ہے۔ اس کو بحال کرنے کے لیے میں اپنے ساتھی وزیر قانون سے' آپ اور اپنے پنجاب کے قائد میاں شہباز شریف صاحب سے بھی یہ عرض کروں گا کہ اس کا وہ پورا نوٹس لیں کہ اس کو اس طرح کی کارروائی کرنے کی کس طرح سے جرات ہوئی۔ اس لیے جناب والا! اس کو serious لیا جائے۔ میں نے اپنے عزیز سے بھی درخواست کی ہے ' جناب کلیار صاحب سے بھی درخواست کی ہے کہ اسے آپ کل تک کے لیے pending کروا لیں۔ کل اس کا جواب لیں اور اس ایس پی صاحب کو message جانا چاہیے کہ اس وقت پاکستان کے اندرمسلم لیگ کی حکومت ہے۔ میں آپ سے صرف اتنی عرض کرنی تھی۔

جناب سپیکر، راجہ صاحب' اب تو یہ کل کے لیے pending ہو چکی ہے۔ یہ تو فیصلہ ہو چکا ہے۔ لیکن آپ ذرا یہ تکلیف کریں کہ آپ اس ایس پی کو آج بلوائیں اور بلا کر بات کریں کہ یہ سارا مسئلہ کیا ہوا ہے۔

اگلی تحریک استحقاق نمبر 15 جناب ایس ۔ اے حمید صاحب کی ہے۔

پاکستان ٹیلی وژن پر پنجاب اسمبلی کی کارروائی کو مناسب کوریج نہ دینا

جناب ایس اے حمید، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیربحث

لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 22 جون 1998ء کے اجلاس میں نہ صرف اراکین کی بھاری تعداد نے بجٹ میں بھرپور حصہ لیا بلکہ وزیر خزانہ نے بحث کو سمیٹتے ہوئے حکومتی پالیسی اور بجٹ کے بارے میں اپوزیشن کے خدشات کی کھل کر وضاحت کی اور حکومتی مؤقف مدلل طریقے سے پیش کیا۔ پاکستان ٹیلی وژن کے رات 9 بجے کے خبرنامہ میں پنجاب اسمبلی کے بارے میں صرف تین سیکنڈ کی خبر نشر کی گئی کہ " پنجاب اسمبلی میں بجٹ پر بحث میں اٹھارہ اراکین اسمبلی نے حصہ لیا۔" اس کے برعکس سرحد اسمبلی کے بارے میں حکومتی مؤقف اراکین اسمبلی کے نام اور اپوزیشن کا مؤقف تک پیش کیا گیا۔ پاکستان کے سب سے بڑے منتخب ادارے " پنجاب اسمبلی" کے ساتھ اس غیر منصفانہ طرز عمل سے جمہوری اداروں کی اہمیت کو جان بوجھ کر نظر انداز کرنے کی کاوش کسی طور پر بھی پسندیدہ نہیں۔ پاکستان ٹیلی وژن کی انتظامیہ کے اس امتیازی سلوک سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا میری اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، آپ short statement دیں۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! پنجاب اسمبلی پاکستان کا سب سے بڑا منتخب ادارہ ہے۔ 250 کے قریب اراکین اسمبلی جس طور پر ملکی، صوبائی، اور اپنے علاقائی مسائل کی نشاندہی کے لیے، ان کے حل کے لیے اور صوبے کے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے رات دن کوشاں ہیں اور خاص طور پر پاکستان مسلم لیگ کی حکومت نے میاں شہباز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب کی قیادت میں جس طور پر انقلابی فیصلے دیے ہیں اور جو پروگرام وزیر اعلیٰ پنجاب نے پنجاب کے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے دیے اور جس طور پر وزیر خزانہ نے 22 جون کے اجلاس میں حکومتی پالیسی اور حکومتی پروگرام کا اعلان کیا اس دن کی اہمیت کے حوالے سے پاکستان ٹیلی وژن نے صرف تین سیکنڈ کی خبر ٹی وی پر کاسٹ کی اور اس کے مقابلے میں جب سرحد اسمبلی کی بات آئی تو قابل غور نکتہ یہ ہے کہ وہاں نہ صرف حکومتی اراکین کے نام، حکومتی پالیسی کا اعلان بلکہ اپوزیشن کے بارے میں بھی ان کا مؤقف ٹی وی پر دیا گیا۔ اور جناب سپیکر! اگلے روز کل خیال تھا کہ شاید جو وزیر خزانہ نے بحث سمیٹی ہے اور پنجاب اسمبلی میں جو بحث ہوئی ہے اس کے بارے میں پی ٹی وی کوئی خبر دے گا، لیکن کل کسی قسم کی کوئی خبر نہیں دی گئی۔ جناب سپیکر! پی ٹی وی کے اس مسلسل رویے سے مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پنجاب

اسمبلی کو جان بوجھ کر نظرانداز کیا گیا ہے۔ کبھی خبر نشر ہوتی تھی کہ اسمبلی کا اجلاس ہوا، سپیکر جناب چودھری پرویز الٰہی صاحب نے صدارت کی، اراکین اسمبلی نے بحث میں حصہ لیا۔ اراکین اسمبلی کے یہ نام ہیں اور یہ انھوں نے بات کہی۔ جناب سپیکر! یہ خبر تقریباً چھ یا سات سکینڈ کی بنتی ہے۔ لیکن اس میں کم از کم ایک صوبے میں اسمبلی کی کارروائی، حکومت کا پروگرام یہ تمام چیزیں عوام کو سننے میں اور دیکھنے میں ملتی ہیں لیکن جناب سپیکر! پی ٹی وی کا مسلسل یہ رویّہ رہا ہے اور جب کبھی کوئی تحریک استحقاق پیش ہو اس کے بعد خبروں میں تبدیلی کو آپ بھی دیکھتے ہیں۔ تو میں یہ چاہوں گا کہ اس مسئلہ کو مستقل بنیادوں پر حل کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر، جی، وزیر قانون صاحب۔

وزیر قانون، جناب والا! یہ تحریک مجھے ابھی ملی ہے، لہٰذا میری درخواست ہے کہ اسے کل کے لیے pending فرما لیں۔

جناب سپیکر، ایس اے حمید صاحب، یہ تحریک ان کو آج ہی ملی ہے۔ اسے کل تک کے لیے pending کر لیتے ہیں۔ راجہ صاحب، آپ ویسے اس حوالے سے، جو انھوں نے یہاں پوائنٹس اٹھائے ہیں، ان سے رپورٹ منگوا لیں کہ سرحد اسمبلی کی کتنی coverage ہوئی ہے اور پنجاب کی کتنی ہوئی ہے۔ تو یہ تحریک بھی کل تک کے لیے pending کی جاتی ہے۔ تحاریک استحقاق کا وقت ختم ہوتا ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! میں اس پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے آپ کی توجہ اس امر کی جانب دلانا چاہتا ہوں کہ اس ہاؤس کو قائم ہوئے تقریباً سولہ مہینے گزر چکے ہیں، لیکن ابھی تک ہاؤس incomplete ہے۔ سٹینڈنگ کمیٹیز ابھی تک چند ایسی ہیں جن کا تعین ہی نہیں ہوا، وہ قائم ہی نہیں ہوئیں اور کئی ایسی سٹینڈنگ کمیٹیز ہیں جو قائم ہو چکی ہیں، لیکن ان کے چیئرمین کے انتخابات عمل میں نہیں آئے۔ تو جناب سپیکر! میں گزارش کروں گا کہ یہ کمیٹیز بہت ہی اہمیت کے حامل ہوتی ہیں اور آپ غیر ممالک میں دیکھتے ہیں کہ وہاں سٹینڈنگ کمیٹیز کے بغیر کوئی کام چل ہی نہیں سکتا۔ یہ صرف ہمارے ہاں رواج ہے کہ باہر سے اگر dignitaries آتے ہیں تو صدر یا وزیر اعظم کو مل

کر واپس چلے جاتے ہیں لیکن باہر کے ممالک میں پہلے وہ سٹینڈنگ کمیٹیز والوں سے ملتے ہیں اور بعد میں وہ دوسرے dignitaries کو ملتے ہیں' ان کی اتنی اہمیت ہے۔ تو جناب والا! میری یہ گزارش ہے کہ ہم ہر اجلاس میں حکومت کی اس طرف توجہ دلاتے ہیں لیکن یہ اب تک incomplete ہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جب تک ہاؤس incomplete ہو تو ہماری یہ جو کارروائی ہے' ہمارا یہاں آنا اور یہاں بیٹھنا اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

جناب سپیکر، جی' وزیر قانون صاحب۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! لیڈر آف دی اپوزیشن کی یہ observation درست ہے کہ بعض کمیٹیوں کے ابھی تک انتخابات نہیں ہوئے۔ لیکن یہ عمل شروع ہے اور آج بھی ایک کمیٹی کے سربراہ کا الیکشن ہے اور اس اجلاس میں الیکشنز تقریباً مکمل کر لیے جائیں گے۔

جناب سپیکر، راجہ صاحب' یہ مکمل کروا لیں۔

وزیر قانون، لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کمیٹیاں مکمل نہیں ہوئیں۔ یہ بات بھی اپنی جگہ پر درست ہے۔ تھوڑا سا confusion ہے کہ جو لسٹ initially دی گئی تھی اس کے مطابق ہم نے کمیٹیاں بنا دیں' لیکن بعد میں سیکرٹری اسمبلی نے point out کیا اور اس کے مطابق ابھی کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر، اور جو سینٹ کے الیکشن ہیں وہ بھی کروا لیں۔

وزیر قانون، ٹھیک ہے جی۔

میزانیہ بابت سال 99 - 1998ء کے مطالبات زر پر بحث

اور رائے شماری

----(جاری)

جناب سپیکر، جیسا کہ گزشتہ روز یہ اعلان کیا گیا تھا کہ قاعدہ نمبر 144 کے ذیلی قاعدہ 4 کے تحت کٹ موشنز پر کارروائی آج مورخہ 24-6-1998 ایک بجے دوپہر تک جاری رہے گی اس کے بعد باقی ماندہ مطالبات زر پر قاعدہ مذکور کے تحت گیلوٹین کے ذریعے براہ راست رائے شماری شروع کر دی جائے گی۔ کل ایجوکیشن کی کٹ موشن پر جناب سعید احمد منیس صاحب تقریر کر رہے تھے۔ تو کیا آپ اپنی

تقریر کو جاری رکھتے ہیں؟ منیس صاحب! آپ ایجوکیشن پر بات کو جاری رکھیں۔

جناب سعید احمد خان منیس، شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اپنی کٹوتی کی تحریک پر، جو کہ ایجوکیشن پر ہے، اپنی بات جاری رکھتے ہوئے یہ عرض کروں گا کہ حکومت پر پرائیویٹائزیشن کا ایک جنون سوار ہے۔ اور اس کے نتیجے میں سکولوں کے لیے سکول مینجمنٹ کمیٹیوں کا ایجوکیشن پالیسی میں اعلان کیا گیا ہے۔ یہ اساتذہ، والدین اور عوام کے نمائندوں پر مشتمل ہوں گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کمیٹیاں expertise پر مشتمل ہونی چاہیے تھیں۔ یہ ایک ٹیکنیکل کام ہے۔ جس میں اس طریقے سے اپنے من پسند لوگ یا اپنی پارٹی ورکرز کو accommodate کرنے کے لیے یہ کمیٹیاں بنا دی گئی ہیں۔ اگر آپ کسی ضلع کی کمیٹی کے اراکین کی فہرست منگوا کر دیکھیں تو اس میں اپوزیشن کے ارکان اسمبلی یا اپوزیشن جماعتوں سے تعلق رکھنے والا کوئی آدمی بھی شامل نہیں ہوگا۔ جناب سپیکر! پھر یہ پالیسی کس طرح آگے چل سکتی ہے؟ پھر اس پالیسی میں education for all through all کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ فروغ تعلیم کمیٹیاں حکومت نے بنائی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اتنے سارے لوگوں کو یہ کام دینے اور بیسیوں لوگوں کو اس میں involve کر دینے سے ان کی effectiveness دھری کی دھری رہ جائے گی۔ education for all through all کی اس سکیم میں بہتری کی بجائے ابتری آنے کے زیادہ چانسز ہیں۔ education for all through all کی بجائے اگر میں اسے education for none through none کہوں تو وہ اس پر بہتر لاگو آتا ہے۔ اگر ان فروغ تعلیم کمیٹیوں کی بجائے ان کو فروغ جہالت کمیٹیاں کہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ کیونکہ ان سکول مینجمنٹ کمیٹیوں میں صرف حکومتی لوگوں کو شامل کیا گیا ہے اور باقی جماعتوں یا اپوزیشن کے ارکان اسمبلی کو ان میں اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ جناب سپیکر! جس طریقے سے قومی ایجنڈا دیا گیا ہے۔

جناب سعید اکبر خان، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، ابھی لیڈر آف اپوزیشن تقریر کر رہے ہیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب والا! یہ نہایت اہمیت کا حامل پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں ہی لیڈر آف اپوزیشن کو ڈسٹرب کروں۔ لیکن آپ کے نوٹس میں اور ہاؤس کے نوٹس میں لانے کے لیے میں نے ضروری سمجھا کہ اسے فوری پڑھ دوں۔

جناب سپیکر، میرا خیال ہے وہ اپنی تقریر مکمل کر لیں تو اس کے بعد آپ اسے ٹیک اپ کر لیں۔

جناب سعید اکبر خان، جی شکریہ۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! اس پالیسی میں آپ contradiction دیکھیں کہ ایک طرف عوام کی شرکت پہ زور دیا جا رہا ہے لیکن اگر اسے ہم غور سے پڑھیں تو اس میں ساتھ یہ بھی لکھ دیا گیا ہے:

> This province wise movement would be directed, guided and disciplined by the DEOs and AEOs.

جناب سپیکر! اس میں کتنا تضاد ہے کہ ایک طرف عوام کو شامل کرنے کی بات کی جا رہی ہے اور پھر بیوروکریسی کو اتنی ہی پاورز دی جا رہی ہیں بلکہ پہلے سے بھی زیادہ دی جا رہی ہیں۔ پھر ان مینجمنٹ کمیٹیز برائے فروغ تعلیم کا حشر تو ویسا ہی ہونا ہے جیسے کہ ان پالیسیوں کا ہوتا ہے جن کو توجہ سے نہیں بنایا جاتا۔

جناب سپیکر! اس میں ایک اچھا پہلو جو کہ سابق وزیر تعلیم نے اپنی پالیسیوں میں ڈالا ہے وہ دینی مدارس کے نصاب کو modernise کرنے کا منصوبہ ہے۔ یہ بہت ہی اچھی بات ہے اور نظام اسلام کے نفاذ میں حکومت کی ناکامیوں کی وجہ سے مذہبی جماعتوں کے لیڈروں کو لازماً اعتماد میں لینا چاہیے۔ اگر ان کو اعتماد میں نہیں لیا جائے گا تو پھر ہو سکتا ہے کہ حکومت کی یہ پالیسی اپنے کسی صحیح مقام پہ پہنچنے کی بجائے ان کا اسی طریقے سے حشر ہو جیسا باقی پالیسیوں کا ہوتا ہے۔ تو میں یہ حکومت سے استدعا کروں گا کہ اس پہ مذہبی رہنماؤں سے ضرور dialogue کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس میں نصابی کتب کی revision کی بھی بات کی گئی ہے۔ یہ revision موجودہ حکومت کے حکمرانوں کے دور میں جب میاں نواز شریف پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے اس وقت بھی یہ نصاب تیار کیا گیا تھا اور ایک سے بارہ جماعتوں تک کا نصاب نیا بنایا گیا اور کوشش کی گئی کہ اس کو نافذ کیا جائے۔ لیکن اساتذہ کے احتجاج سے حکومت ڈر گئی اور وہ نصاب نافذ نہ ہو سکا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان پالیسیوں کا بھی ویسا ہی حشر نہ ہو جیسے کہ پہلے نصاب بنا کے کولڈ سٹوریج میں ڈال دیا گیا۔

جناب سپیکر! آپ کو یاد ہوگا کہ اس وقت مسجد مکتب سکول کے نام سے یہ خیال دیا گیا تھا۔ سکول قائم بھی ہوئے اور کئی جگہوں پر اب تک چل بھی رہے ہیں۔ لیکن حکومت نے اس کے بعد خود ہی کہا کہ یہ ایک ناکام تجربہ تھا۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ ان ناکامیوں سے پہلے یہ جو پالیسی

بنائی گئی ہے اس پہ اگر کوشش کی جائے کہ صحیح طریقے سے اس کو implement کیا جائے اور جو قابل عمل چیزیں ہیں ان پر زیادہ توجہ دی جائے۔ اور جو ناقابل عمل چیزیں ہیں ان پر revision کی جائے۔

جناب سپیکر! اس تعلیمی پالیسی میں خواتین کی یونیورسٹی کے قیام کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن آپ کے سامنے ہے کہ آج تک اس پہ کوئی کام نہیں ہوا۔ بلکہ میں نے اپنی بجٹ تقریر میں حکومت کو مشورہ دیا تھا کہ جب وہ یہ بات کرتے ہیں کہ وہ گورنر ہاؤس کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور گورنر وہاں سے شفٹ ہونا چاہتے ہیں اور یہ اعلان بھی کر دیا گیا ہے کہ وہ وہاں سے شفٹ ہو جائیں گے، لیکن یہ ساتھ ہی کہا ہے کہ دفاتر وہاں موجود رہیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر گورنر ہاؤس کو استعمال کیا جائے اور خواتین کی یونیورسٹی وہاں بنا دی جائے تو اس سے حکومت کا وعدہ اور عوام کا مطالبہ پورا ہو سکتا ہے۔ تعلیم میں اگر آپ میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کے نتائج پر نظر ڈالیں تو یہ 15/20 فی صد بنتے ہیں۔ اور باقی 80 فی صد لوگ جو فیل ہو جاتے ہیں تو اس کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو حکومت جو اتنی بڑی گرانٹ مانگ رہی ہے اس کی justification نظر نہیں آتی کہ اتنا زیادہ پیسہ خرچ کیا جانا درکار ہو اور اس کے بعد میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کے نتائج کو دیکھیں کہ 15/20 امیدوار پاس ہو رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایسی باتیں ہیں کہ حکومت کو ان کی طرف لازماً توجہ دینی چاہیے اور ان کی جو یہ پالیسی ہے وہ کسی طریقے سے صحیح نہیں ہے اور اس پہ صحیح طریقے سے عمل درآمد نہیں ہو رہا۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت سے اور معزز ایوان سے عرض کروں گا کہ میری کٹوتی کی تحریک اس کو منظور فرمایا جائے اور حکومت کی پالیسی کو رد فرمایا جائے۔

جناب سپیکر، شکریہ! شاہ صاحب آپ بھی بات کرنا چاہتے ہیں۔

سید مسعود عالم شاہ، شکریہ جناب سپیکر! تعلیم کی اہمیت کے حوالے سے میں عرض کرنا چاہوں گا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان بھی یہ عکاسی کرتا ہے کہ تعلیم کو اسلام میں کتنی اہمیت دی گئی ہے۔ آپ کے فرمان کے مطابق "علم حاصل کریں گو چین جانا پڑے" سے یہ مراد ہے کہ جتنی تکالیف برداشت کرنی پڑیں آپ تعلیم حاصل کریں اور اس کا معیار بلند کریں۔ اسی سلسلے میں، میں قائداعظم کا فرمان بھی quote کرنا چاہوں گا جو پاکستان کے قیام سے دس سال قبل انھوں نے سندھ مسلم سٹوڈنٹس کانفرنس میں کراچی میں فرمایا کہ کسی قوم کو ایک خطہ ارض کا مالک بننے اور

حکومت چلانے کے اہل بنانے کے لیے کم از کم تین بڑے ستون درکار ہوتے ہیں۔ ان میں سے پہلا تعلیم، دوسرا تجارت کاروبار اور صنعت، تیسرا ملکی دفاع جناب سپیکر! آج سے 60 سال قبل ہمارے بانیٔ پاکستان نے بھی یہی فرمایا تھا کہ ہماری بنیادی ضرورت اور ترقی کا راز ہی تعلیم ہے۔ تعلیم کے بغیر توانا معیشت اور مضبوط دفاع کے ستون تعمیر نہیں کیے جا سکتے۔ اس کے ساتھ ساتھ جناب سپیکر! میں باہر کی policies quote کرنا چاہوں گا کہ آئندہ tenure کے لیے صدر کلنٹن نے بھی اپنے جس پروگرام کا اعلان کیا ہے اس میں تعلیم کو مقدم رکھا گیا ہے۔ اسی طرح وزیراعظم ٹونی بلیئرڈ نے اپنے پروگرام میں تعلیم کو مقدم رکھا ہے۔ جناب والا! اس کے ساتھ ہی میں ایشیائی ممالک کا حوالہ دینا چاہوں گا۔ جنھوں نے اس دور میں اقتصادی طور پر ترقی کی ان میں جنوبی کوریا، تھائی لینڈ اور ملائشیا کا ذکر آتا ہے۔ انھوں نے اپنے ممالک میں ترقی سے پہلے محکمہ تعلیم میں بھاری سرمایہ کاری کی اور اسی شعبے کی وجہ سے آج انھیں ایشین ٹائیگرز کہا جاتا ہے۔ جناب سپیکر! جنوبی کوریا کے حوالے سے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ 1970ء سے لے کر 1989ء تک انھوں نے اخراجات میں 355 فی صد فی طالب علم کے حساب سے اضافہ کیا ہے۔ جبکہ اسی دوران پاکستان میں یہ اضافہ صرف 13 فی صد تک کیا جا سکا۔ جناب سپیکر! میں موجودہ پالیسی سے تھوڑا سا اختلاف کرنا چاہوں گا کہ 20 روپے ماہانہ فی طالب علم کو دینا ایک طالب علم کی توہین ہے۔ اگر 20 روپے کی بجائے آپ ایک غریب طالب علم کو اس کے پیروں پر کھڑا کرنا چاہتے ہیں، اس کو واقعی incentive دینا چاہتے ہیں تو اس کے لیے آپ اس قسم کی پالیسی وضع کریں کہ اس کی عزت و وقار اور بھرم قائم رہے۔ اس کی grooming ہی اس طرح کی جائے کہ وہ آئندہ اپنی عملی زندگی میں کوئی کارنامہ انجام دے سکے۔ جناب سپیکر! 20 روپے دینے سے تو اس کو ابھی سے یہ عادت پڑے گی کہ مجھے کسی سہارے، بیساکھیوں کی ضرورت ہے۔ اور پھر ان 20 روپوں سے تو اس کا سکول جانے کا ماہانہ کرایہ بھی ادا نہیں ہو سکے گا۔ جناب والا! میں یہ تجویز پیش کرنا چاہوں گا کہ موسم کی مناسبت سے انھیں کم از کم ایک ایک لباس مہیا کیا جائے۔ جس کو وہ باعزت طریقے سے پہن کر سکول جا سکیں، اسی طرح حکومت اپنے اخراجات پر اسے کتابیں مفت مہیا کرے اور اس کے ساتھ ساتھ اگر وہ واقعی غریب ہے، اس کی تصدیق ہو جائے تو اس طالب علم کے توسط اس کی فیملی کو ایک من آٹا دیا جائے تاکہ ہمارے ہاں جو روایت ہے کہ بچہ بھینس چرائے، گائے چرائے یا گھریلو صنعت میں قالین بنائے اس کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ جب ایک من آٹا اس کے گھر والوں کو ملے گا تو وہ بھی ایک incentive لے

کر اپنے بچے کو تعلیم کے لیے داخل کریں گے اور ان کو سکول بھیجیں گے۔ یہ ایک باوقار طریقہ ہے اور ایسے ہی باوقار طریقوں سے آئندہ نسل کو uplift کرنے کی ضرورت ہے۔ 20 روپے دے کر ہم نے اپنی آئندہ نسلوں میں کرپشن promote نہیں کرنی۔ جناب سپیکر! جتنے بھی ایشین ممالک نے ترقی کی ہے ان کا طریق کار یہی رہا ہے کہ وہ ایک خاص شعبے کو promote کرتے ہیں جس سے پورے ملک کے تعلیمی نظام میں پرائمری تعلیم کو اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ پاکستان میں اس کا مطلب پرائمری تعلیمی پالیسی کو نہ لیا جاتا ہے بلکہ پورے تعلیمی نظام کو ایک دم uplift کو لیا جاتا ہے۔ جناب والا! باہر کے ممالک میں ایسا کوئی تاثر نہیں۔ وہ جب تعلیمی پالیسی بناتے ہیں' تعلیم کے لٹریسی ریٹ کو اوپر لے آنے کے لیے کوشاں ہوتے ہیں تو وہاں پرائمری تعلیم پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔ جناب سپیکر! میں پھر مشرقی ایشیا کے ممالک کو quote کرنا چاہوں گا کہ ورلڈ بینک کے ایک سروے کے مطابق پچھلے 30 سالوں میں جن ممالک نے نمایاں اقتصادی ترقی حاصل کی ہے ان میں واحد اہم عنصر یہی پرائمری تعلیم میں سرمایہ کاری ہے۔ اس لیے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ہمارے ملک میں بھی زیادہ توجہ اسی پرائمری تعلیم پر دینی ہوگی۔ جناب سپیکر! یہاں میں یہ کہنا چاہوں گا کہ پرائمری تعلیم کے لیے پالیسیاں تو بہت سی بنائی گئیں لیکن وہ ناکام اس لیے ہوتی چلی آئی ہیں کہ پالیسیاں' رولز تو بنائے جاتے ہیں لیکن ان پر عمل درآمد نہیں ہوتا۔ یہاں میں پھر ایک تجویز پیش کرنا چاہوں گا کہ اس وقت ملک بھاری رقوم خرچ کرنے کا متحمل نہیں' پرائمری تعلیم کو بنیاد ضرور بنائیں لیکن اس طرح بنیاد نہ بنائیں کہ ایک بھاری رقم ان کی عمارتوں پر لگا دیں۔ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ الحمدللہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارے ہر محلے میں مسجد موجود ہے۔ تو میری تجویز کے مطابق پہلا کام یہ ہونا چاہیے کہ ان اسکولوں کو پرائمری تعلیم کے لیے بطور سکول استعمال کیا جائے۔ ایک سال پہلے وزیر اعلیٰ نے اعلان فرمایا تھا کہ اسکولوں میں قرآنی تعلیمات' یعنی قرآن شریف پڑھایا جائے گا جس کا عملی طور پر کوئی نتیجہ سامنے نہیں آیا' اس پر واضح طور پر عمل نہیں ہو رہا۔ یہ پالیسی بنانے سے اس اعلان پر بھی عمل ہوگا' بچوں کی بنیاد بھی قرآنی تعلیمات پر بنے گی اور ملک میں پرائمری تعلیم ہمیں least cost combination کے تحت حاصل ہوگی۔ جناب سپیکر! اس محکمے کی کوتاہیوں کی وجہ سے ہم نے آرمی کو تکلیف دی۔ جناب والا! اس ادارے کو فعال بنانا ہوگا' اس ادارے کی overhauling کرنی ہوگی اور میں معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ جن کی negligence سے یہ گھوسٹ سکول promote ہوتے آئے ہیں' جن افراد کی negligence سے طلباء کی fake registration ہوتی

آئی ہے اور جن کی negligence سے نام نہاد ڈگریاں رکھنے والے ٹیچرز بھرتی ہوئے انھیں عبرت ناک سزائیں دی جانی چاہییں۔ یہاں ایک اور کرپشن بھی سامنے آئی ہے جس کو transfer پر تعیناتیاں کہا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ درخواست دے دی جاتی ہے کہ ہمیں wedlock transfer کیا جائے حالانکہ ان کی کوئی base ہی نہیں ہوتی' وہ کہیں تعینات ہی نہیں ہوتے۔ لیکن جب آگے جاتے ہیں' ایک آرڈر ہوتا ہے کہ اس کو تبدیل کیا جاتا ہے وہ پھر اپنی ڈگریاں Provide کر کے depute ہو جاتے ہیں۔ جناب سپیکر! اسی طرح Learning Coordinator کی اسامیاں ہیں لیکن آج تک پورے ملک میں پرائمری سکولوں میں یہ ہمیں کہیں نظر نہیں آتے۔ اس ساری negligence کے ذمہ دار افراد کے خلاف سخت ایکشن لیا جائے تاکہ اس پورے محکمے کی overhauling ہو سکے۔

جناب سپیکر! میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ پالیسیاں لاہور میں بنائی جاتی ہیں۔ اس کو de-centralize کرنا چاہیے اور علاقے کی مناسبت سے مقامی طور پر بنائی جائیں جیسا کہ جنوبی پنجاب یہاں سے بہت دور ہے' سینکڑوں میل دور ہے تو اس کی پالیسی وہاں مقامی طور پر بنائی جائے۔ یہاں سے پالیسیاں dictate ہوتی ہیں جبکہ وہاں پر عمل نہیں ہوتا جس کی وجہ سے یہ ادارہ کافی کمزور ہو چکا ہے۔ جناب والا! میں موجودہ حالات میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جو ادارے موجودہ قائم شدہ ہیں ان کی strengthening کرنے کی ضرورت ہے اور جو existing institutions ہیں ان کی functioning کی زیادہ ضرورت ہے۔ بجائے اس کے کہ آپ ایک target بنا لیں کہ پچھلی حکومت نے سو سکول تعمیر کیے تھے لہذا ہم نے دو سو سکول تعمیر کرنے ہیں' اس پالیسی کی نسبت جو dangerous سکول declared ہیں اگر ان کو مرمت کرایا جائے یا ان کی تعمیرات کی جائیں تو اس سے زیادہ استفادہ حاصل ہوگا۔ اور جن لیبارٹریز میں سامان نہیں' equipments نہیں وہاں سامان مہیا کیا جائے اور جہاں لیبارٹریز نہیں وہاں یہ لیبارٹریز قائم کی جائیں۔ جہاں سٹاف نہیں ہے وہاں سٹاف مہیا کیا جائے۔ خاص طور پر لیڈی ٹیچرز کے لیے ہاؤسنگ سکیم ہونی چاہیے تاکہ جو دیہاتی علاقہ ہے جہاں ہمارے ملک کے 70 فی صد عوام رہتے ہیں وہ بھی ان سے استفادہ حاصل کر سکیں' کیونکہ لیڈی ٹیچرز دیہاتی علاقوں میں نہیں جاتیں۔ جب ان کو سہولیات مہیا کی جائیں گی تو وہاں بھی تعلیمی نظام بہتر ہو سکے گا۔ جناب سپیکر! یہاں میں یہ ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ بجائے اس کے کہ تعلیمی نظام کو بہتر بنایا جاتا یہاں تو پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کو ضم کر دیا گیا ہے یا abolish کر دیا گیا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آئی کہ اس کو ضم کرنے یا abolish کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ جبکہ ایک ادارہ قائم ہے اس

کی اصلاح کی جاتی، بجائے اس کے کہ اس کو ختم کر دیا گیا ہے۔ میں یہاں پھر یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ موجودہ حکومت کو چاہیے تھا کہ اس محکمے میں incentive دے کر literacy rate کو اوپر لایا جاتا لیکن موجودہ حکومت نے بلا امتیاز private school پر heavy taxation عائد کر دی ہے۔ جناب سپیکر! پہلے private institutions کی grading کی جاتی اور ان کو restrict کیا جاتا کہ وہ اپنی فیسیں کم کریں تاکہ تعلیم عام ہو اور سستی ہو، اور A-Grade institutions' جیسا کہ LUMS یا ایچی سن کالج ہیں، یا جن کے سکولز بہت expensive ہیں جہاں ائرکنڈیشنر لگے ہوئے ہیں اور باہر کا سٹاف پڑھاتا ہے، ایسے institutions کو A-Grade دے کر ان سے بھاری ٹیکس لیا جائے۔ لیکن ایسے institutions کو discourage نہ کیا جائے جنھوں نے ابھی پھلنا پھولنا ہے، اس ملک کی ترقی میں contribute کرنا ہے۔ جناب والا! اس ملک کی ترقی ہی تعلیمی بنیادوں پر ہوتی ہے، لیکن اس کو discourage کیا جا رہا ہے۔ ان پر جو ٹیکسز لگائے جا رہے ہیں وہ کس سے وصول کریں گے؟ وہ طلباء سے وصول کریں گے اور جن طلباء سے وصول کریں گے وہ غریب عوام پر بوجھ پڑے گا۔ ایک اس قسم کی پالیسی frame کی جائے کہ ان کو گریڈ بی اور سی دے کر، گریڈ بی کو restrict کر دیا جائے کہ وہ اپنی فیسیں ایک خاص معیار سے اوپر نہیں لا سکتے اور سی گریڈ کی category سے جن سکولوں میں بنیادی ضروریات میسر نہیں ہیں ان کو سی گریڈ کر کے uplift کیا جائے۔ ان کو ایک معیار پر لایا جائے۔ یہ نہیں کہ ایک صاحب اپنے سکول کی رجسٹریشن کرا کے صرف ایک کچے کوٹھے میں بیٹھ کر پانچ پڑھے ہوئے ٹیچرز کو لگا دے اور پیسہ کمانے کا ایک ادارہ بنا لے۔ سی گریڈ declare کر کے سارے سکولوں کی inspection کر کے ان کو uplift کیا جائے۔ جناب والا! یہ بنیادی ضروریات ہیں اور یہ غور طلب ہیں۔

جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ پرائیویٹ سکولوں پر بھی کڑی نظر رکھی جائے اور ان کے لیے بھی پالیسی بنائی جائے۔ جناب والا! میں latest technology, latest research اور ایڈمنسٹریشن کے متعلق عرض کرنا چاہوں گا کہ ان کے ٹیچرز پر بھی ٹریننگ لازمی قرار دی جائے اور اس کا ان سے معاوضہ لیا جائے، اور ان private institutions کا سرکاری institutions کے ساتھ competition کرایا جائے۔ سرکاری اساتذہ جو اس وقت ڈیوٹیوں پر نہیں آتے یا وہ صرف تنخواہ لینے کے ادارے بنے ہوئے ہیں ان کے رزلٹس کے مطابق ان کی increments ہوں، ان کے تبادلے ہوں یا ان سے پوچھ گچھ ہونی چاہیے۔ جناب والا! یہاں میں یہ بھی ذکر کرنا چاہوں گا کہ جیسے

بقول گورنمنٹ کے باقی اداروں میں کوشش کی جا رہی ہے تو اس ادارے پر بھی خاص توجہ دینی چاہیے اور political influence سے تبادلے نہ کیے جائیں بلکہ میرٹ پالیسی کے تحت تبادلے کیے جائیں۔

جناب سپیکر! یہاں ایک بہت قابل ذکر بات ہے کہ یہاں بڑے شہروں اور دیہاتوں کے درمیان بہت زیادہ disparity ہے۔ اس محکمے میں جتنی بھی investment ہوئی ہے اگر یونیورسٹی قائم ہوئی ہے تو بڑے بڑے شہروں میں' میڈیکل کالجز بنے ہیں وہ بھی بڑے شہروں میں' ڈگری کالجز بنے ہیں تو پہلے بڑے شہروں میں اسی طرح پبلک سکول ' ٹیکنیکل کالجز ' ووکیشنل انسٹی ٹیوٹ یا سپیشل ایجوکیشن سنٹرز' جتنے بھی ادارے ہیں یہ سارے شہروں سے promote ہوئے ہیں۔ جناب سپیکر! میں مانتا ہوں کہ شہروں کی آبادی زیادہ ہے۔ لیکن کیا یہ سہولیات دیہاتوں کا بنیادی حق نہیں ہے ؟ جناب والا! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اب بھی اس گورنمنٹ نے ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر جو Vocational Institutions کا اعلان کیا ہے اس کو re-consider کیا جائے اور یہ ووکیشنل انسٹی ٹیوٹ 70 فی صد عوام کے لیے دیہاتوں میں قائم کیے جائیں۔ چاہے ایک ایک انسٹی ٹیوٹ ہے وہ کسی دیہاتی علاقے میں ہو' وہاں صرف تعلیم کو فروغ نہیں ملے گا۔ بلکہ وہاں صنعت کو فروغ ملے گا' وہاں مقامی دکان داروں کی sales بڑھیں گی' وہاں ایک ترقی آئے گی' وہاں سڑکیں بنیں گی۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ دیہاتی علاقوں کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ ان کو بھی ساتھ ساتھ لے کر چلنا ہوگا اور اس ملک سے مایوسی کو ختم کرنا ہو گا۔ جناب سپیکر! اس واضح فرق سے' نوکریوں اور بیوروکریسی میں یا جو بھی اس قسم کی elite پیدا ہو رہی ہے وہ صرف شہروں سے ہو رہی ہے' اور اس سارے competition میں دیہاتی اس وجہ سے پیچھے رہ رہے ہیں کہ ان کو تعلیمی سہولیات میسر نہیں ہیں۔ جناب سپیکر! ایک ایسی پالیسی بھی بنائی جائے کہ ہمارے جو 70 فی صد عوام ہیں ان کی ملک کے تمام institutions اور اداروں میں برابر کی بنیاد پر تعیناتی کرائی جائے تاکہ وہ بھی اس ملک کا حصہ بن سکیں وہ بھی احساس محرومی سے دور ہو سکیں۔

جناب سپیکر! میں اپنی بجٹ تقریر میں بھی پہلے عرض کر چکا ہوں بجائے اس کے کہ گورنمنٹ یا محکمہ تعلیم ایک پالیسی بناتا کہ عرصہ دراز سے جو پوسٹ خالی پڑی تھی ان پر کسی کو depute کر کے ان کو incentive دے کر وہاں لگایا جاتا اور ایک احساس محرومی کو دور کیا جاتا لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ وہ پوسٹ وہاں سے ختم کر کے بڑے بڑے شہروں کو نوازی گئی ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ دیہاتوں کو مزید مایوسی میں دھکیل دیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! ساتھ ساتھ میں

یہ کہنا چاہوں گا کہ ہمیں ٹیکنیکل تعلیم کو بھی اہمیت دینی ہوگی۔ ٹیکنیکل تعلیم کی اشد ضرورت ہے کہ ہم نے white collar job کو discourage کرنا ہے۔ ہم نے پورے افسران پیدا نہیں کرنے یا white collar job پیدا نہیں کرنے' بلکہ technical jobs create کرنے ہیں' ان کو promote کرنا ہے۔ ہمارے ہاں technical jobs کی اشد کمی ہے اور اس کے لیے Middle Management Technicians کو promote کرنا ہوگا۔ جناب سپیکر! میں قائد اعظم کے اس فرمان کے حوالے سے اس ٹیکنیکل ایجوکیشن کو مزید اجاگر کرنا چاہوں گا کہ انھوں نے 27 نومبر 1947ء کو آج سے پچاس سال پہلے ایجوکیشنل کانفرنس کراچی میں یہ پیغام دیا تھا کہ: "ہمیں اپنے لوگوں کو سائنسی اور تکنیکی تعلیم و تربیت فراہم کرنے کی فوری ضرورت ہے تاکہ ہم اپنی اقتصادی زندگی کی تعمیر کر سکیں"۔ لیکن افسوس یہ کہ آج بھی ہم ٹیکنیکل تعلیم میں پچاس سال گزرنے کے بعد بھی کتنا پیچھے رہ گئے ہیں۔ جناب سپیکر! میں پھر اس کا مشرقی ایشیاء کے ممالک سے موازنہ کرنا چاہوں گا کہ جنوبی کوریا میں ٹیکنیکل تعلیم 18% تک فروغ پا چکی ہے لیکن ہمارے ہاں پاکستان میں آج پچاس سال گزرنے کے بعد بھی یہ تعلیم صرف 1.6 فی صد تک پہنچ سکی ہے۔ جناب سپیکر! اس کا بنیادی set-back صرف یہ ہے کہ ہمارے جو ووکیشنل انسٹی ٹیوٹ ہیں ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ ہیں ان کو دیہاتوں کی حد تک صحیح spread نہیں کیا گیا۔ میں اس ضمن میں بھی ایک تجویز پیش کرنا چاہوں گا کہ ہر سیکنڈری سکول پر کم ازکم ایک ووکیشنل انسٹی ٹیوٹ attach کر دیا جائے تاکہ وہاں سے جو ٹیکنیشنز پیدا ہوں وہ کم از کم بڑے شہروں میں نہیں تو اپنے دیہاتی علاقوں میں بنیادی services provide کر سکیں اور اپنا روز گار مہیا کر سکیں گے۔

جناب سپیکر! گولڈن ہینڈ شیک سکیم سے بہت سارے لوگ فارغ ہو رہے ہیں اس سے کرپشن کا امکان بڑھتا جا رہا ہے۔ جتنے پڑھے لکھے بے روز گار ہیں وہ کرپشن کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ جب ایک بندہ کلاشنکوف لے کر نکل پڑتا ہے اور اسے ایک ہی attempt میں لاکھوں روپے مل جاتے ہیں تو پھر وہ اپنی روزی کی تلاش ختم کر دیتا ہے۔ اس لیے بھی ٹیکنیکل تعلیم کو promote کرنا ہوگا تاکہ ہمارے پڑھے لکھے بھائی جو اس میں آنا چاہیں اور اپنی چھوٹی سی دکان شروع کر کے ملک کی آمدنی بھی بڑھائیں اور بے روزگاری بھی ختم کریں۔ تو اس میں بہت سی contribution آ سکتی ہے۔ جناب سپیکر! میں ایک بہت ہی اہم پہلو پر نظر ڈالنا چاہوں گا کہ پاکستان میں مردوں کی نسبت عورتوں کی آبادی زیادہ ہے۔ اس میں اہم اور فوری عمل کرنے کی ضرورت ہے کہ پنجاب کو اس

یسن میں بھی زیادہ توجہ دینی ہو گی دستکاری اور گھریلو صنعت کو زیادہ فروغ دینا ہو گا۔

ہمارے ملک خصوصاً دیہاتی علاقوں میں جو بچیاں سکولوں تک نہیں پہنچ سکتیں، بلکہ سکول تو وہاں ہیں ہی نہیں۔ وہ اپنی گھریلو صنعت سے ذریعۂ معاش پیدا کر سکتی ہیں ۔ جناب سپیکر! میں یہاں پر یہ کہنا چاہوں گا کہ ان کی contribution سے ایک ایک خاندان میں کم ازکم دس سے بیس فی صد تک فی خاندان کی آمدن میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ جناب سپیکر! وہ کل کو جب مائیں بنتی ہیں تو وہ بچوں کی بہتر پرورش کر سکتی ہیں۔ جو غریب خاندان ہیں وہ اپنے بچوں کو خود ہی تعلیم دے سکتی ہیں۔جناب سپیکر! اگر ہم اپنے بچوں کو تعلیم دے دیں تو آئندہ جتنی بھی جنریشن آئے گی تو شرح خواندگی ننانوے سے سو فیصد تک خود ہی ہو جائے گی۔ جناب سپیکر! پڑھی لکھی ماں جب ایک hygenic ماحول پیدا کرتی ہے تو اس سے بچے کی صفائی اور پاکیزگی کی وجہ سے بیماریاں بھی کم ہو جاتی ہیں۔اس سے طبی اخراجات میں بھی واضح کمی آ جائے گی۔پورے ملک کی معیشت میں استحکام آ جائے گا۔ جناب سپیکر! میں یہاں یہ کہنا چاہوں گا کہ بچیوں کی تعلیم پر ایک روپیہ خرچ کرنے سے ہر دوسرے شعبے کی نسبت اس میں زیادہ افادیت حاصل ہوگی اور ملک بھی ترقی کرے گا۔ بیرون ملک جو ہمارے محب وطن پاکستانی ہیں اور اس وقت ملک کے لیے جو contribution کر رہے ہیں ان کا ذکر بھی میں ضرور کرنا چاہوں گا۔ جیسا کہ لاس انجلس میں ایک ادارہ Development in Literacy قائم ہوا ہے، اس کو DIL کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس تنظیم نے بھی ضلع میانوالی میں 40 سکول قائم کیے ہیں جو صرف گھروں میں قائم ہیں ۔ جو بچیاں پردہ دار ہیں اور جہاں پر گرلز سکول مہیا نہیں ہیں وہاں پر بچیوں کو گھروں میں تعلیم دی جاتی ہے۔وہاں پر ایک ملک مولا بخش میموریل ٹرسٹ ہے جو اس کی معاونت کر رہا ہے۔جناب سپیکر! دور افتادہ علاقے، جہاں پر فوری طور پر گرلز سکول نہیں بن سکتے۔ وہاں پر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کو اسی قسم کی پالیسی کو promote کرنا ہوگا اور ان پر چیک اینڈ بیلنس بھی ضرور رکھنا ہو گا تا کہ پھر ghost سکول قائم نہ ہوسکیں۔

جناب والا! میں محکمہ تعلیم کو اپنی طرف سے ایک latest information بھی فراہم کرنا چاہوں گا۔ جیسا کہ یورپ اور امریکہ میں ایک ایک سکول میں ایک ایک ایڈوائزر ہوتا ہے۔ اگر ہم ایک سکول میں ایک ایڈوائزر مہیا نہیں کر سکتے تو کم ازکم تحصیل لیول پر ایک Educational Counsel's Organisation بنانی ہوگی۔ اس کا جو بنیادی مقصد ہے وہ سٹوڈنٹ کی سائیکالوجی سمجھے گا اور وہ ہر سکول میں visit کرکے ہر سٹوڈنٹ سے میٹنگ کرے گا اس کے رجحان کو اجاگر کرے گا۔ وہ دیکھے

گا کہ ہمارے سٹوڈنٹ کتنی تعداد میں الیکٹریکل انجینئرنگ میں آ سکتے ہیں ۔ کتنی تعداد میں ٹیکسٹائل انجینئرنگ کے قابل ہیں اور کن کا ذہن ایگریکلچر کی طرف جا رہا ہے کن کا ذہن پائلٹ بننے کی طرف ہے ۔ اسی طرح ان کو ہم نے گائیڈ کرنا ہوگا ۔ یہاں تو بنیادی طور پر یہ ہوتا ہے کہ میٹرک پاس کرکے، ہم نے لاکھوں ایم بی بی ایس ڈاکٹر پیدا کر دیے اور بے روزگاری کو بھی فروغ دیا۔ جناب سپیکر ہمیں یہ ایجوکیشنل کونسل سیلز قائم کرنے ہوں گے ۔ ہمارے ایجوکیشنل کونسل سیلز کو پورے ملک کی معیشت پر بھی نظر رکھنی ہوگی کہ ہمارے پاس کتنے ٹیکسٹائل یونٹس ہیں اور ان کو کتنے ٹیکسٹائل انجینئرز کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ہر شعبے، بلکہ پورے ملک کی انڈسٹری کے متعلق اعداد وشمار ہونے چاہییں۔ان کو وہ اعداد وشمار سرکولیٹ کرنے ہوں گے کہ ہمارے ملک میں اس رجحان کی اشد ضرورت ہے۔ کون سے طلباء اس طرف جانا چاہتے ہیں۔ بلکہ وہ مزید سہولیات یہ بھی فراہم کرتے ہیں کہ جو ہمارے سٹوڈنٹ بہت ہی outstanding ہوتے ہیں ان کے لیے وہ باہر سے تعلیم کا بندوبست بھی کرتے ہیں۔ اس کا بھی ایک سسٹم ہے جیسا کہ ایک ٹیکسٹائل مل کو کسی انجینئر کی ضرورت ہے تو وہ اس سے معاہدہ کروا دیتے ہیں کہ آپ اس طالب علم کے اخراجات برداشت کریں ان کو اعلیٰ تعلیم کے لیے غیر ممالک میں بھیجیں اور ان کے ساتھ معاہدہ کرلیں کہ ان کی واپسی پر ان کی تین سال کے لیے سروسز ان شرائط پر فراہم کرے گا۔ جناب سپیکر! یہ ایک latest نظام ہے جو دنیا بھر میں قائم ہے ۔ جناب والا! ہمارے ملک کے لوگ بھی با صلاحیت ہیں وہ باہر چلے جاتے ہیں تو وہ باہر کے ملکوں کو serve کرتے ہیں۔ ہم نے اپنے ملک کو خود ہی serve کروانا ہے۔ خود انحصاری پر عمل کرنے کے لیے اس پالیسی کو ریگولیٹ کرنا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس مد میں بھاری اربوں روپے کی جو رقوم رکھی گئی ہیں کم ازکم کونسلنگ سیلز کی طرف ضرور توجہ دیں گے۔

اس کے علاوہ جناب والا ان کو well informed ہونا چاہیے۔ جناب سپیکر! اس کو کیریر کونسلنگ بھی کہتے ہیں جو اگلے پانچ سالہ سکیم کا منصوبہ بھی بناتی ہے کہ اگلے پانچ سال میں ہماری کس انڈسٹری میں نقصان آنے والا ہے یا کس انڈسٹری کو کس رجحان کی ضرورت ہے۔ جناب سپیکر! اس سے ہمارا ٹیلنٹ بھی اجاگر ہوگا اور ہمارے جو ٹیلنٹڈ لوگ ہیں ان کا ٹیلنٹ بھی ہمارے طلباء میں منتقل ہوگا۔ جناب سپیکر! میں آخر میں جناب کے گجرات شہر کے حوالے سے قائد اعظم کا فرمان quote کرنا چاہوں گا۔ 1945ء میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں قائد اعظم نے یہ فرمایا تھا کہ تعلیم کو عام کرنے اور تعلیمی ترقی کے لیے وقت اور ذاتی آرام و آسائش کی بڑی سے بڑی قربانی سے

دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ لہذا جناب سپیکر! ہم سب اس فرمان پر عمل کریں تاکہ اس کا اطلاق تمام شہریوں پر ہو۔ خواہ وہ وزراء ہوں خواہ وہ ادنیٰ ہوں یا اعلیٰ ہوں، چوکیدار ہوں یا سوئیپر ہوں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: شکریہ۔

جناب سعید اکبر خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اس بحث سے پہلے اس ایوان میں استحقاق کی اور استحقاق کے مجروح ہونے کی بات ہو رہی تھی۔ جناب سپیکر! اگر ہم اس استحقاق کو ایوان میں protect نہیں کریں گے اور اس کا مظاہرہ یہاں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نہیں کریں گے تو پھر کام نہیں بنے گا۔ اگر ہم یہاں آرڈر سے بات کریں گے یا اس طریقے سے behave کریں گے تو اس کا جو پیغام باہر جائے گا اس کا خوشگوار اثر نہیں پڑے گا اور لوگ اسی طرح استحقاق مجروح کرتے رہیں گے۔ جناب سپیکر! میں 1985ء سے ممبر چلا آ رہا ہوں اور آپ بھی اسی ہاؤس کے ممبر چلے آ رہے ہیں۔ میں نے آج تک اسمبلی میں اس طرح کے نوٹس لگتے ہوئے نہیں دیکھے جو میں نے آج اسمبلی میں دیکھے ہیں اور پڑھے ہیں۔ جب ہم سکولوں اور کالجوں میں تھے تو اس وقت تو ہم اس قسم کے نوٹس، نوٹس بورڈ پر پڑھتے تھے۔ نوٹس پرنسپل یا ہیڈ ماسٹر کی طرف سے ہوتے تھے کہ اگر کوئی بچہ دو منٹ لیٹ آیا تو اس کو ڈیسک پر کھڑا کر دیا جائے گا، یا اس کو کلاس روم سے باہر نکال دیا جائے گا۔ آج وہی نوٹس میں نے اسمبلی کے ممبران کے لیے پڑھا ہے۔ اور دیکھا ہے اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس کو پڑھ دیتا ہوں،

> It has been noticed with deep concern that most Ministers, Parliamentary Secretaries and some Chairmen of Standing Committees remain absent from the proceedings of the Assembly. As a result most of the MPAs also show total disdain and lack of interest in attending the session. I request all my colleagues, Parliamentary Secretaries and the Chairmen of the Standing Committees to kindly remain present in the Assembly proceedings. Your absence has given a very poor reflection on your government and on your parties.

جناب سپیکر! آپ نے کبھی اس قسم کا نوٹس دیکھا ہے؟ کیا ایم پی ایز کو کلاس روم میں

بٹھانے کا یہی طریقہ تھا ۔ جناب سپیکر! جہاں ایم پی ایز کا نام آئے گا میں بھی اس میں شامل ہوں۔ جہاں پارلیمانی سیکرٹری ہو گا میں اس میں نہیں ہوں گا۔۔۔۔

جناب سپیکر، آپ کو یہ نوٹس ملا ہے؟

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! آپ بھیجیں اپنے سٹاف کے کسی ممبر کو وہ باہر جا کر پڑھ آئیں۔یہ نوٹس تمام اسمبلی ہال میں لگے ہوئے ہیں۔ اسمبلی کی بلڈنگ میں لگے ہوئے ہیں' گیلریز میں لگے ہوئے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ کوئی طریقہ ہے۔

جناب سپیکر، آپ پڑھیں' بریکیٹ میں لکھا ہوا ہے پاکستان مسلم لیگ۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر یہ ان کے لیے ہے ۔ اوپر جو ایم پی ایز والا پیرا ہے اس میں نہیں لکھا ہوا۔ آپ اس کو پڑھیں۔ جہاں As a result most MPAs لکھا ہوا ہے اور most میں شاید میرا نام بھی لکھ دیا ہے ۔

As a result most of the MPAs also show total disdain and lack of interest in attending the session.

جناب سپیکر، آپ کا نام کبھی آ جاتا ہے کبھی نہیں آتا۔

جناب سعید اکبر خان، جناب والا! جب ایم پی ایز کا نام آئے گا تو اس میں میرا نام بھی شامل ہو گا ۔ جناب سپیکر! مجھے اس بات پر حیرانی ہے کہ یہ۔اگر اس طرح سے اپنے آپ کو پیچھے ہٹاتے جائیں گے 'جیسے ہیڈ ماسٹر کلاس روم میں یہ behave کرتا ہے۔۔۔۔

جناب سپیکر، مجھے اس میں تو کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی۔

جناب سعید اکبر خان، جناب والا! یہ بھی کوئی طریقۂ کار ہے کہ کہیں کوئی نوٹس لگے کہ ایم پی ایز حاضر نہیں ہوتے۔ یہ کل اخبار میں آئے گا۔ جب ان کے حلقوں میں یہ بات جائے گی کہ ایم پی ایز حاضر نہیں ہوتے۔ آپ اپنی پارلیمانی پارٹی کی میٹنگ میں بلا کر کہیے' چیف منسٹر سیکرٹریٹ سے ان کو ٹیلی فون جائیں کہ آپ ہاؤس میں تشریف لایا کریں۔ جناب والا! کل کے اخبار میں یہ ضرور آئے گا آپ دیکھ لینا۔

جناب سپیکر، پہلے نہیں آتا تھا' اب آپ نے پوائنٹ اٹھا دیا ہے ' اب تو آئے گا۔

جناب سعید اکبر خان: جناب والا! جب ہمارے حلقہ کے ووٹر یہ پڑھیں گے کہ یہ طریقۂ کار ہے ان کو بلانے کا اور یہ ہمارے ایم پی ایز اجلاس attend نہیں کرتے تو ایم پی ایز کی اپنے ووٹر کے دماغ میں کیا عزت رہے گی؟ آپ یقین کریں مجھے ایک اور شک ہے کہ کل جتنے بھی قومی اخبارات ہیں وہ اشتہار بھی دے دیں گے کہ آپ ضرور یہ اشتہار پڑھ کر ہاؤس میں آیا کریں۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب والا! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس ہاؤس کے custodian ہیں آپ نے ہی ایم پی ایز اور اس ہاؤس کی عزت کو بحال رکھنا ہے۔ آپ ضرور اس بات کا نوٹس لیں تاکہ آئندہ اس طرح کا کام نہ ہو سکے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے اب سردار صاحب آگئے ہیں۔ سردار صاحب! یہ جو باہر نوٹس لگا ہے وہ اس کے بارے میں بات کر رہے تھے۔

وزیر خزانہ: جناب والا! سب سے پہلے تو یہ کہ میں نے اپنے ساتھیوں کی طرف address کیا ہے اس سے فاضل رکن کا کوئی تعلق نہیں۔ دوسرا یہ کہ چیئر کی ایک مرتبہ نہیں' بلکہ بارہا یہ observation آئی ہے بلکہ رولنگ آئی ہے کہ منسٹر صاحبان اپنی سیٹ پر بیٹھ کر کارروائی کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ بلکہ ایم پی ایز کی درخواستیں اور دیگر کاروبار کر رہے ہوتے ہیں۔ میرا بھی فرض بنتا ہے اور باقی جو یہاں ٹریژری بنچز پر بیٹھے ہیں منسٹر صاحبان ہوں یا ایم پی ایز ہوں ان کا بھی فرض بنتا ہے تو یہ اپنے دفاتر میں بیٹھ کر اپنے ساتھیوں کے معاملات کو ان کے مسائل کو حل کرنے کے لیے بعض اوقات یہاں سے باہر تشریف لے جاتے ہیں۔ بجٹ کے اجلاس کے دوران میں نے یہ request کی ہے کہ یہ کام بعد میں بھی ہو سکتے ہیں براہ مہربانی آپ ہاؤس میں موجود رہا کریں۔ کیوں کہ بجٹ ہے اور بجٹ میں discussion ہو رہی ہے ان کی طرف سے اعتراضات ہیں' گورنمنٹ کا مؤقف بیان کرنا ہوتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس میں فاضل رکن کو کیا تکلیف پہنچی ہے اور انھوں نے یہ پوائنٹ کس وجہ سے اٹھایا ہے۔

جناب سپیکر: جی ٹھیک ہے۔ اب ایجوکیشن پر بحث ہونی ہے۔ اور آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ جی معظم وٹو صاحب۔

جناب معظم جہاں زیب احمد خان وٹو: جناب والا! میں ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے ایجوکیشن کی

اس کٹوتی کی تحریک پر اظہار خیال کا موقع دیا۔ جناب والا! اس وقت ہماری قوم کو جن چیلنجوں کا سامنا ہے شاید پہلے ایسے حالات نہیں تھے۔ آج جو حالات ہیں ہمارے ملک پر ترقی یافتہ ممالک کی طرف سے جو پابندیاں لگائی گئی ہیں economic sanctions لگائی گئی ہیں۔ اور اس وقت ہماری قوم میں ایٹمی دھماکے کرنے کے بعد خود اعتمادی پیدا ہوئی ہے۔ ایسے موقع پر ایسے اقدامات کرنے چاہییں۔ اس وقت ہماری قوم کا مورال بلند ہے اور ضرورت ہے کہ ایسے اقدامات کیے جائیں تاکہ ہمارا ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو۔ ترقی کی طرف بڑھنے کے لیے ہمیں اپنی قوم کو educate کرنا پڑے گا۔ جب تک ہم اپنا لٹریسی ریٹ نہیں بڑھائیں گے ہم کبھی ترقی یافتہ قوموں کی صف میں شامل نہیں ہوسکتے۔ جناب والا! ہماری جو problems ہیں آج جنہیں ہم face کر رہے ہیں اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اگر ایک حکومت کوئی اچھے اقدامات کرتی ہے کوئی اچھی پالیسیاں بنا لیتی ہے۔ جب کوئی نئی حکومت آتی ہے تو وہ ان کے تمام اچھے کاموں کو undo کرکے نئی پالیسیوں اور نئے اقدامات کا اعلان کر دیتی ہے۔ جناب والا! یہ بات قابل افسوس ہے اور یہ سلسلہ ختم ہونا چاہیے۔ ہم نے ترقی یافتہ ممالک میں یہ دیکھا ہے کہ جب ایک ہیڈ آف اسٹیٹ کوئی پالیسی بناتا ہے تو وہ جو previous heads of the state ہوتے ہیں ان کو بلا کر ان سے مشورہ کرتے ہیں۔ اور ان سے suggestions لیتے ہیں کہ اس پالیسی میں اور اس مسئلے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ وہ ممالک آج ہم سے بہت آگے ہیں اور ہم بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔

جناب والا! پچھلے دور حکومت میں compulsary primary education کا بل اسی اسمبلی میں پاس کیا گیا، لیکن آج اس پر کوئی عمل درآمد نہیں ہو رہا۔ اس کے علاوہ پرائمری سطح پر گریجویٹ ٹیچر appoint کیے گئے۔ لیکن آج اس پر بھی عمل درآمد نہیں ہو رہا۔ یہ کتنے ظلم کی بات ہے کہ ہمارے پرائیویٹ سکولوں میں شروع ہی سے انگلش کی تعلیم دی جاتی ہے جب کہ گورنمنٹ کے سکولوں میں پرائمری سطح کے بعد سے انگلش کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ امتیاز ختم ہونا چاہیے۔ وزیر خزانہ صاحب نے اپنی بجٹ تقریر میں یہ اعلان کیا کہ ہم نے آرمی کی مدد سے ghost schools کا پتا چلایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ پر جو اتنے اربوں روپے کے فنڈز خرچ ہوتے ہیں یہ ان کی ناکامی کا اعتراف ہے کہ ان کو آرمی کی support حاصل کرنا پڑی۔ کیا یہ خود ghost schools کا سراغ نہیں لگا سکتے تھے؟ پہلی بات تو یہ کہ ان ghost schools کا وجود ہی کیوں ہے؟ کن کی ناکامی کی وجہ سے یہ سکول موجود ہیں کہ جن پر فنڈز خرچ ہوتے ہیں اور ان

سکولوں کا کوئی وجود ہی نہیں۔ پچھلے تیرہ سالوں سے سوائے تین سالوں کے اس صوبے میں م لیگ کی حکومت رہی ہے۔ پھر ان ghost schools کے ذمے دار کون ہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ جو لوگ ان کے ذمے دار ہیں ان تک پہنچنا چاہیے اور ان کو اس کی سزا دینی چاہیے۔

جناب والا! حکومت نے self finance سکیم کو کالج اور یونیورسٹیوں میں ختم کیا۔ اس کے بعد اب دوبارہ میرے علم میں آیا ہے کہ انھوں نے اس کو پھر شروع کر دیا ہے۔ جب یہ ایک فیصلہ کرتے ہیں تو انھیں اس سے پہلے سوچنا چاہیے کہ یہ درست ہے یا نہیں۔ یہ پہلے ایک چیز کو ختم کرتے ہیں پھر دوبارہ اسی چیز کو start کر دیتے ہیں۔ کیوں کہ ماہرین تعلیم بھی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ اس میں کوئی ہرج نہیں اور جو self finance سکیم ہے اس کو جاری رہنا چاہیے۔ یہ درست ہے کہ موجودہ حکومت نے بوٹی مافیا کے خاتمے کے لیے کچھ اقدامات کیے ہیں۔ یہ اچھی بات ہے۔ لیکن ہمارے امتحانی نظام میں اور بھی بہت سی خامیاں ہیں ان تمام خامیوں کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ جن میں جعلی سندات کا مسئلہ ایک بڑا مسئلہ ہے۔ چند ہزار روپے خرچ کرکے آپ جس قسم کی چاہے ڈگری حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی خرابی ہے اس کو دور کرنا ضروری ہے۔ ہم نے یہ دیکھا ہے کہ جب ایک گورنمنٹ اقدامات کرتی ہے، ایک فیصلہ کرتی ہے تو نچلے افسر سے لے کر چیف سیکرٹری تک اس کام پر لگ جاتے ہیں۔ بلکہ ایس پی صاحبان بھی ghost schools اور بوٹی مافیا کے خاتمے کے لیے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ اس سے عوام کو بڑی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جناب والا! میں چاہتا ہوں کہ ایجوکیشن پر حکومت اتنی توجہ دے کہ جتنی ان کو دینی چاہیے۔ اگر یہ financial emergency لگا سکتے ہیں تو یہ educational emergency کیوں نہیں لگا سکتے؟ اس میں بھی ایمرجنسی کا اعلان کرکے ایسے اقدامات کیے جائیں کہ پرائمری سطح سے ایجوکیشن سسٹم کو promote کیا جائے۔ اسی صورت میں ہمارا ملک ترقی کر سکتا ہے۔

جناب والا! سب سے اہم بات ہمارے رورل ایریاز میں ٹیکنیکل ایجوکیشن، جیسے کہ میرے بھائی مسعود عالم صاحب نے فرمایا کہ ٹیکنیکل اور ووکیشنل انسٹی ٹیوٹس کی بے حد اہمیت ہے۔ ہمارے موجودہ تعلیمی نظام سے ہزاروں کی تعداد میں بے روزگار افراد پیدا ہو رہے ہیں۔ وہ جب کالجوں اور یونیورسٹیوں سے ڈگریاں لے کر نکلتے ہیں، تو ان کو ملازمتیں نہیں ملتیں۔ اگر ہم فنی تعلیم دیں گے، تو وہاں سے جو نوجوان پڑھ کر نکلیں گے، وہ کل کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہوں گے۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ کیڈٹ کالجوں کا قیام نہایت ضروری ہے۔ پچھلے دور میں حکومت پنجاب 3/4 کیڈٹ کالجز قائم کرنے کا ارادہ رکھتی تھی، لیکن وہ حکومت ختم ہوتے ہی وہ پروگرام ختم کر دیا گیا۔ آپ دیکھیں کہ پنجاب میں سوائے 1/2 کے کتنے کیڈٹ کالج ہیں؟ اگر دیہاتوں میں کیڈٹ کالج بنائے جائیں، تو ہمارے دیہاتوں کے نوجوان بھی کل کو کپتان اور جنرل بنیں گے۔ میں اس کے ساتھ ہی آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ سعید اکبر صاحب۔

جناب سعید اکبر خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! مجھے احساس ہے کہ وقت بہت کم ہے اور ہم کٹوتی کی اور بھی کافی تحاریک پر بولنا چاہتے ہیں۔ نہایت ہی اہم موضوع زیر بحث ہے۔ جب سے یہ دنیا تخلیق ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ زمین و آسمان خلق کیے ہیں۔ دنیا میں آنے والے انسانوں نے اپنی سہولت کے لیے اس دنیا میں محکمے بنائے، پولیس بنایا، ایگریکلچر بنایا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ قدرت کی ذات نے دنیا خلق کرتے ہوئے تعلیم کا نظام بنایا۔ حضرت آدم اور آدم کی اولاد کے بعد جوں جوں یہ سلسلہ چلا، اللہ تعالیٰ اس وقت کی آدم کی اولاد کے ساتھ ساتھ انبیاء کرام بھیجتے گئے۔ میں نے جتنا پڑھا ہے، سمجھا ہے اور اس کے بعد جتنا تجزیہ کیا ہے، تو یہ نظام صرف پڑھانے کا تھا، اچھے اور برے کی تمیز کا تھا، سچ اور جھوٹ کا بتانا تھا، حلال اور حرام کی تعلیم دینی تھی، تو اسی دن سے یہ نظام چلا۔ آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس کی کیا اہمیت ہے۔

جناب سپیکر! آپ یہ بھی ضرور جانتے ہیں کہ اسی تعلیم سے آدمی، انسان کی صفوں میں آتا ہے اور اس کی حالت اور اس کی پوزیشن اسی ایجوکیشن سے بہتر ہوتی ہے۔ اس کی سوچ میں تبدیلی اسی تعلیم سے آتی ہے۔ جناب سپیکر! آج دنیا جتنی ہی ترقی کر رہی ہے اور جتنے ہی ملک زیادہ ترقی یافتہ کہلاتے ہیں، وہ تعلیم کے ذریعے ہی مختلف مراحل طے کر کے ترقی کی ان منازل تک پہنچے ہیں۔ بدقسمتی سے ہم اس ملک اور اس صوبے میں تعلیم کی ترقی میں وہ مراحل طے نہ کر پائے، جس کی وجہ سے آج ہم پسماندہ قوموں کی صف میں بھی شاید آخری نمبروں پر ہیں۔ جناب سپیکر! یہی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ سب سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ جتنی بھی تعلیم ہمارے پاس ہے، جتنا بھی تعلیم کا نظام ہے، اس کو بھی دیمک لگ چکا ہے اور اس میں بھی کرپشن اور ہر قسم کی غیر اخلاقی چیزیں آ گئی ہیں۔ اسی وجہ سے آگے جانے کی بجائے، ہم جہاں سے چلے تھے وہاں نہیں، ہم اس سے

بھی کئی قدم پیچھے چلے گئے ہیں اور ہماری ترقی کی منازل ہم سے دور ہوتی گئیں۔ پچھلے دنوں اسی حکومت نے آرمی سے سروے کروایا کہ کتنے سکول ہیں؟ کتنے سکول چل رہے ہیں؟ یا کیا پوزیشن ہے؟ جناب سپیکر! حکومت نے یہ قبول کر لیا ہے کہ حکومت کی پوری مشینری بک چکی ہے اور اب یہ سہارے ڈھونڈ رہے ہیں کہ ہم اس کو کس طریقے سے بہتر کریں۔ مجھے اس پر اعتراض نہیں کہ انھوں نے آرمی سے سروے کرایا' لیکن جناب سپیکر! اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ کہ چار دن سکولوں میں حاضری بھی ہو گئی' لیکن پھر اس کا فائدہ کچھ نہیں ہوا۔ پھر آج دوبارہ وہی حال شروع ہو گیا ہے۔ اساتذہ سکولوں میں نہیں جا رہے' طلبہ کو تعلیم نہیں مل رہی اور سارے پریشان ہیں۔

جناب سپیکر! ہم ہر مسئلہ ڈنڈے سے حل کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری سوچ میں جب بھی کوئی بات آ گئی' تو ہم اس کے پیچھے پڑ گئے۔ ہم نے اس کو انتظامی طور پر حل کرنے کی کوشش کی۔ اب اس محکمے میں بھی یہی حشر ہے کہ پہلے اے ڈی آئی ہوتا تھا۔ اب اے ای او بن گیا' ڈپٹی ایجوکیشن افسر بن گیا' پھر ڈی ای او بن گئے' پھر ڈی ای او کے اور ڈی ای او بن گئے' لیکن اس سے صرف اس محکمے کے بجٹ کے ضیاع کے سوا ہم کوئی فائدہ حاصل نہیں کر پائے۔ جیسے آج کل اس حکومت کا بڑا زور ہے کہ انھوں نے امتحانی مرکز کو تھانہ بنایا ہوا ہے۔ انسپکشنیں ہو رہی ہیں اور ایک آدمی نکلتا ہے' دوسرا جاتا ہے اور انتظامیہ کی ایک اور موج ہو گئی ہے کہ کمشنر کا پتا کرو' وہ بھی امتحانی سنٹر چیک کرنے گیا ہے۔ ڈی سی کا پتا کرو' وہ بھی امتحانی سنٹر چیک کرنے گیا ہے۔ ایس پی کا پتا کرو' وہ بھی امتحانی سنٹر چیک کرنے گیا ہے۔ اگر انتظامیہ کا کوئی ذاتی کام ہے اور انھوں نے گھر بیٹھنا ہے تو وہ بھی امتحانی سنٹر چیک کرنے کے بہانے بنانے جاتے ہیں۔ جناب سپیکر! آپ سمجھتے ہیں کہ کیا یہ اس چیز کا حل ہے؟

پیر سید محمد بنیامین رضوی، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی۔

پیر سید محمد بنیامین رضوی، جناب سپیکر! میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کو علم ہے کہ پنجاب کے تمام تعلیمی اداروں میں بوٹی مافیا نے کس طرح قبضہ کر رکھا تھا۔ ان والدین کے بچوں سے زیادتی ہوتی تھی' جو سارا سال محنت سے پڑھتے تھے۔ وہاں پر سنٹر بکتے تھے' اس طرح نیلامی لگتی تھی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کی قیادت میں ہم سب لوگ' جس میں وزراء بھی

شامل ہیں' ہمارے معزز افسران بھی شامل ہیں' سیکرٹریز شامل ہیں' کمشنرز شامل ہیں' ڈی سی' ایس پی شامل ہیں اور ہمارے ارکان پنجاب اسمبلی شامل ہیں۔ ہم سب نے وہاں پر جا کر جس طرح ان کا قلع قمع کیا ہے' میں سمجھتا ہوں یہ بہت بڑا جہاد ہے اور سید اکبر خان جیسے پڑھے لکھے آدمی سے میں یہ توقع کرتا ہوں کہ ان کو اس کی تعریف اور حوصلہ افزائی کرنی چاہیے اور ہمیں اس پر مبارک باد پیش کرنی چاہیے کہ ہم نے اس غلاظت کو پنجاب سے نکال دیا ہے۔ بہت شکریہ۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! مجھے قطعاً اعتراض نہیں ہے کہ اس طرح کے اقدام اٹھائے جائیں۔ میں نہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ آیا یہ حل ہے؟ یہ حل نہیں ہے۔ یہ ضرور اچھی بات ہے۔ اس پر زیادہ سختی کرنی چاہیے۔ اتنی سختی کے باوجود پرچے بھی آؤٹ ہوئے ہیں' دوسرے کام بھی شاید ہو رہے ہوں گے۔ میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ اس دفعہ وزیر اعلیٰ کی یہ ترجیح بن گیا۔ اگلے سال جب امتحان ہوں گے تو مجھے یقین ہے کہ یہ ان کی ترجیح رہے گی۔ شاید کوئی اور political problem ہو' جس پر وہ توجہ نہ دے سکیں تو پھر اس طرح کے حالات نہیں ہوں گے۔

جناب سپیکر! ہم تمام دوستوں کو بیٹھ کر یہ سوچنا ہوگا کہ ڈنڈے کے ساتھ حالات وقتی طور پر دب تو جاتے ہیں' صحیح نہیں ہوتے۔ میرا مقصد یہ تھا کہ یہ اچھی بات ہے کہ ہم بوٹی مافیا کو ختم کریں۔ لیکن ہمیں اس کے لیے کوئی سسٹم بنانا ہوگا کہ ہم روز ڈنڈا لے کر امتحانی مراکز کے باہر کھڑے نہ رہیں اور ہم ایک ایسا سسٹم متعارف کروا دیں۔ جس سے اس کا زیادہ سے زیادہ خاتمہ ہوجائے اور ہمارے بچوں کا مستقبل محفوظ ہوجائے۔ جناب سپیکر! آپ اور میرے جتنے دوست اس ہاؤس میں موجود ہیں' وہ بتائیں کہ کیا یہ حل ہے؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ حل نہیں ہے۔ ہمیں اس کا حل سوچنا ہوگا۔ ٹھیک ہے کہ امتحانی مراکز پر حکومت بہت توجہ دے رہی ہے اور بوٹی مافیا کو ختم کر رہی ہے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد ایک اور step آتا ہے۔ وہاں بھی ایک کام شروع ہوتا ہے کہ جب یہ پرچے چیکنگ کے لیے جائیں گے' تو وہاں بھی پارٹیاں جانا شروع کر دیتی ہیں' اور چیک کرنے والوں کے ساتھ ان کا ملاپ ہوتا ہے۔ ہمیں وہاں بھی سوچنا ہوگا کہ وہاں کیا طریقہ کار ہو۔ ہم نے یہاں تو ڈنڈے کے ساتھ شروع کر دیا۔ میں گورنمنٹ کی اس کوشش کو سراہتا ہوں' لیکن یہ بھی حل نہیں ہے۔ ایک مرحلہ اور آتا ہے۔ جب یہ پرچے سنٹرز سے چیکنگ کے لیے جائیں گے۔ وہاں ایک اور سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس کو ہم کس طریقے سے چیک کریں گے' اس کا کیا طریقہ کار

ہے؛ اس کے بعد ایک اور مرحلہ آتا ہے جہاں ڈگریاں بکتی ہیں اور روزانہ بیس بیس سال کے افسروں کی ڈگریاں بھی جعلی نکلتی ہیں۔ وہ بھی ایک مرحلہ ہے۔

جناب سپیکر! ہم ان تمام مراحل کو دیکھ کر اگر ایک مستقل حل نکال سکتے ہیں تو وہ ہماری کامیابی ہے۔ یہ کامیابی نہیں ہے کہ سنٹر میں تھانے دار بھیج کر سختی کروائیں۔ جناب سپیکر! میں نے جب ٹی وی اور اخبارات میں دیکھا تو یقین کریں کہ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن چند طالب علم جو اس کمرہ امتحان میں بیٹھے ہوتے ہیں' وہ sensitive بھی ہوتے ہیں' جو انتہائی intelligent ہوں گے اور انھوں نے محنت کی ہوگی۔ اتنے دباؤ کی وجہ سے وہ شاید اپنا پرچہ اس طریقے سے حل نہ کرسکیں' جس طریقے سے ان کو کرنا چاہیے۔ وہ دباؤ میں آ جاتے ہیں۔ میرا مقصد یہ تھا کہ ہمیں اس کا مستقل حل ڈھونڈنا ہوگا۔ جب تک ہمارے تعلیمی نظام کی خرابیاں ہیں' جو ہم محسوس کرتے ہیں۔ اگر ہم ان کا حل نہیں نکالتے تو ہم ترقی کے وہ مراحل' جو ہم طے کرنا چاہتے ہیں۔ شاید ہم وہ طے نہ کرسکیں۔

جناب سپیکر! یہاں کافی باتیں discuss ہو چکی ہیں۔ میں ان کو دہرانا نہیں چاہتا۔ مجھے احساس ہے کہ ہماری دوسری cut motions ہیں اور وقت بہت کم ہے' تو اسی پر میں ختم کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، شکریہ۔ جی' شاہ صاحب۔

پارلیمانی سیکرٹری تعلیم (سید محمد عارف حسین بخاری)، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم۔ جناب سپیکر! یہ مسلمہ امر ہے کہ تعلیم انسانیت کا حسن ہے' انسانیت کا وقار ہے' تعلیم ہی سے انسان کی پنہاں صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں' تعلیم ہی سے انسان کی تمدنی زندگی میں نکھار آتا ہے اور تعلیم ہی سے اقوام عالم کی صف میں کسی قوم کو ممتاز مقام حاصل ہوتا ہے۔ جناب والا! دور حاضر کی تمام تر تکنیکی مہارت' معابد' مجالس' جامعات' منبرو محراب کی رونقیں' فلسفیانہ موشگافیاں سب کی سب تعلیم ہی کی مرہون منت ہیں۔ خودشناسی بلکہ خدا شناسی بھی تعلیم ہی کی مرہون کار ہے۔

جناب والا قدر! ہمارے مذہب نے تو تعلیم کو فریضہ قرار دیا ہے اور اگر علمی پیاس بجھانے کے لیے چین کا سفر بھی کیا جائے تو یہ کٹھن مرحلہ بھی تابع سنت قرار دیا جاتا ہے۔ خلاق العالمین نے پہلے انسان کو پیدا کیا تو اس کی روزی رزق اور جائے رہائش کے انتظام سے پہلے اسے علمی طور پر ممتاز کیا اور ملائکہ سے اس کی علمی برتری کو منوایا گیا اور ملائکہ نے سجدہ ریز ہو کر اس کی علمی

عظمت کو خراج پیش کیا۔

جناب والا قدر! نبی اکرم رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی "اقرا باسم ربک الذی خلق" نازل ہوئی۔ کہ "اے محبوب اپنے رب کا نام لے کر پڑھو۔

احادیث مبارکہ میں وارد ہے کہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف لائے تو صحابہ کرام دو گروہوں میں بیٹھے تھے۔ کچھ لوگ ذکر اذکار میں مشغول تھے اور کچھ علمی مباحثہ کر رہے تھے۔ جب سرکار تشریف لائے تو آپ ان لوگوں میں جا کر بیٹھ گئے جو علمی موضوع پر مباحثہ کر رہے تھے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے معلم بنا کر بھیجا ہے۔

جناب والا! رب کائنات نے قرآن مجید فرقان حمید میں اپنے نبی کے فرائض منصبی کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ " ویعلمہم الکتاب و الحکمۃ" اے محبوب جو تیرے دامن کرم سے وابستہ ہو جائیں۔ ان کو کتاب کی تعلیم دو اور ان کو انداز جہاں بانی سکھاؤ۔

جناب والا قدر! تعلیم سے ہی انسان کی عظمت ہے اور تعلیم ہی وہ گوہر گراں مایہ ہے جس سے صحیح معنوں میں آدمی انسانیت کے دائرے میں قدم رکھتا ہے۔

جناب والا! میں آپ کو ان حالات کی طرف توجہ کرنے کی زحمت دوں گا' جن میں مسلم لیگ نے اقتدار سنبھالا تھا۔ اس وقت گلستان ویران ہوچکا تھا' روشیں تباہ ہوچکی تھیں' آب جوئیں خشک ہوچکی تھیں' خزاں نے صحن چمن میں ڈیرے ڈال رکھے تھے اور طلباء کے ہاتھوں میں کتاب کی بجائے کلاشنکوف تھی۔ جامعات جرائم پیشہ لوگوں کے گڑھ بن چکے تھے۔ ڈگریوں کی لوٹ سیل لگی ہوئی تھی۔ امتحانی سنٹروں پر بوٹی مافیا کا راج تھا۔ میرٹ کو نظرانداز بلکہ پامال کر کے نااہل افراد کو بھرتی کیا جا رہا تھا۔ سکولوں میں استاد نہیں تھے۔ تعلیم کا محکمہ جاں بہ لب تھا اور اس دور کے وزیرتعلیم راجہ اندر بنے بیٹھے تھے اور صورت حال یہ تھی کہ وہ بیس بیس پچیس پچیس گاڑیوں کا fleet رکھتے تھے اور نہ جانے کیا کیا مشاغل تھے۔ میں اپنے قائد میاں محمد شہباز شریف کو داد دیتا ہوں کہ انھوں نے ان حالات کو اپنے سامنے رکھ کر ایک انقلابی قدم اٹھایا اور تعلیم کو اپنی اولین ترجیح قرار دیا۔ چاہیے تو یہ تھا میرے بھائی سید احمد خان منیس صاحب اس اقدام کو سراہتے کہ وزیر اعلیٰ امتحانی سنٹروں پر تشریف لے گئے۔ جناب والا! ان کے اس اقدام سے آج اللہ کے فضل و کرم سے صورت حال بدل چکی ہے اور امتحانی سنٹرز پرسکون ہیں بلکہ بین الاقوامی پریس نے بھی اس کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ اگر یہ بھی زحمت کرتے اور امتحانی مراکز پر تشریف لے جاتے تو یقیناً یہ بھی لائق

تسکین ہوتے مگر شاید میرے دوستوں کو یہ درخشاں گوارا نہیں یا اندھیروں کا راج مرغوب ہے؛

اپنا شیوہ ہے اندھیروں میں جلاتے ہیں چراغ
ان کی خواہش ہے زمانے میں سدا رات رہے

جناب والا قدر! ہمارے محترم فاضل دوست قائد حزب اختلاف NGOs اور سکول مینجمنٹ کمیٹیوں کے بارے میں فرما رہے تھے۔جناب والا! یہ تو انتہائی قابل تعریف اقدام ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جب تک عوام کی شمولیت نہ ہو' جب تک لوگ اس میں دلچسپی نہ لیں۔ شاید شرح خواندگی میں خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہوسکیں' جن کی ہم توقع کر رہے ہیں۔ اس میں عوام کو زیادہ سے زیادہ ملوث کرنے کے لیے ہم نے یہ قدم اٹھایا ہے اور یہ اللہ کے فضل و کرم سے انتہائی قابلِ تحسین بات ہے۔ نہ جانے اس پہ تنقید کس وجہ سے کہ ---

خِرد کا نام جنُوں رکھا اور جنُوں کا خِرد
جو چاہے آپ کا حُسن ِکرشمہ ساز کرے

قائد حزب اختلاف فرما رہے تھے کہ سیکرٹری ایلیمنٹری کیوں متعین کیا گیا؟ جناب والا قدر! محکمہ تعلیم کا پھیلاؤ بہت زیادہ ہے۔ چار لاکھ سے زائد ملازمین ہیں اور ان میں سے تین لاکھ سے زیادہ ایلیمنٹری شعبہ میں ہیں۔ بنیادی تعلیم پر زیادہ توجہ دینے کے لیے' بنیادی تعلیم میں فعال کردار ادا کرنے کے لیے' اور ان کی کارکردگی کو بہتر انداز میں watch کرنے کے لیے ضروری تھا کہ ایلیمنٹری شعبہ کو الگ کر دیا جاتا۔ اسی کے پیش نظر ایلیمنٹری تعلیم کے لیے الگ سیکرٹری مقرر کیا گیا ہے۔ منیس صاحب سکولوں کے سروے کے بارے میں فرما رہے تھے۔جناب' یہ بھی ایک انتہائی قابل قدر قدم ہے۔ حکومت نے تھوڑا سا خرچ کر کے اور تھوڑی سی توجہ دے کر ایک بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ 35 کروڑ خرچ ہوئے۔ نہیں جناب! صرف 2 کروڑ کے قلیل خرچ سے یہ سروے مکمل ہوا۔ اس کے بعد ایک ارب کی بچت کا پوچھا گیا۔ آپ کی وساطت سے ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے میاں عمران مسعود کی سربراہی میں ایک ٹاسک فورس قائم کی ہے جس کا دائرہ عمل سب ڈویژن بلکہ مرکز تک بڑھا دیا گیا ہے اور وہ case by case ان سب معاملات کا جائزہ لے رہی ہے۔ کچھ ہفتوں تک اس کے نتائج سامنے آ جائیں گے اور جونہی اس کے نتائج سامنے آئے' اس کی روشنی میں جتنی بچت ہو گی وہ ان شاء اللہ ہم ڈویلپمنٹ کے بجٹ میں شامل کر دیں گے۔

ماہرین کے تقرر کے بارے میں قائد حزب اختلاف کے جواب میں عرض ہے کہ ماہرین کو اس لیے متعین کیا گیا ہے کہ اے جی آفس سے لے کر عام سکول کے ڈی ڈی او تک جہاں کہیں کرپشن ہوتی ہے اس کو watch کیا جائے۔ مالی نظام کو مربوط کیا جائے۔ ہر اس جگہ جہاں ذرہ بھر شائبہ ہو کہ کوئی بددیانتی جنم لے سکتی ہے تو اس کے سر پر پہنچا جائے۔ اس کے لیے ہم نے فرگوسن یا ایسے جن لوگوں کو بھی متعین کیا ہے' فقط پبلک اکاؤنٹس کی حفاظت کے لیے کیا ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ منظور نظر افراد کو نوازنے کا پروگرام ہے۔ میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ جناب! منظور نظر افراد کو نوازنے کی بات نہیں۔ ہم تو اہل نظر کی تلاش میں ہیں۔ جہاں کہیں مل گئے' ان سے ان شاء اللہ مناسب کام لیں گے۔

ہماری حکومت کو یہ فخر ہے اور یہ فخر بجا ہے کہ تمام بورڈز کے چیئرمین' سیکرٹری اور متعلقہ عملہ پوری چھان بین کے ساتھ' مکمل تحقیق کے بعد اہل افراد پر مشتمل متعین کیا گیا ہے۔ تمام بورڈز میں اللہ کے فضل و کرم سے اس وقت نمایاں کارکردگی ہے۔ اگر آپ پچھلی حکومت کے دور تک چلے جائیں تو دیکھیں کہ بورڈز میں کیا کچھ نہیں ہوتا تھا۔ بوگس سنٹر بنتے تھے۔ رشوت سے' کرپشن سے' نہ جانے کن کن ذرائع سے جعلی نمبر حاصل کرنے کی دوڑ لگی ہوئی تھی۔ اس حکومت کے انقلابی اقدام سے یہ سارا معاملہ ختم ہو چکا ہے۔ اب اللہ کے فضل و کرم سے ہر بورڈ میں آپ کو کارکردگی نمایاں نظر آئے گی۔ جہاں تک بلال قمر کی تعیناتی کا تعلق ہے۔ اس بارے پوری تحقیقات کی جائیں گی۔ انصاف کے تقاضے بروئے کار لائے جائیں گے اور اگر کوئی غلطی' کوئی جرم یا کسی مقام پر کوئی جھول ثابت ہو گیا تو اس کو بھی کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔ ورنہ بغیر تحقیق کے کوئی قدم اٹھانا نہ قرین انصاف ہے اور نہ ہی ہماری پالیسی کا حصہ ہے۔

محترم قائد حزب اختلاف فرما رہے تھے کہ انھیں پرائیویٹائزیشن کا جنون ہے۔ جناب! آپ کی بات تسلیم' ہمیں جنون ہے اعلیٰ کارکردگی کا۔ ہمیں جنون ہے کرپٹ عناصر کو کیفر کردار تک پہنچانے کا۔ ہمیں جنون ہے جن لوگوں نے قومی دولت لوٹی ہے ان سے وہ دولت بازیاب کرا کے واپس قومی خزانے میں جمع کرانے کا۔ اگر یہ جنون جرم ہے تو اس جرم کو ہم سرعام تسلیم کرتے ہیں لیکن الحمدللہ یہ جرم نہیں ہے یہ خوبی ہے اور انھیں ہمارے اس قدم کی تحسین کرنا چاہیے تھی نہ کہ تنقید۔

میرے عزیز بھائی سید مسعود عالم شاہ صاحب نے نہایت جچے تلے انداز میں بعض سنجیدہ

تجاویز بھی دی ہیں اور بعض مقامات پر شاید انھوں نے گہری نظر سے مطالعہ نہیں کیا۔ ان سے کچھ بھول رہ گیا ہے۔ فرما رہے تھے کہ ایجوکیشن فاؤنڈیشن ختم کی جا رہی ہے یا کسی ادارے میں ضم کی جا رہی ہے۔ جناب والا! ایجوکیشن فاؤنڈیشن بدستور قائم ہے اور ہمارے قائد حزب اختلاف بذات خود اس کے ممبر ہیں۔ اس کی کارکردگی میں ان کا بھی ایک نمایاں رول ہے اور ان کا بھی حصہ ہے۔ حکومت کے پروگرام میں کوئی ایسی بات نہیں کہ ہم ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی حیثیت ختم کریں یا اس کی کارکردگی محدود کر دیں۔ ہم تو ایسے اداروں کو مضبوط بنانا چاہتے ہیں اور این۔ جی۔ اوز کو بھی دعوت دے رہے ہیں کہ وہ بھی آئیں اور افراد کو بھی دعوت دے رہے ہیں کہ وہ بھی آئیں۔ حکومت نے ہر مقام پر بجٹ کو پیش نظر رکھا ہے۔ لیکن تعلیم واحد شعبہ ہے کہ جس میں ہم نے کسی قسم کی کوئی کمی نہیں کی بلکہ ہاتھ کھلا رکھا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جب تک تعلیم کو کھلے ہاتھ سے آگے نہیں بڑھائیں گے تب تک کام نہیں بنے گا۔ ہم نے اس میں کوئی ڈاؤن سائزنگ نہیں کی اور اس کے حجم میں کوئی کمی نہیں کی۔ بلکہ اس کے مزید فروغ کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔

میرے عزیز نے 20 روپے فی طالب علم دینے کی بات کی ہے۔ اگر یہ ذرا غور سے پڑھ لیتے تو یہ بات ان پر واضح ہو جاتی کہ 20 روپے ہم عام پرائمری والے بچے کو نہیں دے رہے۔ بلکہ یہ تو ان بالغ افراد کو دیے جائیں گے جو کسی وجہ سے سکول میں داخل نہیں ہوئے یا سکول سے خارج ہو گئے ہیں تو ان کے لیے ہم نے لٹریسی پائلٹ پراجیکٹ ترتیب دیا ہے۔ اس کے تحت جو بچے آ کر پڑھیں گے ان کو 20 روپے دیے جائیں گے تاکہ ان کو تعلیم کی طرف مائل کیا جائے۔ باقی ریگولر سکول کے بچوں کے لیے ایسا نہیں ہے کیونکہ ہمارے وسائل ہی اس قابل نہیں۔ اگر وسائل میسر ہوں تو سکول کے بچوں کو دینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ اللہ کرے کہ پاکستان اس قابل ہو جائے' اتنے وافر وسائل مہیا ہو جائیں کہ ہم عام آدمی پر سے تعلیم حاصل کرنے والے بچوں کا بوجھ ہلکا کر سکیں۔ ان کا ہاتھ بٹا سکیں۔ ان کے کام آ سکیں۔ لیکن اس ضمن میں انھوں نے جو اعتراض فرمایا ہے وہ بے جا ہے۔ (قطع کلامی)

بس ایک دو باتیں کرنا ہیں۔ جناب سپیکر! آپ کی اجازت ہو تو میں عرض کروں۔ چیمہ صاحب بار بار فرما رہے ہیں کہ میں اپنی بات کو ختم کروں۔

جناب سپیکر: جی ہاں۔ ذرا مختصر کر لیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم، جی' میں مختصر کرتا ہوں۔ ہمارے دوست نے ٹیکنیکل ایجوکیشن کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ دیہات کو ترجیح دینا چاہیے۔ گزارش ہے کہ اس سال ہم مزید تین پولی ٹیکنیکل ادارے چھوٹے شہروں میں بنا رہے ہیں۔ بھکر' سانگلہ ہل اور حافظ آباد دیہاتی علاقے ہیں۔ ان میں یہ ٹیکنیکل ادارے قائم کیے جا رہے ہیں۔ ٹیکنیکل تعلیم میں اس حکومت کی دل چسپی آپ اس امر سے محسوس فرمائیں گے کہ 155 ملین روپے ہم نے ٹیکنیکل ایجوکیشن کے لیے رکھے ہیں۔ انھوں نے بنیادی تعلیم پر توجہ کا فرمایا ہے۔ سو عرض ہے کہ 29 ارب محکمہ تعلیم کا کل بجٹ ہے اور اس میں سے 20 ارب سے زائد ہم بنیادی تعلیم پر خرچ کر رہے ہیں۔

جناب والا قدر! میرے دوست شاید جلدی میں ہیں' کہنے کو تو اور بھی بہت کچھ تھا لیکن میں اسی پر اکتفا کرتے ہوئے اجازت چاہوں گا اور یہ عرض کروں گا کہ اس کٹوتی کی تحریک کو مسترد فرما کر اور اس مطالبہ زر کو منظور فرمائیں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے ،

"کہ 29 ارب 97 کروڑ' 6 لاکھ' 23 ہزار روپے کی مجموعی رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 15 تعلیم کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک رقم جو 29 ارب' 97 کروڑ' 6 لاکھ' 23 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال 1998-99ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعلیم برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

مطالبہ زر نمبر 16

جناب سپیکر: اب ہم مطالبہ زر نمبر 16 لیتے ہیں۔ ---- جی وزیر صحت صاحب۔

وزیر صحت: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو 7 ارب' 4 کروڑ' 43 لاکھ' 36 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال 1998-1999ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات صحت برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے:

"کہ ایک رقم جو 7 ارب' 4 کروڑ' 43 لاکھ'36 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال 1998-1999ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات صحت برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سعید احمد خان منیس: جناب والا! میں اس کو اپوز کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: مطالبہ زر نمبر 16 میں جناب سعید احمد خان منیس' جناب سعید اکبر خان' جناب معظم جہانزیب احمد خان وٹو' جناب منصور احمد خان' صاحبزادہ محمد عثمان خان عباسی' سردار رفیق حیدر لغاری' مولانا منظور احمد چنیوٹی' چودھری خالد جاوید وڑائچ' سید مسعود عالم شاہ' جناب محمد اکرام اللہ خان اور پیر شجاعت حسنین قریشی صاحبان کی طرف سے کٹ موشنز آئی ہیں ۔جناب سعید احمد خان منیس صاحب اپنی کٹ موشن پیش کریں۔

جناب سعید احمد خان منیس: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ 7 ارب' 4 کروڑ' 43 لاکھ' 36 ہزار روپے کی مجموعی رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 16 خدمات صحت کو کم کر کے ایک

روپیہ کر دیا جائے۔"

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے

"کہ 7 ارب' 4 کروڑ ' 43 لاکھ' 36 ہزار روپے کی مجموعی رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 16 خدمات صحت کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

وزیر صحت، جناب والا! میں اس کو اپوز کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، جی منیس صاحب۔

جناب سعید احمد خان منیس، شکریہ۔ جناب سپیکر! چونکہ آج وقت بھی کم ہے' ایک بجے تک گیلوٹین apply ہونی ہے تو ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس پر صرف میں ہی بولوں گا اور کوشش کریں گے کہ اگلی کٹ موشن ٹیک اپ ہو جائے کیونکہ وہ بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے اور وہ محکمہ زراعت پر ہے۔ اس پر ہم چاہیں گے کہ کچھ بولیں۔ اس پر تو میں مختصراً اپنی بات کرتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر چودھری محمد اعظم چیمہ کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین! میں مختصراً محکمہ صحت کی پالیسی پر اپنی اس کٹوتی کی تحریک کے ذریعے کچھ عرض کروں گا۔ ویسے آنرایبل وزیر صحت جو ابھی تازہ تازہ ہی elect ہوئے ہیں میں ان سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ صحت کی پالیسی کی طرف توجہ دیں۔ صوبے کے عوام صحت کی مد میں جو تکالیف برداشت کر رہے ہیں۔ اپنی صحت ٹھیک رکھنے کے ساتھ ساتھ سارے صوبے کے عوام کی صحت کو صحیح رکھنا اور اس کو comfortable بنانا وزیر صحت صاحب کا فرض ہے۔

جناب والا! اپوزیشن کی جانب سے کٹوتی کی تحاریک ہوں یا general debates ہوں' ان پر بات ہوتی رہتی ہے اور اس دفعہ میں سمجھتا ہوں کہ ٹریژری بنچز کی طرف سے بھی بہت ہی اچھی تجاویز آئیں اور انھوں نے کھل کر بجٹ کو criticise کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کا بنیادی حق ہے کہ وہ اپنے suggestions and views اس ایوان کے سامنے لائیں اور میں یہ بھی امید رکھتا ہوں کہ جس طریقے سے جناب چیئرمین! آج آپ نے اس ایوان کی advocacy کی میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت قابل تحسین بات ہے ۔ اور آپ اس وقت سٹیج پر تشریف فرما ہیں ۔ اس ایوان کے استحقاق کا جتنا آپ کو خیال ہے اللہ تعالیٰ کرے کہ اس حکومت کو بھی اس ایوان کے استحقاق کا اتنا ہی

خیال ہو اور وہ اس کی طرف توجہ دیں۔

جناب چیئرمین! اپوزیشن کی جانب سے مختلف محکموں پر suggestions and views دیتے رہتے ہیں اور اپنی مثبت criticism کرتے رہتے ہیں۔ لیکن میں افسوس سے کہتا ہوں کہ حکومت کی جانب سے اس پر کوئی خاطر خواہ جواب نہیں آتا اور جو خاص چیزیں point out کی جاتی ہیں ان کا جواب اپنی winding up speech میں وہ نہیں دیتے۔ تو جناب والا! میں معزز وزیر صحت سے عرض کروں گا کہ ہم بجٹ کی تقریر میں محکمہ صحت پر بات کر چکے ہیں اور کئی مدات میں جو فرق ہے' مثلاً تنخواہوں کی مدیں' اس کا ذکر کیا۔ اس کو یہاں دوبارہ کہنا میں مناسب نہیں سمجھتا' ان کا جواب دیں۔ میں ان کی توجہ ان صفحات کی طرف ضرور دلاؤں گا اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ جو بجٹ کی کتاب ہے اس کو اگر آپ اٹھاکر اور اپنی آنکھیں بند کر کے اسے دوبارہ کھول کر کوئی صفحہ نکالیں گے تو آپ کو اس میں تضادات نظر آئیں گے۔ خصوصاً میں معزز وزیر صحت کو یہ کہوں گا کہ وہ صفحہ نمبر 517, 656,657, 658 and 661 کا ضرور مطالعہ کریں۔ ان کو پھر یہ اندازہ ہو گا کہ رواں مالی سال اور آئندہ مالی سال کے بجٹ میں کتنا تضاد پایا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب یہ خود پڑھ لیں گے تو پھر یہ Finance Ministry کے ساتھ بیٹھ کر اس کا بہتر طریقے سے کوئی حل نکال سکتے ہیں۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب کا محکمہ صحت صوبے کے عوام کو کسی بھی قسم کا ریلیف مہیا کرنے میں ناکام رہا ہے ۔ ان کے زیر انتظام ہسپتالوں میں جو بنیادی سہولتیں ہیں وہ بھی فراہم نہیں ہو رہیں اور یہ معزز ایوان بخوبی ان باتوں سے آگاہ ہے۔ مریض کو ادویات' ایکس رے فلم' لیبارٹری ٹیسٹ' اور consultation تو دور کی بات ہے وہاں جب آپ جاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ہسپتال میں تو عملہ ہی موجود ہی نہیں تو پھر باقی جو یہ ضروریات کی چیزیں ہے جن کا میں ذکر کر رہا ہوں کیسے آپ کو مہیا کی جا سکتی ہیں۔ جناب چیئرمین! اگر میں اس صحت کے بجٹ کو غیر صحت مند اور بیمار بجٹ قرار دوں تو میں سمجھتا ہوں کہ میں یہ باتیں کرنے میں حق بجانب ہوں گا۔

جناب چیئرمین! میں نے بجٹ کی فگرز کی جو بات کی میں ایک خاص چیز آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ پہلی دفعہ دیکھا گیا ہے کہ بجٹ بکس میں میڈیکل سپرنٹنڈنٹس کی دو اسامیاں دکھائی گئی ہیں اور بجٹ کی موٹی کتاب کو اٹھا کر دیکھیں تو اس میں ایک دکھائی گئی ہے ۔ آپ خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کیا ایک ہسپتال میں دو ایم ایس ہو سکتے ہیں یا ایک ٹیچنگ ہسپتال میں دو پرنسپل ہو سکتے ہیں؟ یہ ایسی باتیں ہیں جو مجھے یہ بات کہنے میں

حق بجانب ہونے میں مضبوط کرتی ہیں کہ اس پہ صرف اور صرف اس ایوان کا وقت ضائع کیا جا رہا ہے اور یہ اس ایوان کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے ۔ جناب سپیکر! yard stick کے مطابق ایک بیسک ہیلتھ یونٹ کو تنخواہوں کے علاوہ 96 ہزار روپے دیے گئے ہیں ۔ ایک بیسک ہیلتھ یونٹ دس سے پندرہ ہزار نفوس کو cater کرتا ہے ۔ اور اگر ایک سال کی اس کی اوسط نکالیں تو ایک مریض کے حصے میں چند پیسے ہی آتے ہیں۔ وہ مشکل بیس پیسے ہوں گے ' پچیس پیسے ہوں گے یا تیس پیسے ہوں گے ۔ اس سے زیادہ نہیں ہو سکتے ۔ جناب چیئرمین ! آپ خود ہی دیکھیں کہ جہاں چند پیسے فی کس صحت کی مد میں رکھے گئے ہیں تو یہ کس طریقے سے ہمارے صوبے کے عوام کی صحت کو ٹھیک کریں گے ۔ ملیریا کی بیماری کے لیے بھی چودہ گولیاں درکار ہوتی ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان چند پیسوں سے ایک گولی بھی خریدنا مشکل ہے ۔ یہ کس طریقے سے کہہ رہے ہیں کہ صحت کی مد میں انھوں نے بہت پیسہ رکھا ہے اور اس مد میں وہ بہت زیادہ خیال کر رہے ہیں۔ میں یہ کہوں گا کہ اس پیسے سے تو " گنجی نہائے گی کیا اور نچوڑے گی کیا " کی کہاوت صادق آتی ہے ۔ اور پھر آپ یہ دیکھیں کہ یہ اقدامات انھوں نے تجویز کیے ہیں ۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ اقدامات انھوں نے چاند پہ سے لیے ہیں یا خود بیٹھ کر کوئی مشورے سے کیے ہیں۔ اس کے بارے میں تو یہ ایوان بتا ہی چکا ہے کہ کوئی مشورے نہیں کیے گئے ۔ حتیٰ کہ محکمہ نے بھی نہیں سوچا کہ yard stick کو کم از کم اتنی حد تک تو رکھا جائے کہ عوام کے لیے جو پیسہ مختص کیا جا رہا ہے تو اس کے لیے دوائیاں تو خرید کی جا سکیں۔

جناب چیئرمین ! جعلی اور غیر معیاری ادویات اسی طریقے سے مل رہی ہیں ۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہاں لائف سیونگ ڈرگز تک جعلی ہیں۔ جب ایسی ادویات استعمال ہوں گی تو ہمارے عوام کی صحت کیسے بہتر ہو سکتی ہے؛ اس سے تو اموات واقع ہو رہی ہیں ۔

جناب چیئرمین ! ان کا میڈیکل سٹورز ڈپو ایک ادارہ ہے جس میں ایک کل وقتی جی ایم ہوتا ہے ۔ لیکن آج تک اس جی ایم کی کوئی پوسٹنگ نہیں ہو سکی۔ اور سروسز ہسپتال کے ایم ایس کو اس کا اضافی چارج دیا ہوا ہے ۔ جب ان کی توجہ کا یہ عالم ہے تو کس طریقے سے ہمارے صوبے کے کئی بیسک ہیلتھ یونٹ اور رورل ہیلتھ سنٹرز تک ادویات پہنچ سکتی ہیں۔ وہ تو ان ادویات سے محروم ہی رہیں گے ۔ جہاں ادویات پہنچ جاتی ہیں تو وہاں پھر وہ ادویات اور قیمتی سامان چوری ہو جاتا ہے اور باہر بازار میں بک جاتا ہے ۔ مجھے یقین ہے کہ جو معزز اراکین یہاں تشریف فرما ہیں ان کو اپنے اپنے

علاقوں کے ہسپتالوں کا علم ہی ہے کہ وہاں اگر ادویات پہنچتی ہیں تو وہ استعمال کس طریقے سے ہوتی ہیں - پہلے تو میں یہ کہوں گا کہ وہاں پہنچتی ہی نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین ! ڈاکٹرز اکثر ہسپتالوں سے غیر حاضر رہتے ہیں اور جب ڈاکٹر غیر حاضر ہوں گے تو پھر وہاں کیا حشر ہو گا - بلکہ جو ڈاکٹرز ہیں انھوں نے باہر اپنے پرائیویٹ کلینک بنا رکھے ہیں اور وہ ہسپتالوں میں مریضوں کا شکار کر کے اپنے پرائیویٹ کلینکس پر لے جاتے ہیں - حکومت نے جو سہولت دی ہے اور ہسپتال میں ان کا تقرر کیا گیا ہے ان کا فرض ہے کہ وہ ہسپتال میں مریضوں کی دیکھ بھال کریں۔

جناب چیئرمین ! میں یہاں چلڈرن ہسپتال کے بارے میں معزز وزیر کی توجہ دلانا چاہوں گا کہ کہ وہاں جو میڈیکل ایکوپمنٹ خریدا گیا ہے وہ ابھی استعمال نہیں ہو رہا اور میں سمجھتا ہوں کہ اگلے دس سال بھی وہ کام نہیں آسکے گا - اس کے علاوہ لوگ غربت کی وجہ سے اپنا خون اور گردے بیچ رہے ہیں جو کہ میں سمجھتا ہوں سراسر غیر انسانی کاروبار ہے - ہسپتالوں میں جو حکومت نے ڈاکٹر تعینات کیے ہیں وہ یہ کام کرا رہے ہیں اور وہ اس میں ملوث ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ اس پہ ایمرجنسی طور پر توجہ دے تاکہ جو یہ سراسر غیر انسانی کام ہے اس کو بند کیا جائے - جناب چیئرمین ! یہاں جس طریقے سے بھی ہیرپھیر کر کے اس بجٹ کو پیش کیا گیا ہے اور jugglery of figures دکھائی گئی ہے اس میں ماؤں اور بچوں کی شرح اموات میں جب آپ اضافہ دیکھتے ہیں تو خود ہی اس بات کی قلعی کھل جاتی ہے کہ محکمہ صحت ہمارے صوبہ کے عوام کی صحت کے لیے کیا توجہ دے رہا ہے -

جناب چیئرمین ! میں یہ کہوں گا کہ Health depratment itself needs a major surgery اس میں حکومت کو خاص طور پر وزیرصحت کو یہ چاہیے کہ وہ ان تمام باتوں کی طرف توجہ دیں۔خوا مخواہ کے دورے کرنے اور ادھر سے ادھر سیر کرنے کے علاوہ میں سمجھتا ہوں کچھ نہیں ہو رہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پہ کوئی Tool proof طریقے سے کام ہونا چاہیے -

جناب چیئرمین ! میں نے پہلے ایجوکیشن کے محکمے پہ بھی پرائیویٹائزیشن کی بات کی اور اب بھی یہاں اس محکمے کے حوالے سے بات کروں گا کہ اب کچھ ہسپتالوں کو خودمختاری دی جا رہی ہے - یہ اچھی بات ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ حکومت کی سوچ کیا ہے - اگر حکومت نے یہ سوچ لینا ہے کہ خود مختاری کے بعد ان کو پرائیویٹائز کر دینا ہے اور پھر حکومت کی بی ٹیم اس کو خود خرید

لے گی تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک نیا طریقہ ہی ہے کہ بجائے نئی فیکٹریاں لگانے کے اس طریقے سے یہ ادارے اپنی گرفت میں لے لیے جائیں اور ان کو اپنے اثاثے بنا لیا جائے۔

جناب چیئرمین! فری ایمرجنسی کا اعلان عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے والی بات ہے ۔ جب کہیں ڈاکٹر ہی موجود نہیں اور پھر میڈیسن بھی موجود نہیں تو پھر آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ ایمرجنسی جو کہ چوبیس گھنٹے ہونی چاہیے جب وہاں لوگ جاتے ہیں تو وہ ڈاکٹرز نہیں ملتے ' ادویات نہیں ملتیں ۔ لمبے لمبے نسخے ان کے ہاتھوں میں پکڑا دیے جاتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی طریقے سے بھی مناسب نہیں ہے ۔ خاص طور پر موجودہ حکمرانوں کی جب بھی حکومت آتی ہے تو بم بلاسٹ ہوتے ہیں' ایکسیڈنٹ زیادہ ہوتے ہیں ' فلڈ زیادہ آتے ہیں ۔ یہاں اس مد میں بھی حکومت نے کوئی پیسہ مختص نہیں کیا۔ جناب چیئرمین! بیسک ہیلتھ یونٹ اور رورل ہیلتھ سنٹر کی مد میں renovation کا کچھ فنڈ رکھا گیا ہے لیکن وہ ابھی معلوم ہوا ہے کہ جون کے مہینے میں اس کو release کیا جا رہا ہے ۔ آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ پندرہ جون کے بعد جو رقم utilise ہو گی تو وہ تو کرپشن کی نذر ہو جائے گی ۔ اس کی طرف بھی توجہ دینی درکار ہے ۔ یہاں میرے بہت سے دوستوں نے ذکر کیا کہ ان کے علاقہ جات میں پینے کا پانی مہیا نہیں ہے اور اگر پینے کا پانی مہیا ہے تو وہ کافی گندا پانی ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ جہاں گندا پانی ہوگا وہاں صحت کی مد میں زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ وہاں بیماریاں زیادہ ہوں گی ۔

جناب چیئرمین! میں اس کو مختصر کرتا ہوں کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ اگلی کٹوتی کی تحریک پہ کوئی بات ہو سکے ۔ میں ان تمام باتوں کے بارے میں حکومت سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ زہر میں چینی ملا کر کیوں کھلائی جا رہی ہے۔ ایک طرف ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے کہ صحت پہ زیادہ خرچ کیا جا رہا ہے اور عوام کو زیادہ سہولتیں دی جا رہی ہیں لیکن عملی طور پر اگر دیکھا جائے تو بات اس کے برعکس ہی ہے۔ اب جہاں یہ کہا جا رہا ہے کہ ہیلتھ سیکٹر کا بجٹ بڑھا دیا گیا ہے لیکن جب بجٹ کی کتابیں اٹھا کر دیکھتے ہیں تو اس میں ڈویلپمنٹ کا بجٹ کم کر دیا گیا ہے اور رواں مالی سال جس میں ڈویلپمنٹ 10.13 فی صد تھی اس کو آئندہ سال کے لیے کم کر کے 1.53 فی صد کر دیا ہے ۔ اس سے آپ خود اندازہ لگائیں کہ حکومت صحت کی مد میں کیا کر رہی ہے اور کیا پیسہ خرچ کر رہی ہے ۔ جناب چیئرمین! یہاں میں یہ بات ضرور عرض کرنی چاہوں گا کہ مینٹل ہسپتال کا بجٹ بڑھا دیا گیا ہے ۔ اگر اسی طریقے سے محکمہ چلا اور اسی طریقے سے حکومت نے اس محکمے کی طرف توجہ دی تو ہر سال مینٹل ہسپتال کا

بجٹ بڑھایا جانا درکار ہوگا۔ کیونکہ عوام اس وقت مالی ' معاشی اور سیاسی وجوہات کی بنا پر جس ذہنی دباؤ کا شکار ہیں اس کا نتیجہ اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہو سکتا کہ ذہنی مریض بڑھیں گے اور مینٹل ہسپتال کے اخراجات انھیں ہر دفعہ لازماً بڑھانے پڑیں گے۔ بلکہ میں تو یہ بھی مشورہ دوں گا کہ حکومت کو اس کے ساتھ ساتھ قبرستانوں پر بھی توجہ دینی ہوگی کیونکہ جب لوگوں کی صحت کا یہ حال ہوگا' جہاں مریض ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مریں گے تو پھر قبرستانوں کا کوئی بندوبست کرنا پڑے گا تاکہ جو لوگ مریں گے انھیں دفنانے کے لیے اچھی جگہ تو مل سکے۔ جناب چیئرمین! جب مریض ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں گے تو پھر حکومت یہ کہے گی کہ یہ بڑھتی ہوئی آبادی کو کنٹرول کرنے کا ایک طریقہ تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو good governance والی بات کی جا رہی ہے وہ پھر کسی طریقے سے بھی مناسب نہیں ہے۔ جناب چیئرمین! ہم اگلی کٹوتی کی تحریک پر بھی بات کرنا چاہتے ہیں لہذا میں wind up کرتے ہوئے آپ کی وساطت سے معزز ایوان سے یہ کہوں گا کہ میری اس کٹوتی کی تحریک کو منظور کیا جائے اور میں اس صحت پالیسی کو رد کرتا ہوں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: اس پر کسی اور صاحب نے تو نہیں بولنا؟

جناب سعید اکبر خان: نہیں' کیونکہ ہم اگلی کٹوتی کی تحریک پر بھی بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے' اب میں راجہ اشفاق سرور صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ اس پر بات کریں۔

وزیرصحت(راجہ اشفاق سرور): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین! قائد حزب اختلاف نے آج مختصر اور بڑی مفصل تقریر کی ہے۔ مجھے کچھ حیرانی بھی ہوئی کیونکہ پڑھے لکھے آدمی ہیں اور ان کی overall observation بہتر ہونی چاہیے تھی۔ انھوں نے محکمہ صحت کی کارکردگی' دن رات کی محنت' hard work' جو نئی پالیسیاں لائی جا رہی ہیں' ان کو بالکل side-line کرتے ہوئے تنقید کی ہے۔ قائد حزب اختلاف صاحب نے steroid drugs, quackery, policy making اور جعلی ادویات پر بات کی اور کہا کہ حکومت اس بارے میں کچھ نہیں کر رہی۔

جناب والا! ایٹمی دھماکوں کے بعد حکومت بجٹ میں ہر طرف سے کٹوتی کر رہی ہے مگر صحت ایک واحد محکمہ ہے جس میں حکومت نے 1997-98ء کی نسبت اس سال 61 کروڑ 47 لاکھ 76 ہزار روپے زائد رکھے ہیں۔ اپنے محدود وسائل کے باوجود اس بات کو ترجیح دی گئی کہ غریب آدمی کو

صحت کی سہولتیں ان کے دروازے تک پہنچائی جائیں۔ انھوں نے شعبہ ایمرجنسی کے بابت بات کی کہ یہ eye-wash ہے' ایمرجنسی میں غریب آدمی کا مفت علاج نہیں ہوتا۔ میں ان کی اس بات سے بالکل متفق نہیں۔ میرے بھائی ایوان میں مخالفت برائے مخالفت کیے جا رہے ہیں۔ حکومت کے جو اچھے کام' اچھے gesture یا اچھی پالیسی ہے کم از کم اسے تو appreciate کرنے کی ان میں ہمت ہونی چاہیے۔ انھوں نے میڈیکل سٹورز اور جعلی ادویات کی بات کی ہے۔ ان ساری چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے وزیر اعلیٰ پنجاب نے ایک ٹاسک فورس بنائی ہے۔ یہ ٹاسک فورس نہ صرف یہ دیکھ رہی ہے کہ جعلی ادویات کو کس طرح کنٹرول کیا جائے بلکہ یہ بھی دیکھ رہی ہے کہ پورے پاکستان اور پنجاب میں خاص طور پر Chemists stores کی جو mushroom growth ہے' یہ تقریباً 70 فی صد Metropolitan areas میں exist کرتے ہیں' ان کو کس طرح روکا جا سکتا ہے۔ یہ پہلی دفعہ ہوا ہے کہ ہم نے جعلی ادویات بنانے والے اداروں پر چھاپے مارے۔ اس کے علاوہ جب تک ہم کوئی پالیسی نہیں بناتے اس وقت تک Pharmacies اور Chemists' shops کے لیے مزید لائسنس نہیں دے رہے۔ جناب والا! ڈرگ انسپکٹرز کا ایک مافیا اس ملک پہ حکومت کر رہا تھا' وہ اپنا کام اس طرح نہیں کر رہے تھے جس طرح کہ حکومت چاہتی تھی تو وزیر اعلیٰ کے حکم پر یہ بھی پہلی دفعہ ہوا کہ ڈرگ انسپکٹرز کو across the Board تبدیل کیا گیا۔ اب وہ ڈرگ انسپکٹرز لگائے گئے ہیں جو ہسپتالوں میں پچھلے 20,20/25,25 سالوں سے Pharmacists تھے' تجربہ کار تھے۔ ان کے track record کو سامنے رکھتے ہوئے انھیں لگایا گیا۔ یہ ساری باتیں ہماری نیت کی عکاسی کرتی ہیں۔ اس کے باوجود یہ کہہ دینا کہ حکومت کسی معاملے میں بھی سنجیدہ نہیں ہے' اپنا کام نہیں کر رہی مناسب نہیں۔ حضور! حکومت ان کے پاس بھی رہی ہے' یہ اپنے دور کی ایک ایسی پالیسی بتا دیں' ایسا قدم بتا دیں جس کی وجہ سے لوگوں کو بہتر علاج معالجہ مہیا ہوا ہو' حالانکہ یہ اپنے وقت میں بڑے اہم آدمی تھے' پنجاب کے نمبر 2 آدمی تھے۔۔۔۔ میرے ایک بھائی نے نمبر 1 کہا ہے یقیناً نمبر 1 ہی ہوں گے۔ جناب والا! وزیر اعلیٰ صاحب نے جو ٹاسک فورس تشکیل دی ہے اس میں NGOs پرائیویٹ سیکٹر کے لوگ' manufacturers, traders,economists, chemists اور پروفیسرز شامل ہیں' اس میں ہر walk of life کے لوگ شامل ہیں۔ ان لوگوں نے دن رات محنت کر کے ابھی ایک لائحہ عمل' پالیسی بنائی ہے۔ یہ پالیسی ان شاء اللہ بہت جلد منظر عام پر آئے گی جس سے ہم سب مستفید ہوں گے۔ یہ پالیسی بڑے لوگوں کے علاج معالجے یا ان کے بیرون ملک علاج کے لیے نہیں ہوگی بلکہ یہ پالیسی

غریب عوام کے لیے ہوگی۔ عطائیت کے حوالے سے ہم نے پچھلے سال 700 کلینک سیل کیے اور ان کے خلاف کارروائی کی۔ انھوں نے چلڈرن ہسپتال کی بات کی ہے۔ جناب والا! یہ 4 ارب روپے کا منصوبہ تھا اور اگر وزیر اعلیٰ صاحب اس بارے میں ذاتی توجہ نہ دیتے تو یہ ہسپتال آئندہ 10 سال تک بھی مکمل نہیں ہو سکتا تھا۔ حضور' یہ ہسپتال centre of excellence ہے' بچوں کے لیے چلڈرن کمپلیکس ہے۔ اس میں specialists ہوں گے' یہاں بچوں کو صحیح علاج معالجہ مہیا کیا جائے گا۔ یہ purely for children ہے۔ تو یہ ہسپتال ان شاء اللہ اسی سال کے دوران functional ہوگا اور لوگوں کو سروس مہیا کرے گا۔ اس پر تو محکمہ صحت اور قائد حزب اختلاف کو وزیر اعلیٰ پنجاب کا مشکور ہونا چاہیے تھا لیکن مجھے افسوس ہوا کہ انھوں نے اس پر بھی تنقید کی ہے۔ اسی طرح راولپنڈی میں ہولی فیملی ہسپتال کے لیے اسلامک ڈویلپمنٹ بنک کا قرضہ تھا اور وہ قرضہ التوا میں پڑا ہوا تھا' اس پر توجہ نہیں دی جا رہی تھی۔ محکمہ صحت نے اس کو بھی وزیر اعلیٰ لیول پر' حکومتی لیول پر take up کیا اور اس رابطے کی وجہ سے ہماری یہ امداد بحال ہوگئی اور اب انشاء اللہ اسی سال کے اندر اس پر کام بھی شروع ہو جائے گا۔ انتقال خون کا عمل انسان کے لیے بڑا مضر ہے۔ پنجاب میں ہمارا کوئی Act نہیں تھا کہ جو مجرم غلط خون بیچتے ہیں جس کی وجہ سے ایڈز پھیلتی ہے اور بیماریاں بھی پھیلتی ہیں۔ اس کو پوری دنیا میں بڑی importance دی گئی ہے۔ اس کے لیے ہم ان شاء اللہ Safe Blood Transfusion Act لا رہے ہیں اور اس Act کی بنا پر مجرموں کو تین سال تک قید کی سزا دی جائے گی۔ جناب والا! یہاں ٹی بی کی بات ہوئی تھی۔۔۔۔۔ جناب والا! مجھے وہ اشارے کر رہے ہیں کہ ہم نے short کیا تھا تو آپ بھی short کریں تاکہ ہم زراعت پر جا سکیں لیکن میرا خیال ہے کہ میں زراعت والوں کو ان کی تاب سے بچاؤں۔ جناب والا! محکمہ صحت نے ضلع کی سطح پر یہ بندوبست کیا ہے کہ (DOT) Directly Observed Therapy کے ذریعے ٹی بی کو curb کیا جائے۔ ان شاء اللہ ہم توقع کریں گے کہ اس کے بہتر رزلٹس سامنے آئیں گے اور ٹی بی کنٹرول میں ہوگی۔ جناب والا! انھوں نے MSD کی بات کی' اب ہماری حکومت آئی ہے ہم decentralization کی بات کر رہے ہیں اور اس میں ہم نے ابتدائی مراحل میں جہلم اور ملتان میں District Health Authorities بنائی ہیں اور اب حال ہی میں سرگودھا اور گوجرانوالہ میں بھی کیا ہے۔ ان District Health Authorities کو سب powers دی جا رہی ہیں۔ یہاں پر ایک MSD بیٹھ کر دوائیاں نہیں خریدے گا بلکہ local level پر خریدی جائیں گی جس میں پرائیویٹ سیکٹر کے لوگ بھی involve

ہوں گے۔ جناب والا! انھوں نے یہاں پر BHUs اور ڈاکٹرز کی بات کی۔ میں اس بارے میں بات کرنا بہت ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم نے اخبارات میں بھی تین سال کے کنٹریکٹ کی advertisement کی ہے اور ڈاکٹرز کو offers دی ہیں کہ آپ اس BHU میں جا کر تین سال کنٹریکٹ پر کام کریں۔ جناب والا! سابقہ حکومت کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے جو BHUs کے لیے 16 ارب روپے کا پراجیکٹ تھا یہ اپنی افادیت بالکل کھو بیٹھا تھا۔ اس کو سامنے رکھتے ہوئے THQs, RHCs, BHUs کو بہتر کرنے کے لیے ہم نے اس سال 15 کروڑ 35 لاکھ کی خطیر رقم رکھی ہے۔ جناب والا! ہسپتالوں کو جو autonomy دی گئی ہے انھوں نے اس کے بارے میں بات کی ہے اوران میں چیف ایگزیکٹو لگانے کے بارے میں بات کی۔ انھوں نے بات کی ہے کہ ہم ان کو privatize کررہے ہیں۔ ہم بالکل privatize نہیں کر رہے۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

وزیرصحت، ان پر باقاعدہ quarterly financial audit ہوگا۔ اگر کسی چیف ایگزیکٹو یا ذمہ دار آدمی نے اپنا کام صحیح نہ کیا تو اس کو اس job پر رہنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ جناب والا! میں آخر میں عرض کروں گا کہ محکمہ صحت کے تحت تجویز کی گئی رقم 7 ارب 4 کروڑ 43 لاکھ 36 ہزار روپے مفاد عامہ میں محکمہ صحت کو grant کیے جائیں کیونکہ صحت کی سہولت کی مد میں رکھی جانے والی رقم پر کٹوتی کی تحریک کسی صورت میں قابل پذیرائی نہیں ہے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے

"کہ 7 ارب 4 کروڑ 43 لاکھ 36 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زرنمبر 16 خدمات صحت کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے"۔

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک رقم جو 7 ارب 4 کروڑ 43 لاکھ 36 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنرپنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوائے دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات صحت برداشت کرنا پڑیں گے؟

(تحریک منظور ہوئی)

مطالبہ زر نمبر 18

جناب سپیکر: ابھی پانچ منٹ ہیں۔ لاء منسٹر صاحب مطالبہ زر نمبر 18 پیش کریں۔

وزیر قانون: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو ایک ارب 88 کروڑ ایک لاکھ 20 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال 99-1998ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوائے دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زراعت برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے:

"کہ ایک رقم جو ایک ارب 88 کروڑ ایک لاکھ 20 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوائے دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زراعت برداشت کرنا پڑیں گے۔"

سید مسعود عالم شاہ: جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: مسعود عالم شاہ صاحب oppose کرتے ہیں۔ مطالبہ زر نمبر 18 میں درج ذیل معزز اراکین کی طرف سے کٹ موشن آئی ہے، سعید احمد خان منیس صاحب، جناب سعید اکبر خان، جناب معظم جہاں زیب احمد خان وٹو، جناب منصور احمد خان، صاحبزادہ محمد عثمان خان عباسی، سردار رفیق حیدر لغاری، مولانا منظور احمد چنیوٹی، چودھری خالد جاوید وڑائچ، سید مسعود عالم شاہ صاحب، جناب محمد اکرام اللہ خان، پیر شجاعت حسنین قریشی۔ یہ کٹ موشن سید مسعود عالم شاہ صاحب move کریں گے۔

سید مسعود عالم شاہ: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک ارب 88 کروڑ ایک لاکھ 20 ہزار روپے کی مجموعی رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر

18 زراعت کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے"۔

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے،

"کہ ایک ارب 88 کروڑ ایک لاکھ 20 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 18 زراعت کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے"۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی و زراعت، جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، جی، منسٹر صاحب oppose کرتے ہیں۔ کیونکہ ٹائم بہت کم ہے ایک بجے guillotine apply ہونی ہے، ابھی دو تین منٹ ہیں۔ لیکن پانچ منٹ کے لیے extend کر دیتے ہیں۔

سید مسعود عالم شاہ، جناب والا! کتنا ٹائم extend کریں گے؟

جناب سپیکر، پانچ منٹ۔

سید مسعود عالم شاہ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے اتنے اہم اور پاکستان کی بنیادی صنعت / ادارے پر چند منٹ بولنے کا موقع عنایت فرمایا ہے۔ جناب والا! اس بجٹ میں سب سے قابل ذکر بات یہ ہے کہ پورے بجٹ کا صرف 1.8 فی صد اس اہم ادارے کے لیے رکھا گیا ہے جو بالکل ناکافی ہے۔ جناب سپیکر! زراعت سے ملک کے زرمبادلہ میں 60 فی صد زراعت کی contribution ہے۔ جناب سپیکر! یہ صرف صنعت ہی نہیں بلکہ مقدس پیشہ بھی ہے۔ جناب سپیکر! اس کو اگر آپ تفصیل سے دیکھیں تو یہ بالواسطہ یا بلا واسطہ پاکستان کی پوری صنعتوں کو فیڈ کرتا ہے۔ میں پہلے بھی اس ہاؤس میں عرض کر چکا ہوں کہ اس کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ جیسے میں نے پہلے بھی quote کیا تھا کہ Mathematics is the mother of all sciences. اسی طرح یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ Agriculture is the mother of all industries موجودہ حالات میں یہ ہے کہ ملک کی آبادی 2.9 فی صد سالانہ بڑھ رہی ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ ساتھ ہمیں ملکی پیداوار پر بھی توجہ دینی چاہیے۔ لیکن اس وقت حالت یہ ہے کہ Law of Diminishing Return کا اطلاق ہیں کہ اخراجات بڑھ رہے ہیں اور آمدن رک چکی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ پر حکومت توجہ ہی نہیں دے رہی۔ صرف حکومت کی جو بنیادی پالیسی ہے کہ وہ اربوں روپے float کر کے اپنا ووٹ بنک بنا رہی ہے۔ جناب سپیکر! ہمیں latest ٹیکنالوجی سے اس بنیادی قباحت کو بلکہ جو بنیادی facts ہیں جو کمزوریاں ہیں جس سے law of diminishing

return ہو رہے ہیں اور پچھلے چند سالوں سے فصلات پروڈکشن نہیں دے رہیں ان پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ یہ قرضے نہ دیے جائیں۔قرضے بھی ضرور دیے جائیں لیکن بنیادی چیزوں پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ خوش قسمتی سے ہمارے ملک میں ہرقسم کی زمین اور ہر قسم کے موسم دستیاب ہیں۔ یہاں جو چیز آپ سوچ سکتے ہیں' اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہم پیدا کر سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں یہ مختصر اس لیے کر رہا ہوں کہ آپ نے وقت بہت تھوڑا دیا ہے۔ جناب سپیکر! اس وقت جو بنیادی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے فی ایکڑ پیداوار پر توجہ دینی ہے اور فی ایکڑ پیداوار صرف پیسہ float کرنے سے نہیں بڑھے گی۔ ہم نے اس میں جدید ٹیکنالوجی متعارف کروانی ہے اس کے ساتھ Institute of Labour and Implements کا قیام کرنا ہے۔ اس کی بنیادی ضرورت ہمارے 65 سے 70 فی صد کسان جو سادہ لوح ہیں ان کو تعلیم دینے کی ضرورت ہے جس سے ان میں I.Q بڑھے گا اور ان کو تمام فصلات کی معلومات بنیادی طور پر میسر آئیں گی۔اس کے ساتھ جناب سپیکر! میں یہ بھی عرض کروں گا کہ ہمارا ایک وسیع ہے علاقہ جہاں سورج کی گرمی بہت کثرت سے پڑتی ہے اور سورج کی روشنی سے ہم استفادہ حاصل نہیں کر رہے۔ ہمیں سولر انرجی پر بھی کام کرنا ہوگا۔ تاکہ زراعت میں بھی اور ان علاقوں کی انڈسٹری میں بھی یہ بہت contribute کر سکتی ہے۔جناب سپیکر! اسی طرح areawise سو میل یا دو سو میل تک اناؤنس ہو جاتا ہے کہ یہاں کا یہ ٹمپریچر ہے اس سے علاقے کی زرعی انفرمیشن نہیں ملتی ۔ ہمیں areawise forecasting units بھی بنانے پڑیں گے۔ جناب سپیکر میں ایک alarming situation سامنے لانا چاہتا ہوں کہ ہمارا کل قابل کاشت رقبے میں سے ایک تہائی رقبہ water logging and salinity کی لپیٹ میں آ چکا ہے۔ یہ علاقہ سیم وتھور کی لپیٹ میں آ چکا ہے اور یہ کم نہیں ہو رہا لیکن موجودہ حکومت نے اس کے متعلق پراجیکٹ ختم کر دیے ہیں۔ یہ salinity اور water logging بڑھتی جا رہی ہے۔ قابل کاشت رقبہ بنجر ہو رہا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ بنجر رقبے کو آباد کر کے بےکسانوں میں دیا جاتا۔ موجودہ صورت حال یہ ہے کہ جو رقبے کاشت ہو رہے تھے وہ بھی سیم و تھور کی وجہ سے نا قابل کاشت ہو گئے ہیں اور وہ بنجر ہوتے جا رہے ہیں۔ Area wise soil test Laborarty کا قیام کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ balanced منصوبے ضرور float کیے جائیں اس سے جو demand and supply ہے وہ پورے ملک میں ایک تناسب میں آ جائے گی۔ balanced منصوبے نہ دینے کی وجہ سے ہمارے پاس ایک ہی قسم کی پیداوار بہت زیادہ

بڑھ جاتی ہے یا ایک قسم کی پیداوار بہت کم ہو جاتی ہے۔ balanced منصوبوں سے کاشت کاروں کو بھی فائدہ ہوگا اور ملکی معیشت کو بھی فائدہ ہوگا۔ جناب سپیکر! ان سب کے ساتھ ساتھ جو end product ہے' ہم crop produce تو کر لیتے ہیں ہمارے اندر اہلیت ہے' ہمارا کسان محنتی ہے اور وہ ہر قسم کی قربانی دیتا چلا آیا ہے۔ آج تک وہ سردی گرمی مختصر یہ کہ اپنی جان تک کی قربانی دیتا چلا آیا ہے۔ کیمیکلز سے کھیل کر' سانپوں سے کھیل کر قربانی دی ہے۔ جناب سپیکر! جب تک ہم مستحکم مارکیٹ نہیں بنائیں گے ان کی produce کی صحیح قیمت ہمارے کسانوں کو نہیں ملے گی۔ جناب سپیکر! میں یہاں پر quote کرنا چاہوں گا کہ امریکہ میں اگر گندم زیادہ پیدا ہوتی ہے تو کاشت کاروں کو پوری مراعات دے کر طے شدہ قیمت ادا کر کے اگر انہیں سمندروں میں بھی ڈالنا پڑے تو سمندروں میں بھی dispose of کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں شوگر ملوں کا یہ حال ہے کہ اگر خوش قسمتی سے' ہمارے کسانوں کی محنت سے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے گنے کی فصل اس دفعہ زیادہ ہوئی اور شوگر ملوں میں چینی کی پیداوار زیادہ ہو گئی ہے اس کا ultimate نقصان کسان اب بھی برداشت کر رہے ہیں اور کاشت کاروں کے کروڑوں اربوں روپے ملوں والوں نے اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں اور اس کا فائدہ ملوں والے لے رہے ہیں۔ جناب والا! یہ ایک alarming situation ہے۔ اگر اس شوگر کو dispose of نہ کیا گیا تو آنے والی فصل کماد کو آگ ہی لگانا پڑے گی ان کو مارکیٹ نہیں ملے گی۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ کھاد کے رجحان کو یا جس طرح جدید ٹیکنالوجی میں نے عرض کی ہے اس کو بھی بڑھانا ہوگا۔ اس سلسلے میں' میں ایک امر پر روشنی ڈالنا چاہوں گا وہ بنیادی چیز ہے کہ ہم جو مصنوعی کیمیکل کی کھادیں لیتے ہیں اس کا تھوڑا سا موازنہ پیش کرنا چاہوں گا۔ ہمارے ہاں نائٹروجن کا استعمال اور پوٹاشیم کا استعمال کس تناسب سے ہو رہا ہے۔ ہالینڈ میں 407 کلو گرام فی ہیکٹر پر ہو رہا ہے۔ مصر میں 260' کوریا میں 231' چین میں 206' جب کہ پاکستان میں صرف 78 کلو گرام فی ہیکٹر یہ تناسب استعمال ہو رہا ہے۔ اس طرح پوٹاشیم جو پھلوں' سبزیات اور گنے میں اہم رول ادا کرتا ہے اس کا استعمال بھی خاطر خواہ طریقے سے نہیں ہو رہا۔ ہالینڈ میں 78 کلو گرام فی ہیکٹر' کوریا میں 128' چین میں 52' جب کہ پاکستان میں اس کا استعمال موجودہ حالات میں صرف ایک کلو گرام فی ہیکٹر استعمال ہو رہا ہے۔ جناب سپیکر! ان سارے عوامل کا نتیجہ کیا ہے' ہم ایریا تو بڑھا لیتے ہیں لیکن فی ایکڑ پیداوار نہیں بڑھ رہی۔ اس کی

بنیادی وجہ جدید ٹیکنالوجی کا فقدان ہے۔ جناب سپیکر! میں یہاں گندم کی اوسط بھی quote کرنا چاہوں گا کہ ہالینڈ میں اس وقت 82 من فی ایکڑ، جرمنی میں 68 من، مصر میں 51 من، یہ شرح تین سال پہلے کی ہے اور پاکستان میں موجودہ شرح جو پچھلے سال کی ہے 21.5 من فی ایکڑ ہے۔ جناب سپیکر! میرا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ہم نے بنیادی اصولوں پر توجہ دینی ہے نہ کہ صرف پیسہ float کر کے اور ایریا بڑھا کر یا ایک ووٹ بنک بنا کر اس ادارے کو ہم uplift نہیں کر سکتے۔ جناب سپیکر! اس بجٹ میں 2 سو کروڑ کے benifits لوئر مڈل کلاس سے withdraw کیے گئے۔ جناب سپیکر! ایک سکیم float کی گئی جو صرف اس اثر کو زائل کرنے کے لیے ٹریکٹر سکیم جس سے 50 کروڑ روپے کسانوں کو دیے جائیں گے۔

جناب سپیکر! پاکستان میں اس وقت 230 ایکڑ پر ایک ٹریکٹر ہے۔ جب کہ انڈیا میں 33 ایکڑ پر ایک ٹریکٹر ہے تو ہمیں اس پالیسی کو بھی revise کر کے جتنے دیہی علاقے میں کاشت کار ہیں سب کو یکساں پالیسی کے تحت uplift کریں تا کہ پوری economy uplift ہو۔

جناب سپیکر! سیم و تھور کے حوالے سے میں عرض کر رہا تھا کہ اس وقت 4 کروڑ ایکڑ سے زیادہ رقبہ قابل کاشت ہے لیکن اس میں سے ڈیڑھ کروڑ ایکڑ اس وقت سیم و تھو کی زد میں آ چکا ہے۔ موجودہ گورنمنٹ نے جو سیم وتھور کو reclaim کرنے کا ذریعہ تھا سکارپ ٹیوب ویل سکیم، جس کا اعلان بھی بڑے فخر سے کیا گیا کہ یہ سکیم ختم کی جا رہی ہے۔ جناب سپیکر! جب متبادل سکیم کا اعلان نہ کیا گیا تو مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس سیکٹر کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا۔ جناب سپیکر! میں یہاں یہ کہنا چاہوں گا کہ فی الحال اگر حکومت کوئی ایسی پالیسی float نہیں کر رہی، پہلے تو یہ کہ ان کو کرنی چاہیے لیکن فوری اور بنیادی پرنسپل یہ ہے کہ ہمارے جتنے بھی کاشت کار بھائی 60 یا 65 فی صد ہیں سادہ لوح ہیں ان میں تھوڑی سی تعلیم بڑھانی ہوگی۔ لاکھوں ایکڑ کے علاقے سیم و تھور کی زد میں آتے ہوتے ہیں بلکہ ڈیڑھ کروڑ کی figure میں نے عرض کی ہے۔ جناب والا! salinity کو ٹیسٹ کرنے کے لیے جیسا کہ حکومتی بنچوں سے ہمارے فاضل رکن نے کہا ہے اور ان کی طرف سے ایک تجویز آئی تھی کہ area wise لیبارٹریاں قائم ہونی چاہئیں اور ان علاقوں میں فوری طور پر لیبارٹریاں قائم کر دی جائیں اور ان کو ٹیسٹنگ عوامل سے بھی آگاہ کیا جائے بلکہ تجربات کر کے بتا دیا جائے جیسا کہ کیمیائی تعامل ہے، electrical conductivities کے ذریعے یہ ٹیسٹ کی جاتی ہے اور exchangeable سوڈیم کے ذریعے یہ ٹیسٹ ممکن ہے اور یہ بہت سستا ہے۔ اس طرح ان کی

remedy سے آگاہ کیا جائے ان علاقوں میں جہاں پر ڈرینج سسٹم ہے ان کو introduce کیا جائے اور جہاں پر ڈرینج سسٹم نہیں ہے وہاں پر کم از کم جپسم کی افادیت بتائی جائے۔

جناب والا! ہمارے ملک میں الحمدللہ جپسم کے پہاڑ موجود ہیں لیکن ان کو صحیح استعمال نہیں کیا جا رہا۔ ہمارا یہ ایک تہائی رقبہ ہے۔ اگر حکومت کی اجازت سے free of cost استعمال ہونا شروع ہو جائے میں نہیں سمجھتا کہ یہ salts ایک دم نیچے چلے جائیں گے۔ میں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ within three years, salts کا problem جپسم مفت سپلائی کرنے سے ضرور حل ہو جائے گا۔ جناب والا! اس کے علاوہ biological method ہے جس سے cropping pettren ' water logging اور salinity سے افادیت حاصل کی جاسکتی ہے' جناب والا! اس method کے ذریعے ہم مختلف crops لگا سکتے ہیں۔ ان میں یہ کلر مار گھاس کی افادیت سب کو پتا ہے اس سے by cattle farming شروع کی جاسکتی ہے۔ sheep farming شروع کی جاسکتی ہے اور forest کو بھی انھی areas میں ترقی دی جاسکتی ہے۔ سفیدہ سب سے زیادہ پانی مانگتا ہے۔ تجربات میں آیا ہے کہ جہاں سفیدہ لگایا گیا ہے وہاں سے پچیس سے تیس فٹ تک کا پانی absorb کرکے ہوا میں evaporate کر دیتا ہے۔ جناب والا! اس سے نہ صرف فرنیچر انڈسٹری ترقی کرے گی بلکہ اس سے match انڈسٹری بھی بلکہ ہماری کمالیہ پیپر مل جو آج تک چل ہی نہیں سکی صرف raw material کی وجہ سے' کم از کم وہ چل سکے گی۔ ہماری بنیادی ترقی ٹیکنیکی ایک انقلاب آنے کی صورت میں ہو گی۔ شکریہ جی۔

جناب سپیکر، شکریہ۔ جی منسٹر صاحب۔

وزیر آبپاشی و برقی قوت، جناب والا! فاضل دوست زراعت کے حوالے سے بہت اچھی باتیں کر رہے تھے میں نے ٹوکا نہیں۔ میں ان کی کٹ موشن پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔ اس کے بارے میں انھوں نے کوئی بات نہیں فرمائی اس لیے میں کیا جواب دوں؟ جناب والا! یہ فرماتے ہیں کہ مسئلہ جسے زیر بحث لانا مقصود ہے مطالبہ میں "مضر پالیسی اور جراثیم کش ادویات میں ملاوٹ کے ضمن میں کسانوں کی شکایات کے حوالے سے سود مند زرعی پالیسی اختیار کرنے میں حکومت کی ناکامی کو زیر بحث لایا جائے۔"

اب جناب والا! نے ان کی ساری تقریر سنی ہے۔ انھوں نے water logging پر بات کی' انھوں نے سفیدے پر بات کی' انھوں نے پیپر مل کی بات کی ہے۔ لیکن انھوں نے جو کٹ موشن

دی ہے اس کے بارے میں انھوں نے کچھ نہیں فرمایا۔ جناب والا! میں پھر بھی عرض کرتا ہوں چونکہ میں آپ کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ انھوں نے فرمایا کہ کوئی خاطر خواہ فی ایکڑ فیلڈ میں اضافہ نہیں ہوا۔ جناب والا! میں آپ کو تھوڑے سے figures عرض کرنا چاہوں گا۔ ویسے تو جناب والا! محکمہ زراعت کا بڑا لمبا چوڑا سلسلہ تھا جو میں پیش کرنا چاہتا تھا لیکن جناب کے پاس ٹائم نہیں۔ کیوں کہ آپ نے گلوٹین بھی apply کروانا ہے۔ جناب والا! شعبہ زرعی تحقیق کی کاوشوں سے گنے کی پیدا وار 1997ء کے دوران 33.7%، گندم کی پیداوار میں 11.1%، چاول کی پیدا وار میں 4.5% جبکہ آلو کی پیداوار میں 63.6% اضافہ ہوا اور چنے کی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ یہ وہ figures ہیں جناب والا کہ جو پاکستان statistics میں انھوں نے mention کیے ہیں کوئی deny بھی نہیں کر سکتا۔ تو آپ فرماتے ہیں کہ فی ایکڑ میں کوئی خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوا۔ جناب والا! ہمارے جو ریسرچ والے ہیں انھوں نے اس میں ایگریکلچر کے شعبہ میں بہت کام کیا ہے۔ میرے دوست اس کو بڑا deny کر رہے تھے۔ جناب والا! یہ گندم کی نئی قسمیں MH97 کوہستان 97 چکوال 97 اور BWT97 اور ترام 97 کی جو قسمیں ہیں یہ ریسرچ والوں نے دریافت کی ہیں۔ پنجاب سیڈ کونسل نے بھی اس کی منظوری دے دی ہے۔ اس کے علاوہ جناب والا! ماش کی اقسام 97 چکوال مونگ کی 97 اور اس طرح گندم کی پانچ جوار کی دو کپاس کی چھ چاول کی سات مٹر کی دو اور تیل دار اجناس کی دو اور سورج مکھی اور سویا بین کی پانچ اقسام دریافت کی ہیں۔ اسی طرح جناب والا! ریسرچ والوں نے نئی ریسرچ کی ہے نئی اقسام دریافت کی ہیں۔

جناب والا! ہمارا جو اصلاح آبپاشی والا سلسلہ ہے اس میں بھی اس محکمے کے اندر 1997-98 میں 835 کھالوں کی اصلاح کی ہے۔ اور 3953 water users کی associations بنائی ہیں۔ اور اصلاح آبپاشی کے تحت جناب والا 22424 ناکے تنصیب کیے گئے ہیں اور 192 نمائشی پلاٹ تیار کیے گئے ہیں۔ 9 ہزار 51 ایکڑ جو غیر ہموار رقبہ تھا اس کو ہموار کروایا گیا۔ اور 9 ہزار سے زائد افراد کو پانی استعمال کرنے کی تربیت دی گئی۔ بارانی علاقوں میں پانی کے تالاب بنائے گئے۔ 496 ٹیوب ویل نصب کیے گئے اور مائیکرو اریگیشن سکیمیں متعارف کرائی گئیں۔

جناب والا! کو پتا ہے کہ پاکستان کے اندر کاٹن کی فصل میں جتنا break through ہوا ہے پچھلے سال تو خیر موسم کی خرابی کی وجہ سے فصل خراب ہوگئی تھی اور متوقع رزلٹ نہیں آسکے تھے۔ ہمارے ریسرچ والوں نے جتنا کام کاٹن پر کیا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے

پاکستان اس کے اوپر one crop economy چل رہا ہے۔ اور ہماری پوری معیشت کو جو فصل سہارا دیتی ہے وہ کاٹن ہے۔ اور اس میں اتنی پیش رفت ہوئی ہے کہ نہ صرف ہم اپنی ضروریات پورا کر رہے ہیں بلکہ ہم کاٹن ایکسپورٹ کر رہے ہیں۔ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ اس کے اوپر پاکستان کی پوری معیشت کھڑی ہے۔ اس لیے جناب والا! میں موجودہ حالات میں اتنا ہی عرض کرنا چاہوں گا کہ زراعت کو جتنی بھی ترقی دی جائے ' اس کو جتنا بھی فنڈ دیا جائے اس کو جتنا بھی upgrade کیا جائے اتنا ہی کم ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ فاضل دوست کی جو کٹوتی کی تحریک ہے اس میں کوئی جان نہیں۔ اس کو مسترد فرماتے ہوئے مطالبہ زر منظور فرمایا جائے۔ بڑی مہربانی۔

جناب سپیکر: شکریہ جی۔ اب سوال یہ ہے:

"کہ ایک ارب 88 کروڑ ایک لاکھ 20 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 18 زراعت کو کم کرکے ایک روپیہ کر دیا جائے"۔

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو ایک ارب 88 کروڑ ایک لاکھ 20 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زراعت برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: جیسا کہ کارروائی کے آغاز پر اعلان کیا گیا تھا۔ کہ قاعدہ نمبر 144 کے ذیل قاعدہ 4 کے تحت کٹ موشنز پر کارروائی ایک بجے دوپہر تک جاری رہے گی۔ اب چونکہ ایک سے بھی وقت زیادہ ہو چکا ہے۔ اور اب ایک بج کر 20 منٹ ہو چکے ہیں۔ لہذا باقی ماندہ مطالبات زر پر قاعدہ مذکور کے تحت گلو ٹین کے ذریعے براہ راست رائے شماری شروع کرتے ہیں۔ سب سے پہلے مطالبہ زر نمبر 1 لیتے ہیں۔

مطالبہ زر نمبر 1

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ ایک رقم 12 لاکھ 27 ہزار روپے (Rs 1,227,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر

پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد افیون برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 2

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو 46 کروڑ 85 لاکھ 28 ہزار روپے (Rs.468,528,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مالیہ اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 3

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو 6 کروڑ 59 لاکھ 27 ہزار روپے (Rs.65,927,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صوبائی آبکاری برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 4

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 57 لاکھ 24 ہزار روپے (Rs. 35,724,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو

ختم ہوئے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد اسٹامپ برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 5

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک رقم جو 49 کروڑ 89 ہزار روپے (Rs.490,089,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون1999، کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد جنگلات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 6

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک رقم جو ایک کروڑ 18 لاکھ 59 ہزار روپے (Rs.11,859,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999، کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد رجسٹریشن برداشت کرنے پڑیں گے"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 7

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 97 لاکھ 95 ہزار روپے (Rs.39,795,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999، کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد اخراجات برائے قوانین موٹر

گاڑیاں برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 8

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک رقم جو 8 کروڑ 98 لاکھ 77 ہزار روپے (Rs.89,877,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد دیگر ٹیکس و محصولات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 9

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک رقم جو 5 ارب 36 کروڑ 28 لاکھ 9 ہزار روپے (Rs.5,362,809,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد آبپاشی و بحالی اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 10

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک رقم جو 4 ارب 45 کروڑ 55 لاکھ 53 ہزار روپے (Rs.4,45,55,53,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد انتظام عمومی برداشت

کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 11

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک رقم جو 47 کروڑ 49 لاکھ 29 ہزار روپے (-/Rs.474,929,000) سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد عدل گستری برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 12

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک رقم جو 56 کروڑ 7 لاکھ 14 ہزار روپے (-/Rs 560,714,000) سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد جیل خانہ جات و سزا یافتگان کی بستیاں برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 14

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک رقم جو 93 لاکھ 30 ہزار روپے (-/Rs 9,330,000) سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد عجائب خانہ جات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

مطالبہ زر نمبر 21

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک رقم جو 17 کروڑ 72 لاکھ 12 ہزار روپے (Rs.177,212,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد امداد باہمی برداشت کرنے پڑیں گے"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 22

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک رقم جو 16 کروڑ 21 لاکھ 63 ہزار روپے (Rs.162,163,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صنعتیں برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 23

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک رقم جو 58 کروڑ 61 لاکھ 75 ہزار روپے (Rs.586,175,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد متفرق محکمہ جات برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 17

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو 71 کروڑ 36 لاکھ 53 ہزار روپے (Rs.71,36,53,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدصحت عامہ برداشت کرنے پڑیں گے"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 19

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو 10 کروڑ 40 لاکھ روپے (Rs.10,40,00,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ماہی پروری برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 20

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو 75 کروڑ 46 لاکھ 36 ہزار روپے (Rs 754 636,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ویٹرینری برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 24

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک رقم جو ایک ارب68 کروڑ'52 لاکھ'2 ہزار روپے(Rs.1,68,5202,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شہری تعمیرات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 25

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک رقم جو2 ارب' 7 کروڑ'11 لاکھ'41 ہزار روپے (Rs 2,07,11,41,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مواصلات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 26

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے،

" کہ ایک رقم جو 12 کروڑ' 22 لاکھ' 33 ہزار روپے (Rs 12,22,33,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعمیر مکانات و عملی منصوبہ بندی برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 27

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے،

" کہ ایک رقم جو ایک کروڑ' 25 لاکھ' 42 ہزار روپے (Rs 12,542,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ریلیف برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 28

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے،

" کہ ایک رقم جو 6 ارب' 80 کروڑ روپے (Rs 6,800,000,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پینشن برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 29

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے،

" کہ ایک رقم جو 11 کروڑ 19 لاکھ 14 ہزار روپے (Rs 111,914,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سٹیشنری اینڈ پرنٹنگ برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 30

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو ایک ارب 44 کروڑ 18 لاکھ 51 ہزار روپے(Rs.1,441 851,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سبسڈیز برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 31

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو ایک ارب 13 کروڑ 76 لاکھ 72 ہزار روپے(Rs 1,137 672,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد متفرقات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 32

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 74 لاکھ 20 ہزار روپے (Rs 37 420,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شہری دفاع برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 33

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے،

" کہ ایک رقم جو 17 ارب 14 کروڑ 82 لاکھ 78 ہزار روپے (Rs.17,148,278,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد غلے اور چینی کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 34

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک رقم جو 35 کروڑ 91 لاکھ 5 ہزار روپے (Rs.359,105,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد میڈیکل سٹور اور پتھر کے کوئلے کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 35

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک رقم جو 5 کروڑ روپے (Rs 50,000,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کیلیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد قرضہ جات برائے سرکاری ملازمین برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 36

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے،

" کہ ایک رقم جو 8 ارب 56 کروڑ 98 لاکھ 5 ہزار روپے (Rs. 8,56,98,05,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ترقیات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 37

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے،

" کہ ایک رقم جو ایک ارب 42 کروڑ 69 لاکھ روپے (Rs. 1,42,69,00,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعمیرات آبپاشی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 38

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے،

" کہ ایک رقم جو 19 کروڑ 7 لاکھ 8 ہزار روپے (Rs. 19,07,08,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زرعی ترقی وتحقیق برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 40

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے،

" کہ ایک رقم جو 10 کروڑ 21 لاکھ روپے (Rs 10,21,00 ,000/-) سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شہری ترقی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 41

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے،

" کہ ایک رقم جو 3 ارب 23 کروڑ 70 لاکھ روپے (Rs. 3,23,70,00,000/-) سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شاہرات اور پل برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 42

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے،

" کہ ایک رقم جو 2 ارب 44 کروڑ 38 لاکھ 93 ہزار روپے (Rs 2,44,38,93,000/-) سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سرکاری عمارات برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو 2 ارب 41 کروڑ 10 لاکھ 66 ہزار روپے (Rs 2,41,10,66,000/-) سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1999ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد قرضہ جات برائے میونسپل کمیٹیز و خود مختار ادارہ جات وغیرہ برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، اب اجلاس کل مورخہ 25 جون ساڑھے نو بجے تک ملتوی ہوتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

جمعرات' 25۔ جون 1998ء

(پنج شنبہ' 29۔ صفر المظفر 1419ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس' اسمبلی چیمبر' لاہور میں صبح 10 بج کر 27 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر (چودھری پرویز الٰہی) منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری غلام رسول نے حاصل کی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝
وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ۝

سورۃ الاحزاب آیت نمبر 45 تا 47

اے غیب جاننے والے (نبی) بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر ناظر اور خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔اور ایمان والوں کو خوش خبری دو کہ ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل ہے۔

وما علینا الا البلاغ ○

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پہلے ہم تحاریک استحقاق ٹیک اپ کرتے ہیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چیمہ صاحب۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب سپیکر! میں آپ کے نوٹس میں ایک بات لانا چاہتا ہوں۔ میں نے تحریک استحقاق بھی دی ہے۔ آج "خبریں" اخبار میں ایک خبر میرے نام منسوب کی گئی ہے کہ میں نے بریگیڈیئر ذوالفقار وزیرتعلیم کے خلاف کچھ باتیں کہی ہیں' حالانکہ نہ ایسی کوئی تقریر ہوئی ہے اور نہ ہی بریگیڈیئر صاحب کا کوئی ذکر تک آیا ہے۔ وہ میرے عزیز بھی ہیں اور اس کے علاوہ یہ باتیں غلط فہمی کی متقاضی ہیں۔ دوسرا یہ کہ،

"نواز شریف مینڈیٹ کی رٹ چھوڑ دیں' ہماری بیساکھیوں پر آنے ہیں۔" اعظم چیمہ۔

میں نے یہ تحریک استحقاق دے دی ہے۔ آپ کے پاس ٹیپ موجود ہے۔ میں نے جو بات کی تھی' میں خلوص نیت سے اس پر قائم ہوں اور میں نے جوش میں نہیں' بلکہ ہوش میں کہی تھی اور اس کے کئی محرکات تھے۔ میں حیران ہوں کہ "خبریں" اخبار' جو اپنے آپ کو قومی اخبار کہتا ہے اور اس کا نامہ نگار اس قسم کی خبر کہاں سے لے آیا؟ میں بھی اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھتا ہوں اور سیاست میں ایک پرانے کارکن کی حیثیت سے ہوں۔ کوئی پرانی بات نہیں' کل کی بات ہے' آپ عینی شاہد ہیں اور ٹیپ بھی آپ کے پاس موجود ہے۔

جناب والا! میری عرض یہ ہے کہ یہ خبر' غلط فہمیاں پیدا کرنے والی ہے' جو تخریب کاری پر مبنی ہے' بد دیانتی اور بے اصولی پر مبنی ہے۔ میری تحریک استحقاق کو out of turn لیا جائے۔ میں اپنے ساتھی ممبران سے بھی استدعا کرتا ہوں کہ ایسی غیر ذمہ داری سے جو باتیں منسوب کی جائیں' ان کی مذمت کریں۔ اخبارات کو وہ خبریں لینی چاہئیں' جو کسی کے منہ سے نکلی ہوں۔ جس کا ذکر سارے افسانے میں نہ ہو' تو وہ بات کہاں سے آجائے گی؟ آپ کو میری تحریک استحقاق پہنچ چکی ہے۔ میں اس پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس تحریک کو out of turn لیا جائے۔ یہ اصولی مسئلہ ہے' میری ذات

کا مسئلہ ہے' میرے استحقاق کا مسئلہ ہے' میرے لیڈر کا مسئلہ ہے' وزیر سیم کا مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ اخباروں کے نمائندے پریس گیلری میں موجود ہیں۔ وہ بھی ان شاء اللہ آپ کے پوائنٹ آف آرڈر پر تردید کریں گے۔ لیکن آپ کی تحریک استحقاق ابھی ہمارے پاس نہیں آئی۔ ابھی circulate بھی نہیں ہوئی۔ آپ نے آج صبح دی ہے؟

چودھری محمد اعظم چیمہ، ابھی دی ہے۔

جناب سپیکر، اچھا' آپ نے ابھی دی ہے۔ وہ ٹائپ وغیرہ ہو رہی ہے' اس کو دیکھ لیتے ہیں۔ سردار سعید انور صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 14 کل میں نے پینڈنگ کی تھی۔ ایس پی ٹوبہ کو بلوایا گیا تھا۔ وزیر قانون صاحب بھی موجود تھے' ایس پی ٹوبہ اور سردار سعید انور صاحب اور رانا صاحب بھی تشریف لائے تھے' جن کا اس تحریک استحقاق میں ذکر ہے' تو کافی تفصیل سے آج صبح بات ہوئی ہے۔ اس تحریک استحقاق کا فیصلہ بعد میں کیا جائے گا۔ اگلی تحریک استحقاق ایس اے حمید صاحب کی ہے۔ ایس اے حمید صاحب! اب آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں یا اپنی تحریک استحقاق پر بولنا چاہتے ہیں؟

جناب ایس اے حمید، اپنی تحریک استحقاق پر بولنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، تحریک استحقاق پر بولنا چاہتے ہیں۔ یہ تحریک استحقاق کل پینڈنگ ہوئی تھی۔ وزیر قانون صاحب! اس کا کوئی جواب آ گیا ہے' یا ابھی رابطہ نہیں ہو سکا؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! محکمہ اطلاعات و نشریات حکومت پنجاب کی طرف سے جواب آ گیا ہے۔ اس میں محکمہ اطلاعات و نشریات نے یہ بتایا ہے کہ چونکہ یہ معاملہ پاکستان ٹیلی وژن سے متعلقہ ہے اور چونکہ پاکستان ٹیلی وژن وفاقی حکومت کے ماتحت آتا ہے' اس لیے ان کو لکھا جائے۔ محکمہ اطلاعات و نشریات حکومت پنجاب کی طرف سے ٹیلی وژن حکام' اسلام آباد اور وفاقی وزارت اطلاعات و نشریات کو ایک علیحدہ لیٹر لکھا جا چکا ہے جس کی کاپی میرے پاس موجود ہے۔

جناب سپیکر! صبح محرک سے بھی میری بات ہوئی ہے۔ آپ کو بھی یاد ہوگا کہ اس سے پہلے دسمبر میں اسی قسم کی ایک تحریک استحقاق جناب ایس اے حمید صاحب کی ہی طرف سے پیش

ہوئی تھی۔ جناب والا نے اس پر ایک خصوصی کمیٹی تشکیل دی تھی' جس کا سربراہ میں تھا' جس میں محرک بھی موجود تھے۔ اس کمیٹی نے باقاعدہ ٹیلی وژن حکام کے ساتھ میٹنگ کی تھی اور اس میٹنگ کے نتیجے میں جو اقدامات وضع کیے گئے تھے' ان پر مکمل طور پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔ اس لیے جناب سے میری استدعا ہوگی کہ اگر آپ کا حکم ہو تو میں اب بھی پاکستان ٹیلی وژن کے ارباب اختیار کے ساتھ محرک کی موجودگی میں بات چیت کرنے کے لیے تیار ہوں اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس مسئلے کا حل بھی مستقل بنیادوں پر نکال لیا جائے گا۔ شکریہ' جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! اس میں آپ کو یاد ہوگا۔ سردار ذوالفقار کھوسہ صاحب کو بھی یاد ہوگا کہ ہمارے اپوزیشن کے زمانے میں غالباً ایس اے حمید صاحب نے ٹیلی وژن کے خلاف ایک تحریک استحقاق دی تھی کہ وہ پنجاب اسمبلی کی کوریج نہیں کرتے۔ استحقاق کمیٹی میں یہاں ایم ڈی پی ٹی وی کو بھی بلایا گیا' تو میرا خیال ہے کہ آپ خود ہی اس مسئلے کو ٹیک اپ کر کے ایک میٹنگ کرلیں۔ ایس اے حمید صاحب! ٹھیک ہے۔

جناب ایس اے حمید: وزیر قانون صاحب نے جو بات کی ہے' میں سمجھتا ہوں کہ بڑی مثبت بات ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ بار بار تحاریک دینے کی بجائے مستقل بنیادوں پر اس کا حل نکالا جائے۔ جب یہاں تحریک پیش ہوتی ہے' تو دو چار روز تک پنجاب اسمبلی کی کارروائی تھوڑی بہت دیتے ہیں اور اس کے بعد دوبارہ ان کا طرز عمل وہی ہوتا ہے۔ تو یہ ان کے ساتھ مل کر کوئی ایسا لائحہ عمل بنائیں تاکہ پنجاب اسمبلی کی کارروائی کی ہمیشہ کے لیے پورے طور پر تشہیر ہو سکے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ راجہ صاحب نے وہی بات کی ہے کہ آپ کو بھی بلا کر ان کے ساتھ میٹنگ کریں گے۔

جناب ایس اے حمید: ٹھیک ہے' جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: تو یہ disposed of تصور ہوئی۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر 16 جناب احمد خان بلوچ صاحب کی ہے۔

پبلک ہیلتھ لودھراں کے ایکسین کی ایم پی اے سے وعدہ خلافی

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! شکریہ۔

میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ میرے حلقہ میں چک نمبر 17 / MPR میں واٹر سپلائی سکیم منظور ہوئی کیونکہ اس چک کا پانی نہایت ہی کڑوا ہے۔ اس چک والوں کو پتا چلا تو وہ بہت خوش ہوئے اور میرا شکریہ ادا کیا۔ جناب والا! اس سکیم پر 60 / 50 لاکھ روپے خرچ ہوئے اور جب سکیم چالو ہوئی تو میٹھے پانی کی بجائے وہی کڑوا پانی ملا۔ چک کے رہائشی میرے پاس آئے اور مجھے آ کر حالات بتائے وہ بہت پریشان تھے۔ میں نے پبلک ہیلتھ لودھراں کے XEN اور SDO سے بات کی۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا کہ ہم ٹیوب ویل دوسرے مقام پر تبدیل کر کے چک والوں کو ایک ماہ کے اندر میٹھا پانی دیتے ہیں۔

جناب والا! میں نے ایک ماہ کا وعدہ چک کے رہائشیوں سے کیا۔ کئی ماہ گزر گئے ہیں انہوں نے ٹیوب ویل دوسری جگہ نصب نہیں کیا۔ اس سے میرا اور ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میری تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے۔

جناب سپیکر: جی' کوئی شارٹ سٹیٹمنٹ؟

جناب احمد خان بلوچ: جناب والا! یہاں پر اس آبادی میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ رہتے ہیں۔ ان چک والوں کو میٹھے پانی کے لیے اتنی بڑی رقم دی گئی۔ یہ جہاں پر اس وقت ٹیوب ویل کے لیے بور کر رہے تھے' وہ ایک کڑوی بیٹ تھی۔ وہاں کے لوگوں نے روکا کہ یہاں میٹھا پانی نہیں ملے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے لاہور لیبارٹری سے ٹیسٹ کرائے ہیں' ڈویژن کی لیبارٹری سے بھی ٹیسٹ کرایا ہے۔ آپ کو میٹھا پانی ملے گا۔ مجھے افسوس ہے کہ لیبارٹری ٹیسٹ میں جو پیسے دیے گئے ہیں' وہ سابقہ دور کی حکومت تھی۔ وہ کھا گئے ہیں۔ جیسا کہ گھپلا بازی اور کرپشن سابقہ دور میں ہوتی رہی ہے۔ یہ بھی اسی کھاتے میں گئی۔ ورنہ لاہور سے لیبارٹری کا ٹیسٹ ہوا پانی ہو' اور وہ میٹھے کے بجائے کڑوا نکلے۔ جناب والا! اتنی بڑی رقم ضائع کی گئی۔ میں نے پھر ایس ڈی او اور ایکس ای این سے بات کی' وہ مجھے

کہتے ہیں کہ آپ ان لوگوں کو کہیں کہ مہربانی کریں اور شور نہ مچائیں' ہم ایک ماہ کے اندر ان کا ٹیوب ویل کسی میٹھی جگہ پر نصب کر کے انھیں میٹھا پانی دیتے ہیں۔ جناب والا! جب وعدے کا وقت گزر گیا' ایک ماہ کے بجائے تین مہینے گزر گئے۔ ان سے جب بات کی گئی تو انھوں نے جواب دے دیا کہ ہم یہ نہیں کر سکتے۔ جناب والا! انھوں نے مجھ سے commitment کی تو میں نے ہزاروں آدمیوں سے commitment کی۔ اس سے میرا اور ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ پچاس' ساٹھ لاکھ روپے کی قومی رقم' عوامی رقم ضائع کی گئی ہے اور اس چک کا مطالبہ پورا نہیں ہوا۔ جناب والا! اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ تمام حالات' جو انھوں نے کرپشن کی ہے' گھپلا بازی کی ہے۔ جس طرح سے انھوں نے مجھ سے commitment اور اس کے بعد مجھے جواب دے دیا کہ یہ ہم سے نہیں ہوسکتا۔ یہ سب چیزیں سامنے آجائیں گی۔مہربانی کر کے اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر, جی' ملک آصف صاحب۔

پارلیمانی سیکرٹری ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ (آصف علی ملک), جناب سپیکر! یہ تحریک استحقاق ابھی ابھی موصول ہوئی ہے۔ محکمے سے جواب ملنے پر اسے پیش کر دیا جائے گا اور معزز رکن کی تسلی بھی کی جائے گی۔ اس لیے اسے pend فرمایا جائے۔

جناب سپیکر, ٹھیک ہے' اسے pend کرتے ہیں۔ دیوان عظمت سید محمد چشتی صاحب! آپ نے تحریک استحقاق کب دی تھی اور اس کا موضوع کیا ہے؟

دیوان عظمت سید محمد چشتی, اجلاس شروع ہونے سے پہلے دی تھی اور ایم ایس پاک پتن کے خلاف ہے۔

جناب سپیکر, وہ تو ابھی ہمارے پاس نہیں آئی ہے۔ اس کو پھر بعد میں take up کر لیتے ہیں۔

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر, اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

جناب ایس۔اے حمید

سیکرٹری اسمبلی, مندرجہ ذیل درخواست جناب ایس۔اے حمید' رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے

موصول ہوئی ہے،

میں چند ناگزیر وجوہات کی بناء پر کل مورخہ 19۔ جون 1998ء اجلاس attend نہیں کر سکا۔ لہذا ایک یوم کی رخصت منظور کی جائے۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے۔ "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

چودھری محمد صفدر شاکر

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست چودھری محمد صفدر شاکر، رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

مجھے ایک ضروری کام سے اسلام آباد جانا ہے۔ جس کی وجہ سے 20۔ جون1998ء کے اجلاس میں حاضر نہیں ہوسکتا۔ ایک یوم کی رخصت منظور کی جائے۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے۔ "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

سردار عاشق حسین گوپانگ

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست سردار عاشق حسین گوپانگ، رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

گزارش ہے کہ میں بوجہ بیماری مورخہ 15-6-98 اور 18-6-98 اجلاس attend نہیں کر سکا چھٹی منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے۔ "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

میاں زاہد نواز

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست میاں زاہد نواز، رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی

ہے۔

بندہ چند ناگزیر وجوہات کی بناء پر اجلاس میں شرکت نہیں کر سکتا۔
مہربانی فرما کر 17 اپریل تا 23 اپریل 1998ء رخصت عنایت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے۔ "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب محمود خان کھچی

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب محمود خان کھچی، رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

آج مورخہ 20-6-98 کو کچھ ناگزیر وجوہات کی بناء پر اسمبلی کے اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ رخصت مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے۔ "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

ملک غلام مرتضیٰ میتلا

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست ملک غلام مرتضیٰ میتلا، رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

مورخہ 22 اور 23 جون 1998ء کو منعقد ہونے والے اسمبلی اجلاس میں شرکت کرنے سے قاصر ہوں۔ دو یوم کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے۔ "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب زاہد نواز

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب زاہد نواز، رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ بندہ چند ناگزیر وجوہات کی بناء پر اجلاس میں شرکت نہیں کر سکتا۔ مہربانی فرما کر دو یوم مورخہ 22-6-98 اور 23-6-98 کی رخصت منظور فرمائیں۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے۔ "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

چودھری نذیر احمد

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست چودھری نذیر احمد، رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

گزارش ہے کہ بندہ بوجہ ناسازی طبع 20-6-98 کو اجلاس میں حاضر نہیں ہوسکا۔ رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے۔ "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

مخدوم زادہ سید افتخار حسین گیلانی

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست مخدوم زادہ سید افتخار حسین گیلانی، رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

گزارش ہے کہ بندہ بوجہ عرس مبارک اوچ شریف مورخہ 18-6-98 سے 20-6-98 اجلاس میں حاضر نہ ہوسکا۔ ان ایام کی رخصت منظور فرمائیں۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے۔ "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب جانسن مائیکل

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست، جناب جانسن مائیکل، رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

میں مورخہ 22-6-98 کو اپنے گھر کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن سے اسمبلی آ رہا تھا۔ راستے میں اچانک میری طبیعت خراب ہوگئی۔ جس کی وجہ سے میں اجلاس میں شامل نہ ہوسکا۔ مجھے 22-6-98 کی رخصت عطا کی جائے۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے۔ "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی (وزیر خوراک)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، وزیر خوراک، حکومت پنجاب کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

On 18 6 .1998 I had greenstick fracture on the lower part of my left ankle due to which I am unable to move and confined to bed I, therefore, do not find myself in a position attend to the Assembly Session. My absence from the Session may kindly be excused.

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے۔ "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

ملک احمد یار وٹو

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست ملک احمد یار وٹو، رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

بندہ 17-4-98 سے لے کر 24-4-98 تک دوران اجلاس حاضر نہ آ سکا ہے۔ بندہ کا بائی پاس آپریشن ہوا ہے۔ لہٰذا ان ایام کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے۔ "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

حاجی اللہ یار انصاری

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست حاجی اللہ یار انصاری، رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں 20-6-98 بروز ہفتہ کا اجلاس اہم مصروفیات کی وجہ سے attend نہیں کر سکا۔ مہربانی فرما کر اسمبلی میں میری چھٹی کی درخواست پیش کر کے چھٹی منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے۔ "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

ہنگامی قانون

(جو ایوان کی میز پر رکھا گیا)

ہنگامی قانون، پنجاب کونسل برائے پیشہ وارانہ تربیت مجریہ 1998ء

MR SPEAKER: We take up government business Minister for Law.

MINISTER FOR LAW: Sir, I lay on the Table of the House The Punjab Vocational Training Council Ordinance 1998 (XIof 1998)

MR SPEAKER: The Punjab Vocational Training Council Ordinance 1998 (XIof 1998) has been laid on the Table of the House. It is deemed to be a Bill introduced in the House under Rule 91 (6) of the Rules of Procedure. It is referred to the appropriate Standing Committee for report by July 31, 1998 Minister for Finance.

منظور شدہ اخراجات کا گوشوارہ 99 - 1998ء

MINISTER FOR FINANCE: Mr Speaker Sir, I lay on the Table of the House The Schedule of Authorized Expenditure for the year 1998-99."

MR SPEAKER: "The Schedule of Authorized Expenditure for the year 1998-99 ."has been laid.

مسودہ قانون

مسودہ قانون، مالیات پنجاب بابت 1998ء

MR SPEAKER: Now, we take up the Punjab Finance Bill, 1998 First Reading starts Minister for Finance

MINISTER FOR FINANCE: Sir, I move .-

> "That the Punjab Finance Bill 1998 be taken into consideration at once.

MR SPEAKER: The motion moved is :-

> "That the Punjab Finance Bill 1998 be taken into consideration at once

MR SAEED AHMAD KHAN MANAIS: I oppose it

MIAN MOAZZAM JEHANZEB KHAN WATTOO: I oppose it.

جناب سپیکر، کیاآپ بولنا چاہتے ہیں؛

جناب سعید احمد خان منیس(قائد حزب اختلاف)، جی۔

جناب سپیکر، جی، منیس صاحب۔

جناب سعید احمد خان منیس (قائد حزب اختلاف)، شکریہ۔ جناب سپیکر! فنانس بل جو یہاں consideration کے لیے پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں میں کچھ معروضات پیش کرنا چاہوں گا۔ جناب سپیکر! پہلے تو میں یہ عرض کرتا چلوں کہ غالباً پہلی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ بجٹ تقریر میں فنانس بل کو ابہام میں پیش کیا گیا۔ میں وزیر خزانہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے بعد میں ابہام کو دور کرکے اس کی ایک تفصیلی دستاویز کو معزز ایوان میں پیش کیا۔ اس کے بعد صحیح طریقے سے علم ہوا کہ

کتنے ٹیکس عوام پر لاگو کیے گئے ہیں۔ حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ وہ اپنی بجٹ تقریر میں ذکر کرتے کہ عوام پر کتنے ٹیکس لگائے گئے ہیں۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ ٹیکس کسی بھی مناسبت سے درست نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! جتنا بھاری مینڈیٹ حکومت کو ملا، اسی حساب سے ہی بھاری ٹیکسیشن عوام پر کی جا رہی ہے اور پھر یہ ٹیکس نہ صرف بھاری ہیں اور پھر یہ ٹیکس نہ صرف بھاری ہیں بلکہ باہمی تفاوت اور غیر منطقیت کا شکار بھی ہیں اور ان ٹیکسوں کے پیچھے جو قوانین کا ایک پیچیدہ گورکھ دھندا ہے میں سمجھتا ہوں وہ بھی اس صوبے کے عوام اور ٹیکس گزاروں پر زیادتی ہے۔

جناب سپیکر! ایک طرف تو دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ حکمران ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے ہیلی کاپٹر اور جہاز استعمال کرتے ہیں اور دوسری طرف عوام پر اس ٹیکس کے بوجھ کو میں سمجھتا ہوں کہ کسی طریقے سے بھی justify نہیں کیا جا سکتا۔ حاکمِ وقت کا دین ہی عوام کا دین ہوتا ہے اور جب حکمران صرف ایک جگہ سے دوسری جگہ تک جانے کے لیے ہیلی کاپٹر استعمال کریں تو پھر سادہ لوح عوام پر یہ جو ٹیکسیشن ہے یہ کسی طریقے سے بھی justify نہیں ہوتی۔ پھر ٹیکس گزار کا وجود سب سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اگر ایک ایسی مرغی پر، جو کہ سونے کا انڈا دیتی ہے اور اس سے توقع بھی سونے کے انڈے کی کی جاتی ہے، جب اتنے ٹیکس لگا دیے جائیں گے تو پھر ٹیکس گزار کا وجود بھی خطرے میں پڑ جائے گا اور پھر میں سمجھتا ہوں کہ یہ عوام اور اس ملک کے مفاد میں بات نہیں ہو گی۔

جناب سپیکر! اس بل میں جو مختلف سیکشنز دیے گئے ہیں میں کوشش کروں گا کہ مختصراً ان پر کچھ گزارشات کروں اور آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کی توجہ بھی دلاؤں تاکہ وہ جس وقت "ہاں" اور "ناں" کرنا چاہیں تو ان باتوں کو اپنے ذہن میں ضرور رکھیں۔

جناب سپیکر! اس میں اب بیان حلفی پر موجودہ شرح بڑھا دی گئی ہے اور بیان حلفی ایک عام آدمی پر بوجھ ہے۔ اس میں، میں چند مثالیں اس طرح دوں گا کہ ڈومیسائل کے لیے بیان حلفی کی ضرورت ہوتی ہے۔ شناختی کارڈ بنوانے کے لیے بیان حلفی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ووٹرز لسٹ میں اپنا نام درج کرانے کے لیے بیان حلفی کی ضرورت ہوتی ہے اور پھر اگر آپ اور یہ معزز ایوان بہت سے باقی جو شعبے ہیں ان کی طرف دیکھیں تو بیان حلفی کی ہر جگہ پر ضرورت ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ

جہاں طلباء کے ساتھ یہ زیادتی ہوگی وہاں یہ ٹیکسیشن عوام پر بھی بوجھ بنے گی۔ پھر آپ یہ دیکھیں کہ کہا یہ جا رہا ہے کہ عام آدمی پر اس کا بوجھ نہیں پڑے گا۔ لیکن اب اسی ایک مثال سے آپ اندازہ لگائیں کہ جہاں طلباء پر بوجھ پڑے گا وہاں ایک عام آدمی جس کو ہر وقت بیان حلفی دینے کی ضرورت پڑتی ہے اس پر بھی اس کا بوجھ پڑے گا۔ اسی طریقے سے معاہدہ بیع میں جو مجوزہ اضافہ ہے اس کی شرح میں بھی اضافے کا تناسب 100 فی صد کر دیا ہے اور اس فنانس بل میں اگر آپ دیکھیں تو 100 فی صد سے لے کر 500 فی صد تک اضافے کیے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک جائز بوجھ عوام پر ڈالنا چاہیے۔ آپ اگر اسے کرنا چاہتے ہیں تو کم از کم اسے آپ اس طریقے سے کریں کہ کوئی محسوس نہ کرے۔ اب جہاں آپ 100 فی صد کر دیں گے اور 500 فی صد کر دیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ عوام کی جانب سے ایک reaction آئے گا اور یہ کارگزاری حکومت کے کھاتے میں کوئی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھی جائے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان شرحوں میں جو یہ اضافہ کیا گیا ہے یہ کسی طریقے سے بھی مناسب نہیں ہے۔

جناب سپیکر! پرنٹ میڈیا کو صرف اپنے زیرِنگیں رکھنے کی خواہش میں اخبارات و جرائد کے ڈیکلیریشن پر فیس لگائی جا رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دراصل اس آڑ میں حکومت اپنے مخالف صحافیوں اور رسالوں پر قدغن لگانا چاہتی ہے۔ اس طرح یہ آزادیِ اظہار پر پابندی لگانے کے مترادف ہے جو کہ آئین پاکستان کی رُوح کے بھی خلاف ہے۔

جناب سپیکر! ان دو تین شقوں کا جو میں نے ذکر کیا ہے ان کی اگر آپ متوقع آمدن ملائیں تو یہ اتنی آمدن بھی نہیں بنے گی جتنی کہ اس بجٹ کی exercise میں پیسہ خرچ ہوا ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایسی چیزیں ہیں جس سے حکومت پر ہر جانب سے criticism ہی ہو رہا ہے۔ کام ایسا کرنا چاہیے جو کہ justify بھی کیا جا سکے اور پھر جیسے میں نے عرض کیا کہ 500 فی صد تک اس میں اضافے کیے گئے ہیں جو کہ کسی بھی اخلاقی معیار پر پورا نہیں اترتے۔ مختار نامے کی شرح اور باقی جو شرحیں بڑھائی گئی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اس سے محاصل میں اضافہ نہیں ہوگا بلکہ لوگ ایسے قوانین اور راز ڈھونڈیں گے جن سے کہ بیان حلفی یا معاہدہ بیع سے فرار حاصل کیا جائے۔ حکومت کو پہلے ground realities کو ضرور دیکھنا چاہیے اور ان کو قطعاً نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

جناب سپیکر! کوریئر سروسز پر بھی ٹیکسیشن لگائی جا رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اضافہ

دراصل محکمہ ڈاک کی جو ناقص کارکردگی ہے اس کی بدولت ہے۔ اگر حکومت کوریئر سروسز پر ٹیکسیشن لگانے کی بجائے اپنے نظامِ ڈاک کو درست کرے تو شاید یہ بوجھ عوام پر نہ پڑتا اور پھر indirectly یہ بوجھ عام آدمی پر پڑتا ہے' اس آدمی پر پڑتا ہے جس نے یہ کوریئر سروس استعمال کرنی ہے۔ پھر یہ جو ٹیکسیشن کی گئی ہے یہ عام صارف پر ہی ہے جو trickle down ہو جائے گی اور یہ پیسہ براہِ راست consumer کو ہی ادا کرنا پڑے گا۔

جناب سپیکر! اس طریقے سے سوسائٹیز میں بھی ٹیکسیشن لائی جا رہی ہے جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ ایک کوآپریٹو ایکٹ کی رُوح کے بھی منافی ہے۔ اس میں کوآپریٹو سوسائٹیز پر جو ٹرانسفرز ہیں' ان پر ٹیکسیشن کی جا رہی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جو ٹیکسیشن ہے یا جو فیسیں بڑھائی گئی ہیں اس سے لوگ منتقلی کا جو صحیح طریقہ کار ہے اس سے ہٹ کر پاور آف اٹارنی کی طرف آ جائیں گے اور جو ٹیکسیشن یہاں propose کی گئی ہے اس سے ان کے وہ ٹارگٹ دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ اس میں' میں ایک مثال بھی دینا چاہوں گا کہ پچھلے سال لگژری گاڑیوں پر ٹیکسیشن کی گئی اور وہ اس قسم کی ٹیکسیشن تھی کہ جو لوگ وہ گاڑیاں استعمال کر رہے تھے وہ ان کی پہنچ سے بھی دور تھی اور دو لاکھ سے لے کر چار لاکھ تک لگژری گاڑیوں پر ٹیکسیشن کر دی گئی اور اس کا حشر آپ کے سامنے ہے کہ حکومت نے ابھی پکڑ دھکڑ شروع کی ہے اور غالباً ان کو اس میں سے کچھ پیسہ ملا ہوگا۔ لیکن اکثر لوگوں نے یہاں اس صوبے میں رجسٹریشن کرانی بند کر دی ہے اور وہ دوسرے صوبوں کا رُخ کر رہے ہیں کہ وہاں رجسٹریشن کرائی جائے۔ تو جو لگژری ٹیکس ہے وہ تو درکنار یہاں جو رجسٹریشن فیس یہ صوبہ وصول کرتا تھا وہ بھی دوسرے صوبوں میں ٹرانسفر ہو گئی ہے۔ پھر ایسی ٹیکسیشنز لائی چاہییں جس کا فائدہ بھی ہو اور عوام پر اس کا بوجھ بھی نہ پڑے اور حکومت اس سے محاصل بھی حاصل کر سکے۔ اس قسم کی جو ٹیکسیشنز ہیں' اب میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو رجسٹریشن فیس ہے اور سوسائٹیز میں ٹرانسفرز کا جو فیس کا اطلاق ہے یہ اب ٹرانسفر ہو جائیں گی In the form of powers of Attorney اور پچھلے دنوں اخبارات میں بھی اس پر کافی آرٹیکلز لکھے گئے ہیں اور اخبارات میں بھی آیا ہے کہ یہاں لاہور کی رجسٹری برانچ ویران ہوئی پڑی ہے۔ لوگ Power of Attorney پر اب اپنی منتقلی کروا رہے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ نے محاصل حاصل کرنے کا جو ایک ذریعہ بنایا ہے یہ اس میں کامیاب نہیں ہو

سکیں گے۔ ان کے خلاف criticism ہی criticism ہوگا اور جس طرح میں نے عرض کیا ہے کہ Power of Attorney استعمال کر رہے ہیں ایسے اور بہت سے loop holes تلاش کر لیے جائیں گے اور ان کو جو محاصل پہلے حاصل ہو رہے ہیں یہ وہ بھی حاصل نہیں کر سکیں گے۔

جناب سپیکر! جس طرح رجسٹری فیس کے بارے میں فنانس بل میں دیا ہوا ہے کہ Ist of July, 1998 میں اس پر نفاذ ہوگا تو 15 تاریخ کو یہاں بجٹ پیش کیا گیا ہے اور 17 تاریخ کو ڈسٹرکٹ کلکٹر لاہور نے ایک notification کے ذریعے رجسٹریشن کے ریٹس اور قیمتوں کے شیڈول میں ہی تبدیلی کر دی ہے۔ اب آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہاں چاہیے تو یہ تھا کہ اگر آپ نے ٹیکسیشن بڑھائی ہے، یہاں اس ایوان میں ایک چیز لائے ہیں تو اس پر ووٹنگ ہونے کے بعد اس کو Ist of July سے اثر انداز ہونا تھا یا لاگو ہونا چاہیے تھا۔ اس سے پہلے ڈسٹرکٹ کلکٹر کو قطعاً یہ notification نہیں کرنا چاہیے تھا۔ چاہے ڈسٹرکٹ کلکٹر کے پاس پاورز ہیں یا نہیں میں اس کی طرف نہیں جاتا لیکن اس سے گورنمنٹ کی mentality یا intention of the Government ظاہر ہوتی ہے کہ پندرہ تاریخ کو یہاں بجٹ پیش ہو رہا ہے، آپ اس میں ایک تجویز پیش کر رہے ہیں اور اسی ماہ کی 17 تاریخ کو through notification ان کے ریٹس کا شیڈول change کر دیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی بھی طریقے سے justified نہیں ہے۔

جناب سپیکر! سیکشن 3 میں An amendment has been sought in the Property Tax Act, 1998. جناب سپیکر! جہاں پہلے پراپرٹی ٹیکسز کافی ہیں، مہنگائی بڑھ رہی ہے، عام آدمی کی قوت خرید مسلسل کم ہو رہی ہے تو فی زمانہ میں سمجھتا ہوں کہ آج مکان بنانا کوئی آسان کام نہیں۔ آپ ان کی صرف elevations پر نہ جائیں یہ دیکھیں کہ حکومت خود تو کسی کو چھت provide نہیں کر رہی۔ اگر کوئی پراپرٹی بنا رہا ہے، کوئی گھر بنا رہا ہے تو یہ دیکھیں کہ وہ کتنے process کے through گزر کر اس نے یہ مکان بنانا ہے اور اس کے بعد گورنمنٹ نے جو ایک چھوٹی موٹی چھوٹ پہلے ہی دے رکھی تھی وہ بھی withdraw کی جا رہی ہے۔ جناب سپیکر! اس میں educational institutions پر بھی پہلے جو چھوٹ تھی اس کو بھی withdraw کیا جا رہا ہے۔ ایک طرف تو حکومت privatization کرنے پر تلی ہوئی ہے اور پھر دیکھنے کی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ

پرائیویٹ سیکٹر حکومت کی نااہلی پر پردہ ڈالے ہوئے ہے۔ اگر ہم تعلیمی اداروں پر نظر دوڑائیں جیسے کل یہاں ایجوکیشن پر بات بھی ہوئی۔ اگر ہم یہاں کی صرف شرح خواندگی دیکھیں کہ وہ کیا ہے جس کا میں نے ذکر کیا تھا۔ یہ دراصل 15 فیصد کے قریب ہے لیکن حکومت نے اس کو 39 فیصد کہا ہے اور حکومت کاخیال ہے کہ شاید وہ آئندہ چار سالوں میں اس کو 70 فیصد لے جائیں گے۔ جناب سپیکر! یہ بالکل بات نہیں ہے اور یہاں سکولوں' کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جو علم کی خدمت ہو رہی ہے اگر ان کے سوالات کے جوابات اس ایوان میں آئیں تو میرے خیال میں اس ایوان کا سر شرم سے جھک جائے گا' تو پرائیویٹ اداروں کو جو یہ پہلے facility دی ہوئی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اسے واپس نہیں لینا چاہیے اورتعلیم اور صحت کی مد میں پرائیویٹ سیکٹر جو contribution کر رہا ہے اس کو کسی طریقے سے بھی demoralize نہیں کرنا چاہیے۔

جناب والا! یہاں ایک اچھا قدم اٹھایا گیا ہے کہ ریٹائرڈ فیڈرل ایمپلائز کو ٹیکسز میں exemption دی جا رہی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ بھی حکومت کے کھاتے میں نہیں جاتی' کیونکہ سپریم کورٹ کے ایک فیصلے کے مطابق وہ exemption دی جا رہی ہے اور اگر exemption دینی بھی ہے تو میں اس میں suggest کروں گا کہ جو حاضر سروس ملازمین ہیں ان کو بھی یہ فائدہ دینا چاہیے۔

جناب سپیکر! بل میں کچھ شقیں ایسی رکھی گئی ہیں جن کو ایک blank cheque کی صورت دی گئی ہے۔ لیکن بتایا نہیں گیا کہ گورنمنٹ کی کیا intention ہے' گورنمنٹ کیا کرنا چاہتی ہے' ان کے targets کیا ہیں' ان کا طریقہ کار کیا ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب ایسی چیزیں ایوان کے سامنے آئیں تو ان کو کم از کم اس طریقے سے پیش کیا جائے کہ ایوان یہ سمجھ تو سکے کہ گورنمنٹ کی intention کیا ہے اور وہ اس پر کتنا ٹیکس لاگو کرنا چاہتی ہے' اس سے کتنے محاصل حاصل کرنا چاہتی ہے' اس کے targets کیا ہیں۔ پراپرٹی ٹیکس کی ایک مد ہے جو new houses پر ہے اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ سیکشن 34 کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا اس میں ایک blank cheque مانگا گیا ہے اور پھر جناب سپیکر! کمرشل موٹر وہیکلز پر آپ نے ٹیکسز تجویز کیے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ کمرشل موٹر وہیکلز پر ٹیکسز میں اضافے کی مجوزہ شرح کئی گنا بڑھا دی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ

ایک عام آدمی پر اس کا بوجھ لازمی پڑے گا' کیونکہ عوام کی آمدن محدود ہے۔ جس طرح میں نے عرض کیا کہ یہاں مہنگائی ہے' بے روزگاری ہے' اس پر گورنمنٹ قابو نہیں پا سکی اور اس وقت عوام پر ایڈیشنل بوجھ ڈالنا کسی طریقے سے بھی justified نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ ہی حکومت نے ڈرائیونگ لائسنسز پر بھی فیس میں اضافے کا ذکر کیا ہے جو صرف یہ نہیں کہ بڑے مالکان پر اس کا اثر پڑے گا ڈرائیونگ لائسنس تو ایک آدمی استعمال کرتا ہے' یہ تو ایک رکشہ والا بھی لیتا ہے' موٹر سائیکل چلانے والا بھی لیتا ہے' اس میں طلبا بھی آتے ہیں' باقی طبقات بھی آتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی کسی طریقے سے justified نہیں ہوتا' کیونکہ ڈرائیونگ لائسنس بنانے کا جو پولیس کا طریقہ کار ہے وہ پہلے ہی پولیس نے اتنا مشکل اور گھمبیر بنایا ہوا ہے اور اس کے اوپر مزید ٹیکس لگانا میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی طریقے سے مناسب نہیں ہوگا۔

جناب سپیکر! professional tax کے بارے میں عرض کروں گا۔ یہاں کہا جا رہا ہے کہ professional tax ان لوگوں پر لگایا جا رہا ہے جو تاجر ہیں۔ ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ یہ ٹیکسز کہاں trickle down کریں گے۔ جو عام آدمی ہے' جو عوام ہیں جب خرید کرنے کے لیے جائیں گے تو اس تاجر نے تو اس میں اپنا کم منافع نہیں لینا یہ تو اپنا منافع یا ان ٹیکسز کو لینے کے لیے ساری چیزوں کی طرف trickle down کرے گا۔ تو حکومت کا یہ کہنا کہ عام آدمی پر اس کا کوئی بوجھ نہیں پڑے گا میں سمجھتا ہوں کہ یہ سراسر غلط بات ہے' دکاندار تو اپنا سارا بوجھ خریدار پر منتقل کر دے گا اور خاص طور پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو agriculture community ہے اس پر یہ سارا burden shift ہوجائے گا۔ آپ کو پتا ہے کہ ایگریکلچر سیکٹر پہلے ہی over-burdened ہے' ایگریکلچر پر تو ٹیکس ہی اتنا ڈال دیا گیا ہے کہ یہ سیکٹر مزید کسی ٹیکس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر! اسی طریقے سے باقی بھی ٹیکسز ہیں جو پراپرٹی ڈیلرز پر ہیں یا کار ڈیلرز پر ہیں۔ اس کا ultimately جو outcome ہوگا عام آدمی جو خریداری کے لیے جائے گا وہ trickle down ہو جائے گا۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ اس میں بھی کسی ٹارگٹ کا ذکر نہیں کیا گیا۔ جب بھی ٹیکسیشن کی جاتی ہے اسے justify کرنے کے لیے ٹارگٹس کے اعداد و شمار لازماً شمار کیے جاتے ہیں جو موجودہ فنانس بل میں کہیں نظر نہیں آئے۔ جناب سپیکر! یہاں duplicity of taxes بہت زیادہ

ہو رہی ہے ۔ جناب سپیکر! آپ کو یاد ہو گا کہ گزشتہ سال ائر ٹکٹس پر ٹیکسیشن کی گئی تھی ۔ پچیس روپے domestic ticket پر لگائے گئے تھے اور اسی طریقے سے انٹرنیشنل ٹکٹس پر بھی ٹیکسیشن کی گئی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ بھی ہماری duplicity of taxation میں آتا ہے کیونکہ فیڈرل گورنمنٹ پہلے ہی اسے وصول کر رہی ہے اس میں ایکسائز ڈیوٹی اور انکم ٹیکس وغیرہ وغیرہ ہیں ۔ اور اب موبائل فون پر ٹیکسیشن کی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر! موبائل فون کی کارکردگی پی ٹی سی سے زیادہ بہتر ہے۔ میں اسے اس طریقے سے سپورٹ کروں گا کہ وفاقی بجٹ میں بھی اس پر پہلے ہی ٹیکسیشن کر دی گئی ہے ۔ اس پر قبل ازیں سنٹرل ایکسائز ڈیوٹی لگی ہوئی ہے ۔ انکم ٹیکس لگایا جا رہا ہے ۔ اور پھر میں سمجھتا ہوں کہ جتنا میرا علم ہے اس کے مطابق غالباً ہم آئین کی بھی خلاف ورزی کریں گے۔ کیونکہ اس میں تھوڑا سا حکومت اور ایوان کو بھی یہ بتانا چاہوں گا کہ آئین میں Concurrent List and Federal Legislative List ہے ۔ جناب سپیکر! اس پہ تھوڑا سا غور کیا جائے ۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 74 اور 142 کو ملا کر اگر پڑھا جائے تو کچھ نہ کچھ بات سامنے آ جاتی ہے اور میں مختصراً کوشش کرتا ہوں کہ میں اپنے معزز دوستوں کو یہ پڑھ کے سناؤں۔ آرٹیکل 74 میں دیا گیا ہے۔

> In this Article and the succeeding provisions of the Constitution Federal Ligslative List means respectively the federal legislative list and the Concurrent Legislative List as given in the Fourth Schedule.

اگر اس کو ملا کر پڑھا جائے آرٹیکل 142 کے ساتھ تو اس میں دیا ہوا ہے ۔

Subject to the Constitution -

(a) [Majlis Shoora] (Parliament) shall have exclusive powers to make laws with respect to any matter in the federal legislative list.

(b) Majlis Shoora Parliament and a Provincial Assembly

جناب سپیکر! جب ہم اس کے بعد شیڈول 4 کو دیکھتے ہیں تو اس میں نمبر 7 اگر پڑھیں تو

اس میں Federal Legislative List میں دے دیا گیا ہے کہ

posts, telegraphs including telephones, wireless, broadcasting and other like forms of communications, Post Office Saving Banks.

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ Federal Legislative List میں یہ چیز شامل ہے اور ہم یہاں صوبائی اسمبلی میں اس پہ ٹیکسیشن نہیں کر سکتے۔ اور اسی طریقے سے جب پچھلے سال ایئر ٹکٹ پر لگایا تھا تو میں نے اعتراض اٹھایا تھا۔ اس پہ بھی اگر آپ دیکھیں کہ شیڈول کا 53 ہم پڑھیں تو اس میں دیا ہوا ہے،

terminal taxes on goods on passengers carried by railway; sea or air, taxes on their fares and freights.

جناب سپیکر! اگر آئین کو بھی دیکھا جائے تو یہ justification نہیں بنتی کہ موبائل فونز پر ٹیکسیشن کی جائے۔ ان سب باتوں کو جب سامنے رکھتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس ٹیکسیشن کا اثر عام آدمی پر ضرور پڑے گا۔ عام آدمی کے کس طبقے کو ٹیکسیشن کے لیے منتخب کیا گیا ہے؟ اس میں غریب طلباء ہیں، اس میں سرکاری ملازمین بھی ہیں، اس میں صحافی بھی ہیں، اس میں چھوٹے دکاندار بھی ہیں، اس میں رکشہ والے بھی ہیں، اس میں ٹیکسی والے بھی ہیں، کوریئر سروسز بھی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو بجٹ پیش کیا گیا ہے جو کہ 104 ارب کا کہا گیا ہے۔ لیکن یہ 104 ارب سے زیادہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ معزز وزیرخزانہ زیادہ بہتر طریقے سے بتا سکیں۔ کیونکہ انھوں نے 104 ارب کا بجٹ بتایا ہے لیکن جب ہم اتنی ڈیمانڈز کو اکٹھا کرتے ہیں تو وہ 109 ارب سے بھی کچھ زیادہ جا بنتی ہیں جو کہ کل vote ہوئی ہیں۔ اگر اس میں ہی مناسب کوشش کی جائے اور صحیح طریقے سے اسے استعمال کیا جائے اور جو اس میں محکموں کی shortcomings کو دیکھا جائے اور جو پہلے کی ٹیکسیشن اس کی وصولیوں کے نظام کو بہتر بنایا جائے اور وصولیاں صحیح کی جائیں تو میرا خیال ہے کہ عوام کو اس فنانس بل میں کی گئی ٹیکسیشن سے بچایا جا سکتا ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ یہ ٹیکسیشن کسی طریقے سے بھی صحیح نہیں ہے۔ غیر مناسب ہے اور اس سے عوام پر بہت بڑا بوجھ پڑے گا۔

جناب سپیکر: معظم وٹو صاحب! آپ بات کرنی چاہتے ہیں۔

جناب معظم جہانزیب احمد خان وٹو: شکریہ۔ جناب سپیکر! ہم نے اس فنانس بل کو جو سٹڈی کیا ہے۔ اس کے بعد دیکھنے میں آیا ہے کہ پنجاب کے عوام جو پہلے ہی مہنگائی کی چکی میں پس رہے ہیں ان پر مزید بھاری ٹیکسوں کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ پاکستان کے باقی تین صوبوں میں ٹیکس فری بجٹ دیا گیا ہے اور پنجاب کے عوام پر بھاری ٹیکسوں کا نفاذ کیا گیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہاں پر بھی فنانس منسٹر صاحب ایک ٹیکس فری بجٹ پیش کرتے۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے اس کا ذکر کروں گا کہ جو رجسٹریشن فیس میں اضافہ کیا گیا ہے۔ جب آپ عوام پر بھاری ٹیکس لگائیں گے جو ان کی قوت استعداد میں نہ ہوں تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگ چور دروازے تلاش کرتے ہیں اور ٹیکس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ جب یہ ٹیکس لگایا گیا ہے تو اس کے بعد وہ پاورز آف اٹارنی پر اپنا کام چلا رہے ہیں۔ رجسٹریشن آفس میں جا کر دیکھیں تو وہ سنسان پڑا ہے اور وہاں ایک بھی شخص آپ کو نظر نہیں آئے گا۔ جناب سپیکر! عموماً رجسٹریشن فیس میں 3 فیصد تک کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ پچھلی دفعہ 1997ء میں 3 فیصد کا اضافہ کیا گیا۔ لیکن اس دفعہ 100 فیصد ایک دم سے اضافہ کر دیا ہے۔ اس سے لوگوں پہ بے پناہ اضافی بوجھ پڑا ہے۔ اس کے علاوہ جو لوگ رجسٹریشن فیس کے علاوہ 5 فیصد کارپوریشن ٹیکس پہلے ہی دے رہے ہیں 2.5 فی صد کیپیٹل ویلیو ٹیکس دے رہے ہیں۔ اور اس کے علاوہ ڈی سی آفس کی 10 فیصد رجسٹری فیس پہلے ہی اس کے علاوہ لوگ ادا کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو ایک دم سے سو فیصد اضافہ کیا گیا ہے اس کا کوئی جواز نہیں تھا۔ اور یہ بالکل ناجائز ہے اور اس کو واپس لینا چاہیے۔

اس کے علاوہ پرائیویٹ لمیٹڈ کمپنیز پر ٹیکس لگایا گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جو ان کمپنیز کے ذریعے بزنس کرتے ہیں وہ discourage ہوں گے اور لوگ دوسرے loopholes تلاش کریں گے اور off the record بزنس کرنے کی کوشش کریں گے۔ جس سے وہ اس ٹیکس سے بچ سکیں۔ جناب سپیکر! یہ کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ اس کے علاوہ موبائل فون کے استعمال پر پہلے ہی فیڈرل گورنمنٹ نے ٹیکس لگایا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ صوبائی حکومت نے total usage پر 5 فی صد ٹیکس لگایا ہے۔ گاڑیوں کے ٹوکن ٹیکس میں اضافہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ

پہلے سال حکومت نے گاڑیوں پر luxury tax لگایا ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت اس کو نام تو luxury tax کا دیتی ہے لیکن عام گاڑیوں پر بھی ٹیکس لگا دیا گیا ہے ۔ جیسے کہ ایک ڈبل کیبن گاڑی جو پک اپ گاڑی ہے ، جو ڈیزل گاڑی ہے جو عموماً فیکٹری کے لوگ بھی استعمال کرتے ہیں۔ یقیناً یہ آپ کے علم میں ہوگا۔ اس پر بھی 3 لاکھ روپیہ ٹیکس لگایا گیا ہے ۔ جب ایسے اقدامات کیے جاتے ہیں تو اس میں حکومت کو بجائے فائدہ ہونے کے الٹا نقصان ہوتا ہے ۔ ایسے decisions back fire کرتے ہیں اور دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ جب یہ luxury tax لگا ہے لوگ اپنی گاڑیاں کراچی اور اسلام آباد سے رجسٹر کرا رہے ہیں اور حکومت پنجاب کو بجائے فائدہ ہونے کے الٹا بے حد نقصان ہوا ہے ۔ اس بجٹ میں جو luxury club پہ ٹیکس لگایا گیا ہے ۔ وہ میں سمجھتا ہوں بلا جواز ہے ۔ اس کو نام luxury club کا دیا گیا ہے ۔ میں یہ کہوں گا کہ کون سا کلب ایسا ہے کہ جہاں پہ کھیلوں کی سہولتیں مہیا نہیں کی گئیں۔ پنجاب کلب ہو یا جمخانہ کلب ہو ان میں لوگ swimming کے لیے جاتے ہیں، ٹینس کھیلنے کے لیے جاتے ہیں، وہاں لوگوں کو out door games مہیا کی جاتی ہیں۔ یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ صرف اونچے طبقے کے لوگ ہی ان کلبوں کی ممبر شپ لیتے ہیں۔ اب مڈل اور اپر مڈل کلاس کے لوگ بھی ان کلبوں کی ممبر شپ لیتے ہیں۔ ان کلبوں میں لوگوں کو کھیلوں کی مختلف سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں۔ جناب والا! اس ممبر شپ پر بھی اب ٹیکس لگا دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی طرح بھی درست نہیں ہے، یہ پنجاب کے عوام پر ایک ناجائز بھاری بوجھ ڈال دیا گیا ہے جس کی کسی صورت بھی گنجائش نہیں ہے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ صاحب!

وزیر خزانہ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): شکریہ جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف نے پنجاب فنانس بل 1998ء پر کچھ اعتراضات اٹھائے ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ نہ صرف ان کا جواب دوں بلکہ آپ کی وساطت سے ان کو مطمئن بھی کر سکوں۔ انھوں نے بیان حلفی پر اعتراض فرمایا کہ 10 روپے سے سو فی صد بڑھا کر 20 روپے کر دیا گیا ہے۔ جناب والا! 10 کا سو فی صد 20 بنتا ہے لیکن اصل میں یہ صرف 10 روپے کا اضافہ ہے۔ یہ 10 روپے کی شرح 1995ء میں لگائی گئی تھی اب اگر چار سال گزر جانے کے بعد صرف 10 روپے کا اضافہ کیا گیا ہے تو یہ کوئی اتنا بڑا اضافہ نہیں ہے۔ بیان حلفی صرف غریب

آدمی نہیں دیتا بلکہ ہر طبقے پر بیان حلفی لاگو ہوتا ہے اور ایک بیان حلفی پر صرف 10 روپے کا اضافہ کوئی ایسا بوجھ نہیں جو کہ کسی بھی طبقے کے لیے ناقابل برداشت ہو۔

اسی طرح معاہدہ بیع برائے غیرمنقولہ جائیداد پر جو شرح مقرر کی گئی تھی وہ 1995ء میں مقرر کی گئی تھی۔ بظاہر تو یہ بھی سو فی صد لگتا ہے لیکن 50 روپے سے چار سال بعد صرف پچاس روپے بڑھائے گئے ہیں جو کہ کوئی زیادہ بوجھ نہیں۔

اس کے بعد قائد حزب اختلاف نے پرنٹ میڈیا کے بارے میں بات کی کہ ہم نے جو 5 ہزار روپے فی declaration کے حساب سے ٹیکس لگانے کا ارادہ کیا ہے یہ مخالفین پر پابندی لگانے کے لیے ہے۔ جناب سپیکر! خود قائد حزب اختلاف مانتے ہیں کہ پریس نے تسلیم کیا ہے کہ جتنی آزادی ان کو اس مسلم لیگ کے دور حکومت میں ملی ہے اس سے پہلے نہیں تھی۔ مجھے کئی دفعہ پریس کے ساتھی ملتے ہیں' جب میں نے بجٹ پیش کرنے کے بعد پریس کانفرنس کی تو وہاں بھی چند معزز صحافیوں نے یہ الفاظ استعمال کیے۔ جناب والا! ہمارا قطعاً یہ ارادہ نہیں ہے لیکن ہم اتنا ضرور چاہتے ہیں کہ جہاں ہزاروں کی تعداد میں declarations آ رہے ہیں' آتے رہے ہم انھیں روکنا نہیں چاہتے لیکن ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ کچھ ذمہ دار لوگ آئیں۔ ایسا طبقہ نہ آئے جن کی تعلیم نہ ہو' journalism سے ان کا تعلق نہ ہو' واقفیت نہ ہو۔ ایسے لوگ بھی معمولی سے اخراجات پر اخبارات شائع کر دیتے تھے۔ میرے خیال میں قائد حزب اختلاف کو یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ کل یہاں ہاؤس میں جو بحث ہوئی اس کی اخبارات میں کس طرح رپورٹنگ کی گئی ہے؟ صحافت کو مکمل آزادی ہے' اس پر کوئی پابندی لگانے کا نہ ہمارا اب ارادہ ہے اور نہ ہی آئندہ کے لیے کوئی ایسی تجویز زیر غور ہے۔

جناب والا! یہاں مختار نامے کی بات کی گئی ہے۔ تو یہ شرح بھی 1995ء میں مقرر کی گئی تھی' اسے چار سال کے بعد بڑھایا ہے۔ جناب سپیکر! یہ آپ بھی جانتے ہیں' قائد حزب اختلاف بھی جانتے ہیں کہ مختار ناموں کا عام طور پر بڑا غلط استعمال بھی کیا جاتا ہے۔ کوشش یہ کی گئی ہے کہ اس بات کی حوصلہ شکنی کی جائے اور جو اصل مالکان ہوں وہ خود کیوں نہ پیش ہوں؟ کیونکہ مختار نامے کے ذریعے بہت سے غلط کاروبار رونما ہوتے ہیں۔

جناب قائد حزب اختلاف نے courier services کی بات کی ہے اور کہا ہے کہ پرائیویٹ

سیکٹر میں جو courier services ہیں یہ بہت اچھی خدمات مہیا کر رہے ہیں اور عام آدمی کے لیے یہ بڑی سہولت ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ پاکستان پوسٹ آفس سے ان کی سروس بہت زیادہ بہتر ہے۔ جناب والا! اگر قائد حزب اختلاف کے علم میں یہ نہیں ہے تو میں آپ کی وساطت سے قائد حزب اختلاف کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ پوسٹ آفس نے بھی rapid courier service شروع کی ہوئی ہے۔ جبکہ پوسٹ آفس کے نرخوں اور پرائیویٹ سروس کے نرخوں کا کم از کم چارگنا کا فرق ہے۔ پوسٹ آفس کی جو rapid courier service ہے وہ بھی چوبیس گھنٹے کے اندر لفافہ پہنچاتے ہیں اور پرائیویٹ سروس والے بھی 24 گھنٹے کے اندر پہنچاتے ہیں۔ لیکن پرائیویٹ سیکٹر والے ایک لفافے کے لیے 40/45 یا 50 روپے تک لیتے ہیں جبکہ پوسٹ آفس کا ریٹ غالباً 4 یا 5 روپے ہے۔ جناب سپیکر! پرائیویٹ سیکٹر والے تو اتنا زیادہ کما رہے ہیں اور پھر عام آدمی تو پرائیویٹ سیکٹر کی courier service کو استعمال کر ہی نہیں سکتا' اس کے بس کی بات نہیں ہے کہ ایک لفافے کے لیےوہ 45/50 روپے خرچ کرے۔ عام طور پر جو multi-national companies ہیں یا بہت بڑے بڑے ادارے ہیں وہی یہ سروس استعمال کرتے ہیں۔ ان سے اس پر اگر ہم تھوڑے سے سروس چارجز وصول کرلیں گے تو اس میں قائد حزب اختلاف کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر! یہ ترقیاتی ادارے جس میں ہاؤسنگ سوسائٹیز' کوآپریٹو سوسائٹیز وغیرہ آتی ہیں ان میں جو گھپلے ہوتے وہ میرے خیال میں قائد حزب اختلاف سے مخفی نہیں ہیں' نہ جناب سے مخفی ہیں اور نہ ہی اس ہاؤس سے مخفی ہیں۔ تو ان کو تھوڑا سا کنٹرول کرنے کے لیے ہم نے جو یہ تجویز کیا ہے میں سمجھتا تھا کہ قائد حزب اختلاف اس کی تائید کریں گے۔ یہاں کروڑوں نہیں اربوں کے گھپلے ہوتے ہیں اور وہ بےچارے مالکان جن کو جائیدادیں الاٹ کی گئی تھیں انھیں منتقل ہو جانی چاہیے تھیں لیکن وہ نہیں ہوئیں' وہ عدالتوں کے چکر لگا رہے ہیں' پتا نہیں کیا کیا مصیبتیں جھیل رہے ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ اس کی تائید کریں گے لیکن انھوں نے اس کی بھی مخالفت کی' مجھے اس بات پر تعجب ہوا۔

جناب سپیکر! پراپرٹی ٹیکس کے بارے میں انھوں نے جوکچھ فرمایا ہے اس بارے میں عرض ہے کہ یہ Annual Rental Value کے 25 فی صد پر 25 فی صد لگایا گیا ہے۔ Annual Rental

Value پر نہیں، بلکہ Annual Rental Value کے 25 فی صد پر 25 صد اضافہ کیا گیا ہے وہ تقریباً 8 یا 9 فی صد بنتا ہے۔ میرے بھائی غالباً غلط سمجھے ہیں، میں صرف تصحیح کرنے کے لیے عرض کر رہا ہوں۔

اسی طرح انھوں نے پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ وہ گراں قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ٹھیک ہے، ہم اسے تسلیم کرتے ہیں۔ یہ مسلم لیگ حکومت کی کوشش رہی ہے اور مسلم لیگ ہی نے پرائیویٹ سیکٹر کی حوصلہ افزائی کے لیے ایجوکیشن پالیسی میں ایسی مراعات دی تھیں اور دی ہیں۔ لیکن جناب والا! یہ آپ کو بھی احساس ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ قائد حزب اختلاف کو بھی احساس ہوگا کہ ان مراعات کو غلط بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔ سب کا میں نہیں کہتا لیکن بعض پرائیویٹ تعلیمی ادارے money-making مشینیں بن چکے ہیں۔ حکومت کی پالیسی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انھوں نے یہ ناجائز کاروبار کر رکھا ہے۔ اس پر ہم چاہتے ہیں کہ check ہونا چاہیے اور اسی کے لیے یہ تجویز کیا گیا ہے۔

اسی طرح ریٹائرڈ سرکاری ملازمین کی جو مراعات تھیں ان کے لیے ہم بے بس ہیں، کیونکہ عدالت عالیہ کا ایک فیصلہ موجود ہے کہ یہ تفاوت نہیں ہونا چاہیے، یہ disparity نہیں ہونی تو ہم نے اس فیصلے کی پابندی اختیار کی ہے۔

پھر جناب والا! نئے گھروں پر جو پراپرٹی ٹیکس لگایا گیا ہے انھوں نے اس پر بھی اعتراض کیا۔ یہ چھوٹ 1981ء میں دی گئی تھی۔ جناب والا! لاہور میں 30/32/35 لاکھ روپے کنال زمین کی قیمت ہے اور اس پر کم از کم 20/22 لاکھ روپے تعمیر پر بھی خرچ ہوتے ہوں گے۔ تو جو شخص 60/70 لاکھ روپے گھر بنانے پر خرچ کر سکتا ہے وہ پھر پراپرٹی ٹیکس سے چھوٹ کیوں مانگتا ہے؟ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ جو چھوٹ دی ہوئی تھی یہ مناسب نہیں تھی اور اس کو درست کرنے کے لیے یہ رعایت واپس لے لی گئی ہے۔ جو شخص 60/70 لاکھ روپے گھر پر خرچ کر سکتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنی حکومت کے لیے ٹیکس بھی ادا کرے۔

جناب والا! قائد حزب اختلاف نے حکم رانوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہا کہ حکم ران خود تو ہیلی کاپٹروں پر سفر کرتے ہیں لیکن غریبوں کے لیے ٹرانسپورٹ مہنگی کر دی ہے۔ میں پہلے بھی ہیلی کاپٹر اور گورنر فلیٹ کے جہاز کا ذکر کر چکا ہوں، لیکن چونکہ قائد حزب اختلاف نے پھر یہ مسئلہ اٹھایا ہے تو

میں جواب دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ ہیلی کاپٹر صرف اور صرف وزیر اعلیٰ یا گورنر اس علاقے کے لیے استعمال کرتے ہیں جہاں کوئی فضائی سروس نہ ہو اور ان کا جانا ناگزیر ہو۔ بارشوں کے موسم میں جب فلڈز میں تباہی ہو جاتی ہے یا کہیں کوئی سنگین واردات یا جرم ہوا ہو جہاں ان کا بروقت پہنچنا لازمی ہو جاتا ہے اور اگر by road سفر کیا جائے تو کئی گھنٹے صرف ہوتے ہیں اور اگر ہیلی کاپٹر کی سہولت استعمال کی جائے تو وہ سفر گھنٹوں کی بجائے منٹوں میں طے ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس کے برعکس وہ چارٹ پڑھیں جہاں ٹوکن ٹیکس بڑھایا گیا ہے تو آپ دیکھیں گے کہ اس کا عام آدمی کی سواری پر اثر نہیں پڑے گا۔ جو لگژری کوچز ہیں جو ائرکنڈیشنڈ کوچیز ہیں ان میں عام آدمی سوار نہیں ہوتا' ان میں ایک خاص طبقہ سوار ہوتا ہے اور اگر اس کی شرح کو بھی دیکھیں تو وہ اتنی بڑی نہیں۔ تفصیل میں جانا مناسب نہیں ہوگا اور میں اس ہاؤس کا مزید وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا' لیکن فنانس بل کی جو اردو کاپی دی گئی ہے اس میں سب کچھ موجود ہے۔ وہ اس طبقے پر تھوڑا سا فی سیٹ فرق پڑے گا کیونکہ owner نے جو دینا ہے وہ فی سیٹ مسافر پر pass on کرے گا' لیکن وہ اتنا بوجھ نہیں ہے کہ وہ اس طبقے کے لیے زیادہ پریشانی کا باعث بنے۔ کیونکہ ائرکنڈیشنڈ گاڑی میں ایک مخصوص طبقہ بیٹھتا ہے عام آدمی ائرکنڈیشنڈ گاڑی میں سفر نہیں کرتا۔

جناب والا! انھوں نے اپنی تقریر میں یہ کہا کہ جب وہ ان سب چیزوں کو دیکھتے ہیں تو ان ٹیکسوں کا بوجھ عام آدمی پر پڑتا ہے۔ اب میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ عام آدمی کسے کہتے ہیں؟ میں تو عام آدمی اسے کہتا ہوں جو ان سہولیات کو ویسے ہی استعمال نہیں کرتا۔ جناب والا! کیا موبائل فون عام آدمی کے استعمال میں ہوتا ہے؟ یا صاحب استطاعت یا صاحب جائیداد لوگوں کے استعمال میں ہوتا ہے؟ میں نے دیکھا ہے کہ گاڑیاں بھی چلا رہے ہیں اور کان پر موبائل فون رکھا ہوا ہے۔ دکان یا کہیں public place پر کھڑے ہیں تو موبائل فون کان پر رکھا ہوا ہے اور بات کر رہے ہیں۔ اس کا عام آدمی سے کوئی تعلق ہی نہیں' یہ تو صرف اور صرف بہت امیر طبقے کی سہولت ہے اس سے عام آدمی کو کیا فرق پڑے گا؟ میں نہیں سمجھ سکتا۔

جناب والا! اسی طرح انھوں نے جائیدادوں کا ذکر کیا تو جائیداد تو صاحب جائیداد ہی بیچتا ہے۔ کوئی عام آدمی جس کے پاس جائیداد ہے ہی نہیں یا جو مزدور طبقے سے تعلق رکھنے والا ہو وہ کتنی جائیدادیں بیچتے ہیں اور کہاں سے خریدتے ہیں؟ وہ تو نہ خریدنے کے قابل ہیں اور نہ بیچنے کے قابل ہیں۔ جناب والا! انھوں نے موبائل فون کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ:

جناب سپیکر، ذرا خاموشی اختیار کی جائے۔

وزیر خزانہ، جناب والا! میرے خیال میں قائد حزب اختلاف کو اتنا تو ضرور تسلیم کرنا چاہیے کہ ہمیں بھی فیڈرل لسٹ' Concurrent List, اور اس کے علاوہ جو لسٹ ہے اس کا علم ہے۔ موبائل فون پر جو ٹیکس ہے وہ مرکزی حکومت کی طرف سے ہے۔ ہم نے تو صرف سروس چارج عائد کیا ہے' اور ہر صوبے کو اختیار ہے اور ہم نے اختیارات کے اندر رہتے ہوئے اس پر سروس چارج نافذ کیا ہے ۔جو وہ آرٹیکل پڑھ رہے تھے اس کا نفاذ نہیں ہوتا' وہ اسی زمرے میں ائرکنڈیشنڈ کا ذکر کر رہے تھے وہ بھی exactly جو صوبہ پنجاب سے ٹکٹ خریدے گا ہم نے اس پر سروس چارج عائد کیا ہے۔

جناب والا! یہاں پر جناب معظم جہاں زیب وٹو صاحب نے لگژری کلبوں کے بارے میں بات کی۔ انھوں نے اور بھی دو چار باتیں کیں جو کہ انھوں نے قائد حزب اختلاف کے موقف کو repeat کیا ہے۔لیکن انھوں نے لگژری کلبوں کے بارے میں ایک نئی بات کی ہے کہ اب تو جم خانہ اور پنجاب کلب میں صرف امراء طبقہ ہی نہیں عام آدمی بھی جاتا ہے ۔ تو میں آپ کی وساطت سے ان سے وضاحت چاہوں گا کہ میرے علم میں جم خانہ کلب لاہور کی entrance fee ایک لاکھ روپیہ ہے' تو کیا جناب وٹو یہ فرمائیں گے کہ عام آدمی جم خانہ کلب کی entrance fee ایک لاکھ روپیہ ادا کر سکتا ہے؟ اگر سوئمنگ پولز اور دیگر مراعات جو ان کلبوں میں ملتی ہیں ان کا ذکر کرتے ہیں تو ہمارے عام آدمی کے لیے لاہور کی نہر ہے اور یہ راوی کا دریا ہے۔ کیا عام آدمی پنجاب کلب اور جمخانہ کلب کے سوئمنگ پول afford کر سکتے ہیں؟ اللہ جانے یہ اس کلب کے ممبر ہیں' یا تو ان سے وہ فیس charge نہیں کی ہو گی یا ان کو علم ہی نہیں کہ ان کلبوں کی entrance fee کیا ہوتی ہے؟ جناب والا! یہاں پر جو اعتراضات کیے گئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان کا نہ کوئی وجود ہے اور نہ ان میں کوئی حقیقت ہے۔مثلاً موٹر سائیکلوں ، ٹرکوں اور کاروں کے ٹوکن ٹیکس کے بارے میں جو کہا گیا ہے ان میں بھی آخری ترمیم 1992ء میں کی گئی تھی جسے اب چھ سال گزر چکے ہیں' اور اسی طرح ٹیکسیوں اور بسوں کی جو ٹوکن ٹیکس شرح ہے وہ 1980ء میں مقرر کی گئی تھی' یعنی اسے 18 سال گزر چکے ہیں۔ اگر وہ 18 سال بعد revise کی گئی ہے تو inflation کو دیکھیے' حالات کو دیکھیے تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان کو سامنے رکھتے ہوئے آپ inflationary figures کو جانتے ہوں یا قائد حزب اختلاف جانتے ہوں تو جو

اضافہ کیا گیا ہے وہ کیا ہے؛ میں لسٹ نہیں پڑھنا چاہتا وہ لسٹ ان کی میز پر بھی موجود ہوگی۔ اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا جسے آپ عوام کے لیے ناقابل برداشت سمجھتے ہیں۔ اس لیے میں آپ سے استدعا کروں گا کہ ہماری تمام تجاویز نہایت مناسب اور پنجاب کے عوام کے مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے کی گئی ہیں' لہذا انھیں قبول کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: شکریہ جی۔

MP SPEAKER: The motion moved and the question is.-

That the Punjab Finance Bill 1998 be taken into consideration

at once

(The motion was carried)

SECOND READING

MR SPEAKER: Now, we start the second reading and take up the Bill clause by clause.

CLAUSE 2

MR SPEAKER: Now, Clause 2 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is -

That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE 3

MR SPEAKER: Now. Clause 3 of the Bill is under consideration Since there is no amendment in it, the question is -

That Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE 4

MR SPEAKER: Now, Clause 4 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is.-

That Clause 4 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

CLAUSE 5

MR SPEAKER: Now, Clause 5 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is.

That Clause 5 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried.)

CLAUSE 6

MR SPEAKER: Now, Clause 6 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is -

That Clause 6 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

CLAUSE 7

MR SPEAKER: Now, Clause 7 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is.-

That Clause 7 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE 8

MR SPEAKER: Now, Clause 8 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is -

That Clause 8 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE 9

MR SPEAKER: Now, Clause 9 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is -

That Clause 9 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE 1

MR SPEAKER: Now, Clause 1 of the Bill is under consideration Since there is no amendment in it, the question is -

That Clause 1 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

PREAMBLE

MR SPEAKER: Now, the Preamble of the Bill is under consideration Since there is no amendment in it, the question is.-

That the Preamble of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

LONG TITIL

MR SPEAKER: Now, Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is.-

That Long Title of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

THIRD READING

MINISTER FOR FINANCE: Mr Speaker, with your permission, I move -

That the Punjab Finance Bill 1998 be passed.

MR SPEAKER: The motion moved is.-

That the Punjab Finance Bill 1998 be passed.

(The motion was not opposed)

MR SPEAKER: The motion moved and the question is.-

That the Punjab Finance Bill 1998 be passed.

(The motion was carried)

(The Bill is passed)

استحقاق

جناب سپیکر، وزیر قانون صاحب دو تحاریک استحقاق ہیں۔ آج ان کو ٹیک اپ کر لیں؛ ایک اعظم چیمہ صاحب کی ہے۔

وزیر قانون، جناب والا! مجھے تو ان کی ابھی تک کاپی بھی نہیں ملی۔

جناب سپیکر، چیمہ صاحب ان کو کل نہ لے لیں؛ ابھی تو وزیر قانون کو اس کی کاپی بھی نہیں ملی۔

چودھری محمد اعظم چیمہ، جناب والا! اخبارات میں یہ خبر فلیش ہوئی ہے اور جوں جوں delay ہو گی تو یہ بات عام لحاظ سے مشکوک ہو گی اور عوامی لحاظ سے بھی جواب دہی ہو گی اور اس کی وضاحت کرنی پڑے گی۔ اس لحاظ سے میری یہ گزارش ہے کہ مہربانی کی جائے اور مجھے یہ تحریک استحقاق پڑھنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر، میرے خیال میں آپ پڑھ دیں تو پھر اس کا جواب کل تک کے لیے pending کر لیں گے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ، شارٹ سٹیٹمنٹ بھی آج ہو جائے۔ باقی اس پر غور بعد میں کر لیں۔مزید

کوئی بات دریافت کرنی ہو تو کل پر رکھ لیں۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ آپ پھر پڑھ لیں۔ کیا یہ تحریک استحقاق سرکولیٹ ہوئی ہے؟ چیمہ صاحب پڑھیں۔

روزنامہ خبریں" کی جانب سے رکن اسمبلی کی تقریر کی غلط رپورٹنگ

چودھری محمد اعظم چیمہ، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روز نامہ "خبریں" مورخہ 25-6-98 میں ایک خبر میرے نام منسوب ہے کہ میں نے وزیرتعلیم جناب بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی ڈھلوں کے خلاف تقریر کرتے ہوئے کہا کہ وہ ممبران اسمبلی کی عزت نہ کرتے ہیں اور یہ کہ وہ ممبران کو اپنا سپاہی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ میں نے وزیر تعلیم کے خلاف اپنی تقریر میں ایسی کوئی بات نہ کی۔

مزید یہ کہ اس اخبار نے میرے حوالے سے یہ بھی خبر دی ہے کہ میں نے یہ بھی کہا ہے کہ میاں نواز شریف بھاری مینڈیٹ کی رٹ نہ لگائیں وہ تو ہماری وجہ سے اقتدار میں ہیں۔

اس خبر کی اشاعت نے میری وفاداری، دیانتداری اور پارٹی سے وفاداری مشکوک کر دی ہے۔ مجھے تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ اخبار کے رپورٹر نے جان بوجھ کر میرے خلاف سازش کی ہے۔ اس سے بطور ایم پی اے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا میری اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر، شارٹ سٹیٹمنٹ۔

چودھری محمد اعظم چیمہ، جناب والا! اگر یہ خبر میری ذات کے بارے میں ہوتی یا میرے ذاتی معاملات پر ہوتی تو شاید یہ بات کہنے کی میں جسارت نہ کرتا اور نہ ہی آپ کو یہ زحمت دیتا کہ مجھے یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب والا! یہ خبر جس کے بارے میں میں نے ذکر کیا ہے اور مختصراً اس کی تحریر کا بھی ذکر کیا ہے۔ اسے "خبریں" اخبار نے back page پر اس کی اشاعت کی ہے۔ جناب والا! گو میں

پرانا مسلم لیگی ہوں بلکہ آبائی طور پر اپنی پارٹی سے تعلق رکھتا ہوں اور اس معزز ایوان کا میں 1985ء سے رکن چلا آ رہا ہوں اور 1986ء میں اور گو اس سے قبل بھی لیکن 1986ء سے میں اپنی پارٹی مسلم لیگ پنجاب کا میں عہدیدار بھی رہا ہوں اور مجھے اپنی ذات پر اپنی وفاداری پر اپنے کارناموں پر اور اپنی ہر قسم کی پارٹی کی خدمت پر ہمیشہ فخر ہے۔ میں نے اس لحاظ سے بھی یہ جسارت کی کہ میں پارٹی کے خلاف کبھی کوئی ایسی بات کروں یا لیڈر شپ کے خلاف کوئی بات کروں ۔ جہاں تک جناب والا! میرے عمل کا تعلق ہے' آپ ذاتی طور پر بھی مجھے جانتے ہیں اور میرے ساتھی بھی جانتے ہیں ۔ میری وفاداری کو نہ کوئی خرید سکا ہے اور نہ مجھے کوئی خرید سکا ہے اور مجھے نقصان پہنچانے کے باوجود میرے پاؤں کوئی ہلا نہیں سکا ہے ۔ مجھے وٹو جیسا آدمی بھی خرید نہیں سکا۔ میں ایک سال تک جیل رہا۔ میرا گھر لوٹا گیا میرا بھائی اندر جیل میں رہا میری ساری فیملی جیل میں رہی۔ آج تک میری وہ جائیداد جس پر مخالفوں نے قبضہ کروالیا تھا میں تو اس کو بھی قانونی طور پر واگزار کرواتا رہا ہوں۔ میرے خلاف 18 مقدمے بنائے گئے لیکن میں نے آج تک اس کا ذکر تک نہ کیا اور ممبر ہونے کے باوجود کبھی کسی قسم کی کوئی پریس کانفرنس تک نہ کی ۔ جناب والا! آپ سے زیادہ میرے حالات کو کون جانتا ہے ۔ ایک میڈیاکر آدمی ہونے کے باوجود بھی میں نے ہمیشہ ثابت قدمی کا ثبوت دیا ہے۔ اس صبر نے مجھے ذہنی طور پر وہ تکلیف دی ہے اور میرا ایمان ہے۔ میری وفاداری بھی ان شاء اللہ مشکوک نہیں ہوگی اور میری ذات کے بارے میں بھی کسی قسم کے شکوک وشبہات کوئی آدمی یا اخبار پیدا نہیں کر سکے گا۔ میرے مخالف انسان بھی میری وفاداری کو مشکوک نہیں کروا سکے۔ جناب والا! جہاں تک پارٹی کا تعلق ہے' اصول کا تعلق ہے' میں نے کئی آدمیوں کو لوٹے بنتا دیکھا اور ان کو وفاداریاں تبدیل کرتے دیکھا لیکن آج تک میں نے اپنی زبان سے کبھی کوئی پارٹی کے بارے میں لیڈر شپ کے بارے میں' آپ کے بارے میں' اسمبلی کے ممبران کے بارے میں یا عوام کے حقوق کے بارے میں کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے میرے بارے میں کوئی بات ہو ۔ مجھے عرض یہ کرنی ہے اگر آج میں تحریک استحقاق پیش نہ کرتا تو جناب والا! میرے عوامی حلقے میں شاید کوئی شکوک و شبہات پیدا ہوتے کہ میاں نواز شریف کے ساتھ یا صوبائی قیادت کے ساتھ اس کا کوئی اختلاف ہے۔ جناب والا! یہ ببانگ دُہل بات کرنے کا عادی ہوں جو بات میں نے کی تھی

وہ اصولی طور پر ریکارڈ پر موجود ہے۔ وہ ٹیپ پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ وہ بات اصول پر مبنی تھی۔ وہ بیورو کریسی کے رویے کے خلاف تھی۔ میں نے ذاتی طور پر اس کو محسوس کیا تھا کہ میرے ساتھ ضلع گوجرانوالہ میں کئی باتیں ایسی ہوئیں۔ میں ایمان داری سے کہتا ہوں' اپنے بچوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے نئے ایس پی کی شکل تک نہیں دیکھی۔ میں نے ڈپٹی کمشنر کی آج تک شکل نہیں دیکھی۔ میں جب بھی کوئی بات ٹیلی فون پر کرتا ہوں تو مجھے کوئی نہ کوئی response ملتا ہے جناب والا ایک دو دفعہ انھوں نے بھی اسے ٹالنے کی کوشش کی۔ میں خواجہ ریاض محمود صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے نہ صرف میری بلکہ عام ساتھیوں کی ہمیشہ امداد کی۔ اور ثابت قدمی سے ہمارے کام کروانے کی بھی کوشش کی۔ میں نے عرض کیا کہ اگر ہم جیسے پرانے ساتھی اور کارکن اس قسم کی کسی امداد کو طلب کرتے رہیں گے تو معاملات اچھے نہ رہیں گے۔ اس لیے میں نے اپنے سینیئر منسٹر سے ' اپنے ساتھی وزراء سے یہ گزارش کی کہ ہم اپنی قیادت سے یہ عرض کریں کہ جناب والا! اس قسم کی تحاریک کیوں پیدا ہوتی ہیں' اس قسم کی تحاریک استحقاق لوگ کیوں پیدا کرتے ہیں؟ بعد میں وہ راضی نامے کرتے ہیں' بعد میں وہ سائل ہوتے ہیں' بعد میں ان کے خلاف statements آتی ہیں۔ اور اس بات کا علاج کرنا چاہیے۔ میں نے اس بات کے انداز میں بات کی تھی۔ میں اب بھی وہ بات پارلیمانی گروپ میں بھی کرنے کو تیار ہوں۔ مسلم لیگ کی پارٹی میں بھی کرنے کو تیار ہوں۔ اپنے لیڈروں کے سامنے میں یہ بات کرنے کو تیار ہوں۔ اور ذاتی طور پر میں اپنے ضمیر کے حساب سے مطمئن ہوں۔ جناب والا! میری آپ سے یہ عرض ہے کہ میرے اس استحقاق کو ' میں قانونِ حق کو محفوظ رکھتے ہوئے آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ یہ معاملہ استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ اور اس پر پوری انکوائری کی جائے۔ ٹیپ کو چلایا جائے تاکہ پتا چلے کہ آیا ایسی بات ہوئی ہے؟ آئندہ سے ایسے رپورٹر کو یہ جرأت نہ ہو اور وہ آئندہ سے کوئی ایسی بات تحریر نہ کرے جو کہ ممبر کے منہ سے نہ نکلی ہو۔ اور وہ statement on the floor of the House نہ ہو۔ جناب والا! اگر یہ بات فورم سے باہر ہوتی' یہ بات اسمبلی سے باہر ہوتی تو اس کا انداز کچھ اور ہوتا۔ اب ہمارے پاس ریکارڈ موجود ہے ' ہمارے پاس سپیکر موجود ہے اور ساتھی ممبران موجود ہیں۔ جناب والا! گر اس کا ازالہ نہ کیا گیا تو مجھ جیسے آدمی یا ساتھی ممبران کا یہ استحقاق مجروح ہوا ہے اور آپ اس ہاؤس کے custodian ہیں۔ اس

معاملے کو فوری طور پر کمیٹی کے سپرد کرکے اس کی انکوائری کروائی جائے۔ statement لی جائے اور اس کا فیصلہ کروایا جائے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے' پھر اس کو کل کے لیے pending کرتے ہیں یہ آج ہی circulate ہوئی ہے۔

وزیر قانون، جناب والا! میرے خیال میں معزز رکن نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ بنیادی طور پر اجلاس کی کارروائی سے متعلقہ ہے۔ اور کارروائی کا ریکارڈ یہاں سارا موجود ہے۔ میرا خیال ہے جناب والا! کہ یہ جناب کی موجودگی میں کل بھی انھوں نے تقریر فرمائی تھی۔ آج بھی انھوں نے جو تقریر فرمائی ہے وہ آپ کی موجودگی میں فرمائی ہے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے پھر میرا خیال ہے اس کو کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔

وزیر قانون، جیسے آپ مناسب فرمائیں۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے جی یہ معاملہ کمیٹی کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اس کی رپورٹ ایک ماہ کے اندر اندر ہاؤس میں put کی جائے۔ جی لغاری صاحب پوائنٹ آف آرڈر۔

سردار رفیق حیدر لغاری، جناب والا! میں کھوسہ صاحب سے بالکل اتفاق کرتا ہوں کہ جو کچھ اس ہاؤس میں کہا جاتا ہے کم از کم پریس کے correspondents اس کو بڑی احتیاط سے لکھا کریں۔ ہاؤس میں کوئی فاضل ممبر جو کچھ کہتے ہیں من وعن ویسے ہی لکھا ہونا چاہیے۔ اگر کوئی ممبر اظہار خیال کرتے ہوئے اپنے ضمیر کی بات کہہ دیتا ہے تو وہ ہاؤس کی ایک امانت ہے' اس میں کسی کو ناراض بھی نہیں ہونا چاہیے۔ میں تائید کرتا ہوں کہ جو کچھ چیمہ صاحب نے کہا۔ اگر ان کو کہیں سے اس ناراضگی کا علم ہوا ہے تو وہ اپنے ضمیر کے مطابق ڈٹے رہیں۔

جناب سپیکر، ناراضگی کا علم نہیں ہوا بلکہ وہ اخبار میں جو کچھ چھپا ہے۔ آپ دوسری طرف turn نہ کریں۔ وہ سب کچھ اخبار میں چھپا ہے اور انھوں نے اخبار کے حوالے سے بات کی ہے۔ یہ بات اخبار کے حوالے سے ہے۔ (قطع کلامیاں)

سردار رفیق حیدر لغاری، جناب والا! میں آپ کے توسط سے وزیر قانون سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ

ہمارے بڑے اچھے بھائی اور دوست وزیر قانون ہیں۔ میں نے یہاں پر یہ دیکھا ہے کہ جب بھی کوئی تحریک استحقاق آتی ہے چاہے وہ بیوروکریسی کے خلاف ہو، خاص طور پر، تو وہ اس کو defend کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں گزارش کروں گا کہ وہ وزیر قانون بنیں، سرکاری وکیل نہ بنیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے جی۔ وٹو صاحب! آپ پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

سردار سعید انور: جناب والا!

جناب سپیکر: جی سردار صاحب۔

سردار سعید انور: جناب والا! میں نے کل ایک تحریک استحقاق جمع کروائی تھی۔ اس سلسلے میں آپ نے فیصلہ pending فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں میرے دوستوں میں کافی ابہام پایا جاتا ہے۔ اور میں تو اپنی پوزیشن واضح کر کر کے کافی تھک گیا ہوں۔ میں آپ کے سامنے یہ عرض کرتا ہوں کہ میں نے نہ اپنی وہ تحریک استحقاق واپس لی ہے اور نہ ہی میں نے کوئی صلح کی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) جو فیصلہ آپ نے فرمانا ہے وہ سر آنکھوں پر یا جو قائد محترم کا حکم ہو گا۔

جناب سپیکر: میں نے یہ تو نہیں کہا کہ آپ نے واپس لی ہے۔

سردار سعید انور: میرے ساتھی یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے واپس لی ہے۔ ایس پی موصوف نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے میں اس پر قائم ہوں۔ اور میں اس کو واپس نہیں لوں گا۔ اور نہ ہی میں نے واپس لی ہے۔ یہ میں آپ کے سامنے کہہ رہا ہوں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے جی شکریہ۔ اس کے بعد تحریک استحقاق نمبر 18 ہے۔ دیوان عظمت سید محمد چشتی صاحب۔ جی دیوان صاحب۔

ایم ایس ڈسٹرکٹ ھیڈ کوارٹر پاک پتن کی ایم پی اے کے بارے میں غلط بیانی

دیوان عظمت سید محمد چشتی: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں۔ جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 29-05-1998 بروز جمعۃ المبارک پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کی خوشی میں

منعقدہ ریلی میں مجھے شہریوں کی ایک کثیر تعداد نے بتایا کہ پاک پتن ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال کے ڈیوٹی ڈاکٹر عبدالغفار نے ایک میڈیکل رزلٹ غلط جاری کر دیا ہے۔ جس کی بناء پر شہر کی فضا خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ شہریوں کی اس شکایت پر میں تحصیل خدمت کمیٹی پاک پتن کے ممبر ایم ڈی بٹ، نمائندہ "جنگ" کے رپورٹر مراد خان عاصم، ڈسٹرکٹ انفرمیشن افسر اور دیگر لوگوں کے ہمراہ ہسپتال پہنچا۔ ایم ایس کی موجودگی میں متعلقہ ڈاکٹر سے پوچھا کہ اس نے غلط رزلٹ کیوں جاری کیا ہے؟ جس پر ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ ایسا غلطی کی بناء پر ہوگیا ہے۔ لیکن میں نے پہلا رزلٹ منسوخ کرکے دوسرا رزلٹ آپ کے آنے سے پہلے ہی جاری کر دیا ہے۔ اور غلط رزلٹ کسی غلط فہمی کی وجہ سے ہوا ہے۔ یہ تمام ریمارکس وہاں پر موجود لوگوں نے سنے۔ بعد ازاں اگلے روز میرے علم میں آیا کہ ایم ایس ڈاکٹر غلام شبیر نے میرے خلاف ضلعی خدمت کمیٹی میں یہ بیان دیا ہے کہ دوسرا رزلٹ میں نے دباؤ ڈال کر کروایا ہے۔ یہ غلط بیان دے کر اس نے اپنے جرم اور نا اہلی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ میرا استحقاق بھی مجروح کیا ہے۔ لہٰذا میری تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر، کوئی مختصر بیان۔

دیوان عظمت سید محمد چشتی، 29-5-1998 کو جمعے کی نماز کے بعد جس وقت میں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال پہنچا تو خدمت کمیٹی کا ممبر نمائندہ "جنگ"، ڈسٹرکٹ انفرمیشن افسر اور کافی لوگ میرے ساتھ تھے۔ ایم ایس صاحب کو شکایت کرنے پر انھوں نے متعلقہ ڈاکٹر کو بلوایا۔ اور اس سے پوچھا گیا تو اس نے سب کے سامنے اقرار کیا کہ میں نے غلط رزلٹ کاٹا تھا۔ اور میں نے وہ پہلا رزلٹ پھاڑ کر نیا رزلٹ جاری کر دیا ہے۔ اور اس نے اس پر معذرت بھی کی۔ ایم ایس صاحب نے خود ہی وہ رزلٹ declare کیا جو under observation رکھا گیا تھا۔ اس میں متعلقہ آدمی کا بازو بھی ٹوٹا ہوا ثابت ہوا۔ ایم ایس صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی کافی کھینچا تانی بھی کی۔ اس کے بعد دوسرے دن ایم ایس صاحب نے اسی ڈاکٹر کے ساتھ ملی بھگت کرکے خدمت کمیٹی میں یہ بیان دیا کہ ایم پی اے نے زبردستی دھونس کے ساتھ مجھ سے رزلٹ کٹوایا ہے اور ایم پی اے نے پہلا رزلٹ خود پھاڑا ہے۔

جناب والا! میں یہ حلفاً کہتا ہوں کہ نہ تو میں نے وہ رزلٹ دیکھا' جو انھوں نے پہلے کاٹا تھا اور نہ ہی میں نے پھاڑا۔ میں یہ حلفاً کہتا ہوں کہ وہ میرے پہنچنے سے پہلے خود ہی رزلٹ پھاڑ کر نیا رزلٹ جاری کر چکے تھے۔ آپ سے میری درخواست ہے کہ میری یہ تحریک استحقاق' استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ دیوان صاحب! شکریہ۔ اس کو پینڈنگ کر دیں' کیوں کہ یہ آج ان کو ملی ہے۔ وزیرصحت صاحب اس کا جواب دیں گے' ان کے پاس بھی یہ پہنچ جائے گی' تو کل تک کے لیے اس کو پینڈنگ کرتے ہیں۔

کل مورخہ 26 جون 1998ء کو ضمنی بجٹ کے اوپر بحث ہوگی اور جو اراکین اسمبلی اس کے اوپر بولنا چاہیں' وہ اپنے نام کی چٹیں سیکرٹری اسمبلی کو دے دیں تاکہ کل وہ اس کے اوپر بحث کر سکیں۔اب اجلاس کل مورخہ 26 جون 9 بجے صبح تک ملتوی ہوتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

جمعۃ المبارک' 26- جون 1998ء

(آدینہ' یکم ربیع الاوّل 1419ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس' اسمبلی چیمبر' لاہور میں صبح دس بجے زیر صدارت

جناب سپیکر (چودھری پرویز الٰہی) منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری غلام رسول نے حاصل کی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ٥

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ٥

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ
الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ
الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ
الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۴﴾

سورۃ الحشر آیت نمبر 22 تا 24

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہر ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے۔ وہ بڑا مہربان اور رحمت والا٥ وہ ہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بادشاہ۔ نہایت پاک' سلامتی دینے والا امان بخشنے والا۔ حفاظت فرمانے والا' عزت والا۔ عظمت والا۔ تکبر والا وہ پاک ہے ان کے شرک سے۔ وہ ہی ہے اللہ بنانے والا۔ ہر ایک کو صورت دینے والا۔ اسی کے ہیں سب اچھے نام اسی کی تسبیح کرتا ہے جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

وما علینا الا البلاغ٥

جناب سپیکر، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کل کی کچھ تحاریک استحقاق pending ہیں۔ سب سے پہلے تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔ ایس اے حمید صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔ راجہ صاحب یہ pending رہے گی یا اس کا کیا کرنا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (جناب محمد بشارت راجہ)، جناب والا! میں نے اس سلسلے میں گزارش کی تھی کہ ہم نے ایک کمیٹی بنا دی ہے جس میں ایس اے حمید صاحب بھی شامل ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اجلاس کے فوری بعد ہم میٹنگ بلوا لیں گے۔ میرا خیال ہے کہ اس یقین دہانی کے بعد محرک اس پر insist نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ پھر یہ disposed of تصور کی جاتی ہے۔ جناب احمد خان بلوچ صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔ انھوں نے پڑھ دی تھی اور short statement بھی ہوگئی تھی۔ اس کا کوئی جواب تو نہیں آیا؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور، نہیں جناب والا! اس کا جواب ابھی تک موصول نہیں ہوا۔ کل تک اس کا جواب آجائے گا۔

جناب سپیکر، یہ پھر کل تک کے لیے pending کرتے ہیں۔ اگلی تحریک استحقاق دیوان عظمت سید محمد چشتی صاحب کی ہے۔ دیوان صاحب خود بھی تشریف نہیں لائے۔ یہ بھی پھر کل تک کے لیے pending کرتے ہیں۔

ضمنی میزانیہ بابت سال 98 - 1997ء پر بحث

جناب سپیکر، آج ضمنی بجٹ پر بحث ہے اور میرے پاس کچھ نام آئے ہیں۔ اور جو اراکین اس پر بولنا چاہیں وہ اپنے ناموں کی چٹیں ابھی مجھے بھجوا دیں۔ ضمنی بجٹ پر بحث کا آغاز اپوزیشن لیڈر کریں گے۔

جناب سعید احمد خان منیس (قائد حزب اختلاف)، شکریہ جناب سپیکر۔ جناب والا! میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے ضمنی بجٹ 98-1997ء پر بحث کے آغاز کا موقع فراہم کیا ہے۔ جناب والا! میں آپ کے اور اس معزز ایوان کے سامنے اپنی چند گزارشات مختصراً عرض کروں گا۔ اور صرف اس میں جو باتیں ہیں وہ سامنے لاؤں گا' کیوں کہ مجھے اس بات کا احساس ہے کہ آج جمعہ ہے اور آپ نے اجلاس جلدی ختم کرنا ہے۔ شاید ہمارے کافی سارے دوست اس پر بولنا چاہیں۔

جناب والا! یہ بجٹ دستاویز محض اعداد و شمار کا مجموعہ نہیں ہوتی ' یہ محض گوشواروں اور شماریات کی تالیف بھی نہیں ہوتی۔ جناب والا! یہ دستاویز دراصل قوم کی آرزؤں اور تمناؤں کا آئینہ ہوتی ہے۔ جو قوم کے نصب العین کی عکاسی کرتی ہے۔اور حکومت کی ترجیحات کا رخ بتاتی ہے اور قوم کی رفتار اورسمت کا پتا دیتی ہے۔ لیکن حالیہ بجٹ ان تمام باتوں سے دور ہے۔ میں جس طرح پہلے عرض کر چکا ہوں اور میں نے کچھ باتوں سے حکومت اور اس معزز ایوان کو یہ بتانے کی کوشش کی کہ اس میں شعبدہ بازی اور jugglery of figures ہے۔ میں آج بھی اس بات پر قائم ہوں اور میں اس کی ایک مثال دینا چاہوں گا۔ جناب سپیکر ! بجٹ 99-1998ء کی بجٹ تقریر میں وزیر خزانہ صاحب نے بجٹ کا حجم 104 ارب روپے بتایا۔ میں اس معزز ایوان کے علم اور اطلاع کے لیے عرض کروں گا تاکہ یہ ان فگرز کو اچھے طریقے سے سمجھ سکیں اور اس صوبے کے عوام بھی ان فگرز کو سمجھ سکیں' کیوں کہ اس کے اعداد و شمار میں کافی فرق آ رہا ہے۔ جہاں وزیر خزانہ صاحب نے 104 ارب بتایا' وہاں 99-1998ء کی موٹی کتاب کا صفحہ 5 دیکھیں' اس میں تخمینہ 124 ارب ہے۔ کل یہاں وزیر اعلیٰ کی جانب سے authorization کا سرٹیفکیٹ جاری کیا گیا' جو کہ ان کے اپنے دستخطوں سے جاری ہوا ہے' اس میں 109 ارب ہے۔ جناب سپیکر! میں پہلے بھی ایسے ہی تضادات کا ذکر اس معزز ایوان کے سامنے کر چکا ہوں' لیکن اس پر حکومت کی جانب سے کوئی خاطر خواہ جواب سامنے نہیں آیا۔

****

****

****

جناب سپیکر ! آپ نے یہاں ابھی ایک تحریک استحقاق dispose of فرمائی۔ جو کہ میرے محترم بھائی ایس اے حمید صاحب کی تھی۔ میں اس حوالے سے بھی ذکر کرنا چاہوں گا کہ ٹیلی وژن ایک سفید ہاتھی ہے۔ جو ہمیشہ صرف اہل اقتدار کا ہی نقطۂ نظر پیش کرتا ہے۔ ٹیلی وژن کے ٹیکسز تمام لوگ دیتے ہیں۔ اس میں اپوزیشن بھی شامل ہوتی ہے اور اہل اقتدار بھی شامل ہوتے ہیں' لیکن جس وقت آپ ٹی وی پر دیکھتے ہیں' تو صرف اہل اقتدار کا نقطۂ نظر سامنے لایا جاتا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ عوام اب اس بات کے عادی ہو چکے ہیں کہ ریڈیو یا ٹیلی وژن پر جو کچھ آتا ہے' وہ اس پر

(*** بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

اعتماد نہیں کرتے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ایک نیٹ ورک ہونے کے ناتے اور حکومتی نیٹ ورک ہونے کے ناتے، حکومت کا جو نقطۂ نظر سامنے آئے، اسی حساب سے اپوزیشن کا نقطۂ نظر بھی سامنے آنا چاہیے۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ضمنی اخراجات صرف اور صرف ایمرجنسی اخراجات ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارے محکمہ جات نے اس کو ایک معمول بنا لیا ہے۔ یہاں ضمنی بجٹ میں جو باتیں پیش کی جا رہی ہیں ان تمام کو مین بجٹ میں آنا چاہیے تھا۔ جس طرح میں نے عرض کیا کہ ضمنی بجٹ کے اخراجات صرف اور صرف ایمرجنسی کی صورت میں مانگے جاتے ہیں۔ بنیادی طور پر ضمنی اخراجات کو اصولی طور پر صحت مندانہ رجحان کبھی نہیں کہا جا سکتا۔

جناب سپیکر! میں یہاں مختلف مدات کا ذکر کروں گا۔ جس میں پولیس کا ذکر بھی ہے۔ باقی محکمہ جات کا ذکر بھی ہے۔ میں آپ کے سامنے پولیس کے اخراجات کا بھی تھوڑا سا عرض کروں گا کہ پولیس کی کارکردگی آپ کے اور اس معزز ایوان کے سامنے ہے۔ کچھ ایسے اخراجات دیکھنے میں آئے ہیں جو کہ کسی بھی صورت میں ضمنی اخراجات کی مد میں نہیں لانے چاہییں تھے۔ پولیس اس صوبے میں اپنی افادیت کھو چکی ہے۔ یہاں لوگوں کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ میں آپ کو ابھی بتاتا ہوں کہ پولیس کی مد میں گاڑیاں خریدنے کے لیے بہت بڑی رقوم رکھی گئی ہیں۔ اسی طریقے سے ایلیٹ فورس کے لیے بہت بڑے اخراجات رکھے گئے ہیں۔ گو کہ میں نے اپنی تقاریر میں یہ بھی کہا تھا کہ اس کی کارکردگی ابھی سامنے آئی ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے ان کو تفصیلاً اس معزز ایوان کے سامنے لانا چاہتا ہوں۔ سپلیمنٹری سٹیٹمنٹ 98-1997ء کے صفحہ 7 پر جیل خانہ جات کے ڈی آئی جی کی دو اسامیوں کی منظوری دی گئی ہے۔ اسی طریقے سے صفحہ 23 اور صفحہ 69 پر زکوٰۃ اور عشر آرگنائزیشنز کے ہیڈکوارٹرز کے لیے 1 کروڑ 80 لاکھ 52 ہزار روپے رکھے گئے ہیں۔ جناب سپیکر! ایک طرف تو حکومت ڈاؤن سائزنگ اور گولڈن ہینڈ شیک کی بات کرتی ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ نئی اسامیوں کی منظوری پر پابندی ہے، لیکن جب آپ بجٹ کی کتابیں کھول کر دیکھتے ہیں، تو ڈی آئی جی جیل خانہ جات کی 2 اسامیاں اور پھر جیل خانہ جات میں موجود سٹاف کی کارستانیاں آپ کے سامنے ہیں۔ بہتر تو یہ ہوتا کہ آپ انھی اسامیوں سے ان حالات کو ٹھیک کرتے۔ نئی اسامیاں پیدا کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اور پھر جیسے میں نے عرض کیا کہ صفحہ 23 اور صفحہ 69 پر زکوٰۃ اور عشر آرگنائزیشنز کے لیے اتنی بڑی

رقم رکھی گئی ہے۔

جناب سپیکر! اسی طرح آپ کو صفحہ 10 اور 11 پر پولیس کے اخراجات نظر آئیں گے، جو میں سرسری طور پر آپ کے سامنے پیش کر دیتا ہوں۔ اس میں ہوتا یہ ہے کہ ایک head money رکھ دی جاتی ہے اور اس کا کوئی پتا نہیں ہوتا کہ یہ آگے ٹرانسفر بھی ہو گئی ہے یا نہیں ہوئی۔ ملک محمد اسحاق دہشت گرد کو گرفتار کرنے کے لیے head money رکھ دی گئی ہے، لیکن اس head money کا کوئی پتا نہیں ہے کہ کہاں ٹرانسفر ہوئی ہے۔ اسی طریقے سے فرقہ وارانہ دہشت گرد شبر شاہ کا ذکر ہے۔ جناب سپیکر! سپلیمنٹری گرانٹس میں 40 لاکھ روپے کے فنڈ محرم ڈیوٹیز کے لیے مختص کیے گئے ہیں۔ حالانکہ یہ ایسی ڈیوٹیز ہیں، جو کہ مین بجٹ میں reflect ہونی چاہییں اور اس کو کسی بھی صورت میں سپلیمنٹری گرانٹس میں نہیں آنا چاہیے۔ اسی طریقے سے اسی صفحے پر ڈسٹرکٹ پولیس کے لیے 20 سنگل کیبن پک اپس نظر آ رہی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پھر وہی گاڑیوں کی خریداری ہو رہی ہے۔ میں یہ یقین سے کہتا ہوں کہ یہ صرف اور صرف لاہور شہر کے لیے ہوں گی۔ اب لاہور سے باہر بھی ایسے remote areas میں تھانے پڑے ہیں جہاں گاڑیاں نہیں ہیں۔ اگر آپ نے توجہ دینی ہے اور گاڑیاں خریدنی ہیں تو ان remote areas میں بھی دیں جہاں جرم ہو رہا ہے۔ میں پھر یہ کہوں گا کہ یہ تمام چیزیں مین بجٹ میں ہونی چاہیے تھیں۔ یہ بات کسی طریقے سے بھی اچھی کارکردگی کے زمرے میں کبھی نہیں آئے گی کہ ایسی چیزیں مین بجٹ کے بجائے ضمنی بجٹ میں لائی جائیں۔

جناب والا! اسی طرح صفحہ 11 پر یہ ہے۔

> "Funds for the maintenance of law & order during local bodies election in Punjab 1998"

یہاں تین کروڑ 77 لاکھ 61 ہزار روپے رکھے گئے ہیں۔ یہ پیسہ خونی ڈرامے میں لاء اینڈ آرڈر کے لیے رکھا گیا۔ آپ نے دیکھا کہ اس الیکشن کے دوران 70 سے زائد افراد قتل ہوئے۔

جناب سپیکر! اسی صفحہ 11 پر آپ سپیشل برانچ کی مد میں ایک Provision for Special Secret Fund دیکھیں۔ جناب والا! اس میں پچاس لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے۔ میری اطلاع کے مطابق یہ Secret Fund انہی پولیس ملازمین میں تقسیم کر دیے جاتے ہیں۔ اگر آپ نے اب کوئی ایسا سپیشل فنڈ رکھنا بھی ہے تو یہ چیزیں سپلیمنٹری گرانٹس میں لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا تعلق

میرے خیال میں مین بجٹ کے ساتھ ہونا چاہیے۔ جب بجٹ بنایا جاتا ہے تو اس وقت یہ تمام چیزیں ذہن میں رکھ کر بجٹ میں reflect کرنی چاہئیں۔

جناب سپیکر! صفحہ نمبر 12، 13، 14 اور 15 پر ایلیٹ فورس کا ذکر کیا گیا ہے۔ میں اس پر یہ عرض کروں گا کہ گو اس کی کارکردگی سامنے آئی ہے۔ پندرھویں صدی کا ایک اطالوی مفکر میکاولی تھا، اس نے اپنی کتاب "The Prince" میں فوج کے متوازی ایک وفادار فوج کا مشورہ دیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید موجودہ حکومت نے وہ مشورہ اپنے لیے بھی مان لیا ہے۔چونکہ یہ فورس بجٹ کے اعلان کے بعد میں بنائی گئی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اب دیکھنے کی بات ہے۔ جیسا کہ میں نے اپنی بجٹ تقریر میں ذکر کیا تھا کہ لگتا یونہی ہے جیسے ٹاٹ میں قالین کا پیوند لگا ہے۔ آگے دیکھیں اس کی کارکردگی کیا ہوتی ہے۔

جناب سپیکر! صفحہ 13 پر Additional funds for visit of Prime Minister of Pakistan to the Elite Police Force Training School, Lahore تین لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے۔ جناب سپیکر! ایک طرف تو اخراجات کی کمی کا شور ہے اور پھر صرف ایک visit of the Prime Minister کے لیے یہ رقم رکھی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی طریقے سے بھی مناسب نہیں ہے۔

جناب سپیکر! اگر آپ صفحہ 26 اور 27 کو دیکھیں تو اس میں حکومت کی امن و امان میں ناکامی سامنے نظر آئے گی، گزشتہ سال دہشت گردی کی جو مثالیں ہیں وہ آپ کو ان صفحات پر نظر آئیں گی۔ جناب سپیکر! اس میں compensation to the families of deceased کے بارے میں سیالکوٹ، لاہور، قصور، گوجرانوالہ اور راولپنڈی کا ذکر کیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں اور بہت سی ایسی مثالیں ہیں، جن کو سپلیمنٹری گرانٹس میں یہ رقوم نہیں آنی چاہیے تھیں۔ جناب سپیکر! میں اپنے معزز بھائیوں سے یہ عرض کروں گا کہ جو کتابیں ہمیں فراہم کی جاتی ہیں۔ اگر ہم ان کا غور سے مطالعہ کریں تو ہمیں وہ تمام چیزیں نظر آئیں گی کہ کس محکمے میں کہاں خرابی ہے اور کس طریقے سے فنڈز کا غلط استعمال کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! یہ اس معزز ایوان کے ممبران کا حق بنتا ہے کہ وہ اس کو پڑھیں، جانچیں، پرکھیں اور اس کے بعد اپنا فیصلہ صادر فرمائیں۔

جناب سپیکر! میں اب ایک consltant کا ذکر کرنا چاہوں گا کہ صفحہ 32 پر Provision of funds for payment to M/s Ferguson Company for conducting inspection of

wheat stocks. ہے۔ جناب سپیکر! میں نے تعلیم پر اپنی تقریر کے دوران بھی ان consultants کا ذکر کیا تھا کہ یہ من پسند consultants ہیں جن کو consultancies دی جا رہی ہیں۔ محکمہ تعلیم میں بھی یہ دے دی گئی ہیں اور اب یہ سپلیمنٹری گرانٹس ہمارے سامنے آئی ہیں اور ایک بڑی رقم 20 لاکھ 40 ہزار روپیہ اس کمپنی کو دی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر! جب آڈٹ ڈیپارٹمنٹ بھی موجود ہے تو یہ کام اس سے کیوں نہیں کرایا جاتا؟ اس بات سے یہ نشان دہی ہوتی ہے کہ واقعی من پسند لوگوں کو consultant مقرر کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! صفحہ 33 پر محکمہ خوراک کی improvement پر پونے تین کروڑ کا خرچ دکھایا گیا ہے۔ جناب سپیکر! ایک طرف تو یہ کہا جا رہا ہے اور خبریں آ رہی ہیں کہ محکمے کو wind up کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف اس پر مزید فنڈز مختص کیے جا رہے ہیں اور Provision of funds for the improvement of Directorate of Food اس کا heading ہے۔ جناب سپیکر! میں پھر اسی طرف آؤں گا کہ نہ جانے یہ تعداد ہر محکمے میں کیوں آ رہا ہے؟ ایک طرف آپ wind up کرنا چاہ رہے ہیں اور دوسری طرف آپ کروڑوں روپے اسی Directorate پر خرچ کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی کسی طریقے سے مناسب نہیں ہے۔

جناب سپیکر! صفحہ 38 پر ایک رقم کوئین میری کالج کو دی گئی ہے۔ ایک طرف تو قومیائے گئے سکولوں کو واپس کرنے کی پالیسی کا اعلان ہوچکا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد پھر یہ رقوم انہی سکولوں یا کالجوں میں دینا کسی بھی طریقے سے مناسب نہیں ہے۔ جب وہ ادارے واپس کر دیتے ہیں تو پھر حکومت ان پر کیوں پیسہ خرچ کر رہی ہے؟

جناب سپیکر! صفحہ 39 پر ہے کہ صوبے نے فوج کو 2 کروڑ 62 لاکھ روپیہ سروے کے لیے دیا ہے۔ جس کے نتیجے میں کوئی بچت نہیں ہوئی۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ ghost schools کا ذکر وزیر اعلیٰ صاحب نے اپنی پریس کانفرنس میں کیا اور اس میں کہا کہ دو ارب روپے کی بدعنوانی ہو رہی تھی۔ لیکن non-development expenditure میں اسے کم نہیں دکھایا گیا اور نہ ہی ڈویلپمنٹ بجٹ کو بڑھایا گیا ہے بلکہ موجودہ مالی سال سے 5 فی صد کم کر دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اخراجات جو ضمنی بجٹ میں آئے ہیں۔ یہ میرے دوستوں کی اطلاع کے لیے ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ صفحہ 40 پر آپ دیکھیں کہ جو فنڈز پچھلے سال lapse ہو گئے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ offices کی inefficiency کی وجہ سے lapse ہونے تھے۔ چاہیے یہ تھا کہ یہ چیک

وقت پر کیش کروا لیے جاتے اور یہ ضرورت ہی پیش نہ آتی کہ اس کو سپلیمنٹری گرانٹس میں شامل کیا جائے۔ جناب سپیکر! صفحہ 42 پر ایک glaring سی بات میں اپنے معزز دوستوں کے سامنے لانا چاہتا ہوں۔ اس میں 60 کروڑ روپے کی خطیر رقم ایم پی ایز' ایم این ایز اور سینیٹرز کا Rural Works Programme پر خرچ کرنا دکھائی گئی ہے۔ جناب سپیکر! میں اسے پڑھتا ہوں۔

"Rural Works Programme: An amount of Rs.599,070,000/- is required for the execution of various schemes of MPAs, MNAs and Senators under the Special Programme for Local Development during the year 1997-98".

جناب سپیکر! یہاں میرا تو تعلق اپوزیشن سے ہے۔ ہمیں تو ویسے ہی کسی قسم کے فنڈز نہیں دیے جا رہے۔ لیکن یہاں میرے معزز دوستوں نے اپنی تقاریر میں ڈویلپمنٹ کے بارے میں بہت سی باتیں کیں اور انھوں نے حکومت سے ہی گلے شکوے کیے کہ ان کو proper funds allocate نہیں کیے گئے اور نہیں کیے جا رہے۔ پھر یہ 60 کروڑ روپے کہاں خرچ ہوئے ہیں؟ سپلیمنٹری گرانٹس میں ہمیشہ جو پیسہ خرچ کیا جاتا ہے اس کو واضح طور پر reflect کیا جاتا ہے۔ یہ اب 60 کروڑ روپے کی block allocation جو یہاں بتا دی گئی ہے اور ہمیں نہیں پتا کہ یہ پیسہ کہاں اور کن ایم این ایز یا ایم پی ایز یا سینیٹرز کے حلقہ نیابت میں خرچ ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پھر ٹریژری بنچز کے درمیان بھی کچھ کو اچھا سمجھا جاتا ہے اور کچھ کو بُرا سمجھا جاتا ہے۔ بہتر ہوتا اگر اس پیسے کی تفصیل ایوان کے سامنے پیش کی جاتی' کیونکہ یہاں ایوان نے ہی اس کو منظور کرنا ہے اور کم از کم ان کو یہ تو پتا ہو کہ یہ پیسہ کہاں خرچ ہوا ہے؟ کیا لاہور یا لاہور کے گرد و نواح پر تو یہ رقم خرچ نہیں ہو گئی؟

جناب سپیکر! اس کے بعد صفحہ نمبر 53-54 پر ایک اور بڑی glaring قسم کی میں آپ کو کچھ رقوم بتانا چاہتا ہوں۔ Development Loans to Municipal Committees and Autonomous Bodies یہ کُل رقم 598 ملین ہے اور اس میں لاہور کی سکیموں پر جو اخراجات ہونے ہیں وہ 548 ملین ہیں۔ گویا کہ یہ کل رقم کا 90 یا 91 فی صد بنتا ہے۔ تو یہ اخراجات میں عدم توازن کس لیے ہے؟ یہاں معزز اراکین اسمبلی نے کُھل کر اپنی تقاریر میں یہ criticise کیا ہے کہ چند مخصوص علاقہ جات ہیں جہاں پر رقوم خرچ کی جا رہی ہیں اور معزز اراکین نے اپنے گلے شکوے کیے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ گلے

شکوے بالکل جائز ہیں۔ پھر یہ جو کتابیں ہیں یہ ہمیں بتا رہی ہیں کہ واقعی ان علاقوں میں پیسہ خرچ نہیں کیا گیا۔ یہاں لاہور اور چند جو گنے چنے شہر ہیں انہی پر یہ پیسہ خرچ کیا گیا ہے۔ اب یہ دیکھیں کہ یہ سپلیمنٹری گرانٹس کے 91 فی صد اخراجات لاہور شہر میں کیے گئے ہیں۔ کیا جنوبی پنجاب یا اپر پنجاب یا باقی حلقہ نیابت جو ہیں کیا وہ اس صوبے کے پیسے کے حق دار نہیں ہیں؟ کیا وہاں ڈویلپمنٹ سکیمز نہیں ہونی چاہییں؟ کیا صرف اور صرف لاہور میں ہی اس کے اخراجات ہونے چاہییں؟ ضرور ہونے چاہییں' لیکن اس میں توازن پیدا کرنا چاہیے۔ میں نے یہ چند جو مثالیں پیش کی ہیں یہ آپ کی اطلاع کے لیے اور معزز ایوان کی اطلاع کے لیے ہیں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ یہ جو اخراجات ہیں میرے معزز دوستوں نے ان کو وقت نہیں دیا ہو گا یا ان کو نہیں پڑھا ہو گا۔

جناب سپیکر! اسی طریقے سے اگر آپ صفحہ نمبر 66 دیکھیں تو اس میں وزیر اعلیٰ کے ہیلی کاپٹر کے اخراجات' وزیر اعلیٰ کے پی جیٹ کے اخراجات ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان تمام کے سپلیمنٹری گرانٹس میں آنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ایک طرف تو main budget میں اتنا huge chunk وی آئی پی فلائٹس کے لیے رکھا گیا ہے اور پھر آپ اس پر بھی راضی نہیں ہیں اور اب مزید سپلیمنٹری گرانٹس کے ذریعے آپ کو پیسہ چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی بھی طریقے سے یہ درست نہیں ہے۔

جناب سپیکر! صفحہ نمبر 67 پر Creation of Various Posts in 90-Shahra-e-Quaid-e-Azam. ہے۔ اب اس پر میں نے عرض کیا تھا کہ فری میسن ہال کو پہلے تحریک پاکستان میوزیم declare کر دیا تھا۔ اس کو پھر واپس لا کر اس کا پریذیڈنٹ آف پاکستان نے باقاعدہ افتتاح کیا تھا اور پھر اس کو reverse کر کے اب اس کو پھر وزیر اعلیٰ کے دفاتر کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی بھی طریقے سے مناسب نہیں ہے کہ اس کو یہ سپلیمنٹری گرانٹس میں لاتے۔

جناب سپیکر! ایک اور رقم جس کی طرف میں آپ کی توجہ دلانا چاہوں گا کہ صفحہ نمبر 67 پر ایک Provision of Funds for Purchase of Mazda Coach 26-Seater for Shalimar Centre. ہے۔ میں آپ کی وساطت سے معزز وزیر خزانہ سے یہ گزارش کروں گا کہ اس شالیمار سنٹر کا ہمیں پتا نہیں چل سکا۔ اگر مناسب سمجھیں تو اس شالیمار سنٹر کا ہمیں ضرور بتائیں کہ کون سا ایسا شالیمار سنٹر ہے جس کے لیے اس کوسٹر کی ضرورت تھی۔ کیونکہ حکومت تو کہتی ہے کہ وہ نئی گاڑیاں نہیں خرید رہے۔ تو معزز وزیر خزانہ اپنی winding up speech میں ان باتوں کا ضرور ذکر کریں۔

جناب سپیکر! صفحہ نمبر 85-84 پر لاہور ہائی کورٹ کے لیے ایک کروڑ 66 لاکھ روپے کی گاڑیاں خریدی گئی ہیں اور اس میں دو تو پک اپس ہیں۔ اب مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ ان پک اپس کی وہاں کیا ضرورت ہے؟ اور اس میں کہا گیا ہے کہ Provision of Two Heavy Duty Jeeps for Lahore High Court. یہ ان گاڑیوں کے علاوہ ہیں جن کا کہ میں آپ کو ذکر کر رہا ہوں۔ مجھے اس کی کوئی سمجھ نہیں آئی کہ یہ کس چیز کے لیے استعمال کی جائیں گی یا یہ کیسے خرید کی گئی ہیں؛ کیونکہ ایک طرف تو جیسے میں نے عرض کیا کہ حکومت نے یہی کہا ہے کہ نئی گاڑیوں کی خریداری پر پابندی ہے۔ پابندی کا تو میں سمجھتا ہوں کہ ہر ڈیپارٹمنٹ کے لیے جہاں بھی حکومت پنجاب کا پیسہ خرچ ہوتا ہے وہاں اس کے لیے پابندی ہونی چاہیے۔ اس میں تضاد نہیں ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر! صفحہ نمبر 107 پر آپ دیکھیں گے کہ Cordless Micro-Phone خریدے گئے ہیں اور میں آپ کی وساطت سے معزز ایوان کی خدمت میں یہ عرض کر دیتا ہوں کہ،

> Provision of Funds for Purchase of two units of Cordless Micro-Phone System for open Katchery of Chief Minister of the Punjab.

اور پھر اسی صفحہ پر ہی آپ (12) میں دیکھتے ہیں کہ،

> Provision of Funds for Purchase of 4 Cordless Micro Phone System for open Katchery of the Prime Minister of Pakistan

یہ تو چھ مائیکرو فون سسٹم صرف ایک کھلی کچہری کے لیے خریدکرنا' میں سمجھتا ہوں کہ یہ قطعاً justify نہیں کرتے۔ اگر آپ نے خریدنے ہیں اور بہت زیادہ ضروری ہیں تو آپ دو بھی خرید کرلیں تو وہ کافی ہیں۔ یہ چھ سسٹم ایک وقت میں تو کبھی استعمال نہیں ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی کوئی justification نہیں بنتی۔

جناب سپیکر! اسی طریقے سے ہیلتھ کی مد میں صفحہ نمبر 95 پر اسامیاں پیدا کی گئی ہیں' جو کہ پھر میں یہ کہوں گا کہ اسامیاں پیدا کرنے کے لیے تو ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ creation of new posts پر ban لگا ہے۔ لیکن یہاں ایک نواز شریف یکی گیٹ ہسپتال ہے جس کے لیے اسامیاں پیدا کی گئی ہیں۔ میں اس بات کو مزید expand کرتے ہوئے آپ کی وساطت سے معزز ایوان کی خدمت میں پیش کرنا چاہوں گا کہ کئی ایسے اضلاع ہیں جہاں ڈی ایچ اوز کی posts create نہیں

کی گئیں۔ جو نئے اضلاع بنے تھے مثلاً میں پاک پتن کی مثال دیتا ہوں کہ پاک پتن کو ڈی ایچ او ساہی وال lookafter کر رہے ہیں۔ اسی طریقے سے لودھراں جو ایک نیا ضلع بنا تھا جو کہ اب یہ اضلاع پرانے ہو چکے ہیں اور کئی کئی سال گزر چکے ہیں لیکن وہاں پانچ چھ اضلاع میں اور ہمارے ضلع میں آج تک ڈی ایچ اوز کی post create نہیں کی گئیں۔ یہاں آپ دیکھیں کہ ایک مخصوص جگہ کے لیے creation of posts پر جو پابندی ہے اس کو ختم کر دیا جاتا ہے اور وہاں posts create کر دی جاتی ہیں۔ یہ ڈی ایچ او کی اسامی میں سمجھتا ہوں کہ ہر ضلع کے لیے بہت ہی اہم ہے۔

جناب سپیکر، وہاں پر ایک سپروائزری افسر بھی موجود نہیں ہوگا تو بیسک ہیلتھ یونٹس میں یا رورل ہیلتھ سنٹرز میں جو خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں جن کا یہاں پر میں نے ذکر کیا اور اس معزز ایوان کے کچھ اور ساتھیوں نے بھی ذکر کیا تو ان سب difficulties کو cope with نہیں کیا جا سکتا۔ ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ پابندی ہے' آپ نے نئی پوسٹ create نہیں کرنی اور at the same time مخصوص جگہوں پر پھر اس پابندی کو relax کر کے وہاں پر posts create کر دی جاتی ہیں۔

جناب والا! میں نے کوشش کی ہے کہ میں briefly آپ کی وساطت سے معزز ایوان کی خدمت میں یہ عرض کروں کہ اس ضمنی بجٹ میں بھی کافی lapses ہیں اور بہت سے تضادات ہیں اور میں ایک بار پھر آپ کی وساطت سے حکومت اور اس معزز ایوان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ جب بجٹ بنایا جاتا ہے تو سب چیزیں اس میں reflect ہو جانی چاہئیں اور دوراندیشی کے ساتھ اور پور ہوم ورک کر کے اس بجٹ کو بنانا چاہیے۔ یہ روایت اچھی نہیں ہے کہ اس کے بعد آپ ضمنی گرانٹس میں رقوم خرچ کریں اور اس کے بعد اس معزز ایوان کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اس کو پاس کروائیں۔ میں اپنے معزز ساتھیوں کو معصوم ساتھی کہوں گا کہ انھوں نے نہ اسے پڑھنا ہے' نہ سننا ہے نہ اسے دیکھنا ہے اور جیسے حکومت نے کہنا ہے انھوں نے اسی طریقے سے اس پر ***** دینا ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ اس ضمنی بجٹ statement کو condemn کرنا چاہیے اور اس کو رد کرنا چاہیے۔ شکریہ۔

خواجہ ریاض محمود: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی خواجہ صاحب۔

(*** بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

خواجہ ریاض محمود: جناب سپیکر! ہمارے انتہائی محترم قابل احترام اپوزیشن لیڈر نے تیسری مرتبہ یہ فرمایا ہے کہ ہاؤس کے اکثر ممبران بلکہ سب کو یہ کہا ہے کہ یہ ****************** میں سمجھتا ہوں کہ اس سے نہ صرف اس ہاؤس کا بلکہ ہاؤس کے تمام ممبروں کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ بڑے بڑے اچھے پڑھے لکھے اس ایوان میں موجود ہیں اور ان لوگوں نے حکومت کے خلاف تنقید بھی کی ہے، اچھی باتیں کی ہیں ان کے متعلق یہ کہنا کہ یہ ****************** میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات درست نہیں ہے اور میں آپ کی وساطت سے اپوزیشن لیڈر صاحب سے جو ہمارے انتہائی قابل احترام بھائی ہیں، درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایسی باتیں نہ کریں اور آپ سے درخواست کروں گا کہ یہ جو ************* والی بات ہوئی ہے اس سے ہماری توہین کا پہلو نکلتا ہے، لہذا اس کو کارروائی سے حذف کیا جائے۔

جناب سپیکر: خواجہ صاحب، آپ نے ضمنی بجٹ پر تقریر کے لیے اپنا نام دیا ہوا ہے؟

خواجہ ریاض محمود: جناب والا! میں آپ کی اجازت چاہتا ہوں اور میں ابھی اپنا نام دے رہا ہوں۔

جناب سپیکر: جن باتوں کا انھوں نے ذکر کیا ہے اس کا بہتر اور سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ جب آپ تقریر کریں اس میں آپ ان چیزوں کو سامنے لے کر آئیں اور اس میں وہ چیزیں بھی لے کر آئیں جو اس دور میں ہوا کرتی تھیں؛ جب آپ اپوزیشن میں تھے۔ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے۔

خواجہ ریاض محمود: میں نے ان کے پوائنٹ note کیے ہیں۔

جناب سپیکر: تو کیا تقریر کے لیے آپ کا نام لکھ لیں؟

خواجہ ریاض محمود: جی ہاں، لکھ لیں۔ لیکن خصوصی طور پر میرے دل کو یہ تھوڑا سا دھکا لگا جو برداشت نہیں کر سکا۔ اس لیے میں نے اٹھ کر جناب سے کہہ دیا۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ اپنی باری پر ضرور بولیں اور وہ چیزیں بھی highlight کریں جو اس دور میں ہوا کرتی تھیں۔ وہ سامنے آنی چاہییں۔

خواجہ ریاض محمود: جی، بالکل۔

جناب سپیکر: قائد حزب اختلاف نے اپنی تقریر ختم کر لی ہے یا ابھی جاری ہے۔

(*** بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

جناب سعید احمد خان منیس، جی' میں نے ختم کر لی ہے؟

جناب سپیکر، شکریہ جی۔ تو پھر اس کے بعد موقع خواجہ صاحب کو ہی دے دیتے ہیں۔ وہی اس طرف سے آغاز کریں۔ جی جناب خواجہ صاحب۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! آپ کا بہت بہت شکریہ۔ ویسے تو میں نے کوئی خاص تیاری نہیں کی' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا حکم بھی ماننا ضروری ہے۔

جناب سپیکر، خواجہ صاحب' ماشاء اللہ آپ کو تو تیاری کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ آپ تو ماشاء اللہ ہر وقت تیار ہیں۔

خواجہ ریاض محمود، جی ہاں۔ جناب والا! میں اپنے بھائی محترم لیڈر آف دی اپوزیشن کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ ان دنوں میں جب کہ یہ بجٹ پاس ہو رہا ہے ان کے پچھلے چار سالہ دور میں یہ تاریخ رہی ہے کہ ان دنوں میں محکمہ آبپاشی' محکمہ تعلیم' محکمہ تعمیرات' محکمہ صحت بلکہ ہر محکمے میں -----

(اس مرحلہ پر جناب محمود اختر ایڈووکیٹ کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین، جی خواجہ صاحب' آپ اپنی تقریر کو جاری رکھیں۔

خواجہ ریاض محمود، جناب چیئرمین! میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ ماشاء اللہ اس سیشن میں چھٹی مرتبہ اس کرسی پر تشریف فرما ہوئے ہیں۔

جناب چیئرمین، میں آپ کا شکرگزار ہوں۔

خواجہ ریاض محمود، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی قسمت ماشاء اللہ کافی چمک رہی ہے۔

جناب چیئرمین! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ان دنوں میں جبکہ یہ بجٹ پاس ہو رہا ہے مالی سال کے چند دن باقی رہ گئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ مالی سال آخری سانس لے رہا ہے۔ ان دنوں میں پچھلے چار سالہ دور میں محکمہ آبپاشی' جسے نہروں کا محکمہ کہتے ہیں' تعلیم' تعمیرات کا محکمہ' صحت کا محکمہ بلکہ پنجاب کا ہر محکمہ لے لیں ان محکموں میں جو بجٹ بچ جایا کرتے تھے' جو لوگوں کی فلاح و بہبود پر خرچ نہیں ہوتے تھے افسران جعلی billing کر کے ان کی payments کیا کرتے تھے اور اس طرح حکومت کے کروڑوں' اربوں روپے غلط طریقے سے وصول کر کے حکومت کو نقصان پہنچایا کرتے تھے لیکن جناب سپیکر! میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ خدا کے فضل و کرم سے حکومت پنجاب

کے اب کسی بھی محکمے میں ایک روپے کی بھی جعلی billing نہیں ہو رہی۔ اور یہ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف صاحب کی ان صلاحیتوں' جدو جہد اور ایمانداری سے کام کرنے کا ثمر ہے اور اب پنجاب کا کوئی بھی افسر جعلی billing کرنے سے نہ صرف دن کو ڈرتا ہے' بلکہ رات کو بھی اس کی چارپائی کانپتی ہے۔ جب یہ صورت حال ہو جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ترقی کی جو منزل ہے وہ خود آوازیں دیا کرتی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ راستوں میں روشنی ہوا کرتی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو ضمنی بجٹ ہے اپوزیشن راہنما نے اس کے صفحوں کا سہارا لے کر تنقید برائے تنقید کی ہے اور بلا جواز کی ہے اور اس تنقید میں کوئی دلائل ہی نہیں ہیں اور اس میں کوئی زور ہی نہیں ہے۔ بس یہ کہہ دیا کہ میاں نواز شریف اور میاں شہباز کو کسی نے مشورہ دیا کہ اپنی وفاداری کے لیے ایلیٹ فورس بنا دو تو پھر آج انھوں نے یہ بنا دی اور اتنا روپیہ خرچ کر دیا۔ کاش' ہمارے راہنما نے وہاں پر جا کر دیکھا ہوتا۔ یہ لاء اینڈ آرڈر کی ایسی situation چھوڑ کر گئے تھے کہ نکئی صاحب ڈاکو کو چھوڑانے کے لیے گلبرگ تھانے چلے گئے۔ غلام حسین تھانےدار نے کہا کہ جناب وزیر اعلیٰ نکئی صاحب! اس نے تو ڈاکہ ڈالا ہے اس کی گرفتاری روزنامچے میں درج ہے اس نے تو کسی کو لوٹا ہے مگر انھوں نے کہا کہ نہیں یہ ہمارا آدمی ہے اسے چھوڑ دو۔ تو اس تھانےدار نے اسی وقت منشی کو کہا کہ تالہ کھولو اور ڈاکو وزیر اعلیٰ صاحب کے حوالے کر دو اور اس تھانےدار نے کہا کہ جناب' ایک ڈاکو سے اگر آپ کا دل نہیں بھرتا تو یہاں پر دو اور ڈاکو ہیں ان کو بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ جناب سپیکر! جب وزیر اعلیٰ ڈاکوؤں کو اور شرابیوں کو چھڑانے کے لیے تھانوں میں خود چلا جائے اور حوالات کا دروازہ خود کھلوا کر چوروں اور ڈاکوؤں کو رہا کروائے تو آپ بتائیں کہ اس صوبے کے لاء اینڈ آرڈر کی situation کسی شریف آدمی کے لیے کیسے بہتر رہ سکتی ہے' باعث سکون رہ سکتی ہے۔ جناب' آج کی بات ہے کہ ڈیفنس سے ایک عورت نے صبح پانچ بجے مجھے فون کیا کہ ہمارے گھر میں ڈاکہ پڑا ہے اور ڈاکو رات کو ہمیں لوٹ کر لے گئے ہیں۔ میں اسی وقت ان کے گھر گیا اور میں نے اسی وقت وائرلیس پر تمام افسروں کو وہاں طلب کیا اور میں خدا کے فضل و کرم سے یہ آپ کو خوش خبری سناتا ہوں اور کل میں اس کا مفصل بیان دوں گا۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر پندرہ لاکھ روپے کے ڈاکے کو ٹریس کر لیا گیا۔ یہ کیا باتیں کرتے ہیں؟ جناب والا! آج ڈاکوؤں اور قاتلوں کے پاس جدید اسلحہ ہے جبکہ ہمارے سپاہیوں' حوالداروں اور تھانےداروں کے پاس حضرت نوح کے وقت کا پرانا اسلحہ پڑا ہے اور بندوقوں کو زنگ لگا ہوا ہے اور ان سے گولیاں نہیں نکلتیں'

ڈاکو ان کو موقع پر ہلاک کر دیتے ہیں ان کا مقابلہ کرنے کے لیے پورے صوبے میں ایلیٹ فورس کے نوجوانوں کو تیار کیا جا رہا ہے۔اس کو ایلیٹ فورس کہتے ہیں ۔ یہ فورس کسی کی وفادار نہیں ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا یہ کہنا بلا جواز اور بلا مقصد ہے ۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! اس وقت ماحولیات کو خراب کرنے میں جو جو عناصر شامل ہیں اس میں ایک شور و غوغا بھی ہے جو کہ ماحول کو خراب کرتا ہے ۔ خواجہ صاحب میرے محترم ہیں اور میرے بڑے بھائی ہیں ۔ میں ان کا بڑا احترام کرتا ہوں۔ میری ایک تجویز ہے کہ اگر آپ ان کے مائیک کو بند کروا کے تقریر کروائیں تو یہ سارے ہاؤس کی صحت کے لیے اچھا ہوگا اور اوپر گیلری میں سننے والوں کے لیے بھی بہتر ہو گا۔

جناب چیئرمین، جی خواجہ صاحب!

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! دوسری بات جو انھوں نے فرمائی ہے کہ لاہور شہر پر کروڑوں اربوں روپے خرچ کیے جا رہے ہیں ۔ یہ بھی انھوں نے غلط کہا ہے اور حقائق کے منافی یہ بات کی ہے ۔ یہاں پر ہمارے فاضل اراکین لاہور سے تشریف رکھتے ہیں ۔ جوکہ ماشاء اللہ اٹھارہ کے قریب رکن اسمبلی ہیں ۔ ان کو ایک دھیلہ پیسہ اپنے علاقوں پر خرچ کرنے کے لیے نہیں دیا گیا اور جتنی سڑکیں لاہور میں بنائی جا رہی ہیں وہ کارپوریشن ، واسا اور ایل ڈی اے کی ان زمینوں کا پیسہ ہے جن پر قبضہ گروپوں نے قبضہ کیا ہوا تھا۔ وہ کروڑوں روپے کی زمینیں بنتی ہیں ۔

جناب والا! آپ کی اطلاع کے لیے اپنے فاضل قابل احترام اپوزیشن لیڈر کے لیے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ ان زمینوں سے 70 کروڑ روپے کا کیش آ چکا ہے ۔ جن کی میرے پاس سٹیٹمنٹ موجود ہے۔ میں بھی اس کمیٹی کا رکن ہوں۔اور 20 کروڑ روپے کی بقایا جات کی قسطیں کی ہوئی ہیں ۔ جو زمین ان کے قبضے میں تھیں وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف کی ہدایت پر اور ان کے حکم پر ان لوگوں سے چھڑوائی گئی ہیں اور عوام کے لیے ، سڑکوں اور سیوریج پر خرچ کی گئی ہیں۔ بجٹ سے ایک پیسہ نہیں لیا گیا۔ یہ اس لیے بات کر رہے ہیں کہ نارووال سے جو ہمارے دوست تعلق رکھتے ہیں ، قصور سے جو ہمارے دوست تعلق رکھتے ہیں ، اٹک سے جو ہمارے دوست تعلق رکھتے ہیں ان کو حکومت کے خلاف ابھارا جائے کہ پیسہ لاہور پر خرچ ہو رہا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے جو یہ پالیسی مرتب کی ہے ان کا فرمان ہے کہ یہ پالیسی پورے پنجاب کے شہروں میں اختیار کی

جائے گی اور جہاں جہاں قبضہ گروپوں نے ' بدمعاشوں نے سرکاری زمینوں پر اور سرکاری عمارتوں پر قبضہ کیا ہوا ہے ان سے وہ جائیدادیں واگزار کرا کے وہاں کے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کی جائے گی ۔ ان کی بات کیا کرتے ہیں؟ ان کے ایم پی ایز نے کروڑوں روپے کے کمیونٹی سنٹرز بنا دیے ۔ سرکاری ذاتی کوٹھیوں کا نمونہ اور اندر اے سی لگائے ہوتے ہیں اور چھوٹا سا دروازہ کوٹھی کے اندر رکھا ہوا ہے؟ جہاں سے وہ آتے جاتے ہیں۔ یہ حال تھا ۔ اب کروڑوں روپے ان سے وصول کیے جا رہے ہیں۔ جو ایم پی اے نہیں دیں گے ان کی جائیدادیں ضبط کریں گے جو انھوں نے کمیونٹی سنٹرز کے نام پر بنائی ہوئی ہیں جس پر حکومت کا کروڑوں روپیہ خرچ کیا ہوا ہے۔ اگر وہ نہیں دیں گے تو پکڑ کر ان کو کوٹ لکھپت جیل میں دیں گے ۔ جہاں ہم کو بے گناہ دے دیا تھا۔

جناب والا! آپ بھی ماشاء اللہ اہل ذوق ہیں ۔ میں نے چند دن آپ کے ساتھ گزارے ہیں ۔ میں آپ کی محبت میں کافی گرفتار ہوا ہوں۔ خدا کے فضل و کرم سے دور اندیشی کے لحاظ سے ' سیاسی ذہن کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو صلاحیتوں سے مالا مال کیا ہوا ہے۔ میں آخر میں لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے بات کرنی چاہتا ہوں کہ خدا کے فضل و کرم سے تمام پنجاب میں مذہبی دہشت گردی سے یا عام جرائم کے لحاظ سے تمام صورت حال حکومت کے کنٹرول میں ہے ۔ ویسے تو امریکہ میں بھی ڈاکے پڑتے ہیں۔ برطانیہ میں ڈاکے پڑتے ہیں ' جاپان میں ڈاکے پڑتے ہیں ' چوریاں ہوتی ہیں ۔ جو کروڑوں نفوس کا ملک ہو تو وہاں کوئی نہ کوئی معاملہ ہو جاتا ہے ۔ لیکن اب خدا کے فضل و کرم سے یہاں ڈاکے نہیں پڑتے ' قتل نہیں ہوتے اور ساری صورت حال حکومت کے کنٹرول میں ہے ۔ جو صورت حال آج سے چار سال پہلے یہ چھوڑ کر گئے تھے ۔ ان کے دور میں مذہبی دہشت گردی ہوئی ۔ مسجدوں کے اندر نماز پڑھتے ہوئے لوگوں کی گردنیں اڑ جایا کرتی تھیں۔ امام بارگاہوں میں لاشوں کے ڈھیر لگ جاتے تھے ۔ اس تمام صورت حال کو میاں شہباز شریف صاحب نے صبح شام محنت کر کے اس نیٹ ورک کو توڑ کر ان کو جیلوں میں بند کر دیا ہے ۔ اب یہ عدالتوں کا کام ہے کہ ان کو سزا دیں۔ جناب سپیکر! آپ بھی اندر رہے ہیں ' آپ کو بھی پچھلے دور میں انھوں نے نہیں چھوڑا۔ کس کس کا ذکر کروں ۔ ان کا کیا ذکر کریں ۔ اپنا دماغ اور سر پھوڑنے والی بات ہے ۔ ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔یہ بے اثر لوگ ہیں۔

ہے یہ التجا میری اے خدا! جو تو مستجاب دعا کرے
رہے چشم تر تو میری طرح شب و روز نالے کیا کرے

کسی بے وفا کی تلاش میں پھرے در بدر تو خدا کرے
کھلے راز تجھ پہ بھی سر بسر تجھے دل جلوں کی بھی ہو خبر
کہیں آئے دن وہ خدا کرے کسی بت پہ تو بھی مرا کرے
نہ نصیب تجھ کو قرار ہو تو بھی شب کو تارے گنا کرے
نہ لگا نا کبھی اس سے دل یہ ہے بے وفا بت سنگ دل
یہ جفا کرے گی ہزار بار چاہے لاکھ اس سے تو وفا کرے

جناب چیئرمین، اب میں دعوت تقریر مخدوم سید عبداللہ شاہ بخاری صاحب کو دیتا ہوں۔ مخدوم سید عبداللہ شاہ بخاری!

مخدوم سید عبداللہ شاہ بخاری، جناب سپیکر! آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ گزارش یہ ہے کہ اس بجٹ میں چند ایک چیزیں ہیں جو میں اپنے منسٹر صاحبان کی خدمت میں بھی اور اس ایوان میں بھی گزارش کرنی چاہتا ہوں۔

وزیرخزانہ، پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! بجٹ پر بحث نہیں ہو رہی ۔ فاضل رکن کی اصلاح کر دی جائے ۔

جناب چیئرمین، وہ بجٹ کے حوالے سے ہی بات کرنی چاہ رہے ہیں۔

وزیرخزانہ، جناب چیئرمین! اس وقت ضمنی بجٹ discuss ہو رہا ہے ۔

جناب چیئرمین، یہ درست بات ہے۔ تمام مقررین سے گزارش ہے کہ وہ ضمنی بجٹ کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ ویسے تو جس مقرر کو بلائیں وہ جس طرح چاہے اپنے ٹائم کو consume کرے ۔ لیکن اگر relevant بات ہو تو وہ ہاؤس کے لیے زیادہ موزوں ہو گی۔

وزیرخزانہ، جناب چیئرمین! میں (معذرت سے) مداخلت کر رہا ہوں ۔ بحث تو آگے کریں گے ۔ انھوں نے فرمایا کہ بجٹ، تو بجٹ discuss نہیں ہو رہا۔

جناب چیئرمین، ضمنی بجٹ discuss ہو رہا ہے ۔

مخدوم سید عبداللہ شاہ بخاری، ضمنی بجٹ بھی تو بجٹ ہی ہوتا ہے ۔ اس کے بارے میں کچھ عرض کرنی چاہتا ہوں ۔ جیسے کہ ہماری حکومت کا منشور بھی ہے اور پروگرام بھی ہے کہ ہم تعلیم

کو عام کریں اور پاکستان کا ہر شہری آسانی سے تعلیم حاصل کر سکے ۔ انھوں نے اس کے لیے صاف شفاف اقدامات بھی کیے ہیں ۔ مثلاً ہماری حکومت نے امتحانی سنٹرز کی چیکنگ اور دوسرے اقدامات کیے ہیں۔اس ضمن میں میں تھوڑی سی عرض کرنی چاہتا ہوں کہ جو ہمارے سکول آٹھ دس سال پہلے تھے ان کی عمارتیں بن چکی ہیں اور وہ تیار ہیں ۔ پچھلے دو تین سال میں صرف میرے حلقے میں کم از کم چالیس سکول بنے ہوئے تیار کھڑے ہیں ۔اسی طریقے سے ہر حلقے میں کہیں پندرہ اور کہیں بیس سکولوں کی عمارتیں مکمل ہیں۔ ان میں کچھ عمارتیں پنجاب کے بجٹ سے' کچھ پاکستان کے بجٹ سے اور کچھ بیرون امداد سے بنی ہیں لیکن ان سب سکولوں کا آج تک اجراءنہیں ہو سکا' نہ ہی ان میں کلاسیں لگی ہیں۔ اب کچھ عمارتوں کی حالت ایسی ہوگئی ہے کہ وہ گرنے والی ہیں۔ تقریباً 90 فی صد نئی عمارتیں تیار ہیں' ان پر حکومت کے پیسے لگے ہیں لیکن ان کا آج تک اجراءنہیں ہوا۔ حکومت نے ان سکولوں کے اجراء کے لیے نہ ضمنی بجٹ میں اور نہ ہی سالانہ بجٹ میں کوئی رقم مختص کی۔ اس بارے میں کوئی منصوبہ بندی نہیں کی گئی کہ ان عمارتوں کو آباد کرنے میں کتنا خرچ آئے گا' کتنے ٹیچرز کی ضرورت ہوگی' کیا ان عمارتوں میں سکول بنائے بھی جائیں گے یا نہیں؟ ان میں تعلیم دی بھی جائے گی یا نہیں؟ میں وزیر خزانہ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ کم از کم ان سکولوں کا اجراء کر دیں تاکہ جن لوگوں نے پی ٹی سی یا سی ٹی کے کورسز کیے ہوئے ہیں وہ وہاں ملازمت کر سکیں اور بچے تعلیم حاصل کر سکیں۔

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی فرمائیے۔

وزیرخزانہ: جناب والا! میں مجبوراً پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہوں۔ جناب یہ وقفۂ سوالات نہیں کہ فاضل رکن سوالات پوچھ رہے ہیں۔ میں نے تو آج ضمنی بجٹ پر بحث سننی ہے اور اس کے جوابات دینے ہیں نہ کہ اس قسم کے سوالوں کے جواب تلاش کرنے ہیں۔

مخدوم سید محمد عبد اللہ شاہ بخاری: جناب والا! میں نے سوال نہیں کیا بلکہ میں نے تو صرف نشان دہی کی ہے۔ باقی اگر بجٹ بنانے میں یہ ہمیں شامل کرتے' کسی ایم پی اے کی رائے پوچھتے یا کم از کم پارلیمانی میٹنگ میں ہی ایم پی ایز کی رائے پوچھ لیتے تو آج مجھے یہ باتیں نہ کرنی پڑتیں یا میں نہ کرتا۔ ہمیشہ سے یہ ایک اصول' روایت رہی ہے کہ پہلے ایم پی اے صاحبان سے مشورہ لیا جاتا ہے' ان سے

رائے مانگی جاتی ہیں۔۔۔۔۔

وزیر خزانہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین! میں مجبوراً فاضل رکن کی تقریر میں مخل ہو رہا ہوں' حالانکہ مجھے یہ بالکل پسند نہیں ہے۔ کیا میرے بھائی کسی اورجمہوری ملک کی مثال دے سکتے ہیں کہ وہاں ایم پی ایز اسمبلی میں بیٹھ کر بجٹ بناتے ہیں؟ دنیا میں کسی اورجمہوری ملک کی مثال دے دیں جہاں پارلیمانی نظام حکومت ہو اور وہاں کے ایم پی اے صاحبان یا ممبران اسمبلی' اسمبلی میں بیٹھ کر بجٹ بناتے ہوں؟ اگر ایسی کوئی مثال دے دیں تو پھر میں ان کے مشورے کا پابند ہوں۔

جناب چیئرمین: بخاری صاحب! کھوسہ صاحب کی بات بنیادی طور پر درست ہے کہ دنیا بھر کی لیجسلیچرز کی روایات یہی ہیں کہ بجٹ حکومتی بنچز کی طرف سے پیش ہوتا ہے اور تمام حکومتی بنچز پر بیٹھنے والے لوگ اسے own کرتے ہیں۔ بہرحال آپ ضمنی بجٹ کے حوالے سے جو کچھ فرمانا چاہتے ہیں فرمائیں۔ Please carry on.

مخدوم سید محمد عبداللہ شاہ بخاری: جناب والا! ہماری اس حکومت نے ٹیلوں تک پانی پہنچانے کا ماشاء اللہ ایک اچھا پروگرام بنایا ہے۔ یہ ہماری ضرورت بھی ہے' کیونکہ زراعت ہمارے ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ میں پچھلے 15 مہینوں سے کوشش کر رہا ہوں کہ ہمارے پروگرام کے مطابق ٹیلوں تک پانی پہنچے۔ جن ٹیلوں کی میں نے نشان دہی کی تھی ان کے لیے سیکرٹری صاحب کو directive بھی جاری کروایا' چودھری اقبال صاحب وزیر اریگیشن سے بھی بات کی لیکن آج تک ان کے لیے کوئی فنڈز مختص نہیں ہوئے۔ جب کہ مجھے یہی کہا گیا کہ اس بجٹ میں ہم اس کے لیے فنڈز ضرور مختص کریں گے۔ یہ ایسی نہریں یا نالے ہیں جن کی ٹیلیں غیر آباد نہیں ہیں بلکہ جو نالہ یا راجباہ جاتا تھا وہ دو دو' تین تین میل تک بالکل ختم ہو چکا ہے۔ تو میں یہ عرض کروں گا کہ جہاں باقی منصوبوں کے لیے بجٹ میں رقوم رکھی گئی ہیں وہاں مہربانی کر کے اس کے لیے بھی ضرور فنڈز مختص کیے جائیں۔ میرے خیال میں کھوسہ صاحب پھر کوئی بات کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر خزانہ: جناب چیئرمین! میں آپ کی اجازت سے عرض کروں گا۔ شاید فاضل رکن سمجھ رہے ہیں کہ میرا کوئی ذاتی مسئلہ ہے۔ میں نے پہلے بھی نشان دہی کی ہے کہ یہ ضمنی بجٹ پر بحث ہے یعنی جو اخراجات ہو چکے ہیں' بجٹ میں covered نہیں تھے ان کی منظوری اس ہاؤس سے لینی ہے۔ یہ نئی تجاویز دے رہے ہیں جیسا کہ بجٹ زیر بحث ہو۔ میں صرف یہی point out کر رہا ہوں کہ جو

مدات ضمنی بجٹ میں پیش کی گئی ہیں، جنھیں منظوری کے لیے ہاؤس میں پیش کیا جائے گا اگر انھیں اس پر کوئی اعتراض ہے تو بے شک کریں۔ جیسا کہ قائد حزب اختلاف نے کہا کہ پولیس کو یہ رقم کیوں دی گئی ہے؟ محکمہ تعلیم کو یہ رقم کیوں دی گئی ہے، محکمہ صحت کو یہ رقم کیوں دی گئی، سب کچھ غلط ہے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح سے اگر یہ تنقید کرنا چاہتے ہیں تو یہ ان کا حق ہے، اختیار ہے۔ اب یہ اس طرح سے تقریر کر رہے ہیں جیسے کہ سالانہ بجٹ پر کی جاتی ہے۔ یہ ایک نمایاں فرق ہے، آپ کی وساطت سے میں ان تک صرف یہ فرق پہنچانا چاہتا ہوں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ شاید میں کوئی ذاتی اعتراض کر رہا ہوں۔

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیں، میرا خیال ہے کہ ان تک یہ بات بڑی تفصیل سے پہنچ چکی ہے۔

مخدوم سید محمد عبداللہ شاہ بخاری: جناب والا! گزارش ہے کہ میں کچھ چیزوں کی نشان دہی کرنا چاہتا ہوں اور اگر یہ ہاؤس انھیں نوٹ کر لے گا، سن لے گا یا ہمارے وزیر صاحبان سن لیں گے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں۔ میں کوئی تنقید نہیں کرنا چاہتا، نہ ہی میرا یہ مقصد ہے۔ میں حکومتی پارٹی سے تعلق رکھتا ہوں۔ جو چیزیں میں سمجھتا ہوں کہ علاقے میں نہیں ہیں یا ہمیں ضرورت ہے تو میں ان کی نشان دہی کرنا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ کھوسہ صاحب، یہ ہاؤس مجھے اس کی ضرور اجازت دے گا۔ آپ نے مہربانی کرتے ہوئے مجھے وقت دیا ہے تو میں یہ ضرور عرض کروں گا۔

جناب چیئرمین: آپ ضرور کہیں لیکن اس میں یہ فرق ملحوظ رہے کہ کسی وجہ سے اگر آپ بجٹ پر تقریر نہیں فرما سکے اور اب بجٹ کے حوالے سے بات کرنا چاہ رہے ہیں تو یہ میرے خیال میں بعد از وقت بات ہے۔ آپ اگر ضمنی بجٹ کے حوالے سے بات کریں گے تو وہ زیادہ بہتر ہوگا۔

Please carry on.

مخدوم سید محمد عبداللہ شاہ بخاری: اس کے علاوہ گزارش یہ ہے کہ ہمارے ملک کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ایٹمی دھماکے کرنے کے بعد بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے ہمارے کچھ مسائل بھی بڑھ گئے ہیں۔ زراعت سے متعلق ہم نے بہت سارے کام کرنے ہیں، زراعت سے متعلق آج تک کوئی جامع پالیسی نہیں بنائی گئی۔ مثال کے طور پر اگر ایک سال دالیں زیادہ کاشت ہوتی ہیں، گندم زیادہ کاشت ہوتی ہے اور دوسرے سال کپاس زیادہ کاشت ہوتی ہے تو تیسرے سال یہ ساری چیزیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زمینداروں کو اپنی اجناس، فصلوں کے پورے پیسے نہیں

ملتے، ان کی محنت کا پھل انھیں نہیں ملتا۔ جیسا کہ اس دفعہ گنے کی کاشت زیادہ تھی لیکن گنے کے کاشت کاروں کو آج تک ان کی فصل کے پیسے نہیں ملے۔ گندم کی کاشت کے لیے وزیراعلیٰ صاحب کا بہت اچھا پروگرام تھا، گندم کے نرخ بھی بڑھائے گئے جس کی وجہ سے اس سال گندم اچھی ہوگئی۔ لیکن اگلے سال اگر نرخ یہی رہے اور اخراجات اسی طرح بڑھتے گئے تو میرے خیال میں گندم کی کاشت بہت مشکل ہو جائے گی۔ جناب والا! دوسرے زرعی ممالک میں ایک سسٹم ہے، وہاں پر ہر تحصیل، ضلع اور ملکی لیول پر باقاعدہ سروے کرائے جاتے ہیں کہ یہ یہ چیزیں کاشت کی جائیں گی، ان کی فلاں فلاں جگہ پہ اتنی ڈیمانڈ ہوگی اور اتنی قیمت مقرر ہوگی۔ اس طرح کاشت کار کو اس کی فصل کا صحیح منافع بھی مل جاتا اور چیزوں کی قیمتیں بھی نہیں بڑھتیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس مقصد کے لیے ایک ٹیم مقرر کی جائے جو سروے کر کے بتائے کہ یہ یہ چیزیں کاشت کی جائیں یا ان کی مانگ ہے تاکہ بعد میں وہ منڈی میں فروخت بھی ہوسکیں۔ اگر اس ملک کی زراعت خدا نخواستہ تباہ ہوگی تو پھر اس ملک کا بچہ بچہ بھی بہت مشکل ہو جائے گا۔ لہذا زراعت سے متعلق کوئی جامع پروگرام بنایا جائے۔

اس کے علاوہ گزارش ہے کہ چند ضلعوں کو تو بہت زیادہ فنڈز دیے گئے ہیں لیکن کچھ کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ میرے خیال میں شاید مظفر گڑھ کا نام ان کو مظفر آباد کے نام سے یاد ہے جو کہ آزاد کشمیر میں ہے۔ جناب والا! یہ آزاد کشمیر میں نہیں ہے بلکہ یہ ڈیرہ غازی خان میں ہے، یہ ڈیرہ غازی خان ڈویژن کا ضلع ہے۔ اس کے چار ایم این اے اور آٹھ ایم پی اے ہیں لیکن وہاں ایک دھیلا پیسہ بھی فنڈز کا نہیں ملا جبکہ وہ دو دریاؤں کے درمیان میں ہے۔ شاہراہ پاکستان جو کہ کراچی سے پشاور تک جاتی ہے وہ بھی وہیں سے گزرتی ہے، اس کے آدھے میل کے فاصلے پر دریا بہہ رہا ہے۔ اس دریا کا کٹاؤ اتنا تیز ہے کہ شاید اس سال یہ سڑک شاہراہ پاکستان کہیں ختم ہی نہ ہو جائے۔ تو میں نے پہلے بھی جناب وزیر اعلیٰ صاحب اور وزیر آب پاشی صاحب سے گزارش کی تھی کہ جناب مہربانی فرما کر اس کے لیے کوئی فنڈز رکھیں تاکہ وہاں کوئی سپر بن دیا کوئی بند بنایا جائے تاکہ سڑک بھی محفوظ ہو سکے اور لوگوں کی آباد زمینیں بھی محفوظ رہ سکیں۔ جناب والا! اس کے علاوہ ہیڈ پنجند کا بند اتنا کمزور ہے کہ ایک قصبہ مڈ والا ہے جس کی آبادی کم از کم 20/15 ہزار کے قریب ہے وہاں پر اب بھی دو دفعہ breach ہوتے ہوتے بچا ہے۔ اگر وہاں پر breach ہو گیا تو یہ دریا نہ صرف اس آبادی کو نقصان دے گا بلکہ یہ دریا اپنا رخ تبدیل کر لے گا اور بہاولپور ڈویژن کا پورا اریگیشن سسٹم ختم ہو جائے گا کیونکہ ہیڈ پنجند سے دوبارہ پانی نہیں آ سکتا، یہ جگہ تقریباً دو سو فٹ نیچے

ہے جہاں پر یہ دریا اپنا رخ تبدیل کر لے گا۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ اب چودھری محمد عظیم گھمن صاحب سے گزارش ہے کہ وہ ضمنی بجٹ پر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

مخدوم سید محمد عبد اللہ شاہ بخاری: جناب والا! میں کچھ مسائل بتانا چاہتا تھا۔

جناب چیئرمین: تشریف رکھیں۔ جی گھمن صاحب!

چودھری محمد عظیم گھمن: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o شکریہ جناب چیئرمین! ضمنی بجٹ 98-1997ء پر بحث کے حوالے سے قائد حزب اختلاف نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ میرے نزدیک تنقید برائے تنقید کی حد تک محدود ہے اور وہ حقیقت پر مبنی کوئی ایسی چیز سامنے نہیں لا سکے جس کو ایک مؤثر طریقے سے پیش کر سکتے۔ میرے خیال میں ضمنی بجٹ میں ان کے پاس ایسی کوئی چیز موجود ہی نہیں تھی کہ وہ اس کو سامنے لاتے۔

جناب والا! قائد حزب اختلاف ایلیٹ فورس کے حوالے سے ذکر کر رہے تھے کہ اس مد میں تین کروڑ اور اتنے لاکھ روپے خرچ کر دیے گئے جو کہ ذاتی فورس بنانے کے ناتے سے خرچ کیے جا رہے ہیں۔ تو بات وہیں پر جائے گی کہ تنقید برائے تنقید' حالانکہ پچھلے دور میں لاء اینڈ آرڈر کی جو صورت حال پیدا ہوئی تھی اگر حقیقت پسندانہ ذہن اور نظر سے اس پر غور کیا جائے اور دو سال پیشتر جو امن عامہ کی صورت حال تھی اس کا اور موجودہ صورت حال کا موازنہ کیا جائے تو ہر ذی شعور شہری یہ کہنے میں حق بجانب ہوگا کہ موجودہ صورت حال بہتر ہے۔ جناب والا! میں سابقہ اور موجودہ دور حکومت کے حوالے سے بات کروں گا کہ ان کے دور حکومت میں جو اخراجات کا لامتناہی سلسلہ ہوتا رہا ہے اور اب کی صورت حال بھی آپ کے سامنے ہے۔ میں اپنے ہی حلقے سے ان کی لوٹ مار کا ذکر کروں گا' میں ان کی کرپشن کی مثال ایک حلقے سے کروں گا کہ فرضی ناموں اور کاغذی ناموں سے سڑکیں جو آج بھی ان کی embezzlement کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ لیکن میں ان کو چیلنج کرتا ہوں کہ آج اللہ کے فضل و کرم سے ان 16 مہینوں کے اندر ایک چار آنے کی بھی کرپشن اور بدعنوانی موجودہ حکومت کے ذمے نہیں لگا سکتے۔ جناب چیئرمین! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ قوموں کی تاریخ میں بڑا کڑا وقت بھی آتا ہے بڑے مشکل حالات بھی آتے ہیں لیکن امتحان کے وقت وہی قومیں سرخرو ہو کر نکلتی ہیں جن کی قیادت پاک اور صاف ہو۔ آج ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ اللہ کے فضل و کرم

سے ہماری قومی اور صوبائی قیادت پر کرپشن کا کوئی الزام نہیں---

مخدوم سید محمد عبداللہ شاہ بخاری، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، جی مخدوم صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

مخدوم سید عبد اللہ شاہ بخاری، جناب چیئرمین! گزارش ہے کہ پہلے خواجہ صاحب نے تقریر کی ہے۔ کیا وہ ضمنی بجٹ پر تھی؟ اور دوسرا عرض ہے کہ معزز رکن اس وقت جو لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیش کر رہے ہیں' کیا یہ بھی ضمنی بجٹ ہے؟ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین، جی گھمن صاحب!

چودھری محمد عظیم گھمن ، جناب چیئرمین ! میں Chair سے مخاطب ہوں کہ ضمنی بجٹ کے حوالے سے ہی بات ہو رہی تھی شاید میرے فاضل دوست نے اپوزیشن لیڈر کی تقریر نہیں سنی کہ وہ ضمنی بجٹ کے حوالے سے کیا کیا الزامات لگا رہے تھے۔ جناب والا! جتنی شاہ خرچیاں پہلے ہوتی رہی ہیں اگر ان کو سامنے رکھ کر دیکھیے اور ان کا موازنہ کیجیے تو اللہ کے فضل و کرم سے ان سولہ مہینوں میں آپ کو ایک چیز بھی نظر نہیں آئے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ حقیقت سے انحراف کرنا' حقیقت سے منہ پھیرنا اپنے ضمیر کے خلاف بات کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔ قائد حزب اختلاف فرما رہے تھے کہ ** جناب والا ! میں کم از کم اپنے ضمیر کی بات کرتا ہوں ضروری نہیں کہ سب دوست اس سے متفق ہوں کہ کرپشن اور لوٹ کھسوٹ کا بازار جتنا اس سے پیشتر گرم تھا اس کا ہی موازنہ کیجیے۔ میں قائد حزب اختلاف کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر ضمیر کی بات آئی ہے تو اس دور کو اور موجودہ دور کو سامنے رکھ کر فیصلہ کر دیں۔

انھی الفاظ کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ خدا حافظ۔

جناب چیئرمین، اب میں چودھری محمد صدیق سالار صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں کہ وہ ضمنی بجٹ کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔

جناب محمد صدیق سالار ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ جناب چیئرمین! آج ضمنی بجٹ پر بہت سی تقریریں ہو چکی ہیں۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ آج لاء اینڈ آرڈر پر بات کرنے کی ضرورت نہیں تھی' لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال پہلے سے بہتر ہے شکوہ مت دیں۔ میں آپ کی وساطت سے جناب

(*** بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

وزیر خزانہ کی توجہ اس طرف دلاؤں گا کہ آپ صرف اپنے سیکرٹریز کو نہیں بلکہ پورے پنجاب کے ملازمین سے کہیں کہ جس مد میں جتنی رقم رکھی گئی ہے اسے خرچ کریں۔ اگر انھوں نے خرچ نہیں کی تو ان سے جواب طلبی کریں۔ ضمنی بجٹ کا مقصد یہی ہے کہ اگر کسی مد میں زیادہ رقم خرچ ہو چکی ہے تو دوسری مد سے لے کر اسے پورا کیا جائے۔ یہ درست ہے کہ ایسا صدیوں سے ہوتا چلا آ رہا ہے اور اب جب کہ ہم بہتری کی طرف قدم اٹھا رہے ہیں' ہماری حکومت بہتری کی طرف چل رہی ہے تو ہمیں بھی اپنے ملازمین سے توقع رکھنی چاہیے۔ کہ وزیر خزانہ کی ہدایت کے مطابق آئندہ کے لیے ضمنی بجٹ کی رقوم جس جس مد میں ہوں وہاں پر خرچ کریں۔ کیونکہ اگر اس مد میں خرچ نہ ہو تو نقصان ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر سڑکات کی مد میں اگر رقم خرچ نہیں ہوتی تو سڑکوں کا نقصان ہوا اور وہ رقم کسی اور مد میں چلی گئی۔ اسی طرح صحت کی مد میں ادویات پر اگر رقم خرچ نہ ہوئی تو وہ رقم وہاں سے نکل کر کسی اور جگہ چلی جائے گی۔ عوام کے بہتری کے لیے یہ ضروری ہے کہ جہاں پر جو رقم provide کی گئی ہے اس کو وہاں پر خرچ ہونا چاہیے۔ مجھے اس کے متعلق علم نہیں تھا کہ میں نے بھی تقریر کرنی ہے' اس لیے میں تیاری کر کے نہیں آیا۔

جناب چیئرمین، لسٹ میں جو نام ہے وہ آپ ہی کی طرف سے دیا ہوا ہے اور اگر آپ نے یہ نام دیا ہے تو لکھا گیا ہے۔

جناب محمد صدیق سالار، جناب والا! اگر ایسی بات ہے تو چلتے ہیں۔ اب یہ کہنا کہ اتنے کروڑ روپے یہاں پر زیادہ خرچ ہو گیا اور اتنے کروڑ روپے کی اب ضرورت ہے مناسب نہیں ہے۔ جناب والا! میری التجا تو جناب نے سن ہی لی ہے اور وزیر خزانہ جو بڑے ذہین ہیں' بڑے ہی سمجھ دار ہیں' بڑے ہی سینئر ہیں وہ بھی میری بات سن رہے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آئندہ وزیر خزانہ قومی خزانہ خرچ کرتے وقت اپنے اہل کاروں کو سختی کے ساتھ کہیں گے کہ جس مد کی رقم ہے اس مد میں اگر خرچ نہ ہو تو دوبارہ بھی اسی مد میں رکھی جائے' یہ نہ ہو کہ کسی دوسری مد میں چلی جائے۔ مجھے اس سلسلے میں ایک مثال ابھی تک یاد ہے' اگر کہیں تو quote کر دوں۔ پنجاب اسمبلی کے بجٹ میں' مرحوم ذوالفقار علی بھٹو صاحب جب زندہ تھے تو پنجاب کے وزیر خزانہ ڈاکٹر عبدالخالق تھے اور ان کا تعلق فیصل آباد سے تھا۔ وہ فیصل آباد تشریف لائے اور انھوں نے کہا۔۔۔۔

جناب چیئرمین، آپ ریکارڈ درست کر لیں' ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کا تعلق راولپنڈی سے تھا۔

جناب محمد صدیق سالار، بہرحال، گھر ان کا وہاں تھا۔ جب انھوں نے آ کر ضمنی بجٹ کو چیک کیا تو 97 کروڑ روپیہ ایک مد میں استعمال نہیں ہوا تھا۔ چونکہ اس وقت کے وزیر اعظم کو پنجاب پسند نہیں تھا۔ اس نے 97 کروڑ روپے کو کسی اور صوبے کو منتقل کر دیا۔ میں یہ بات صرف اس لیے کرتا ہوں کہ پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان ہمارا دل، دماغ اور آنکھیں ہیں۔ ہم چاروں صوبوں کے بغیر چل نہیں سکتے۔ ہمارا سب کچھ ان چاروں صوبوں سے وابستہ ہے۔ میرے بہت سے دوستوں نے بارہا کالا باغ ڈیم کے متعلق بات کی۔ میں نے ان سے پہلے بھی درخواست کی تھی کہ کالا باغ ڈیم پر بات نہ کریں۔ یہ صرف وزیر اعظم کے ہاتھ میں ہے اور وزیر اعظم کو ہی اس پر بات کرنے دیں۔ جب ہم اپنی اسمبلی میں واہ واہ حاصل کرنے کے لیے تقریریں کرتے ہیں تو دوسری اسمبلیوں کے ممبران پر وہ تقریریں اثر انداز ہوتی ہیں۔ بعض جذباتی تقریریں ایسی ہوتی ہیں جس سے نفرتوں کی بیج بوئے جاتے ہیں۔ لہذا ہمیں ان کانٹوں سے بچنا چاہیے جو ہمارے راستے میں بچھائے جا رہے ہیں۔ ہمیں ان رقوم کو خرچ کرنا چاہیے اور اسی مد میں خرچ کرنا چاہیے جس مد میں ان کو رکھا جاتا ہے۔ میرا یہ خیال ہے کہ آئندہ ضمنی بجٹ میں ہندسوں کا ہیر پھیر نہیں ہوگا۔ صحیح ضمنی بجٹ آئے گا اور صحیح طریقے سے خرچ ہو کر آئے گا۔ وما علینا الا البلاغ۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔ اب میں تقریر کی دعوت دے رہا ہوں حاجی محمد اکرم صاحب کو۔(تشریف نہیں رکھتے) اب میں محمد افضل خان صاحب کو دعوت دیتا ہوں۔

جناب محمد افضل خان، شکریہ جناب چیئرمین۔ جناب والا! ضمنی بجٹ کے حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ جس austerity کے ماحول کے اندر حکومت پنجاب نے یہ ضمنی بجٹ پیش کیا ہے، یہ آج سے پہلے پیش ہونے والے تمام ضمنی بجٹوں سے کم ہے۔ تمام اخراجات main budget میں رکھ دیے گئے اور ان کو اس ایوان میں تفصیل سے زیر بحث بھی لایا گیا اور ضمنی بجٹ کی مدات میں austerity کی تمام جھلک موجود ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ صرف ضروری اخراجات کو ہی اس ضمنی بجٹ میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ ہماری حکومت کا ایک قابل تعریف پہلو ہے۔

جناب سپیکر! میں صرف ایک مد کے اوپر اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہوں گا۔ میں نے main budget میں بھی اس کی نشاندہی کی تھی کہ ہم نے امن عامہ کی مدات میں، عدالتوں کے لیے پیسے کم رکھے ہیں اور وہ جیل خانہ جات سے بھی کم ہیں۔ اب ضمنی بجٹ میں، میں دیکھ رہا ہوں کہ دو

پوسٹیں ڈی آئی جی صاحبان کی بڑھائی جا رہی ہیں اور ان کے لیے جو اخراجات رکھے گئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ ان اخراجات کی صحیح ترجمانی نہیں کرتے جو حقیقت میں ان پر ہوں گے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ اگر ہم یہ پوسٹیں بڑھا دیتے ہیں تو ہمیں ڈی آئی جی صاحبان کے لیے دو دفاتر' ان کے دفاتر کا عملہ ' ان ڈی آئی جی صاحبان کے لیے کوٹھیاں ان ڈی آئی جی صاحبان کے لیے تین یا چار شفٹ کے ٹیلی فون آپریٹر گھروں میں اور دفتروں میں۔ اگر اس austerity کے ماحول میں بھی دیکھا جائے' اگر آپ جی او آر میں کسی سینئر پولیس آفیسر یا دوسروں کے عملے کی چیکنگ کریں تو آج اس austerity کے ماحول میں بھی ایک ایک افسر کے ساتھ 28 لوگ منسلک ہیں۔ ان میں ایک سینئر اور چار چار جونیئر پولیس کی گاردیں ان کے گھروں میں لگی ہوئی ہیں جو تین شفٹوں میں تبدیل ہوتی ہیں۔ جناب والا! میں یہاں پر اپنا اعتراض درج کروانا چاہوں گا کہ ہمارے پاس سیکرٹری جیل خانہ جات ہیں' ڈی آئی جی جیل خانہ جات موجود ہیں اور بے شمار افسران ہیں۔ اس لیے ہم جو دو پوسٹیں بڑھا رہے ہیں ان کے بارے میں ایک بار پھر غور کر لیا جائے۔ کیونکہ ان دو پوسٹوں کا مطلب ہے کہ کم ازکم دو سو پوسٹیں' دو سو کا عملہ جو ان سے منسلک ہو جائے گا۔ اس کو ہمیں نہایت احتیاط سے establish کرنا پڑے گا۔جناب چیئرمین! میں ان گزارشات کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔ اب اپوزیشن کی طرف سے اگر کوئی صاحب تقریر فرمانا چاہیں تو ان کو خوش آمدید کہا جائے گا۔جناب سعید اکبر خان صاحب۔

جناب سعید اکبر خان،بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین! آج ضمنی بجٹ پر بحث شروع ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ کسی بھی گورنمنٹ کا مالی وسائل کو خرچ کرنے کا جو main budget کا طریقہ کار ہے' وہ اس ضمنی بجٹ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حکومت نے سال میں اپنی financial management کس طریقے سے رکھی۔ آیا انھی نے جو بجٹ اس ایوان سے پاس کروایا' اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ جب main budget پاس ہوتا ہے اس وقت ضرور حکومت اور محکمہ خزانہ اس پر mind apply کرتے ہیں۔اپنی آمدن کے جو وسائل ہوتے ہیں اور اخراجات کے جو ان کے پروگرام ہوتے ہیں ان کو مد نظر رکھتے ہوئے وہ اخراجات کرتے ہیں۔ ماشاء اللہ اس حکومت نے یہ بھی بڑا شور مچایا ہوا ہے کہ ہم کفایت شعاری اور خود انحصاری کے تحت اس صوبے کو اس ملک کو چلا رہے ہیں اور ہم اپنے اخراجات کے اندر رہتے ہوئے یہ اخراجات کریں گے۔ وہ ایمرجنسی حالات

ہوتے ہیں جیسے کوئی ایسی ایمرجنسی پڑ گئی ہو جس کی وجہ سے یہ ضمنی اخراجات کرنے پڑ جاتے ہیں۔ پھر اس کا طریقہ کار یہی ہے کہ اس کو وہ ضمنی بجٹ میں لے آتے ہیں۔ جناب چیئرمین! میں نہیں سمجھتا جو اس ملک کے عوام پر ایمرجنسی بغیر وجوہات کے لگائی گئی ہے اس کے علاوہ کوئی ایمرجنسی نہیں تھی۔ اگر میں ایمرجنسی کے حالات کہوں تو وہ عوام ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اللہ معاف کرے کہ اس طرح کی کوئی جنگ لگ گئی یا اس طرح کے کوئی حالات پیدا ہوگئے جس بناء پر یہ ایمرجنسی لگائی گئی اور اخراجات بڑھ گئے۔ جیسے کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ اس ملک میں سوائے ایمرجنسی لگانے کے اور کوئی ایمرجنسی نہیں تھی۔ جس میں انھوں نے غریب عوام کے حقوق کو غصب کیا جو ہمارے آئین میں دیے گئے ہیں۔ جناب والا! حکومت ہمیشہ دور اندیشی سے پلاننگ کرتی ہے اور اپنے ذرائع آمدنی کو دیکھ کر اپنے حکومتی معاملات کو چلاتی ہے۔ جناب والا! میں نے ضمنی بجٹ پڑھا اور میں نے اس میں ان کے قول و فعل میں بہت تضاد پایا۔ اخباروں میں ہم پڑھتے ہیں انھوں نے کہا کہ ہم ڈاؤن سائزنگ کر رہے ہیں۔ اور ڈیپارٹمنٹس کو ختم کر رہے ہیں۔ اور ان ڈیپارٹمنٹس کے ملازمین کو گولڈن ہینڈ شیک دے رہے ہیں۔ اور ان کو فارغ کر رہے ہیں۔ لیکن جناب چیئرمین! آپ اس بجٹ کو دیکھیں تو اس میں نئی پوسٹیں بھی تخلیق کی ہوئی ہیں۔ ادھر سے لوگوں کو نوکریوں سے فارغ بھی کیا جا رہا ہے۔ مجھے اس بات پر خاصی حیرت ہے۔ ایک طرف تو یہ پریس اور عوام کو بے وقوف بنانے کے لیے کچھ مختلف بیان دیتے ہیں۔ دوسری طرف ان کا یہ عمل کہ پریس کو میڈیا کو بتا رہے ہیں اسی کے خلاف یہ اقدام اٹھا رہے ہیں۔ ایک طرف یہ کر رہے ہیں کہ ہم نے کٹ لگایا ہوا ہے اور کسی جگہ بھی کوئی نئی اسامی پیدا نہیں کر رہے ' نئے اخراجات نہیں کر رہے۔ جناب چیئرمین! آپ دیکھیں اس میں ایجوکیشن ' ہیلتھ ' عشر' زکوٰۃ میں انھوں نے کافی پوسٹیں تخلیق کی ہیں۔ ایک طرف انھوں نے ایک سرپلس پول بنایا ہوا ہے اور سرپلس کو انھوں نے اس پول میں بھیجا ہوا ہے۔ اور دوسری طرف سے نئی اسامیاں بھی پیدا کی جا رہی ہیں۔ جو میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان کو سٹاف کی ضرورت ہے تو اس وقت سرپلس پول میں بھی کافی لوگ awaiting ہیں کہ ہمیں بھی کسی ڈیپارٹمنٹ میں بھیجا جائے۔ انھوں نے فرمایا کہ ہم نے کٹ لگایا ہوا ہے اور ہم ہر طرح کے اخراجات چاہے جتنے بھی ضروری ہوں' ہم ان کو بڑھانا نہیں چاہتے ہم ان کو کم کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ اپنے ہی قول کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ پچھلے ایک سال میں یہ فرماتے رہے کہ ہم نے نئی گاڑیاں نہیں خریدنی اور جو نئی گاڑیاں یہاں فالتو ہوئیں ان کا یہاں پر نیلام عام

لگا۔ جناب چیئرمین! آپ کو پتا ہے کہ جس چیز کی نیلامی ہوتی ہے اس کا ریٹ کیا لگتا ہے وہ کوڑیوں کے بھاؤ بکتی ہے۔ اس میں حکومت کی چاہے کتنی بھی نیک نیتی ہو، اور انھوں نے کوشش کی ہوگی کہ اس سے زیادہ سے زیادہ پیسے حاصل کیے جائیں۔ لیکن اس کا طریقۂ کار یہی ہے کہ جو آدمی نیلامی کے لیے جاتا ہے اس کے ذہن میں ہوتا ہے کہ فلاں چیز میں نے اونے پونے داموں میں لینی ہے۔ اور جتنے بھی بولی دینے والے ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کے ساتھ طے کر کے بولی لگاتے ہیں۔ اسی ضمنی بجٹ میں انھوں نے ہائی کورٹ کے لیے ایک کروڑ 66 لاکھ روپے کی گاڑیاں خریدیں۔ پولیس کے لیے گاڑیاں خریدیں۔ مجھے ان دونوں پر اعتراض نہیں ہے۔ مجھے اعتراض اس پر ہے کہ ان کے پاس جو پہلے بہترین حالت میں گاڑیاں موجود تھیں اگر ان کو نیلام کرنے کی بجائے وہی گاڑیاں پولیس کو دے دی جاتیں تو بہتر نہ ہوتا؟ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ لاہور میں پولیس والے کاروں پر پھر رہے ہوتے ہیں۔ مگر یہ اپنی وائنڈنگ اپ تقریر میں فرمائیں گے کہ پولیس والوں کو تو four-wheal گاڑیاں چاہیے ہوتی ہیں۔ جناب والا! four-wheal بھی لی گئی ہوں گی۔ لیکن اس وقت سب سے زیادہ گاڑیاں کاروں کی شکل میں خریدی گئیں جو کہ پولیس کو دی گئیں۔ جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ ضمنی بجٹ میں سب سے زیادہ، 99 فیصد لاہور کے لیے بجٹ پیش کیا جاتا ہے۔ جو پولیس کے لیے گاڑیاں خریدی گئیں وہ تمام کی تمام لاہور شہر کے لیے دی گئیں۔ یہ واقعی بڑا شہر اور ہمارے صوبہ پنجاب کا دارالخلافہ ہے۔ اس کے لیے ضروری اقدامات کرنے چاہییں۔ لیکن جو دور افتادہ علاقے ہیں------ آپ کا ہاتھ مائیک پر پہنچ گیا ہے۔ آج میرا خیال ہے کہ تقریر کرنے والے دوست کم ہیں۔ آپ مجھے اجازت دیں گے تو میں ضرور اپنے خیالات کا اظہار کروں گا۔

جناب چیئرمین، آپ دو منٹ کے اندر اندر وائنڈ اپ کریں۔ آج جمعہ بھی ہے۔

جناب سعید اکبر خان، جناب چیئرمین! لاہور کے لیے ضرور گاڑیاں خریدیں۔ لاہور میں اگر لاء اینڈ آرڈر بہتر ہوگا تو ہمارے صوبے کا تاثر اچھا ہوگا۔ لیکن باقی علاقوں کے تھانوں کے پاس تو ایک ایک گاڑی بھی نہیں ہے۔ ان کے پاس جب سائل جاتے ہیں تو وہ ان کی جیب سے کرائے کی گاڑیاں حاصل کرتے ہیں۔ ان کے لیے تو گشت کے لیے بھی گاڑیاں نہیں ہیں۔ ان کو بھی اس میں سے ضرور حصہ ملے تاکہ وہاں پر بھی لاء اینڈ آرڈر بہتر ہو۔ وہ ایسے علاقے ہیں جہاں کے حالات زیادہ پریس میڈیا میں نہیں آتے۔ وہاں کے حالات بھی اب ایسے ہوتے جا رہے ہیں۔ ہمیں ان کا بھی خیال رکھنا

چاہیے اور ان کے لیے بھی اس سے حصہ نکلنا چاہیے۔ جناب چیئرمین! میں نے اس ضمنی بجٹ میں دیکھا کہ اس دفعہ بلدیاتی الیکشن کے لاء اینڈ آرڈر کو بہتر کرنے کے لیے کافی پیسے رکھے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب سے یہ جمہوریت شروع ہوئی اور یہ بلدیاتی ادارے معرض وجود میں آئے۔ اور 1982ء سے مجھے خود یہ تجربہ ہے اور ہم نے خود دیکھا ہے کہ ہم نے بلدیاتی اداروں میں ' بلدیاتی الیکشنوں میں حصہ لیا۔ اس وقت اس الیکشن میں جتنا تشدد ہوا ' جتنے قتل ہوئے' تقریباً ستر بہتر کے لگ بھگ قتل ہوئے جو پریس میں آیا اور جو میرے علم میں تھا۔ یہ صرف اور صرف الیکشن کی وجہ سے ہوئے ' پولنگ سٹیشن پر ہوئے۔ اس سے پہلے بلدیاتی الیکشن میں کبھی اس طرح کا تشدد دیکھنے میں نہیں آیا۔ جبکہ اس الیکشن کے لاء اینڈ آرڈر کو بہتر کرنے اور اس کو کنٹرول کرنے کے لیے اتنی بڑی رقم رکھی گئی تھی وہ پیسہ بھی خرچ ہوگیا اور عام آدمی کو' عام لوگوں کو اس پیسے سے جو امن عامہ اور سکون ملنا چاہیے تھا اور اس الیکشن میں حصہ لینے کے لیے جو ذرائع ملنے چاہییں تھے وہ نہیں ملے ۔ عوام کو پتا ہوتا کہ پولنگ اسٹیشن پر اتنے زیادہ سخت انتظامات ہیں کہ اس میں کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔

جناب چیئرمین! حکومتی اتھارٹی اس بلدیاتی الیکشن میں امن و امان قائم کرنے میں ناکام ہوئی اور اتنے زیادہ قتل ہوئے۔

جناب چیئرمین، میں نے آپ کو wind up کے لیے دو منٹ دیے تھے' وہ پورے ہو گئے' بلکہ تین منٹ ہو گئے ہیں۔ اب میں مولوی سلطان عالم صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

مولوی محمد سلطان عالم انصاری، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آج آپ نے مجھے اس اہم موضوع پر اظہار خیال کا موقع عنایت فرمایا۔ ضمنی بجٹ کا مقصد اور غرض' ان اخراجات کو ایوان میں پیش کرنا' ان پر اظہار رائے کرنا اور اس کا فیصلہ کروانا ہے جو کہ سال کے آخر میں حکومت کو finally account for کرنے ہوتے ہیں۔ آج اس پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ بنظر غائر دیکھنے پر ایسا محسوس ہوا کہ اپوزیشن نے ضمنی بجٹ پر جو اعتراض کیے ہیں' وہ اعتراضات برائے اعتراضات ہیں۔ اعتراضات کو ثابت کرنے کے لیے اور ایوان کو کنونس کرنے کے لیے کہ کس جگہ پر غلطی ہے' میرے لائق دوستوں نے اپنی تقریروں میں کسی بھی ایسی انٹری کی' کسی بھی ایسی مد کی' کسی بھی ایسے صفحے کی نشان دہی نہیں کی' جہاں سے یہ ثابت ہو سکے کہ کوئی فاضل خرچ یا کسی بھی مد میں رقم غلط طور پر طلب کی گئی ہے۔ صرف اعتراض کر دینا اور کہنا کہ

ہائی کورٹ میں گاڑیاں کیوں فروخت کی جا رہی ہیں اور نئی گاڑیاں کیوں لی جا رہی ہیں یا یہ کہہ دینا کہ بجٹ صرف لاہور کے لیے بنایا گیا ہے اور دوسرے چھوٹے شہروں کو اس میں حصہ نہیں دیا گیا یا جنرل سٹیٹمنٹ دے دینے سے ضمنی بجٹ کی حیثیت' اہمیت اور اس کی ضرورت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سب باتیں اس لیے کی جاتی ہیں کہ بجٹ پر اعتراض ضرور کرنا ہے۔ میں واضح طور پر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اس ضمنی بجٹ کی سٹڈی کے دوران دیکھا کہ جو اخراجات حکومت کو آخری دور میں کرنے پڑے اور جن کے لیے پروویژن کی ضرورت پیش آئی' وہ اس بجٹ میں صحیح طور پر پیش کیے گئے ہیں۔ میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں' صفحات کا بھی حوالہ دے سکتا ہوں' صفحہ 45 سے 48 تک آپ ملاحظہ فرما لیجیے' جہاں پر رحیم یار خان' شیخوپورہ' میانوالی' ٹوبہ ٹیک سنگھ' مظفر گڑھ' نارووال اور دوسرے چھوٹے شہروں کے لیے اخراجات کو justify کیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین! بلدیاتی الیکشن اس حکومت کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس پر اخراجات کے لیے جو پروویژن رکھی گئی ہے' وہ ضرورت کے عین مطابق ہے۔ اس کارنامے کو سرانجام دینے کے لیے وہ اخراجات بھی نہایت ضروری تھے۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ بلدیاتی الیکشن پر اعتراض کرنا یا ان کے اخراجات کی مدوں پر اعتراض کرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔

جناب چیئرمین! لاء اینڈ آرڈر کے متعلق بات کی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج کل کے دور میں جو حالات پیش آ رہے ہیں' اس میں زیادہ سے زیادہ انتظامات کرنے کی ضرورت ہے۔ law enforcing agencies کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ اس بات کی شدید ترین ضرورت ہے کہ ان کو اسلحہ کے لحاظ سے' علم کے لحاظ سے' ٹریننگ کے لحاظ سے' طاقت کے لحاظ سے' تعداد کے لحاظ سے مضبوط کیا جائے۔ یہ سب باتیں کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مناسب فنڈز کی پروویژن بجٹ میں رکھی جائے۔ جیسے بھی حالات پیش آئے' اس کے مطابق اس ضمنی بجٹ میں پروویژنز رکھی گئی ہیں' وہ بھی پوری طرح سے justifiable ہیں۔ ایک طرف تو کہا جاتا ہے کہ لاقانونیت ہو رہی ہے' ایسے واقعات پیش آ رہے ہیں۔ جب اس کے لیے انتظامات کیے جاتے ہیں' تو اس پر اعتراضات کیے جاتے ہیں' جو کسی طرح بھی ایک ہی وقت میں be low hot and cold نہیں کیے جا سکتے' دو طرح کی باتیں نہیں کی جا سکتیں۔ اعتراضات self-contradictory ہیں اور اپنے آپ کی خود ہی نفی کرتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ضمنی بجٹ پاس کرنا حکومت کو مضبوط طریقے سے چلانے کے لیے نہایت ضروری ہے اور حکومت کے اقدامات کو effective بنانے کے لیے بہت

ضروری ہے۔ اس پر کسی قسم کی بحث و تمحیص کی گنجائش نہیں ہے۔ حکومت اور محکمہ خزانہ نے یہ نہایت ہی ضروری اقدام کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ اسے پاس کیا جانا چاہیے۔ جناب سپیکر! بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ اب میں وزیر خزانہ سردار ذوالفقار علی کھوسہ صاحب کو دعوت دوں گا کہ وہ wind up تقریر فرمائیں۔

وزیر خزانہ، جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ضمنی بجٹ کی بحث کو wind up کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس بحث کا آغاز حسب روایت محترم قائد حزب اختلاف نے کیا اور پھر اپنی روایات کے مطابق وہی jugglery of words اور وہی جملے استعمال کرتے رہے۔ حالانکہ اگر تھوڑا سا وہ مطالعہ کر لیتے، تو وہ جن فگرز کے تضاد کا یہاں ذکر کر رہے تھے، ان کو سمجھ آ جاتا۔ قائد حزب اختلاف جو 124 ارب کا ذکر کرتے ہیں، وہ درست ہے۔ جس میں غیر ترقیاتی 87 ارب، ترقیاتی 17 ارب اور فوڈ اکاؤنٹ اور دیگر چھوٹے اکاؤنٹس میں 17 ارب۔ اب فوڈ اکاؤنٹ کے بارے میں یہ جانتے ہیں، کیوں کہ یہ اسی اسمبلی میں بھی بڑے ذمہ دار عہدوں پر رہے ہیں۔ اس میں گندم کی خریداری پر جو اخراجات ہوتے ہیں، اگر یہ سٹڈی کر لیتے تو یہ تضاد نہیں، بلکہ روز روشن کی طرح ان کے سامنے عیاں ہو جاتا۔ اس کے علاوہ انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ ضمنی بجٹ میں صرف فوری نوعیت کے اخراجات ہونے چاہییں، نہ کہ عام حالات میں جو اخراجات ہوتے ہیں۔ ان کے اپوزیشن کے ساتھی جناب سعید اکبر نوانی صاحب، جو میرے بھی عزیز ہیں، انھوں نے بھی اسی طرح کے کچھ ریمارکس یہاں پیش کیے تھے۔ اب اگر میں ساری بات کو دو جملوں میں سمیٹنا چاہتا، تو میرے پاس ان کے 95-96ء کا ضمنی بجٹ بھی موجود ہے۔ اس کی لمبائی، موٹائی، چوڑائی دیکھ لیجیے گا اورمسلم لیگ کی حکومت کا بھی ضمنی بجٹ دیکھ لیں۔ یہ تو اگر میں ایک ہی جملے میں سمیٹنا چاہتا۔ یہ ہماری ساری کی ساری تفصیل 10/15 منٹ میں بیان کر گئے، اگر میں ان کی تفصیل بیان کرنا شروع کروں، تو آپ ہی بتا دیں کہ مجھے کتنا وقت چاہیے۔ جناب چیئرمین! یہ تو اعتراض برائے اعتراض والی بات ہے۔ قائد حزب اختلاف نے تو یہاں یہ جملہ بھی کہا کہ ان ممبران سے ایک تاریخی جرم کروایا جا رہا ہے، جو کہ قوم کبھی ان کو معاف نہیں کرے گی۔ یعنی اتنی بڑی دستاویز کے تاریخی جرم کو تو قوم نے معاف کر دیا، یہ سمجھتے ہیں کہ انھیں معاف کر دیا اور ہماری دستاویز کو، جو اس کا غالباً چھٹا حصہ بھی

نہیں بنتی' اس کو یہ تاریخی جرم کہہ رہے ہیں۔ جناب سپیکر! ضمنی بجٹ کی بحث میں جب سیاسی بات کرنی ہی ہے' تو کیا میں آپ کی وساطت سے ان سے اس تاریخی جرم کا پوچھ سکتا ہوں کہ ہائی کورٹ اسمبلی کی بحالی کا فیصلہ دیتا ہے اور موبائل ٹیلی فون پر convey ہو جاتا ہے اور اسی صدارت کی کرسی پر بیٹھے ہوئے وہ dissolution of Assembly کو entertain کرتے ہیں۔ کیا وہ تاریخی جرم نہیں تھا؟ اور کیا اس تاریخی جرم کو قوم نے آج تک معاف کیا ہے؟ وہ لوگ کہاں ہیں جو یہ جرم کرنے والے تھے؛ وہ انہی کے لیڈر تھے۔ ان ہی کے بڑے بھائی بھی ہوں گے۔ ان کے بڑے دوست بھی ہوں گے۔

جناب والا! ضمنی بجٹ ہر سال آتا ہے۔ ہم نے جو ضمنی بجٹ پیش کیا ہے' اگر اس کی مدات آپ دیکھیں گے تو جس طرح یہ تعریف کر رہے تھے وہ اسی طرح ہی ہے۔ قائد حزب اختلاف ضمنی بجٹ پر تقریر کر رہے تھے کہ ان اخراجات کو تو مین بجٹ میں reflect ہو جانا چاہیے تھا۔ یہ ضمنی بجٹ میں کیوں آئے؟ مثلاً انھوں نے ایلیٹ فورس کا ذکر کیا۔ جب پچھلے مالی سال کا بجٹ تیار کیا گیا تھا تو اس وقت ایلیٹ فورس کا وجود نہیں تھا۔ ایلیٹ فورس وزیر اعلیٰ پنجاب کی سوچ کے مطابق ایک ادارہ قائم کیا گیا۔ جس میں investigative methods اور prevention of crime methods کے لیے specialized training دینی ہے۔ اس میں بہت سے ایسے ہنر سکھائے جائیں گے اور ایسی تعلیم دی جائے گی' جو کہ ہماری عام پولیس سرانجام نہیں دے سکتی۔ مارشل آرٹس میں سپیشل ٹریننگ ہے۔ میں اس کا کیا ذکر کروں' کیوں کہ میں اس ادارے کی construction سے لے کر اس کے first batch کے pass out ہونے تک ان سے منسلک رہا ہوں۔

جناب والا! الحمدللہ' ان کو ایلیٹ پولیس فورس پر ابھی تک کوئی اعتراض نہیں ملا' لیکن پھر بھی وہ ضمناً کہہ جاتے ہیں کہ ابھی تو کارکردگی سامنے نہیں آئی' لیکن ٹاٹ پر قالین کا پیوند لگانا وغیرہ وغیرہ یعنی ان سے ہمیں اچھے کام کی تعریف کی امید نہیں ہے۔ ایلیٹ فورس پر جو تین لاکھ روپے کا خرچ کیا گیا ہے' وہ اس ادارے کو دیا گیا ہے۔ جناب چیئرمین! آپ جانتے ہیں اور قائد حزب اختلاف بھی جانتے ہیں کہ وہاں سادہ چائے اور بسکٹ پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ تین لاکھ روپیہ اس ادارے کو دیا گیا تھا' نہ کہ وزیر اعظم کی آمد کے لیے کوئی عالی شان دعوت کا انتظام کیا گیا تھا۔

جناب سپیکر! یہاں notorious criminals کے لیے جو head money رکھی گئی ہے' اس پر بھی انھوں نے اعتراض کیا ہے۔ جناب سپیکر! ان کے دور حکومت میں اس قسم کے مجرم

کھلے عام دندناتے پھرتے تھے۔ جب سے مسلم لیگ کی حکومت آئی ہے۔ اخبارات کے ذریعے اور ان کی ذاتی معلومات بھی ہوں گی کہ اس قسم کے کتنے notorious criminals، جنھوں نے کئی کئی قتل کیے ہوئے تھے، ڈکیتیاں کی ہوئی تھیں، جن پر بےگناہ عورتوں کی عزت لوٹنے کے الزامات تھے،جن کو گرفتار کیا گیا اور کتنے پولیس مقابلے میں مارے گئے۔ اس کو سراہنے کی بجائے الٹا یہ head money پیش کرنا جو اب عالمی رواج ہو چکا ہے۔ ہم تو اسے اب یہاں اپنا رہے ہیں۔ دیگر ترقی یافتہ ممالک میں یہ عرصہ دراز سے رواج ہے۔ مثلاً امریکہ میں FBI, CIA اور ان کی جو Law Enforcing Agencies ہیں۔ ان کی طرف سے head money مقرر ہوتی ہے۔ یہاں ان ہی کے دور کی یا کم از کم ان کے ایک لیڈر کی میں مثال دیتا ہوں کہ ایمل کانسی کی گرفتاری کے لیے ڈیرہ غازی خان میں سابق صدر لغاری کے دور میں ان کے صاحب زادے کے ذمے لگاتے ہیں۔ وہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ لیکن اخبارات نے یہ لکھا تھا کہ سابق صدر لغاری کے بیٹے نے ایمل کانسی کی گرفتاری ڈیرہ غازی خان کے شالیمار ہوٹل سے کروائی۔ اس کو دو ملین ڈالرز کا انعام دیا گیا۔ یہ روایت ہم نے نہیں ڈالی، یہ روایت تو عرصۂ دراز سے ہر ملک میں ہے اور حکومت اس قسم کے criminals کی گرفتاری کے لیے دیا کرتی ہے۔

جناب والا! انھوں نے افواج پاکستان کو چالیس لاکھ دینے پر بھی اعتراض کیا۔ لیکن یہ تعریف نہیں کی کہ ایام عاشور پُرامن طریقے سے صوبے بھر میں گزر گئے اور کوئی ایک ناخوش گوار واقعہ بھی نہیں ہوا۔ جناب والا! جب ہم فوج کو پولیس کے ساتھ ڈیوٹی میں شامل کریں گے، لاء اینڈ آرڈر کی ڈیوٹی میں شامل کریں گے تو پھر ان کو اخراجات دینے پڑتے ہیں۔ صوبے بھر میں اگر صرف چالیس لاکھ روپے خرچ کرنے سے ہر کسی کو امن و امان سے ایام عاشور گزارنے کا گورنمنٹ نے انتظام کیا ہے تو قائد حزب اختلاف افواج پاکستان کے لیے grudge کرتے ہیں۔

انھوں نے پھر گاڑیوں کی خریداری پر اعتراض کیا کہ پولیس کے لیے گاڑیاں خریدی گئیں، لیکن وہ ساری کی ساری لاہور میں رکھ دی گئیں اور دور افتادہ اور دیہاتی علاقوں میں گاڑیاں نہیں دی گئیں۔ جناب والا! مجھے اگر ذرا سی مہلت ملتی تو میں figures منگوا لیتا کہ کس کس ضلع میں کتنے کتنے تھانوں کو کتنی کتنی گاڑیاں دی گئیں۔ لیکن، چونکہ ابھی چند منٹ پہلے ان کی تقریر تھی اور اب مجھے ان کے جوابات دینے ہیں۔ میرے ذہن میں جو گزشتہ figures ہیں کہ تقریباً 425 پک اپس خریدی گئی تھیں اور 500 سے زائد موٹر سائیکل خریدی گئی تھیں۔ یقیناً لاہور شہر میں باقی شہروں یا

باقی ضلعوں کی نسبت زیادہ حصہ دیا گیا ہے۔ لیکن مجھے جو پچھلے figures یاد آ رہے ہیں کہ پنجاب بھر میں آج سے تقریباً دو اڑھائی ماہ پہلے اس معزز ایوان میں وقفۂ سوالات میں محکمہ داخلہ کے جوابات کے لیے مجھے ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ اس وقت 609 تھانوں میں سے صرف 9 تھانوں میں گاڑیاں رہ گئی تھیں' باقی 600 تھانوں تک گاڑیاں پہنچ گئی تھیں۔ اگر یہ لاہور کی اہمیت نہ سمجھیں تو میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ اگر یہ صرف آبادی کے لحاظ سے دیکھ لیں تو کئی ضلعوں کی آبادی کے برابر صرف لاہور شہر میں سمائی ہوئی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق لاہور کی آبادی 65 سے 70 لاکھ کی ہے۔ میں بڑے ضلعوں کی بات نہیں کرتا' عام ضلع 8 سے 11 لاکھ کی آبادی کا ہوتا ہے۔ اگر صرف وہی تناسب لے لیں تو لاہور شہر کا کتنا بڑا حصہ بنتا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں سربراہان مملکت آتے ہیں' یہاں VVIP visits ہوتے ہیں۔ محرم کے سینکڑوں جلوس شہر کے طول و عرض میں نکلتے ہیں۔ اس قسم کی کئی اور تقریبات ہوتی ہیں' جہاں پولیس فورس کو mobility مہیا کرنا حکومت کے لیے ناگزیر ہے۔ اس کے علاوہ لاہور پنجاب کا دارالحکومت بھی ہے۔ ہر لحاظ سے لاہور شہر کی اہمیت ہے لیکن یہ کہنا کہ باقی دیہات یا علاقے نظرانداز ہو چکے ہیں۔ میں وہ figures quote کر چکا ہوں یعنی 609 تھانوں میں سے 9 تھانوں تک ہم گاڑیاں نہیں پہنچا سکے تھے۔ اب کے figures مجھے معلوم نہیں ہیں' شاید وہ کمی بھی پوری ہو چکی ہو۔

جناب چیئرمین! ایلیٹ فورس پر قائد حزب اختلاف نے بھی اور ان کے ساتھی جناب سعید اکبر خان نوانی صاحب نے بھی اعتراض کیا ہے۔ یہ آج نہیں کہا' مین بجٹ کی بحث میں بھی کہا تھا کہ اپنی ذاتی فورس بنائی جا رہی ہے جس سے اپوزیشن کو ہراساں کریں گے وغیرہ وغیرہ۔

جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے ان سے پوچھتا ہوں کہ ایلیٹ فورس کے لیے پولیس میں سے نفری لی جا رہی ہے اور ان کو اعلیٰ تربیت دی جا رہی ہے۔ یہ پولیس کا ہی عملہ ہوتا ہے اور ان میں سے ہی select ہوتے ہیں' جو ان قواعد پر پورے اترتے ہیں' ان کو شامل کر لیا جاتا ہے۔ لیکن ان کے جو قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب تھے' جن کی پارٹی سے ان کا الحاق رہا' جن کی پارٹی کے ساتھ شامل ہو کر as a minority party, as a minority faction or coalition انھوں نے پنجاب میں حکومت کی۔ وہ ایف۔ ایس۔ ایف کیا تھی؟ ایف۔ ایس۔ ایف نے کیا کیا مظالم ڈھائے؟ کتنے کتنے سیاسی قتل کیے؟ کتنے کتنے سیاسی لیڈروں کو جیلوں میں کیا کیا اذیتیں دیں؟ کیا وہ یہ پریڈ بھول چکے ہیں؟ ایلیٹ فورس کا اب تک کا ایک واقعہ سنا دیں۔ کسی معزز شہری سے ایلیٹ

پولیس فورس نے ایک زیادتی کی ہو'لیڈران تو اپنی جگہ رہے' سیاسی جماعتیں تو اپنی جگہ رہیں' کسی معزز شہری سے ایک زیادتی ایلیٹ پولیس فورس کی طرف سے ہوئی ہو۔ میں پہلے بھی یہ کہہ چکا ہوں کہ اعتراض کرنا تو اب ان کی عادت بن چکی ہے۔ کاش' یہ بھی تھوڑی سی اپنی طبیعت' اپنے مزاج میں لچک پیدا کر لیتے کہ اچھے کام کی چلتے چلتے ہی تعریف کر دیتے۔ لیکن وہ ان سے توقع نہیں۔

جناب چیئرمین! پھر دہشت گردی میں جو بے چارے بے گناہ شہری مارے جاتے ہیں اور ان کو جو compensation دی جاتی ہے اُن پر بھی انھوں نے اعتراض کیا۔ اگر انسانی ہمدردی کو ہی صرف سامنے رکھا جائے تو جو بے گناہ شہری کسی دہشت گرد کا نشانہ بنتا ہے' اس کے لیے خاص طور پر ہم نے ایک ٹیبل رکھا ہے کہ اگر وہ خاندان کا سربراہ ہے تو اس کے لیے زیادہ compensation ہے' اگر خاندان کا عام ممبر ہے تو اس کے لیے کچھ کم compensation ہے اور اگر پنجاب کے ایک شہری کو یا ایک خاندان کو حکومتِ پنجاب نے ایسے سانحے کے نتیجے میں تھوڑی سی معاونت کر دی ہے' جان کی قیمت تو کوئی مقرر نہیں کر سکتا' ایک قیمتی جان چلی جائے اس کو چالیس ہزار دے دینا' چالیس لاکھ دے دینا وہ تو کوئی مقرر نہیں کر سکتا لیکن وقتی طور پر اگر حکومت پنجاب کی طرف سے تھوڑی سی اس خاندان کے لیے معاونت ہوئی ہے تو اس پر بھی قائد حزب اختلاف کو افسوس اور اعتراض ہے۔

پھر انھوں نے صفحہ نمبر 32 کا حوالہ دیتے ہوئے consultants کو engage کرنے پر اعتراض کیا ہے۔ انھوں نے میسرز فرگوسن کا نام بھی پڑھا۔ میں نہیں جانتا کہ ان کی معلومات میسرز فرگوسن کے بارے میں کیا ہیں؟ لیکن میں ذاتی طور پر یہ کہہ رہا ہوں کہ یہاں صرف پنجاب کے ہی نہیں' ملک بھر کے جتنے بھی چارٹرڈ اکاؤنٹنٹس ہیں ان میں سے اگر ٹاپ کے پانچ چھ نام چنے جائیں تو میسرز فرگوسن ان پانچ چھ ناموں میں آتا ہے اور لازماً آتا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ ان کو hire کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ آڈٹ ڈیپارٹمنٹ سے کیوں نہیں کرا لیا؟ تو میں آپ کی وساطت سے ان کو یہ جواب دینا چاہتا ہوں کہ اگر آڈٹ سے یہ نقائص صرف فوڈ ڈیپارٹمنٹ کے ہی نہیں' مختلف ڈیپارٹمنٹس کے ظاہر ہو سکتے ہوتے تو ہمیں قطعاً ضرورت نہیں تھی کہ 2,40,000 میسرز فرگوسن کو دے کر اس محکمے کی اصلاح کے لیے اور اس کی سٹاک چیکنگ کے لیے ہم ان کو hire کرتے۔ یہ آپ جانتے ہیں۔ یہ ہاؤس' یہ ایوان' یہ معزز ممبران جانتے ہیں کہ بعض اوقات انھی کی ملی بھگت سے یہ گھپلے ہوتے ہیں۔ آپس میں محکموں کے اور آڈٹ کے جو افسران ہوتے ہیں انھی کی ملی بھگت سے cover up کیا جاتا

ہے' اور اپنی کوتاہیوں کو پونچھ دیا جاتا ہے۔ پرائیویٹ سیکٹر سے فرم کو لینے کا مقصد ہی یہی ہے کہ اب دوسرے بھی چونکیں گے' اب آڈٹ والے بھی چونکیں گے کہ اگر ہم نے بے قاعدگیوں کی نشان دہی نہ کی تو عین ممکن ہے کہ حکومت پنجاب فلاں محکمے کی' فلاں مد کی چیکنگ کروا لے اور ہم پکڑے نہ جائیں۔ بجائے اس کے کہ اس امر کی یہ تعریف کرتے اور یہ داد دیتے کہ ہم نے ایک نیا طریقہ اپنایا ہے جس سے ہم محکموں کی کارکردگی کو بہتر کر سکیں' الٹا ہم تنقید کا نشانہ بن گئے۔

جناب چیئرمین! پھر یہ کوئین میری کالج پر خاص طور پر فرما رہے تھے کہ ایک طرف autonomy دے رہے ہیں اور پھر دوسری طرف فنڈز دے رہے ہیں۔ اب میں ان کے مزاج کو سمجھ نہیں سکا۔ ایک طرف تو کہتے رہے ہیں کہ تعلیم کی مد میں رقم ٹھیک نہیں دی گئی۔ اب جب ہم ایک ادارے کو دیتے ہیں کیونکہ وہ اپنے آپ کو support نہیں کر سکتا' fee structure نہیں بڑھا سکتا اور سٹوڈنٹس پر بوجھ نہیں ڈال سکتا تو حکومت پنجاب اگر تھوڑی سی امداد اس ادارے کو دیتی ہے جب تک کہ وہ autonomous body اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو تو پھر اب وہ اعتراض ہو جاتا ہے۔ تو اب میں ان کی کس کس چیز کا جواب دوں؟ اگر پیسہ تھوڑا دیا ہے' اس کا جواب دوں؟ یا پیسہ دے رہے ہیں تو اس کا جواب دوں؟ تو یہ تو اپنا mind clear نہیں کر سکے۔ جیسا کہ میرے فاضل ساتھیوں میں سے ایک ساتھی نے کہا تھا' میرے خیال میں جناب محمد عظیم گھمن صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ یہ تو تنقید برائے تنقید ہے۔ حتیٰ کہ گھوسٹ سکولوں کی نشان دہی کے لیے جو افواجِ پاکستان کی خدمات حاصل کی گئیں وہ بھی جناب قائد حزب اختلاف کو پسند نہیں آئیں۔ اگر یہ چاہتے تھے کہ ہم ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے ہی ذریعے گھوسٹ سکولوں کی نشان دہی کرتے تو پھر وہ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ اتنے عرصے سے کر کیوں نہیں سکا؟ ان کے دور میں جو گھوسٹ سکول بنے ہیں' یہ میں ان کے دور کا اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ان سکولوں کی تاریخیں موجود ہیں' جب وہ sanction کیے گئے' جب ان کا عملہ بھرتی کیا گیا' جب ان کی نفری پوری کی گئی وہ تاریخیں موجود ہیں۔ سال وار' مہینے وار' وہ سب تاریخیں موجود ہیں۔ وہ انھی کے دوست' انھی کے قائد جناب وٹو صاحب کے دور سے شروع ہوا تھا۔ پھر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے افسران گھوسٹ سکولوں کی تنخواہیں اور ان کی عمارات کے پیسے ہڑپ کرنے میں خود ملوث ہیں۔ اگر ان کے ذریعے ایسا ہو سکتا تو ہمارا دماغ خراب تھا کہ ہم اتنی بڑی رقم افواجِ پاکستان کے سپرد کرتے کہ آئیے' آپ ہماری مدد کر دیں۔ یہ تو ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے failure کو detect کرنا تھا۔ وہ اپنے failure کو detect کرنے میں

ہماری امداد کرتے؛ تو ہمیں اِسی لیے ایک outside agency افواج پاکستان سے امداد لینا پڑی اور اس سے بہتر اور ایجنسی کون سی ہوسکتی ہے جو کہ صحیح معنوں میں محبِ وطن فوج ہے؛ ان کے ذریعے ہم نے اتنا بڑا فراڈ detect کیا لیکن اس پر بھی آپ کو اعتراض تھا۔

جناب چیئرمین! لاہور کے بارے میں ان کے جو اعتراضات تھے وہ ٹریژری بنچز سے میرے ایک دوست اور فاضل رکن جناب خواجہ صاحب یہاں بیان کر چکے ہیں۔ ہیلی کاپٹر کے استعمال پر بھی جناب قائد حزبِ اختلاف نے اعتراض کیا۔ میں تو اس کا بہت سادہ سا جواب دیتا ہوں۔ چلیے' یہ دو ادوار کا موازنہ کرلیں۔ جب یہ سپیکر ہوا کرتے تھے اور ان کے دوست چیف منسٹر پنجاب تھے۔ اس سال کا اور جناب محمد شہباز شریف کے ہیلی کاپٹر کے استعمال کے سال کا موازنہ کر لیتے ہیں۔ حقیقت سامنے آ جائے گی۔ یہ اپنے دور کو کیوں بھول رہے ہیں؛ جو عیاشیاں اور جو لوٹ سیل پنجاب کے خزانے پر لگی رہی اس کو یہ بھول رہے ہیں' جان بوجھ کر نظرانداز کرتے ہیں۔ میں تو جیسے اس کتاب کا حوالہ دے چکا ہوں اسی طرح آپ کی وساطت سے میں کہتا ہوں کہ چلیے' جناب وٹو صاحب کا دور کہ جتنے ہیلی کاپٹر کے اخراجات اس دور میں ہوئے اور اس دور کے ہیلی کاپٹر کے اخراجات دیکھ لیتے ہیں' تو ان کی بات کی حقیقت کا پتا چل جائے گا۔

جناب چیئرمین! یہاں ایک کوچ کی خریداری پر بھی اعتراض کیا گیا کہ شالیمار سنٹر کے لیے ایک کوچ ہے اور یہ شالیمار سنٹر کیا ہے؛ اس کو کس لیے یہ کوچ دی گئی؛ میں آپ کی وساطت سے اُن کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ شالیمار سنٹر نابینا لوگوں کے لیے ہے اور اُن کے لیے اگر ایک کوچ مہیا کر دی گئی ہے تو میرے خیال میں حکومتِ پنجاب نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اِسی طرح جناب قائد حزبِ اختلاف نے ہائی کورٹ کے لیے گاڑیوں کی خریداری کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ایک طرف تو ہم یہ شور مچا رہے ہیں کہ کوئی گاڑی نہیں' کوئی گاڑی نہیں تو پھر ہائی کورٹ کے لیے کیوں؛ جناب چیئرمین! جب ہائی کورٹ کے نئے ججز کا تقرر ہو تو حکومتِ پنجاب فوراً اُن کے استعمال کے لیے گاڑی مہیا کرے گی اور وہ جو گاڑیاں دی گئیں وہ نئے ججز کے تقرر کے بعد دی گئیں۔

جناب چیئرمین! انھوں نے وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر اعظم پاکستان کی کھلی کچہریوں کے لیے چھ cordless micro units کا بھی ذکر کیا۔ ویسے اس کا کل خرچہ ایک لاکھ روپیہ ہے اور یہ چھ یونٹ نہیں ہیں' بلکہ یونٹ ایک ہی ہے۔ اس میں مائیک چھ ہیں۔ اب چونکہ ان کو یہ کبھی تجربہ حاصل

نہیں ہوا کہ وزیر اعظم کی کھلی کچہری کس طرح لگا کرتی ہے؛ وزیر اعلیٰ کی کھلی کچہری کس طرح لگا کرتی ہے؟ تو آپ کی وساطت سے قائد حزب اختلاف کی خدمت میں عرض کردیتا ہوں کہ وہاں ہزاروں کی تعداد میں مرد، عورت، بوڑھے، جوان اور بچے اپنی اپنی شکایات لے کر حاضر ہوتے ہیں۔ وزیر اعظم کے پاس ملک بھر سے، بلوچستان کے remotest corner سے، صوبہ سرحد کے remotest corner سے، صوبہ سندھ کے remotest interior اور remote corner سے اور پنجاب بھر کے لوگ آتے ہیں اور اتنے بڑے اجتماع میں عام روایتی لاؤڈ سپیکرز ناکارہ بن کر رہ جاتے ہیں اور پھر جہاں مائیک کا ایک سٹینڈ لگا ہوا ہے وہاں پر لوگوں کو بار بار بلانا ممکن ہی نہیں رہتا جہاں ہزاروں لوگوں کی نفری بیٹھی ہو۔ وہاں کسی بھی کونے میں کوئی فریاد سنانا چاہیے تو وہ Cardless مائیک اس تک پہنچایا جاتا ہے۔ غریب عوام کی شکایات سننے کے لیے ایک سہولت دی گئی ہے، اس پر بھی اگر قائد حزب اختلاف کو اعتراض ہے تو سوائے افسوس کے میں اور کیا بیان کر سکتا ہوں؟

جناب والا! یہاں پر قائد حزب اختلاف نے ایک ہسپتال کو چُن کر نشانہ بنایا ہے اور وہ ہے نواز شریف ہسپتال یکی گیٹ۔ کہ اس کے لیے نئی پوسٹ create کی گئی جبکہ ڈی ایچ او پاکپتن کے لیے اب تک پوسٹ create نہیں اور پاکپتن کے ہسپتال کو ساہیوال کا ڈی ایچ او look after کرتا ہے۔ جناب والا! میں یہ تو قطعاً نہیں کہنا چاہتا کہ پاکپتن کی اہمیت نہیں اور نواز شریف ہسپتال یکی گیٹ کی زیادہ اہمیت ہے، لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب پاکپتن کو ضلع بنایا گیا تھا تو اس وقت بھی ان ہی کی جماعت سے یہ اعتراض ہوا تھا کہ ایک تھانے کو ضلع بنا دیا گیا ہے اور اس پر اس وقت ان کی طرف سے بہت سی تقاریر ہوئی تھیں۔ وہ اس علاقے کے لوگوں کی، اس علاقے کے representatives کی ایک خواہش تھی جس کے مطابق وہ ضلع بنا دیا گیا۔ اگر اس کی صحت کی ضروریات اتنی ہوتیں کہ وہاں ایک علیحدہ ڈی ایچ او رکھنا لازم ہو جاتا تو یقیناً میں کہتا ہوں کہ محکمہ صحت نے ڈی ایچ او کی پوسٹ وہاں پر fill up کر دی ہوتی لیکن۔ اگر ساہیوال کا ڈی ایچ او وہاں look after کر رہا ہے تو ان کو بتانا تو یہ چاہیے کہ اس میں قباحتیں کیا ہو رہی ہیں اور کیا کیا کمی رہ گئی ہے۔ صرف یہ کہنا کہ وہ پوسٹ fill up نہیں کی گئی اور یہاں پوسٹ fill up کر دی گئی یہ کوئی اعتراض نہیں بنتا۔ یہ تو انھیں بتانا چاہیے تھا کہ وہاں پر ایک ڈی ایچ او کے نہ ہونے کی کیا کیا قباحتیں ہیں۔

جناب والا! میں تقریباً ان کے اعتراضات کا point wise جواب دے چکا ہوں۔ ان کے ساتھی، میرے عزیز اور نہایت ہی تجربہ کار ، چار یا پانچ مرتبہ elect ہونے والے اس ہاؤس کے معزز رکن سعید اکبر خان صاحب نے بھی کچھ اعتراض کیے ہیں۔ انھوں نے یہ کہا کہ صرف ایمرجنسی حالات میں ہی اخراجات کرنے چاہییں اور ہماری طرف ان کا اشارہ تھا کہ انھوں نے تو بم دھماکے کے بعد صرف یہ ایمرجنسی دی ہے ورنہ ملک میں اور تو کوئی ایسی ایمرجنسی نہیں تھی۔ تو میں آپ کی وساطت سے ان سے پوچھ سکتا ہوں کہ جناب سعید اکبر خان صاحب، آپ بتائیں گے کہ اتنی بڑی ایمرجنسی کون سی تھی جوآپ کی حکومت نے 96-1995ء میں نافذ کی تھی۔ نعرہ ہائے تحسین ۔ یہاں انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہمارے قول اور فعل میں بڑا تضاد ہے کہ ایک طرف سے ہم نئی پوسٹس create کر رہے ہیں اور دوسری طرف ہم نوکریوں سے فارغ کر رہے ہیں۔ جناب والا! ان کی اس بات کو، ان کے اس نکتۂ اعتراض کو جہاں تک میں سمجھ سکا ۔ جناب نوکریوں سے فارغ تو ہم نے صرف دو محکموں کو کیا ہے ایک پی آر ٹی سی اور ایک پی اے ڈی این ایف سی ۔ جن کو گولڈن ہینڈ شیک سکیم کے تحت فارغ کیا ہے۔ اب گولڈن ہینڈ شیک سکیم voluntary basis پر ان کو offer کی گئی تھی۔ میں یہ وثوق سے کہہ رہا ہوں کہ اب بھی پی آر ٹی سی کے جو ملازمین گولڈن ہینڈ شیک سکیم accept نہیں کرنا چاہتے تھے ان کو پیشکش تھی کہ آپ کو pool میں ڈال دیا جائے گا اور جہاں vacancy وغیرہ وغیرہ ، یہ سارا کچھ بہت پہلے explain ہو چکا ہے، اس میں تضاد کیا ہے؟ میں آپ کی وساطت سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ پی آر ٹی سی کی وہ کم و بیش دس ہزار کی نفری تھی جن کی تنخواہوں پر تقریباً 42 کروڑ روپیہ سالانہ خرچ ہوتا تھا تو کیا وہ ہم رکھتے؟ اور پھر ہمارے پاس بسیں کتنی ہیں؟ یہاں پر وزیر ٹرانسپورٹ تشریف نہیں رکھتے ورنہ وہ فگرز کے بارے میں میری معاونت کر دیتے۔ غالباً صوبے بھر میں 28 بسیں ہیں۔ کم و بیش دس ہزار کی نفری اور 28 بسیں اور ان کی تنخواہوں پر تقریباً 42 کروڑ روپے سالانہ خرچہ ۔ جب تک ان کی حکومت تھی انھوں نے تو وہ 42 کروڑ enjoy کیے۔ ہم تو یہ چاہتے تھے کہ ان کا بھی نقصان نہ ہو ۔ ہم نے تو ان کو گولڈن ہینڈ شیک offer کی اور حکومت پنجاب کو تقریباً دو ارب روپے خرچ کرنے کے ساتھ یہ ریلیف ملا کہ 42 کروڑ ان کی سالانہ تنخواہوں سے بچا اور یہی کیفیت پی اے ڈی این ایف سی کی تھی کہ عرصہ دراز سے وہ خسارے میں چلی آ رہی تھی اور وہ عوام کی کتنی خدمت کر رہی تھی۔ جناب چیئرمین! وہ بھی جانتے ہیں، اس ایوان کے معزز اراکین بھی جانتے ہیں۔ پھر حکومت پنجاب نے

مختلف محکموں میں جو فالتو گاڑیاں تھیں جو ان کی sanction اور ان کی authorization سے زیادہ تھیں وہ واپس کھینچیں۔ اس کی فگرز بھی مجھے یاد نہیں' کیونکہ اس Cabinet میٹنگ کے جو چیئرمین ہیں وہ آج اس ایوان میں موجود نہیں ہیں۔ لیکن وہ سات سو سے کچھ زیادہ گاڑیاں تھیں ۔ ان کی نیلامی پر جناب فاضل رکن نے اعتراض کیا اور جناب چیئرمین! میں پھر حیران ہوں اگر ہم اس کو transparent طریقے سے اعلان نہ کرتے جہاں ٹی وی موجود' پریس موجود پھر کھلے عام ہر شخص کو اجازت تھی' اگر ہم وہ سسٹم نہ اپناتے تو تب بھی انھوں نے اسی فلور پر آ کر کہنا تھا کہ دیکھا جناب' یہ زید' بکر' عمر کے بھانجوں' بھتیجوں' چچوں اور ماموؤں کو بانٹ دی گئیں اور اگر ہم نے بہت transparent طریقے سے with T.V. coverage, with the entire Press looking on نیلامی کا طریقہ اپنایا ہے تو پھر اس پر اعتراض' کہ جی نیلامی میں تو قیمت ٹھیک نہیں ملتی۔ اب ان کے پاس جو تیسرا طریقہ ہے تو وہ یہاں suggest کر دیا ہوتا ۔ یہاں پر بجائے open transparent auction کے اعتراض کے تیسرا طریقہ یہاں پیش کر دیا ہوتا کہ نہ آپ نیلام کریں۔ نہ آپ پرائیویٹ treaty سے بیچیں۔ میں جادو کا ایک نسخہ بتاتا ہوں جس سے آپ کو صحیح قیمت وصول ہوسکتی تو وہ جادو کا نسخہ تو انھوں نے یہاں بتایا نہیں۔ پولیس کی گاڑیوں اور ہائی کورٹ کی گاڑیوں کے متعلق اپوزیشن کے لیڈر اور اپوزیشن کے ممبر کا ایک common نکتہ تھا جس کے بارے میں عرض کر چکا ہوں۔ لاہور کے بارے میں دونوں حضرات کے نکات بھی تقریباً common ہی تھے ۔ سعید اکبر خان صاحب نے پھر ایک اور نکتہ اٹھایا تھا جس کے بارے میں لیڈر آف دی اپوزیشن نے بھی ذرا زیادہ تفصیل سے ذکر کیا ۔ وہ ہے کہ لوکل باڈیز کے جو الیکشن کروانے ان سے کیا حاصل ہوا کہ کم و بیش 70 جانیں ضائع ہوگئیں۔ حکومت پنجاب کو کسی ایک جان کے ضائع ہونے پر بے حد افسوس ہوتا ہے ۔ یہ تو ہم نے اپنے عمل سے اپنے کردار سے ثابت کر دیا ہے کہ جس طرح حکومت پنجاب اس وقت دہشت گردی سے نمٹنے کی کوشش کر رہی ہے' اور جو فرقہ وارانہ قتل وغیرہ ہو رہے ہیں ان سے نمٹنے کی کوشش کر رہی ہے اور اس قسم کے لاء اینڈ آرڈر situation کے جو دیگر مسائل ہیں حکومت پنجاب ان سے اس جذبے سے نمٹنے کی کوشش کر رہی ہے ۔ تو جناب والا! آپ کی وساطت سے کیا میں ان سے پوچھ سکتا ہوں کہ 1993ء میں ان کی حکومت جس طرح سے معرض وجود میں آئی وہ میں یہاں دوبارہ بیان کرنا مناسب نہیں سمجھتا اس بارے میں پریس والے زیادہ بہتر جانتے ہیں ۔ اس ایوان کے معزز ممبران بھی جانتے ہیں جس طرح سے وہ وجود میں آئی۔ یہ سب

کے سامنے ہے تو انھوں نے پہلا پہلا اقدام کیا کیا تھا۔ وہ اسی لوکل باڈیز کا خاتمہ تھا انھوں نے انہی لوکل باڈیز کا گلا گھونٹ دیا تھا اور بیچ میں کم و بیش پانچ سال گزر گئے no local bodies ' no local governments ۔ جناب والا! اسی گھٹن کے نتیجے میں جو polarization ہوئی پڑی تھی اور پانچ سال کے بعد جب وہ ایک دوسرے کے سامنے آئے ہیں تو میں نہایت افسوس اور نہایت صدمے کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ یہ کم و بیش 70 قتل ہوئے ہیں۔ لیکن نتیجہ ان کے سر' ان کے کھاتے میں پڑتا ہے۔ آپ نے کیوں صوبے میں پانچ سال یہ گھٹن پیدا کی؛ لوگوں کے جذبات اور polarization اس قدر زیادہ ہو چکی تھی جس کے نتیجے میں 70 افراد اپنی جانیں کھو بیٹھے۔

جناب والا! یہاں جو اعتراضات بھی قائد حزب اختلاف یا ان کے واحد دوسرے سپیکر جناب سعید اکبر خان صاحب کی طرف سے پیش کیے گئے ان میں کوئی substance نہیں' کوئی وجود نہیں۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ ضمنی بجٹ کو پاس کرنے کے لیے ہاؤس میں پیش کیا جائے (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین، شکریہ ۔ اب اس ایوان کا اجلاس کل بروز ہفتہ مورخہ 27 جون 1998 ء صبح ساڑھے نو بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس)

ہفتہ' 27۔ جون 1998ء

(شنبہ' 2۔ ربیع الاوّل 1419ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس' اسمبلی چیمبر' لاہور میں صبح دس بجے زیر صدارت جناب ڈپٹی سپیکر (سردار حسن اختر موکل) منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری غلام رسول نے حاصل کی۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ۝۱۰۵
اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ۝۱۰۶ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝۱۰۷

سورۃ الانبیاء آیت نمبر 105 تا 107

اور بے شک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔ بے شک یہ قرآن کافی ہے عبادت والوں کو۔ ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لیے ہے۔

وما علینا الا البلاغ۝

استحقاق

پبلک ہیلتھ لودھراں کے ایکسئین کی ایم پی اے سے وعدہ خلافی

جناب ڈپٹی سپیکر، تحریک استحقاق نمبر 16 پیش کر دی گئی تھی۔ اس کا جواب آنا تھا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ، (جناب آصف علی ملک) جناب والا! واٹر سپلائی سکیم چک نمبر 17MPR کی تعمیر 93-1992ء میں شروع ہوئی۔ ٹیوب ویل کی تنصیب کے لیے ریجنل ڈائریکٹر واٹر ریسرچ کونسل لاہور کے ذریعے علاقے کا زمینی سروے کیا گیا۔ انھوں نے تفصیلی رپورٹ کے تحت ٹیوب ویل بہشتی نہر کے قریب لگانے کی جگہ کی نشان دہی کی۔ جہاں پر میٹھا پانی میسر ہونے کی تصدیق کی گئی۔ محکمہ نے ٹیوب ویل لگانے کے بعد پانی کا نمونہ ٹیسٹ کروایا اس کے مطابق نمکیات یعنی TDS (Total Dissolved Salts) کی تعداد 585 تھی اور پانی فٹ نکلا۔ سکیم کی باقی چیزیں مثلاً rising main میں distribution system کی مشینری جون 1996ء میں مکمل ہوئی اور بجلی کا کنکشن دینے کے بعد سکیم چلا دی گئی۔ پھر حکومت کی پالیسی کے تحت سکیم دسمبر 1996ء میں گاؤں کی users committee کے حوالے کر دی گئی۔ جناب ایم پی اے احمد خان بلوچ صاحب نے ایک دو بار ملاقات کی۔ ایکسئین اور ایس ڈی او کو مذکورہ واٹر سپلائی کے پانی کی کوالٹی کے تبدیل ہونے کے بارے میں کہا جس پر محکمے نے کہا کہ چونکہ سکیم مکمل ہو چکی ہے۔ اس پر اب کوئی بھی تبدیلی یا ٹیوب ویل کی تنصیب آپ کے تجویز کردہ سالانہ ترقیاتی پروگرام کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ جونہی سکیم حکومت کی طرف سے منظور ہو جائے گی اور فنڈز مہیا ہوں گے تو دوبارہ علاقے کے زیر زمین پانی کے مکمل سروے کے بعد ٹیوب ویل لگا کر سکیم کو چلایا جائے گا۔ جس میں وقت کا تعین حکومت کے بس میں نہیں ہے اور نہ ہی جناب ایم پی اے صاحب سے اس طرح کا وعدہ کیا جا سکتا تھا۔ جب تک کہ سکیم منظوری اور فنڈز کی فراہمی کا مرحلہ طے نہ ہو جاتا۔ آج ہم نے پھر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ لیبارٹری ملتان سے مذکورہ ٹیوب ویل کا واٹر سیمپل ٹیسٹ کروایا۔ اس کے مطابق TDS کی مقدار 1436.5 ہے جو کہ 1500 کی حد کے اندر ہے۔ بہر حال سلفیٹ کی مقدار 510 ہے جو کہ 400 کی مطلوبہ حد سے زیادہ ہے۔ صرف اس سلفیٹ کی وجہ سے hardness زیادہ ہے۔ لہذا پانی فٹنس کے قریب تک ہے۔ ہمارے مندرجہ بالا مؤقف کے باوجود اگر جناب محترم

ایم پی اے صاحب کا استحقاق مجروح ہوا ہے تو ہم ان کے لیے غیر مشروط طور پر معذرت خواہ ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ان حالات میں میں سمجھتا ہوں تحریک استحقاق کو rule out کیا جاتا ہے۔ تحریک استحقاق نمبر 18 پیش ہو چکی ہے۔ اس کا جواب بھی آنا ہے۔

وزیرصحت، جناب والا! تحریک استحقاق نمبر18 کے بارے میں گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ میری ایم پی اے صاحب سے بات ہو گئی ہے۔ We will settle it outside the House. He is not going to press it.

جناب ڈپٹی سپیکر، کیا ان کی بات درست ہے۔

دیوان عظمت سید محمد چشتی، جی ہاں!

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنی چاہتا ہوں۔ میں صرف اپنے علم کے لیے یہ گزارش کروں گا کہ جو تحریک پیش ہو جائے اور منسٹر یہ جواب دے کہ میری ایم پی اے سے بات ہو گئی ہے' یہ درست ہے یا منسٹر صاحب محکمہ کی طرف سے جواب دینے کے بعد کہنا چاہیے کہ ہماری معزز ایم پی اے سے بات بھی ہو چکی ہے۔ وہ اس کو پریس نہیں کرتے۔ جواب تو آنا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ بجا فرماتے ہیں لیکن وہ ایم پی اے صاحب ہی کہتے ہیں کہ میں پریس نہیں کرتا اور اسے واپس لیتا ہوں۔ پھر ہم وقت کیوں ضائع کریں۔۔۔۔ اب leave applications ہیں۔

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب ڈپٹی سپیکر، اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

حاجی محمد نواز

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست حاجی محمد نواز کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں جون 15 ' 18 تا 20 لاہور میں مصروفیت کی وجہ سے اجلاس میں نہ آسکا۔ چھٹی منظور کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے " کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے "۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ایس اے حمید

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب ایس اے حمید صاحب کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں مورخہ 23 جون 1998، کو ضروری کام کی وجہ سے اسمبلی کے اجلاس میں نہ آسکا۔ اس یوم کی رخصت منظور کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ "مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب غلام مرتضٰے جتلا

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب غلام مرتضٰے جتلا صاحب کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میرے پاؤں میں gout ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے میں چل پھر نہیں سکتا۔ مہربانی فرما کر دو ایام مورخہ 24 اور 25 جون 1998ء کے لیے رخصت منظور فرمائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(تحریک منظور ہوئی)

سردار عاشق حسین گوپانگ

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب عاشق حسین گوپانگ صاحب کی طرف سے موصول ہوئی ہے

گزارش ہے کہ میں بوجہ بیماری 22 اور 23 جون 1998ء کو اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکا ہوں۔ دو ایام کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ایس اے حمید

سیکرٹری اسمبلی ، مندرجہ ذیل درخواست جناب ایس اے حمید صاحب کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر 15 جون 1998 ، کو اسمبلی نہ آسکا۔ لہٰذا اس یوم کی رخصت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ "مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب غلام مرتضٰے میتلا

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست ملک غلام مرتضٰے میتلا صاحب کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں بوجہ ذاتی مصروفیات مورخہ 26 جون 1998، تا اختتام اجلاس اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کرنے سے قاصر ہوں۔ از راہ کرم رخصت عنایت فرمائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے " کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے "

(تحریک منظور ہوئی)

میاں نجیب الدین اویسی

سیکرٹری اسمبلی ، مندرجہ ذیل درخواست میاں نجیب الدین اویسی صاحب کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں مصروف ہونے کی وجہ سے مورخہ 15 ' 18 ' 19 ' 20 اور 22 جون کو اجلاس میں شامل نہ ہو سکا۔ مہربانی فرما کر پانچ یوم کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے " کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب محمد اسلم بھروانہ

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب محمد اسلم بھروانہ صاحب کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ مورخہ 20 جون 1998ء بوجہ بیماری حاضر نہیں ہو سکا۔ ایک یوم کی رخصت عنائت کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

خواجہ سعد رفیق

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست خواجہ سعد رفیق صاحب کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں مورخہ 24 جون 1998ء نجی مصروفیات کی بنا پر اسمبلی کے اجلاس میں شرکت نہ کر سکا۔ براہ کرم مجھے درج بالا یوم کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ "مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

حاجی محمد حیات

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست حاجی محمد حیات صاحب کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں 18 تا 20 جون 1998ء تین یوم اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ میرے چچا زاد بھائی انتقال کر گئے تھے۔ اس مجبوری کی وجہ سے مہربانی فرما کر میری رخصت منظور کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے " کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

MR MALIK RIAZ

SECRETARY ASSEMBLY: The following application has been received from

Mr Malik Riaz.

He has requested that

"I am layed down with fever and pain last night. It is requested that I may be allowed leave for today i.e. 26th June, 1998."

MR DEPUTY SPEAKER: Now the question is that the leave applied for may be sanctioned

(The Motion was carried)

ملک احمد علی اوکھ

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست ملک احمد علی اوکھ صاحب کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں مورخہ 12 جون 1998ء بوجہ علالت اجلاس میں شرکت نہ کر سکا۔ رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(تحریک منظور ہوئی)

ضمنی بجٹ بابت سال 98 - 1997ء پر بحث اور رائے شماری

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم گوشوارہ ضمنی بجٹ بابت سال 1997-98ء کے مطالبات زر کو زیر غور لاتے ہیں۔ گوشوارہ ضمنی بجٹ بابت 1997-98ء میں مطالبات زر کی کل تعداد 34 ہے۔ ان میں 6 مطالبات زر میں تخفیف کی تحاریک موصول ہوئی ہیں۔ حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے درمیان طے پا جانے والے معاہدہ کے تحت مندرجہ ذیل کٹوتی کی تحاریک پر اور حسب ذیل ترتیب سے بحث ہو گی۔

1۔ مطالبہ زر نمبر 13 قرضہ جات برائے میونسپل کمیٹیاں/ خود مختار ادارہ جات

2۔ مطالبہ زر نمبر 10 ترقیات

3۔ مطالبہ زر نمبر 12 شاہرات و پل

4۔ مطالبہ زر نمبر 9 غلے اور چینی کی سرکاری تجارت

5۔ مطالبہ زر نمبر 6 ریلیف

6۔ مطالبہ زر نمبر 7 سبسڈیز

قاعدہ نمبر 147 اور قاعدہ نمبر 144 کے ذیلی قاعدہ (4) کے تحت تخفیف کی تحاریک پر کارروائی ایک بجے دوپہر تک جاری رہے گی۔ اس کے بعد قاعدہ مذکور کے تحت guillotine کے ذریعے مطالبات زر پر رائے شماری شروع کر دی جائے گی۔ اب ہم مطالبات زر پر کارروائی شروع کرتے ہیں اور حسب معاہدہ تخفیف کی تحریک مطالبہ زر نمبر 13 قرضہ جات برائے میونسپل کمیٹیاں/ خود مختار ادارہ جات سے کارروائی شروع کرتے ہیں۔ وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر 13 پیش کریں۔

مطالبہ زر نمبر 13

وزیر قانون: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں

"کہ ایک ضمنی رقم جو 76 کروڑ' 28 لاکھ' 76 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد قرضہ جات برائے میونسپل کمیٹیاں/ خود مختار ادارہ جات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے

"کہ ایک ضمنی رقم جو 76 کروڑ' 28 لاکھ' 76 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد قرضہ جات برائے میونسپل کمیٹیاں/ خود مختار ادارہ جات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سعید احمد خان منیس: میں اس کو اپوز کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مطالبہ زر نمبر 13 میں تخفیف کی تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے ہے۔

1۔ جناب سعید احمد خان منیس

2۔ جناب سعید اکبر خان

3- جناب معظم جہاں زیب احمد خان وٹو

4- جناب منصور احمد خان

5- صاحبزادہ محمد عثمان خان عباسی

6- سردار رفیق حیدر لغاری

7- مولانا منظور احمد چنیوٹی

8- چودھری خالد جاوید وڑائچ

9- سید مسعود عالم شاہ

10- جناب محمد اکرام اللہ خان

11- پیر شجاعت حسنین قریشی

جناب سعید احمد خان منیس اپنی تخفیف کی تحریک پیش کریں۔

جناب معظم جہاں زیب احمد خان وٹو: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی فرمائیے۔

جناب معظم جہاں زیب احمد خان وٹو: جناب سپیکر! میں کورم کی نشان دہی کرتا ہوں۔ ہاؤس میں کورم نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: گنتی کی جائے----- گنتی کی گئی----- ہاؤس میں کورم پورا نہیں' پانچ منٹ کے لیے گھنٹیاں بجائی جائیں۔ پانچ منٹ ہوگئے ہیں' گنتی کی جائے۔ جو معزز اراکین لابی میں تشریف رکھتے ہیں ان سے گزارش ہے کہ ہال میں تشریف لے آئیں----- گنتی کی گئی----- کورم پورا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین) جناب سعید احمد خان منیس صاحب! فرمائیے۔

جناب سعید احمد خان منیس(قائد حزب اختلاف)، جناب والا! کٹوتی کی تحریک پیش کروں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' جی۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

"کہ 76 کروڑ 28 لاکھ 76 ہزار روپے کی مجموعی رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 13 قرضہ جات برائے میونسپل کمیٹیاں خود مختار ادارہ جات کم کر کے ایک روپیہ کر دیا

جائے"۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے،

"کہ 76 کروڑ 28 لاکھ 76 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر 13 قرضہ جات برائے میونسپل کمیٹیاں خود مختار ادارہ جات کو کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے"۔

وزیر قانون، جناب والا! میں اپوز کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس تحریک کے محرکین باری باری اپنی تقاریر کریں گے۔ پہلے جناب سعید احمد خان منیس صاحب تقریر کریں گے۔

جناب سعید احمد خان منیس، شکریہ۔ جناب سپیکر! مطالبہ نمبر 13 قرضہ جات برائے میونسپل کمیٹیز اور خود مختار ادارہ جات کی کٹوتی کی تحریک پر چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ویسے تو نمبر '13' کو انگریزی میں عموماً "un-lucky for some" کہا جاتا ہے۔ ضمنی بجٹ میں "un lucky for some" کا ہیڈ Loan for Municipal Committees and Autonomous Bodies اور main budget میں un lucky for some No 13 پولیس کے کھاتے میں آتا ہے۔ جناب سپیکر! ہم نے جب بھی پاکستان کو نقصان پہنچتے دیکھا ہے بالعموم اس کی تہ میں دو ہی عوامل کار فرما رہے ہیں' ایک ذاتی مفاد کی ترجیح اور دوسرا علاقائیت ' صوبائیت ' فرقہ وارانہ تعصبات۔ جناب والا! ہمیں سب سے پہلے پاکستان عزیز ہونا چاہیے اور اس کے بعد ذاتی ترجیحات یا علاقائی تعصبات' میں نے کل ضمنی بجٹ پر اپنی تقریر میں بھی کچھ عرض کیا تھا اور میں نے بتایا تھا کہ پنجاب میں جو ضمنی گرانٹس آئی ہیں ان میں کافی فرق ہے اور مخصوص علاقوں کو نوازنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جناب والا! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ ہاؤس کو in order کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، معزز اراکین سے درخواست ہے کہ خاموشی سے کارروائی سنیں۔ آرڈر پلیز۔ جی منیس صاحب!

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! چند ہاتھوں میں اختیارات رہ گئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ افراد پارٹی سے زیادہ طاقت ور ہو گئے ہیں اور اس وقت تمام قومی ادارے ضعف کا شکار ہو گئے ہیں۔ ملکی اور صوبائی وسائل کو منصفانہ طریقے سے تقسیم نہیں کیا جا

رہا۔ جناب والا! بظاہر تو حکومت نے جو اعلان کیا ان کا منشور تو یہ تھا کہ عوام کی عزت بحال کی جائے گی۔ کیا ان کی مراد پاکستان تھا یا صوبہ پنجاب تھا؟ کوئی ایک شہر تھا یا چند حلقے تھے؟ یہ تو budget documents سے صاف نظر آ رہا ہے۔ جناب والا! ہم نے معزز ایوان کے سامنے بجٹ کے تضادات واضح کیے' وہ غلط بیانیاں واضح کیں اور میں سمجھتا تھا کہ بجٹ کی بحث کے فوراً بعد ان کی اصلاح کر لی جاتی۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ جن تضادات کا ہم نے ذکر کیا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، معزز اراکین سے میری درخواست ہے کہ کیا یہ باتیں بجٹ سے ضروری ہیں جو آپ آپس میں کر رہے ہیں۔ No cross talk please. سلہری صاحب' آپ اپنی سیٹ پر آ جائیے۔ آپ بجٹ کو بھی اتنا غیر سنجیدہ لے رہے ہیں تو پھر آپ کے لیے اور کیا چیز سنجیدہ ہو سکتی ہے؟ آپ نے اپوزیشن کے معزز اراکین کی باتوں کا جواب نہیں دینا؟ جی منیس صاحب!

جناب سعید احمد خان منیس، شکریہ۔ جناب سپیکر! میری یہ خواہش تھی اور ہم سب دوستوں کی یہ خواہش تھی کہ جو فحش غلطیاں کی گئی ہیں ان کی اصلاح کر لی جاتی۔ اب جب بجٹ پاس ہو چکا ہے تو اس ایوان کی قابلیت اور صلاحیت کے بارے میں باہر بہت ہی افسوس ناک تاثر پایا جاتا ہے۔ ہم نے ان پر تحاریک استحقاق بھی پیش کیں' لیکن ان کا جو حال ہوا وہ آپ کے سامنے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اجلاس prorogue ہو جاتا ہے تو ہم ان استحقاق کی تحریکوں سے بھی محروم رہ جائیں گے۔ ہاں' البتہ یہ ضرور ہوا کہ محکمہ خزانہ کے افسران راتوں کو جاگتے رہے ان کے دفاتر راتوں کو کھلے رہے۔ کیا ہی بہتر ہوتا کہ وہ ان غلطیوں کی اصلاح کر لیتے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان کا رات کا جاگنا اور راتوں کو ان کے دفاتر کھلے رہنا اور اس کے بعد اس ایوان کے سامنے کوئی واضح چیز نہ آنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے پاس اصلاح کے لیے کوئی راستہ نہیں نکلا۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ کو وہ تقدس حاصل نہیں ہوگا اور جیسے میں نے کل عرض کیا تھا کہ ہم نے انگوٹھا ثبت کر کے بجٹ پاس کیا ہے۔ جناب سپیکر! اپوزیشن کا کام point out کرنا ہے اور ہم اس لیے point out کرتے ہیں اور اس کا مقصد صرف تنقید برائے تنقید نہیں ہوتا' بلکہ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو صحیح چیز ہے وہ ایوان کے سامنے پیش کی جائے۔ لیکن میں نہایت ہی افسوس کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ آج تک پورے اجلاس کے دوران جتنے بھی غلط اعداد و شمار پیش کیے گئے ان کی rectification کے لیے ہمیں کوئی تسلی نہیں دی گئی۔

جناب سپیکر! اب بجٹ پاس ہو گیا ہے اس میں روزانہ ان کو اصلاح کرنا پڑے گی ان کو corrigenda issue کرنا پڑے گا۔ایک نہیں کئی کئی کرنے پڑیں گے۔ لیکن جناب سپیکر ایوان میں تحریک پیش کرنے کا ہمارا جو اپنا حق ہےہمیں اس کا موقع نہیں دیا گیا۔ اپوزیشن اس بات پر بھی غور کر رہی ہے اگر ایوان میں ہمیں یہ حق حاصل نہیں ہوا تو ہم پھر دوسرے دروازے دیکھیں اور اس کی اصلاح کروائیں۔ اس صوبے کی عوام اور معزز ایوان کو یہ بتائیں کہ جو کچھ ہم نے پوائنٹ آؤٹ کیا تھا وہ صحیح تھا۔ جناب سپیکر! میں نے کل یہاں کچھ گزارشات کی تھیں اور اس میں' میں نے یہ عرض کیا تھا کہ جو صوبے کے محاصل ہیں ان کو مخصوص علاقوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ خاص طور سے کل میں نے لاہور کے حوالےسے بات کی تھی اور جوضمنی بجٹ ہے حکومت کی اپنی کتاب ہے اس میں سے میں نے پوائنٹ آؤٹ کیا تھا' جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا حالیہ جو مردم شماری ہوئی ہے یہ اسی کے نتائج ہیں کہ loan کی مد میں صوبے کا ڈویلپمنٹ بجٹ ہے اس کا 91 فی صد لاہور پر خرچ ہوا۔ جناب والا کیا یہ مردم شماری کا نتیجہ ہے کہ یہاں لاہور کی اتنی آبادی بڑھ گئی ہے۔ جناب سپیکر! جو کچھ ہمیں پتا ہے اور جب لوکل باڈیز کے سلسلے میں' انتخابات کے سلسلے میں رٹ پٹیشن ہوئی تھیں عدالتوں میں بھی یہ جواب دیا تھا کہ مردم شماری کی رپورٹ ابھی آئی ہے اور اس میں ہو سکتا ہے کہ سال لگ جائے دو سال لگ جائیں۔ لیکن یہاں پر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ رپورٹ آ گئی ہے اور شاید لاہور کی آبادی باقی پنجاب کی نسبت سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ چونکہ جب ہم اخراجات دیکھتے ہیں تو وہ لاہور میں بہت زیادہ ہیں جناب والا! جب ہم ضمنی بجٹ دیکھتے ہیں تو اس پر یہ حال ہے'جناب سپیکر آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مین بجٹ میں اس کا کیا حال ہو گا۔جناب سپیکر یہ ایسی ہی مثال ہے جیسے چوپڑی ہوئی ہو اور دو دو۔

جناب سپیکر! یہ تضادات ہم کو ختم کرنے ہوں گے اور اس ایوان میں جتنے معزز اراکین اسمبلی تشریف فرما ہیں' ما شاء اللہ یہ سب اپنے اپنے علاقوں سےمنتخب ہو کر آئے ہیں اور ہر ایک کا حق بنتا ہے کہ وہ بھی اپنے علاقہ جات میں ترقیاتی منصوبے شروع کروائیں۔ میں یہاں پر یہ بات بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے حکومتی بنچوں کے ممبران نے اس دفعہ کھل کر بات کی ہے اور انھوں نے اپنے grievances اس ایوان کو بتائے کہ ان کے علاقوں میں ترقیاتی کام اس طریقے سےنہیں ہو رہے اور جو بات میں کر رہا ہوں کہ علاقوں میں جو تضادات پائے جاتے ہیں even

distribution نہیں کی گئی ' یہ ہمارے انہی دوستوں نے یہاں ہمیں بتایا ہے۔ جناب سپیکر! میں ڈیمانڈ نمبر 13 پر آتا ہوں ۔ پہلے loan to Multan Development Authority یہ جناب والا non financial institution کا انھوں نے ذکر کیا ہے ۔ اس میں جناب سپیکر payment of salary to the staff مانگی گئی ہے۔ ابھی جناب سپیکر! آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلے ہی دنوں میں اس معزز ایوان میں ڈویلپمنٹ آف سٹیز ایکٹ میں ایک ترمیم منظور ہوئی تھی۔ جس میں لامحدود وائس چیئرمین کے عہدے یہاں پر معزز اراکین اسمبلی نے منظور فرمائے تھے۔ اب آپ حال دیکھیں کہ ایک طرف تو تنخواہوں کے لیے قرضے مانگے جا رہے ہیں اور دوسری طرف وائس چیئرمینوں کے لیے لامحدود پوسٹیں ان ڈویلپمنٹ اتھارٹیوں کے لیے منظور کی گئیں۔جناب سپیکر! ان کو خود مختار ادارے اس لیے بنایا گیا تھا کہ یہ اپنے پاؤں پر خود کھڑے ہوں اور یہ اپنے فنڈز خود جنریٹ کریں۔ لیکن یہاں تو حال یہ ہے کہ یہ ڈویلپمنٹ اتھارٹیاں جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ سفید ہاتھی ہیں۔ آپ پڑھ لیں یہاں پر لکھا ہوا ہے کہ loan to Rawalpindi Development Authority اور یہ بھی تنخواہوں کے لیے پیسے مانگ رہے ہیں قرضے مانگ رہے ہیں ۔ ان کا جو اپنا پیسہ ہے وہ کہاں ہے؟ ان کی اپنی financial generation کہاں ہے۔ اتنی وائس چیئرمینوں کی پوسٹیں create کروا کر ان کو وہاں بٹھا کر اور لمبے چوڑے دفاتر دے کر لمبی چوڑی گاڑیاں دے کر' کیا ہمارا ضمنی بجٹ اس سے مطابقت کرتا ہے۔ جناب سپیکر! یقیناً نہیں کرتا۔ اس میں' میں یہ عرض کروں گا کہ کسی بھی طریقے سے یہ درست نہیں ہے کہ باڈیز bankrupt ہوں اور ان میں پھر نئی نئی پوسٹیں create کی جائیں۔ جناب سپیکر! ایک وقت ہوا کرتا تھا کہ ان خود مختار اداروں میں بیوروکریٹس خوشی سے جایا کرتے تھے آج اس کی حالت یہ ہے کہ ان کو سزا کے طور پر بھیجا جاتا ہے۔ کیونکہ وہاں پر فنڈز نہیں ہیں وہ وہاں پر جا کر عجیب کشمکش میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سپلیمنٹری گرانٹ کسی بھی طریقے سے صحیح نہیں ہے۔ جناب والا! اس میں loan to PAD & SC کی گولڈن ہینڈ شیک سکیم۔ جناب والا! ہم نے یہ سکیم یہاں پر شروع کی تھی ۔ ہم نے دیکھنا یہ بھی ہے کہ کیا وہ اہلکار جو وہاں سے فارغ کیے گئے ' کیا وہ سارے گولڈن ہینڈ شیک سکیم میں کھپتے ہیں ۔جیسے ابھی ملازمین surplus pool میں بھی پڑے ہوئے ہیں اور ایسے surplus pool میں جہاں ان کو تنخواہیں نہیں دی جا رہیں۔ جناب سپیکر! یہ ایک ایسا ادارہ تھا جو کہ کاشت کار کو کھادیں مہیا کرنے میں ان کا ساتھی تھا۔

جناب والا اس کے disadvantages اپنی جگہ پر ہوں گے لیکن ان کے فائدے بھی تھے۔ جناب والا صفحہ 53 پر میں آتا ہوں اس میں ڈویلپمنٹ کے لیے قرضہ جات ہیں ۔ non financial institution loan to LDA۔ جناب سپیکر! اس میں وہی بات ہے کہ یہ خود مختار ادارہ ہے اب ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ اس کو قرضے کی ضرورت کیوں پڑ گئی؟ اس کے تو ماشاء اللہ اپنے assets بھی بہت زیادہ تھے۔ میں یہاں علاقوں کے حوالے سے بھی بات کرتا ہوں ۔ اس میں آپ دیکھیں گے کہ ٹوٹل ڈویلپمنٹ لون جیسا کہ میں نے کل بھی عرض کیا تھا وہ 598 ملین ہے اور اس میں 548.9 ملین share for Lahore ہے۔ جناب والا! اس سلسلے میں جب کچھ بھی کہا جاتا ہے تو چند میرے حکومتی پارٹی سے تعلق رکھنے والے معزز ساتھیوں کو یہ بات اچھی نہیں لگتی۔ میں ایک بار پھر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ بات صرف تنقید برائے تنقید کی نہیں ہے ۔ یہ ہم نے خود بھی دیکھنا ہے ہم اپنے اپنے علاقوں سے منتخب ہو کر آئے ہیں ۔ ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ یہ disparity کیوں ہے۔ ایلوکیشن آف فنڈز میں فرق کیوں رکھا جا رہا ہے۔ اب میں بات کرتا ہوں سدرن پنجاب کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب کا سب سے زیادہ ریونیو یہ صوبہ وہاں سے حاصل کر رہا ہے۔ کیا ان علاقہ جات کا حق نہیں بنتا کہ وہاں کے لیے فنڈز زیادہ مختص کیے جائیں۔ پھر میں آگے آپ کو بتاتا ہوں کہ جہاں میں نے پہلے بات کی ہے اس میں اگر آپ صفحہ 54 میں دیکھیں گے تو loan to Multan Development Authority ۔ جناب والا! صرف 81 لاکھ روپے۔ اب آپ خود فرق دیکھ لیں۔ ایم ڈی اے اور ایل ڈی اے میں distribution of funds میں کتنا تضاد ہے۔جناب سپیکر! اسی صفحے پر فیصل آباد ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے لیے 2 کروڑ 30 لاکھ 63 ہزار روپے جو کہ لاہور کی نسبت بہت کم ہے لیکن اگر ملتان کے ساتھ اس کو compare کیا جائے تو بہت ہی زیادہ فرق ہے۔ لاہور میں جناب والا! آپ دیکھ لیں اور مجھے نہیں پتا کہ کس کے حلقے کے یہ ایریاز ہیں۔ مصری شاہ ' برانڈرتھ روڈ ہے ' سلامت پورہ ہے ۔ میرا مطلب یہ ہے کہ نظر آتا ہے کہ یہ خاص جگہ کے لیے فنڈز مختص کیے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی طریقے سے بھی مناسب نہیں ہے۔ جناب سپیکر! ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ ہم نے کشکول توڑ دیا ہے ۔ جناب والا! ہم تو چھوٹا کشکول توڑ کر بڑا کشکول پکڑ لیتے ہیں۔ یہ کشکول توڑنے والی بات میں سمجھتا ہوں کہ غلط ہے یا تو پھر اس کو altogether توڑ دیا جائے۔ چھوٹا توڑ کر بڑا اٹھا لینا یہ تو میں سمجھتا ہوں کہ کہیں کا انصاف نہیں ہے۔ جناب والا! آج کل نیو کلیر

Nuclear weapon پر بہت باتیں ہو رہی ہیں۔ یہ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ پاکستان نے ایسا deterrent حاصل کر لیا ہے جو کہ دشمن کی جارحیت کا منہ توڑ جواب دے سکتا ہے۔ ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ ہم اس ایٹمی کلب میں شامل ہوگئے ہیں۔ لیکن ہم نے یہ بھی ضرور دیکھنا ہے کہ اس کے reactions کیا ہوئے ہیں۔ جناب والا! ہم تو آج بھیک مانگنے پر مجبور ہیں۔ ہم تو ہر جگہ پر جا کر ہاتھ جوڑ کر بھیک مانگ رہے ہیں۔ جناب والا! ہمیں realistic ہونا پڑے گا۔ ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ یہ جو sanctions لگی ہیں اس کا ہمیں فائدہ ہوا ہے یا نقصان ہوا ہے۔ یہ جو Nuclear explosions ہوئے ہیں کیا اس کا ہمیں نقصان ہوا ہے یا فائدہ ہوا ہے۔ جناب والا! حکومت اگر دوسرے انداز سے یہ کام کرتی، ہم تو آج تک یہ کہتے رہے ہیں کہ ہمارے پاس یہ capability نہیں ہے۔ ہم کل تک یہ کہتے رہے ہیں کہ ہمارے پاس capability نہیں ہے۔ اگر ہم دنیا کو یہ بتا دیتے کہ ہمارے پاس یہ capability ہے اور ہم ان کو کھلے معائنے کرواتے تو ان کو تسلی ہو جاتی کہ ہمارے پاس یہ capability ہے۔ تو کیا وہ بہتر نہ ہوتا؟ جناب والا! میں پھر عرض کروں گا کہ ہمیں خوشی ہے کہ ہم نے deterrent حاصل کیا ہے۔ لیکن اس کے صلے میں ہمیں sanctions سے گزرنا پڑ رہا ہے اس کا ہمیں آئندہ چند مہینوں میں پتا چلے گا کہ اس کے کتنے نقصانات ہوئے ہیں اور ہماری عوام کو کس طرح اس کو face کرنا پڑے گا۔ جناب والا! یہ mass destruction کا ایک ہتھیار ہے۔ یہ ہتھیار بالکل تمیز نہیں کرتا کہ معصوم کون ہے اور بوڑھا کون ہے۔ جناب والا! یہ مندر اور مسجد میں بھی تمیز نہیں کرتا۔ جناب والا! یہ کافر اور مسلمان میں بھی تفریق نہیں رکھتا۔ ہمیں یہ سب باتیں دیکھنی ہوں گی۔ میں پھر یہ عرض کروں گا کہ ہمیں خوشی ہے کہ ہم نے یہ deterrent حاصل کیا ہے۔

جناب محمد افضل خان، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی۔

جناب محمد افضل خان، اپوزیشن لیڈر نے جو یہ statement دی ہے کہ صرف بتا دینا چاہیے تھا۔ تو حکومت پاکستان نے ہمیشہ یہ کہا کہ ہمارے پاس nuclear capability ہے۔ ہمارے سائنس دانوں نے ہمیشہ یہ کہا ہم چند گھنٹوں کے اندر یہ بنا سکتے ہیں۔ لیکن ہماری nuclear capability war heads کے لیے نہیں ہے اس کو ہم دوسرے شعبوں میں استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر ہمیں

مجبور کیا گیا تو ہم اس کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اور ہم نے اب مجبوراً اپنی وہ capability استعمال کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ خان صاحب۔ جناب منیس صاحب۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب والا! اس میں میرا یہ کہنے کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں ہے کہ یہ کوئی غلط کام ہے۔ لیکن میں نے آپ کے سامنے یہ چیزیں ضرور رکھنی ہیں۔

چودھری محمد صدیق سالار، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی۔

چودھری محمد صدیق سالار، یہ ایک کمیٹی کا نوٹیفکیشن انگریزی میں میرے ہاتھ میں آیا ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آئین پاکستان کیا پاکستان کی بڑی اور مقدم کتاب نہیں ہے؟ کیا اس میں پاکستان کی اردو زبان شامل نہیں ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، جی سالار صاحب کو اردو میں فوری طور پر نوٹیفکیشن کی کاپی مہیا کی جائے۔ تشریف رکھیں یہ ابھی پیش ہو جاتی ہے۔ جی منیس صاحب۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب والا! اس میں ہمارا دین ' ہمارا اسلام بھی یہی کہتا ہے کہ ہتھیار استعمال کرنے سے پہلے آپ یہ ضرور دیکھیں کہ تلوار کس کے خلاف اٹھائی ہے۔ عورتوں ' بوڑھوں اور بچوں پر تلوار اٹھانے کو اسلام نے ناپسندیدہ فعل قرار دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بیسویں صدی میں یو این او اور دیگر جو ادارے ہیں انھوں نے بھی اسلام کے اس مؤقف کو قانونی شکل دی ہے۔ اور انھوں نے بھی یہ کہا کہ اس میں لوگوں کو combatant اور non-combatant میں فرق واضح کرنا ہوگا۔ جناب والا! الحمد اللہ یہ deterrent ہمارے پاس ہے اور ہمیں اب بار بار ہزار بار یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ اس کو کس جگہ پر اور کیسے استعمال کرنا ہے۔ میں اس ایوان کی وساطت سے حکومت سے یہ گزارش کروں گا کہ اس پر ایک گول میز کانفرنس ضرور بلائی جائے۔ جناب والا! میں لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے بارے میں عرض کر رہا تھا اور چھوٹے اور بڑے کشکول کی بات کر رہا تھا۔ جناب والا! کسی bat بلے کے فروخت ہونے سے ہماری غربت ختم نہیں ہوگی۔ ہم نے یہ کوئی کسی مدرسے کا چندہ تو نہیں لینا کہ اس ملک کو چندوں کے زور پر چلایا جائے۔ جناب والا! اب دیکھنا یہ ہے کہ ایل

ڈی اے کو لون لینے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ میں آپ کو اس کی تھوڑی سی back ground بتانا چاہوں گا۔ کہ یہ ایسا ادارہ تھا جس کے پاس اپنے بہت ہی زیادہ assets تھے۔ اور میں سمجھتا تھا کہ اس کو تو کبھی ضرورت ہی پیش نہیں آنی چاہیے تھی کہ وہ لون لے۔ لیکن وہ کن حالات میں لون لے رہا ہے۔ حالات ایسے ہیں کہ جو اس کے اپنے assets تھے ان کو فروخت کر دیا گیا۔ ان کو اونے پونے بھاؤ بیچ دیا گیا۔ اس کی میں آپ کے سامنے چند مثالیں پیش کروں گا۔ جناب والا! اس میں وہ thousands of plots worth billions of rupees کی favouritism بنیاد پر political consideration پر تقسیم کیے گئے۔ میں اس کی تفصیل میں نہیں جاتا حالانکہ میرا یہ فرض بنتا ہے اور میں حق بجانب ہوں کہ اس کی چند مثالیں ایوان میں پیش کروں۔ اس میں چند ایسی جگہیں ہیں جو کہ conversion of public sites in to open spaces کر دی گئیں۔ جناب والا! ایک ایسی مثال بھی ہے۔ جو کہ 68 کنال رقبہ جس کی قیمت 200 million بنتی ہے وہ صرف 96 ہزار روپے فی کنال فروخت کر دیا گیا۔ انھیں حالات کی وجہ سے میں سمجھتا ہوں کہ ایل ڈی اے bankruptcy کی verge پر پہنچا ہے۔ اسی طرح سے جناب والا! کچھ کمرشل پلاٹس ہیں۔ 102 کنال کے پلاٹس تھے جو 96 ہزار روپے فی کنال کے حساب سے دیئے گئے۔ اس وقت اس کا مارکیٹ ریٹ تقریباً 400 million روپے بنتا تھا۔ اب خود ہی اس کا اندازہ لگا لیں کہ آج کل اس کی قیمت کیا ہوگی۔ جناب والا! میں اس کی چند مثالیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جیسے کہ سوک سنٹر میں شان آرکیڈ ہے۔ اور یہ نیو گارڈن ٹاؤن میں ہے۔ اور اس کی قیمت تقریباً 50 billion روپے ہے اور یہ میرا اندازہ ہے۔ اسی طریقے سے ایک پلاٹ گلبرگ میں 89-e-II تھا۔ It was valueing about 20 millions اور اس کو بھی اس طریقے سے 96 ہزار روپے فی کنال پر دے دیا گیا۔ جناب والا! ایک پلاٹ 34 جی ون۔ یہ پلاٹ جوہر ٹاؤن میں 19 کنال کا ہے۔ میں اس کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ کہ اس کو بھی اسی طریقے سے تقسیم کیا گیا۔ ایک بہت ہی Lucrative business اس اتھارٹی میں خاص طور پر لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی میں یہ exchange of plots کا ہے۔

چودھری محمد صدیق سالار، جناب والا!

جناب ڈپٹی سپیکر، جی فرمائیے۔

چودھری محمد صدیق سالار ، اپوزیشن لیڈر پلاٹس کی گنتی تو کروا رہے ہیں۔ کیا انھوں نے اس میں وہ پلاٹس بھی گن لیے ہیں جو بے نظیر نے اسلام آباد میں پورے پاکستان کے قیمتی پلاٹس اپنوں ' اپنے خاوند اور دوستوں کو دیئے ہیں وہ بھی اس میں لکھ لیں۔ اور ان کے بارے میں بھی اس کے ساتھ جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی منیس صاحب۔

جناب سعید احمد خان منیس ، جناب والا! یہ بہت ہی lucrative business جس کا میں عرض کر رہا ہوں exchange of plots کی ایک مد میں یہ آتا ہے۔ اس میں inferior plots کے ساتھ superior plots کے ساتھ exchange کر دیا گیا۔ جناب والا! جہاں یہ اتنی قیمتی پراپرٹی اونے پونے دام میں فروخت کی گئی ہے وہ تو لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کی ملکیت تھی وہ تو اس کے assets تھے۔ اگر ان کے ساتھ اس طرح سے نہ کھیلا جاتا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ آج یہ وقت نہ آتا۔ کہ ان کو لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے لیے لون لینے کی ضرورت پڑتی۔ میں اس میں کوئی لمبا چوڑا ذکر نہیں کرتا۔ لیکن اس میں چند ایک مثالیں ایسی ہیں جو کہ میں ایوان کے لیے صرف علاقوں کی بات کر دیتا ہوں مثلاً علامہ اقبال ٹاؤن سے گارڈن ٹاؤن میں پلاٹ exchange کیا جائے تو آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ اس کی value کتنی ہوگی؛ سبزہ زار سے فیصل ٹاؤن میں exchange کیا جائے تو آپ دیکھیں گے کہ اس کی کتنی value تبدیل ہو جاتی ہے۔ جناب والا! یہ چند ایک باتیں ہیں' جو میں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں tune of 58 % to the issue کی گئیں' حالانکہ علامہ اقبال ٹاؤن میں صرف 10 مرلے پر exemption دی جا سکتی ہے۔ بہت سی مثالیں ہیں' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ایک تو' یہاں ان کا ذکر کرنے کا فائدہ نہیں ہے اور.......

جناب ایاز امیر ، پوائنٹ آف آرڈر' جناب سپیکر۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی۔

جناب ایاز امیر ، جناب والا! قائد حزب اختلاف کی تقریر بڑے غور سے سنی جا رہی ہے' لیکن اس میں repetition بہت ہے۔ گو ان کو حق ہے کہ یہ repeat کر سکتے ہیں' لیکن اس سے ان کی اپنی تقریر کی effectiveness کم ہو رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شکریہ۔ جی، منیس صاحب۔

جناب سعید احمد خان منیس: جناب سپیکر! اسی طریقے سے conversion of public sites کی ایک مد ہے۔ جس طرح ہر سکیم میں ہسپتال، پولی کلینک یا ڈینٹل ہسپتالوں کے لیے پلاٹس رکھے جاتے ہیں، ان public sites کو residential plots میں convert کر دیا گیا۔ اگر ان پلاٹس کو residential بنانا تھا، تو پھر ان کی قیمت اسی طریقے سے وصول کی جاتی۔ اگر اس میں ان چیزوں کا خیال کیا جاتا، تو میں سمجھتا ہوں کہ ایل ڈی اے کی آج financial bankruptcy نہ ہوتی۔

جناب سپیکر! آج میں نے exemptions کی بات کی ہے۔ اس میں allotments on bogus P.T.Ds, P.T Os and R.L II basis ہیں۔ اس میں بہت سی باتیں کرنی والی ہیں، لیکن میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے آپ کو اسی حد تک restrict کروں۔ ایل ڈی اے کی ایک مد remissions of fines and penalties ہے۔ میں اس میں صرف ایک دو مثالیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ شاہراہ قائد اعظم پر in violation of rules صادق پلازہ بنایا گیا۔ ایل ڈی اے نے اس کی assesment 106 million rupees کی۔ یہ صرف penalties کی مد میں ہے۔ اس کو کم کر کے صرف 1.5 ملین کر دیا گیا۔ یہ چیزیں bankruptcy کی ذمہ دار ہیں۔ اسی طریقے سے شاہراہ قائد اعظم پر ایک زمان پلازہ ہے، اس کا fine assest 5 6 million تھا Which was reduce to 1.16 million.
جناب سپیکر! یہ وہ تمام باتیں ہیں کہ اگر ان پر صحیح کام کیا جاتا اور اگر wasteful طریق کار استعمال نہ کیے جاتے، تو آج ایل ڈی اے کو یہ قرضے لینے کی نوبت نہ آتی۔

جناب سپیکر! حکومت کو فیصل آباد ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو بھی قرضے دیے جانے کے لیے اخراجات پر ہمارا انگوٹھا ثبت کرنا درکار ہے۔ یہ وہی اتھارٹی ہے، جس کے بارے میں یہاں بیٹھے ہوئے میرے ٹریژری بنچز کے دوستوں نے کھل کر تنقید کی ہے۔ یہاں میرے کئی بزرگ ساتھیوں نے یہ بتایا ہے کہ فیصل آباد کی گلیوں میں آج بھی پانی کھڑا ہے اور وہاں کوئی پیسہ خرچ نہیں کیا جا رہا۔
جناب سپیکر! اب ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ کیا وہ اتھارٹی بھی bankrupt ہو چکی ہے؟ جب قرضے مانگے جاتے ہیں، تو اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس اتھارٹی یا ادارے کے generation of funds اتنے کمزور ہیں کہ ان کو قرضوں کی ضرورت پڑی ہے۔ جناب سپیکر! فیصل آباد ڈویلپمنٹ اتھارٹی وہی ہے کہ

موجودہ حکومت کے معرض وجود میں آنے کے فوراً بعد وہاں پر کھلی کچہری میں افسران کو ہتھکڑیاں لگائی گئی تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک ٹوپی ڈرامہ تھا' جو کہ آتے ہی کھیلا گیا تھا اور آپ آج دیکھ رہے ہیں کہ حکومت کے انہی کاموں کی وجہ سے، حکومت کو بیوروکریسی کی طرف سے cooperation نہیں مل رہی۔ میں اس میں پھر یہ ذکر کرنا چاہوں گا کہ سول سیکرٹریٹ کے ڈپٹی سیکرٹریز سے گاڑیاں واپس لینے اور ائرکنڈیشنرز اتروانے کا جو حالیہ فیصلہ کیا گیا ہے' اس سے سول سیکرٹریٹ کی efficiency مکمل طور پر ختم ہو گی۔

جناب محمد افضل خان، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی۔

جناب محمد افضل خان، جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ فیصل آباد میں کسی قسم کا کوئی ٹوپی ڈرامہ نہیں کیا گیا۔ یہ پیپلز پارٹی کی حکومت کی طرف سے سال ہا سال سے فیصل آباد کو نظر انداز کرنا تھا کہ فیصل آباد واسا کو کوئی فنڈز نہیں دیے گئے۔ میاں شہباز شریف کی حکومت نے 4 سال کے بعد پہلی بار فیصل آباد کے سیوریج کے لیے فنڈز دیے اور پہلی بار پچھلے سال وہاں پر کام شروع ہوئے۔ یہ کئی سالوں کا نظر انداز کیا جانا تھا کہ جس کی وجہ سے فیصل آباد کے ڈویلپمنٹ کے ادارے مجبور ہیں کہ حکومت سے فنڈز طلب کریں' بلکہ یہاں تک مجبور ہیں کہ قرضے طلب کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ جی' منیس صاحب۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! میں یہاں پھر disparities کی بات ضرور دہراؤں گا کہ:

Disparity between the Lahore Development Authority and the other development authorities of the province.

ضمنی بجٹ کی کتاب میں آپ کو disparity واضح نظر آ رہی ہے۔

جناب سپیکر! میں نے پہلے ہی عرض کیا ہے کہ آپ یہاں صرف ملتان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے قرضوں میں disparity دیکھیں کہ اگر آپ نے قرضے ہی دینے ہیں' تو کم از کم اس میں تو even

distribution کر لیں۔ ملتان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے لیے صفحہ 54 پر صرف 81 لاکھ روپے دیے ہوئے ہیں۔ یہاں پہلے جتنی بھی سکیمیں بنی ہیں' وہ non-functional ہیں۔ ملتان ڈویلپمنٹ اتھارٹی نے ملتان میں خونی برج سیوریج سکیم بنائی تھی۔ ملتان کے یہاں تشریف فرما معزز اراکین اسمبلی کو ضرور پتا ہوگا کہ اس پر بہت ہی زیادہ خرچ ہوئے' لیکن آج تک وہ صحیح طریقے سے کام نہیں کر سکی۔ ملتان کے معزز ارکین اسمبلی نے اسی ایوان کے سامنے وہاں کی حالت زار بھی پیش کی کہ وہاں سیوریج کا نہایت ہی ناقص انتظام ہے۔ وہاں سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ عوام کو وہاں پر بنیادی سہولیات نہیں مل رہیں۔ گندگی سے شہر بھرا ہوا ہے۔ جناب سپیکر! اس قرضے کی ضرورت کیوں محسوس ہو رہی ہے؟ کیوں کہ اس اتھارٹی کو صحیح طریقے سے چلایا نہیں جا رہا۔ جیسے میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ ملتان ڈویلپمنٹ اتھارٹی پہلے ہی صفحہ 52 پر for payment of salaries to the staff مانگ چکی ہے۔ یہ ایسی مثالیں ہیں' جو میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی وساطت سے معزز ایوان کے سامنے پیش کرنا نہایت ہی ضروری تھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ (جناب آصف علی ملک)، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی۔

پارلیمانی سیکرٹری ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ، جناب سپیکر! معزز قائد حزب اختلاف نے پہلے اپنی بجٹ تقریر میں جو باتیں کی تھیں اور پھر کٹوتی کی تحاریک پر تقاریر میں اور اب کم و بیش وہی باتیں کر رہے ہیں' جناب والا! میں آپ کی وساطت سے ان کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی میرے بھائی ڈویلپمنٹ اتھارٹیز کی بات کر رہے تھے' تو ملاحظہ فرمائیں کہ جاوید عمر خان' جو ایک معزز رکن کے قریبی عزیز ہیں اور وائس چیئرمین اسلم گل' دونوں نے لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا' بلکہ دونوں ہاتھوں کے علاوہ پاؤں سے بھی لوٹا۔ ان پر embezzlement اور کرپشن کے مقدمات بنے۔ اس کی حالت یہ ہو گئی کہ آج بجٹ کی تمام مشکلات صرف انھی کی بدولت ہیں۔ میں ان کی خدمت میں ایک ہی بات کہتا ہوں کہ،

وہ وقت بھی دیکھا ہے تاریخ کی گھڑیوں نے
لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی

جناب ڈپٹی سپیکر ، معزز ارکین سے میری یہ ایک درخواست ہے کہ قائد حزب اختلاف کو interrupt نہ کریں، ان کو تقریر کرنے دیں، اگر کسی جگہ پر بھی کوئی بات ہے تو اس کا جواب آ جانا ہے۔ یہ روایت نہیں رہی کہ جب قائد حزب اختلاف یا قائد ایوان بول رہے ہوں، تو ان کو interrupt کیا جائے۔ تمام معزز اراکین سے میری یہ درخواست ہے کہ یہ پوائنٹ آف آرڈرز ملتے بھی نہیں ہیں کہ جس پر آپ کھڑے ہو کر بات کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ کوئی پوائنٹ آف آرڈر valid ہو تو اس پر بولیں، ورنہ یہ صرف وقت کا ضیاع ہے۔ ان کو بولنے دیں تاکہ یہ کارروائی جلدی مکمل ہو سکے۔ بہت شکریہ۔

جناب سعید احمد خان منیس ، جناب سپیکر ! شکریہ۔ جناب سپیکر ! میرا یہ ارادہ کبھی بھی نہیں ہوا۔ میں نے جتنی بھی تقاریر کی ہیں۔ ان میں میں صرف معزز ایوان کی اطلاع کے لیے point out کرتا ہوں اور یہ ہمارا فرض اور کام ہے۔ جناب سپیکر ! آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ میں نے کبھی یہ کوشش نہیں کی کہ میں ذاتیات پر آؤں۔ ہم سارے دوست ہیں، بھائی ہیں۔ ہم اپنے اپنے علاقوں سے منتخب ہو کر آئے ہیں۔ ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ اپنا نقطۂ نظر ایوان کے سامنے پیش کریں۔ اس کے بعد یہ جمہوری عمل ہے کہ اکثریت رائے سے ہر چیز پاس ہوتی ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں کم از کم اس چیز کا حق ہے کہ جو باتیں ہمارے علم میں ہیں وہ point out کریں۔ میرے خیال میں اگر یہاں پر نام لینے کی بات ہو تو پھر یہاں بہت سے نام آئیں گے، لیکن میں قطعاً مناسب نہیں سمجھتا کہ اس کو ذاتی طور پر لے کر below the belt hit کیا جائے۔

جناب سپیکر ! یہ چند باتیں تھیں جو میں اپنی کٹوتی کی تحریک پر عرض کرنا چاہتا تھا۔ اب میں آپ کی وساطت سے معزز ایوان کی خدمت میں اپنی تقریر کو ختم کرتے ہوئے عرض کروں گا کہ ان سب چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میری کٹوتی کی تحریک منظور کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب سعید اکبر خان صاحب۔

جناب سعید اکبر خان ، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر ! شکریہ۔ جناب سپیکر ! ہماری کٹوتی کی تحریک ضمنی بجٹ میں Loans to Municipal Committees/ Autonomous bodies پر ہے۔ جناب سپیکر ! میرے محترم بھائی سعید منیس صاحب نے کافی حوالوں کے ساتھ بڑی تفصیل سے بات

کی اور علاقوں میں ڈویلپمنٹ کی تفریق کے متعلق بھی کافی عرض کیا۔

جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ یہ نہایت اہم باتیں ہیں۔ ہمارے ملک کے دو ٹکڑے اس تفریق اور فرق کی وجہ سے ہوئے۔ لوگ جہاں کے باسی ہوتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کسی جگہ پر بھی تفریق کی جا رہی ہے اور زیادتی ہو رہی ہے یا ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا جا رہا تو وہ ضرور ردعمل کرتے ہیں۔ اس ردعمل کی کئی قسمیں ہوتی ہیں اور موجودہ حکومت کا انتخابی نعرہ بھی میرٹ تھا کہ ہم ہر کام میرٹ پر کریں گے۔ چاہے بلدیاتی ادارے کو قرضے دینے ہوں یا ڈویلپمنٹ اتھارٹیز ہوں' ان میں بھی ہم میرٹ کو ملحوظ خاطر رکھیں گے۔ لیکن یہ اس عوام کی' اس صوبے کی یا اس ملک کی بدقسمتی ہے کہ جو ہمارے انتخابی منشور اور انتخابی نعرے ہوتے ہیں۔ برسراقتدار آنے کے بعد ہم اکثر ان وعدوں اور نعروں کو بھول جاتے ہیں۔ اس ہاؤس میں اس بات کو تو بہت خوش اسلوبی سے فرما دیا جاتا ہے کہ سابقہ دور میں بھی یہی ہوتا رہا ہے۔ جناب سپیکر! کیا یہ بھی میرٹ میں آتا ہے کہ ہم نے سابقہ دور کی مثالیں دے کر اور ان کی جو غلطیاں تھیں' ان کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے وہی غلطیاں دہرائی ہیں تو عوام کے اس بڑے مینڈیٹ کا عوام کو کیا فائدہ ہوگا اور وہ کیا سوچیں گے کہ ہم نے جن کو اپنا مسیحا سمجھا اور جو کچھ ہمارے پاس تھا وہ ہم نے ان کو دے دیا۔ اس کے بعد یہی فیصلہ ہونا تھا تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کو اتنا بڑا مینڈیٹ دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

جناب سپیکر! اب ایسی آوازیں اس ملک میں اٹھتی ہیں۔ جہاں دوسرے صوبوں والے باتیں کرتے ہیں' اب اس صوبے کے اندر بھی اس تفریق کو دیکھتے ہوئے لوگوں نے یہ فرق ہر فیلڈ میں محسوس کرنا شروع کر دیا ہے۔ چاہے وہ ایل ڈی اے کی ڈویلپمنٹ ہو' ایل ڈی اے کے قرضے ہوں یا دوسری مد میں ترقیاتی کام ہوں۔ تمام میں یہ فرق ظاہر ہے۔ جس کا خدشہ ہمارے تمام دوستوں نے اپنی بجٹ تقریر میں کیا اور مجھے یہ کہتے ہوئے تعجب نہیں ہو رہا کہ جب برسراقتدار گروپ کے ایم پی ایز نے اس بجٹ پر بولنا شروع کیا تو انھوں نے آپ کی اجازت کے بعد بسم اللہ پڑھ کر وزیرخزانہ اور وزیر اعلیٰ صاحب کو مبارک باد دینے کے بعد فوراً ہی یہ کہا کہ ہمارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ ہمارے علاقوں کو نظرانداز کیا گیا ہے۔ ہمیں اس بجٹ میں consult نہیں کیا گیا۔ ہم سے کوئی بات نہیں پوچھی گئی اور آخر میں مبارک باد کے بعد اپنی تقاریر کو ختم کیا۔ پہلی مبارک اور آخری

مبارک کے درمیان سارا رونا دھونا اور شکایات تھیں۔ ان کی اپنی مجبوریاں ہیں کہ انھیں شروع اور آخر میں ضرور مبارک باد دینی ہے تاکہ ان کے جو حالات ہیں اور اس بجٹ کی پوزیشن یہ ہے کہ یہ مکمل طور پر block allocated بجٹ ہے۔اس سے ان کو فائدہ بھی حاصل کرنا ہے اور ان کے علاقوں میں جو ڈویلپمنٹ بجٹ میں نہیں آئی۔ شاید اس مبارک بادی کے ذریعے ہی وہ کچھ حاصل کر سکیں۔

جناب سپیکر! میں نے یہ ضمنی بجٹ پورا دیکھا ہے اور اس میں جو ایم۔ڈی۔اے کو تنخواہوں کے لیے اور دوسرے کاموں کے لیے قرضہ دیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ جب حکومت down sizing بھی کرنا چاہتی ہے اور اخراجات بھی کم کرنا چاہتی ہے اور وہ نتائج جس کی خواہش پر ہم نے ایم ڈی اے' ایل ڈی اے اور ایف ڈی اے بنائی تھیں' وہ نتائج حاصل نہیں ہو رہے۔ جناب سپیکر! ان اداروں کو تباہ کرنے میں موجودہ حکومت کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اس کی تفصیل قائد حزب اختلاف نے بھی بتائی ہے اور ہم نے دیکھا ہے کہ ایک رات میں چھ چھ سو پلاٹ تقسیم ہوئے' ایک ہی hand writing ہے۔ جن کا کوئی address نہیں ہے اور ان کا کوئی اتا پتا نہیں ہے' وہ بھی دیے گئے ہیں۔

خواجہ ریاض محمود: پوائنٹ آف آرڈر' پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی خواجہ صاحب۔

خواجہ ریاض محمود: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے اپنے بھائی کو کہوں گا کہ کس زمانے کی بات کرتے ہیں۔ یہ چھ سو پلاٹ' پانچ سو پلاٹ یا چار سو پلاٹ ہائی کورٹ سے بھی ہو آئے ہیں اور سپریم کورٹ سے بھی پھر آئے ہیں اوز اس ایوان میں بھی کئی دفعہ ان کی آواز گونجتی رہی ہے۔ یہ ضمنی بجٹ پر بحث کر رہے ہیں یا کیا کر رہے ہیں؟ یہ اس حکومت کے خلاف بات کر رہے ہیں کہ جس نے ایٹمی دھماکا کر کے نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا میں اپنی طاقت کا سکہ منوایا ہے۔ ہمیں کسان کئی بار آ کر کہتا ہے کہ خواجہ صاحب' انگریزوں کے بعد پہلی مرتبہ نہروں کی ٹیل پر پانی کسان کو مل رہا ہے۔ یہ اُس حکومت کی بات کرتے ہیں کہ جس حکومت نے تاریخ میں پہلی مرتبہ 40 ارب روپیہ غریب کسان میں اور مزارع میں بانٹنے کے لیے بجٹ میں رقم رکھی ہے اور ان کو دے رہے ہیں۔ یہ اُس حکومت کی بات کرتے ہیں کہ جس نے پنجاب میں گندم کو اتنا وافر کیا ہے کہ خدا کے

فضل و کرم سے خود کفیل بنا دیا ہے۔ پلاٹ دے دیا' اُدھر کر دیا' یہ کر دیا' وہ کر دیا۔ میں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ اُن سے کہیں کہ کوئی مثبت تنقید کریں۔ ابھی بات کر رہے تھے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، خواجہ صاحب! آپ اُن کی تقریر سنیے تو سہی۔

خواجہ ریاض محمود، بس' آخری بات ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، خواجہ صاحب! آپ میری بات سنیے۔ اُن کی تنقید تحمل سے سنیے۔ جب وہ اپنی تنقید ختم کر لیں گے تو تب آپ اس کا جواب دیجیے۔ آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ آپ تشریف رکھیں۔ ہم نے ایک بجے گلوٹین اپلائی کرنا ہے۔ ان کو بولنے دیں۔ تنقید سننے کے لیے بہت حوصلہ رکھنا چاہیے اور جب آپ جانتے ہیں کہ ماشاء اللہ حکومت کی پالیسی چند دوستوں پر محیط نہیں ہے۔ بین الاقوامی سطح پر بھی اس کو سراہا جا رہا ہے' ملک میں بھی سراہا جا رہا ہے اور اگر کچھ دوست اس پر تنقید کرتے ہیں تو اس کو سننے کا بھی حوصلہ چاہیے۔ یہ سب اچھے والی بات کو ہمیں اچھا نہیں سمجھنا چاہیے۔ آپ تشریف رکھیں۔ ان کو بات ختم کرنے دیں۔

خواجہ ریاض محمود، وہ سب اچھے والی بات نہیں کر رہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میری آپ سے درخواست ہے کہ اُن کو سنیے اور جہاں تک آپ نے ٹیل پر پانی پہنچنے کی بات کی ہے۔ میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ آپ کے پاس اگر کوئی آدمی آیا ہے تو آیا ہے۔ میں یہاں اس معزز ہاؤس میں بیٹھ کر آپ کو بتا دوں کہ میرے ضلع قصور میں ٹیل پر آج تک پانی نہیں پہنچا (نعرہ ہائے تحسین)۔ آپ وہ بات کیا کریں جس کو پہلے confirm کر لیا کریں۔ معزز ممبران کو حق حاصل ہے کہ وہ تنقید کریں۔ اس کا جواب ہمارے معزز وزراء تیار کر رہے ہیں۔ ان کو بولنے دیجیے اور ان کو بھی سننے دیجیے۔ اُن کو interrupt نہ کریں۔

خواجہ ریاض محمود، آپ نے فرمایا ہے کہ قصور میں پانی نہیں آیا۔ نارنگ منڈی' شیخوپورہ اور دوسرے علاقوں سے لوگوں نے میرے پاس کھلی کچہری میں آ کر بتایا ہے۔ میں نے ایسے ہی بات نہیں کی۔ اگر حکمرانوں کے خلاف کوئی غلط بات ہو گی تو ہم ان کو کہیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بات وہیں پہ آ گئی کہ کچھ جگہ پر تنقید کے پہلو ہوتے ہیں۔ ان کو تحمل سے سنیے۔ اگر وہ صحیح ہے تو اس کو دور کیجیے اور اگر وہ غلط ہے تو اس کا جب جواب آئے گا۔ صبح اخبارات

میں اتنی اتنی موٹی سرخیاں آئیں گی۔ عوام دیکھیں گے کہ اپوزیشن غلط تھی' ٹریژری بنچز ٹھیک تھے یا ٹریژری بنچز غلط تھے اور اپوزیشن ٹھیک تھی۔ اس طرح تو پھر اخبارات میں یہ آ جاتا ہے کہ جناب! اپوزیشن کے ممبران کو بولنے بھی نہیں دیا جاتا اور ان کو interrupt کیا جاتا ہے۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ مہربانی' شکریہ۔ جناب سعید اکبر خان صاحب۔

میاں عبدالستار: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی فرمائیے۔

میاں عبدالستار: جناب سپیکر! میں بات تو نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن انھوں نے ابھی یہ کہا ہے کہ موجودہ حکومت نے ایک ایک رات میں چھ چھ سو پلاٹ الاٹ کیا ہے۔ موجودہ حکومت فروری 1997ء میں برسراقتدار آئی ہے' جس پہ پنجاب میں محترم میاں شہباز شریف نے وزیر اعلیٰ کے طور پر قلم دان سنبھالا ہے۔ میں انھیں چیلنج کرتا ہوں کہ ایک رات چھوڑ کر ایک مہینے میں بھی اگر چھ سو پلاٹ الاٹ کیے گئے ہوں تو میں ان کا چیلنج ہر طریقے سے قبول کرنے کو تیار ہوں۔ مجھے بتائیے کہ یہ جھوٹ کا پلندہ یہاں کیوں بیان کیا جا رہا ہے؟ میں ریکارڈ کی درستی کے لیے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ حکومت نے میاں شہباز شریف صاحب کی زیر سرکردگی یہ فیصلہ کیا ہے کہ کسی بھی شخص کو' کسی بھی کوٹے میں سے کوئی پلاٹ نہیں دیا جائے گا۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' بجا ہے۔ شکریہ۔

جناب سعید اکبر خان: شکریہ جناب سپیکر۔ جناب سپیکر! جب میں ایل ڈی اے کو loans دینے کی بات کروں گا تو میں یہ بات بھی ضرور کروں گا کہ ایل ڈی اے کو ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ پھر ان چھ سو پلاٹس کا ذکر ضرور آنے گا کہ اگر ان کو کمرشل یا جس طریقے کی ایل ڈی اے کی سکیم تھی اس طرح الاٹ کیا جاتا تو اس میں کروڑوں روپے جمع ہوتے اور ایل ڈی اے کو آج اس طرح کے loans لینے کی ضرورت نہ پڑتی۔

میاں عبدالستار: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ حکومت نے کسی کو بھی ایک رات میں چھ سو پلاٹ الاٹ نہیں کیے۔ یہ بار بار چھ سو پلاٹ کی بات کر رہے ہیں اور یہ کبھی نہیں کیے گئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے خیال میں اس بار تو انھوں نے کوئی لفظ موجودہ استعمال کیا ہے۔ آپ موجودہ حکومت کی بات کرتے ہیں؟

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! میں نے کبھی نہیں کہا۔ میں نے کہا ہے کہ انھی اقتدار کے ایوانوں میں بیٹھنے والوں نے چھ چھ سو پلاٹ تقسیم کیے۔ اِسی منتخب مسلم لیگ کی حکومت تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں، وہ تو جب ان ایوانوں میں بیٹھنے والوں کی بات کرتے ہیں تو وہ خود ہمیشہ سوائے آج کی حکومت کے اقتدار میں رہے ہیں۔ وہ غالباً اپنی ہی بات کر رہے ہیں۔ آپ اس پر کیوں بُرا مناتے ہیں؟

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے اگر ان کے الفاظ کی تصحیح ریکارڈ سے کر لی جائے کہ انھوں نے لفظ اس حکومت کہا۔ موجودہ حکومت یا اِس حکومت۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اگر انھوں نے اِس حکومت کہا ہے تو میرا خیال ہے کہ یہ تو نہیں ہے۔ یہ اگر ریکارڈ میں آ گیا ہے تو اس کو۔۔۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! آپ یا میرے بھائی جو correction چاہتے ہیں میں وہ کر دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں، آپ ایک بار پھر فرما دیں کہ آپ اس حکومت کی بات کر رہے ہیں یا سابقہ حکومتوں کی بات کر رہے ہیں یا اس ایوان میں اقتدار پہ سابقہ بیٹھنے والوں کی بات کر رہے ہیں؟

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! میں اِسی مسلم لیگ کی حکومت جو سابقہ دور میں رہی ہے اُس کی بات کر رہا ہوں اور ایل ڈی اے کی بات کر رہا ہوں اور اُن کے وقت میں یہ چھ سو پلاٹ تقسیم ہوئے۔ وہ ریکارڈ پر بات ہے۔ چلو، اس بات کو اگر آپ محسوس کرتے ہیں تو میں آگے چلا جاتا ہوں۔ میں کسی اور پلاٹ کی بات کر لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی، کھوسہ صاحب۔ کھوسہ صاحب، کھڑے ہیں۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! یہ پانچ منٹ میں اپنی ہی گفتگو میں اپنے آپ کو contradict کر گئے ہیں۔ پہلے کہتے ہیں اِس حکومت، جب یہ چھ سو پلاٹوں کی بات کر رہے تھے۔ اب کہتے ہیں کہ اِس مسلم لیگ کی اُس حکومت۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جس میں یہ خود بھی شامل تھے۔

وزیر خزانہ، جی' جس میں یہ خود شامل تھے۔ بہرحال انھوں نے originally جو الزام لگایا تھا وہ اِس حکومت' یعنی پنجاب میں موجودہ حکومت پر الزام لگایا تھا۔ اب ایک فاضل رکن نے چیلنج کیا ہے تو یہ ثابت کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، انھوں نے ان کا چیلنج قبول کرنے سے پہلے ہی back out کر لیا ہے کہ وہ اس حکومت کی بات نہیں کر رہے۔

وزیر خزانہ، الحمد للہ' انھوں نے تسلیم کیا کہ اس حکومت نے کوئی اس قسم کی بات نہیں کی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی ہاں' بالکل انھوں نے تسلیم کیا ہے کہ اس حکومت کی بات نہیں ہے۔

جناب سعید اکبر خان صاحب۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! مجھے خوشی ہے کہ آپ نے جو تصحیح فرمائی ہے کہ اِس حکومت اور جو تین سال پہلے تھی اس میں تھوڑا سا فرق ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر، سُنیے۔ جی' آپ نے کیا فرمایا ہے؟ اِس حکومت اور اُس حکومت میں کیا ہے؟

جناب سعید اکبر خان، تھوڑا سا فرق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ صرف نام کا فرق ہے باقی سارا کچھ وہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کیا ایسا تو نہیں کہ وہ اس لیے فرق ہے کہ اُس وقت آپ بھی اِس حکومت میں تھے؟

وزیر خزانہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' سردار صاحب۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! فاضل رکن کی پھر تصحیح کر دیں۔ تین سال پہلے اِن کی حکومت تھی۔ مسلم لیگ کی حکومت نہیں تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سردار صاحب! آپ نے غور ہی نہیں فرمایا۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ اِس حکومت اور اُس حکومت میں اس لیے تھوڑا سا فرق ہے کہ اُس وقت کی حکومت میں یہ خود شامل تھے اور اِس بار

نہیں ہیں۔ اس لیے فرق ہے۔ تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

پارلیمانی سیکرٹری ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب سپیکر! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے معزز ممبر کی تصحیح کی خاطر وضاحت جاننی چاہی۔ میں یہ ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ معزز رکن جو میرے بھائی بھی ہیں' ان کو میں اس دریا کی مانند ایک تشبیہ دیتا ہوں جو اپنی زمین کی زرخیزی کے لیے اپنے رُخ بدلتا رہتا ہے اور اس کا واضح طور پر یہ ثبوت ہے کہ پچھلے 1985ء سے لے کر تقریباً 1996ء تک اس دریا نے اپنی زمین کی زرخیزی کے لیے مختلف راستے تبدیل کیے۔ اپنی زمین کو سیراب کیا اور آج میرے بھائی جس دور کی بات کرتے ہیں اس میں وہ خود بڑے اچھے طریقے سے شامل تھے' وزیر بھی تھے' چاہے وہ پیپلز پارٹی کا دور تھا' چاہے وہ سابقہ مسلم لیگ کا دور تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' شکریہ۔ اس کا مطلب ہے کہ آج کل تو یہ دریا خشک ہے۔ (قہقہے)

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! جس زمین کی زرخیزی کی انھوں نے بات فرمائی ہے۔ میں اس کو accept کرتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ جب یہ پلاٹ ریوڑیوں کی طرح تقسیم ہو رہے تھے تو تب ہم نے ایک پلاٹ بھی نہیں لیا۔ یہ ریکارڈ کی بات ہے کہ جس وقت بلا بلا کر پلاٹ دیے جا رہے تھے اگر میرے نام ایک مرلہ بھی ثابت ہو جائے تو جو سزا آپ تجویز کریں گے میں اسے جھیلنے کے لیے تیار ہوں۔

جناب سپیکر! میں گزارش کر رہا تھا کہ اس حکومت نے ضمنی گرانٹس میں جو loans تقسیم کیے ان میں سوائے کچھ بڑے شہروں کے دوسرے علاقوں کو بالکل ignore کیا گیا اور ان کی ضروریات کے لیے یہ نہیں دیکھا گیا کہ وہاں جو لوگ رہتے ہیں وہ کس حالت میں رہتے ہیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ لاہور کی سڑکوں کے لیے' یہاں ٹیوب ویل لگانے کے لیے کروڑہا روپے خرچ کیے گئے اور main budget میں بھی اس کے لیے اربوں روپے خرچ کرنے کا پروگرام ہے۔ جناب والا! مجھے یہ بالکل jealousy نہیں ہے کہ لاہور میں یہ پیسے خرچ نہ ہوں۔ لاہور میں پیسے خرچ ہونے چاہییں لیکن اس کے ساتھ ساتھ میری یہ بھی تجویز ہے کہ دوسرے علاقوں میں بھی اسی

ratio سے خرچ کیے جائیں۔ اگر ان کے پاس اور کوئی طریقہ کار نہیں تو آبادی کے لحاظ سے بھی جو فنڈز تقسیم ہوں ان کو اسی طریقے سے کیا جائے تو پھر ان علاقوں میں جو حسد اور نفرتیں ہیں یہ نہیں پھیلیں گی۔ مجھے یقین ہے کہ میرے محترم وزیر خزانہ یہی کہیں گے کہ پچھلے تین سال میں بھی تو یہی ہوتا رہا ہے۔ میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ اگر آپ نے ان کی پچھلے تین سالوں کی غلطیوں کی اصلاح نہیں کرنی اور ان کی غلطیوں کو آپ نے دہراتے جانا ہے تو پھر اس صوبے اور ملک کے مستقبل کے بارے میں عوام تو ضرور فکرمند ہوں گے چاہے آپ ہوں یا نہ ہوں۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر! میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں کہ آپ نے اپنا منصب سنبھال لیا۔

جناب سپیکر! میں loans کی بات کر رہا ہوں جو اس ضمنی گرانٹس میں خرچ ہو چکے ہیں

****

****

تو میں ان ہی کے بارے میں بات کر رہا تھا کہ اسی تفریق کی وجہ سے ہمارے ملک کو پہلے نقصان ہوا ہے ۔ آج پھر ہمارے صوبوں میں نفرتیں پھیل رہی ہیں اور ساؤتھ پنجاب میں یہ نفرت اب تھوڑی تھوڑی پہلے سے بڑھ رہی ہے۔ جناب سپیکر! اگر ایک جگہ پر کوئی آدمی تفریق محسوس کرے تو پھر بھی برداشت ہوتی ہے ۔یہاں ہر سیکٹر میں گورنمنٹ کی formation سے لے کر ڈویلپمنٹ تک یہی جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ اس گورنمنٹ کا' یا ملک کا ایک' دو یا تین ڈویژن ہی حصہ ہیں۔ main لاہور ڈویژن ہے' پھر تھوڑا سا گوجرانوالا ہے' پھر پنڈی ہے' اس کے علاوہ تمام صوبہ ہر طرف سے نظر انداز ہوا ہے اور ہر قسم کی تقسیم سے ہمارے علاقے ہمیشہ محروم رہے ہیں۔ آخر میں میں یہی گزارش کروں گا کہ ہمیں اس تفریق کو ختم کرنا ہوگا اور ملک کی بقاء کے لیے' صوبے میں نفرت کو کم کرنے کے لیے انصاف اور میرٹ مقرر کرنا ہو گا اور مجھے اسی گورنمنٹ سے توقع ہے' جس گورنمنٹ کو عوام نے اتنا بھاری mandate دیا ہے اور وہ انھی امیدوں سے دیا ہے کہ یہ میرٹ مقرر کریں گے اور بے انصافی کو ختم کریں گے' لیکن اس وقت تک اس میں کوئی ایسی بات ظاہر تو نہیں ہوئی۔ میں اپنی تقریر اسی توقع پر ختم کر رہا ہوں کہ آئندہ یہ ضرور کوشش کریں گے چاہے ڈویلپمنٹ میں ہو یا

(***بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

کسی اور سیکٹر میں ہو یہ اس تفریق کو ختم کریں گے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جی وزیر خزانہ صاحب۔

وزیر خزانہ: شکریہ جناب سپیکر! جناب والا! کٹوتی کی تحریک پر بحث کا آغاز قائد حزب اختلاف نے کیا اور اپنی تقریر کے شروع شروع میں ہی وہ اپنے ذہن کی عکاسی یہاں اس ایوان کے سامنے کر گئے ہیں اور وہ غالباً ہمارے پریس کے ساتھیوں نے بھی نوٹ کیا ہوگا کہ اب تک ان کے ذہن پر کیا خیالات اور کیا تصورات سوار ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ انگریزوں کی زبان میں 13 نمبر کو unlucky کہا جاتا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام میں اس قسم کے تصورات کو شرک کی مانند سمجھا جاتا ہے اور وہ آئندہ ایسی وہمی باتیں کرنے سے گریز کریں اور خاص طور پر ہاؤس کو اس قسم کی باتیں نہ سنایا کریں اسلام ان معاملات میں ایسی باتوں کی بڑی وضاحت کرتا ہے۔

جناب والا! یہاں کوئی ایسی نئی بات نہیں کی گئی جو قائد حزب اختلاف نے اپنی بحث کے آغاز میں main budget پر نہ کی ہو۔ پھر ضمنی بجٹ پر جو بحث ہوئی اس میں بھی وہی باتیں دہرائی گئیں۔ انھوں نے یہاں چند ایک باتیں کی ہیں جن کا جواب دینا میں ضروری سمجھتا ہوں۔ ایک تو یہ کہا کہ چند ہی ہاتھوں میں اب اختیارات رہ گئے ہیں۔ جناب سپیکر! حکومت چند ہی ہاتھوں میں ہوا کرتی ہے۔ وزیر اعلیٰ ہے، ان کی کیبنٹ ہے ، ان کے مشیران ہیں، پارلیمانی سیکرٹریز ہیں اور یہ اسمبلی ہے۔ لیکن یہ حکومت ہے کس کی؟ یہ عوام کی حکومت ہے، عوام نے ان ممبران کو اور ان ممبران میں سے پھر چیف منسٹر اور چیف منسٹر کے ذریعے ہی کیبنٹ کو چنا ہے۔ تو ان ہی چند ہاتھوں میں ہمیشہ یہ حکومت رہی ہے۔ یہ نہیں کہ آج نیا قاعدہ ہے۔ ان کے دور میں کوئی اور قاعدہ ہوا کرتا تھا۔ انھوں نے یہاں فرمایا کہ کچھ فگرز کی غلطی تھی جو انھوں نے پہلے point out کی تھی اور باوجود اس کے کہ فنانس ڈیپارٹمنٹ والے راتوں جاگتے رہے ہیں لیکن انھوں نے وہ تصحیح نہیں کی۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ یہاں کہنا مناسب نہیں تھا۔ آپ کے چیمبر میں جب اس پر بات ہو چکی ہے اور ان کو اس بات کا پابند رہنا چاہیے تھا جو آپ نے ان کی تحریک استحقاق کے بارے میں باہمی مشورے سے طے کی تھی۔

یہ پھر یہاں ایک بات کہہ گئے ہیں جو میں سمجھتا ہوں کہ مناسب نہیں ہے۔ وہ اس معزز ایوان کے رکن ہیں اور اس وقت وہ لیڈر آف دی اپوزیشن کا رول بھی ادا کر رہے ہیں کہ اگر اس ایوان میں ہمارے اعتراضات نہ سنے گئے تو ہم اور دروازے دیکھیں گے۔ جناب سپیکر! یہ اس ایوان کی ہتک ہے۔ یہاں بحث میں حصہ لینا' اعتراض کرنا ہر رکن کا حق ہے۔ جس طرح ایک مرتبہ نہیں' بلکہ جناب لیڈر آف دی اپوزیشن بھی' جناب سعید اکبر خان اور ان کے باقی بھی ساتھی بار بار یہ کہتے رہے ہیں کہ ٹریژری بنچز کے ممبران نے بھی اعتراضات کیے یہ ٹھیک ہے' یہ ان کا حق ہے۔ لیکن یہاں یہ دھمکی دینا میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس ایوان کی ہتک ہے کہ یہاں اگر ہمارے اعتراضات نہ سنے گئے تو ہم اور دروازے کھٹکھٹائیں گے۔ بہرحال' جہاں قانون ہمیں اختیارات دیتا تھا ہم نے بھی کھٹکھٹائے تھے۔ انھی کا اپنا عمل جو اس چیئر کے ساتھ تھا وہ ان کے سامنے ہے۔ میں کتنی دفعہ دہراؤں۔

جناب والا! یہاں لیڈر آف اپوزیشن نے یہ بھی کہا کہ ہر ممبر کا حق ہے کہ وہ اپنے علاقے کی ترقی کے لیے بجٹ پر بحث کے دوران بات کرے۔ ہم نے کب اس سے انکار کیا۔ ہم نے کب ان کو روکا' ہم نے کب ان سے اختلاف کیا۔ جب سے یہ ہاؤس چل رہا ہے یہ ہاؤس کی روایت رہی ہے کہ کوئی چیز بجٹ میں reflect ہوتی ہے اور کوئی چیز نہیں ہوتی۔ ہر معزز رکن کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی حکومت کے سامنے اپنے مسائل پیش کرتے ہیں اور اگر اپوزیشن کے ممبران ہیں تو وہ سرکاری بنچز کو اپنے علاقے کے مسائل کی طرف توجہ دلوائیں۔ یہ بھول رہے ہیں کہ 96 اپوزیشن ممبر تھے جب آپ اور میں ان بنچز پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ اور اس سیٹ پر کھڑے ہو کر ان کے قائد نے برملا ہاؤس کے سامنے بیان دیا تھا کہ میں ہر اپوزیشن کے ممبر کو مساویانہ فنڈز یا ڈویلپمنٹ سکیم دوں گا۔ اس کا کیا حشر ہوا؟ مجھے آپ سے معتبر اور کوئی اس بات کا شاہد نہیں مل سکتا کہ آپ اور ہم ان کے پورے عرصہ حکومت میں اپوزیشن کے 96 ممبر اس سے محروم رہے تھے۔ یہ اس قسم کی تنقید کر رہے ہیں کہ ہمارے ممبران کو حق نہیں ہے۔ ہم نے کب ان کو روکا ہے؟ بڑے حوصلے اور بڑے صبر اور تحمل سے ان کی باتیں سنی ہیں اور آپ دیکھ رہے تھے اور خود لیڈر آف اپوزیشن بھی دیکھ رہے تھے کہ جو جو علاقائی مسائل ہمارے سرکاری بنچز نے یہاں پیش کیے تھے میں ان کے نوٹس لے رہا تھا تو انشاء اللہ العزیز جب ہم ان کے ساتھ ملاقاتیں کریں گے اور

ان کے مسائل کا حل بھی ان کے سامنے پیش کریں گے ۔

جناب والا! انھوں نے ڈویلپمنٹ اتھارٹیز ' لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی ' ملتان ڈویلپمنٹ اتھارٹی ' فیصل آباد ڈویلپمنٹ اتھارٹی پہ اعتراض کیے کہ ان کے پاس تو تنخواہوں کے لیے بھی پیسے نہیں ہیں۔ یہ ٹھیک ہے ۔ یہ تو ریکارڈ بتا رہا ہے کہ تنخواہوں کی مد میں حکومت پنجاب نے رقم ان کو دی ہے ۔
جناب والا! یہ کوئی ایک سال کے اندر ان ڈویلپمنٹ اتھارٹیز کے اس قسم کے حالات نہیں ہوئے ۔ ایک سال میں انھیں ہم سنوار بھی نہیں سکتے ۔ یہ تو گزشتہ تین سالوں کی بات ہے ۔ پھر وہی سعید اکبر نوانی صاحب بات کی آ جاتی ہے کہ فنانس منسٹر صاحب کہیں گے کہ یہ تو سب کارروائیاں سابقہ حکومتوں کی ہیں۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ جس بری طرح سے ان ڈویلپمنٹ اتھارٹیز کو لوٹا گیا اور جس بری طرح ان فنڈز کو اپنے ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کیا گیا ان کی حالت یہ بن چکی ہے ۔ جیسے یہاں لیڈر آف اپوزیشن نے کہا کہ فیصل آباد کی سڑکوں پر پانی کھڑا ہے ۔ کیا یہ سیوریج کی یا نکاسیٔ آب کی سکیم ایک سال میں ہم نے خراب کر دی ہے؟ یا راولپنڈی ڈویلپمنٹ اتھارٹی کی بات کرتے ہیں؛ اپنے ملتان شہر کی بات کرتے ہیں ۔ کیا ایک سال میں یہ سکیمیں ہم نے تباہ کر دی ہیں۔ ملتان میں واسا کا نظام ہم نے برباد کر دیا ہے؟ ایک سال میں یہ تمام چیزیں کر چکے ہیں؟ یہ ان کی لوٹ کھسوٹ کا نتیجہ ہے جو ہم بھگت رہے ہیں اور ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ یہ ان کی کارستانیاں ہیں جو تین سال ان اداروں سے مذاق کیا گیا اور جس بری طرح ان ڈیویلپمنٹ اتھارٹیز کو لوٹا گیا ۔ میں آپ کی وساطت سے ان کو دعوت دیتا ہوں ۔ میں ان کے ہمراہ چلوں گا اور اس تین سالہ دور کی سکیمز خود اپنی آنکھوں سے یہ دیکھیں اور پھر یہ تسلیم کریں گے کہ ہاں' واقعی یہ اس تین سالہ دور کی کرتوتیں ہیں جس کا خمیازہ وہ لوگ بھگت رہے ہیں جو ان شہروں کے رہنے والے ہیں اور یہ حکومت بھگت رہی ہے جس نے یہ مالی بوجھ برداشت کرنا ہے ۔

آپ سے پہلے دو تین پوائنٹ آف آرڈر اٹھائے گئے تھے اور جناب ڈپٹی سپیکر نے انھیں کہا کہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر relevant نہیں ہے اور آپ اس قسم کے پوائنٹس آف آرڈر نہ اٹھائیں اور قائد حزب اختلاف کو اپنی تقریر مکمل کرنے دیں۔ یہ روایت ہے کہ جناب قائد حزب اقتدار ہو یا قائد حزب اختلاف بول رہے ہوں تو پوائنٹس آف آرڈر نہیں کیے جاتے ۔ لیکن بات ہو رہی ہے ڈیمانڈ نمبر 13 کی اور nuclear deterrent پر گول میز کانفرنس کا ذکر کر رہے ہیں۔ میں تو

نہیں سمجھتا تھا کہ nuclear deterrent پر گول میز کانفرنس بلانے کا اس پنجاب اسمبلی یا اس ایوان کے ساتھ کیا تعلق ہے ۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی انھوں نے باتیں کیں جس پر ہمارے سرکاری بنچز کے ممبران مجبور ہو کر کھڑے ہو کر ان پر پوائنٹس آف آرڈر اٹھاتے رہے ہیں۔ حکومت پاکستان نے ایک کوشش کی ہے کہ جو سنگین حالات مغربی ممالک کی sanctions لگانے سے پیدا ہوں گے ان کے پیش نظر عوام کو motivate کیا جائے کہ وہ اس نازک دور میں اپنے وطن عزیز کی مالی امداد کریں۔ جس کا ایک نمونہ' عوام کے جذبہ حب الوطنی اور پاکستان کے ساتھ محبت کا اظہار ٹی وی پر دکھایا گیا۔ جس کے حوالے سے لیڈر آف اپوزیشن کہہ رہے تھے کہ بیٹ نیلام کرنے سے حکومت کے قرضے نہیں اتر جائیں گے ۔ مجھے بڑا دکھ ہوا کہ جن لوگوں نے اپنی حکومت کی اس پریشانی میں حصہ ڈالنے کے لیے اپنی کوشش کی' یقیناً بائیس تیئس لاکھ سے جو کہ اس بیٹ کی نیلامی کی قیمت بنی پاکستان کے قرضہ جات نہیں اتر جائیں گے کیا ان کے جذبہ حب الوطنی پر بھی ان کو اعتراض ہے؟ کیا ان بچیوں اور بچوں کے سیونگ بینکس' جو انھوں نے مٹی کی کچی ڈولیوں میں رقوم رکھی ہوئی تھیں' جو ٹی وی پر میں نے بھی دیکھیں' کیا ان کے جذبہ حب الوطنی پر بھی ان کو اعتراض ہے؟ ٹھیک ہے' ہزار روپیہ یا دس ہزار روپے سے واقعی پاکستان کے قرضے نہیں اتر جائیں گے یا یہ دشواریاں مغربی ممالک ہم پر ڈالنا چاہتے ہیں وہ ایک ایک روپے سے تو نہیں ٹال جائیں گی'لیکن جب یہ قطرے ایک ایک کر کے بہتے ہوئے اکٹھے ہوں گے تو ان شاء اللہ دریا بنے گا اور ہم اس قوم کو جو اپنے وطن سے محبت کرتی ہے اس کی محبت کو ہم اجاگر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں' یہ اس کی نفی کرنا چاہتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ ان کی وفاداری کس کے ساتھ ہے ۔ sanctions لگانے والوں کے ساتھ یا اس وطن عزیز کے ساتھ جو ان sanctions کا نشانہ بن رہا ہے۔

جناب والا! میں ان کی بہت سی باتوں کا یہاں جواب دے چکا ہوں ۔ یہ ہزاروں پلاٹس کی الاٹمنٹ کی باتیں بھی یہاں کرتے ہیں۔ پہلے نہیں کیں' آج کی ہیں۔ ٹھیک ہے ۔ وہ ایک وقت تھا جب ان ہزاروں پلاٹس کی الاٹمنٹ ہوئی ہے۔ جیسے سید اکبر خاں منیس نے کہا کہ انھوں نے کوئی پلاٹ نہیں لیا تو میں بھی ان لینے والوں میں سے تو نہیں ہوں ۔ لیکن اِلاٹمنٹس ہوئی ہوں گی ۔ کیا اِس وقت جو قائد حزب اختلاف ہیں' اُس حکومت میں وزیر نہیں تھے؟ اُس حکومت کے سرکاری بنچوں پہ نہیں بیٹھا کرتے تھے ۔ اگر اتنا ان کا ضمیر آج جاگ اٹھا ہے تو کیا اس وقت ضمیر نہیں

تھا یا ضمیر سویا ہوا تھا؟ اگر اس وقت کی غلطیاں کی گئی ہیں تو ان میں یہ شامل تھے ۔ آج کی حکومت کی جب یہ بات کرتے ہیں، جس میں، میں اور میرے ساتھی فخریہ طور پر کہتے ہیں (فخر صرف اللہ تعالیٰ کو اچھا لگتا ہے میں انسانی روپ میں کہہ رہا ہوں) یہ کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ حکومت پنجاب نے ایک پلاٹ بھی کسی کو الاٹ نہیں کیا۔ صرف جو یہ اعتراضات کیے گئے ہیں 1985ء سے 1988ء اور 1990ء سے 1993ء تک۔ اس وقت تو یہ سرکاری بنچز میں بیٹھا کرتے تھے یا فرنٹ لائن میں جہاں وزراء بیٹھتے ہیں یا یہاں بیٹھا کرتے تھے ۔

جناب والا! یہ جناب سعید اکبر نوانی صاحب نے یہاں ذکر فرمایا اور میرا خیال ہے کہ ہماری طرف اشارہ کر رہے تھے کہ موجودہ حکومت کا انتخابی نعرہ "میرٹ" تھا۔ یقیناً اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلم لیگ کا انتخابی نعرہ میرٹ تھا، معزز رکن فرماتے ہیں کہ اب وہ میرٹ کہاں گیا؟ جب اپوزیشن کے دوست لابیز میں، کیفے ٹیریا میں بیٹھتے ہیں یا ہمارے ساتھیوں سے جہاں کہیں ملتے ہیں تو کہتے ہیں، یہ خود انھی کے الفاظ ہیں کہ بھئی، تمہارے کہنے پر کوئی بھرتی نہیں ہوتی، تمھارے کہنے پہ افسران ٹرانسفر نہیں ہوتے۔ یہ ہمیں چونکانے کی کوشش کرتے ہیں۔ خود ہی اپوزیشن والے حضرات جن کا ہم ویسے تو احترام کرتے ہیں فتنے کا رول ادا کرتے ہیں۔ یہ خود تسلیم کر رہے ہیں کہ جو کچھ پہلے ہوتا رہا ہے وہ اب نہیں ہوتا۔ بھرتیاں میرٹ پر، تعیناتیاں اور تبدیلیاں میرٹ پر ہو رہی ہیں، حتیٰ کہ جس طرح پہلے ایم پی ایز، ایم این ایز اور سینیٹرز کو فنڈز دیے جاتے تھے وہ بھی نہیں دیے جا رہے۔ پہلے ایک حد تک فنڈز دے دیے جاتے تھے، ہمارے صوبائی ممبران کو پچاس پچاس لاکھ، مرکزی اسمبلی اور سینیٹ کے ممبران کے فنڈز اس سے زیادہ تھے۔ یعنی اس حد کے اندر ممبران اپنی سکیموں کی نشان دہی کیا کرتے تھے، وہ سسٹم بھی آج ختم ہو گیا ہے۔ اب تو ضلعی اور ڈویژنل کمیٹیاں ہوں گی، وہاں بیٹھ کر سکیمیں identify ہوں گی اور حکومت پنجاب ان سکیموں کو فنڈز دے گی۔ ہم تو اس حد تک محتاط ہو گئے ہیں تاکہ ہمارے ممبران پر کوئی بھی انگلی نہ اٹھا سکے کہ انھوں نے فنڈز میں بددیانتی کی، پیسے کی خرد برد کی یا ٹھیکے داروں کے ساتھ ملوث ہو گئے۔ آج ہمیں ایک سال اور کچھ مہینے اوپر گزر چکے ہیں اگر اس قسم کی کوئی مثال ہوتی تو یہ حضرات ہمیں کبھی نہ بخشتے اور یہاں برملا اس قسم کے الزامات ہم پر لگائے جاتے۔ جناب والا! یہاں بار بار لاہور اور اس کے مقابلے میں دوسرے شہروں کے اخراجات کا ذکر کیا گیا۔ ویسے تو رقوم ہر چھوٹے بڑے علاقے کے لیے

رکھی گئی ہیں۔ یقیناً فرق تو ہے کہیں زیادہ اور کہیں کم رقوم ہیں۔ اگر آپ صحیح معنوں میں دیکھیں تو ہمیں حکومت میں آئے ہوئے ابھی ایک سال اور چند مہینے ہوئے ہیں۔ ہم نے گذشتہ سال میں اپنی سمت سیدھی کرنے کی کوشش کی ہے اور انشاء اللہ العزیز جیسے کہ ان کی اور ہمارے اپنے حکومتی ممبران کی خواہش ہے کہ ہم نے مساویانہ طور پر ترقیاتی اور ترقی پذیر علاقوں کو سامنے رکھتے ہوئے آئندہ کے لیے اپنی ترجیحات مقرر کرنی ہیں۔ اگر ان کو کہیں تفریق نظر آئی ہے، ہو گی، یقیناً ہو گی کیونکہ یہ ہر بجٹ میں ہوتی ہے تو انشاء اللہ ہم اس تفریق کو دور کریں گے۔ یہ نہیں ہے کہ جب 1993-94ء کا بجٹ انھوں نے بنایا تو اس میں تفریق نہیں تھی یا 1994-95ء کا بجٹ بنا تو اس میں تفریق نہیں تھی، یہ تفریق ہوتی ہے لیکن انشاء اللہ مسلم لیگ کا ہی کریڈٹ ہوگا کہ ہم اس تفریق کو ختم کریں گے۔ ابھی تو ہم اپنی پالیسیاں اور gude line ہی مقرر کر رہے ہیں۔ اللہ کے حکم سے جب یہ حکومت آئندہ سال کا بجٹ پیش کرے گی تو انشاء اللہ العزیز یہ تفریق نہیں ہوگی۔ تو میں کہوں گا کہ اپوزیشن کی طرف سے اس کٹوتی کے حق میں جو بھی بحث ہوئی اس میں کوئی ایسی ٹھوس دلیل نہیں تھی لہذا میری آپ سے درخواست ہے کہ ان کی اس کٹوتی کی تحریک کو مسترد کیا جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے

> "کہ ایک ضمنی رقم جو 76 کروڑ، 28 لاکھ، 76 ہزار کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر 13 قرضہ جات برائے میونسپل کمیٹیاں / خود مختار ادارہ جات کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے"

(تحریک نامنظور ہوئی)

اب سوال یہ ہے:

> "کہ ایک ضمنی رقم جو 76 کروڑ، 28 لاکھ، 76 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد قرضہ جات برائے میونسپل کمیٹیاں / خود مختار ادارہ جات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 10

جناب سپیکر: اب وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر 10 پیش کریں۔

وزیر قانون: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

"کہ ایک ضمنی رقم جو 15 کروڑ' 10 لاکھ' 83 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ترقیات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے ،

"کہ ایک ضمنی رقم جو 15 کروڑ' 10 لاکھ' 83 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ترقیات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

سید مسعود عالم شاہ: I oppose it.

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 10 میں تخفیف کی تحریک مندرجہ ذیل افراد کی طرف سے ہے،

1۔ جناب سعید احمد خان منیس

2۔ جناب سعید اکبر خان

3۔ جناب معظم جہانزیب احمد خان وٹو

4۔ جناب منصور احمد خان

5۔ صاحبزادہ محمد عثمان خان عباسی

6۔ سردار رفیق حیدر لغاری

7۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی

8۔ چودھری خالد جاوید وڑائچ

9۔ سید مسعود عالم شاہ

10۔ جناب محمد اکرام اللہ خان

11۔ پیر شجاعت حسنین قریشی

سید مسعود عالم شاہ صاحب! آپ اپنی کٹوتی کی تحریک پیش کریں۔

سید مسعود عالم شاہ: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :

"کہ 15 کروڑ' 10 لاکھ' 83 ہزار روپے کی مجموعی رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر 10 ترقیات کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے :

"کہ 15 کروڑ' 10 لاکھ' 83 ہزار روپے کی مجموعی رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر 10 ترقیات کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے"

وزیر قانون: I oppose it

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب اس کو oppose کرتے ہیں۔ جی سید مسعود عالم شاہ صاحب!

سید مسعود عالم شاہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر! جناب والا! میں سمجھتا تھا کہ یہ ڈویلپمنٹ کی ایک ایسی مد ہے کہ جس میں شاید disparities ختم کر دی جائیں گی۔ ہاؤس کے اندر جو بجٹ تقاریر ہوئی ہیں' اکثر اراکین اس بجٹ سے مایوس ہو چکے تھے انھیں امید تھی کہ شاید اس میں انھیں revival ملے' لیکن اس ضمنی بجٹ میں بھی دیہی علاقوں کی ترقی کے لیے کوئی خاطر خواہ رقوم نہیں رکھی گئیں۔ جناب سپیکر! چونکہ اس کی پہلی شق زراعت ہے اس لیے میں پہلے زراعت پر ہی بات کروں گا۔ وزیر خزانہ صاحب نے فرمایا ہے کہ اپوزیشن کے لوگ کوئی نئی بات نہیں کر رہے۔ جناب سپیکر! پرانی پر تو عمل نہیں ہوتا ہم نئی باتیں کیا کریں؟ میں یہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ زراعت کی مد میں ایک کوآپریٹو سوسائٹیز کا ادارہ ہے اس میں تقریباً 36 ہزار سوسائٹیز رجسٹرڈ ہیں اور آدھی سے بھی کم کو قرضہ دیا جا رہا ہے۔ اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جن کو قرضہ نہیں دیا جا رہا ان میں ایسی بھی ہیں جو کہ defaulters نہیں ہیں لیکن کہتے ہیں کہ یہ حکومت کی پالیسی ہے۔ پتا نہیں حکومت کی پالیسی شاید زراعت کو discourage کرنے کے لیے ہے۔ جناب والا! اسی طرح

میں پہلے بھی ایک دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ ہمارے ایک تہائی رقبے water-logging and salinity کی زد میں آ چکے ہیں۔ اور اسی کے revival میں ایک کھاد Single Super Phosphate (SSP) ہے جس کا کارخانہ کافی عرصے سے بند ہے۔ پچھلے ڈیڑھ سال سے اس کو بھی revive نہیں کیا گیا۔ جناب سپیکر! اس مد میں ہارویسٹنگ ٹیکنالوجی پہ کچھ رقم رکھی گئی ہے۔ اس ضمن میں بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ جاپان کی امداد سے ہمارے ہاں harvesters and trollers import کیے گئے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ آج تک استعمال ہی نہیں ہوئے۔ اس میں جو بنیادی کمی رکھی گئی ہے۔ بعض میں میٹر بھی نہیں کہ اگر کرایہ پر چلائے جائیں تو monitor کیے جا سکیں کہ کتنی income ہے اور اس کی کتنی progress ہوئی ہے۔ بلکہ یہ قابل ذکر بات ہے کہ جو پالیسی بنائی گئی تھی اور جاپان والوں نے ہماری امداد کرنے کی کوشش کی تھی اس کے برعکس اسی حکومت نے ان پچیس پچیس لاکھ کے ٹرالرز کو auction کیا۔ اور جناب والا! پھر اس کی کتنی offer لگی؟ صرف دو لاکھ روپے۔ یہ تو اچھا ہوا کہ ان کا منصوبہ ناکام رہا' ورنہ ہمارے پاس ایک چیز موجود ہو' latest technology موجود ہو اور اس پر intentionally عمل نہ کیا جائے تو افسوس سے کہا جاتا ہے کہ یہ حکومت کی ناکامی کا ایک اور ثبوت ہے۔ جناب والا! اسی طرح زراعت کے سیکٹر میں واٹر مینجمنٹ ہے جس میں پیسے رکھے گئے ہیں۔ یہاں آپ کے تشریف لانے سے پہلے بھی Chair کہہ چکی ہے کہ آب پاشی کا نظام صحیح نہیں ہے اور انھوں نے ایک مثال بھی quote کی ہے۔ جناب والا! میں نے واٹر مینجمنٹ کی پالیسی اور پلاننگ میں واضح فرق محسوس کیا ہے کہ جب یہ پراجیکٹ شروع ہوا تو اس میں disparities قائم کر دیں۔ بعض علاقوں کو مفت water courses بنا کر دیے گئے' بعض علاقوں میں سیمنٹ اور اینٹوں کی سہولیات دی گئیں اور اب جب یہ منصوبہ چل کر ہمارے علاقوں تک پہنچا ہے تو وہ سیمنٹ کا benefit بھی withdraw کر لیا گیا ہے۔ جناب والا! پاکستان کی اکانومی میں کچے کا علاقہ بھی کافی contribute کرتا ہے اور یہ on the record ہے کہ پکے کے علاقے سے پیداوار زیادہ حاصل ہوتی ہے لیکن جہاں اور فائدے نہیں دیے جاتے وہاں واٹر مینجمنٹ پراجیکٹ بھی معذرت خواہ ہے کہ یہ کچے کا علاقہ ہے' یہاں سیلاب آتا ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ سیلاب آتے ہیں' اربوں روپے کی فصلیں ڈوب جاتی ہیں' لوگوں کے مکان منہدم ہو جاتے ہیں' لوگوں کی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں' اس میں جانور بہہ جاتے ہیں۔ لیکن کچے کے علاقے کو فائدہ کیوں نہیں دیا جاتا؟ میری گزارش ہوگی کہ اس کو ان علاقوں میں بھی benefits کے ساتھ

promote کیا جائے کہ اس وقت اپنی طرف سے لگانے کے لیے کسان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ اگر آپ نے اس سیکٹر کو ترقی دینی ہے تو پھر اس پالیسی کو re-consider کرنا ہوگا۔ جناب والا! زراعت کی اگلی مد میں لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ آتا ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ آپ لاہور کو quote کرتے ہیں، ہم لاہور پر فخر کرتے ہیں لیکن ہم disparities کے حوالے سے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اتنی disparities نہ رکھیں کہ مایوسی بڑھے اور ہمارے دور دراز کے دیہاتی علاقے اس سے مستفید نہ ہو سکیں۔ میں یہاں یہ کہنا چاہوں گا کہ یہاں بھی جو رقم رکھی گئی ہے وہ لاہور ہی کے ایریا کے لیے رکھی گئی ہے۔ جبکہ لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ کے زیادہ تر aspect تھل کے علاقے میں موجود ہیں، وہ چولستان کے علاقے میں موجود ہیں وہاں زیادہ opportunities ہیں۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ latest technology تو ابھی تک introduce ہی نہیں ہوئی۔ یہ تو اس سیکٹر کو پرانی ٹیکنالوجی سے promote کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے ۔ جناب والا! پوری دنیا کی گائے کی اچھی نسلوں میں سے ہمارے پاس موجود ہے جسے ساہیوال کی نسل کہا جاتا ہے اور اس نسل کے بارے میں بھی انٹرنیشنل ادارے نے warn کیا ہے کہ یہ ختم ہوتی جا رہی ہے۔ ہمارے لائیو سٹاک کی کارکردگی تو یہ ہے۔ میں اس ضمن میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہاں سے جانور باہر جاتے ہیں اور کچھ عرصے بعد وہ ختم ہو جاتے ہیں یا extinct ہو جاتے ہیں اور پھر ہمیں import کرنے پڑتے ہیں۔ جناب والا! میں مثال کے ساتھ عرض کرنا چاہوں گا کہ کالا ہرن اسی طرح extinct ہوا اور پھر ہمیں امریکہ سے منگوانا پڑا۔ اسی طرح ساہیوال نسل سے آسٹریلیا والوں نے استفادہ حاصل کیا ہے اور انھوں نے ایک نئی breed بنا لی ہے اور انھوں نے اس کو Australia Freziam Sahiwal کا نام دیا ہے جسے AFS کہا جاتا ہے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ کے لیے بھی صحیح علاقے منتخب کیے جاتے اور اس ضمنی بجٹ میں مایوسی کو کچھ نہ کچھ دور کیا جاتا اور ان علاقوں کو خصوصاً جہاں یہ already facilities موجود ہیں اور latest technology کے لیے عام گائیں کام نہیں دی سکیں گی اور اس میں least cost combination کے تحت ہمیں ان علاقوں سے زیادہ سے زیادہ اچھی نسل میسر آ سکے گی۔ جناب والا! ہم نے تو ساہیوال نسل کو اپنے صوبے پنجاب میں پورے طریقے سے introduce ہی نہیں کیا اور نہ ہی اس کو promote کیا ہے۔ جناب والا! اگر آپ experimental farms کے figures quote کرنا چاہیں گے تو وہ کوئی کارنامہ نہیں۔ ہماری ترقی اس پراجیکٹ کو promote کرنے میں ہے یہ flourish کرے گی تو یہ محکمہ بھی

آگے ترقی کرے گا۔

جناب والا! اسی طرح انھوں نے ڈویلپمنٹ کی مد میں Rural Works Programme میں لکھا ہے ' پھر کہتے ہیں کہ ایک خاص خطے کو کیوں quote کرتے ہیں۔ میں یہاں پر صرف یہی کہنا چاہوں گا کہ ایک مخصوص علاقے کو بھاری رقم دے دی گئی ہے جب کہ اکثر علاقوں کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ اس میں ایک ایسی مد بھی آئی ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ،

Rural roads in the Punjab for Setting up Punjab Rural Support Programme

میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ضمنی بجٹ میں تو pin point کیا جاتا ہے کہ particularly یہ کس علاقے کے لیے ہے اور یہ کہاں استعمال ہونا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ intentions گورنمنٹ کی ہیں یا ایک پارٹی کی ہیں کہ اس میں ایک بہت خطیر رقم جو کہ 50 کروڑ روپے رکھ دی گئی ہے' اور اگر آپ اس کا ٹوٹل دیکھیں تو اس مد میں تقریباً 60 کروڑ کی ٹوٹل رقم ہے' جب کہ 50 کروڑ کسی ایک مد میں دی گئی ہے۔ ایک دو شہروں 'میں نام نہیں لینا چاہتا کہ کچھ ممبران نالاں ہوتے ہیں' ان کو ساڑھے چار کروڑ روپیہ دے دیا گیا باقی اس مد میں چھ سات کروڑ روپے رقم بچتی ہے۔ جب کہ ADP میں رورل ڈویلپمنٹ پروگرام' جو کہ 1998-99ء جاری ہوا ہے' اس میں پہلے ہی دو ارب روپے کی خطیر رقم موجود ہے' تو یہ سب عنصر پولیٹیکل کرپشن کی طرف جاتے ہیں ' favourtism کہہ لیں یا political bribery کہہ لیں۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ pin point کرنے سے کم از کم علاقے کی تسلی ہو جائے گی کہ یہ ہمارے علاقے میں ہی خرچ ہو گا۔ اگر یہ صوابدیدی فنڈز رکھ دیے گئے اور نامزد نہ کیا گیا تو اس میں ابہام رہتا ہے ۔ جناب والا! پھر آب پاشی ہے۔ آب پاشی فصلات کی بنیادی ضرورت ہے۔ اگر آپ جتنی بھی latest technology introduce کر لیں' بیج لائیں ' کھادیں لائیں' level کر لیں' atmospherical conditions بھی صحیح رہیں لیکن پانی نہ ملے تو کوئی فصل بھی flourish نہیں کر سکتی۔ پچھلے سال PIDA کا قانون impose کیا گیا جو کہ کاشتکاروں کے مفاد کے سراسر منافی ہے۔ جناب والا! میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ اس میں کمیٹیز بنائی جائیں گی اور چیئرمین گورنمنٹ نامزد کرے گی' اس کا مطلب یہ ہے کہ گورنمنٹ ہی پالیسیز کو dictate کرے گی اور گورنمنٹ کے کہنے پر ہی وہ چلیں گے۔ کیا اس

پورے خطے میں ایک ہی پارٹی کی گورنمنٹ رہی ہے ؛ نہیں۔ جو بھی گورنمنٹ آئے گی وہ اس experiment کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرے گی۔ اور اس سے suffer کون کرے گا؟ اس سے غریب طبقہ suffer کرے گا۔ 70/60 فی صد طبقہ جو اس سے منسلک ہے وہ suffer کرے گا۔ اگر آپ کسی غریب کا ایک یا دو سیزن کے لیے پانی reschedule کر دیں' سخت گرمیوں میں آپ اسے دو گھنٹے دوپہر کے دے دیں اور سخت سردیوں کی ٹھٹھرتی راتوں میں دو بجے کا ٹائم دے دیں تو ultimately وہ کہے گا کہ چیئرمین صاحب اگر آپ نے زمین خریدنی ہے تو خرید لیں' کیونکہ میری فصل تو اس قابل نہیں کہ آپ کے شیڈول کے مطابق چلیں۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ محکمہ آب پاشی کو ایک بہت بڑا دھچکا لگا ہے۔ اسی طرح جنوبی پنجاب میں جو قائم شدہ عباسیہ کینال ہے۔ اس کو run کرنے کے لیے میری نظر سے کوئی expenditure نہیں گزرے۔ جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ چولستان کا ایک وسیع علاقہ ابھی تک اس پانی سے محروم ہے۔ حکومتی بنچوں کی جانب سے بھی پوائنٹ آؤٹ کیا گیا ہے' میں یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ اس وسیع علاقے میں سے اکثر علاقہ بارشوں پر انحصار کرتا ہے۔ حالانکہ یہ بارانی علاقہ نہیں ہے۔ وہاں کی نہر بھی بن چکی ہے لیکن اس کو چلانے کے لیے بجٹ میں رقم مختص نہیں کی گئی۔ اگر رکھے گئے ہیں تو مجھے اس کا پورا علم نہیں ہے' میں اس کی وضاحت کرتا چلوں۔

جناب سپیکر! اسی طرح ایجوکیشن اینڈ ٹریننگ کے لیے 73 لاکھ کی رقم میں سے 45 لاکھ روپے صرف ایک علاقے کے لیے مختص کی گئی ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ ایجوکیشن پالیسی پر نظرثانی کرنے کی ضرورت تھی اور یہ ضمنی بجٹ ہی تھا جس سے مین بجٹ کی خامیاں دور کی جا سکتی تھیں۔ اس پالیسی میں جو خامی ہے میں پھر یہاں پر عرض کرنا چاہوں گا کہ یہاں پر خواندگی کی شرح 39 فی صد بتائی گئی ہے جب کہ فوج کے سروے کے مطابق 30 ہزار کے قریب اساتذہ جعلی تھے۔ اسی طرح ادارے بھی اس طرح رجسٹرڈ تھے۔ کیا شرح خواندگی ابھی وہی نہیں؟ جناب سپیکر! حقیقت میں شرح خواندگی 13 سے 15 فی صد ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ 39 فی صد صرف مشتہر کیا جا رہا ہے۔ جناب سپیکر! جب حقیقی اعدادوشمار سامنے آئیں گے اور آپ اس پر دوبارہ نظر ڈالیں گے' میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ اللہ کرے زیادہ ہو لیکن میرا خیال ہے کہ شرح خواندگی ابھی وہی ہے۔ جناب سپیکر! میں نے ایک دو روز قبل یہ پڑھا کہ اب یہ سکیم بنائی جا رہی ہے کہ ان

اساتذہ کے خلاف ایکشن ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ فوج کے ادارے کی ایک تذلیل ہو رہی ہے' اس کو ہم نے استعمال کیا ہے' اس نے سارا سروے کیا ہے۔ اب اس میں تاخیر کرنے سے اس ادارے کی بھی تذلیل ہے اس پر فوری ایکشن ہونا چاہیے تھا تاکہ پورے ادارے میں اصلاح ہو جاتی۔ جتنے لوگ اب تک لے دے کر اپنی تنخواہیں حاصل کر رہے ہیں یہ چور دروازے بند ہو جاتے۔----

جناب محمد افضل خان، پوائنٹ آف آرڈر۔جناب والا! یہ جو میرے فاضل دوست نے کہا ہے کہ فوج کی تذلیل ہو رہی ہے۔ فوج کو ایک کام دیا گیا اور انہوں نے وہ کام نہایت خوش اسلوبی سے مکمل کیا ہے۔ اس کی تعریف بھی ہر فورم پر ہوئی ہے۔ معزز رکن اپنے یہ الفاظ واپس لیں۔

جناب سپیکر، جی ٹھیک ہے۔

سیدمسعود عالم شاہ، جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ میں نے ایک اخبار کے حوالے سے بات کی ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس محکمے میں بہت خامیاں تھیں' اعدادوشمار میں اتنے تضادات تھے اور ان خامیوں کے ذمہ دار افسران کے بارے میں ابھی تک کوئی پالیسی نہیں آئی۔ آج میں نے اخبار میں یہ خبر پڑھی ہے کہ شاید 90 فی صد ڈسٹرکٹ ایجوکیشن افسروں کے تبادلے کیے جا رہے ہیں۔ ساتھ ہی یہ خبر بھی تھی کہ ایم پی اے ایم این اے تبادلے رکوانے کے لیے فعال ہو گئے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ سیاسی مداخلت نہیں ہوگی اور ذمہ دار افراد کا تبادلہ نہیں کیا جائے گا ان کو بھی جرمانے یا سزائیں سنائی جائیں گی تاکہ آئندہ آنے والے دور میں یا کسی بھی ڈیپارٹمنٹ کوئی افسر بھی اس قسم کا کردار ادا نہ کر سکے۔

جناب سپیکر! یہاں پر ایک Splitting Education Department کی تجویز بھی آئی ہے جس میں ہائر ایجوکیشن اور ایلیمنٹری ایجوکیشن کو علیحدہ کیا جا رہا ہے۔ میں یہاں پر یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس پالیسی کو بھی زیر غور لانے کی ضرورت تھی' کیونکہ ہمارے نظام میں پرائمری ایجوکیشن کے ساتھ ایک ہی سکول میں مڈل ایجوکیشن بھی ہو رہی ہے اور اسی سکول میں ہائر ایجوکیشن بھی ہو رہی ہے۔ اس لیے یہ تجربہ کچھ اچھا ثابت نہ ہونے کا امکان ہے۔ اس لیے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ کالجز کی حد تک علیحدہ کیا جاتا اور سکول کی حد تک علیحدہ کیا جاتا۔انھوں نے کہا ہے کہ اس گورنمنٹ کی بات کریں گے یا پچھلی گورنمنٹ کی' انھی حکمرانوں کے حوالے سے میں

بات کروں گا کہ دس سال قبل اسی طرح ڈی پی آئی کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا' جس کو ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشنز کہتے ہیں۔ اس میں ایلیمنٹری ایجوکیشن اور سیکنڈری ایجوکیشن کو علیحدہ علیحدہ کر کے پریکٹس کی گئی' اس کی سب سے بڑی قباحت یہ ہے کہ ایک ہی ٹیچر مختلف ایڈمنسٹریٹو اتھارٹیز کے اندر کام کرتا ہے۔ ایک طرف سے آرڈر آتا ہے کہ آپ کا ٹرانسفر کر دیا گیا ہے دوسری طرف سے آرڈر روک دینے کے احکامات جاری ہوتے ہیں۔ اس میں بھی ایک جامع پالیسی فریم نہیں کی گئی اسی وجہ سے آج بھی سینکڑوں کیس عدالتوں میں زیر التوائے پڑے ہیں۔میں یہ عرض کر رہا تھا اور میں یہ حوالہ دینا چاہ رہا تھا کہ اس پراجیکٹ پر بھی نظر ثانی کی جائے اور اس کی مکمل پالیسی فریم کی جائے۔ کل کو ہم نے پرائمری سکولوں کو پرائمری سکولوں کی حد تک نہیں رکھنا' ان کو اپ گریڈ بھی کرنا ہے۔ مڈل کے بعد ہائر تک بھی لے جانا ہے۔ میرا عرض کرنے کا مطلب یہ تھا کہ اس پالیسی پر نظر ثانی کی جائے۔

جناب سپیکر! ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے متعلق میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ کافی رقوم رکھی گئی ہیں۔ADP میں 69 فی صد نئی سکیمیں شروع کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ جب کہ 31 فی صد جاری سکیموں کے لیے رکھا گیا ہے۔ یہاں یہ تضاد پایا جاتا ہے کہ ہم نے میرٹ پالیسی پر کام کیا ہے ہم نے جاری شدہ سکیموں کو برقرار رکھا ہے۔ جناب سپیکر! جاری سکیمیں اس وقت کافی ختم ہو چکی ہیں۔ اس قسم کی نئی سکیمیں شروع کرنے سے جو پرانی سکیمیں چل رہی ہیں اس میں ملک کا کافی سارا پیسہ بلاک ہو جائے گا اور نئی سکیمیں بھی ان پیسوں سے مکمل نہ ہو پائیں گی۔ میری گزارش یہ تھی کہ میرٹ یا اصولوں کی بات ایک طرف یہاں پر نئی سکیمیں شروع کرنے سے پہلے پرانی سکیموں پر زیادہ توجہ دی جاتی۔ جناب سپیکر! یہاں پھر میں عرض کرنا چاہوں گا کہ آرمی کے لیے اتنی بڑی رقم رکھی گئی ہے 2 کروڑ 62 لاکھ 54 ہزار' تو آرمی کے سروے کے جو رزلٹ آئے ہیں اس پر فوری ایکشن لینا چاہیے۔

جناب والا! اسی طرح میں ہیلتھ کے سلسلے میں عرض کرنا چاہوں گا کہ اس میں سے بھی ٹوٹل رقم میں سے زیادہ حصہ ایک خاص علاقے کو دیا گیا ہے جب کہ باقی علاقوں کو پھر نظر انداز کیا گیا ہے۔جناب والا! ہیلتھ تو ایک بنیادی structure ہے۔ اس سے زیادہ تر غریب لوگ متاثر ہیں' دھوئیں سے' مٹی سے' گرمی سے اور جو open livings ہیں جن کے پاس پرتعیش رہائشیں نہیں ہیں'

شہروں میں تو کافی حد تک سہولیات میسر ہیں لیکن دیہاتی علاقوں کے لیے چاہیے تو یہ تھا کہ صحت کی پالیسی نظرثانی کی جاتی۔

جناب سپیکر! اسی طرح اگلی مد' مین پاور اینڈ ٹریننگ پر میں عرض کرنا چاہوں گا۔ اس مد میں اپ گریڈیشن آف ٹریننگ سنٹر کا ذکر بھی آیا ہے' لیکن یہ بھی ایک خاص علاقے کے لیے کیا گیا اور اس میں بھی 30 لاکھ روپے کی خطیر رقم رکھی گئی ہے ۔ اسی طرح آگے میں پولیس کی مد میں عرض کرنا چاہوں گا کہ تجاویز تو لی جاتی ہیں لیکن ان پر عمل درآمد نہیں کیا جاتا۔ ایلیٹ فورس یا پولیس ڈیپارٹمنٹ میں پہلے ہی بہت ساری رقم رکھی گئی ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ ضمنی بجٹ میں کوئی جدید ٹیکنالوجی پر یا کوئی جدید ٹیکنیک ہی روشناس کروائی جاتی تاکہ اس مد میں بھی کام ہو سکتا۔ ٹورازم کے حوالے سے عرض کرنا چاہوں گا اس مد میں بھی ایک خاص خطے میں ہوٹل بنانے کے لیے رقم مختص کی گئی ہے۔یہاں میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ بہاولپور ڈویژن میں بہت سارے ایسے ٹورازم کے سپاٹ ہیں جن کو ابھی تک explore کرنے کی ضرورت ہے اور اس ٹورازم سے ہمیں کافی زرمبادلہ حاصل ہو سکتا ہے اور یہ ایک تاریخی شہر ہے۔ جناب سپیکر! یہاں چولستان کا وسیع علاقہ ہے یہاں چولستان ریلیز منعقد کی جا سکتی ہیں۔ چولستان spots explore کیے جا سکتے ہیں اور خاص طور پر میں عرض کرنا چاہوں گا کہ اسی علاقے کی بلڈنگز نے بھی انعام حاصل کیے ہیں۔ دراوڑ فورٹ قابل ذکر ہے بھوم کی مسجد بھی اس سلسلے میں قابل ذکر ہے' اسی طرح اوچ شریف کے مزارات بھی تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔ ایک بستی صدر شاہ ہے وہ اہل تشیع سے تعلق رکھتے ہیں اور وہاں پر سینکڑوں لوگ کراچی سے اب بھی حاضری دینے کے لیے آتے ہیں۔ میرا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ان چیزوں کو explore کرنے کی ضرورت تھی اور اس مد میں اگر کوئی provision رکھی جاتی تو زیادہ بہتر تھا۔ رورل واٹر سپلائی سکیم کے ضمن میں' میں صرف اتنا عرض کرتا چلوں کہ یہاں بھی اس علاقے کو نظر انداز کیا گیا ہے' بلکہ ایک ایم این اے پارلیمانی سیکرٹری کی فرمائش پر ان کے نام سے ایک منصوبہ شروع کر دیا گیا ہے۔ جس کی خطیر رقم 40 لاکھ ہے۔ جب کہ اس کی نسبت لودھراں کے لیے 10 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ اور اس کو ایک ذاتی فنڈ کی حیثیت سے متعارف کیا گیا ہے۔ جناب والا! اربن ڈویلپمنٹ میں بھی اسی طرح کے تضادات ہیں۔ اور ترقی یافتہ علاقوں کی مزید ترقی دی جا رہی ہے۔ جناب والا! اس عدم مساوات کو ختم کرنا ہوگا۔ میں آپ کو ایک تضاد پیش کرتا چلوں کہ اس مد

میں بھی ایک شہر کو 9 کروڑ 50 لاکھ allocation ہوئی ہے۔ جبکہ دوسرے کو صرف ایک کروڑ 60 لاکھ کی۔ میرا کہنے کا مطلب یہ تھا کہ جن علاقوں کو زیادہ ضرورت ہے ان کو accommodate کیا جاتا۔ شکریہ جناب والا۔

جناب سپیکر، ان کے بعد معظم وٹو صاحب بولنا چاہتے ہیں موجود نہیں ہیں۔ سردار صاحب! آپ بولیں گے۔

وزیر خزانہ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)، شکریہ جناب والا! میں جناب کی وساطت سے عرض کروں گا کہ سید صاحب جنھوں نے ابھی اس کٹوتی پر تقریر کی ہے۔ انھیں آپ ہدایت فرمائیں کہ وہ لابی کی بجائے یہاں پر آ جائیں۔ ممکن ہے کہ میں کوئی اچھی بات بھی کہہ جاؤں جس کو وہ سننا پسند کریں۔

جناب سپیکر، مسعود عالم شاہ صاحب۔

وزیر خزانہ، جی ہاں سید مسعود عالم شاہ صاحب۔

جناب سپیکر، میرا خیال ہے وہ اپنی تقریر کر کے چلے تو نہیں گئے۔ لابی میں ہیں۔ تو وہ لابی میں ہی سن لیں گے۔

وزیر خزانہ: جناب والا! یہاں پر محترم شاہ صاحب نے بہت سے سیکٹرز پر باتیں کی ہیں۔ مجھے یہ ماننے میں کوئی حجاب نہیں کہ ان کی باتیں بہت اچھی اور قابل عمل بھی ہوسکتی ہیں۔ اور وہ ہمارے ساتھ بیٹھ کر اپنی ان تجاویز کی details discuss کریں۔ مثلاً انھوں نے یہاں water logging اور salinity کا ذکر کیا۔ اور خاص طور پر جو آسٹریلین اور ساہیوال breed کے بارے میں انھوں نے یہاں بات کی ہے۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ بیٹھیں اور اپنے ان خیالات سے ہمیں مزید مستفید کریں کہ جس نسل کی افزائش کے لیے انھوں نے rural support programme اور باقی بہت سی باتیں کی ہیں۔ جس میں میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے کچھ مفید باتیں کی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر ہم مل بیٹھیں تو شاید اس میں سے ہم اچھے پالیسی decisions لے سکیں گے۔ Japanese aid کے تحت جو harvesters آئے تھے اس کے بارے میں جناب شاہ صاحب نے یہاں فرمایا ہے۔ میں اس statement میں تھوڑی سی اصلاح کر دوں جو انھوں نے یہاں harvesters کے بارے میں کہا ہے۔ یہ harvesters واقعی Japanese aid میں ملے تھے۔ اور مرکزی حکومت نے اتنی تعداد میں

صوبہ پنجاب کے لیے بھیج دیے تھے۔ اس میں دوقسم کے harvesters تھے ایک وہ جو ٹائر کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اور ایک جو چین کے ساتھ ہوتے ہیں۔ بہت سوچ بچار کے بعد حکومت پنجاب نے یہ فیصلہ کیا کہ ان harvesters کو گندم کی کٹائی کا سیزن شروع ہونے سے پہلے لیز پر دے دیا جائے۔ جناب والا! جو ٹائر والے harvesters ہیں ان کی رفتار یا ان کی out-put فی گھنٹہ یا یومیہ خاطر خواہ ہے۔ اس کے لیے بہت سے کاشت کاران جنھوں نے اپنی گندم کاٹنی تھی۔ یا اپنی ضروریات کے بعد ان کو کرائے پر چڑھانا تھا۔ وہ تو یوں آناً فاناً لے گئے۔ لیکن جو ٹریک والے یعنی چین والے harvesters ہیں ان کی رفتار بھی slow ہے اور ان کی out-put بھی کم ہے۔ ان کو لیز پر دینے کے لیے حکومت پنجاب کو دقت پیش آئی۔ اس میں سے چند ہی لیز پر گئیں اور باقی نہ جا سکیں۔ انھوں نے یہاں Farm Water Management Project کے بارے میں ذکر کیا ہے۔ جناب والا! میں اس کے بارے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ پروگرام بالکل terminate نہیں کیا جا رہا۔ ADP 1998-99 میں اس کے لیے فنڈز مہیا کیے گئے ہیں۔ اور جب Farm Water Management Project 3 مکمل ہو جائے گا۔ تو اس کے بعد project four بھی شروع کیا جائے گا۔ اور یہاں میں یہ عرض کرتا چلوں کہ World Bank assisted programme ہے۔ اس میں حکومت پنجاب اور World Bank assistance ہے۔ پنجاب میں جو Rural Support Programme ہے اس کے بارے میں یہاں انھوں نے ذکر کیا ہے کہ specifically ان کو یہاں حکومت کو بتانا چاہیے تھا کہ کس کس مد یا کس کس پراجیکٹ میں۔ جناب والا! 5 سو million کا یہ فنڈ ہے۔ اور یہ صوبے کے تمام rural areas کے لیے رکھا گیا ہے۔ اس میں جو objectives ہیں وہ ہیں Foundation of Community Based Organization in Rural Areas جو سہولیات حکومت ان کو وہاں مہیا کرے گی ان کی management facilities and capabilities بھی وہ develop کرے گی۔ اور پھر یہ ہے کہ دیہات میں training skills ان کو دی جائیں گی۔ اور Micro Credit Programme بھی اس میں شامل ہو گا۔

جناب والا! انھوں نے اپنی تقریر میں محکمہ تعلیم کے بارے میں بھی کہا کہ فوج نے اپنی اس تحقیق کے بعد جو رپورٹ پیش کی ہے اس پر فوراً عمل کیا جائے۔ اس سے ذرا پہلے وہ خود کہہ گئے کہ سنا ہے کہ 80 یا 90 کے قریب ڈپٹی ڈی ای اوز اور ڈی ای اوز کے ٹرانسفر ہو رہے ہیں۔ اگر

وہ ہو رہے ہیں تو اسی سلسلے میں ہی تو ہوں گے۔ یہی لوگ تو ملوث تھے ان ghost schools کی تنخواہیں جاری کرنے میں اور جو بھی دوسرے اخراجات ہوتے ہیں۔ لیکن میں نے یہ نہیں سنا' اپوزیشن کی طرف سے جتنی بھی تقاریر ہوئی ہیں چاہے main budget پر چاہے' ضمنی بجٹ پر' جیسے آج یہ کٹوتیوں پر بات کر رہے ہیں' کہ یہ اسی حکومت کے سر سہرا ہے کہ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ جو افواج پاکستان کے بعد پاکستان میں سب سے بڑا employer ہے۔ ساڑھے پانچ لاکھ کے قریب محکمہ تعلیم پنجاب کی employment ہے۔ اور اس میں جو اربوں روپے کا گھپلا سالہا سال سے چلا آ رہا تھا' اس کو پکڑنے کے لیے اس کو expose کرنے کے لیے اس پر action لینے کے لیے اسی حکومت نے سوچا۔ یہ اپنی کسی تقریر کے دوران کہہ تو گئے ہوتے کہ یہ ایک اچھا کارنامہ ہے۔ یہ بہت بڑا کارنامہ نہیں تو یہ اچھا کارنامہ ہے۔ اس کو اس وقت کی حکومت پنجاب نے نہ صرف سنجیدہ سمجھا بلکہ اس پر گرفت بھی ڈالی۔ جناب والا! انھوں نے کوئی اور ایسا اعتراض نہیں کیا جس پر میں سمجھ سکتا کہ ان کی کٹوتی کی تحریک میں کوئی وزن ہے۔ میں آپ سے یہی استدعا کروں گا کہ ان کی کٹوتی کی تحریک میں کوئی وزن نہیں ہے اسے مسترد کیا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ جی۔

اب سوال یہ ہے

"کہ 15 کروڑ 10 لاکھ 83 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 10 ترقیات کو کم کرکے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

مطالبہ زر نمبر 10

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے :

"کہ ایک ضمنی رقم جو 15 کروڑ 10 لاکھ 83 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998 کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ترقیات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: مطالبہ زر نمبر 12۔ جی' وزیر قانون صاحب۔

وزیر قانون: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں

"کہ ایک ضمنی رقم جو 8 کروڑ 96 لاکھ 85 ہزار روپے سے زیادہ نہ گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے' جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شاہراہ و پل برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو 8 کروڑ 96 لاکھ 85 ہزار روپے سے زیادہ نہ گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے' جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شاہراہ و پل برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سعید احمد خان منیس: جناب والا! میں اس کو اپوز کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: قائد حزب اختلاف oppose کرتے ہیں۔ مطالبہ زر نمبر 12 میں جناب سعید احمد خان منیس' جناب سعید اکبر خان' جناب معظم جہانزیب وٹو' جناب منصور احمد خان' صاحبزادہ محمد عثمان خان عباسی' سردار رفیق حیدر لغاری' مولانا منظور احمد چنیوٹی' چودھری خالد جاوید وڑائچ' سید مسعود عالم شاہ صاحب' جناب محمد اکرام اللہ خان' پیر شجاعت حسنین قریشی کی طرف سے کٹ موشنز آئی ہیں۔ جناب سعید احمد خان منیس کٹ موشن پیش کریں گے۔

جناب سعید احمد خان منیس: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ 8 کروڑ 96 لاکھ 85 ہزار روپے کی مجموعی رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 12 شاہرات و پل کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے۔

کہ 8 کروڑ 96 لاکھ 85 ہزار روپے کی مجموعی رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 12 شاہرات و

پل کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

وزیر قانون، جناب والا! میں اس کو اپوز کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، وزیر قانون oppose کرتے ہیں۔ منیس صاحب! اس پر پہلے آپ بات کریں گے؟

جناب سعید احمد خان منیس، شکریہ' جناب سپیکر۔ جیسے کہ میں نے ڈیمانڈ نمبر 12 پر یہاں کٹوتی کی تحریک پیش کی' اس سے پہلے کہ میں کٹوتی کی تحریک کی جانب آؤں' میں وزیر خزانہ صاحب کی اس بات کا ضرور جواب دینا چاہوں گا' جو کہ انھوں نے "گھوسٹ" سکولوں کے حوالے سے کی ہے۔ جناب سپیکر! میں نے تو اپنی ایجوکیشن کی تقریر میں ان کے اس قدم کو اچھا ہی کہا تھا۔ لیکن میں نے یہ عرض کی تھی کہ اگر یہ survey carry out کر ہی لیا ہے۔ اور وزیر اعلیٰ پنجاب کی جانب سے ایک اوپن پریس کانفرنس میں یہ بات کہی گئی ہے کہ اس سروے کے نتیجے میں 2 ارب روپے کی بدعنوانیاں سامنے آئی ہیں۔ یہ بہت ہی اچھا ہوتا' اگر یہ بدعنوانیاں اور 2 ارب روپے کی اس رقم کو کسی جانب reflect کیا ہوا دکھایا جاتا اور ہمیں یہ چیز نظر آتی کہ یہ 2 ارب روپیہ جو بدعنوانی کے نتیجے میں وہاں غیر ترقیاتی اخراجات کے طور پر تنخواہوں پر خرچ ہو رہا تھا' تو اس کو کم دکھایا جاتا یا اس کو divert کر کے ڈویلپمنٹ بجٹ کی طرف اضافہ ظاہر کیا جاتا۔ جناب سپیکر! جیسے میں نے آپ کی وساطت سے ایوان کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ ڈویلپمنٹ بجٹ کو over all cut کر لیا گیا ہے' اس کو slash کر لیا گیا ہے۔ موجودہ سال میں ٹوٹل ڈویلپمنٹ بجٹ کا 20 فی صد ایجوکیشن کی مد میں خرچ کیا جا رہا ہے' لیکن آئندہ سال کے لیے اس کو slash کر کے' اس کو cut کر کے 15 فی صد کر دیا گیا ہے' تو اس میں 5 فی صد کی کمی آئی ہے۔ حکومت نے "گھوسٹ" سکولوں کے سروے کے نتیجے میں اتنی بھاری رقوم خرچ کی ہیں۔ پاکستان آرمی نے اس کا سروے کیا ہے' اس کی رپورٹ آپ کے سامنے آ چکی ہے اور اس رپورٹ کے نتیجے میں یہ کہا گیا ہے کہ 40 ہزار ایسے اساتذہ موجود ہیں جو کہ on papers ہیں اور ناجائز تنخواہیں وصول کر رہے ہیں۔ یہ بہت ہی اچھا ہوتا کہ آپ نے اس کو کسی کتاب میں کسی جانب reflect کیا ہوتا۔ جناب سپیکر! پھر یہاں ہر کٹوتی کی موشن ہو یا اپوزیشن کی جانب سے تقریر ہو' تو اس کے جواب میں ہمیشہ یہی کہا جاتا ہے کہ پچھلی حکومت نے یہ

کیا' موجودہ حکومت یہ کر رہی ہے۔ جناب سپیکر! آپ نے اس میں یہ دیکھنا ہے کہ ہمیشہ موجودہ حکومت ہر چیز کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ میں نے عرض کیا ہے کہ ہم یہاں جو کچھ پوائنٹ آؤٹ کرتے ہیں' اگر اس کو تسلی کے ساتھ سمجھا کریں' تو ہم انھیں پوائنٹ آؤٹ کر رہے ہوتے ہیں کہ فلاں سیکٹر میں آپ کی فلاں فلاں خامیاں ہیں' آپ اس کو بہتر کر سکتے ہیں۔ ہم جو باتیں پوائنٹ آؤٹ کرتے ہیں' اگر ان کو کسی طرف reflect کر لیا جائے' تو اس سے حکومت کی کارکردگی بہتر ہو سکتی ہے۔ اور ultimately عوام پر اس کا اثر پڑتا ہوتا ہے' تو حکومت ان کی بہتری کے لیے کام کر سکتی ہے۔

جناب سپیکر! roads and bridges پر ڈیمانڈ نمبر 12' اور آپ سے بہتر اور کون جان سکتا ہے یا آپ کی وساطت سے معزز ارکین اسمبلی یہاں تشریف فرما ہیں' ان کے حلقہ جات میں سڑکیں اور پل بن رہے ہیں۔ ان کا standard of maintenance ناگفتہ بہ ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ صوبہ پنجاب میں 90 فی صد سڑکیں استعمال کے قابل نہیں ہیں۔ یہاں موٹر وے پر اتنا بڑا پیسہ خرچ کر دیا گیا ہے۔ موٹر وے کی افادیت اپنی جگہ پر ہو سکتی ہے' لیکن جب تک ہم صوبے کی سڑکوں کی طرف توجہ نہیں دیں گے' ان کی بہتری نہیں کریں گے۔ اگر existing roads ہی نا قابل استعمال ہوں گی' تو پھر نہ ہی موٹر وے کا فائدہ ہوگا اور نہ ہی نئی سڑکوں کا کوئی فائدہ ہوگا۔ کیوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ پہلے سے موجود سڑکوں کے جال کو ٹھیک کرنا اور اس کو قابل استعمال بنانا حکومت کی ترجیح ہونی چاہیے۔ حکومت اس سیکٹر میں بہت پیسہ خرچ کرتی ہے' لیکن جناب سپیکر! اس کے باوجود آپ اور معزز اراکین اسمبلی مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ ان کے علاقہ جات میں سڑکوں کی کیا پوزیشن ہے۔ جہاں تک ضمنی بجٹ میں اس گرانٹ کا تعلق ہے' تو میں اس میں پھر disparities والی بات دہراؤں گا۔ جناب سپیکر! یہاں جب آپ صفحہ نمبر 47 سے 51 تک دیکھیں گے' تو اس میں یہ کہا گیا ہے کہ،

In order to provide better communication facilities to the people of Punjab , construction of new roads . renovation and improvement of existing network is essential . It is also necessary to provide transportation facilities in rural areas during 1997-98 , additional amount of Rs . 345 , 723 , 000/- is

required for provision of these facilities all over the Punjab.

جناب سپیکر! ضمنی بجٹ میں اس کا حوالہ دیتے ہوئے all over the Punjab کہا گیا ہے، لیکن جب ہم سکیموں کی طرف نظر دوڑاتے ہیں تو وہاں ہمیں صرف راولپنڈی اور مری نظر آتا ہے۔ یہ disparity پھر اپنی جگہ پر آ گئی۔ اب میں جب disparity کی بات کروں گا یا کوئی حوالہ دینے کی کوشش کروں گا، تو پھر اس طرف بیٹھے ہوئے میرے معزز دوست اس چیز کا بُرا منائیں گے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ راولپنڈی یا مری پر اخراجات نہ کریں۔ آپ وہاں اخراجات ضرور کریں، لیکن کم از کم اس disparity پر اس معزز ایوان نے بجا طور پر اور صحیح طور پر کافی احتجاج کیا ہے۔ اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ آپ نے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں جو سکیمیں دی ہیں اور آپ نے ہر سکیم کے آگے unapproved لکھ دیا ہے۔ اور کچھ لوگوں کو راضی رکھنے کے لیے اس میں سکیموں کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ جانتا ہوں کہ ان پر عمل در آمد نہیں ہوگا۔ میں اپنی بجٹ تقریر میں بھی یہ کہہ چکا ہوں کہ جو 17 ارب روپے کا صرف سالانہ ترقیاتی پروگرام بتایا گیا ہے، It is just a window dressing. مجھے یقین ہے کہ یہ 7,8 ارب سے زیادہ نہیں ہوگا۔ آپ نے آج اجلاس کے prorogue ہونے کے چند دن بعد جو economy cut لگانا ہے تو حکومت اتنا bold step پہلے ہی کیوں نہیں لے لیتی؟ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ آج اگر اسمبلی کا اجلاس prorogue ہو رہا ہے تو کل آپ 15 فی صد سے لے کر 50 فی صد تک economy cut لگا دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کی dressing دکھا کر ایک surplus بجٹ دکھانا انصاف کے تقاضے پورا نہیں کرتا۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ یہ جو دو تین صفحات ہیں، یہ تمام راولپنڈی اور مری کے علاقوں کے ہیں۔ ان کا حق بنتا ہے لیکن جو جنوبی پنجاب ہے، اس کے لیے مجھے یہاں کوئی پیسہ نظر نہیں آ رہا۔ بہتر ہوتا کہ اس طرف بھی توجہ دی جاتی کیونکہ میں نے کل بھی یہ عرض کیا تھا کہ revenue میں ایک major chunk اس جانب سے آ رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جہاں باقی سارے پنجاب کا حق بنتا ہے، وہاں جنوبی پنجاب کا بھی حق بنتا ہے کہ وہ ان گرانٹس سے استفادہ کر سکے۔

جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ ہمیں نہ صرف صوبے میں بلکہ پورے ملک میں علاقائی تعصبات ختم کرنے ہوں گے۔ جب تک ہم ان کو ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہوں گے تو ہمارے قدم ترقی کی طرف اس رفتار سے نہیں جا سکتے، جس رفتار سے ہمیں جانا چاہیے۔

جناب سپیکر! میں اسی پر اپنی بات ختم کرتا ہوں کہ اس میں disparity نہیں ہونی چاہیے تھی۔ میں آپ کی وساطت سے معزز ایوان سے استدعا کروں گا کہ میری کٹوتی کی تحریک منظور کی جائے۔

جناب سپیکر، شکریہ۔ مسعود عالم شاہ صاحب۔

سید مسعود عالم شاہ، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! کسی ملک کی ترقی میں سڑکوں اور پلوں کا اہم کردار رہا ہے۔ میں اس حوالے سے عرض کرنا چاہوں گا کہ اگر ہم نے خاص علاقوں کو ترقی دینی ہے تو اس سے ملک ترقی نہیں کرے گا۔ میں یہ گزارش کروں گا، جیسا کہ ہمارے قائد حزب اختلاف نے فرمایا ہے، اگر اس پوری مد کو آپ پڑھ کر دیکھیں تو واقعی یہ بجٹ صرف ایک مخصوص علاقے کے لیے رکھا گیا ہے۔ اگر آپ موازنہ کریں تو ٹورازم کا بجٹ بھی اسی طرف چلا جاتا ہے۔ سڑکوں اور پلوں کا بجٹ بھی اسی طرف چلا جاتا ہے یا اگر کوئی اور مدات آتی ہیں تو وہ یہاں سنٹر میں آ کر رک جاتی ہیں اور جنوبی پنجاب کی طرف travel ہی نہیں کرتیں۔ disparity کے حوالے سے قائد حزب اختلاف نے جس طرح فرمایا ہے کہ ایک طرف تو مرکز بھی ایک ہی علاقے کی ترقی پر کوشاں ہے، جیسا کہ اربوں روپے موٹر وے پر لگائے گئے، پھر پنجاب سے امید تھی کہ اس میں شاید disparity اور مایوسی کو ختم کیا جاتا اور اس ضمنی بجٹ میں کم از کم وہ علاقے accommodate کیے جاتے جو دور دراز ہیں۔ جو عرصہ دراز سے یہی شکوہ کرتے چلے آئے ہیں کہ ہمیں نظر انداز کیا جا رہا ہے لیکن اس ضمنی بجٹ میں بھی اس علاقے کے لیے کوئی جھلک نظر نہیں آئی۔

جناب سپیکر! موجودہ حالات میں ملک کی بیشتر تجارت یا آمدنی ہمیں کراچی sea port سے ہو رہی ہے اور اس وقت جتنا بھی load سڑکوں پر ہے۔ وہ کراچی، لاہور اور پشاور ہائی وے پر ہے۔ وہ سنٹر کا محکمہ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہاں market to farm roads بری طرح neglect کی گئی ہیں۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ یہاں assumptions کر لی جاتی ہیں کہ ہم نے روسی ریاستوں کی مارکیٹ کو explore کرنا ہے۔ جب کہ صورت حال ابھی سازگار ہی نہیں ہوئی، راستے میں افغانستان کے حالات بدستور ناسازگار ہیں۔ ہمارے پاس جو وسائل موجود ہیں، جن کو exploit کرنا چاہیے، جن کو promote کرنا چاہیے۔ مرکز ہو یا صوبہ ہو، ہم ان سب کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ میرا گزارش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اگر مرکز میں بھی اس رقم سے آدھی رقم کراچی سے پشاور تک K.L.P Road پر

خرچ کی جاتی تو پورے ملک میں دو رویہ سڑک one way بن جاتی۔ اور 50 سال سے ہم ریلوے ٹریک ڈبل نہیں کر پائے تو وہ بھی ڈبل ہو جاتا۔ میں عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ بھی ایک ترقی کا مرحلہ ہے جس میں disparity ختم کرنی چاہیے تھی۔ میری گزارش یہ ہے کہ ایک طرف تو پلوں میں بہت خطیر رقم رکھ دی گئی ہے۔ اور دوسری طرف جنوبی پنجاب میں ایک پنج ند نہر ہے' اس پر جو پل ہیں وہ cart load کے لیے ڈیزائن کیے گئے تھے اور بنائے گئے تھے لیکن اب اسی cart load سے bridges بھاری ٹریفک بالامر مجبوری گزر رہی ہے۔ ان پلوں کی حالت یہ ہے کہ اگر پوری capacity سے نہروں میں پانی چھوڑ دیا جائے تو پلوں کے حصے بہہ جاتے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ ریکارڈ پر ہے۔ ہر عید اور خوشی کے موقع پر لوگ کوشش کرتے ہیں کہ کسی قریبی picnic spot پر جا کر تفریح کی جائے۔ اس ضمن میں میں ایک سانحہ کا ذکر کرنا چاہوں گا کہ پلوں کے سائیڈ پر جو پلیٹ فارم بنے ہوتے ہیں' جہاں سے watchman درے ڈالتے ہیں۔ وہ پلیٹ فارم اتنے کمزور ہو چکے ہیں کہ وہاں پر ایک عید کے موقع پر ایک خاندان کے لوگ نہر میں ڈوب گئے اور ان کا پتا ہی نہیں چلا۔ ان کی اتنی خستہ حالت کیوں ہو چکی ہے؟ وہ صرف disparity کی وجہ سے ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر! عرصہ دراز سے وہ نہر قائم ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں آج تک اس پر کوئی نیا پل تجویز ہی نہیں کیا گیا' جب کہ وہ پل بنیادی طور پر cart load برداشت کرنے کے لیے بنائے گئے تھے۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اگر آپ موازنہ کریں کہ جو سڑکیں اور پل ہیں۔ یہ ملک کی ترقی میں اہم کردار اس لحاظ سے بھی ادا کرتے ہیں کہ ہماری جتنی فصلات ہیں ان کی transaction بروقت ہو۔ ہمارے پاس ایسی فصلیں بھی ہیں جو ایک دو دن تک مارکیٹ تک نہ پہنچیں تو وہ خراب ہو جاتی ہیں اور استعمال کے قابل نہیں رہتیں۔

جناب سپیکر! جس طرح باقی محکموں میں شہروں پر بھرپور توجہ دی گئی ہے۔ اسی طرح اس محکمے نے بھی ایک ریکارڈ قائم کیا ہے۔ انھوں نے ضمنی بجٹ میں roads and bridges کی مد میں اسی علاقے پر توجہ دی ہے۔ جس میں میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ صرف چند حلقوں میں 23 کروڑ 22 لاکھ 34 ہزار روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ جب کہ اس میں کل رقم 34 کروڑ روپے ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ 34 کروڑ میں سے 23 کروڑ روپیہ صرف دو یا تین شہروں کے لیے مختص کر دیا گیا ہے۔ ہمارے اس ایوان کے زیادہ اراکین دیہاتی اور پس ماندہ علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں' تو اتنا زیادہ

تضاد رکھنے سے ان کی مایوسی میں بھی اضافہ ہوگا اور ہاؤس کو اعتماد میں لے کر چلنے میں ایک اور کوتاہی ہو گی۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ شہروں کی ترقی کے ساتھ ساتھ ان علاقوں پر بھی توجہ دی جائے جہاں ابھی تک یہ بنیادی سہولیات پہنچی ہی نہیں۔ یہاں تو re-carpeting کے لیے پیسے رکھ دیے گئے ہیں۔ یہاں نئی سڑکوں کے لیے پیسے رکھ دیے گئے ہیں۔ ہمارے پاس ان علاقوں کے شہروں میں بھی بنیادی ضروریات کی آمد و رفت کے وسائل ہی نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ میری یہ کٹوتی کی تحریک منظور کی جائے اور ملک سے مایوسی اور عدم مساوات ختم کی جائے۔ شکریہ۔

صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، شرقپوری صاحب! میں ابھی اجازت دیتا ہوں۔ جی' اور تو کوئی صاحب یہاں سے نہیں بولنا چاہتے؟

جناب سعید احمد خان منیس، جی' نہیں۔

جناب سپیکر، جی' وزیر خزانہ۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بولنے کی اجازت دی ہے۔ لیڈر آف دی اپوزیشن کی طرف سے اور ان کے ساتھی جناب سید مسعود عالم شاہ صاحب کی طرف سے یہ کٹوتی کی تحریک پیش ہوئی ہے۔ اس میں میری مختصر سی گزارش ہے کہ یہ اتنی بڑی رقم نہیں ہے۔ آٹھ سڑکیں ہیں۔ یہ کہنا بھی مناسب نہیں ہے کہ یہ صرف ایک علاقے میں سڑکیں ہیں۔ یہاں مختلف علاقوں کی سڑکیں دی ہوئی ہیں جہاں چخند تک بھی ایک سڑک کا ذکر کیا گیا ہے اور تھوڑی سی رقم کوئی 23 لاکھ 44 ہزار روپے کشادگی اور سڑکوں کی بہتری کی مد میں بھی ہے۔ اس میں کوئی ایسا مسئلہ تو ہے نہیں جس پہ یہ کٹوتی کی تحریک پیش کی گئی ہے۔ میں ہاؤس کا زیادہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ ان کی جو بحث تھی یا ان کے جو دلائل تھے وہ اتنے وزنی نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کی اس کٹوتی کی تحریک کو مسترد فرمایا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ اب سوال یہ ہے،

"کہ 8 کروڑ 96 لاکھ 85 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 12 شاہرات و پل کو کم کرکے ایک روپیہ کر دیا جائے"۔

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: مطالبہ زر نمبر 12 ۔ اب سوال یہ ہے:

"کہ ایک ضمنی رقم جو 8 کروڑ 96 لاکھ 85 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابلِ ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شاہرات و پل برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: جی' شرقپوری صاحب! آپ point of personal explanation پر کوئی بات کرنا چاہتے ہیں؟

صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری: جناب سپیکر! میں ذاتی بیان کے حوالے سے ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کا شکریہ' آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے خود ہی مجھے حکم فرما دیا۔ میں نے 24 تاریخ کو اِسی ایوان میں یہ بات کی تھی کہ جو کرپٹ افسر ہیں وزیرِ اعظم اور وزیرِ اعلیٰ اُن کی ہمیں ٹانگیں توڑنے کی اجازت دیں۔ اخبارات نے بڑے غلط طریقے سے اِس کی رپورٹنگ کی ہے اور میں نے کافی اخباروں میں یہ چیز دیکھی ہے کہ میرا بیان غلط لگا ہے اور اُنھیں اس طرح میرا بیان نہیں لگانا چاہیے۔ میں اب بھی یہ کہتا ہوں کہ میری بات یہی ہے کہ جو کرپٹ افسر ہیں ان کی واقعی ٹانگیں توڑ دینی چاہییں۔

جناب سپیکر: شرقپوری صاحب! اس میں تردید والی پھر کون سی بات ہے؟ (قہقہے)

صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری: نہیں' وہ تردید والی میں عرض کرتا ہوں۔ میں پھر ساری پڑھ کر سناؤں۔ وہ آدھا گھنٹہ لگ جائے گا۔ اخبارات نے میری طرف غلط بیان منسوب کیے ہیں۔ کسی نے لکھا ہے کہ سعید شرقپوری نے کہا کہ جو افسر ہمارا کہنا نہیں مانتے ان کی ٹانگیں توڑ دی جائیں۔ کسی نے لکھا ہے کہ سعید شرقپوری نے کہا کہ جو افسران بداخلاق ہیں ان کی ٹانگیں توڑ دی جائیں۔ حالانکہ یہ بات میں نے نہیں کہی۔ ٹانگوں کے متعلق بات یہ ہے' کیونکہ میں ٹانگوں کے حوالے سے اس کی

وضاحت کر رہا ہوں۔ عرض یہ ہے میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ ٹائم زیادہ لیتا کیونکہ یہ بات آدھے گھنٹے کی ہے اور وہ بیانات میرے پاس ہیں۔ میں ان کو کاغذات پر لکھ کر لایا ہوں۔ لیکن چونکہ آپ کا ادب اور ٹائم ساری چیزیں ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے میں نہیں چاہتا تھا کہ ہر اخبار کا بیان پڑھوں اور آدھا گھنٹہ میں اکیلا ہی لے جاؤں۔ میں یہ مناسب سمجھتا تھا کہ اپنی سٹیٹمنٹ پڑھ کر سنا دوں جو میں نے یہاں پیش کی تھی' اس سے باقی تمام چیزوں کی تردید ہو جائے گی۔ لیکن آپ نے میرا خیال ہے کہ شفقت فرما دی ہے کہ میں زیادہ بول لوں۔ پھر بھی اس کے باوجود میں ساری باتیں نہیں کرنا چاہتا۔ میری بات ختم بھی ہو جاتی تھی۔ لیکن آج نہایت ہی شفقت ہوئی ہے کہ بڑی لمبی باتیں کرنے کا خیال ہوتا ہے تو آپ نے لمبی بات کی اجازت دے دی ہے۔ بات یہ ہے کہ کسی نے یہ لکھا۔ کسی نے یہ لکھا۔ عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ میرا بیان یہ تھا کہ بیوروکریسی کے بعض افسر بداخلاق ہیں۔ سب کو میں نے نہیں کہا۔ کسی نے یہ بھی لکھا ہے کہ تمام بیوروکریسی کو اس نے بداخلاق کہا ہے۔

جناب سپیکر! ان کو اس کی تردید کرنی چاہیے۔ الحمراء میں پارلیمانی پارٹی کا ایک اجلاس ہوا تھا میں نے اس کی بھی اس بجٹ تقریر میں تردید کی تھی۔ وہ بھی انھوں نے نہیں لگائی۔ وہ یہ تھا کہ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں اپنی تنخواہ اور الاؤنسز کا ایک آنہ بھی نہیں چھوڑوں گا۔ یہ بھی "آواز" نے خبر لگائی تھی۔ میں نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ میں اپنی آدھی جائیداد بھی دینے کو تیار ہوں اگر سارے دیں۔

جناب سپیکر، شکریہ جی۔ اب بس ساری تردید فائنل ہو گئی۔

صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری، میری فائنل ہو گئی تُسی فرما دیو۔

جناب سپیکر، نہیں' آپ کا جو point of personal explanation ہے یہ تمام ہاؤس نے سنا ہے اور یہاں پر جو پریس کے نمائندے ہیں انھوں نے بھی نوٹ کیا ہے۔ بہرحال' میرا خیال ہے کہ ٹھیک ہے۔ اب مطالبہ زر نمبر 9 لیتے ہیں جسے منسٹر صاحب پیش کریں گے۔

مطالبہ زر نمبر 9

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

"کہ ایک ضمنی رقم جو 3 ارب' 5 کروڑ' 26 لاکھ ' 66 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابلِ ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد غلے اور چینی کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے"۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے،

" کہ ایک ضمنی رقم جو 3 ارب' 5 کروڑ' 26 لاکھ' 66 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد غلے اور چینی کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے"۔

جناب منظم جہاں زیب احمد خان وٹو: میں اس کو اپوز کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: منظم وٹو صاحب اسے oppose کرتے ہیں۔ مطالبہ زر نمبر 9 پر جن معزز ممبران کی طرف سے کٹوتی کی تحاریک آئی ہیں ان کے نام یہ ہیں،

1۔ جناب سعید احمد خان منیس۔
2۔ جناب سعید اکبر خان۔
3۔ جناب منظم جہاں زیب احمد خان وٹو۔
4۔ نوابزادہ منصور احمد خان۔
5۔ صاحبزادہ محمد عثمان خان عباسی۔
6۔ سردار رفیق حیدر لغاری۔
7 مولانا منظور احمد چنیوٹی۔
8۔ چودھری خالد جاوید وڑائچ
9۔ سید مسعود عالم شاہ۔
10۔ جناب محمد اکرام اللہ خان۔

11۔ پیر شجاعت حسنین قریشی۔

جی، معظم وٹو صاحب! آپ کٹ موشن پیش کریں گے؟

جناب معظم جہاں زیب احمد خان وٹو، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

"کہ 3 ارب، 5 کروڑ، 26 لاکھ، 66 ہزار روپے کی مجموعی رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 9، غلے اور چینی کی سرکاری تجارت کو کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے،

"کہ 3 ارب 5 کروڑ 26 لاکھ 66 ہزار روپے کی مجموعی رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 9، غلے اور چینی کی سرکاری تجارت کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

وزیر زراعت: جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جناب معظم جہانزیب احمد خان وٹو صاحب۔

جناب معظم جہانزیب احمد خان وٹو، جناب سپیکر! ہم نے یہ جو کٹوتی کی تحریک پیش کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اتنی بھاری رقم State Trading in Foodgrains and Sugar کے ہیڈ میں رکھی گئی ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کی پالیسز میں جو flaws ہیں ان کا یہ نتیجہ ہے کہ اتنی بڑی رقم ضمنی بجٹ میں پیش کی گئی ہے۔ معزز اراکین اسمبلی کو تو شاید یاد نہ ہو کہ حکمرانوں کو حکومت میں آئے ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے کہ پنجاب کے عوام کو آٹے کی شدید قلت کا سامنا کرنا پڑا۔ مجھے یقین ہے کہ پنجاب کے عوام اس وقت کو آج تک فراموش نہیں کر سکے جب انھیں قطاروں میں لگ کر آٹا حاصل کرنا پڑا اور روٹی جیسی بنیادی ضرورت کا حصول بھی مشکل بن کر رہ گیا۔ جناب سپیکر! اس کی کیا وجہ ہے کہ یہ اتنا شدید بحران پیدا ہوا۔ میرے خیال میں اس کے جواب میں منسٹر صاحب، جو میرے لیے نہایت محترم ہیں، وہ یہ کہیں گے کہ پچھلی حکومت کی ناقص پالیسیوں ہی کی وجہ سے یہ سارا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ جناب والا! یہ کہہ دینا تو بڑا آسان ہے کہ ہر خرابی اور ہر برائی کی وجہ سابق حکومت کی پالیسیاں ہی ہیں لیکن دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ حکومت نے کیا اقدامات کیے ہیں کہ اس طرح کے مسائل پیدا نہ ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ گندم کی قلت کی بڑی وجہ سمگلنگ ہے ۔ اس کی روک تھام کے لیے حکومت نے اب تک کوئی اقدام نہیں کیا اور حکومت

نے اقتدار سنبھالتے ہی گندم کی بین الصوبائی نقل و حمل پر سے پابندی اٹھائی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری گندم، ہمارا اناج جو ہمارا کسان اگاتا ہے وہ دوسرے صوبوں میں گیا اور وہاں سے اس کی بیرون ملک سمگلنگ کا آغاز ہوا۔ ہمارے صوبے کے کسان نے جو گندم اگائی اس سمگلنگ کی وجہ سے وہ گندم ہمارے صوبے کے عوام کے لیے بھی ناکافی ثابت ہوئی۔ بعض اخبارات میں تو یہاں تک آیا کہ مسلم لیگی اراکین اسمبلی اس چیز میں شامل تھے اور حکومت نے ان کو مالی فائدہ پہنچانے کے لیے یہ ترغیب دی کہ وہ اس کام میں شامل ہوں اور بڑھ چڑھ کر اس کام میں حصہ لیں۔ یہ چیز کئی اخبارات میں شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئی۔ کچھ لوگوں نے تو یہاں تک بھی کہا کہ گندم کی امپورٹ اور اس کی shipment کا جو کنٹریکٹ دیا گیا ہے وہ بھی کچھ منظور نظر حضرات کو دیا گیا ہے۔ مجھے تو کوئی علم نہیں ہے کہ اس میں کہاں تک صداقت ہے، میں تو وہ بات بیان کر رہا ہوں جو اخبارات میں آئی۔ جناب سپیکر! اس مسئلے کے حل کے لیے حکومت کو فوری اقدامات کرنے چاہییں۔

جناب والا! میری نظر میں دوسرا اہم معاملہ یہ ہے کہ ہمارے محکمے خوراک assessment کی پیداوار اکثر غلط ثابت ہوئی ہے۔ پچھلے سال ہمارے شوگر کین کی پیداوار کافی تھی اور وافر چینی موجود تھی اس کے باوجود شوگر کو امپورٹ کیا گیا اور اسمبلی میں جو پہلے وزیر تھے انھوں نے اس بات کا اقرار بھی کیا کہ یہ ہماری غلط فہمی تھی جس وجہ سے ہم نے شوگر امپورٹ کی اور جناب سپیکر! اس کا نتیجہ کیا نکلا کہ آج ہمارے پاس اپنی ضرورت سے بھی زیادہ چینی موجود ہے اور سمجھ نہیں آتی کہ اس کا کیا کرنا ہے۔ آپ دیکھیں کہ ایک طرف قلت ہوتی ہے، دوسری طرف اپنی ضرورت سے بھی زیادہ چینی موجود ہے۔ جناب والا! اگر صحیح پلاننگ کی جائے اور پلاننگ کے بعد صحیح اقدامات کیے جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بہت زیادہ زرمبادلہ بچایا جا سکتا ہے ابھی کچھ دیر پہلے وزیر خزانہ صاحب فرما رہے تھے کہ اپوزیشن کا کام تو محض تنقید کرنا ہے اور وہ کسی اچھے اقدام کی بھی تعریف نہیں کرتے۔ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ حکومت نے جب گندم کی قیمت میں اضافہ کیا۔

پارلیمانی سیکرٹری ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی ملک صاحب۔

پارلیمانی سیکرٹری ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ: جناب سپیکر! نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ایک ایسے

شخص کی زبان سے ایسی باتیں ہو رہی ہیں جو گزشتہ دور سے بخوبی واقف ہیں اور خوراک کے معاملے میں گزشتہ دور کے وزیر اقبال ٹکا کا وہ واقعہ سب لوگوں کے ذہنوں میں آج بھی تازہ ہے کہ جب بےنظیر صاحبہ نے پہلے انھیں یہ کہا کہ آپ کی کرپشن کی وجہ سے ہمیں کافی پشیمانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے تو انھوں نے کہا کہ میڈم' یہ آپ کے خاوند اور میرے بارے میں یہ سوچی سمجھی سازش ہے' ہم دونوں کرپشن میں شامل نہیں ہیں۔ تو مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایسے لوگ اس دور کے بارے میں ایسی باتیں کریں جو پاک صاف دور ہے۔

جناب سپیکر، جی' جہانزیب وٹو صاحب۔ اب آپ اپنی بات کو ذرا مختصر کریں ۔ اب صرف ایک دو منٹ باقی ہیں۔

جناب معظم جہانزیب احمد خان وٹو، جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ صحیح پلاننگ نہایت ضروری ہے۔ جناب سپیکر! آپ کو ملک صاحب کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے کہ جب میں ایک متعلقہ بات کر رہا ہوں تو بلاوجہ اٹھ کر اس طرح کے پوائنٹ آف آرڈر کرنا کسی صورت میں بھی درست نہیں ہیں۔ میرا خیال ہے کہ حکومت کی خوشامد ہی ان کا مقصد ہے اور کوئی دوسرا مقصد نہیں ہے۔

جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ اس بارے میں صحیح پلاننگ ضروری ہے۔ گندم کی قیمت جب حکومت نے بڑھائی تو میں نے ایوان میں اس اقدام کی تعریف کی اور میں نے یہ کہا کہ یہ درست اقدام ہے اس کی قیمت ضرور بڑھنی چاہیے----

جناب سپیکر، وٹو صاحب' آپ اب ذرا مختصر کریں۔

جناب معظم جہانزیب احمد خان وٹو، لیکن کاش کہ گندم کی قیمت اتنی بڑھائی جاتی کہ حکومت کو اب امپورٹ نہ کرنی پڑتی۔ اس سال بھی ہمیں گندم امپورٹ کرنا پڑے گی۔ ---

جناب سپیکر، جی۔ شکریہ۔ جی' وزیر زراعت صاحب' آپ اس کا مختصر سا جواب دیں۔

وزیر زراعت، جناب سپیکر! برخوردار نے یہ کہا ہے کہ جو بھی وزیر صاحب اٹھتے ہیں وہ پچھلے دور کی بات کر دیتے ہیں۔ جناب والا! اس میں کیا کیا جائے کہ جونہی ہماری حکومت نے take over کیا تو آٹے کا یہ بحران ہمیں وراثت میں ملا۔ اب آپ بتائیں کہ اس کی ذمہ داری پچھلی حکومت پر نہ ڈالی جائے تو اس کا اور کیا جواب ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر! جیسے میرے فاضل دوست پارلیمانی سیکرٹری صاحب فرما رہے تھے ۔ تھوڑی بہت تعریف بھی ہونی چاہیے تھی۔ وزیراعلیٰ پنجاب نے اس مسئلے کو بہت سنجیدگی سے لیا اور میں اپنے ساتھی کی تعریف کروں گا وہ آج کل بیمار ہیں' اس لیے میں اس کا جواب دے رہا ہوں ورنہ یہ فوڈ سے متعلقہ تھی۔ وزیر خوراک اور ان کی پوری ٹیم اور ان کے پورے رفقائے کار' بلکہ ہماری لوکل انتظامیہ نے اس کو سنجیدگی سے لیا اور صبح شام میٹنگز کر کے اس قلت پر عبور حاصل کیا اور ملک کے اندر آٹے کی قلت پیدا نہیں ہونے دی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک قابل تعریف قدم تھا جس کی تعریف پبلک میں بھی ہوئی۔

جناب والا! میں آپ کو تھوڑی سی فگرز پیش کر دوں۔ جناب سپیکر! 98-1997ء میں تین قسم کی گندم کے سٹاک کیے گئے ان میں سے ملکی گندم کی مقدار کوئی 22 لاکھ ٹن ہے۔ پانچ لاکھ ٹن غیر ملکی گندم کی مقدار ہے اور پاسکو کی گندم کی مقدار ایک لاکھ ٹن ہے۔ اس مقدار کی خریداری کی گئی۔ اس کی مالیت بھی ساتھ ہے اور 97-1996ء میں گندم ہدف سے بہت کم خرید ہوئی جس کی وجہ سے صوبے کی ضرورت پوری کرنے میں نو لاکھ ٹن اضافی گندم 98-1997ء میں درآمد کرنا پڑی۔ 98-1997ء کے اس میزانیے میں 31 لاکھ 30 ہزار ٹن کی خریداری کی بنیاد پر data تیار کیا گیا ہے اور جو خدشات برخوردار ظاہر کر رہے ہیں ان میں کوئی جان نہیں۔ دوسرے انھوں نے کہا کہ گندم کی بڑھی۔ تو جناب سپیکر! جب سے پاکستان معرض وجود میں آیا ہے کسی بھی حکومت نے آج تک اتنی جرأت کے ساتھ قیمت خرید میں یک دم 55 روپے کا اضافہ نہیں کیا جتنا کہ وزیر اعظم پاکستان نے کیا ہے۔ اس کی وجہ سے نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اب پنجاب خود کفالت پر پہنچ گیا ہے۔ اور پنجاب میں جتنی گندم پیدا ہوئی ہے اس کی وجہ سے پنجاب آج اپنے پیروں پر کھڑا ہے ۔ اس میں تنقید کا کوئی پہلو نہیں نکلتا ۔ اس کٹوتی کی تحریک میں کوئی جان نہیں' اس لیے اس کو مسترد کیا جائے ۔

جناب سپیکر، ویسے بھی جان نہیں ہے ۔ اب سوال یہ ہے،

"کہ 3 ارب 5 کروڑ 26 لاکھ 66 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر 9 غلے اور چینی کی سرکاری تجارت کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے"۔

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ ایک ضمنی رقم جو 3 ارب 5 کروڑ 26 لاکھ 66 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد غلے اور چینی کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: اب جیسا کہ آپ کو پتا ہے کہ ایک بج چکا ہے اور قاعدہ نمبر 114 کے ذیلی قاعدہ 4 کے تحت کٹوتی کی تحاریک پر کارروائی ایک بجے دوپہر تک کی جا رہی ہے۔ اب چونکہ ایک بج چکا ہے لہذا باقی ماندہ مطالبہ زر پر قاعدہ مذکور کے تحت گلوٹین کے ذریعے براہ راست رائے شماری شروع کرتے ہیں۔ سب سے پہلے مطالبہ زر نمبر 1 لیتے ہیں۔

مطالبہ زر نمبر 1

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ ایک ضمنی رقم جو 3 لاکھ 38 ہزار روپے (Rs 338,000/-) سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد اسٹامپ برداشت کرنا پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 2

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے

"کہ ایک ضمنی رقم جو 2 لاکھ 4 ہزار روپے (Rs.204,000/-) سے زیادہ نہ ہو، گورنر

پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد دیگر ٹیکس ومحصولات برداشت کرنا پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 3

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے ،

"کہ ایک ضمنی رقم جو 5 کروڑ 33 لاکھ 88 ہزار روپے (Rs.53,388,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد جیل خانہ جات و سزا یافتگان کی بستیاں برداشت کرنا پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 4

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے

"کہ ایک ضمنی رقم جو 15 کروڑ 4 لاکھ 96 ہزار روپے(Rs 150,496,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا، دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پولیس برداشت کرنا پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 5

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک ضمنی رقم جو 3 کروڑ 6 لاکھ 78 ہزار روپے (Rs.30,678,000/-) سے

زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شہری تعمیرات برداشت کرنا پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 6

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک ضمنی رقم جو 5 کروڑ 32 لاکھ 11 ہزار روپے (Rs.53,211,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ریلیف برداشت کرنا پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 7

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک ضمنی رقم جو ایک ارب 2 کروڑ 26 لاکھ 58 ہزار روپے (Rs.1,022,658,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سبسڈیز برداشت کرنا پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 8

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک ضمنی رقم جو 41 کروڑ 81 لاکھ 62 ہزار روپے (Rs.418,162,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد متفرقات برداشت کرنا پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 11

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک ضمنی رقم جو 17 کروڑ 32 لاکھ 20 ہزار روپے (Rs 173,220,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعمیرات آبپاشی برداشت کرنا پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 14

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے (Rs.1,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مالیہ اراضی برداشت کرنا پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 15

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے (Rs.1,000/-) سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صوبائی آبکاری برداشت کرنا پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 16

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے (Rs.1,000/-) سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد جنگلات برداشت کرنا پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 17

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے (Rs.1,000/-) سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد اخراجات برائے قوانین موٹر گاڑیاں برداشت کرنا پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 18

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے (Rs.1,000/-) سے زیادہ نہ ہو، گورنر

پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد آبپاشی و بحالی اراضی برداشت کرنا پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 19

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے (Rs.1,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد انتظام عمومی برداشت کرنا پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 20

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے،

"کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے (Rs 1,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد عدل گستری برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 21

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے (Rs.1,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر

اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعلیم برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 22

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے.

"کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے (Rs 1,000/-) سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30 جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات صحت برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 23

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے

"کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے (Rs.1,000/-) سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صحت عامہ برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 24

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے.

"کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے (Rs 1,000/-) سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زراعت برداشت کرنا پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 25

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے

"کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے (Rs.1,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ماہی پروری برداشت کرنا پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 26

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے

"کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے (Rs.1,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ویٹرینری برداشت کرنا پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 27

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے

"کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے (Rs.1,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد امداد باہمی برداشت کرنا پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 28

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے

"کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے (Rs.1,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30جون1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈسے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدصنعتیں برداشت کرنا پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 29

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے:

"کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے (Rs.1,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30جون1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد متفرق محکمہ جات برداشت کرنا پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 30

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے

"کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے (Rs.1,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30جون1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعمیر مکانات و عملی منصوبہ بندی برداشت کرنا پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 31

جناب سپیکر ، اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے (Rs.1,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سٹیشنری اینڈ پرنٹنگ برداشت کرنا پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 32

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے

"کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے (Rs 1,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زرعی ترقی وتحقیق برداشت کرنا پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 33

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے:

"کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے (Rs.1,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30جون 1998ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شہری ترقی برداشت کرنا پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 34

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے:

"کہ ایک علامتی رقم جو ایک ہزار روپے (Rs.1,000/-) سے زیادہ نہ ہو' گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لیے عطا کی جائے جو 30جون 1998ء کو ختم ہونے

والے مالی سال کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر
اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سرکاری عمارات برداشت کرنا پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

اخراجات کا ضمنی گوشوارہ جات بابت سال 98 - 1997ء

SUPPLEMENTARY SCHEDULE OF AUTHORISED EXPENDITURE FOR THE YEAR 1997-98.

MINISTER FOR FINANCE: Mr Speaker,Sir, I lay The Supplementary Schedule of Authorised Expenditure for the year 1997-98 on the floor of the House.

MR SPEAKER: The Supplementary Schedule of Authorised Expenditure for the year 1997-98 has been laid.

قرار داد

جناب سپیکر: ایک قرار داد ہے۔ وزیر قانون صاحب! کیا آپ اسے پیش کریں گے؟

وزیر قانون: جی ہاں۔

جناب سپیکر: تو پیش کریں۔

کینیڈا کے قومی دن کے موقع پر مبارک کا پیغام

وزیر قانون: جناب سپیکر! میں ہاؤس کی اطلاع کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کینیڈا کے صوبہ Ontario کی اسمبلی اور پنجاب اسمبلی کے درمیان ایک "Ontario-Punjab Assemblies Friendship Group" قائم ہوا تھا اور 25 جون 1997ء کو Ontario کی اسمبلی نے ہماری گولڈن جوبلی کے سلسلے میں اپنی اسمبلی سے ایک تحریک منظور کروائی تھی۔ اس لیے آپ کے توسط سے میری اس معزز ایوان سے استدعا ہے کہ ہم بھی کینیڈا کے قومی دن کے موقع پر ان کے لیے ایک

مبارک باد کی قرارد منظور کریں۔

جناب سپیکر، کیا ایوان قرار داد پیش کرنے کی اجازت دیتا ہے؟

(ہاؤس نے متفقہ طور پر قرار داد پیش کرنے کی اجازت دی)

جناب سپیکر، ہاؤس نے متفقہ طور پر قرار داد پیش کرنے کی اجازت دی ہے۔ وزیر قانون صاحب! اب آپ قرار داد پیش کریں۔

MINISTER FOR LAW: Sir, I move the resolution:

"That it is a great honour for me to rise in the House today to epxress on behalf of the Provincial Assembly of the Punjab (Pakistan) its deep and warmest sense of acknowledgment and gratitude on the resolution adopted by the Canadian Legislative Assembly of Ontario on June 25, 1997 on the occasion of the Golden Jubilee of Pakistan.

We, reaffirm our ties and bonds of friendship with our great friend Canada and reciprocate the feelings expressed by the Ontario Legislative Assembly for Pakistan with the same warmth of spirit and sentiments.

On behalf of the People of Pakistan and Punjab, this House of the Provincial Assembly of Punjab extends warmest felicitation to the People of Canada and Ontario on their National Day.

Canada and Pakistan have always had remarkably cordial and fraternal relations. That is clear from the recently reached agreement between the two countries known as the

'Ontario-Punjab Assemblies Friendship Group'. As always, the friendship, goodwill and mutual understanding between the two countries will grow and gain strength in the days to come

We are sure that the Canadian Government would support Pakistan's nuclear tests held recently in self-defence and to retaliate against similar tests resorted to by its neighbouring country India and hope that Pakistan-Canada Cooperation in technological and other fields of mutual interest, will develop by leaps and bounds with the passage of time".

Thank you, Sir.

MR SPEAKER: The resolution moved is:

"That it is a great honour for me to rise in the House today to epxress on behalf of the Provincial Assembly of the Punjab (Pakistan) its deep and warmest sense of acknowledgment and gratitude on the resolution adopted by the Canadian Legislative Assembly of Ontario on June 25, 1997 on the occasion of the Golden Jubilee of Pakistan.

We, reaffirm our ties and bonds of friendship with our great friend Canada and reciprocate the feelings expressed by the Ontario Legislative Assembly for Pakistan with the same warmth of spirit and sentiments.

On behalf of the People of Pakistan and Punjab, this House of the Provincial Assembly of Punjab extends warmest felicitation to the People of Canada and Ontario on their

National Day.

Canada and Pakistan have always had remarkably cordial and fraternal relations. That is clear from the recently reached agreement between the two countries known as the 'Ontario-Punjab Assemblies Friendship Group'. As always, the friendship, goodwill and mutual understanding between the two countries will grow and gain strength in the days to come.

We are sure that the Canadian Government would support Pakistan's nuclear tests held recently in self-defence and to retaliate against similar tests resorted to by its neighbouring country India and hope that Pakistan-Canada Cooperation in technological and other fields of mutual interest, will develop by leaps and bounds with the passage of time."

(The resolution was not opposed)

MR SPEAKER: The resolution moved and the question is:

"That it is a great honour for me to rise in the House today to epxress on behalf of the Provincial Assembly of the Punjab (Pakistan) its deep and warmest sense of acknowledgment and gratitude on the resolution adopted by the Canadian Legislative Assembly of Ontario on June 25, 1997 on the occasion of the Golden Jubilee of Pakistan.

We, reaffirm our ties and bonds of friendship with our great friend Canada and reciprocate the feelings expressed by the Ontario Legislative Assembly for Pakistan with the same

warmth of spirit and sentiments.

On behalf of the People of Pakistan and Punjab, this House of the Provincial Assembly of Punjab extends warmest felicitation to the People of Canada and Ontario on their National Day.

Canada and Pakistan have always had remarkably cordial and fraternal relations. That is clear from the recently reached agreement between the two countries known as the 'Ontario-Punjab Assemblies Friendship Group'. As always, the friendship, goodwill and mutual understanding between the two countries will grow and gain strength in the days to come.

We are sure that the Canadian Government would support Pakistan's nuclear tests held recently in self-defence and to retaliate against similar tests resorted to by its neighbouring country India and hope that Pakistan-Canada Cooperation in technological and other fields of mutual interest, will develop by leaps and bounds with the passage of time."

(The resolution was passed unanimously)

مولوی محمد سلطان عالم انصاری، جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے ایک نہایت ہی اہم مسئلے کی طرف توجہ دلانے کے لیے تحریک التوائے کار پیش کی تھی جو کہ اخلاقی بھی ہے، جس کا ہماری معاشرتی زندگی ، اخلاقی زندگی اور خصوصاً اس کا نوجوان نسل پہ directly اثر ہوتا ہے۔ یہ تحریک التوائے کار نمبر 13 تھی۔ اس میں، میں نے جناب والا کی توجہ دلائی تھی کہ یہ جو چار پانچ picture post magzine شائع ہو رہے ہیں اور تقسیم کیے جا رہے تھے، یہ ہر مہینے تقسیم ہوتے ہیں۔ مجھے اس بات کا احساس ہے کہ یہ بجٹ اجلاس تھا، اس میں تحریک التوائے کار

نہیں ہوسکتی۔

جناب سپیکر، جی ہاں' بجٹ اجلاس میں تحریک التوائے کار نہیں آسکتی۔

مولوی محمد سلطان عالم انصاری، لیکن اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اور اس بات کو دیکھتے ہوئے کہ ہر ماہ یہ رسالہ بازار میں آئے گا' ہر ماہ اسے نوجوان نسل خریدے گی جس سے بڑے بڑے تاثرات قائم ہوں گے۔

جناب سپیکر، لیکن رولز کے مطابق یہ نہیں آسکتی۔

مولوی محمد سلطان عالم انصاری، میری گزارش ہے کہ اگر آپ اس پر مہربانی فرمائیں۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں ۔ آپ یہ سارا مواد وزیر اطلاعات کو دے دیں۔ وہ اس کو دیکھتے ہیں۔ منسٹر صاحب! صرف اسے دیکھیں' نہ بلکہ اس کا seriously کچھ کریں۔

وزیر قانون، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! معزز رکن آج سے دو دن قبل یہ بات میرے نوٹس میں لائے تھے ۔ میں نے ان کی موجودگی میں ضلعی انتظامیہ کو ہدایت کی تھی کہ گزشتہ دنوں سے اس فحش لٹریچر کے خلاف ضلعی انتظامیہ نے جو مہم چلائی ہوئی ہے' ایک تو اس کی progress دیں تاکہ معزز رکن کو بتایا جا سکے اور دوسرا اس کو مزید تیز کیا جائے۔ میں آپ کی اطلاع کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں حکومت پہلے سے اقدامات کر رہی ہے اور معزز رکن کے پوائنٹ آؤٹ کرنے کے بعد ان شاء اللہ اس میں مزید بہتری لائی جائے گی۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے' شکریہ۔

مولوی محمد سلطان عالم انصاری، جناب والا! میری گزارش ہے کہ آپ اسے آئندہ اجلاس کے لیے pending کر لیں تاکہ یہ اس پر کارروائی بھی کر لیں اور میں مزید مواد بھی مہیا کر سکوں۔

جناب سپیکر، جب یہ اجلاس ختم ہو تو آپ نئی تحریک دے دیں۔ کیونکہ رولز کے مطابق آپ کو نئے سرے سے تحریک التوائے کار دینی پڑے گی۔

رکن اسمبلی کی رخصت

سردار احمد علی کوکا

جناب سپیکر، سیکرٹری صاحب! ایک رخصت کی درخواست رہ گئی تھی وہ پڑھ دیں۔

سیکرٹری اسمبلی، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

جناب سردار احمد عاکوکا صاحب کی طرف سے، گزارش ہے کہ ضروری کام سے مجھے پاک پتن شریف مورخہ 26 جون 1998ء کو جانا پڑا۔ براہ مہربانی چھٹی منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

MR SPEAKER: "In exercise of the powers conferred on me under Article 109 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I, Shahid Hamid , Governor of the Punjab hereby prorogue the Assembly with effect from June 27 , 1998 on the conclusion of the sitting on that day."

Thank you.